

فیوض النضویہ
فے
تشریحات الحلویہ

فہرست حنفی کی عظیم موسیقی آرا کتاب
کی جامع و مستند شرح

المعرفۃ

شرح
حلویہ

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کتاب
البیوع

تصنیف

امام ابوالحسن علی بن ابیجرین عبدالحکیم النخعی

ترجمہ و شرح

علاء محمد لیاقت علی ضوی

شیر
برادرزاد
پبلشرز

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

وہ جسے چاہے سید راہ کی ہدایت فرماتا ہے

فقہ حنفی کی عظیم معرکہ آرا کتاب کی جامع و مستند اور شرح

فیوضات الرضویہ فی تشریحات الحدیث

المعروف

تشریح حدیث

جلد دہم

کتاب البیوع

ترجمہ و شرح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

مستند الفقہاء حجۃ معہ شہادتہ بیہ انجمنہ لاہور

تصنیف

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الباقیل افغانی

زبیر سنٹر، ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

سبیر برادرز



الحمد لله الذي جعلنا منكم

جملہ حقوقِ ملکیت بحق نامہ محفوظ ہیں

نثر جدید 10

باہتمام ملک شیر حسین

نثر اشاعت دسمبر 2012، محرم الحرام 1434ھ

طالع اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور

کیوننگ ورڈز میکر

سروقی لے ایف ایس اینڈ ونائٹر ور

0322-7202212

قیمت روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

۲۹.....	۱۳.....
۲۹.....	۱۳.....
۲۹.....	۱۳.....
۳۰.....	۱۵.....
۳۱.....	۱۶.....
۳۱.....	۱۶.....
۳۲.....	۱۸.....
۳۲.....	۲۱.....
۳۵.....	۲۳.....
۳۶.....	۲۳.....
۳۶.....	۲۳.....
۳۷.....	۲۳.....
۳۷.....	۲۴.....
۳۷.....	۲۴.....
۳۹.....	۲۵.....
۴۰.....	۲۶.....
۴۱.....	۲۷.....
۴۲.....	۲۷.....
۴۳.....	۲۸.....
۴۳.....	۲۸.....

مقدمہ رضویہ

کتاب بیوع سے حصول زہد کا بیان

حلت و حرمت کے اظہار پر مشتبہ سے پرہیز کرنے کا بیان

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دیانت

صاحب ہدایہ کا تقویٰ

فتہا، صحابہ کے درمیان اختلافِ رائے کے مختلف اسباب

اساغر صحابہ کرام اور فتہا و تابعین رضی اللہ عنہم

اسلامی نظامِ معاشیات کی ضرورت و اہمیت

کتاب البیوع

بہزیہ کتاب خرید و فروخت کے بیان میں ہے

کتاب بیوع کی فقہی مطابقت کا بیان

بیع کے معنی کا بیان

بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

بیع کی اقسام کا بیان

حلال و حرام کے واضح ہونے کا بیان

ایجاب و قبول سے انعقادِ بیع کا بیان

بیع کیلئے صیغہ ماضی کو متعین کرنے کا بیان

خرید سے اقراء نکاح سے عدم اعتبار کا بیان

ایجاب و قبول میں عرف کے اعتبار کا بیان

بیع تعاطی کا فقہی مفہوم

قبولیت کے بغیر خرید و فروخت میں مذاہب اربعہ

- ۳۶..... بکریوں کا روز ایک درہم ایک بکری کے بدلے خریدنے کا بیان
- ۳۷..... بیع مکمل ہونے سے پہلے مفقہ میں فرق ہونے کا بیان
- ۳۸..... ذکر کے سبب وصف کے اصل ہو جانے کا بیان
- ۳۹..... سواڑوں میں سے دس گز مگر خریدنے کا بیان
- ۵۰..... بیع یا شئ مجہول ہونے کے سبب فساد بیع کا بیان
- ۵۱..... شرط کا ذرا ع کے ساتھ مقید ہونے کا بیان
- ۵۲..... بیع کے بدل کو بیان کرنے یا نہ کرنے کا بیان
- ۵۳..... فصل
- ۵۴..... یہ فصل بطور تابع ہو کر بیع میں شامل چیزوں کے بیان میں ہے
- ۵۳..... بیع میں تابع اشیاء فصل کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۵۴..... گھر میں عمارت کے داخل ہونے کا بیان
- ۵۵..... کھجور کی بیج پر پھل پانے کا ہونے کا بیان
- ۵۷..... بیج ہونے کی حالت میں زمین بیچنے کا بیان
- ۵۹..... کچے کچے پھلوں کی بیج کرنے کا بیان
- ۵۹..... شرط فاسد کے سبب بیع کے عدم جواز کا بیان
- ۶۰..... درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط کے سبب فساد بیع کا بیان
- ۶۱..... تقاضہ عقد کے خلاف شرط کے سبب فساد بیع کا بیان
- ۶۲..... قبضہ سے پہلے نئے پھلوں کے اگلے کا بیان
- ۶۲..... فریق کی عدم امکان پر فساد بیع کا بیان
- ۶۳..... معین مطلق کے اشتباہ کے عدم جواز کا بیان
- ۶۳..... معین ارطال کے اشتباہ میں مذاہب اربعہ
- ۶۵..... غیر معلوم چیز کے اشتباہ کی معافیت کا بیان
- ۶۵..... بیع میں اشتباہ کرنے کے ناقصہ
- ۶۶..... گندم کو اس کی بالی کے ساتھ بیچنے کا بیان
- ۶۷..... مکان کی بیج میں داخل اشیاء کا بیان
- ۶۹..... مشتری سے شئ کا مطالبہ کرنے کا بیان
- ۷۰..... یہ باب خیاری شرط کے بیان میں ہے
- ۷۰..... باب خیاری شرط کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۷۰..... لفظ خیاری کی تعریف و اقسام کا بیان
- ۷۰..... خیاری شرط کا بیان
- ۷۱..... تابع مشتری میں خیاری شرط کے جائز ہونے کا بیان
- ۷۲..... خیاری شرط کے جواز کے فقہی ماخذ کا بیان
- ۷۳..... خیاری مجلس میں فقہی مذاہب اربعہ
- ۷۵..... خیاری تاخیر میں اہل بیع کا موقف
- ۷۵..... خیاری مدت کے تین دن ہونے کا بیان
- بیع کے خراب ہونے کے سبب مشتری سے بیع یا عدم بیع کا تقاضا کرنے کا بیان
- ۷۷..... خیاری شرط کی مدت تین دن ہونے میں فقہی مذاہب
- ۷۷..... خیاری پانے کا تابع خروج بیع ہونے کا بیان
- ۷۹..... خیاری مشتری کا تابع خروج بیع نہ ہونے کا بیان
- ۸۰..... مشتری کے قبضہ میں ہلاکت بیع کا بیان
- ۸۱..... خیاری شرط پر عورت کو خریدنے کا بیان
- ۸۳..... غائب شخص کے مال کی بیج کرنے میں مذاہب اربعہ
- ۸۳..... مدت بیج میں بیع و فسخ کا بیان
- ۸۵..... موت کے سبب بطلان خیاری کا بیان
- ۸۶..... خیاری کے وراثت میں متعلقات ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ
- ۸۶..... امتحان کے طور پر دوسرے کیلئے خیاری ہونے کا بیان
- ۸۸..... دو غلاموں سے ایک میں خیاری کے عدم جواز کا بیان
- ۸۹..... مشروعیت خیاری کا ازالہ نقصان ہونے کا بیان
- ۹۰..... خیاری شرط کا خیاری تین کے ساتھ ہونے کا بیان
- ۹۳..... خیاری تعین میں اجراء وراثت ہونے کا بیان

۱۱۱	خیار عیب والی بیع شرعی حکم کا بیان	۹۳	در ردہ عیب کا خیر نہ ہونے کا بیان
۱۱۳	باب خیار عیب کے شرعی مآخذ کا بیان	۹۳	من بعد عیب صرف ہندی پر قیاس کرنے کا بیان
۱۱۵	مشتري کا عیب پر مطلع ہونے پر خیار کا بیان	۹۳	در ردہ عیب کا خیر نہ ہونے کا بیان
۱۱۵	اطلاع عیب پر واپسی میں مذاہب اربعہ	۹۵	در ردہ عیب کا خیر نہ ہونے کا بیان
۱۱۵	تقصیر میں والی چیز کے عیب ہونے کا قاعدہ و تفسیر	۹۵	در ردہ عیب کے عدم پر اختیار و مشتري کا بیان
۱۱۷	اختیار عیب میں فقہی مذاہب اربعہ	۹۶	باب خیار الرؤیۃ
۱۱۷	جنون اور صغر سن کے عیب ہونے کا بیان	۹۶	در ردہ عیب کے بیان میں ہے
۱۱۹	باندی کے منہ و نعل کی بو کے عیب ہونے کا بیان	۹۶	باب خیار رؤیت کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۲۰	نام و باندی میں کفر کے عیب ہونے کا بیان	۹۶	خیار رؤیت کا بیان
۱۲۰	بد مذہب کے عیب ہونے کا بیان	۹۷	خیار رؤیت کے جواز کا بیان
۱۲۱	مشتري کے پاس بیع میں عیب پیدا ہونے کا بیان	۹۸	خیار رؤیت میں چیز کو لینے یا لوانے میں مذاہب اربعہ
۱۲۱	اسباب کی قیمت پھیرنے میں فقہی مذاہب	۹۸	بیع دیکھنے کے بعد مشتري کے اختیار کا بیان
۱۲۱	خرید شدہ کپڑے کے کٹ جانے کے بعد عیب کا بیان	۹۹	بغیر دیکھنے یا بیع کی بیع پر عدم اختیار کا بیان
۱۲۳	مشتري کے پاس غلام کو فوت ہو جانے کے بعد عیب کا بیان	۱۰۰	خیار رؤیت کے موت نہ ہونے کا بیان
۱۲۳	بعد از موت رجوع بقصان میں فقہی مذاہب	۱۰۱	بیع کو دیکھنے کی میں حد ہندی کا بیان
۱۲۳	مشتري کا غلام کو قتل کر دینے کا بیان	۱۰۳	حصر کا ضمن دیکھنے میں ردیت ہو جانے کا بیان
۱۲۶	قتل غلام پر رجوع کرنے میں فقہی مذاہب	۱۰۳	ردیت و مکمل کا ردیت و مشتري کی طرح ہونے کا بیان
۱۲۶	سبزیوں وغیرہ کی بیع کے بطلان کا بیان	۱۰۵	ناہیا کی خرید و فروخت کے جواز کا بیان
۱۲۷	مشتري کا غلام کو فروخت کرنے کے بعد عیب کا بیان	۱۰۶	ناہیا کی بیع کے جواز میں فقہی مذاہب اربعہ
۱۲۹	خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان	۱۰۷	ایک تھان کی ردیت پر دو تھان کپڑے کے خریدنے کا بیان
۱۳۰	غلام خریدنے کے بعد عیب ظاہر ہونے میں فقہی تصریحات	۱۰۹	بغیر دیکھنے و بھٹی تھان خریدنے کا بیان
۱۳۱	تلف مشتري کے بعد تلویور عیب کا بیان	۱۰۹	عدل زہلی کی لغوی تشریح کا بیان
۱۳۲	مشتري کا غلام پر بیگوزار ہونے کا دعویٰ کرنے کا بیان	۱۱۱	باب خیار العیب
۱۳۳	مشتري کا قیام عیب پر گواہ پیش نہ کرنے کا بیان	۱۱۱	در ردہ عیب کے بیان میں ہے
۱۳۳	احسان سنت پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو ترک کرنے کا بیان	۱۱۱	باب خیار عیب کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۳۵	اشترائے باندی پر بائع و مشتري کے اختلاف کا بیان	۱۱۱	بیع میں خیار عیب ہونے کا فقہی مفہوم

۱۲۰	عذر کی بیعت میں فقہی مذاہب اربعہ	۱۳۶	غیر قصد شدہ چیز میں بائع کے قول کے مستتر ہونے کا بیان
	ام ولد یا پدر کے مشتری کے پاس فوت ہو جانے پر عدم ضمان	۱۳۶	بیعت و مشتری کے اختلاف میں اعتبار قول پر مذاہب اربعہ
۱۲۱	کایان	۱۳۷	اکنسہ و انا موس کی خرید پر ایک میں عیب ہونے کا بیان
۱۲۲	شکار سے پہلے پھل کی بیعت کی ممانعت کا بیان	۱۳۸	ایک بیعت میں عیب پر بائع کی رضامندی سے بیعت کا بیان
۱۲۳	عدم ملکیت والی چیز کی بیعت میں مذاہب اربعہ		ملکی امور و فی اشیاء میں سے بعض میں عیب کے ظاہر ہونے
۱۲۴	ہوا میں اڑنے پر بندے کی بیعت میں مذاہب اربعہ	۱۳۹	کایان
۱۲۵	حاصل کی بیعت کی ممانعت کا بیان		ملکی و موزونی چیز میں کسی کا حق ثابت ہو جانے کا بیان
۱۲۵	حاصل کی بیعت کا حاکم کی بیعت پر محمول ہونے کا بیان	۱۴۰	خریدنے کے بعد باندی میں عیب ظاہر ہونے کا بیان
۱۲۶	بکریوں کی پشتوں پر اون کی بیعت کی ممانعت کا بیان	۱۴۰	عیب کے آنے جانے کے سبب حتم و جوع کا بیان
۱۲۶	بائع کے ضرر کے بغیر بیعت کو سپرد کرنے کا فقہی بیان	۱۴۱	چور غلام کو خریدنے کا بیان
۱۲۸	محبت پر جمہور کی بیعت کی ممانعت کا بیان	۱۴۳	غلام کا بائع کے قبضہ میں چوری کرنے کا بیان
۱۲۹	بیعت مزایہ و عاقل کی ممانعت کا بیان	۱۴۳	بائع کا غلام میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانے کا بیان
۱۴۰	بیعت مزایہ کی ممانعت کا بیان	۱۴۶	عیب حادث کا برأت میں داخل ہونے میں فقہی مذاہب
۱۴۲	عریہ کے مفہوم میں فقہی تصریحات	۱۴۷	باب الفبیع الفاسد
۱۴۳	بیعت غلام و مزایہ سے ممانعت کا بیان	۱۴۹	یہ باب بیعت فاسد کے بیان میں ہے
۱۴۳	بیعت مزایہ کی ممانعت کا بیان	۱۴۹	باب بیعت فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۴۵	بیعت حاضرہ مزایہ کا مفہوم و حکم کا بیان		صحیح اور فاسد کا فقہی مفہوم
۱۴۶	ایک کپڑے کی بیعت دو کپڑوں کے ساتھ ہونے کا بیان	۱۴۹	فاسد و باطل میں فرق کا بیان
۱۴۷	بیعت کی جہالت کے سبب نزاع کا بیان	۱۵۰	دونوں احوال یا ایک کے حرام ہونے کا بیان
۱۴۷	شہد کی کھینوں کی بیعت کی ممانعت کا بیان	۱۵۰	خزیر (سور) کی حرمت کے سائنسی دلائل
۱۴۸	ریشم اور شہد کے کیڑوں کی خرید و فروخت	۱۵۱	باطل بیعت میں بیعت کا مشتری کے پاس ہلاک ہونے کا بیان
۱۴۸	حرام جانوروں کی بیعت	۱۵۳	دین کے بدلے میں خنزیر و شراب کی بیعت کے باطل ہونے
۱۴۸	ریشم کے کیڑوں کی بیعت کی ممانعت کا بیان		کایان
۱۴۹	بھاگے ہوئے غلام کی بیعت کی ممانعت کا بیان	۱۵۵	ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیعت کے فاسد ہونے کا بیان
۱۵۱	آبق غلام کی بیعت و آزادی میں مذاہب اربعہ	۱۵۷	ام ولد کی بیعت میں ممانعت کے دلائل کا بیان
۱۵۱	جب بائع ذائل ہو جائے تو ممنوع واپس لوٹ آتا ہے	۱۵۸	ام ولد کی آزادی میں حضرت فاروق اعظم کا اصول

۱۸۱	ی مائیں کے موقف پر قائم نظریہ	۲۰۰	ہندی کو بیچنے سے بعد غلام (جائے کی صورت میں ضمانت بیع کا بیان)
۱۸۲	خبر بیع نہ مت میں جب ظاہر ہے کہ کایان	۲۰۱	تہذیبی موقف سے جب مشتری نے بیع کا بیان کیا
۱۸۲	بیانے میں عورت کے (بیع کی ضمانت کا بیان)	۲۰۲	خریداری سے بعد ایسی بیع کی بیع کرنے کا بیان
۱۸۳	عورت کے (بیع کی ضمانت کا بیان)	۲۰۳	خرید کر دو بیع کے ساتھ کوئی چیز لاکر بیع کرنے کا بیان
۱۸۳	فخر کے ہالوں کی بیع کی ضمانت کا بیان	۲۰۴	مشتری کا بیانے میں شرط لگانے کا بیان
۱۸۴	لب منک میں منیری کی چربی ہونے کا بیان	۲۰۵	مسلمان کا نصرانی بیع میں وکیل بنانے کا بیان
۱۸۶	لب منک کے نقصان اور تہیکی اجزاء کا بیان	۲۰۶	جو فصل اصل سے نہ ہو سکے اس میں وکالت
۱۸۶	انسان کے ہالوں کی بیع کی ضمانت کا بیان	۲۰۷	خزیر کی بیع میں وکالت غیر مسلم کے عدم جواز میں
۱۸۷	معنوی ہال گوانے کی ضمانت میں فقہی مذاہب	۲۰۸	مذاہب اربعہ
۱۸۷	انسانی اعضاء کی بیوند کاری میں فقہی مباحث کا بیان	۲۰۸	غلام کو شرط کا تبت یا تدبیر پر بیچنے کا بیان
۱۹۳	انسانی اعضاء کی بیوند کاری کی ضمانت پر فتویٰ	۲۰۹	بیع میں تقاضہ عقد والی شرط لگانے کا بیان
۱۹۳	مردار کی کھالوں کی بیع کی ضمانت کا بیان	۲۱۰	عقد کا تقاضہ تصرف میں آزادی اختیار ہونے کا بیان
۱۹۳	دباغت کی تعریف	۲۱۱	استحکام فساد کے سبب فساد بیع کا بیان
۱۹۳	مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے	۲۱۱	تقاضہ عقد نہ ہونے کی علت کا بیان
۱۹۵	مگر جب صفت عامہ کے ساتھ ہو تقاضہ و تہیہ	۲۱۲	شرط پر خریدی گئی باندی سے عدم ولی کا بیان
۱۹۵	فقہ شافعی و مالکی کے مطابق مردار کی کھال کا حکم و فقہاء احناف کا جواب	۲۱۳	ایک ماہ کی مدت تک خدمت پر غلام بیچنے کا بیان
۱۹۵	جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی	۲۱۳	باندی کا حمل ترک کرتے ہوئے صرف باندی کی بیع کا بیان
۱۹۶	سبب زوال نجاست ہے	۲۱۴	استثناء کا عقد میں جواز و عدم جواز کا بیان
۱۹۶	ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح ہے (تقاضہ و تہیہ)	۲۱۵	غیر معصوم چیز کے استثناء کی ضمانت کا بیان
۱۹۷	مردار کے اجزاء کی حرمت میں فقہی مذاہب	۲۱۵	فساد کے صلب عقد میں ہونے کا بیان
۱۹۸	منک لگانے ہوئے چمڑے کی خرید و فروخت	۲۱۵	سلوانے کی شرط پر کپڑا خریدنے کا بیان
۱۹۸	مشترک مالہ بیچنے کی ضمانت کا بیان	۲۱۶	تقاضہ عقد کے خلاف فساد بیع پر اجماع ائمہ اربعہ
۱۹۹	راستے کی بیع و ہبہ کے جواز کا بیان	۲۱۶	نیر و زمر جان کے عہد پر بیع کرنے کا بیان
۲۰۰	مگز نے کے حق کو بیان کرنے کا حکم	۲۱۷	کفار کے تہواروں کے موقع پر خرید و فروخت کرنے کا بیان
		۲۱۹	ہاڑی ساوئی کے وعدے پر بیع کرنے کا بیان

- ۳۲۱ منع خش کا فقہی مقبوم اور اس کی حرمت پر اجماع
- ۳۲۱ منع خش سے ممانعت کا بیان
- ۳۲۱ دوسرے کے ریث پر ریث لگانے کی ممانعت کا بیان
- ۳۲۳ منع تلقی جلب کی ممانعت کا بیان
- ۳۲۳ دھوکے کے سبب منع کی ممانعت کا بیان
- ۳۲۵ شہر کا دیرپائی سے منع کرنے کا بیان
- ۳۲۶ اذان جمعہ کے وقت منع سے ممانعت کا بیان
- ۳۲۸ جمعہ کیلئے سخی میں دیگر کاموں کو ترک کرنے کا بیان
- ۳۲۸ غلام کی منع کے جواز کا بیان
- ۳۳۰ ذی رحم محرم دو چھوٹے غلاموں کو خریدنے کا بیان
- ۳۳۰ ترک رحم پر وعید کا بیان
- ۳۳۲ غلاموں کے درمیان تفریق کی کراہت کا بیان
- ۳۳۲ **بَابُ الْإِقَالَةِ**
- ۳۳۲ ﴿یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے﴾
- ۳۳۳ باب اقالہ کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۳۳ اقالہ کا فقہی مقبوم
- ۳۳۳ اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان
- ۳۳۵ شمن اول پر اقالہ کے جواز کا بیان
- ۳۳۶ امر ثلاثہ کے نزدیک اقالہ کی توضیح کا بیان
- ۳۳۷ ثبوت اقالہ کے بعد شرائط کا بیان
- ۳۳۹ شمن اول کے خلاف جنس پر اقالہ کرنے کا بیان
- ۳۴۰ شرکت و تولیہ میں اقالہ کے درست ہونے کا بیان
- ۳۴۰ ہلاکت شمن کا صحت اقالہ کے مانع نہ ہونے کا بیان
- ۳۴۱ میح کی ہلاکت پر عدم شمن کا بیان
- ۳۴۲ **بَابُ الْمَرَاجَعَةِ وَالْتَوَلِيَةِ**
- ۳۴۲ ﴿یہ باب مراجعہ و تولیہ کے بیان میں ہے﴾
- ۳۲۱ مقررہ مدت سے پہلے اسقاط مدت پر رضامند ہونے کا بیان
- ۳۲۲ منع فاسد کے حکم کا فقہی بیان
- ۳۲۳ منع میں آزاد و غلام وغیرہ کو جمع کرنے کا بیان
- ۳۲۳ آزاد و غلام کو جمع میں جمع کرنے پر مذاہب اربعہ
- ۳۲۶ **فَصْلٌ فِي أَحْكَامِهِ**
- ۳۲۶ یہ فصل منع فاسد کے احکام کے بیان میں ہے
- ۳۲۶ فصل احکام منع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۲۶ فاسد منع کے حکم کا بیان
- ۳۲۷ باطل کی تعریف
- ۳۲۷ صحیح، باطل اور فاسد کی تعریفات کا بیان
- ۳۲۸ عقد میں دونوں اعواض کے مال ہونے کا بیان
- ۳۳۰ منع فاسد میں قبضہ کا باطل کی اجازت سے ہونے کا بیان
- ۳۳۱ مثلی چیز میں قبضہ کے سبب ضمان ہونے کا بیان
- ۳۳۱ مثلی اجرت دینے سے متعلق قاعدہ فقہیہ
- ۳۳۱ غضب شدہ چیز کی منع کی ممانعت میں مذاہب اربعہ
- ۳۳۱ دونوں عقد کرنے والوں کیلئے ثبوت اختیار کا بیان
- ۳۳۳ باطل کا منع کو بیچنے سے انقضاء منع کا بیان
- ۳۳۳ شراب یا خمر کے بدلے میں غلام خریدنے کا بیان
- ۳۳۳ منع فاسد میں شمن واپس کرنے سے پہلے منع لینے کی ممانعت
- ۳۳۵ کا بیان
- ۳۳۶ منع فاسد ہونے کے بعد گھر بنانے کا بیان
- ۳۳۷ منع فاسد میں باندی خریدنے کا بیان
- ۳۳۸ محض دوسرے کے مال پر دعویٰ کرنے کا بیان
- ۳۴۱ **فَصْلٌ فِي مَا يَنْكَرُهُ**
- ۳۴۱ یہ فصل منع میں مکروہ اشیاء کے بیان میں ہے
- ۳۴۱ فصل منع میں کراہت کی فقہی مطابقت کا بیان

۲۹۵	قبضے پہلے ثمن میں تصرف کا بیان.....	۲۹۲	باب مراحہ وتولید کی فقہی مطابقت کا بیان.....
۲۹۶	قبضے پہلے تصرف ثمن میں فقہی تصریحات.....	۲۹۲	بیع مراحہ وتولید کا مفہوم.....
۲۹۸	قبضے پہلے تصرف کرنے میں مذاہب اربعہ.....	۲۹۲	بیع مراحہ وتولید کے جواز کا بیان.....
۲۹۸	نقد ثمن کے بدلے کسی چیز کو بیچنے کا بیان.....	۲۹۵	مراحہ وتولید کے صحیح ہونے کیلئے ثمن کی شرط کا بیان.....
۳۰۰	مجبور مدت تک ادھار کی ممانعت.....	۲۹۶	مراحہ میں مشتری کی کسی خیانت پر مطلع ہونے کا بیان.....
۳۰۱	قرض کے سوا دین کو مؤجل کرنے کا بیان.....	۲۹۹	کپڑے کا خرید کر بیع میں بیع کر پھر خریدنے کا بیان.....
۳۰۱	قرض جلد ادا کرنے کی اہمیت کا بیان.....	۲۹۰	کپڑا خرید کر بیع کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اربعہ.....
۳۰۳	بیع کا قرض خواہوں سے زیادہ مقدار ہونے کا بیان.....	۲۹۱	عہد ماؤن سے مراحہ کرنے کا بیان.....
۳۰۳	مردیہ اسلامی بینک کا رویہ نظام پر بحث و نظر کا بیان.....	۲۹۲	مضارب کے نصف منافع پر اقالہ کرنے کا بیان.....
۳۰۶	اسلامی بینکاری میں مراحہ وتولید کی عدم ممانعت کا بیان.....	۲۹۳	باندی کا خرید کے بعد کاٹا ہوا جانے کا بیان.....
۳۰۷	مشارکت و مضاربیت کے خلاف معاہدہ جات کا بیان.....	۲۹۴	کپڑے کے جلنے کے بعد مراحہ کرنے کا بیان.....
۳۱۰	بَابُ الْوَرَقَاتِ	۲۹۵	ادھار رقم خرید کر اس میں مراحہ کرنے کا بیان.....
۳۱۰	﴿یہ باب سود کے بیان میں ہے﴾.....	۲۹۷	قسطوں پر خریداری میں فقہی مذاہب اربعہ.....
۳۱۰	سود کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان.....	۲۸۰	ثمن مجبور ہونے کے سبب بیع فاسد ہونے کا بیان.....
۳۱۱	سود کی فقوی تعریف کا بیان.....	۲۸۲	فَصْلٌ
۳۱۱	سود کی حرمت کا بیان.....	۲۸۲	﴿یہ فصل مراحہ وتولید کے مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾.....
۳۱۲	تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے حکم علم لوگوں کیلئے نصیحت.....	۲۸۲	فصل مراحہ وتولید کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان.....
۳۱۵	سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان.....	۲۸۲	منقولات و محولات کو قبضے سے پہلے بیچنے کی ممانعت کا بیان.....
	علم معیشت کے اصول کے مطابق سود سے مال کم ہونے	۲۸۳	اشیاء منقولہ کی بیع میں فقہی مذاہب اربعہ.....
۳۱۶	کا بیان.....	۲۸۶	پاس نہ ہونے والے بیع کی ممانعت کا بیان.....
۳۱۷	برمکیلی و موزونی چیز میں سود کا بیان.....	۲۸۷	قبضے سے پہلے زمین بیچنے کا بیان.....
۳۱۹	سود کی حرمت پر اعتبار علت میں فقہی مذاہب.....	۲۸۸	موجودہ دور میں زمین کی خرید و فروخت.....
۳۲۰	شرط جواز کے سبب بیع کے جائز ہونے کا بیان.....	۲۸۹	دوسرے کے مال میں تصرف کی حرمت کا بیان.....
۳۲۱	علت رہا میں فقہی مذاہب اربعہ.....	۲۹۱	غذہ کو وصول کرنے سے قبل بیچنے میں مذاہب اربعہ.....
۳۲۱	دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان.....		شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا مال میں تصرف کرنے میں
۳۲۸	اشیاء میں اختلاف حضی کے سبب کمی بیشی کے جواز کا بیان.....	۲۹۱	مذاہب اربعہ.....

۳۵۲.....	ترجمہ کی شکل مجھ کے ساتھ بیچ کرنے کا بیان	۳۲۸.....	برہمن، شیاد کے پانی تارے کا بیان
۳۵۳.....	تازہ مجھ کے بدلے خشک کو خریدنے میں مذاہب اربعہ	۳۲۹.....	حمار کے لہسن دین میں سود کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان
۳۵۴.....	مجھ کو کشمش کے بدلے میں بیچنے کا بیان	۳۲۹.....	سور نے سب ترک بیچ کا بیان
.....	گھارے ہوئے چھو ہاروں کی کفری چھو ہاروں سے بیچ کرنے کا بیان	۳۳۰.....	دھار کے بیچ حمار سے ممانعت کا بیان
۳۵۵.....	زیتون کو زیتون کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان	۳۳۰.....	منصوم علیہ اشیاء کی حرمت کے دوا کی ہونے کا بیان
۳۵۶.....	مختلف انواع کے گوشت کی ایک دوسرے سے بیچ کرنے کا بیان	۳۳۱.....	منصوم علیہ اشیاء میں مساوات پر بیچ میں مذاہب اربعہ
۳۵۷.....	گوشت کی بیچ دوسری جنس کے گوشت سے ہونے میں مذاہب اربعہ	۳۳۲.....	سور و تراب کے معاویہ کے بارے میں وعید کا بیان
۳۵۹.....	جانور کی بیچ جانور کے بدلے پر فقہی مذاہب اربعہ	۳۳۳.....	اشک نہ درہ کا سبب انتخاب کا بیان
۳۵۹.....	روٹی کو گندم کے بدلے میں بیچنے کا بیان	۳۳۶.....	رطل سے فروخت ہونے والی چیز کے وزن کی ہونے کا بیان
۳۶۰.....	گندم کی بیچ آٹے سے کرنے میں مذاہب اربعہ	۳۳۸.....	عقد صرف کے سوا میں تعین و رضا کا بیان
۳۶۱.....	بیچ کو قرض کی شرط سے مشروط نہ کرنے کا بیان	۳۴۰.....	غیر معین بیانیوں کے سبب گندم کی بیچ میں مراہجہ کرنے کا بیان
۳۶۱.....	آقا اور غلام کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان	۳۴۱.....	سیو جگ اکاؤنٹ میں سود ہونے کا بیان
.....	دارالحرب میں مسلم درجہ کی کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان	۳۴۲.....	ایک اغڑے کی بیچ دوا ڈھوں سے کرنے کا بیان
۳۶۳.....	دارالحرب میں سود سے متعلق مذاہب اربعہ	۳۴۳.....	معین چیرسی کی دو معین پیسوں کے بدلے میں بیچ کا بیان
۳۶۳.....	دارالحرب میں مسلم سود پر مذہب احناف پر بحث و نظر کا بیان	۳۴۵.....	اصطلاح کے سبب شن ہونے سے جواز بیچ کا بیان
۳۷۱.....	حدیث دارالحرب میں عدم سود کی ثقاہت	۳۴۶.....	نوٹ کی بیچ کی ویشی کے ساتھ جائز نہیں
۳۷۳.....	حدیث سند کے اعتبار سے	۳۴۷.....	گندم کو آنے کے بدلے بیچنے کا بیان
۳۷۷.....	باب الخقوق	گندم کو ستو کے برابر یا کی بیشی کے ساتھ بیچنے میں مذاہب اربعہ
۳۷۷.....	یہ باب حقوق کے بیان میں ہے	۳۴۸.....	گندم کی بیچ ستو کے بدلے میں جواز کا بیان
۳۷۷.....	باب حقوق کی فقہی مطابقت کا بیان	۳۴۸.....	گوشت کو حیوان کے بدلے میں بیچنے کا بیان
۳۷۷.....	حقوق کا فقہی مفہوم	۳۴۹.....	جانور کے بدلے گوشت کے لہسن دین میں نقد شافی و خلی کا اختلاف
۳۷۷.....	گھر کی خرید پر دوسری منزل شامل نہ ہونے کا بیان	۳۵۰.....	زندہ جانور تول کر بیچنے کا مفصل و مدلل حکم
.....	۳۵۰.....	امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک گوشت کے بدلے حیوان خریدنا
.....	۳۵۲.....	گوشت کے بدلے حیوان کی بیچ میں مذاہب اربعہ

۳۰۰	فصلوں کی بیع کے اعتبار میں مذاہب اربعہ	۳۷۷	بیس کی بیعت کو خریدنے کا بیان
۳۰۰	فصلوں کی بیع میں مالک کی اجازت کا بیان	۳۸۱	بیعت نہ میں حجر کے داخل ہونے میں مذاہب اربعہ
۳۰۱	غلام کو نصب کر کے بیچنے کا بیان	۳۸۲	باب الاستحقاق
۳۰۱	خریداری کے وقت ملکیت مشتری کے تام ہونے کا بیان	۳۸۲	باب بیعت متفقہ کے بیان میں ہے
۳۰۶	دوسرے قصص کو غلام بیچنے کے بعد بیع اول کی اجازت کا بیان	۳۸۲	باب بیعت متفقہ کی فقہی مطابقت کا بیان
۳۰۷	آقا کی اجازت کے بغیر کسی کے غلام کو بیچ دینے کا بیان	۳۸۲	بیعت کی مشتری کے باب بیچنے کو ختم دینے کا بیان
۳۰۸	دوسرے آدمی کا حجر بیچ دینے کا بیان	۳۸۳	خریداری کے بعد عدم کے آزاد ہونے کا بیان
۳۱۰	باب السلم	۳۸۵	خریداری کے بعد عدم کے آزاد ہونے کا بیان
۳۱۰	خرید باب بیع سلم کے بیان میں ہے	۳۸۷	نسب و حقوق حریت میں بیعت فی قرض کے عدم نقصان کا بیان
۳۱۰	باب بیع سلم کی فقہی مطابقت کا بیان	۳۸۸	محرر میں حق مجبور کا دعویٰ کرنے کا بیان
۳۱۰	بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان	۳۸۹	سرم کا نظام معیشت سے بچانے والا ہے
۳۱۰	بیع سلم کا فقہی مفہوم و شرائط	۳۹۳	یو ایس ایم (M.L.M.) یعنی ملی یوں مارکیٹنگ
۳۱۱	رأس المال کی شرائط کا بیان	۳۹۴	تجارتی اندی اسٹیمپر
۳۱۱	مسلم قرض کی شرائط کا بیان	۳۹۴	گوندہ کن انٹرپرائسز ایکٹ
۳۱۲	اہل جہاز و عراق کی افیت میں مسلم و سلف کا بیان	۳۹۵	چودہ سبھی ایکٹ
۳۱۲	بیع سلم کی شریعت کا بیان	۳۹۵	غروہ دار پر مشتمل ایک ممبر ساز ایکٹ
۳۱۳	بیع سلم کے شرعی ماخذ کا بیان	۳۹۵	کی پیش کے ساتھ چیک کی خرید و فروخت
۳۱۵	بیع سلم و تعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات	۳۹۶	مرجولہ فری
۳۱۸	بیع سلم کے تصنیف مدت میں مذاہب اربعہ	۳۹۷	فصل فی بیع الفصول
۳۱۸	ملکی و موزونی اشیاء میں بیع سلم کے جواز کا بیان	۳۹۷	خرید و بیع فصلوں کی بیع کے بیان میں ہے
۳۱۹	بیع سلم میں اختلاف ہو جانے کا بیان	۳۹۷	فصل فضول کی بیع کی فقہی مطابقت کا بیان
	شرا کی گئی اور گز کے ذریعے اپنے والی اشیاء میں بیع سلم	۳۹۷	فضول کی بیع کے شرعی ماخذ کا بیان
۳۲۰	کا بیان	۳۹۷	فضول کے فقہی مفہوم کا بیان
۳۲۲	ماپ تول کی اشیاء میں بیع سلم	۳۹۸	فضول کی بیع کے فقہی حکم کا بیان
۳۲۲	حیوان میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان	۳۹۸	فضول کی بیع کرنے کا بیان
۳۲۳	حیوان کی بیع سلم میں اختلافی مذاہب فقہاء	۳۹۹	فضول کی بیع کا اپنے لئے باطل ہونے کا بیان

۴۲۳	نیز کی کھن میں بیٹھ سم کے عدم جواز کا بیان
۴۲۴	نہ کرانے کی ممانعت کا بیان
۴۲۵	سرخ سر پر مذہب اربعہ
۴۲۵	وقت مقدسہ فیہ کے موجود ہونے کا بیان
۴۲۶	مسلمین کے موجود ہونے کی مدت میں مذہب اربعہ
۴۲۶	پسوں کے پک جانے پر بیعت سلف میں اختلاف کی دلیل
۴۲۷	پہلے پکے سے پہلے بیعت کی ممانعت میں فقہی مذاہب
۴۲۷	ادائیگی کے بعد مسلمین
۴۲۸	نہاد و جھلی میں بیعت مسلم ہونے کا بیان
۴۲۹	گوشت کی بیعت مسلم ہونے کا بیان
۴۳۰	مقرر کردہ جہاد میں بیعت
۴۳۱	مقرر کردہ جہاد میں بیعت مسلم پر مذہب اربعہ
۴۳۱	بیعت مسلم کی مدت میں فقہی مذاہب
۴۳۲	حریر اور دونوں کے ذریعہ خرید و فروخت
۴۳۳	معین شخص کے بیعتوں سے بیعت مسلم کے عدم جواز کا بیان
۴۳۵	مقبول بیعت کی بیعت میں مذہب اربعہ
۴۳۵	حضرت امام اعظم کے نزدیک بیعت مسلم میں شرائط سجدہ کا بیان
۴۳۷	بیعت مسلم کی شرائط کا فقہی بیان
۴۳۸	معیّن رأس مال کے بیان میں فقہی مذاہب اربعہ
۴۳۸	دواجنا میں بیعت مسلم کرنے کا بیان
۴۴۰	حمل و صرف والی اشیاء کی بیعت مسلم کا بیان
۴۴۱	حمل کی بیعت میں مسلم کی ممانعت کا بیان
۴۴۱	مسلمین کے عدم حواگی پر بیعت مسلم کا بیان
۴۴۱	رأس المال پر بیعت عقد میں قبضہ کرنے کا بیان
۴۴۳	بیعت مسلم کی شرائط کے خلاصہ کا بیان
۴۴۴	قبضہ سے پہلے رأس المال میں عدم تصرف کا بیان
۴۲۵	بیان کا فروغ شدہ بیعت کی حواگی میں ناکام رہنا
۴۲۵	بیعت مسلم میں اقالہ کرنے کا بیان
۴۲۶	اقالہ کرنے کے شرعی ممانعت کا بیان
۴۲۷	بیعت مسلم میں اقالہ کے متعلق بعض فقہی تصریحات
۴۲۸	مسلمین کی ادائیگی کی میعاد نے کا بیان
۴۲۹	قبضہ سے پہلے امان بیعت کی ممانعت میں فقہی تصریحات
۴۳۰	رب مسلم کے غائب پر عدم امان نہ دینا کا بیان
۴۳۱	بیعت کے سبب مشتری کے عین کا نام نہ ہونے کا بیان
۴۳۳	دین و عین کے اجتماع میں قبضہ ہو جانے کا بیان
۴۳۳	ایک یوری گندم کے بدلے یاغری خریدنے کا بیان
۴۳۵	یاغری کو خریدنے کے بعد اقالہ کرنے کا بیان
۴۳۶	بیعت ممانعت کی تعریف کا بیان
۴۳۶	بیعت مسلم میں کسی کو دراہم دینے کا بیان
۴۳۷	مسلم الیہ اور رب مسلم میں میعاد کے اختلاف کا بیان
۴۳۹	کپڑوں میں بیعت مسلم کے جواز کا بیان
۴۴۰	جواہر و موتیوں میں مسلم کے عدم جواز کا بیان
۴۴۰	کچی پکی اینٹوں میں بیعت مسلم کرنے کا بیان
۴۴۱	ضبط وصف و معرفت مقدار میں مسلم جائز ہونے کا قاعدہ فقہیہ
۴۴۲	دین مقبول میں بیعت مسلم کے عدم جواز کا بیان
۴۴۲	استحناک کے جواز میں تعامل ناس کا بیان
۴۴۳	استحناک کا فقہی مفہوم
۴۴۳	استحناک کے بیعت کا وعدہ ہونے میں فقہی اختلاف کا بیان
۴۴۳	جواز استحناک کا دلیل عرف سے ثابت ہونے کا بیان
۴۴۳	عرف کے لغوی معنی کا بیان
۴۴۳	عادت کے لغوی معنی کا بیان
۴۴۳	عرف و عادت کی تعریف

۴۹۱	ایک آدمی خرید فروخت کے اکام	۴۶۵	عرف و عادات کے درمیان فرق
۴۹۰	کفار کے ساتھ خرید و فروخت کرنے کا بیان	۴۶۵	عرف و عادات کے درمیان فرق
۴۹۳	شمن کی طاعت پر حق کا غم دینے کا بیان	۴۶۶	عرف عام کا بیان
۴۹۴	نوٹ کے شمن خلق نہ دینے کا بیان	۴۶۷	عرف خاص کا بیان
۴۹۵	قبضے سے پہلے باندی کے نکاح نہ جانے کا بیان	۴۶۷	عرف عام و عرف خاص میں حکم کے اعتبار سے فرق
۴۹۶	باندی سے قبضے سے پہلے نکاح کرنے میں مذہب اربعہ	۴۶۹	عرف کی حیثیت کا قرآن سے بیان
۴۹۶	باندی کے نکاح کے بعد آزاد سے نکاح کرنا	۴۷۰	عرف کی حیثیت کا حدیث سے بیان
۴۹۶	مشتري کا غلام کو خرید کر عاتب ہو جانے کا بیان	۴۷۰	عرف کے دوسرے شری ہونے میں مذہب اربعہ
۴۹۶	دو مشتريوں میں ایک کے عاتب ہونے پر دوسرے کے اختیار	۴۷۲	عرف و عادات سے متعلق بعض معروف فقہی قواعد
۴۹۷	کابیان	۴۷۳	عرف کی تبدیلی کا احکام پر اثر
۴۹۹	ایک ہزار سونے چاندی سے باندی خریدنے کا بیان	۴۷۴	عرف پر مبنی بعض اہم فروعات کا ذکر
۵۰۰	اصلی درابم والے قرض خواہ کو غلطی درابم ملنے کا بیان	۴۷۵	پے پے کھلونے کی بیع میں مذہب اربعہ
۵۰۱	کسی شخص کی زمین پر جنم لینے والے بچے کا بیان	۴۷۶	بیع میں اصنام والے کے اختیار کا بیان
۵۰۲	جنایت عزم پر قیاس کرنے کا بیان	۴۷۷	اصنام کے جواز و عدم جواز میں فقہی معیار کا بیان
۵۰۳	موات زمین کے ثبوت ملکیت میں فقہی تصریحات	۴۷۸	جدید طریقہ بیع کی شرعی حیثیت کا بیان
۵۰۵	اسلامی بینکاری نظام پر بحث و نظر کا بیان	۴۸۰	مسائل منسوخہ
۵۱۱	کتاب بیوع کے مقاصد حرام سے پرہیز کرنا ہے	۴۸۰	یہاں مسائل منسوخہ کو بیان کیا جائے گا
۵۱۱	شرح جہاد و جہاد دوم کے اختتامی کلمات	۴۸۰	مسائل منسوخہ کی فقہی مطابقت کا بیان
		۴۸۰	دوسروں کی بیع کے جواز کا بیان
		۴۸۱	کتے وغیرہ کی بیع کے جواز و عدم جواز میں فقہی مذاہب
		۴۸۲	کتوں کی بیع کے جواز و عدم جواز میں مذہب اربعہ
		۴۸۳	کتوں کی بیع کے عدم جواز میں فقہی دلائل کا بیان
		۴۸۷	شراب و خنزیر کی بیع کے عدم جواز کا بیان
		۴۸۸	شراب و خنزیر کی بیع کی حرمت میں فقہی مذاہب
		۴۸۹	حرام شہاد کی خرید و فروخت کا بیان
		۴۹۰	کتنے بیع کرنے میں مذہب اربعہ

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الذي جعل العلماء ورثة الأنبياء، وخلاصة الأولياء، الذين يدعو لهم ملائكة السماء، والسَّمَكُ في الماء، والطيرُ في الهواء. والصلاة والسلامُ الأتمان الأعنان على زبدة خلاصة الموجودات، وعمدة سلاله المشهودات، في الأصفياء الأزكياء، وعلى آله الطيبين الأطهارِ الأتقياء، وأصحابه الأبرار نجوم الاقتداء والاهتداء. أما بعد فيقول العبد الضعيف إلى حرم ربه الباري، محمّد لياقت على الحسنى الرضوى البريلوى غفرله والوالديه، الساكن قرية سنتيكا من مضافات بهاولنجر. أعلم أن الفقه أساس من سائر العلوم الدينية وأموال الدنياوية. أحرر شرح الهدايه باسم "فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ" بتوفیق اللہ تعالیٰ وبوسیلۃ النسی الکرم ﷺ. ومن علوم فقہاء الصحابۃ والتابعین وأئمة المجتہدین فی الامۃ المسلمۃ: (رضی اللہ عنہم)

کتاب بیوع سے حصول زہد کا بیان

فقہ حنفی کے مشہور امام، امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ نے فقہ کو مدون کیا اور اس پر کتابیں کبھی ہیں۔ کیا آپ نے زہد پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس پر کتاب بیوع لکھی ہے۔

(الموسوٰط امام السرخسی ص 110 ج 12)

اس جواب سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ کتاب بیوع کے ذریعے حلال و حرام کے احکام لوگوں کو معلوم ہوں گے۔ جن سے لوگوں کی (معاملات لین دین کے وقت) دیداری کا پتہ چلے گا کون حلال کمانے کی کوشش کرتا ہے ورنہ حرام صرف پھنے پرانے کپڑے پہننے اور سوکھی روٹی کھانے کا نام فتویٰ نہیں اصل فتویٰ حرام سے اجتناب اور حلال رزق کو اختیار کرنا ہے۔

حلت و حرمت کے اظہار پر مشتبہ سے پرہیز کرنے کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی کھو ہوا ہے اور حرام ظاہر ہے ان کے درمیان چند امور مشتبہ ہیں، چنانچہ جس نے اس چیز کو چھوڑ دیا جس کے گناہ ہونے کا شبہ ہو تو وہ اس سے بھی چھوڑ دے گا جو صاف گناہ ہے اور جس نے ایسے کام کرنے کی جرات کی جس کے گناہ ہونے کا شک ہو تو وہ کھلے ہوئے نہ میں بتلا

ہو جائے گا اور مگر اللہ تعالیٰ کے چراگاہ ہیں، جو شخص چراگاہ کے ارد گرد جانور چراے تو قریب ہے کہ اس چراگاہ میں داخل ہو جائے۔ (صحیح بخاری: جلد اول، حدیث نمبر 1940)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تیر کے ساتھ شکار کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کی نوک کی طرف سے لگے تو اس کو کھاؤ اور جب اس کی پوڑائی کی طرف سے اس کو لگے تو نہ کھاؤ، وہ مردار ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور بسم اللہ کہتا ہوں پھر اس کے شکار پر ایک دوسرا ستا پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں کہی اور میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے پکڑا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مت کھاؤ! اس نے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہے دوسرے پر نہیں کہی۔ (صحیح بخاری: جلد اول، حدیث نمبر 1943)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا نہ آئے گا جب آدمی اس کی پروا نہیں کرے گا حلال یا حرام کس ذریعے سے اس نے مال حاصل کیا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد اول، حدیث نمبر 1948)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دیانت

ایک بار امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے پاس ایسا کپڑا لٹکے ہوئے تھا جس میں کوئی عیب تھا۔ وہ جب بھی فروخت کرتے، گا بک کر اس عیب سے باخبر کر دیتے۔ ان کے سامع بھی حفص بن عبدالرحمان نے ان کی غیر موجودگی میں اسے بیچا تو عیب بتانا بھول گئے۔ انھیں معلوم ہوا تو حاصل ہونے والی تمام رقم فوراً اصدقہ کر دی۔ ایک عورت کپڑا بیچنے کے لیے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے پاس آئی اور سو درہم قیمت، لگی۔ انھوں نے فرمایا، یہ کپڑا قیمتی ہے، اس کے دام زیادہ مل سکتے ہیں۔ اس نے دو سو درہم کہے۔ انھوں نے کہا، یہ اس سے بھی زیادہ قیمت والا ہے۔ بڑھاتے بڑھاتے پانسو درہم تک بات پہنچی اور امام صاحب نے کپڑا لے کر پانچ سو درہم اسے دے دیے۔ انھوں نے عورت کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر کم دام نہ دیے۔ ایک دفعہ ان کے ملازم نے ان کی غیر موجودگی میں چار سو درہم والا کپڑا ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ ابو حنیفہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور خود گا بک کی تلاش میں چل پڑے۔ پوچھتے پچھاتے کوفہ سے مدینہ جا پہنچے اور بڑے اصرار سے چھ سو درہم واپس کر دیے۔ ایک بڑھیا کپڑا لے آئی تو کہا، میں غریب ہوں، مجھے سے محض اپنی قیمت خرید لے میں۔ امام صاحب نے چار سو درہم مانگے تو وہ حیرت میں پڑ گئی اور کہا، اتنا کم، گنگ کر مجھ سے مذاقیوں کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا، میں نے اس طرح کے دو کپڑے لیے تھے۔ پہلا کپڑا بیچ کر اس المال نے با وصول کر لیا ہے۔ چار سو درہم ہی تم پر تھے، وہ تم دے دو۔ اسی طرح اپنے ایک دوست کو دس درہم کا کپڑا ایک سو درہم ہی میں بیچا اور کہا، میں اس کی قیمت اسی طرح کا دوسرا کپڑا منافع میں فروخت کر کے حاصل کر چکا ہوں۔ لوگ امام ابو حنیفہ کی دیانت پر بھر دھارے کرتے۔ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھواتے تھے، وفات کے وقت ان کے پاس پانچ کروڑ دینار بطور امانت پڑے تھے۔

صاحب ہدایہ کا تقویٰ

ان حضرات کے غلوں کی یہ کیفیت تھی کہ ہدایہ کی تصنیف جب تک تمام نہیں ہوئی وہ برابر روزہ رکھتے تھے اور طرفہ یہ کہ کوئی روزہ کی خبر نہیں ہوئی۔ خدا جانے کتنے سال میں ہدایہ لکھا ہوگا، برابر روزہ رکھتا اور کسی کو خبر نہیں ہوتا کہ خدا کا یہ بات ہے ہر روز مکان میں بیٹھ کر لکھتے تھے۔ لویزہ لکھاتا لاتی تھی اور رکھ کر چلی جاتی۔ اب کوئی مسافر آشنا سامنے سے گذرتا اس کو وہ لکھتا دے دیتے، لیکن چونکہ اپنے مخصوصین سے پردہ نہیں ہوتا اس لئے حدیث با النعمۃ کے طور پر کبھی خاص (لوگوں) سے یہ قصہ نہ کر فرماتا۔ یہ جو اس لئے ہم تک منقول ہوا۔ اس غلوں کی برکت سے جن کو کورفم عطا ہوا ہے ان کی تحقیق ہے کہ تنخواہ لینے میں مصیبتیں ہیں۔

فقہاء صحابہ کے درمیان اختلاف رائے کے مختلف اسباب

☆ قرآن وحدیث کے کسی لفظ میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال، جیسے قرآن نے تین "قرء" کو عدت قرار دیا ہے "قرء" کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی، چنانچہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس سے بعض کا معنی مراد لیا اور حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے طہر کا معنی مراد لیا ہے۔

☆ بعض احادیث ایک صحابی تک پہنچی اور دوسرے تک نہ پہنچی، جیسے جدہ کی میراث کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ آپ ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دیا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلم نے شہادت دی کہ حضور ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے، چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا۔

☆ بعض دفعہ حضور ﷺ کے کسی عمل کا مقصد و خشاء متعین کرنے میں اختلاف رائے ہوتا تھا، جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ طواف میں دل کا عمل آپ نے مشرکین کی تردید کے لیے فرمایا، جو کہتے تھے کہ مدینہ کے بخارنے مسلمانوں کو کمزور کر کے رکھ دیا ہے، یہ آپ کی مستقل سنت نہیں، دوسرے صحابہ اس کو مستقل قرار دیتے تھے، یا حج میں منی سے مکہ لوٹنے دوئے وادی النخیل میں توقف، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہؓ اسے سنت نہیں سمجھتے تھے اور اس کو حضور کا ایک طبعی فعل قرار دیتے تھے کہ اس کا مقصد آرام کرنا تھا؛ لیکن دوسرے صحابہ اسے سنت قرار دیتے تھے۔

جن مسائل میں کوئی نص موجود نہ ہوتی اور اجتہاد سے کام لیا جاتا، ان میں نقطہ نظر کا اختلاف پیدا ہوتا، مثلاً اگر کوئی مرد کسی عورت سے عدت کے درمیان نکاح کر لے، تو حضرت عمرؓ بطور سرزنش اس عورت کو ہمیشہ کے لیے اس مرد پر حرام قرار دیتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ دونوں میں تفریق کر دی جائے اور سرزنش کی جائے؛ لیکن اس کی وجہ سے ان دونوں مرد و عورت کے درمیان دائمی حرمت پیدا نہیں ہوگی؛ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ بیت اہل میں جو کچھ آتا، اسے تمام مسلمانوں پر مساوی تقسیم فرماتے اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں برابر تقسیم کرنے کے بجائے لوگوں کے درجہ و مقام اور اسلام کے لیے ان کی خدمات کو سامنے رکھ کر تقسیم کرنا شروع کیا۔

حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، خلیفہ مامون کے پڑپوتے ابوبکر محمد نے صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کو جمع کیا تو ان کی بیس جلدیں ہوئیں۔

بیس صحابہ رضی اللہ عنہم متوطنین میں شمار کئے گئے ہیں، جن سے بہت زیادہ نہیں، لیکن مناسب تعداد میں فتاویٰ منقول ہیں اور بقول ابن قیم ان کے فتاویٰ کو ایک چھوٹے جزء میں جمع کیا جاسکتا ہے، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہ اسی گروہ میں ہیں، بقیہ صحابہ وہ ہیں جن سے ایک دو مسئلہ میں فتویٰ دینا منقول ہے، ان کی تعداد (۱۲۵) ہے، اسی گروہ میں حضرت حسن و حسین، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ، حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہ، حضرت بلال، حضرت عباد اور حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔ (اعلام الموقعین)

اصغر صحابہ کرام اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم

یہ مرحلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت سے شروع ہوتا ہے اور بنو امیہ کی حکومت کے خاتمہ کے قریب زمانہ تک کا احاطہ کرتا ہے، اس عہد میں بھی بنیادی طور پر اجتہاد و استنباط کا وہی منہج رائج رہا جو صحابہ نے اختیار کیا تھا اس عہد کی چند خصوصیات قبل ذکر ہیں: فقہاء صحابہ کسی ایک شہر میں مقیم نہیں رہے؛ بلکہ مختلف شہروں میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کا ورود ہوا، وہاں لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور اس شہر میں ان کی آراء اور فتاویٰ کو قبولیت حاصل ہوئی، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر، مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے تلامذہ مجاہد بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، خالد بن کيسان، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے شاگردین یونس، علقمہ، نفیث، اسود بن یزید اور ابراہیم نخعی، بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حسن بصری، حضرت انس بن مالک اور ان کے شاگرد محمد بن سیرین، شام میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت اور ان صحابہ سے استفادہ کرنے والے تابعین، ابو دریس خولثی؛ اسی طرح مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ان کے بعد یزید بن حبیب وغیرہ کے فتاویٰ و بقول حاصل ہوا۔ (رضی اللہ عنہم) (اعلام الموقعین، الائمۃ الذین شرعوا الدین وفقہ)

صحابہ اور فقہاء تابعین کے مختلف شہروں میں مقیم ہونے کی وجہ سے فقہی مسائل میں اختلاف فاف کی بھی کثرت ہوئی؛ کیونکہ ایک تو خلافت راشدہ میں خاص کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اہل علم یکجا تھے یا ایک دوسرے سے قریب واقع تھے، اس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں اتفاق رائے ہو جاتا تھا، اب عالم اسلام کا دائرہ وسیع ہو جانے، دور از شہروں میں مقیم ہونے اور ذرائع ابلاغ کے مفقود ہونے کی وجہ سے اجتماعی اجتہاد کی جگہ انفرادی اجتہاد کا غلبہ تھا، دوسرے مختلف شہروں کے حالات، روایات، کاروباری طریقے اور لوگوں کے فکری و عملی رجحانات بھی مختلف تھے، اس اختلاف کا اثر مختلف شہروں میں سننے والے فقہاء کے نقطہ نظر پر بھی پڑتا تھا اس لیے بمقابلہ گذشتہ ادوار کے، اس دور میں اختلاف رائے کی کثرت ملتی ہے۔

ملائیوں کو اکابر صحابہ میں بھی دونوں طرح کے فقہاء پائے جاتے تھے، ایک وہ جن کی نگاہ حدیث کے ظاہری الفاظ پر ہوتی تھی، دوسرے وہ جو معانی حدیث کے غواص تھے اور احکام شرعیہ میں شریعت کی مصالحت اور لوگوں کے احوال کو بھی پیش نظر رکھتے تھے،

تاہمیں کے مہد میں یہ دونوں طریقہ اجتہاد اور ان کے طرز استنباط کا تقاضا زیادہ نمایاں ہو گیا، جو لوگ غلاب حدیث پر قائل تھے وہ "اصحاب الحدیث" کہلائے اور جو مضمون اور ان کے مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر رائے قائم کرتے تھے وہ "اصحاب الرائے" کہلائے، اصحاب الحدیث کا مرکز مدینہ تھا اور اصحاب الرائے کا عراق اور خاص طور پر عراق کا شہر کوفہ، کوفہ میں عین میں فیض اہل علم موجود تھے، جو اصحاب الرائے کے طریقہ استنباط سے متاثر تھے، جیسے امام مالک کے استاد ربیع بن عبد الرحمن، جو اصحاب الرائے کے طرز استنباط میں ماہر ہونے سے "ربیع الرائی" کہلائے اور "رائی" ان کے نام کا جزو تھیں! اسی طرح کوفہ میں امام عاصم شراہیل فقیہ، جوام ابو یوسف کے اساتذہ میں ہیں؛ لیکن ان کا منہج اصحاب الحدیث کا تھا۔ اصحاب الرائی اور اصحاب الحدیث کے درمیان دو امور میں نمایاں فرق تھا، ایک یہ کہ اصحاب الحدیث کسی حدیث کو قبول اور رد کرنے میں محض سند تحقیق کو کافی سمجھتے تھے اور خارجی وسائل سے کام نہیں لیتے تھے، اصحاب الرائے اصولی روایت کے ساتھ اصولی روایت کو بھی محذور رکھتے تھے، وہ حدیث کو سند کے علاوہ اس طور پر بھی پرکھتے تھے کہ وہ قرآن کے مضمون سے ہم آہنگ ہے یا اس سے متعارض؟ دین کے مسلمہ اصول اور مقصد کے موافق ہے یا نہیں؟ دوسری مشہور حدیثوں سے متعارض تو نہیں ہے؟ صحابہ کا اس حدیث پر عین قائل یا نہیں؟ اور نہیں تھا تو اس کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اصحاب الرائی کا منہج زیادہ درست بھی تھا اور ضواری بھی؛ دوسرا فرق یہ تھا کہ اصحاب الحدیث ان مسائل سے آگے نہیں بڑھتے تھے جو حدیث میں مذکور ہوں؛ یہاں تک کہ بعض اوقات کوئی مسئلہ پیش آجے تا اور ان سے اس سلسلہ میں رائے دریافت کی جاتی؛ اگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہوتا تو وہ جواب دینے سے انکار کر جاتے اور لوگ ان رہنمائی سے محروم رہتے، ایک صاحب سالم بن عبد اللہ بن عمر کے پاس آئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا؛ انھوں نے نے کہا کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں سنی، استفسار کرنے والے نے کہا کہ آپ اپنی رائے بتائیں؛ انھوں نے انکار کیا، اس نے دوبارہ استفسار کیا اور کہا کہ میں آپ کی رائے پر راضی ہوں، سالم نے کہا کہ اگر اپنی رائے بتاؤں تو ہو سکتا ہے کہ تم چلے جاؤ اس کے بعد میری رائے بدل جائے اور میں کونہ پاؤں۔ (تاریخ الفقہ الاسلامی، شیخ محمد علی السامی)

یہ واقعہ ایک طرف ان کے احتیاط کی دلیل ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ایسی احتیاط سے امت کی رہنمائی کا حق ادا ہو سکتا ہے؟ اصحاب الرائی نہ صرف یہ کہ جن مسائل میں نص موجود نہ ہوتی، ان میں مصالح شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کرتے؛ بلکہ جو مسئلہ بھی وجود میں نہیں آئے؛ لیکن ان کے واقع ہونے کا امکان ہے، ان کے بارے میں بھی پیشگی تیاری کے طور پر غور کرتے اور اپنی رائے کا تہہ کرتے، اسی کو "فقہ قدریری" کہتے ہیں، اصحاب حدیث اصحاب الرائی کے اس طرز عمل پر طعن دیتے تھے؛ لیکن آج اسی فقہ قدریری کا نتیجہ ہے کہ نئے مسائل کو حل کرنے میں قدیم ترین فقہی ذخیرہ سے مدد مل رہی ہے۔ اس وضاحت سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصحاب الرائی کا کام بمقابلہ اصحاب الحدیث کے زیادہ وضواری تھا؛ اسی لیے متقدمین کے یہاں "اصحاب الرائی" میں سے ہونا ایک قابل تعریف بات تھی اور مدح سمجھی جاتی تھی، بعد کو جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا، انھوں نے رائے سے مراد ایسی رائے کو سمجھا جو قرآن و حدیث کے مقابلہ خورد رائی پر مبنی ہو، یہ کھلی ہوئی غلط فہمی اور نا سمجھی ہے۔ جہاں کا اصحاب

الحدیث کا مرکز بننا اور عراق کا اصحاب الرائی کا مرکز بننا کوئی اتحاق امر نہیں تھا، اس کے چند بنیادی اسباب تھے، اذل یہ کہ حجاز عرب تہذیب کا مرکز تھا، عرب اپنی سادہ زندگی کے لیے مشہور رہے ہیں، ان کی تہذیب میں بھی یہی سادگی رچی بسی تھی، عراق ہمیشہ سے دنیا کی عظیم تہذیبوں کا مرکز رہا ہے اور زندگی میں تکلفات و تفتشات اس تہذیب کا جزو تھا؛ پھر مسلمانوں کے زیر نگین آنے کے بعد یہ علاقہ عربی اور عجمی تہذیب کا سنگم بن گیا تھا؛ اس لیے بمقابلہ حجاز کے یہاں مسائل زیادہ پیدا ہوئے تھے اور دین کے عمومی مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام لینا پڑتا تھا؛ یہاں کے فقہاء اگر علمائے اصحاب حدیث کی طرح منصوص مسائل کے آگے سوچنے کو تیار ہی نہ ہوتے تو آخر امت کی رہنمائی کا فرض کیوں کر ادا ہوتا؟۔

دوسرے دبستان حجاز پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ کی چھاپ تھی، جن کا ذوق ظاہر نفس پر حق تعالیٰ کے لئے تھا اور عراق کے استاذ اول حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے فقہاء تھے، جن پر اصحاب الرائی کے طریقہ اجتہاد کا غلبہ تھا، اس لیے دونوں جگہ بعد کے علماء پر ان صحابہ کے اندر از فکر کی چھاپ گہری ہوئی چلی گئی۔ تیسرے اشرف فرق باطلہ کا مرکز عراق ہی تھا، یہ لوگ اپنی فکر کی اشاعت کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے، اس لیے علماء عراق تحقیق حدیث میں اصول روایت کے ساتھ ساتھ اصول روایت سے کام لیتے تھے، اس کے برخلاف علماء حجاز کو وضع حدیث کے اس فتنہ سے نسبتاً کم سابقہ تھا۔

☆ اس دور میں فرقہ باطلہ کا ظہور ہوا اور سیاسی اختلاف نے آہستہ آہستہ مذہبی رنگ اختیار کر لیا، ایک طرف شیعیان ملی تھے جو اہل بیت کو ہی خلافت کا مستحق جانتے تھے اور چند صحابہ کو چھوڑ کر تمام ہی صحابہ کی تکفیر کیا کرتے تھے، دوسری طرف ناصبیہ تھے، جو اہل بیت پر بنو امیہ کے ظلم و جور کو سنبھال رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو برا بھلا کہنے سے بھی نہیں چوتے تھے، تاہم ناصبیہ کی تعداد بہت کم تھی اور انھیں کبھی کسی طبقہ میں قبول حاصل نہیں ہوا، تیسرا گروہ خوارج کا تھا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعد کے تمام صحابہ کو فخر اور دنیا تھا، شیعہ اور خوارج کا مرکز عراق اور شریق کا علاقہ تھا، حالانکہ اس اختلاف کی بنیاد سیاسی تھی؛ لیکن چونکہ لوگوں کے ذہن پر مذہب کی گرفت بہت مضبوط تھی، اس لیے جدیدی اس اختلاف نے عقیدہ کی صورت اختیار کر لی اور اس کو تقویت پہنچانے کے لیے لوگوں نے روایتیں گھڑنی شروع کر دیں؛ پس اس دور سے وضع حدیث کا فتنہ بھی شروع ہوا۔

☆ چوتھے عہد صحابہ میں اکثر لوگ وہ تھے، جنھوں نے حضور ﷺ کے عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے روایت حدیث کی ضرورت کم پیش آتی تھی، اب چونکہ زیادہ تر صحابہ رخصت ہو چکے تھے اور دوسری طرف فرقہ باطلہ کے مرنندوں نے اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنی شروع کر دی تھیں، اس لیے روایت حدیث کے سلسلہ میں بمقابلہ گذشتہ دور کے اضافہ ہو گیا۔

☆ البتہ اس دور میں حدیث یافتگی کی باشا بطریقہ عمل میں نہ آئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سلسلہ میں کوشش تو کی اور گورنر مدینہ ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو اس کام کی طرف متوجہ کیا؛ لیکن اس سے پہلے کہ ان جرہ اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرتے، خود

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ہو گئی۔

اس دور کے اہم فقہاء و ارباب افتاء کے نام اس طرح ہیں: مدینہ: امام الحنفین حضرت مائتہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام، امام زین العابدین علی بن حسین، عبداللہ بن مسعود، سالم بن عبداللہ بن عمر، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابوبکر، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر، محمد بن سہم، ابن شہاب زہری، امام ابو جعفر محمد باقر، ابوالثنا عبداللہ بن ذکوان، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ الرائے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مکہ: حضرت عبداللہ بن عباس، امام مجاہد، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح۔

کوفہ: غانمہ، یحییٰ، مسروق، عبیدہ بن عمر و سلمانی، اسود بن یزید یحییٰ، قاضی شریح، ابراہیم یحییٰ، سعید بن جبیر، عامر بن شریح یحییٰ

رحمہ اللہ۔

بصرہ: حضرت انس بن مالک انصاری، ابوالعالیہ، رفیع بن مہران، حسن بن ابی الحسن یسار، ابو اشعث، جابر بن زید، محمد بن

سیرین، قتادہ رحمہم اللہ۔

شام: عبدالرحمن بن غانم، ابوداؤد یحییٰ، خولانی، کھول، قیسہ بن ذویب، رجاہ بن حنظلہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ۔

مصر: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، مرہ بن عبداللہ بن ابی بکر، یزید بن ابی حبیب رحمہم اللہ۔

میں: دوس بن کسان، وہب بن منہ صنعانی، یحییٰ بن ابی کثیر۔ جو تھا مرحلہ اوائل دوسری صدی تا نصف چوتھی صدی تا دین فقہ کا جو تھا مرحلہ جو عباسی دور کی ابتدا سے شروع ہو کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک محیط ہے، نہایت اہم ہے اور اسے نہ صرف فقہ اسلامی بلکہ تمام ہی اسلامی و عربی علوم و فنون کا سنہرا دور کہہ سکتے ہیں، فقہ اور فقہ سے متعلق جو علوم ہیں ان کے علاوہ اسی عہد میں تفسیر قرآن کے فن کو کمال حاصل ہوا اور تفسیر طبری جیسی عظیم الشان تفسیر وجود میں آئی، جو آج تک کتب تفسیر کا نہایت اہم مرجع ہے، اسی عہد میں عربی زبان کے قواعد مرتب ہوئے، اسی دور میں عباسی خلفاء کی خواہش پر یونانی علوم، منطق اور فلسفہ وغیرہ عربی زبان میں منتقل کیا گیا اور اس کو بنیاد بنا کر مسلمان محققین نے بڑے بڑے سائنسی کارنامے انجام دیئے اور علم و تحقیق کی دنیا میں اپنی فتح مندی کے علم نصب کئے اور فقہ کے لیے تویہ دور نہایت ہی اہم ہے۔

اسلامی نظام معاشیات کی ضرورت و اہمیت

سہمی معاشیات ایک ایسا مضمون ہے جس میں معاشیات کے اصولوں اور نظریات کا اسلامی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ میں معیشت کس طرح چل سکتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس مضمون کے بنیادی مضمون میں یہ بات شامل ہے کہ موجودہ معاشی قوتوں اور اداروں کو اسلامی اصولوں سے منطبق کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک نیا موضوع ہے جو حالاً جا رہا ہے یہ موجودہ نقطہ نظر سے تبدیلیاں دینا ہے جس سے معاشرہ میں بہتری آئے۔ اسلامی معیشت جتنی رہے۔ اسلامی معیشت کے بنیادی ستونوں میں رزقہ، شہ، جزیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں یہ تصور بھی موجود ہے۔

اُمر صرف (Consumer) یا پیدا کار (Producer) اسراری ذمہ رکھتے ہوں تو ان کا دنیاوی حق مقدم صرف اس پر نہیں منع کیا جائے گا، ان کے اپنے فیصلوں اور رویوں میں آخرت کو بھی مد نظر رکھیں گے۔ اس سے صارف اور پیدا کار کا رویہ ایک دوسرے کے معارف اور معاشرہ کے رویوں سے مختلف ہوگا اور معاشی امکانات کے مختلف نتائج پر امداد ہوں گے۔ جس سے دنیا میں لوگوں کے فوائد اور آخرت میں اجر و ثواب کا باعث ہوں گے۔

شرح ہدایہ کی جلد دوم میں چونکہ کتاب بیعت کا بیان ہے لہذا اسراری بھی معاشیات کے لئے ضروری ہے کہ ہدایہ میں بیعت اور فقہی اصول و جزئیات جو شریعت اسلامیہ کی ترجمانی کرنے والی ہیں ان کا پورے غور و مطالعہ کیا جائے اور انہیں سمجھ کر کسی بھی معاشرے، ملک یا ریاست میں نافذ کیا جائے جو بیعتی طور پر اسراری بیعت معاشیات کی کامیابی کیسے جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت کی فقہ تفسیر فرمائے اور اس کے اصولوں کے متن مطابق جدید پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیعت میں خریدنے میں اور نقد منہ کرنے میں نرمی کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 33)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے گزرا ہے بوائے لوگو (یعنی غرضیتہ امتوں میں) سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روں قبض کرنے آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی صراحت سوچ لے اس نے کہا کہ مجھے قطعاً یاد نہیں آ رہا ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں دنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کے معاملت کیا کرتا تھا تو نقد منہ کے وقت یعنی مطالبات کی وصولی میں ان پر احسان کیا کرتا تھا یا میں طور کہ مستطیع لوگوں کو تو مہلت دے دیتا تھا اور جو غدار ہوتے ان کو معاف کر دیتا تھا (یعنی اپنے مطالبات کا کوئی حصہ یا پورا مطالبہ ان کے لئے معاف کر دیتا تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اسی عمل سے خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل کر دیا (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 34)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو عقبہ ابن عامر اور ابو مسعود انصاری نے اسی کے مثل (یعنی کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ) نقل کی ہے یہ الفاظ ہیں کہ جب اس شخص نے اپنا یہ عمل بیان کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کا معاف کرنے کا حق تجھ سے زیادہ رکھتا ہے اور پرفرشتوں سے کہا کہ میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

محمد لیاقت علی اصوی

چمک سنٹیکا مہولنگر

کِتَابُ الْبُيُوعِ

﴿یہ کتاب خرید و فروخت کے بیان میں ہے﴾

کتاب بیوع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمہ حقوق اللہ اور بندوں کے بعض حقوق کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اسباب انہوں نے بقیہ حقوق کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور کتاب بیوع کو کتاب الوتف کے بعد ذکر کرنے کا سبب اور مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں مالک کی ملکیت سے زوال کا سبب بنتی ہیں۔ لغت میں بیع تملیک المال بالمال کو کہتے ہیں کہ جبکہ شریعت میں "هُوَ مُبَاذَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالْقَرَارِ اَوْ اَحْصَى بِطَرِيقِ الْاِخْتِصَابِ" ہے۔

(عمانہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۳۶۸، بیروت)

اسلامی نقطہ نظر سے کائنات انسانی کی عملی زندگی کی دو محور ہیں اول حقوق اللہ کہ جسے عبادات کہتے ہیں اور دوم حقوق العباد کہ جسے معاملات کہا جاتا ہے۔ یہی دو اصطلاحیں ہیں جو انسانی نظام حیات کے تمام اصول و قواعد اور قوانین کی بنیاد ہیں۔

ان دونوں میں چونکہ حقوق اللہ کی عمومیت حاصل ہے کہ اس کا تعلق کائنات انسانی کے ہر فرد سے ہے اس لئے مصنف کتاب نے پہلے ان کو بیان کیا اب اس کے بعد حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا ہے جس کا سب سے اہم جزو بیع ہے۔

بیوع بیع کی جمع ہے بیعت میں مال دے کر کوئی چیز خریدنے کا نام بیع ہے۔ شرعی اصطلاح میں بھی اس کے یہی معنی ہیں، لیکن اس میں باہمی رضا مندی کی قید کا اضافہ ہے جمع اس لیے لائے ہیں کہ اس کی بہت سی اقسام و انواع ہیں۔

بیع کے معنی کا بیان

بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید و فروخت کیا جاتا ہے۔

فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضا مندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے، بیع کی شریعت بیع جنی خرید و فروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَ اَخْلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَ حَوْمَ الرِّبَا) ۲ - البقرہ (275) (اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور رسو کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے ثابت ہے۔

اصطلاح شرع میں بیع کے معنی یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ بیع کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں یعنی مثلاً ایک نے کہا میں نے تمہارا دوسرا

کے کب سے خریدار اور فحل سے ہوتو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری وغیرہ کی گندیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیسہ پیسہ کی گندیاں بے خریدار آتا ہے ایک پیسہ ڈال دیتا ہے اور ایک گندیاں اٹھا لیتا ہے طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں اور اس قسم کی بیچ کو بیع تعالیٰ کہتے ہیں۔ بیع کے طرفین میں سے ایک کو بائع اور دوسرے کو مشتری کہتے ہیں۔

بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ لفظ بیع کی اصطلاح میں دو تعریفات ہیں۔ ایک تعریف وہ ہے جو تمام بیع کے افراد کو شامل ہے۔ جس میں بیع سلم و صرف وغیرہ سب شامل ہیں۔ جبکہ دوسری تعریف ان میں سے فرد واحد یعنی جو عام طور پر بیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیع کی خاص تعریف یہ ہے کہ اشیاء کا معاوضے کا معاملہ ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اصطلاح شرعیہ میں ایک مقرر قاعدہ کے مطابق مال کا مال کے بدلے میں لین دین کرنے کا نام بیع ہے۔ یعنی ایسا معاملہ جو دو چیزوں کے مابین ہوتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیع کا اصطلاحی معنی مبادلہ مال بہ مال یا پھر کسی جائز نفع کے بدلے میں جائز نفع کو ہمیشہ کیسے تبدیل کرنے کا نام بیع ہے۔ جس میں سود یا قرض کا شائبہ بھی نہ ہو۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ فقہاء کی اصطلاح میں بیع کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے ایک معنی یہ ہے کہ سونے چاندی یا نقدی کے بدلے میں کسی معین چیز کو خرید جائے اور جب بیع کا لفظ عام طور پر بولا جائے تو اس کا معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا بیع کا معنی عام ہے جس کی بارہ اقسام ہیں۔ (جس میں بیع کی تمام اقسام کی تعریف شامل ہو جائے گی یعنی اس میں بیع کی تفصیلات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔) (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

بیع کی اقسام کا بیان

بیع کی قسمیں: بیع یعنی خرید و فروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم بیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کو بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں

1 تا نذر 2 موقوف 3 قاسد 4 باطل

بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عتدین یعنی بیچنے والا وغیرہ اردو نوٹ مقرر ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصلانہ کریں یا کالانہ اور دلالت جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع باطل نہیں اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی جائز یا ولایت کے بغیر

فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت و رضامندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے معنی صحیح ہو جاتی ہے بیع کا سداوہ بیع ہے جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصف یعنی کسی خاص چیز کی بنا پر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصف بیع کا سداوہ بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب المنہی عنہما من البیوع میں ذکر کی جائیں گی۔ بیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1. متاخر 2. صرف 3. سلم 4. بیع مطلق

بیع متاخر یہ ہے کہ بیع کی مال اور شے کی مال ہو مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو نقد دے۔ و بیاع کی یہ وہ صورت ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔ بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھنا یا روپیہ کی ریزگاری لینا و بیاع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔ بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گہوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تیس روپے ادا کرے۔ ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہیں۔

1. مراہقہ 2. تولیت 3. ودیعت 4. مساومت

مراہقہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا بیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا بیع کو جوا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

حلال و حرام کے واضح ہونے کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے حلال اور حرام واضح ہیں ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ ہیں جن سے بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں جو شخص ان چیزوں سے بچ جائے گا وہ اپنی عزت اور دین کو محفوظ رکھے گا۔ جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہو جائے گا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی چرواہے کے آس پاس جانور چراتا رہے تو اس بات کا امکان رہے گا کہ وہ اس چرواہے میں داخل ہو جائے گا۔ بے شک ہر بدشہنہ خصوصاً چرواہے ہوتی ہے اور بے شک اللہ کی چرواہا اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار جسم میں گوشت کا ایک ٹھوکر ہے گروہ خبیث ہے تو سارا جسم خبیث رکھے گا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے گا خبردار وہ دل ہے۔

ایجاب و قبول سے انعقاد بیع کا بیان

قَالَ (الْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِجَابِ وَالْقَبُولِ إِذَا كَانَا بِلَفْظِي الْمَاضِي) مِثْلَ أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمَا بَعْتُ وَالْآخَرُ اشْتَرَيْتُ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ إِنْشَاءٌ تَصَرُّفٌ، وَالْإِنْشَاءُ يُعْرَفُ بِالشَّرْعِ وَالْمَوْضُوعِ لِلْإِخْبَارِ قَدْ اسْتَعْمِلَ فِيهِ فَيَنْعَقِدُ بِهِ.

وَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظَيْنِ أَحَدُهُمَا لَفْظُ الْمُسْتَقْبَلِ وَالْآخَرُ لَفْظُ الْمَاضِي، بِخِلَافِ النِّكَاحِ، وَقَدْ مَرَّ الْفَرْقُ هُنَاكَ.

وَقَوْلُهُ رَضِيتُ بِكَذَا أَوْ أُعْطَيْتُكَ بِكَذَا أَوْ خُذْهُ بِكَذَا فِي مَعْنَى قَوْلِهِ بَعْتُ وَاشْتَرَيْتُ؛ لِأَنَّهُ يُؤْذَى مَعْنَاهُ، وَالْمَعْنَى هُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي هَذِهِ الْعُقُودِ، وَلِهَذَا يَنْعَقِدُ بِالتَّعَاطِي فِي النَّفْسِ وَالْخَفْسِ هُوَ الصَّحِيحُ لِتَحْقِيقِ الْمُرَاصَاةِ.

ترجمہ

فرمایا: بیع منعقد ہو جاتی ہے جب دونوں میں ماضی کے ساتھ ہوں یعنی ان دونوں میں سے ایک کہے میں نے بیجا اور دوسرا کہے کہ میں خریدتا کیونکہ بیع انشاء کا تصرف ہے۔ اور انشاء کو شریعت سے پہچانا جاتا ہے۔ جبکہ اس کو اخبار کیلئے وضع کیا گیا ہے پس وہ اس میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اس میں بیع منعقد ہو جائے گی۔

اور ایسے دو اخطاؤں کے ساتھ بیع منعقد نہ ہوگی جن میں سے ایک استقبال کیلئے جبکہ دوسرا ماضی کیلئے استعمال ہوا ہے، جبکہ نکاح میں ایسا نہیں ہے اور یقیناً اس کا فرق وہاں گزر چکا ہے۔

اور قائل کا کہنا ”رَضِيتُ بِكَذَا أَوْ أُعْطَيْتُكَ بِكَذَا أَوْ خُذْهُ بِكَذَا“ بھی بیعت اور اشتريت کے حکم میں ہے کیونکہ ان سے وہی معنی حاصل ہوتا ہے اور عقود میں بھی یہی حکم معتبر ہے۔ اور اسی دلیل کے سبب بیع تعاطی خفیس نفس میں منعقد ہو جاتی ہے یہی صحیح ہے کیونکہ دونوں کی رضا مندی ثابت ہوتی ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایجاب و قبول میں ایسے دو لفظ جو تملیک و تمسک کا افاہہ کرتے ہوں یعنی جن کا یہ مطلب ہو کہ چیز کا مالک دوسرے کو کر دیا یا دوسرے کی چیز کا مالک ہو گیا ان کو ایجاب و قبول کہتے ہیں ان میں سے پہلے کلام کو ایجاب کہتے ہیں اور اس کے مقابل میں بعد والے کلام کو قبول کہتے ہیں۔ مثلاً بائع نے یہ چیز اتنے دام میں بیچی مشتری نے کہا میں نے خریدی تو بائع کا کلام ایجاب ہے اور مشتری کا قبول اور اگر مشتری پہلے کہتا کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی تو یہ ایجاب ہوتا

اور بائع کا قتل قبول کیا جاتا ہے۔

ایجاب وقبول کے الفاظ فارسی اور دو غیر ہر زبان کے ہو سکتے ہیں۔ دونوں کے الفاظ ماضی ہوں جیسے خرید یا بیچاؤں دونوں حال ہوں جیسے خریدتا ہوں یا ایک ماضی اور ایک حال ہو مثلاً ایک نے کہا بیچتا ہوں دوسرے نے کہا خرید مستقبل سے صیغہ سے بیچ نہیں دوسری دونوں کے لفظ مستقبل کے ہوں یا ایک کا مثلاً خریدو گا بیچوں گا کہ مستقبل کا لفظ آئندہ عقد صادر کرنے کے ارادہ پر دلالت کرتا ہے فی الحال عقد کا اثبات نہیں کرتا۔ ایک نے امر کا صیغہ استعمال کیا جو حال پر دلالت کرتا ہے دوسرے نے ماضی کا مثلاً اُس نے کہا اس چیز کو اسے پر لے دوسرے نے کہا میں نے لیا اقتضا بیع صحیح ہو گئی کہ اب نہ بائع دینے سے انکار کر سکتا ہے نہ مشتری لینے سے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

بیع کیلئے صیغہ ماضی کو مستحقین کرنے کا بیان

علامہ عبداللہ بن محمد آندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے صیغہ ماضی سے تعبیر کو بیان کیا ہے۔ جبکہ ماضی کے صیغے کی وضع بطور خبر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مضارع کے صیغے کا اگر تعین کیا جائے تو اس میں حال اور استقبال دونوں زمانوں کا احتمال ہے۔ لہذا احتمال کی وجہ سے وہ ساقط ہو گیا۔ پس باقی ماضی کا صیغہ رہ گیا جس کو مصنف نے اختیار کر لیا ہے۔ اگرچہ اس کی تعبیر اخبار کیلئے ہے۔ لیکن دلالت صریح بھی اسی سے ملتی ہے۔ (مجمع الانہر، کتاب النکاح، بیروت)

بائع نے کہا میں نے یہ چیز بیچی مشتری نے کہا ہاں تو بیع نہ ہوئی اور اگر مشتری ایجاب کرتا اور بائع جواب میں ہاں کہتا تو صحیح ہو جاتی۔ استفہام کے جواب میں ہاں کہا تو بیع نہ ہوگی مگر جبکہ مشتری اُسی وقت ثمن ادا کر دے کہ یہ ثمن ادا کرنا قبول ہے۔ مثلاً کہا کہ تم نے یہ چیز میرے ہاتھ اتارنے میں بیچ کی اُس نے کہا ہاں مشتری نے ثمن دیدیا بیع ہو گئی۔

خبر سے اقرار نکاح کے عدم اعتبار کا بیان

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد و عورت میں پہلے نکاح نہیں بجا ہوا انھوں نے بالاتفاق نکاح کا اقرار کر لیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اس طرح خرید و فروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔

ایجاب وقبول میں عرف کے اعتبار کا بیان

امام احمد رضا ربیوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگرچہ الفاظ ایجاب وقبول نہ پائے گئے کہ خرید کروں گا صیغہ استقبال ہے اور یہاں ذکر ماضی یا حال، لیکن اگر متعارف ان بلا دو معاصر ہوں ہیں ہے کہ بعد گفتگو سے مساوت و قرار و ادا قیمت بیعاً نہ اور لینا مستلزم تمام بیع ظہر ہے اور بعد اس کے تھا ایک عائد عقد سے رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ الفاظ ایجاب وقبول درمیان نہ آئے ہوں تو بیع تمام ہو گئی کہ قصود ان عقود میں معنی ہیں نہ کہ لفظ، اور اصل مدار تر ماضی طرفین کو بلا ظاہر ہو غم و غلا، اس لیے تعالیٰ مثل ایجاب

وقول لردم بیج کا سبب قرار پائی، گویا عاقدین زبان سے کچھ نہ کہیں کہ عادت محکم ہے اور عقارف معتبر، اور جو حکم عرف پختی ہو، ہے اس کے ساتھ دائر رہتا ہے، جب یہ فعل مثل الفاظ مقرر تراضی ہوا تو انہیں کی طرح موجب تمام بیج ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۸۵، ۱۱۰، ۱۱۱)

بیج تعاطی کا فقہی مفہوم

بیج تعاطی جو بغیر فطری ایجاب و قبول کے محض چیز لے لینے اور دیدینے سے ہو جاتی ہے یہ صرف معمولی اشیاء عامہ ترکاری وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ بیج ہر قسم کی چیز نفیس و خسیس سب میں ہو سکتی ہے اور جس طرح ایجاب و قبول سے بیج لازم ہو جاتی ہے یہاں بھی ثمن دیدینے اور چیز لے لینے کے بعد بیج لازم ہو جائے گی کہ بغیر دوسرے کی رضا مندی کے روک کر لے کر کسی و حق نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ اگر ایک جانب سے تعاطی ہو مثل چیز کا دام طے ہو گیا اور مشتری چیز کو بائع کی رضا مندی سے اٹھا لے گیا اور دام نہ دیا یا مشتری نے بائع کو ثمن ادا کر دیا اور چیز بغیر لے چلا گیا تو اس صورت میں بھی بیج لازم ہوتی ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی روک کر ناچاہے تو روئیں کر سکتا قاضی بیج کو لازم کر دے گا۔ دام طے کرنے کی وہاں ضرورت ہے کہ دام معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہو جیسے بازار میں روٹی بکتی ہے، عام طور پر ہر شخص کو رخ معلوم ہے یا گوشت وغیرہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا ثمن اوگوں کو معلوم ہوتا ہے، ایسی چیزوں کے ثمن طے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ شامی، کتاب بیوع، ج ۷، ص ۲۶)

قبولیت کے بغیر خرید و فروخت میں مذاہب اربعہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ

مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا. (النساء ۲۹)

حضرت امام شافعی اس آیت سے استدلال کر کے فرماتے ہیں خرید و فروخت بغیر قبولیت کے صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ رضا مندی کی پوری سند یہی ہے کہ صرف لین دین کر لینا کبھی کبھی رضا مندی پر پوری دلیل نہیں مل سکتا اور جبہو اس کے برخلاف ہیں، تینوں اور اماموں کا قول ہے کہ جس طرح زبانی بات چیت رضا مندی کی دلیل ہے اسی طرح لین دین بھی رضا مندی کی دلیل ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قیمت کی معمولی چیزوں میں تو صرف دینا لینا ہی کافی ہے اور ان طرح بیوپار کا جو طریقہ بھی سہولت صحیح مذہب میں احتیاطی نظر سے تو بات چیت میں قبولیت کا ہونا اور بات ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں خرید و فروخت ہو یا بخشش ہو سب کے لئے حکم شامل ہے۔ ابن جریر کی مرفوع حدیث میں ہے تجارت ایک دوسرے کی رضا مندی سے ہی لین دین کرنے کا نام ہے گویا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو تجارت کے نام سے اس کو

۱۔ جو سدا سدا کے لئے پوری رخصت ہو کر رہے ہوں۔
۲۔ جو سدا سدا کے لئے پوری رخصت ہو کر رہے ہوں۔

ایوب و انہوں کے قائم مقام فعل سے اعتقاد بیع

مرات، امراض، بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے باغ کے ایلن کے سس مال کا پتہ دیا۔ یہ رہا ڈاکہ وکیل نے کہا میں پچیس دینار سے کم پر نہیں دوں گا، مشتری نے کہا مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اس پر وہ ایل رضی اللہ عنہ نے خرچہ بن سے کچھ نہ کہا اور اس کے رضامند ہونے پر وہاں گواہ موجود تھے تو کیا بیع ہے تو آپ نے جواب دیا: محض اس قدر سے بیع نہیں ہوتی سوائے اس کے وہاں اسباب و قبول یا اس کے قائم مقام کوئی فعل پایا جائے۔ (فتاویٰ ہند، کتاب بیوت)

اعتقادِ بیع کے الفاظ میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ ایسے الفاظ کے ساتھ بیچ ہو جاتی ہے جس سے بیچ کی رضامندی پائی جائے۔ جیسے اس طرح کہنا کہ میں نے بیچ دیا، اور میں نے خرید لیا وغیرہ ہیں۔

فقہاء و شوافع لکھتے ہیں کہ بیع ہر اس لفظ سے ہو جاتی ہے جس میں تسلیم کا معنی پایا جائے۔ اور جس سے مقصد واضح ہو۔ اور اس کی دو اقسام ہیں ایک صریح ہے اور دوسری قسم کنایہ ہے۔

فقہاء و متاہلہ لکھتے ہیں کہ ہر وہ لفظ جس سے بیع و شراء کا معنی نکلے والا ہے اس کی ادائیگی کے سبب بیع ہو جائے گی پس اس کیلئے کوئی غلط خاص نہیں ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ بیع منقذ ہو جاتی ہے جب دونوں صفیہ ماضی کے ساتھ ہوں یعنی ان دونوں میں سے ایک کے میں نے بچا اور دوسرا کے کہ میں خرید ا کیونکہ بیع انشاء کا تصرف ہے۔ اور انشاء کو کثرت سے پہنچا نا جاتا ہے۔ جبکہ اس کو اخبار کیلئے وضع کیا گیا ہے پس وہ اسی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اس میں بیع منقذ ہو جائے گی۔

اور ایسے دو الفاظ کے ساتھ جمع منعقد نہ ہوگی جن میں سے ایک استقبال کیلئے جبکہ دوسرا ماضی کیلئے استعمال ہوا ہے، جبکہ کراخ میں ایسے نہیں ہے اور یقیناً اس کا فرق وہاں گزر چکا ہے۔

مشرقی کیلئے مجلس ایجاب میں قبول ورد کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أُوجِبَ) أَخَذَ الْمُتَعَاقدَيْنِ الْبَيْعَ فَالْآخِرُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَبْلَ فِي الْمَجْلِسِ وَإِنْ شَاءَ رَدُّ، وَهَذَا خِيَارُ الْقَبُولِ ؛ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَنْبُتْ لَهُ الْخِيَارُ يُلْزَمُهُ حُكْمُ الْبَيْعِ مِنْ غَيْرِ رِضَاةٍ، وَإِذَا لَمْ يَفْسُدْ لِحُكْمِهِ بِلَوْنِ قَبُولِ الْآخِرِ فَلِلْمَوْجِبِ أَنْ يَرْجِعَ عَنْهُ قَبْلَ قَبُولِهِ لِيُخْلَوْهُ عَنِ ابْتِطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ، وَإِنَّمَا يَمْتَدُّ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ ؛ لِأَنَّ الْمَجْلِسَ جَمَاعُ

الْمُتَصَرِّفَاتِ فَمَا غَبِرَتْ سَاعَاتُهُ سَاعَةً وَاحِدَةً دَلَعًا لِلْعُسْرِ وَتَحْقِيقًا لِلْيُسْرِ، وَالْكِتَابِ كَالْخَطَابِ، وَكَذَا الْإِزْمَالُ حَتَّى اغْتَبِرَ مَجْلِسُ بُلُوغِ الْكِتَابِ وَأَذَاءُ الرِّسَالَةِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْبَلَ فِي بَعْضِ الْمَبِيعِ وَلَا أَنْ يَقْبَلَ الْمُشْتَرَى بِبَعْضِ الثَّمَنِ لِعَدَمِ رِضَا الْآخِرِ بِتَقْرِقِ الصَّفَقَةِ، إِلَّا إِذَا بَيَّنَّ كُلُّ وَاحِدٍ، لِأَنَّهُ صَفَقَاتٌ مَعْنَى .

قَالَ (وَأَيْضًا قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ قَبْلَ الْقَبُولِ بَطْلُ الْإِيجَابِ ؛ لِأَنَّ الْقِيَامَ ذَلِيلُ الْإِعْرَاضِ وَالرَّجُوعِ، وَلَهُ ذَلِكَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو عقد کرنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کر دیا تو دوسرے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو مجلس ایجاب میں قبول کر لے اور اگر چاہے تو رد کر دے اور یہ اختیار قبول کہلاتا ہے کیونکہ اگر دوسرے کیلئے یہ اختیار ثابت نہ ہوگا تو اس کی رضامندی کے بغیر اس پر عقد کا حکم لازم ہوگا اور جب دوسرے عقد کرنے والے کے قبول کے بغیر اس ایجاب نے حکم کا فائدہ نہ دیا تو ایجاب کرنے والے کو اپنے ایجاب سے رجوع کا اختیار ہوگا کیونکہ اس رجوع میں دوسرے کے حق کا ابطال نہیں ہے اور اختیار قبول انتہاء مجلس تک اس لیے دراز ہوتا ہے کہ مجلس متفرق چیزوں کو جمع کر دیتی ہے لہذا ازالہ عسر اور اثبات یر کے پیش نظر مجلس کی تمام ساعتوں کو ایک ساعت مان لیا گیا ہے اور تحریر خطاب ہی کی طرح ہے اسی طرح ارسال بھی خطاب کی مثل ہے یہاں تک کہ خط پہنچنے اور پیغام پہنچانے کی مجلس کا اعتبار ہوگا اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بعض مجمع میں بیع قبول کرے اور نہ ہی مشتری کو بعض شمن کے عوض قبول کا اختیار حاصل ہے کیونکہ معاملہ متفرق ہونے کی وجہ سے معدوم ہے مگر یہ کہ ہر ایک کا شمن بیان کر دیا ہو اسلئے کہ معنی کے اعتبار سے یہ کئی معاملے ہیں۔ اور عقد کرنے والوں میں سے جو بھی قبول کرنے سے پہلے مجلس سے کھڑا ہو جائے گا ایجاب باطل ہو جائے گا کیونکہ کھڑا ہونا اعراض اور رجوع کی دلیل ہے اور عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار حاصل ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا

مجمع کا موجود ہونا مال متقوم ہونا۔ ملک ہونا۔ مقدور تسلیم ہونا ضرور ہے اور اگر بائع اُس چیز کو اپنے لیے بیچتا ہو تو اُس چیز کا ملک بائع میں ہونا ضروری ہے۔ جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ اس کے موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو اُس کی بیع بیع مثلاً مثل یاقین میں جو دودھ ہے اُس کی بیع ناجائز ہے کہ ہو سکتا ہے جانور کا پیٹ پھولا ہے اور اُس میں بچہ نہ ہو اور تھن میں دودھ نہ ہو۔ بچل نمودار ہونے سے پہلے بیع نہیں سکتے۔ اسی طرح خون اور مردار کی بیع نہیں ہو سکتی کہ یہ مال نہیں اور مسلمان کے حق میں شراب و خمر کی بیع نہیں ہو سکتی کہ مال متقوم نہیں۔ زمین میں جو گھاس لگی ہوئی ہے اُس کی بیع نہیں ہو سکتی اگرچہ زمین اپنی ملک ہو کہ وہ گھاس ملک ہو سکتی نہیں۔ اسی طرح نہریا کوئیں کا پانی، جنگل کی لکڑی اور شکار کہ جب تک ان کو قبضہ میں نہ کیا جائے ملک نہیں۔

موت نہ ہو اگر موت ہے مثلاً اسے دونوں کے لیے بھائی تو یہ صحیح نہیں۔ معنی دشمن دونوں اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع یا
ہے۔ اگر قبول ہوں کہ نزاع ہو سکتی ہو تو صحیح صحیح نہیں۔

نیز قبول کا فقہی بیان

اور عائدین میں سے جب ایک نے ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہے کہ مجلس میں قبول کرے یا رد کرے اس کا نام خیار قبول
ہے۔ نیز قبول میں وراثت نہیں جاری ہوتی مثلاً یہ مر جائے تو اس کے وارث کو قبول کرنے کا حق خیار قبول آخر مجلس تک رہتا ہے
مجلس بدل جانے کے بعد جا تا رہتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب کرنے والا زندہ ہو یعنی اگر ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مر گیا
تو اب قبول کرنے کا حق نہ رہا کیونکہ ایجاب ہی باطل ہو گیا قبول کس چیز کو کریگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

دونوں میں سے کوئی بھی اس مجلس سے اٹھ جائے یا بیع کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائے تو ایجاب باطل ہو جاتا
ہے۔ قبول کرنے سے پہلے موجب کو اختیار ہے کہ ایجاب کو واپس کر لے قبول کے بعد واپس نہیں لے سکتا کہ دوسرے کا حق متعلق
ہو چکا واپس لینے میں اس کا ابطال ہوتا ہے۔ ایجاب کو واپس لینے میں یہ ضرور ہے کہ دوسرے نے اس کو سنا ہو، مثلاً بائع نے کہا میں
نے اس کو بیچا پھر ان ایجاب واپس لیا مگر اس کو مشتری نے نہیں سنا اور قبول کر لیا تو بیع صحیح ہو گئی اور اگر موجب کا ایجاب واپس لینا اور
دوسرے کا قبول کرنا یہ دونوں ایک ساتھ پاسے جائیں تو واپسی درست ہے اور بیع نہیں ہوئی۔

مجلس میں رہنے تک خیار بیع میں مذاہب اربعہ

جس کو خیار مجلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک مجلس میں تاجر و خریدار کے درمیان خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے
ہونے کے بعد اس مجلس کے ختم ہونے تک تاجر اور خریدار دونوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو ختم
کر سکتا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد یہ اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا لیکن خیاری اس قسم میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی
اور بعض دوسرے علماء اس خیار کے قائل ہیں جبکہ حضرت امام ابو حنیفہ اور دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ
جب بیع کا ایجاب قبول ہو گیا یعنی معاملہ تکمیل پا گیا تو اب کسی کو بھی اس معاملے کو ختم کرنے کا اختیار نہیں رہے گا اور یہ کہ معاملہ کے
وقت خیاری شرط طے پاگئی ہو جسے خیار شرط کہتے ہیں اور جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے تین دن کے بعد خیار شرط کی
صورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ خرید و فروخت پوری ہو چکنے کے بعد گواہ تک خرید اور بیچنے والے ایک دوسرے سے جدا نہ
ہوئے ہوں تاہم واپس لوٹانے کا اختیار نہیں وہ اپنی دلیل اس آیت کو بتلاتے ہیں۔ "امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے،
لیکن امام شافعی اور امام احمد اس کے خلاف ہیں اور جمہور علماء کرام بھی اس کے مخالف ہیں، اور دلیل میں وہ صحیح حدیث پیش کرتے
ہیں جو صحیح بخاری مسلم میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خرید و فروخت کرنے والوں کو

سوائے اس کے اور کچھ دینے کا اختیار ہے جب تک کہ جدا جدا نہ ہو جائیں۔ "صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ "ببعض اوصاف من خیر و فروت کر لی تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے علیحدہ ہونے تک اختیار باقی ہے۔ یہ حدیث صاف اور صریح ہے کہ یہ اختیار خرید و فروت پر ہے ہو بچنے کے بعد کا ہے۔ ہاں اسے بیع کے لازم ہو جانے کے خلاف نہ سمجھا جائے بلکہ یہ شرعی طور پر ایسی کا مقتضی ہے، پس اسے بھانا بھی اسی آیت کے ماتحت ضروری ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ ۱۰) محمود الحسن دیوبندی فرماتے ہیں۔

والحق والاصاف ان الترجیع للشافعی فی هذه المسألة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید اماما

ابی حنیفہ۔

کہ حق اور انصاف یہ ہے کہ خیار مجلس کے مسئلہ میں امام شافعی کو ترجیح حاصل ہے لیکن ہم مقلد ہیں ہم پر امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ (تقریر ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۴۹)

راج و مرجوع میں وسعت کا بیان

دیوبندی اپنے شیخ کو بچاتے ہوئے اس کی توجیہ یوں بیان کرتے ہیں۔ راج اور مرجوع کے مسائل میں بہت گنجائش ہوتی ہے۔ جنہاں انسان کو اختیار مل سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقت انتقال فلیفہ کی حاضرگی کے بارے میں کہا تھا کہ اگر کسی کو متعین نہ کروں تو اس بارے میں رسول پاک کا طرز عمل موجود ہے اور اگر کسی کو متعین کر دوں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل موجود ہے۔ یہ مسئلہ اختیاری تھا انہوں نے اختیار سے کام لیا اور بتایا کہ اس کی گنجائش موجود ہے اگرچہ بہتر اور صحیح طرز عمل تو وہی ہوگا جو رسول پاک ﷺ نے کیا ہے۔

کیا خوب ہوا کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب اصحاب ترجیح میں اپنے آپ شامل کرنے لگے ہیں۔ نہ جانے فقہاء کے کون سے درجے میں رہتے ہیں اور کس درجے کا دعویٰ عملی طور پر کر دیکھا ہے؟

خیار مجلس میں فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان

حدثنا قتیبہ حدثنا اللیث عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال إذا تابع الرجلان فكل واحد منهما بالخيار ما لم يتفرقا و كانا جميعا أو یخیر أحدهما الآخر فتبايعا علی ذلك فقد وجب البیع وإن تفرقا بعد أن يتبايعا ولم یترك واحد منهما البیع فقد وجب البیع۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو آدمی خرید و فروخت کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں یکجا ہوں اور جدا نہ ہو جائیں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے اور اس شرط پر

نہ کا معاملہ کر لیا تو بیع واجب ہوگی اور اگر بیع کرنے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ان میں سے کسی نے بیع کا انکار نہ کیا تو بیع بزر ہوگی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر، 2000، حدیث مرفوع)

اس حدیث میں بطور عطف کے الفاظ ”او یخیر احدھما الآخر“ پر غور کریں جس سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی دلیل ہے۔ کم عقل غیر مقلدین کو بوش کرنی چاہیے کہ وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب حدیث کے خلاف بتاتے ہیں حالانکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب حدیث کے مطابق ہے۔ (رضوی مغرور)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو خرید و فروخت کا معاملہ ہو جانے کے بعد دوسرے فریق کی رضامندی سے اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار دیدیا تھا ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوٰۃ: جلد سوم: حدیث نمبر 43)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا خریدنے والا دونوں میں سے ہر ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ پر اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ چاہے تو وہ خرید و فروخت کے معاملے کو باقی رکھے اور چاہے تو فسخ کر دے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یعنی جس مجلس میں وہ معاملہ طے پایا ہو گا جب وہ فسخ ہو جائے گی اسی طور کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں رہے گا یاں بیع خیار اس سے مستثنیٰ ہے یعنی بیع میں خریدار نے اس اختیاری شرط طے کر لی ہوگی کہ اگر میں چاہوں تو اس خریدی ہوئی چیز کو کھوں گا اور اگر نہ چاہوں گا تو واپس کر دوں گا اس بیع میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے۔

(بخاری مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 41)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب بیچنے والا اور خریدنے والا خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں تو ان میں سے ہر ایک کو معاملے کو باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہو گا جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یا یہ کہ ان کی خرید و فروخت کا معاملہ بشرہ خیر ہو چنانچہ اگر وہ خیار شرط کے ساتھ کوئی تجارتی معاملہ کریں گے تو اس صورت میں (جدائی کے بعد بھی) اختیار کا حق حاصل رہے گا۔

ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں انہیں اختیار حاصل ہے مگر جب کہ وہ اپنے تجارتی معاملے میں خیار کی شرط طے کریں (یعنی اگر وہ اپنا تجارتی معاملہ مذکورہ بالا خیار شرط کے ساتھ طے کریں گے تو انہیں جدائی کے بعد بھی اختیار حاصل رہے گا۔ لیکن بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ترمذی کی اس روایت کے ”خری الفظ (او یختار)“ مگر جب کہ وہ خیار کی شرط سے ریں) کی بجائے یہ الفاظ ہیں کہ اگر جب کہ ان دونوں میں سے ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ سے یہ کہہ دے کہ اختیار کی شرط طے کر لو، اور وہ دوسرا کہہ دے کہ مجھے یہ منظور ہے۔

اس حدیث سے بظاہر خیار مجلس کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن جو حضرات خیار مجلس کے قائل نہیں ہیں جیسے امام ابوحنیفہ وہ یہ کہتے

ہیں کہ حدیث میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مطلب مجلس کا ختم ہو جانا نہیں ہے بلکہ جدا ہونے سے مراد دونوں کی اس تجارتی معاہدے کا منقطع ہونا ہے یعنی جب تک کہ وہ دونوں اس معاملے سے متعلق گفتگو کر رہے ہوں اور ایجاب و قبول پر انہیں ہوا ہو اس وقت تک ان میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو زیر گفتگو معاملہ کو منقطع کر دے چاہے اسے باقی رکھے۔ جب ایجاب و قبول پورا ہو جائے گا یعنی بیچنے و خریدنے کے معاملے میں یہ چیز تمہیں فروخت کر دے اور خریدنے و خریدے کے معاملے میں یہ چیز خریدنی تو اب اس کے بعد ان میں سے کسی کو بھی اس معاملے کو منقطع کرنے کا اختیار نہیں رہے گا ان حضرات نے جدا ہونے کے یہ معنی مراد لینے کے سلسلے میں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

(وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ) (النساء 130)

اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان میں سے ہر ایک کو بے پروا کر دے گا۔
چنانچہ اس آیت میں جدا ہونے کا مطلب مجلس سے جدا ہونا نہیں ہے بلکہ خاوند و بیوی کے درمیان حلاق کے ذریعے جدا ہونا ہے۔

حضرت حکیم ابن تیرہم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کو اپنے تجارتی معاہدہ کو باقی رکھنے کی فتح کر دینے کا اختیار حاصل رہتا ہے لیکن یہ اختیار اس وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں اور یہ درکھو جب بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (فروخت کی جائیداد کی چیز اور اس کی تعریف میں کچھ بولتے ہیں اور اس چیز و قیمت میں جو عیب و نقص نہ ہو اسے اس کو خیر کر دیتے ہیں تاکہ کسی جھوک اور فریب کا دخل نہ رہے تو ان کے تجارتی معاملے میں برکت مستطیبت ہوتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اسی وقت تک بیچ و خرید کر سکتے ہیں جب تک کہ وہ چاہے تو ان کے بیچ و خریدنے کا اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں مگر جب کہ ان کی بیچ و خرید نہ ہو تو اس میں جدائی کے بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کے لئے از روئے تقویٰ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اس خوف سے کہ مبادا دوسرا فریق معاملے کو منقطع کرنے کا اختیار مانگ لے (یعنی جب تک کسی معاملے میں دونوں فریق پوری طرح مطمئن نہ ہو جائیں ایجاب و قبول میں ان میں سے کوئی شخص اس لئے جدا نہ ہو سکتا ہے کہ مبادا فریق غائب معاملے کو منقطع کر دے یا معاملہ طے کرتے ہی ان میں سے کوئی شخص اس وجہ سے نہ بھاگ کھڑا ہو کہ نہیں دوسرا فریق بیچ و خرید کرنے کے اختیار کی شرط نہ چاہئے۔ ۱۔ دوسری مشکوٰۃ شریف جلد سوم: حدیث نمبر 42)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں آپس کی رضامندی کے بغیر جدا نہ ہوں (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ دونوں صاحب معاملہ کوئی تجارتی معاملہ طے کرنے کے بعد اس وقت تک ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں

بے تک کہ قیمت ۱۱۰۰ لاکھ اور خرید کروم چیز کی ہوائی دونوں میں برسا اور فٹ ملے نہ پاجا۔ یا مل میں نہ آجا۔ یہی اس نے
میرا ایک دوسرے کو متعلقہ تکلیف پہنچنے کا احتمال رہے گا جو شریعت میں ممنوع ہے یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ جب معاملہ ملے ہو
ہاں اور ادا نہ ہو۔ معاملہ میں سے کوئی ایک وہاں سے اٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ کرے۔ تو وہ دوسرے فریق سے پیٹ یہ پوچھ
لے کہ اب تمہیں کوئی اشکال و اعتراض تو نہیں ہے اور کیا اس معاملے پر تم راضی ہو اس کے بعد اگر وہ دوسرا فریق معاملہ کو فتح کرنا
پاے۔ تو بھی معاملہ کو فتح کر دے اور اگر وہ معاملے کی برقراری پر رضامند ہو تو پھر تکمیل کے بعد اس سے الگ ہو اس صورت میں
یہ حدیث معنی کے اعتبار سے پہلی حدیث کے موافق ہوگی نیز یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ ممانعت جی متزیلی کے طور پر ہے کیونکہ اس
بات پر ترمذی، دہاک، حلقاء کے بے ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر جدا ہونا حلال ہے۔

افتراق متعاقدین سے مراد جسمانی ہونے میں مذاہب اربعہ

حضرت عکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فروخت کرنے والے خریدنے والے کو جدا
ہونے تک اختیار ہے پس اگر ان لوگوں نے بیع میں سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تو ان کی بیع میں برکت دے دی گئی لیکن اگر
انہوں نے نبوت کا سہارا یہ تو اس بیع سے برکت اٹھائی گئی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمرو،
سمرہ، ابو ہریرہ، اور ابن عباس سے بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث بھی حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اسی پر
عمل ہے۔

امام شافعی، احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ جدائی سے مراد جسموں کی جدائی ہے نہ بات کی۔ بعض اہل علم نے اسے کلام
کے اختلاف پر محمول کیا ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لیے کہ نبی کریم سے نقل کرنے والے راوی وہ خود ہیں اور وہ اپنی نقل کی ہوئی
حدیث کو سب سے زیادہ سمجھتے ہیں ابن عمر سے ہی منقول ہے کہ وہ بیع کا ارادہ کرتے تو اٹھ کر چل دیتے تاکہ اختیار باقی نہ رہے
حضرت ابو ہریرہ، سلمیٰ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ ان کے پاس دو شخص ایک گھوڑے کی خرید و فروخت کے متعلق فیصدہ کرانے کے
لیے حاضر ہوئے جس کی بیع کشتی میں ہوئی تھی تو ابو ہریرہ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے اس لیے کہ کشتی میں سفر کرنے والے جدا نہیں
ہو سکتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جدائی کو اختیار کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ بعض اہل علم کا مسک یہی ہے کہ اس سے مراد
الفرق بالکلام ہے۔

اہل کوفہ، ثوری، اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے ابن مبارک کہتے ہیں کہ جسموں کے افتراق کا مذہب زیادہ قوی ہے کیونکہ
اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح حدیث منقول ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ فروخت کرنے
والا خریدنے والے کو اختیار دے لیکن اگر اس اختیار دینے کے بعد خریدنے والے نے بیع کو اختیار کر لیا تو پھر خریدنے والے کا اختیار
ختم ہو گیا خواہ جدا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں امام شافعی اہل علم حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ اس

سے مراد افتراق ابدان (یعنی جسموں کا جدا ہونا ہے)۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1263)

ایجاب و قبول کے حصول سے لزوم بیع کا بیان

وَإِذَا حَصَلَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ لَزِمَ الْبَيْعُ وَلَا خِيَارَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا مِنْ غَيْبٍ أَوْ عَدَمِ رُؤْيَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَثْبُتُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خِيَارُ الْمَجْلِسِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (الْمُتَبَايَعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا) " وَلَنَا أَنَّ فِي الْفَسْخِ إِبْطَالَ حَقِّ الْآخِرِ فَلَا يَجُوزُ. وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى خِيَارِ الْقَبُولِ .
وَفِيهِ إِسَارَةٌ إِلَيْهِ فَإِنَّهُمَا مُتَبَايَعَانِ حَالَةَ الْمُبَاشَرَةِ لَا بَعْدَهَا أَوْ يَحْتَمِلُهُ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ،
وَالْتَفَرُّقُ فِيهِ تَفَرُّقُ الْأَقْوَالِ .

ترجمہ

اور جب ایجاب اور قبول حاصل ہو گیا تو بیع لازم ہوگئی اور عیب یا عدم رویت کے علاوہ عقد کرنے والوں میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں ملے گا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خیار مجلس دونوں کیلئے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جدا ہونے سے پہلے عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک اختیار ملے گا ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد فسخ کرنے میں دوسرے کے حق کا ابطال ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے اور حدیث خیار قبول پر محمول ہے اور حدیث میں خیار قبول ہی کی طرف اشارہ بھی ہے کیونکہ عقد کرنے والے بحالت مباشرت عقد ہی متبايعین ہیں نہ کہ اس کے بعد یا حدیث میں خیار قبول کا احتمال ہے لہذا اس پر محمول کیا جائے گا اور حدیث میں تفرق سے تفرق اقوال مراد ہے۔

فیصلہ بیع سے انعقاد بیع کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی تو جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں، انہیں (بیع کو توڑ دینے کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ دونوں ایک ہی جگہ رہیں، لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کے لیے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی، اور دونوں نے بیع کا قطعی فیصلہ کر لیا، تو بیع اسی وقت منقذ ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا تو بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۱۱۲)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انھیں اختیار باقی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کر دی، تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و

فرمان میں ہے کہ برکت منادی جاتی ہے۔

مہمان بن کر مرضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑایا طریقہ نے اور بیچنے والے دلوں کو اس وقت تک اختیار دیا ہے کہ جب تک وہ انبیا دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ مگر بیچ دینا نہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2111)

یعنی جب بائع بیچنے کے بعد مشتری کو اختیار دے اور وہ کہے میں بیچ کو نافذ کرتا ہوں اور وہ بیچ اس سے الگ ہے جس میں اختیار کی شرط پیسے کی رقم کی گئی ہو یعنی جہاں معاملہ ہوا ہے وہاں سے سرک نہ جائیں۔ اگر وہیں رہیں یا دونوں مل کر میاں چلتے رہیں تو اختیار باقی رہے گا، تو تین دن سے زیادہ مدت گزر جائے،

ام نہوی نے اسی مطلب کی ترجیح پر اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی پر یقین کیا ہے۔ بعضوں نے یہ معنی کئے ہیں مگر اس بیچ میں جس میں اختیار کی شرط ہو، یعنی وہاں سے جدا ہونے سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ مدت مقررہ تک اختیار رہے گا۔

ایجاب وقبول سے لزوم و عدم لزوم بیچ میں مذاہب اربعہ

علمہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب ایجاب اور قبول حاصل ہو گیا تو بیچ لازم ہوگئی اور عیب یا عدم رویت کے علاوہ عقد کرنے والوں میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں ملے گا یہ احناف اور امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب ہے جبکہ امام شافعی اور امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے۔ کہ خیابار مجلس دونوں کیلئے ثابت ہو جائے گا۔ (دلائل مذکورہ عبارت شرح میں ملاحظہ کر لیں)۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۳، ص ۱۹۴، میر دست)

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف ایجاب وقبول یعنی عقد سے بیچ لازم نہیں ہو جاتی اور جب تک بائع اور مشتری مجلس عقد سے جدا نہ ہوں دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ بیچ فسخ کر ڈالیں۔ سعید بن مسیب، زہری، ابن ابی ذئب، حسن بصری، اوزاعی، ابن جریج، شافعی، مالک، احمد، اور اکثر علماء یہی کہتے ہیں۔ ابن حزم نے کہا کہ تابعین میں سے سوائے ابراہیم نخعی کے اور کوئی اس کا مخالف نہیں اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے صرف امام نخعی کا قول اختیار کیا ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے نکالا جو اوپر بائع سے گزرا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی چیز ایسی خریدتے جو ان کو پسند ہوتی، تو بائع سے جدا ہو جاتے۔ ترمذی نے روایت کیا بیٹھے ہوئے تو کھڑے: وجاتے یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا وہاں سے چل دیتے تاکہ بیچ لازم ہو جائے۔ اور شرح کے قول کو سعید بن منصور نے اور شعبی کے قول کو ابن ابی شیبہ نے، و طحاوی کے قول امام شافعی نے اس میں اور عطاء اور ابن ابی ملیک کے اقوال کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔

شوکانی فرماتے ہیں کہ ہر دو خریدنے والے بیچنے والے کی جسمانی جدائی پر دلیل حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ قول نبوی ہے: ما لم یفرقا وکان جمیعاً یعنی ہر دو کو اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے کہ وہ دونوں جدا نہ ہوں بلکہ ہر دو کٹھن رہیں۔ اس وقت تک ان کو دوسرے کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے اور اسی طرح دوسرا اور شاذ نبوی اس مقصد پر دلیل ہے، اس کا ترجمہ یہ

کے کہ برہہ فرق بیچ کے بعد جدا ہو جائیں۔ اور معاملہ بیچ کو کسی نے فتح نہ کیا ہو اور وہ جدا ہو گئے۔ پس بیچ واجب ہوئی، یہ بالکل واضح ہیں کہ جدا ہونے سے، حسنی جدائی مراد ہے۔ خطائی نے کہا کہ لغوی طور پر بھی لوگوں کا معاملہ ہم نے اسی طرح پایا ہے اور ظاہر یکدم میں جدائی سے لوگوں کی حسنی جدائی ہی مراد ہوتی ہے۔ اُمرائے رائے کی طرح محض باتوں کی جدائی مراد ہو تو حدیث مذکور اپنے حقیقی فائدے سے خالی ہو جاتی ہے بلکہ حدیث کا کوئی معنی باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ لہذا اختلاف یہ کہ صحیح مسک میں ہر دو طرف سے حسنی جدائی ہی مراد ہے پس مسک جمہور کا ہے۔ (نیل الاوطار)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جن سے حدیث باب مروی ہے طویل القدر صحابی ہیں، کنیت ابو خالد قریشی اسدی ہے، یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ ہاتھ نکل سے تیرہ سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد ہر دو زبانوں میں بڑی عزت پائی۔ فتح مکہ میں اسلام لائے۔ ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے۔ پھر ساٹھ ہی سال اسلام میں عمر پائی۔ 54ھ میں مدینہ المنورہ میں اپنے مکان ہی میں وفات پائی۔ بہت متقی، پرہیزگار اور سخی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سولہ ماہ آزاد کئے اور سوانت سواری کے لیے بخشے۔ فن حدیث میں ایک جماعت ان کی شاگرد ہے۔

شرائط انعقاد بیچ کا بیان

بیچ کے منعقد ہونے کی بعض شرطیں تاجر اور خریدار سے متعلق ہیں: (۱) وہ دونوں عاقل اور قیصر کر نیوالے ہوں، نابالغ جس میں فہم و شعور پیدا ہو چکا ہو، نیز کم عقل کی بیچ منعقد ہو جائے گی۔ (۲) ایجاب و قبول دو الگ الگ آدمیوں کی طرف سے ہو، ایک ہی شخص فریقین کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب و قبول دونوں کر لے، یہ درست نہ ہوگا، البتہ باپ، دھبی یا قاضی خود اپنا مال اپنے زیر ولایت نابالغ سے فروخت کریں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی طرف سے ایجاب و قبول دونوں کی گنجائش ہے۔ (۳) دونوں ایک دوسرے کی طرف سے ہونے والے ایجاب و قبول کون لیں۔

بعض شرطیں بیچ اور اس کے ثمن، یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے متعلق ہیں: (۱) بیچ اور ثمن دونوں مال ہوں۔ (۲) بیچ موجود ہو۔ (۳) بالنع کی ملکیت میں ہو۔ (۴) بالنع بیچ کو حوالہ کرنے پر قادر ہو۔

بعض شرطیں ایجاب و قبول سے متعلق ہیں: (۱) ایجاب و قبول میں مطابقت ہو، ایسا نہ ہو کہ خریدار الگ قیمت بتائے اور تاجر الگ، یا اسی طرح دونوں کی بات میں یا بیچ کی مقدار میں فرق پایا جاتا ہو۔ (۲) ایجاب و قبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہو۔

مشارایہ اعراض میں احتیاج مقدار نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْأَعْرَاضُ الْمُمَشَّارُ إِلَيْهَا لَا يُحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِي جَوَازِ الْبَيْعِ). لِأَنَّ
بِالْبَيِّنَةِ كِفَايَةً فِي التَّعْرِيفِ وَجَهَالَةَ الْوَصْفِ فِيهِ لَا تُقْضَى إِلَى الْمَشَارَعَةِ
(وَالْأَمَانُ الْمَطْلَقَةُ) لَا تَصِحُّ إِلَّا أَنْ تَكُونَ مَعْرُوفَةً الْقَدْرِ وَالصِّفَةِ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ

وَالسَّلَامُ وَاحْتِ سَالْمُفْعِدْ، وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ مُفْصِلَةٌ إِلَى الْمَسَارَعَةِ فَيَمْتَنِعُ السَّلَامُ
وَالسَّلَامُ، وَكُلُّ جَهَالَةٍ هَذِهِ صِفَتُهَا تَمْنَعُ الْجَوَازَ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ.

فان (وَسُحُورُ السَّعْرِ بِنَصْرِ خَالٍ وَمَوْخَلٍ إِذَا كَانَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا) بِإِطْلَاقِ قَوْلِهِ تَعَالَى
(وَأَحِلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ) وَعَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى
أَحَلِّ مَعْلُومٍ وَرَهْنَهُ دِرْعَهُ).

وَلَا لِنَدَّ أَنْ يَكُونَ الْأَجَلُ مَعْلُومًا، لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهِ قَانِعَةٌ مِنَ التَّسْلِيمِ الْوَاجِبِ بِالْعَقْدِ،
فَهَذَا يَطَالُهُ بِهِ فِي قَرِيبِ الْمُدَّةِ، وَهَذَا يُسَلِّمُهُ فِي بَعِيدِهَا.

ترجمہ

فرمایا کہ وہ اعراض جن کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو بیع کے جائز ہونے کے لئے ان کی مقدار جاننے کی ضرورت نہیں ہے
اس کے لئے کہ شرائط کے سلسلے میں اشارہ کافی ہوتا ہے اور اشارہ میں وصف کی جہالت بھٹکے کی طرف سے جانے والی نہیں ہوتی
اشارہ سے معنی اٹھان کا شمن ہونا درست نہیں مگر یہ کہ ان کی مقدار اور وقت معلوم ہو کیونکہ حکم مقتدرینا لین ضروری ہے اور یہ جہالت
جھڑنے کی طرف سے جانے والی ہے لہذا، لینے لینے میں رکاوٹ ہوگی اور ہر وہ جہالت جو اس صفت کی ہودہ جواز سے مانع ہوگی
یہی اس ہے۔

فرمایا کہ عقد اور ادھار دونوں شمن کے عوض بیع جائز ہے جب مقررہ مدت معلوم ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (احصل اللہ
البيع) مطلق ہے اور آپ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے چند دنوں کے ادھار پر کچھ نقد خرید کر اپنی زرہ اس
کے پاس رہن رکھ دیا تھا اور میعاد کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ میعاد کی جہالت عقد کے ذریعے واجب شدہ شمن کی دانگی سے
مانع ہوگی چنانچہ پابغ تو قریبی مدت میں شمن کا مطالبہ کرے گا اور مشتری مدت بعیدہ میں ادا کرے گا۔

ادھار چیز کی بیع کے جواز کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ نقد ایک متعین مدت کے ادھار پر
خرید اور اپنے لاہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 110)

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے اول یہ کہ کوئی چیز ادھار قیمت پر خریدنا اور اس ادھار قیمت کے بدلے پنی کوئی چیز
رہن رکھنا جائز ہے دوم یہ کہ سفر کے علاوہ جعفر یعنی اپنے شہر و مسکن میں بھی رہن رکھنا جائز ہے اگرچہ قرآن کریم نے جس آیت میں
رہن رکھنے کی اپذرت دی ہے اس میں سفر کی قید ہے اور وہ آیت یہ ہے (وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ
مُقَبُولَةً ۚ ۲ . السَّهْرَةُ 283) : یعنی اگر تم کہیں سفر میں ہو اور وہاں دستاویز لکھنے کے لئے کوئی کاتب نہ پاؤ تو اطمینان کا ذریعہ

بیع کی طرف اشارہ کیا اور نام بھی لے دیا مگر جس کی طرف اشارہ ہے اس کا وہ نام نہیں مثلاً کہا کہ اس گائے کو اتنے میں بیچا اور دو گائے ٹکس بلکہ تیل ہے یا اس کو بڑی کو بیچا اور وہ کو بڑی نہیں غلام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو نام ذکر کیا ہے اور جس کی طرف اشارہ ہے دونوں کی ایک نہیں ہے تو بیع صحیح ہے کہ عقد کا تعلق اُس کے ساتھ ہے جس کی طرف اشارہ ہے اور وہ موجود ہے مگر جو چیز سمجھ کر مشتری لینا چاہتا ہے چونکہ وہ نہیں ہے لہذا اُس کو اختیار ہے کہ لے یا نہ لے اور جس مختلف ہو تو بیع باطل ہے کہ عقد کا تعلق اس صورت میں اُس کے ساتھ ہے جس کا نام لیا گیا اور وہ موجود نہیں لہذا عقد باطل۔ انسان میں مرد و عورت و جنس مختلف ہیں لہذا کو بڑی کہہ کر بیع کی اور نکلا غلام یا بالعکس یہ بیع باطل ہے اور جانوروں میں مرد و مادہ ایک جنس ہے گائے کہہ کر بیع کی اور نکلا تیل یا بالعکس تو بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار حاصل ہے۔

مطلق ثمن کا اطلاق غالب نقدی پر ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَطْلَقَ الثَّمَنَ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلَى غَالِبٍ نَقْدَ الْبَلَدِ) ؛ لِأَنَّهُ الْمُتَعَارَفُ ، وَفِيهِ التَّحَرُّي لِلْجَوَازِ فَيُصَرَّفُ إِلَيْهِ (فَإِنْ كَانَتْ النُّقُودُ مُخْتَلِفَةً فَلْيَبِيعْ قَاسِدًا إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ أَخْذَهُمَا) وَهَذَا إِذَا كَسَبَ الْكُلَّ فِي الرِّوَاجِ سَوَاءً ؛ لِأَنَّ الْجَهْلَةَ مُفْصِلَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ إِلَّا أَنْ تَرْتَفِعَ الْجَهْلَةُ بِالْبَيِّنِ أَوْ يَكُونَ أَخْذُهُمَا أَغْلَبَ وَأَرْوَجَ فَيَحِينِيذُ يُصَرَّفُ إِلَيْهِ تَحَرُّيًا لِلْجَوَازِ ، وَهَذَا إِذَا كَانَتْ مُخْتَلِفَةً فِي الْمَالِيَّةِ ، فَإِنْ كَانَتْ سَوَاءً فَيُفِيهَا كَالنَّاسِئِ وَالثَّلَاثِ وَالنُّصْرِيِّ الْيَوْمَ بِسَمَرُفَنَدَ وَالْإِخْلَافَ بَيْنَ الْعَدَايِ بِفَرْعَانَةِ جَارِ الْبَيْعِ إِذَا أَطْلَقَ اسْمُ الذَّوْهِمِ ، كَذَا قَالُوا ، وَيُنْصَرَّفُ إِلَى مَا قَدَّرَ بِهِ مِنْ أَى نَوْعٍ كَانَ ؛ لِأَنَّهُ لَا مُنَازَعَةَ وَلَا اخْتِلَافَ فِي الْمَالِيَّةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے بیع میں ثمن کو مطلق بیان کیا تو یہ شہر کے رائج ثمن پر محمول ہوگا کیونکہ یہ بیع متعارف ہے اور اس میں بیع کے جائز ہونے کی طلب اور تحرر کی بھی ہے لہذا اسی کی جانب پھیر دیا جائے گا۔ لیکن اگر نقد مختلف مالیت کے ہوں تو بیع فاسد ہو جائے گی مگر یہ کہ مشتری کو کوئی ایک طرح کے نقد و بیان کر دے اور یہ اس صورت میں ہے جب سارے نقد و رواج میں برابر ہوں اس لیے کہ اب جہات مجتہدے کی طرف لے جانے والی ہوگی البتہ بیان اور نقد میں سے کسی ایک کے سب سے زیادہ رائج اور غالب ہونے کی وجہ سے جہالت دور ہو جائے گی لہذا اس وقت طلب جواز کے پیش نظر اسی کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب نقد مالیت میں مختلف ہوں۔ لیکن اگر یہ نقد و مالیت میں برابر ہوں جیسے آج کل سمرقند میں شانی، ملائی اور نصرانی ہیں اور

فرغانہ میں عدالی کے سلسلہ میں اختلاف ہے تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ لفظ درہم کا اطلاق کیا ہو اسی طرح متاخرین مشائخ نے بیان کیا ہے اور یہ اطلاق بیان کردہ مقدار کی طرف پھیرا جائے گا خواہ وہ کسی بھی نوع کی ہو کیونکہ نہ تو کوئی منازعت ہے اور نہ ہی ماییت میں اختلاف ہے۔

راج ٹمن میں برابری کی صورت میں اختیار کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مطلق ٹمن شہر کے اس نقد کی طرف پھرتا ہے جس کا چلن زیادہ ہو اور اگر وہ نیچے ماییت میں مختلف ہوں اور چلن ایک سا ہو تو عقد فاسد ہو جائیگا اس کے تحت میں علامہ شامی نے فرمایا لیکن اگر چلن ایک ساتھ ہو ماییت خواہ مختلف ہو یا نہیں تو عقد صحیح رہے گا اور جس کا چلن زیادہ ہے وہ مراکتھریکا اسی طرح اگر ماییت اور چلن دونوں یکساں ہوں جب بھی عقد صحیح رہے گا مگر اس صورت میں خریدار کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جو چاہے ادا کرے، اور ہدایہ میں چلن اور ماییت یکساں ہونے کی مثل ثانی اور ثلاثی سے دی اور شمار حوں نے اس پر اعتراض کیا کہ ٹمن کی ماییت دو سے زیادہ ہے، اور بحرا لرائق میں جواب دیا کہ ثانی سے وہ مراد ہے جس کے دو ایک روپے کے برابر ہوں، اور ثلاثی وہ جس میں تین ایک روپے کے برابر ہوں، میں کہتا ہوں اس کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے کوئی چیز ایک روپے کو خریدی تو چاہے ایک روپیہ پورا دے چاہے دو اٹھنیں چاہے تین تہائیاں جبکہ سب ماییت اور رواج میں برابر ہوں۔ اسی طرح اشرفی ہمارے زمانے میں پوری اور دو نصف اور چار پانچ ہوتی ہے اور سب کی ماییت اور چلن یکساں ہیں،

اور اسی سے معصوم ہو گیا قرضوں کے عوض خریدنے کا حکم جو ہمارے زمانے میں شائع کی ہے کہ قرش اصل میں ایک چاندی کا سکہ ہے جس کی قیمت چالیس قطعہ مصری ہوتی ہے جس کو مصر میں نصف کہتے ہیں پھر قسم قسم کے لئے سب کی قیمت قرضوں سے لگائی جاتی ہے تو ان میں کوئی دس قرش کا کوئی کم کا کوئی زیادہ کا، تو جب کوئی چیز سو قرش کو خریدی تو عادت یہ ہے کہ وہ جو چاہے دے خواہ قرش ہی دے دیا اور سکے جو ماییت میں اس کے برابر ہوں ریال یا گنی، اور یہ کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ خریداری خاص اس نکلے سے پر واقع ہوئی ہے جس کا نام قرش ہے بلکہ قرش یا اور سکوں سے جو ماییت سے مختلف ہیں اور چلن میں یکساں ہیں اتنا کہ اس کی ماییت کے برابر ہو جائیں اور یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ ماییت مختلف ہونا اور چلن میں یکساں ہونا بھی تو فساد عقد کی صورت ہے اسلئے کہ یہاں ٹمن کی ماییت میں اختلاف نہ پڑا جب کہ اس کا اندازہ قرضوں سے کیا گیا، ہاں اختلاف جب ہوتا کہ ان سے اندازہ نہ کرتے جیسے کہ سواشر فیوں کو خریدے اور وہاں اشرفیاں کئی قسم کی ہوں، چلن میں سب ایک سی اور ماییت میں مختلف، در جب قرضوں سے اندازہ کر لیا یہ ایسا ہو گیا گویا ماییت اور چلن سب برابر ہیں، اور اوپر گزر چکا کہ مشتری کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جو چاہے دے۔ بحرا لرائق میں فرمایا اگر بائع ان میں سے ایک سکہ طلب کرے تو مشتری کو اختیار ہے کہ دوسرا دے اس لئے کہ جو مشتری دے رہا ہے اس کے لینے سے بائع کا انکار ہے جاہث ہے جبکہ ماییت میں تفاوت نہیں۔

فروخت کیا کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے جب دونوں قسم عطف ہوں تو حسب چاہو انہیں فروخت کرو برخلاف اسکی جنس کے عوض اندازے سے بچنے کے اس لئے کہ اس میں ربوا کا احتمال ہے اور اس لیے بھی کہ مقدار کی جہالت دینے اور لینے سے مانع نہیں ہے لہذا یہ قیمت مجہول ہونے کے مشابہ ہو گیا۔

فرمایا کہ ایک غیر معروف المقدار معین برتن اور اسی طرح ایک غیر معوف المقدار معین پتھر کے عوض بیع درست ہے اس لیے کہ یہ جہالت جھڑنے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے نیز اس میں فی الحال سپردگی بھی ہے تو اس شخص کا بیع کی سپردگی سے ہلاک ہونا نادر ہے برخلاف شخص کے کیونکہ اس میں سپردگی متاخر ہوتی ہے اور اس پہلے شخص کا ہلاک ہونا نادر نہیں ہے لہذا وہاں منازعت ثابت ہے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ بیع میں بھی یہ صورت ناجائز ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

شرح

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو سونا سونے کے بدلے میں بیچو نہ چاندی چاندی کے بدلے میں نہ گیہوں گیہوں کے بدلے میں نہ جو جو کے بدلے میں نہ کھجور کھجور کے بدلے میں اور نہ نمک نمک کے بدلے میں ہاں برابر سربر نقد یعنی دست بدست لیکن دین جائز ہے چنانچہ سونا چاندی کے بدلے میں اور چاندی سونے کے بدلے میں گیہوں جو کے بدلے میں اور گیہوں کے بدلے میں اور کھجور نمک کے بدلے میں اور نمک کھجور کے بدلے میں دست بدست جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو (نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 58)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کرو جو ہم جنس ہوں (جیسے گیہوں گیہوں کے بدلے میں تو اس صورت میں برابر سربر اور دست بدست ہونا ضروری ہے اور اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کیا جائے جو ہم جنس نہ ہوں بلکہ الگ الگ جنس کی ہوں (جیسے گیہوں جو کے بدلے میں) تو اس صورت میں صرف دست بدست ہونا ضروری ہے برابر سربر اور ہونا ضروری نہیں ہے

علامہ عثمان بن علی زبلی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور یہ سب ظاہر روشن باتیں ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کی برابر جاننا اور فرق نہ کرنا ہے کہ مشتری خریدے تو قرشوں کو، پھر اسے اختیار دیا جائے کہ چاہے قرش دے خواہ ریال چاہے سونے کا پورا سکے یا اس کی ریز گاڑی، اور بائع نہ مانے تو بے جا ہت ٹھہرے، یائیں ہر کوئی یہ وہم نہیں کر سکتا کہ قرش اور ریال اور اشرفی اور ریز گاڑی سب کے سب ایک جنس ہو گئے ان میں سے ایک دوسرے کو بیچیں تو کی بیشی جائز نہ ہو یا ان میں ایک دوسرے میں ایسا غرق ہے کہ گو باہیضہ بلا فرق دونوں ایک ہیں تو کی بیشی اگر سود نہ ہو تو اس کی مشابہت کے سبب اس کے حکم میں ہو کر حرام ہو جائے حالانکہ تمام علماء بالا جماع تصریح فرما رہے ہیں کہ اختلاف جنس کے وقت کی بیشی جائز ہے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جب نو میں بدلیں تو جیسے چاہو بیچو، (نصب الرایۃ لا حادیث الہدیۃ، کتاب بیوع)

تقریب عقد پر جواز عدم جواز کا بیان

وَقَالَ وَمَنْ بَاعَ صُورَةَ طَعَامٍ كُلِّ قَفِيزٍ بِلِذِهِمْ جَارَ الْبَيْعِ فِي قَفِيزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ
إِلَّا أَنْ يُسَمَّى جُمْلَةً قَفْزَانِهَا وَقَالَ يَحْزُرُ فِي الْوَجْهَيْنِ لَهُ أَنَّهُ تَعَدَّرَ الصَّرْفَ إِلَى الْكُلِّ
لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ وَالذَّمَّنَ فَيَصْرَفُ إِلَى الْأَقَلِّ وَهُوَ مَعْلُومٌ، وَإِلَّا أَنْ تَزُولَ الْجَهَالَةُ بِتَسْمِيَةِ
جَمِيعِ الْقَفْزَانِ أَوْ بِالْكَيْلِ فِي الْمَجْلِسِ، وَصَارَ هَذَا كَمَا لَوْ أَقْرَأَ وَقَالَ لِفُلَانٍ عَلَى كُلِّ
دِرْهَمٍ فَعَلَيْهِ دِرْهَمٌ وَاحِدٌ بِأَلْجَمَاعِ.

وَلَهُمَا أَنَّ الْجَهَالَةَ بِيَدِهِمَا إِزَالَتُهَا وَمِثْلُهَا غَيْرُ مَانِعٍ، وَكَمَا إِذَا بَاعَ عَبْدًا مِنْ عَبْدَيْنِ عَلَى
أَنَّ الْمُشْتَرِيَ بِالْخِيَارِ.

ثُمَّ إِذَا جَارَ فِي قَفِيزٍ وَاحِدٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلِلْمُشْتَرِي الْخِيَارُ لِيَتَفَرَّقَ الصَّفَقَةُ عَلَيْهِ،
وَكَذَا إِذَا كَيْلَ فِي الْمَجْلِسِ أَوْ سَمِيَ جُمْلَةً قَفْزَانِهَا لِأَنَّهُ عَلِمَ ذَلِكَ الْآنَ فَلَهُ الْخِيَارُ،
كَمَا إِذَا رَأَاهُ وَلَمْ يَكُنْ رَأَاهُ وَقْتُ الْبَيْعِ

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے غلہ کا ڈھیر بیچا اس طرح کہ ہر قفیز ایک درہم میں فروخت کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے
نزدیک صرف ایک میں بیچ جائز ہوگی مگر یہ کہ بائع اس ڈھیر کے تمام قفیزوں کو بیان کر دے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں
صورتوں میں بیچ جائز ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بیچ اور خرید میں جہول ہونے کی وجہ سے تمام قفیزوں کی طرف صرف بیچ
ناممکن ہے لہذا اقل کی طرف بیچ کو پھیر دیا جائے گا اور اقل معلوم ہے البتہ تمام قفیزوں کو بیان کرنے یا مجلس عقد میں اسے نام اپنے
سے جہات دور ہو جائے گی اور یہ ایسا ہو گیا کہ مٹا کسی نے کسی کیلئے مال کا اقرار کرتے ہوئے یوں کہا کہ فلاں کے مجھ پر کل درہم
ہیں تو باد تھاق اس پر ایک ہی درہم واجب ہوگا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی جہالت ہے جس کا ازالہ ان کے عقد کر
نیوالوں کے ہاتھ میں ہے اور اس طرح کی جہالت جواز عقد سے مانع نہیں ہوتی جس طرح کہ اگر کسی نے ایک غلام کو دو غلاموں کے
غرض مشتری کیلئے خیار شرط کے ساتھ فروخت کیا پھر جب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک قفیز میں بیچ درست ہے تو مشتری
پر تفرق صفقہ کی وجہ سے اسے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا ایسے ہی جب بیچ مجلس میں ناپ لیا گیا یا مجلس عقد ہی میں تمام قفیزوں کو بیان
کر دیا گیا ہے۔ اسلئے کہ مشتری کو تو اب اس کا علم ہوا ہے لہذا اسے اختیار حاصل ہوگا جیسا کہ اس صورت میں جب پہلے بیچ کو دیکھا ہو
اور بوقت بیچ اسے نہ دیکھا ہو۔

شرح

نہ کی ایک دھیری اس طرح بیج کی کہ اس میں کا ہر ایک صاع ایک روپیہ کو صرف ایک صاع کی بیج درست ہوگی اور اس میں بھی مشائی کو اعتبار ہو کہ لے لے یا نہ لے پاں اگر کسی مجلس میں وہ ساری دھیری ٹاپ دی یا بائع نے ظاہر کر دیا اور بتا دیا کہ اس دھیری میں اتنے صاع ہیں تو پوری دھیری کی بیج درست ہو جائے گی اور اگر عقد سے پہلے یا عقد میں صاع کی تعداد بتا دی ہے تو مشتری کو اعتبار نہیں اور بعد میں ظاہر کی ہے تو ہے۔ یہ قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ مجلس کے بعد بھی اگر صاع کی تعداد معلوم ہو تو بیج صحیح ہے اور اسی قول صاحبین پر آسانی کے لیے فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع) بکریوں کا ریوڑ ایک درہم ایک بکری کے بدلے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ قَطِيعَ غَنَمٍ كُلَّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ فَسَدَ الْبَيْعُ فِي جَمِيعِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَلِكَ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مَذَارِعَةً كُلَّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يَسْمَ جُمْلَةَ الذَّرَاعَانِ، وَكَانَ كُلُّ مَعْدُودٍ مُتَّفَاوِتٍ، وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ فِي الْكُلِّ لِمَا قُلْنَا، وَعِنْدَهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الْوَاحِدِ) لِمَا بَيَّنَّا غَيْرَ أَنَّ بَيْعَ شَاةٍ مِنْ قَطِيعِ غَنَمٍ وَذِرَاعٍ مِنْ ثَوْبٍ لَا يَجُوزُ لِلتَّفَاوُتِ . وَبَيْعُ قَطِيعٍ مِنْ صَبْرَةٍ يَجُوزُ لِعَدَمِ التَّفَاوُتِ فَلَا تَنْقُضِي الْجَهَالَةَ إِلَى الْمُنَارَعَةِ فِيهِ، وَتَنْقُضِي الْإِهْيَا فِي الْأَوَّلِ فَوَضَعَ الْفَرْقُ .

ترجمہ

اور اگر کسی نے بی بکری ایک درہم کے حساب سے بکریوں کا ریوڑ فروخت کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام بکریوں کی بیج فاسد ہوگی اسی طرح اگر بی بکری ایک درہم کے عوض گزوں کی بیٹائیں سے کوئی کپڑا فروخت کیا اور پورے گز کو بیان نہیں کیا اسی طرح ہر معدود متفاوت میں بھی بیج فاسد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں بیج جائز ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیج صرف ایک کی طرف راجع ہوگی لیکن ریوڑ سے ایک بکری کی اور کپڑے ایک گز کی بیج درست نہیں ہوگی کیونکہ ان میں تفاوت ہے اور دھیرے سے ایک قفیز کی بیج جائز ہوگی کیونکہ وہاں تفاوت نہیں ہے چنانچہ فقیر والی صورت میں جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے اور پہلے میں جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے ہذا دونوں صورتوں میں فرق واضح ہو گیا۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے بکریوں کا گلہ خریدا کہ اس میں کی ہر بکری ایک روپیہ کو بی بکڑے کا تھان خریدا کہ ہر ایک گز ایک روپیہ کو یا اسی طرح کوئی اور عددی متفاوت خریدا اور معلوم نہیں کہ گلہ میں کتنی بکریاں ہیں اور تھان میں

یعنی گزرا ہے مگر بعد میں معلوم ہو گیا تو صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے اور اسی پر لکھی ہے۔ (درمختار کتاب بیوع)
صاحب ہدایہ نے بیع جب ایسی ہو کہ اکثر افراد کے سبب تفاوت یعنی فرق آئے تو ان کی بیع درست نہ ہوگی کیونکہ اس طرح
بہی مشتری کو نفع اور بائع کو نقصان اور کبھی بائع کو نفع اور مشتری کا نقصان ہوگا جو بھٹور کی جانب لے جانے کا سبب ہوگا کیونکہ
کریوں میں مشتری چاہے گا کہ کوئی تازی بکری کو بیس خرید لوں جبکہ بائع چاہے گا کہ کمزور بکری پر اتنی ہی قیمت وصول کرادوں لہذا
اس طرح کی بیع درست نہ ہوگی۔

بیع مکمل ہونے سے پہلے صفحہ میں فرق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ابْتِاعَ صَبْرَةَ طَعَامٍ عَلَىٰ أَنَّهُا مِائَةُ قَفِيزٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَلَوْ جَدَّهَا أَقْلَ كَانِ
الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْمَوْجُودَ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ قَبَسَخَ الْبَيْعَ)
لِتَفَرُّقِ الصَّفَقَةِ عَلَيْهِ قَبْلَ التَّمَامِ، فَلَمْ يَتِمَّ رِضَاهُ بِالْمَوْجُودِ، وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ فَلِزِيَادَةِ
لِلْبَائِعِ، لِأَنَّ الْبَيْعَ وَقَعَ عَلَىٰ مَقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَالْقَدْرُ لَيْسَ بِوَصْفٍ
(وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَىٰ أَنَّهُ عَشْرَةُ أَذْرُعَ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ أَوْ أَرْضًا عَلَىٰ أَنَّهُا مِائَةُ ذِرَاعٍ
بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَلَوْ جَدَّهَا أَقْلَ فَلَا الْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ
تَوَلَّى) لِأَنَّ الذَّرَاعَ وَصَفَ فِي الثَّوْبِ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الطُّولِ وَالْعَرْضِ،
وَالْوَصْفُ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ كَأَطْرَافِ الْحَيَوَانِ فَلِهَذَا يَأْخُذُهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ،
بِخِلَافِ الْفَضْلِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ الْمَقْدَارَ يُقَابِلُهُ الثَّمَنُ فَلِهَذَا يَأْخُذُهُ بِحَصَّتِهِ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَخَيَّرُ
لِقَوَاتِ الْوَصْفِ الْمَذْكُورِ لِتَغْيِيرِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَيَحْتَثِلُ الرِّضَا.
قَالَ (وَإِنْ وَجَدَهَا أَكْثَرَ مِنَ الذَّرَاعِ الَّذِي سَمَّاهُ فَهُوَ لِلْمُشْتَرِي وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ) ؛
لِأَنَّهُ صِفَةٌ، فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَا إِذَا بَاعَهُ مَعِيًّا، فَإِذَا هُوَ سَلِيمٌ

ترجمہ

فرمایا کہ اگر کسی شخص نے غنہ کا کوئی دھیر اس شرط پر خریدا کہ یہ سو قفیز ہیں اور سو درہم میں ہیں پھر مشتری نے انھیں کم پایہ تو
مشتری کا اختیار ہوگا اگر اس کا دل کہے تو موجودہ قفیز کو اتنی تعداد کے مطابق قیمت دے کر لے لے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اس
لئے کہ بیع پوری سونے سے پہلے اس پر صفحہ متفرق ہو گیا لہذا موجودہ قفیز سے اس کی رضامندی تمام نہیں ہوئی۔ اور اگر مشتری نے
قفیز کو زیادہ پایہ تو زیادتی بائع کی ہوگی کیونکہ ایک متعین مقدار پر بیع ہوئی تھی اور مقدار وصف نہیں ہے۔

اور جب کسی نے اس شرط پر کوئی چیز خریدی کہ یہ دس گز دس درم میں ہے یا کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ وہ سو ذراں حصہ ۱۱۰ درم میں ہے یا مشتری نے انیس کم پایا تو اسے اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس مقدار کو پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر اس کا دل ہے تو چھوڑ دے اس لئے کہ ذراں کپڑے کا وصف ہے چنانچہ ہے کہ وہ طول و عرض کا نام ہے اور وصف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا جیسے حیوان کے اطراف لہذا ای وجہ سے مشتری اسے پورے ثمن کے عوض لے گا برخلاف پہلے والے مسئلہ کے کیونکہ مقدار کے بالمقابل ثمن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں مشتری موجودہ مقدار کو اسی کے بقدر ثمن دے کر لے گا البتہ مشتری کو اختیار ہوگا کیونکہ معتد علیہ کی تبدیلی ہے وصف مذکور ثمن ہو گیا اس لئے مشتری کی رضامندی میں خلل ہوگا اور اگر بیع کو بیان کردہ گزوں سے زیادہ پایا تو مشتری کے ہوں گے اور بائع کوئی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایک صفت ہے لہذا یہ اس طرح ہو گیا کہ جب بائع نے ایک عیب دار چیز فروخت کی اور پھر وہ درست ثابت ہوئی۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے غلہ کی ذخیرہ خریدی کہ مثلاً یہ سو۰۰ امن ہے اور اس کی قیمت سو روپیہ بعد میں اُسے تو لا اگر پورا سو۰۰ امن ہے جب تو بالکل ٹھیک ہے اور اگر سو۰۰ سے زیادہ ہے تو جتنا زیادہ ہے بائع کا ہے اور اگر سو۰۰ سے کم ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ جتنا کم ہے اُس کی قیمت کم کر کے باقی لے لے یا کچھ نہ لے۔ یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے جو بائع اور تول سے بکتی ہے۔ البتہ اگر وہ اُس قسم کی چیز ہو کہ اُس کے کٹے کرنے میں نقصان ہوتا ہو اور جو وزن بتایا ہے اُس سے زیادہ نکلے تو کل مشتری ہی کو ملے گی اور اس زیادتی کے مقابل میں مشتری کو کچھ دینا نہیں پڑے گا کہ وزن ایسی چیزوں میں وصف ہوتا ہے اور وصف کے مقابل میں ثمن کا حصہ نہیں ہوتا مثلاً ایک موٹی یا یا قوت خریدی کہ یہ ایک ماشہ ہے اور نگاہ ایک ماشہ سے کچھ زیادہ تو جو ثمن مقرر ہوا ہے وہ دے کر مشتری لے لے۔ (رفتار، کتاب بیع)

ذکر کے سبب وصف کے اصل ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ يَبْعُكُمَا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً، فَالْمُشْتَرِي بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِحَصَّتِهَا مِنَ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا؛ لِأَنَّ الْوَصْفَ وَإِنْ كَانَ تَابِعًا لِكَيْفَةِ صَارَ أَصْلًا بِإِقْرَارِهِ بِذِكْرِ الثَّمَنِ فَيَنْزِلُ كُلُّ ذِرَاعٍ مِثْلَ ثَوْبٍ؛ وَهَذَا لِأَنَّهُ لَوْ أَخَذَهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ لَمْ يَكُنْ آخِذًا لِكُلِّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ (وَإِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْجَمِيعَ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَّ الْبَيْعَ) لِأَنَّهُ إِنْ حَصَلَ لَهُ الزِّيَادَةُ فِي الذَّرْعِ تَلَزَمَتْ زِيَادَةُ الثَّمَنِ فَكَانَ نَفْعًا يَشُوْبُهُ ضَرَرٌ فَيَتَخَيَّرُ، وَإِنَّمَا يَلْزَمُهُ الزِّيَادَةُ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ صَارَ أَصْلًا، وَلَوْ أَخَذَهُ بِالْأَقَلِّ لَمْ يَكُنْ آخِذًا بِالْمَشْرُوطِ

ترجمہ

اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے تم سے یہ کپڑے اس شرط پر بیچے کہ سوگز سودر ہم کے عوض فی گز ایک درہم کے حساب سے پھر مشتری نے انہیں کم پایا تو اسے اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو موجودہ کپڑے کو اس کے جیسے کاشن دے کر لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے اس لئے کہ وصف اگرچہ تابع تھا لیکن اس کا علیحدہ کاشن ذکر کرنے کی وجہ سے وہ اصل میں کیا لہذا ہر گز کو علیحدہ کپڑے کے درجے میں اتار لیا جائے گا اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اگر مشتری موجودہ کپڑے کو کاشن کے عوض لے گا تو وہ ہر گز ایک درہم کے عوض لینے والا نہیں ہوگا۔ اور اگر مشتری ان کپڑوں کو سوگز سے زیادہ پائے تو بھی اسے اختیار ہوگا اگر چاہے تو ہر گز فی درہم کے حساب سے پورا لے لے اور اس کا بول کہے تو بیع کو فسخ کر دے اس لئے کہ اگر اسے گز میں زیادہ ملی ہے تو اس پر کاشن کا اضافہ بھی ضروری ہوگا تو یہ ایسا نفع ہو گیا جس میں نقصان کی آمیزش ہے لہذا اس اختیار ملے گا اور مشتری پر زیادہ کاشن اس وجہ سے لازم ہوئی ہے کہ ذرا اصل بن گیا ہے اور اگر موجودہ کپڑے کو مشتری کم کاشن کے عوض لے گا تو وہ بشرط کے ہوئے عوض کی مقدار سے لینے والا نہیں ہوگا۔

شرح

اور جب کسی شخص نے تھان خرید اکہ مثلاً یہ دس گز ہے اور اس کی قیمت دس روپیہ ہے اگر یہ تھان اس سے کم نکلا جتنا بائع نے بتایا ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ پورے دام میں لے لیا یا کھل نہ لے میں سے ہو سکتا کہ جتنا کم ہے اس کی قیمت کم کر دی جائے اور اگر تھان اس سے زیادہ نکلا جتنا بتایا ہے تو یہ زیادتی بلا قیمت مشتری کی ہے بائع کو کچھ اختیار نہیں نہ وہ زیادتی لے سکتا ہے نہ اس کی قیمت لے سکتا ہے نہ بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر زمین خریدی کہ یہ سو سو گز ہے اور اس کی قیمت سو سو روپے ہے اور کم یا زیادہ نکلی تو بیع صحیح ہے اور سو سو اسی روپے دینے ہوئے مگر کسی کی صورت میں مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ لے یا چھوڑ دے۔

اور اگر اس نے یہ کہہ کر تھان خرید اکہ دس گز کا ہے دس روپے ہیں اور یہ کہہ دیا کہ فی گز ایک روپیہ اب نکلا کہ تو جتنا کم ہے اس کی قیمت کم کر دے اور مشتری کو یہ اختیار ہے کہ نہ لے اور اگر زیادہ نکلا مثلاً گیارہ یا بارہ گز ہے تو اس زیادہ کا روپیہ یہ دے، یا بیع کو فسخ کر دے۔ یہ حکم اس تھان کا ہے جو پورا ایک طرح کا نہیں ہوتا جیسے چکن، گلبدن اور اگر ایک طرح کا ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بائع اس زیادتی کو چھوڑ کر دس گز مشتری کو دیدے۔

سوگزوں میں سے دس گز گھر خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَشْرَةَ أَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ دَارٍ أَوْ حَمَّامٍ فَاتَّبَعَ فَاسْتَدَّ عِنْدَ أَبِي حَبِيفَةَ. وَقَالَ: هُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ اشْتَرَى عَشْرَةَ أَشْهُمٍ مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ جَازَ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِهَذَا أَنَّ عَشْرَةَ أَذْرُعٍ مِنْ مِائَةِ ذِرَاعٍ غَيْرُ الْبَدَارِ فَاشْتَبَهَ عَشْرَةَ أَشْهُمٍ. وَلَكِنَّ

الدَّرَاعُ اسْمٌ لِمَا يَلْتَوِعُ بِهِ، وَاسْتَعْمِرَ لِمَا يَحِلُّهُ الدَّرَاعُ وَهُوَ الْمُعَيَّنُ دُونَ الْمَشَاعِ،
وَذَلِكَ غَيْرُ مَعْلُومٍ، بِخِلَافِ السَّهْمِ .
وَلَا فَرْقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ بَيْنَ مَا إِذَا عَلِمَ مِنْ جُمْلَةِ الدَّرَاعَانِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ هُوَ الصَّحِيحُ
خِلَافًا لِمَا يَقُولُهُ الْخَصَافُ لِبَقَاءِ الْجَهَالَةِ.

ترجمہ

جس شخص نے کسی گھریا حمام کے سوگڑوں میں سے دس گز خریدے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں بیع فاسد ہے صاحبین
فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور اگر کسی نے سو حصوں میں سے دس حصے خرید لئے تو سب کے یہاں بیع جائز ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ
سوگڑوں میں سے دس گز گھر کا دسواں حصہ ہے لہذا یہ دس حصوں کے مشابہ ہو گیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع آکر
چائش کا نام ہے اور مذروع کیلئے اسے مستعار لے لیا گیا ہے اور مذروع معین ہے نہ کہ مشاع اور یہ نامعلوم ہے برخلاف حصے کے اور
امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام گڑوں کے علم یا عدم علم سے کوئی فرق نہیں ہو گا یہی صحیح ہے برخلاف امام خصاص کے قول کے کہ
جہالت باقی ہے۔

شرح

کسی مکان یا حمام کے سوگڑ میں سے دس گز خریدے تو بیع فاسد ہے اور اگر یوں کہتا کہ سوہام میں سے دس سہام خریدے تو بیع
صحیح ہوتا اور پہلی صورت میں اگر اسی مجلس میں وہ دس گز زمین معین کر دی جائے کہ مثلاً یہ دس گز تو بیع صحیح ہو جائے گی۔
ایک زمین خریدی کہ اس میں اتنے پھل دار درخت ہیں مگر ایک درخت ایسا نکلا جس میں پھل نہیں آتے تو بیع فاسد ہوئی اور
اگر زمین خریدی کہ اس میں اتنے درخت ہیں اور کم نکلے تو بیع جائز ہے مگر مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے پورے ٹن پر لے لے اور
چاہے نہ لے اسی طرح اگر مکان خریدے کہ اس میں اتنے کمرے یا کھڑیاں ہیں اور کم نکلیں تو بیع جائز ہے مگر مشتری کو اختیار ہے۔
علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حمام بیچا تو پانی گرم کرنے کی دیگ جو زمین سے متصل ہے یا اتنی بڑی اور
بھاری ہے جو ادھر ادھر منتقل نہیں ہو سکتی بیع میں داخل ہے اور چھوٹی دیگ جو متصل نہیں بیع میں داخل نہیں۔ دھوبی کی دیگ جس میں
بھٹی چڑھاتا ہے اور درگیز کے منگے وغیرہ جس میں رنگ طیار کرتا ہے یہ سب اگر متصل ہوں تو داخل ہیں ورنہ نہیں اسی طرح دھوبی کا
پانا ہے۔ (رہنما، کتاب بیوع)

بیع یا شمن مجہول ہونے کے سبب فساد بیع کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَى عِدْلًا عَلَى أَنَّهُ عَشْرَةُ أَتَوَابٍ فَإِذَا هُوَ تِسْعَةٌ أَوْ أَحَدُ عَشَرَ فَسَدَ الْبَيْعُ لِجَهَالَةِ
الْمَبْعِ أَوْ الشَّمَنِ (وَلَوْ بَيَّنَّ لِكُلِّ ثَوْبٍ ثَمَنًا جَازًا فِي فَضْلِ النُّقْصَانِ بِقَدْرِهِ وَلَهُ الْخِيَارُ،

وَلَمْ يَجُزْ فِي الزَّيَادَةِ لِتَحَالُلِ الْعَشْرَةِ الْمُبِينَةِ.

وَلَيْسَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَجُزُّ فِي فَضْلِ النُّقْصَانِ أَيْضًا وَلَيْسَ بِصَحِيحٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ عَلَى أَنَّهُمَا مَرْوِيَانِ فَإِذَا أَحَدُهُمَا مَرْوِيٌّ حَيْثُ لَا يَجُزُّ فِيهِمَا، وَإِنْ بَيَّنَّ ثَمَنُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا؛ لِأَنَّهُ جَعَلَ الْقَبُولَ فِي الْمَرْوِيِّ شَرْطًا لِحُجُوزِ الْعَقْدِ فِي الْهَرَوِيِّ، وَهُوَ شَرْطٌ قَاسِدٌ وَلَا قَبُولَ يُشْتَرَطُ فِي الْمَعْلُومِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ

اور اگر کسی نے کپڑے کی کوئی گٹھری اس شرط پر خریدی کہ یہ دس تھان ہیں لیکن وہ نو یا گیارہ تھان نکلے تو بیع یا شمن بھول ہونے کی وجہ سے بیع قاسد ہو جائے گی اور اگر بائع نے ہر تھان کا شمن بیان کر دیا تو تھان کم نکلنے کی صورت میں موجودہ مقدار کی بیع درست ہوگی اور مشتری کو اختیار ملے اور زیادہ نکلنے کی صورت میں بیع درست نہیں ہوگی اس لئے کہ فردخت کر وہ دس تھان بھول ہیں ایک قول یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تھان کم نکلنے کی صورت میں بھی بیع جائز نہیں ہے لیکن یہ صحیح قول نہیں ہے برخلاف اس صورت کے جب کسی نے ہردی ہونے کی شرط پر دو تھان خریدے پھر ان میں سے ایک ہردی نکل آیا تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ ہر ایک کا شمن بھی بیان کر دیا ہو اس لئے کہ بائع نے ہردی کی بیع میں ہردی کے قبول کرنے کی شرط لگا دی ہے اور یہ شرط قاسد ہے اور معدوم قبول شرط نہیں ہوا کرتا لہذا دونوں مسئلے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کپڑے کی ایک گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اس میں دس تھان ہیں مگر نکلے تو تھان یا گیارہ، تو بیع قاسد ہوگی کہ کسی کی صورت میں شمن بھول ہے اور زیادتی کی صورت میں بیع بھول ہے اور اگر ہر ایک تھان کا شمن بیان کر دیا تھا تو کسی کی صورت میں بیع جائز ہوگی کہ نو تھان کی قیمت دے کر لے لے مگر مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع کو فسخ کر دے اور اگر گیارہ تھان نکلے تو بیع ناجائز ہے کہ بیع بھول ہے ان میں سے ایک تھان کو نسا کم کیا جائیگا۔

اور اگر اس نے تھانوں کی ایک گٹھری خریدی اور ایک غیر معین تھان کا استثناء کر دیا یا بکریوں کا ایک ریوڑ خرید اور ایک بکری غیر معین کا استثناء کیا تو بیع قاسد ہوگی کہ معلوم نہیں وہ مسیحے کون ہے اور اس سے لازم آیا کہ بیع بھول ہو جائے اور اگر معین تھان یا بکری کا استثناء ہوتا تو بیع ناجائز ہوتی کہ بیع میں کسی قسم کی جہالت پیدا نہ ہوتی۔

اور جب کسی شخص نے تھان خرید کر دس گز ہے فی گز ایک روپیہ اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو دس روپے میں لینا پڑیگا اور ساڑھے نو گز نکلا تو مشتری کو اختیار ہے کہ نو روپے میں لے لے یا نہ لے۔

شرط کا ذراع کے ساتھ مقید ہونے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى ثَوْبًا وَاحِدًا عَلَى أَنَّهُ عَشْرَةُ أَذْرُعَ كُلِّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ فَإِذَا هُوَ عَشْرَةٌ وَنِصْفٌ أَوْ تِسْعَةٌ وَنِصْفٌ، قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِيهِ الْوَجْهُ الْأَوَّلُ يَأْخُذُهُ بِعَشْرَةٍ مِنْ غَيْرِ خِيَارٍ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يَأْخُذُهُ بِتِسْعَةٍ إِنْ شَاءَ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يَأْخُذُهُ بِأَحَدٍ عَشَرَ إِنْ شَاءَ، وَفِي الثَّانِي يَأْخُذُهُ بِعَشْرَةٍ إِنْ شَاءَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَأْخُذُ فِي الْأَوَّلِ بِعَشْرَةٍ وَنِصْفٍ إِنْ شَاءَ، وَفِي الثَّانِي بِتِسْعَةٍ وَنِصْفٍ (وَيُخَيَّرُ)؛ لِأَنَّ مِنْ ضَرُورَةٍ مُقَابِلَةِ الذَّرَاعِ بِالدَّرْهَمِ مُقَابِلَةً نِصْفِهِ بِنِصْفِهِ فَيَجْرِي عَلَيْهِ حُكْمُهَا. وَلَا يَسِيءُ يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَمَّا افْرَدَ كُلَّ ذِرَاعٍ بِذَلِ نَزَلَ كُلُّ ذِرَاعٍ مِنْزِلَةً ثَوْبٍ عَلَى حِدَةٍ وَقَدْ انْتَقَضَ.

وَلَا يَسِيءُ حَنِيفَةُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الذَّرَاعَ وَصَفَ فِي الْأَصْلِ، وَإِنَّمَا أَخَذَ حُكْمَ الْمِقْدَارِ بِالشَّرْطِ وَهُوَ مُقَيَّدٌ بِالذَّرَاعِ، فَعِنْدَ عَدَمِهِ عَادَ الْحُكْمُ إِلَى الْأَصْلِ. وَقِيلَ فِي الْبُكْرِي نَاسِ الَّذِي لَا يَتَفَاوُثُ جَوَانِبُهُ لَا يَطِيبُ لِلْمُشْتَرِي مَا زَادَ عَلَى الْمَشْرُوطِ؛ لِأَنَّهُ بِسَمْنِئِلَةِ الْمُؤَزَّوْنِ حَيْثُ لَا يَضُرُّهُ الْفَضْلُ، وَعَلَى هَذَا لَوْ قَالُوا: يَجُوزُ بَيْعُ ذِرَاعٍ مِنْهُ.

ترجمہ

اور کسی نے پکڑنے کا ایک تھان اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے اور ایک درہم میں ہے لیکن وہ تھان ساڑھے دس یا ساڑھے نو گز کا نکلا تو اس مسئلے پر امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں مشتری اسے دس درہم کے عوض بغیر کسی اختیار کے لے گا اور دوسری صورت میں اگر مشتری چاہے تو نو درہم میں لے لے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر مشتری چاہے تو پہلی صورت میں اسے گیارہ درہم کے عوض لے لے اور دوسری صورت میں اگر لیتا چاہے تو دس درہم کے عوض لے لے امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری کا دل کہے تو پہلی صورت میں وہ تھان ساڑھے دس درہم کے عوض اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درہم میں لے لے اور اسے اختیار حاصل ہوگا اس لئے کہ درہم کے ساتھ گز کا مقابلہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ نصف یا بجی نصف لے لے۔ پس نصف پر مقابلے کا حکم ہوگا امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ جب بائع نے ہر گز کا ایک بدل بیان کیا ہے تو ہر گز کا ایک بدل ہی دے دے جس میں اتار لیا جائے گا اور یہاں وہ کم ہو گیا ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ذراع اصل میں نصف ہے اور شرط کیجی

ہے اسے مقدار کا حکم دیا ہے اور شرط اور اس کے ساتھ متعہ ہے پس شرط مقدم ہونے کی صورت میں حکم اصل کی طرف لوٹ آئے گا ایک قول یہ ہے کہ اگر بات اس کے کناروں فرقی نہیں ہو تا اس میں مشتری کیلئے شرط و مقدار یہ ہونے والی زیادتی حلال نہیں ہے کیونکہ اس میں زیادتی کے اور ہے میں ہے چنانچہ علامہ کی اس کیلئے معز نہیں ہے اسی بنا پر فقہاء نے فرمایا کہ اس میں سے ایک ذریعہ منع ہے۔

بیع کے بدل کو بیان کرنے یا نہ کرنے کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کپڑے کی ایک گھڑی خریدی اس شرط پر کہ اس میں دس تھن ہیں مگر نکلے تو تھان یا گیارہ تو بیع فاسد ہوگی کہ کسی کی صورت میں شخص مجبور ہے اور زیادتی کی صورت میں بیع مجبور ہے اور اگر ہر ایک تھان کا ثمن بیان کر دیا تھا تو کسی کی صورت میں بیع جائز ہوگی کہ تو تھان کی قیمت دے کر لے لے مگر مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع کو فتح کر دے اور اگر گیارہ تھان نکلے تو بیع ناجائز ہے کہ بیع مجبور ہے اُن میں سے ایک تھان کو نسا کم کیا جائیگا۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے تھانوں کی ایک گھڑی خریدی اور ایک غیر معین تھان کا استثناء کر دیا یا بکریوں کا ایک ریوڑ خرید اور ایک بکری غیر معین کا استثناء کیا تو بیع فاسد ہوگی کہ معلوم نہیں وہ مستثنیٰ کون ہے اور اس سے لازم آیا کہ بیع مجبور ہو جائے اور اگر معین تھان یا بکری کا استثناء ہوتا تو بیع جائز ہوتا کہ بیع میں کسی قسم کی جہالت پیدا نہ ہوتی۔ تھان خرید اگر دس گز ہے تو ایک روپیہ اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو دس روپے میں لینا پڑیگا اور ساڑھے نو گز نکلا تو مشتری کو اختیار ہے کہ نو روپے میں لے یا نہ لے۔ ایک زمین خریدی کہ اس میں اتنے پھل دار درخت ہیں مگر ایک درخت ایسا نکلا جس میں پھل نہیں آتے تو بیع فاسد ہوئی اور اگر زمین خریدی کہ اس میں اتنے درخت ہیں اور کم نکلے تو بیع جائز ہے مگر مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے پورے ثمن پر لے لے اور چاہے نہ لے اسی طرح اگر مکان خرید کہ اس میں اتنے کمرے یا کوٹھریاں ہیں اور کم نکلیں تو بیع جائز ہے مگر مشتری کو اختیار ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے یہ کہہ کر تھان خرید کہ دس گز کا ہے دس روپے میں اور یہ کہہ دیا کہ دس گز ایک روپیہ اب نکلا کہ تو تھان کم ہے اس کی قیمت کم کر دے اور مشتری کو یہ اختیار ہے کہ نہ لے اور اگر زیادہ نکلا، مثلاً گیارہ یا بارہ گز ہے تو اس زیادہ کا روپیہ یہ دے، یا بیع کو فتح کر دے۔ یہ حکم اس تھان کا ہے جو پورا ایک طرز کا نہیں ہوتا جیسے چکن، گنبدان اور اگر ایک طرح کا ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بائع اس زیادتی کو پھاڑ کر دے۔ اگر مشتری کو دیا ہے۔

(در مختار، کتاب بیوع)

فصل

﴿یہ فصل بطور تابع ہو کر بیع میں شامل چیزوں کے بیان میں ہے﴾

بیع میں تابع اشیاء فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے بیوع کے بنیادی و اساسی مسائل کو ذکر کیا ہے جو مسائل دیگر مسائل کیلئے بطور قواعد یا اساس بنتے ہیں۔ جس میں بیع و بیع کے ایجاب و قبول و دیگر التزامی مسائل کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اب یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان چیزوں کا بیان کر رہے ہیں جو صراحت کے ساتھ تو بیع کے ساتھ مذکور نہیں ہوا کرتے البتہ حکم کے اعتبار سے اور بیع کے تابع ہو کر اس میں داخل ہوتی ہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ تابع ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔ علامہ ابن محمود باہرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل دو بنیادی قواعد پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ہر وہ چیز جس عرف کے مطابق بیع کا نام شامل ہو وہ بیع میں داخل ہوگی خواہ اس کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا جائے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے ہر وہ چیز اتصال اقرار کے ساتھ بیع کے ساتھ ملی ہوئی ہے وہ بھی تابع ہو کر بیع میں شامل ہوگی۔

(عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، بیروت)

گھر میں عمارت کے داخل ہونے کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ بِنَاؤُهَا فِي الْبَيْعِ وَإِنْ لَمْ يُسَمَّهِ، لِأَنَّ اسْمَ الدَّارِ يَتَأَوَّلُ الْعُرْصَةَ وَالْبِنَاءَ عَلَى الْعُرْفِ) وَلَأنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا اتِّصَالٌ قَرَارٌ فَيَكُونُ تَبَعًا لَهُ.

(وَمَنْ بَاعَ أَرْضًا دَخَلَ مَا فِيهَا مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَإِنْ لَمْ يُسَمَّهِ) لِأنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا لِلْقَرَارِ فَانْتَبَهَ الْبِنَاءُ (وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِي بَيْعِ الْأَرْضِ إِلَّا بِالتَّسْمِيَةِ) لِأنَّهُ مُتَّصِلٌ بِهَا لِلْفَضْلِ فَشَابَهَ الْمَتَاعَ الَّذِي فِيهَا.

ترجمہ

اور جب کسی نے کوئی مکان بچا تو اسکی عمارت بھی بیع میں داخل ہوگی خواہ اسکو ذکر نہ کرے کیونکہ عرف میں لفظ دار محن اور عمارت دونوں کو شامل ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ عمارت کو زمین کے ساتھ اتصال قرار حاصل ہے لہذا وہ مکان کے تابع ہوگی اور جب کسی شخص نے کوئی زمین فروخت کی تو اس زمین میں موجود کھجور اور دیگر چیزوں کے درخت بھی بیع میں داخل ہوں گے اگرچہ انکی

مراست نہ کی ہو اسلئے کہ درخت زمین کے ساتھ برقرار رہے کیلئے متصل ہیں تو یہ عمارت کے مشابہ ہو گئے اور کچھ بغیر بیان کے زمین کی بیج میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ وہ زمین سے جدا ہونے کیلئے متصل ہے لہذا یہ گھر میں موجود سامان کے مشابہ ہوگی۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی مکان خریدا تو جتنے کمرے کو گھریاں ہیں سب بیج میں داخل ہیں یہ جو چیز بیج کے ساتھ متصل ہو اور اس کا اتصال اتصال قرار ہو یعنی اس کی وضع اس لیے نہیں ہے کہ جدا کر لی جائے گی تو یہ بھی بیج میں داخل ہوگی مثلاً مکان کا زینہ یا ککڑی کا زینہ جو مکان کے ساتھ متصل ہو کیواڑ اور چوکت اور کڈی اور وہ قفل جو کیواڑ میں متصل ہوتا ہے اور اس کی ککڑی۔ دوکان کے سامنے جو تختے لگے ہوتے ہیں یہ سب بیج میں داخل ہیں اور وہ قفل جو کیواڑ سے متصل نہیں بلکہ الگ رہتا ہے جیسے عام طور پر تالے ہوتے ہیں یہ بیج میں داخل نہیں بلکہ یہ بانچ لے لے گا۔ زمین بیج ڈالی تو اس میں چھوٹے بڑے چلدار اور بے چل جتنے درخت ہیں سب بیج میں داخل ہیں مگر سوکھا درخت جو ابھی تک زمین سے اکھڑا نہیں ہے وہ داخل نہیں کہ یہ گویا ککڑی ہے جو زمین پر رکھی ہے۔

لہذا آم وغیرہ کے پودے جو زمین میں ہوتے ہیں کہ برسات میں یہاں سے کھود کر دوسری جگہ لگائے جاتے ہیں یہ بھی داخل ہیں، مکان بچا تو کچھ بیج میں داخل نہ ہوگی اگر چہ بیجے کا پات زمین میں جزا ہو اور ڈول رشتی بھی داخل نہیں اور کوئیں پر پانی بھرنے کی چرٹی اگر متصل ہو تو داخل ہے اور اگر رشتی سے بندھی ہو یا دونوں بازوؤں میں حلقہ بنا ہے کہ پانی بھرنے کے وقت چرٹی لگا دیتے ہیں پھر الگ کر دیتے ہیں تو ان دونوں صورتوں میں داخل نہیں۔ (فتح القدر شرح الہدایہ، کتاب بیوع)

کھجور کی بیج پر پھل بانچ کا ہونے کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا أَوْ شَجَرًا فِيهِ ثَمَرٌ فَلْثَمَرُهُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يُشْرَطَ الْمُتَبَاعُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اشْتَرَى أَرْضًا فِيهَا نَخْلٌ فَلْثَمَرَةُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يُشْرَطَ الْمُتَبَاعُ)
وَلَا أَنْ يَتَّصَلَ وَإِنْ كَانَ حَلْقَةً فَهُوَ لِلْقَطْعِ لَا لِلْبَقَاءِ فَصَارَ كَالزَّرْعِ.
(وَيُقَالُ لِلْبَائِعِ أَقْطَعَهَا وَسَلَّمُ الْمُبِيعِ) وَكَذَا إِذَا كَانَ فِيهَا زَرْعٌ، لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِي
مَشْغُولٌ بِمِلْكِ الْبَائِعِ فَكَانَ عَلَيْهِ تَفْرِيعُهُ وَتَسْلِيمُهُ، كَمَا إِذَا كَانَ فِيهِ مَتَاعٌ
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُتْرَكُ حَتَّى يَظْهَرَ صِلَاحُ الثَّمَرِ وَيُسْتَخَصَّ الزَّرْعُ؛ لِأَنَّ
الْوَاجِبَ إِنَّمَا هُوَ التَّسْلِيمُ الْمُعْتَادُ، وَالْمُعْتَادُ أَنْ لَا يَقْطَعَ كَذَلِكَ وَصَارَ كَمَا إِذَا انْقَضَتْ
مُدَّةُ الْإِجَارَةِ وَفِي الْأَرْضِ زَرْعٌ.

فَلَنَا: هُنَاكَ التَّسْلِيمُ وَاجِبٌ أَيْضًا حَتَّى يُتْرَكَ بِأَجْرٍ، وَتَسْلِيمُ الْعَوْضِ كَتَسْلِيمِ الْمَعْوِضِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الشَّعْرُ بِحَالٍ لَهُ قِيَمَةٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّحِیحِ وَيَكُونُ فِي الْحَالِ لِلْبَّائِعِ، لِأَنَّ بَيْعَهُ يَجُوزُ فِي أَصَحِّ الرَّوَائِیْنِ عَلَى مَا تَبَيَّنَ فَلَا يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الشَّجَرِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ:

ترجمہ

اور جب کسی نے کھجور کا درخت یا کوئی پھل دار درخت بیچا تو اس کے پھل بائع کے ہوں گے مگر یہ کہ مشتری انہیں بھی لینے کی شرط لگا دے اس لئے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسی زمین خریدی جس میں کھجور کا درخت ہو تو اس کے پھل بائع کے ہوں گے مگر جب مشتری شرط لگا دے اور اس لئے بھی کہ اگرچہ درختوں کے ساتھ پھلوں کا اتصال پیدا کئی ہے مگر وہ پھر جمی توڑنے ہی کیلئے ہے بقاء کیلئے نہیں ہے اور یہ کھیتی کی طرح ہو گئے اور بائع سے کہا جائے گا کہ پھلوں کو توڑ کر بیچ مشتری کے حوالے کر دے اور اسی طرح اگر زمین میں کھیتی ہو کیونکہ مشتری کی ملکیت بائع کی ملکیت کیساتھ مشغول ہے لہذا اس کو خالی کر کے مشتری کے حوالے کرنا بائع کی ذمہ داری ہو جیسے کہ اس صورت میں جب مکان میں بائع کا سامان ہو۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پھل اور کھیتی دونوں کو چھوڑ دیا جائے جب تک کہ پھل کی منفعت ظاہر ہو جائے اور کھیتی کاٹ لی جائے اس لئے کہ مقطر طریقے سے ہی سپرد کرنا واجب ہے اور عادتاً ظہور منفعت سے پہلے پھلوں کو نہیں توڑا جاتا اور یہ ایسا ہو گیا جب زمین میں کھیتی رہتے ہوئے اجارہ کی مدت ختم ہو جائے ہم کہتے ہیں کہ بھائے کھیتی کی صورت میں بھی زمین کی سپردگی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ زمین کو اجرت پر چھوڑا جاتا ہے اور عوض کی سپردگی معوض کی سپردگی کی طرح ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے اس صورت میں جب پھل ایسی حالت میں ہوں کہ ان کی قیمت یا ان کی قیمت نہ ہو اور دونوں صورتوں میں وہ بائع کے ہوں گے اس لئے کہ دو میں سے صحیح روایت کے مطابق ان کی بیع جائز ہے جیسا کہ ہم آگے سے بیان کریں گے بلکہ پھل صراحت کیساتھ بیع ارض میں داخل نہیں ہوں گے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور کا درخت تاہیر کیا ہو بیچ تو اس کے پھل بائع کے ہوں گے مگر جس صورت میں مشتری شرط کر لے کہ پھل میرے ہیں۔

(موطائمام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1200)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے زمین بیچ لی اور اس میں کھیتی ہے تو زراعت بائع کی ہے البتہ اگر مشتری شرط کر لے یعنی مع زراعت کے لئے مشتری کی ہے اسی طرح اگر درخت بیچا جس میں پھل موجود ہیں تو یہ پھل

بائع نے ہیں مگر جبکہ مشتری اپنے لیے شرط کر لے۔ اسی طرح جمعیلی گلاب، جوہی وغیرہ کے درخت خریدے تو پھول بائع کے ہیں مگر جبکہ مشتری شرط کر لے۔ (فتح القدیر شرح الہدایہ، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے زراعت والی زمین یا پھل والا درخت خریدا تو بائع کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب تک چاہے زراعت رہنے دے یا پھل نہ توڑے بلکہ اُس سے کہا جائے گا کہ زراعت کاٹ لے اور پھل توڑ لے اور زمین یا درخت مشتری کو سپرد کر دے کیونکہ اب وہ مشتری کی ملک ہے اور دوسرے کی ملک کو مشغول رکھنے کا اسے حق نہیں، البتہ اگر مشتری نے ثمن ادا نہ کیا ہو تو بائع پر تسلیم بیع واجب نہیں۔

یا پھر اس نے کمیت کی زمین بیع کی جس میں زراعت ہے اور بائع یہ چاہتا ہے کہ جب تک زراعت طیار نہ ہو کمیت ہی میں رہے طیار ہوئے پر کاٹی جائے اور اتنے زمانہ تک کی اجرت دینے کو کہتا ہے اگر مشتری راضی ہو جائے تو اب بھی کر سکتا ہے بغیر رضامندی نہیں کر سکتا۔

کاٹنے کے لیے درخت خریدا ہے تو عادیہ درخت خریدنے والے جہاں تک جڑ کھود کر نکال کر تے ہیں یہ بھی جڑ کھود کر نکالے گا مگر جبکہ بائع نے یہ شرط کر دی ہو کہ زمین کے اوپر سے کاٹنا ہوگا جڑ کھودنے کی اجازت نہیں تو اس صورت میں زمین کے اوپر ہی سے درخت کاٹ سکتا ہے یا شرط نہیں کی ہے مگر جڑ کھودنے میں بائع کا نقصان ہے مثلاً وہ درخت دیوار یا کوئیں کے قرب میں ہے جڑ کھودنے میں دیوار گر جائے یا کوئل منہدم ہو جائے کا اندیشہ ہے تو اس حالت میں بھی زمین کے اوپر سے ہی کاٹ سکتا ہے پھر اگر اُس جڑ میں دوسرا درخت پیدا ہو تو یہ درخت بائع کا ہوگا ہاں اگر درخت کا کچھ حصہ زمین کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ اور اس میں شاخیں نکلیں تو یہ شاخیں مشتری کی ہیں۔ کاٹنے کے لیے درخت خریدا ہے اس کے ٹپے کی زمین بیع میں داخل نہیں اور باقی رکھنے کے لیے خریدا ہے تو زمین بیع میں داخل ہے اور اگر بیع کے وقت نہ یہ ظاہر کیا کہ کاٹنے کے لیے خریدا ہے نہ یہ کہ باقی رکھنے کے لیے خریدا ہے تو بھی ٹپے کی زمین بیع میں داخل ہے۔ (رہنما، کتاب بیوع)

بیع ہونے کی حالت میں زمین بیچنے کا بیان

وَأَمَّا إِذَا بَاعَ الْأَرْضَ وَقَدْ بَذَرَ فِيهَا صَاحِبُهَا وَلَمْ يَنْبُثْ بَعْدَ لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ ؛ لِأَنَّهُ مُوَدَّعٌ فِيهَا كَالْمَنَاعِ .

وَلَوْ نَبَتْ وَلَمْ تَصِرْ لَهُ قِيمَةً فَقَدْ قِيلَ لَا يَدْخُلُ فِيهِ، وَقَدْ قِيلَ يَدْخُلُ فِيهِ، وَكَانَ هَذَا بِنَاءً عَلَى الْإِخْتِلَافِ فِي جَوَازِ بَيْعِهِ قَبْلَ أَنْ تَنَالَهُ الْمَشَاوِرُ وَالْمَنَاجِلُ، وَلَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ وَالنَّمْرُ بِذِكْرِ الْحَقُوقِ وَالْمَرَاقِ ؛ لِأَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْهُمَا .

وَلَوْ قَالَ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ لَهُ فِيهَا وَمِنْهَا مِنْ حَقُوقِهَا أَوْ قَالَ مِنْ مَرَاغِقِهَا لَمْ يَدْخُلَا

بِهِ لِمَا فَلْنَا، وَإِنْ لَمْ يَنْقُلْ مِنْ حَقُولِهَا أَوْ مِنْ مَرِئِهَا دَخَلَا فِيهِ .

وَأَمَّا الشَّرُّ الْمَحْذُورُ وَالزُّرْعُ الْمَحْصُودُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَنَاعِ لَا يَدْخُلُ إِلَّا بِالتَّضَرُّعِ بِهِ .

ترجمہ

اور جب زمین اس حال میں فروخت کی گئی کہ زمین کے مالک نے اس میں بیج ڈال دیا تھا اور ابھی تک وہ اگے نہیں تھا تو بیج زمین کی بیج میں داخل نہیں ہوگا اس لئے کہ سامان کی طرح یہ بھی زمین میں رکھا ہوا ہے اور اگر بیج اگ گیا لیکن ابھی تک اس کی قیست نہیں لگی ہے تو ایک قول یہ کہ وہ بیج میں داخل نہیں ہوگا اور ایک قول یہ کہ داخل ہو جائے گا اور ایسا لگتا ہے کہ یہ اختلاف درایتیوں سے کاٹنے اور ہونٹوں سے پکڑنے سے قبل اسکی جواز بیج کے متعلق ہونے والے اختلاف پر مبنی ہے اور کھیتی اور پھل حقوق اور مراعات کی صراحت سے بیج میں داخل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ دونوں حقوق اور مراعات میں سے نہیں ہے۔ اور اگر بائع نے یہ کہا کہ ہر قلیل و کثیر کیساتھ جو اس بیج میں موجود ہیں یا بیج سے یا اس کے حقوق اور مراعات میں سے ہو تو بھی کھیتی اور پھل بیج میں داخل نہیں ہوں گے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا اور اگر من حقوق یا من مرائعہ نہیں کہا تو وہ دونوں بیج میں داخل ہو جائیں گے لیکن توڑے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی صراحت کے بغیر بیج میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ یہ سامان کے درجہ میں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے درخت کو کاٹنے کی غرض سے خریدا ہے تو مشتری کو حکم دیا جائے گا کہ کاٹ لے جائے چھوڑ رکھنے کی اجازت نہیں اور اگر باقی رکھنے کے لیے خریدا ہے تو کاٹنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا اور کاٹ بھی لے تو اس کی جگہ پر دوسرا درخت لگا سکتا ہے بائع کو روکے کا حق حاصل نہیں کیونکہ زمین کا اتنا حصہ اس صورت میں مشتری کا ہو چکا۔ جڑ سمیت درخت خریدا اور اس کی جڑ میں سے اور درخت اگے اگر ایسا ہے کہ پہلا درخت کاٹ لیا جائے تو یہ درخت سوکھ جائیں گے تو یہ بھی مشتری کے ہیں کہ اسی کے درخت سے اگے ہیں ورنہ بائع کے ہیں مشتری کو ان سے تعلق نہیں۔

زراعت تیار ہونے سے قبل بیج دی اس شرط پر کہ جب تک طیار نہ ہوگی کھیت میں رہے گی یا کھیت کی زمین بیج ڈالی اور اس میں زراعت موجود ہے اور شرط یہ کہ جب تک طیار نہ ہوگی کھیت میں رہے گی یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ زمین بیج کی تو وہ چیزیں جو زمین میں باقی رکھنے کی غرض سے ہیں جیسے درخت اور مکانات یہ بیج میں داخل ہیں اگر چنانچہ کو بیج میں ڈر نہ کیا ہو اور یہ بھی نہ کہا ہو کہ بیج حقوق و مراعات کے ساتھ خریدا ہوں البتہ اس زمین میں سوکھا اور درخت ہے تو اس طرح کی بیج میں داخل نہیں اور جو چیزیں باقی رکھنے کے لیے نہ ہوں جیسے بانس، نرکل، گھاس یہ بیج میں داخل نہیں مگر جبکہ بیج میں ان کا ذکر دیا جائے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

کے بچے بچوں کی بیچ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ لَمْزَرَ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا أَوْ قَدْ بَدَا جَزَارُ الْبَيْعِ) ؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ ، إِمَّا لِحُكْمِهِ مُنْتَفَعًا بِهِ فِي الْحَالِ أَوْ فِي النَّاسِ ، وَقَدْ قِيلَ لَا يَجُوزُ قَبْلَ أَنْ يَبْدُو صَلَاحُهَا وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ (وَعَلَى الْمُشْتَرِي قَطْعُهَا فِي الْحَالِ) تَفْرِيفًا لِمَلِكِ الْبَائِعِ ، وَهَذَا إِذَا اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا أَوْ بِشَرْطِ الْقَطْعِ .

ترجمہ

فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایسے بچل فروخت کیے جن کی صلاح ظاہر نہیں ہوئی یا ظاہر ہوگئی تو دونوں صورتوں میں بیچ جائز ہوگی اس لئے کہ وہ بچل مال متقوم ہے یا تو فی الحال اس کے قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے یا آگے چل کر قابل انتفاع ہونے کی وجہ سے ایک قول یہ ہے کہ ہر دو صلاح سے پہلے بچلوں کی بیچ جائز نہیں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور بائع کی ملکیت خالی کرنے کیلئے مشتری پر فوراً وہ بچل توڑنا واجب ہے اور بیچ اس صورت میں جائز ہے جب بچلوں کو مطلقاً خریدا ہو یا توڑنے کی شرط کیسا تھ خریدا ہو۔

شرط فاسد کے سبب بیچ کے عدم جواز کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام مثلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے باغ کی بہار بچل آنے سے پہلے بیچ ڈالی یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کچھ بچل آچکے ہیں کچھ باقی ہیں جب بھی ناجائز ہے جبکہ موجود وغیرہ موجود دونوں کی بیچ مقصود ہو اور اگر سب بچل آچکے ہیں تو یہ بیچ درست ہے مگر مشتری کو یہ حکم ہوگا کہ ابھی بچل توڑ کر درخت خالی کر دے اور اگر یہ شرط ہے کہ جب تک بچل طیار نہ ہوں گے درخت پر رہیں گے طیار ہو جانے کے بعد توڑے جائیں گے تو یہ شرط فاسد ہے اور بیچ ناجائز اور اگر بچل آ جانے کے بعد بیچ ہوئی مگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اور بچل پیدا ہو گئے بیچ فاسد ہوگی کہ اب بیچ وغیرہ بیچ میں امتیاز باقی نہ رہا اور قبضہ کے بعد دوسرے بچل پیدا ہوئے تو بیچ پر اس کا کوئی اثر نہیں مگر چونکہ یہ جدید بچل بائع کے ہیں اور امتیاز ہے نہیں لہذا بائع و مشتری دونوں شریک ہیں رہا یہ کہ کتنے بچل بائع کے ہیں اور کتنے مشتری کے اس میں مشتری حلف سے جو کچھ کہدے اس کا قول معتبر ہے۔

(فتح القدیر کتاب بیوع)

اور جب اس نے بچل خریدا ہے نہ یہ شرط کی کہ ابھی توڑ لے گا اور نہ یہ کہ کتنے تک درخت پر رہیں گے اور بعد عقد بائع نے درخت پر چھوڑنے کی اجازت دیدی تو یہ جائز ہے۔ اور اب بچلوں میں جو کچھ زیادتی ہوگی وہ مشتری کے لیے حلال ہے بشرطیکہ درخت پر بچل چھوڑے رہنے کا عرف نہ ہو کیونکہ اگر عرف ہو چکا ہو جیسا کہ اس زمانہ میں عموماً برصغیر میں یہی ہوتا ہے کہ یہاں شرط نہ ہو جب بھی شرط ہی کا حکم ہوگا اور بیچ فاسد ہوگی البتہ اگر تصریح کر دی جائے کہ فی الحال توڑ لیتا ہوگا اور بعد میں مشتری کے لیے بائع نے اجازت دیدی تو یہ بیچ فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر بیچ میں شرط ذکر نہ کی اور بائع نے درخت پر رہنے کی اجازت بھی نہ دی مگر مشتری نے

پھل نہیں توڑے تو اگر بہ نسبت سابق پھل بڑے ہو گئے تو جو کچھ زیادتی ہوئی اسے صدقہ کرے یعنی بیج کے دن پھلوں کی جو قیمت تھی اس قیمت پر آج کی قیمت میں جو کچھ اضافہ ہوا وہ خیرات کرے مثلاً اُس روز دس روپے قیمت تھی اور آج ان کی قیمت بارہ روپے ہے تو دو روپے خیرات کر دے اور اگر بیج ہی کے دن پھل اپنی پوری مقدار کو پہنچ چکے تھے، اُن کی مقدار اس زمانہ میں کچھ نہیں بڑھی صرف اتنا ہوا کہ اُس وقت کچے ہوئے نہ تھے، اب پک گئے تو اس صورت میں صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اتنے دنوں بغیر اجازت اُس کے درخت پر چھوڑے رہنے کا گناہ ہوا۔

اور جب اس نے پھل خریدے اور یہ خیال ہے کہ بیج کے بعد اور پھل پیدا ہو جائیں گے یا درخت پر پھل رہنے میں پھلوں میں زیادتی ہوگی جو بغیر اجازت بائع ناجائز ہوگی اور چاہتا ہے کہ کسی صورت سے جائز ہو جائے تو اس کا یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مشتری شرم ادا کرنے کے بعد بائع سے باغ یا درخت بنائی پر لے لے اگرچہ بائع کا حصہ بہت قلیل قرار دے مثلاً جو کچھ اس میں ہوگا اُس میں نو سو نانواں سے مشتری کے اور ایک حصہ بائع کا تو اب جو نئے پھل پیدا ہوں گے یا جو کچھ زیادتی ہوگی بائع کا وہ ہزارواں حصہ دے کر مشتری کے لیے جائز ہو جائے گی مگر یہ حیلہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ درخت یا باغ کسی ختمی کا نہ ہو نہ وقفہ ہو اور اگر بیکن، مرجعیں، کھیرے، گلری وغیرہ خریدے ہوں اور ان کے درختوں یا بیلوں میں آئے دن نئے پھل پیدا ہوں گے تو یہ کرے کہ وہ درخت یا بیلیں بھی مشتری خرید لے کہ اب جو نئے پھل پیدا ہوں گے مشتری کے ہو گئے۔ اور زراعت کتنے سے قبل خریدی ہے تو یہ کرے کہ جتنے دنوں میں وہ طیار ہوگی اُس کی مدت مقرر کر کے زمین اجارہ پر لے لے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط کے سبب فساد بیع کا بیان

(وَإِنْ شَرَطَ تَرْكُهَا عَلَى النَّحِيلِ فَسَدَ الْبَيْعُ) ؛ لِأَنَّهُ شَرَطَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَهُوَ شَغْلُ
مِلْكِ الْغَيْرِ أَوْ هُوَ صَفَقَةٌ فِي صَفَقَةٍ وَهُوَ إِعَارَةٌ أَوْ إِجَارَةٌ فِي بَيْعٍ، وَكَذَا بَيْعُ الزَّرْعِ
بِشَرَطِ التَّرْكِ لِمَا قُلْنَا، وَكَذَا إِذَا تَنَاهَى عِظْمُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا
اللَّهُ لِمَا قُلْنَا، وَاسْتَحْسَنَهُ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لِلْعَادَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَتَنَاهَ عِظْمُهَا ؛
لِأَنَّهُ شَرَطَ فِيهِ الْجُزْءُ الْمَعْدُومُ وَهُوَ الَّذِي يَزِيدُ لِمَعْنَى مِنَ الْأَرْضِ أَوْ الشَّجَرِ. وَلَوْ
اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا بِإِذْنِ الْبَائِعِ طَابَ لَهُ الْفَضْلُ، وَإِنْ تَرَكَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ تَصَدَّقَ بِمَا
زَادَ فِي ذَاتِهِ لِحُصُولِهِ بِجَهَةِ مَحْظُورَةٍ، وَإِنْ تَرَكَهَا بَعْدَ مَا تَنَاهَى عِظْمُهَا لَمْ يَتَصَدَّقْ
بِشَيْءٍ.

لَأنَّ هَذَا تَغْيِيرُ حَالَةٍ لَا تَحَقُّقُ زِيَادَةٍ، وَإِنْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا عَلَى النَّحِيلِ وَقَدْ

اَسْتَاجَرَ النَّجِيلَ إِلَى وَقْتِ الْإِذَاكَ طَابَ لَهُ الْفَضْلُ ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ بَاطِلَةٌ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ
وَالْحَاجَةِ فَبَقِيَ الْإِذْنُ مُعْتَبَرًا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى الزَّرْعَ وَاسْتَاجَرَ الْأَرْضَ إِلَى أَنْ
يُذْرِكَ وَتَرَكَهُ حَيْثُ لَا يَطِيبُ لَهُ الْفَضْلُ ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ قَاسِدَةٌ لِلْجَهَالَةِ فَأَوْرَثَتْ خُبْنًا

ترجمہ

اور اگر مشتری نے پھلوں کو درخت پر چھوڑنے کی شرط لگا دی تو بیع فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ شرط عقد کے تحت نہ کے خلاف ہے اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھتا ہے یا وہ ایک عقد میں دوسرے عقد ہے اور وہ اعادہ ہے یا تو اجارہ ہے۔ اور ایسے ہی کھیتی کی بیج زمین میں چھوڑنے کیساتھ فاسد ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی اور اسی طرح جب پھلوں کی موٹائی متناہی ہوگی ہو تو بھی بیع شرط ترک فاسد ہے شیخین کے نزدیک اسی دلیل کی بنا پر جو ہم پہلے بیان کر چکے اور امام محمد نے عادت الناس کے پیش نظر یہ بنائے امتحان اسے جائز کر رکھا ہے برخلاف اس صورت کے جب پھلوں موٹائی اور بڑھوتری متناہی نہ ہوگی تو اس لئے کہ اس میں زمین یا درخت کی قوت سے بڑھنے والے ایک معدوم چیز کی شرط ہے۔ اور اگر پھلوں کو مطلق طور پر خرید اور بائع کی اجازت سے انہیں درختوں پر چھوڑے رکھا تو پھلوں کا اضافہ مشتری کیلئے حلال ہے اور اگر بائع کی اجازت کے بغیر چھوڑے رکھا تو زمین ذات میں ہونے والے اضافہ کو صدقہ کردے اسلئے کہ یہ اضافہ ممنوع جہت سے حاصل ہوا ہے اور اگر پھلوں کی بڑھوتری مکمل ہونے کے بعد انہیں چھوڑے رکھا تو آج بھی صدقہ نہ کرے اس لئے کہ یہ حالت کا تغیر ہے زیادتی کا جو نہیں ہے۔

اور اگر پھلوں کو مطلق طور پر خرید کر درختوں پر چھوڑ دیا اور پکنے کے وقت تک درختوں کو اجارہ پر بھی لے لیا تو اس کیسے زیادتی حلال ہوگی اس لئے کہ رواج اور ضرورت نہ ہوگی وجہ سے اجارہ باطل ہے لہذا صرف بائع کی اجازت کا اعتبار رہ گیا برخلاف اس صورت کے جب کھیتی خرید اور پکنے تک زمین کو اجارہ پر لے لیا اور کھیتی کو چھوڑ دیا تو اس کیلئے زیادتی حلال نہیں ہوگی اس لئے کہ جہالت کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے لہذا اس جہالت نے بیع میں گندگی پیدا کر دی ہے۔

تقاضہ عقد کے خلاف شرط کے سبب فساد بیع کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع میں ایسی شرط ذکر کرنا کہ خود عقد اس کا متضمنی ہے معترض نہیں مثلاً بائع پر بیع کے قبضہ دلانے کی شرط اور مشتری پر خن اور اگر نہ کرنے کی شرط اور اگر وہ شرط معتقنا سے معتق نہیں مگر عقد کے مناسب ہو اس شرط میں بھی حرج نہیں مثلاً یہ کہ مشتری خن کے لیے کوئی خاص من چیلے۔ یا خن کے مقابل میں فلاں چیز دین رکھے اور جس کو فاسد من بتایا ہے اس نے انی محس میں نہانت کر بھی لی اور اگر اس نے نہانت قبول نہ کی تو بیع فاسد ہے اور اگر مشتری نے نہانت یا زمین سے ریزائی تو بائع بیع فاسد کر سکتا ہے۔ اسی طرح مشتری نے بائع سے خاص من طلب کیا کہ میں اس شرط سے خریدتا ہوں کہ فلاں شخص نہ من ہو جائے کہ بیع پر قبضہ دلادے یا بیع میں کسی کا حق نکلے گا تو خن واپس ملے گا یہ شرط بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ شرط اس قسم کی ہو نہ اس

قسم کی مگر شرع نے اس کو جائز رکھا ہے جیسے خیار شرط یا وہ شرط ایسی ہے جس پر مسلمانوں کا عام طور پر عمل درآمد ہے جیسے آن کر کل گھڑیوں میں گارنٹی سال دو سال کی ہوا کرتی ہے کہ اس مدت میں خراب ہوگی تو درستی کا ذمہ دار بائع ہے ایسی شرط بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی نہ ہو یعنی شریعت میں بھی اس کا جواز نہیں وارد ہوا اور مسلمانوں کا تعامل بھی نہ ہو وہ شرط فاسد ہے اور بیع کو بھی فاسد کر دیتی ہے مثلاً کپڑا خرید اور یہ شرط کر لی کہ بائع اس کو قطع کر کے دیے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

قبضہ سے پہلے نئے پھلوں کے اگنے کا بیان

وَلَوْ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا فَأَثْمَرَتْ ثَمَرًا آخَرَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَسَدَ الثَّمَرُ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ تَسْلِيمُ
الْمَبِيعِ لَتَعْدِلُ التَّمْيِيزُ.

وَلَوْ أَثْمَرَتْ بَعْدَ الْقَبْضِ يَشْتَرِي فِيهِ لِلَاخْتِلَافِ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي فِي مَقْدَارِهِ؛
لِأَنَّهُ فِي يَدِهِ، وَكَذَلِكَ فِي الْبَاذِنَجَانِ وَالْبَطِيخِ، وَالْمَخْلُصُ أَنْ يَشْتَرِيَ الْأَصُولَ لِيَتَحَصَلَ
الزِّيَادَةُ عَلَى مِلْكِهِ.

ترجمہ

اور جب پھلوں کو خرید اور قبضہ سے پہلے درختوں پر دوسرے پھل آگئے تو بیع فاسد ہے کیونکہ دونوں پھلوں میں امتیاز ناممکن ہونے کی وجہ سے بائع کے لئے بیع سپرد کرنا محال ہے اور اگر قبضہ کے بعد دوسرے پھل آئے تو بیع اور غیر بیع مل جانے کی وجہ سے دونوں میں شریک ہوں گے اور زائد کی مقدار میں مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ اسی کے قبضہ میں ہے اور اسی طرح بیٹن اور خربوزہ میں بھی یہی حکم ہوگا اور چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں کو خرید لے تاکہ انکی ملکیت میں اضافہ ہو۔

فرق کی عدم امکان پر فساد بیع کا بیان

مذکور متن میں صاحب ہدایہ نے فساد بیع کی دلیل کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب کسی شخص بیع میں قبضہ سے پہلے ہی نئے پھل آگئے ہیں تو وہ بیع فاسد ہو جائے گی کیونکہ جب پھل آگئے ہیں تو ظاہر ہے دونوں کی مماثلت ایک جیسی ہے اور اب یہ شمار کس طرح ہوگا کہ یہ موجودہ پھل پہلے والی بیع کا ہے یا پھر اس کے بعد نیا اگنے والا ہے۔ لہذا عدم فرق کے سبب بیع میں بیع شدہ پھلوں اور غیر بیع شدہ پھلوں کے مشتمل ہونے کے سبب احتمال بھی پیدا ہوا اور شک و شبہ بھی پیدا ہو چکا۔ پس اختلاف بیع کے سبب اس بیع کو فاسد قرار دیا جائے گا۔ (رضوی عفی عنہ)

علامہ ابن ہمام غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے باغ کی بہار پھل آنے سے پہلے بیع ڈالی یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کچھ پھل آچکے ہیں کچھ باقی ہیں جب بھی ناجائز ہے جبکہ موجودہ موجودہ غیر موجودہ دونوں کی بیع مقصود ہو اور اگر سب پھل آچکے ہیں تو یہ بیع درست ہے مگر مشتری کو یہ حکم ہوگا کہ ابھی پھل تو ذکر درخت خالی کر دے اور اگر یہ شرط ہے کہ جب تک پھل حیدار نہ ہوں گے

درخت پر ہیں گے طیار ہو جانے کے بعد توڑے جائیں گے تو یہ شرط فاسد ہے اور بیج ناجائز اور اگر پھل آ جانے کے بعد بیج بوئی مگر بنوزمشری کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اور پھل پیدا ہو گئے بیج فاسد ہو گئی کہ اب بیج وغیرہ بیج میں اختیار باقی نہ رہا اور قبضہ کے بعد دوسرے پھل پیدا ہوئے تو بیج پر اس کا کوئی اثر نہیں مگر چونکہ یہ جدید پھل پانچ کے ہیں اور اختیار ہے نہیں لہذا پانچ و مشری دونوں شریک ہیں رہا یہ کہ کتنے پھل پانچ کے ہیں اور کتنے مشری کے اس میں مشری حلف سے جو کچھ کہدے اُس کا قول معتبر ہے۔ پھل خریدے نہ یہ شرط کی کہ ابھی توڑ لے گا اور نہ یہ کہ پکے تک درخت پر رہیں گے اور بعد عقد پانچ نے درخت پر چھوڑنے کی اجازت دیدی تو یہ جائز ہے۔ اور اب پھلوں میں جو کچھ زیادتی ہوگی وہ مشری کے لیے حلال ہے بشرطیکہ درخت پر پھل چھوڑے رہنے کا عرف نہ ہو کیونکہ اگر عرف ہو چکا ہو جیسا کہ اس زمانہ میں عموماً ہندوستان میں یہی ہوتا ہے کہ یہاں شرط نہ ہو جب بھی شرط ہی کا حکم ہوگا اور بیج فاسد ہوگی البتہ اگر تصریح کر دی جائے کہ فی الحال توڑ لیتا ہوگا اور بعد میں مشری کے لیے پانچ نے اجازت دیدی تو یہ بیج فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر بیج میں شرط ذکر نہ کی اور پانچ نے درخت پر رہنے کی اجازت بھی نہ دی مگر مشری نے پھل نہیں توڑے تو اگر یہ نسبت سابق پھل بڑے ہو گئے تو جو کچھ زیادتی ہوئی اسے صدقہ کرے یعنی بیج کے دن پھلوں کی جو قیمت تھی اُس قیمت پر آج کی قیمت میں جو کچھ اضافہ ہوا وہ خیرات کرے مثلاً اُس روز دس روپے قیمت تھی اور آج ان کی قیمت بارہ روپے ہے تو دو روپے خیرات کر دے اور اگر بیج ہی کے دن پھل اپنی پوری مقدار کو پہنچ چکے تھے، اُن کی مقدار اس زمانہ میں کچھ نہیں بڑھی صرف اتنا ہوا کہ اُس وقت کچے ہوئے نہ تھے، اب پک گئے تو اس صورت میں صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اتنے دنوں بغیر اجازت اُس کے درخت پر چھوڑے رہنے کا گناہ ہوا۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب اس نے پھل خریدے اور یہ خیال ہے کہ بیج کے بعد اور پھل پیدا ہو جائیں گے یا درخت پر پھل رہنے میں پھلوں میں زیادتی ہوگی جو بغیر اجازت پانچ ناجائز ہوگی اور چاہتا ہے کہ کسی صورت سے جائز ہو جائے تو اس کا یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مشری شمن ادا کرنے کے بعد پانچ سے باغ یا درخت بیانی پر لے لے اگرچہ پانچ کا حصہ بہت قلیل قرار دے مثلاً جو کچھ اس میں ہوگا اُس میں نو سو ننانوے حصے مشری کے اور ایک حصہ پانچ کا تو اب جو نئے پھل پیدا ہوں گے یا جو کچھ زیادتی ہوگی پانچ کا وہ ہزارواں حصہ دے کہ مشری کے لیے جائز ہو جائے گی مگر یہ حیلہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ درخت یا باغ کسی شیم کا نہ ہو نہ وقف ہو اور اگر بیگن، مرجس، کھیرے، گلڑی وغیرہ خریدے ہوں اور ان کے درختوں یا بیلوں میں آئے دن نئے پھل پیدا ہوں گے تو یہ کرے کہ وہ درخت یا بیلیں بھی مشری خریدے کہ اب جو نئے پھل پیدا ہوں گے مشری کے ہو گئے۔ اور زراعت پکنے سے قبل خریدی ہے تو یہ کرے کہ جتنے دنوں میں وہ طیار ہوگی اُس کی مدت مقرر کر کے زمین اجارہ پر لے لے۔

(رہکار، کتاب بیوع)

معین رطال کے استثناء کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبْعَ ثَمَرَةً وَيَسْتَنْبِي مِنْهَا، أَوْ طَالًا مَعْلُومَةً) خِلَافًا لِمَا لَكَ رَحِمَهُ اللَّهُ ؛ لِأَنَّ الْبَاقِيَ بَعْدَ الْاسْتِنَاءِ مَجْهُولٌ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ وَاسْتَنْبَى نَحْلًا مُعَيَّنًا ، لِأَنَّ الْبَاقِيَ مَعْلُومٌ بِالشَّاهِدَةِ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَالُوا هَذِهِ رَوَايَةُ النُّحْسَنِ وَهُوَ قَوْلُ الطَّحَاوِيِّ ؛ أَمَّا عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ يَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ مَا يَجُوزُ إِيْرَاذُ الْعَقْدِ عَلَيْهِ بِانْفِرَادِهِ يَجُوزُ اسْتِنَاؤُهُ مِنَ الْعَقْدِ ، وَيَبْعُ قَبْضٍ مِنْ صُبْرَةٍ جَائِزٌ فَكَذَا اسْتِنَاؤُهُ ، بِخِلَافِ اسْتِنَاءِ الْجَمْلِ وَأَطْرَافِ الْحَيَوَانِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ ، فَكَذَا اسْتِنَاؤُهُ .

ترجمہ

فرمایا کہ بائع کیلئے پھلوں کو بیچ کر ان میں سے متعین ارطال کا استثناء کرنا جائز نہیں ہے امام مالک کا اختلاف ہے کیونکہ استثناء کے بعد جو باقی ہے مجہول ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب باغ بیچ کر ایک معین درخت کا استثناء کر لے اس لئے کہ باقی مشاہدے سے معلوم ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اسے حضرت حسن کی روایت قرار دیا ہے اور یہی امام طحاوی کا قول ہے لیکن ظاہر الروایہ کے مطابق اسے جائز ہونا چاہیے کیونکہ اصول یہ کہ تنہا جس چیز کا عقد درست ہوتا ہے تو عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی درست ہوتا ہے اور ڈھیر سے ایک قبضہ کی بیچ جائز ہے تو اس کا استثناء بھی جائز ہے برخلاف حمل اور اعضائے حیوان کے استثناء کے اس لئے کہ تنہا ان کی بیچ درست نہیں ہے تو اسی طرح ان کا استثناء بھی درست نہیں ہوگا۔

معین ارطال کے استثناء میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بائع کیلئے پھلوں کو بیچ کر ان میں سے متعین ارطال کا استثناء کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ احناف، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا مذہب ہے نیز امام طحاوی کا قول بھی یہی ہے۔ جبکہ میں امام مالک نے اس میں تراس کر۔ ۳۰۷ اختلاف کیا ہے اور ان کے نزدیک استثناء جائز ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان کا قیاس کرتا قیاس مع الفارق ہے۔ (سائق الدیر، کتابہ بیوع، ج ۱۳، ص ۲۷۲، بیروت)

کیونکہ استثناء کے بعد باقی مجہول ہے۔ مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ یہ روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول ہے۔ لیکن ظاہر الروایہ پر اس کو جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شی پر بطور آخر عقد کیا جائے۔ جائز ہو عقد سے اس کا استثناء بھی جائز ہوتا ہے۔ ڈھیر میں سے ایک پوری کی بیچ جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثناء بھی جائز ہے۔

بغلاف حمل اور چ نور کے اجزاء کے، کیونکہ ان کی بیج جائز نہیں، اسی طرح ان کا استثناء بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس کے قول "صحیح" سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں حسن کا قول ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے۔ ام طویلی اور قدوری نے، کیونکہ استثناء کے بعد جو بچتا ہے وہ بچہ نہیں ہے۔ (روضتہ، کتاب بیوع)

غیر معصوم چیز کے استثناء کی ممانعت کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع بھاقلہ ذابنہ مخابره اور غیر معصوم چیز کے استثناء سے منع فرمایا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے یعنی یونس بن عبید، عطاء سے اور وہ جابر سے روایت کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر ۱۳۱۰)

بیع میں استثناء کرنے کرنے کا قاعدہ

جس چیز پر مستقلاً عقد وارد ہو سکتا ہے اس کا عقد سے استثناء صحیح ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جب اس پر عقد وارد نہ ہو تو استثناء صحیح نہیں یہ ایک قاعدہ ہے اس کی مثال نیچے۔ غلہ کی ایک ڈھیری ہے اس میں سے دس سیر یا کم و بیش خرید سکتے ہیں اسی طرح غلا وہ دس سیر کے پوری ڈھیری بھی خرید سکتے ہیں۔ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری خرید سکتے ہیں اسی طرح ایک معین بکری کو مستحق کر کے سارا ریوڑ بھی خرید سکتے ہیں اور غیر معین بکری کو نہ خرید سکتے ہیں نہ اس کا استثناء کر سکتے ہیں۔ درخت پر پھل لگے ہوں ان میں کا ایک محدود حصہ خرید سکتے ہیں اسی طرح اس حصہ کا استثناء بھی ہو سکتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ جس کا استثناء کیا جائے وہ اتنا نہ ہو کہ اس کے نکلنے کے بعد بیع ہی ختم ہو جائے یعنی یہ یقیناً معلوم ہو کہ استثناء کے بعد بیع باقی رہے گی اور اگر شبہ ہو تو درست نہیں۔ پانچ خرید اس میں سے ایک معین درخت کا استثناء کیا صحیح ہے۔ بکری کو بیچا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کا استثناء کیا یہ صحیح نہیں کہ اس کو تنہا خرید نہیں سکتے۔ جانور کے سری، پائے، ذنب کی چکی کا استثناء نہیں کیا جا سکتا نہ ان کو تنہا خرید جا سکتا یعنی جانور کے جزو معین کا استثناء نہیں ہو سکتا اور استثناء کیا تو بیع فاسد ہے اور جزو شائع مثلاً نصف یا چوتھائی کو خرید بھی سکتے ہیں اور اس کا استثناء بھی کر سکتے ہیں اور اس قدر پر وہ جانور دونوں میں مشترک ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مکان توڑنے کے لیے خرید تو اس کی لکڑیوں یا اینٹوں کا استثناء صحیح ہے۔ اور اسی طرح کنیری کسی شخص کے لیے وصیت کی اور اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کا استثناء کیا یا پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی وصیت کی اور لونڈی کا استثناء کیا، یہ استثناء صحیح ہے۔ لونڈی کو بیع کیا یا اس کو متبہ کیا یا اجرت پر دیا یا مالک پر وین تھا، ذین کے بدلے میں لونڈی دیدی اور ان سب صورتوں میں اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کا استثناء کیا تو یہ سب غلط و فاسد ہو گئے اور اگر لونڈی کو بہہ کیا یا صدقہ کیا اور قبضہ دلادیا اس کو مہر میں دیا یا قتل عہد کیا تھا لونڈی دے کر صلح کر لی یا اس کے بدلے میں صلح کیا یا

آزاد کیا اور ان سب صورتوں میں بیٹ کے بچ کا استننا کیا تو یہ سب فقہ جائز ہیں اور استننا باطل۔ جانور سب بیٹ میں پتہ نہ
استننا یا جب بھی ایک ادا کام ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

گندم کو اس کی بالی کے ساتھ بیچنے کا بیان

وَيَجُوزُ بَيْعُ الْجُنْطَةِ فِي سُبُلِهَا وَالْبَقْلَاءِ فِي قَشْرِهِ وَكَذَا الْأُرْزُ وَالسُّمْسُمُ. وَقَالَ
الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْبَقْلَاءِ الْأَخْضَرِ، وَكَذَا الْجُوزُ وَالْمُوزُ وَالْفُسْتُقُ
فِي قَشْرِهِ الْأَوَّلِ عِنْدَهُ. وَلَوْ فِي بَيْعِ السُّنْبُلَةِ قَوْلَانِ، وَعِنْدُنَا يَجُوزُ ذَلِكَ كُلُّهُ. لَهُ أَنَّ
الْمُعْتَوَدَ عَلَيْهِ مُسْتَوْرٍ بِمَا لَا مُنْفَعَةَ لَهُ فِيهِ فَأَشْبَهَ تُرَابَ الصَّاعِغَةِ إِذَا بَاعَ بِجَنْبِهِ.
وَلَمَّا رَوَى عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزُهَوْا، وَعَنْ
بَيْعِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَ وَيَأْمَنَ الْعَاثَةُ) "وَلَأَنَّهُ حَبٌّ مُتَنَفِّعٌ بِهِ فَيَجُوزُ بَيْعُهُ فِي سُبُلِهِ
كَالشَّعِيرِ وَالْجَامِعُ كَوْنُهُ مَا لَا مُتَقَوَّمًا، بِخِلَافِ تُرَابِ الصَّاعِغَةِ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ
بِجَنْبِهِ لِاخْتِلَافِ الرِّبَا، حَتَّى لَوْ بَاعَهُ بِخِلَافِ جَنْبِهِ جَارًا، وَفِي مَسْأَلَتِنَا لَوْ بَاعَهُ بِجَنْبِهِ
لَا يَجُوزُ أَيْضًا لَشُبْهِهِ الرِّبَا؛ لِأَنَّهُ لَا يَنْدَرِي قَدْرَ مَا فِي السَّنَابِلِ.

ترجمہ

گندم کو اس کی بولی اور لوہے کو اس کی پٹلی میں بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی چاول اور تل کو بھی امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہرے
دست کی بیج درست نہیں ہے اسی طرح اخروٹ بادام اور پستہ کو ان کی چلی پٹلی میں بیچنا امام شافعی کے نزدیک درست نہیں ہے اور
ہندو میں گندم کی بیج کے متعلق ان کے دوقول ہیں اور ہمارے نزدیک یہ تمام صورتیں جائز ہیں امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ معتود
غالبہ ایک چیز میں مٹتی ہے جس میں کو فائدہ نہیں ہے لہذا ایسا اپنی جنس کے ستاروں کی راکھ کی بیج کے مشابہ ہو گیا۔ اور ہماری دلیل آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ نے رنگ پکڑنے سے پہلے گھجور کی بیج اور سفید ہونے نیز آفت سے مومن ہونے سے قبل
بایوں میں گیسوں کی بیج سے منع فرمایا ہے اور اس لئے کہ گندم قابل انقار اناج ہے لہذا جو کی طرح بایوں میں اس کی بیج درست
ہوئی اور چنے ان کا مال منقوم ہوتا ہے برخلاف ستار کی مٹی کے کیونکہ ہم جنس کے ساتھ محض احتمال ربوا کی وجہ سے اس کی بیج ناجائز
ہے یہاں تک کہ اگر نذوف جنس کیساتھ کسی نے بیچا تو بھی ہمارے مسئلہ میں اس کی بیج درست ہے اور اگر گندم کو اس کی بولی میں ہم جنس
کے ساتھ بیچا تو بھی وہ ربوا کی وجہ سے جائز نہیں ہے اس لئے کہ بایوں کی مقدار معلوم نہیں ہے۔

شرح

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ باقلا کے بیج اور چاول اور تل کی بیج، اگر یہ سب پھلکے کے اندر ہوں جب بھی

جائز ہے۔ اسی طرح اخروٹ، بادام، پستہ اگر پہلے پھلنے میں ہوں (یعنی ان چیزوں میں وہ پھلنے ہوتے ہیں ہمارے ملک میں یہ سب چیزیں اوپر کا چھلکا اوتارنے کے بعد آتی ہیں اگر اوپر کے پھلنے نہ اترے ہوں جب بھی بیج جائز ہے)۔ اسی طرح گندھوں کے دانے بانی میں ہوں جب بھی بیج جائز ہے اور ان سب صورتوں میں یہ بائع کے ذمہ ہے کہ پھلنے سے بدق کے بیج و دھان کی بھوسی سے چاول یا پھلکوں سے تل اور بادام وغیرہ اور بانی سے گندھوں نکال کر مشتری کے سپرد کرے اور اگر پھلکوں سمیت بیج کی ہے مثلاً باقلا کی پھلیاں یا اوپر کے پھلنے سمیت بادام بیجا یا دھان بیجا ہے تو نکال کر دینا بائع کے ذمہ نہیں۔

(درمقر، کتاب بیع)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ممانعت فرمائی کھجور کے فروخت کرنے سے جس وقت تک کہ وہ پرکشش رنگین نہ ہو جائیں اور (گہیوں کے) بانی فروخت کرنے سے جس وقت تک کہ سفید نہ ہو اور آفت کا اندیشہ نکل جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ممانعت فرمائی فروخت کرنے والے کو فروخت کرنے سے اور خریدار کو خریدنے سے منع کیا ہے۔ (مسئ نسائی: جلد سوم، حدیث نمبر 855)

مکان کی بیع میں داخل اشیاء کا بیان

(وَمَنْ بَاعَ دَارًا دَخَلَ فِي الْبَيْعِ مَفَاتِيحُ إِغْلَاقِهَا) ؛ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ فِيهِ الْإِغْلَاقُ ؛ لِأَنَّهَا مُرَكَّبَةٌ فِيهَا لِلْبَقَاءِ وَالْمِفْتَاحُ يَدْخُلُ فِي بَيْعِ الْغَلَقِ مِنْ غَيْرِ تَسْمِيَةٍ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ بَعْضِ مِنْهُ إِذْ لَا يَنْتَفَعُ بِهِ بِذَوْنِهِ .

قَالَ (وَأَجْرَةُ الْكِبَالِ وَنَاقِدِ الثَّمَنِ عَلَى الْبَائِعِ) أَمَّا الْكَيْلُ فَلَا يُدْ مِنْهُ لِلتَّسْلِيمِ وَهُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَمَعْنَى هَذَا إِذَا بَاعَ مَكَائِلَةً، وَكَذَا أَجْرَةُ الْوَرَّانِ وَالزَّرَّاعِ وَالْعَدَّادِ، وَأَمَّا النَّقْدُ فَالْمُسَدَّ كُورُ رِوَايَةِ ابْنِ رُسْتَمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ النَّقْدَ يَكُونُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَكُونُ بَعْدَ الْوَرَّانِ وَالْبَائِعُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِيُمَيِّزَ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُ مِنْ غَيْرِهِ أَوْ لِيَعْرِفَ الْمَعِيبَ لِيَرُدَّهُ .

وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ سِمَاعَةَ عَنْهُ عَلَى الْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ يَخْتِاجُ إِلَى تَسْلِيمِ الْحَدِّ الْمُقَدَّرِ، وَالْجُرْدَةُ تُعَرَّفُ بِالنَّقْدِ كَمَا يُعَرَّفُ الْقَدْرُ بِالْوَرَّانِ فَيَكُونُ عَلَيْهِ . قَالَ (وَأُخْرَةُ وَرَّانِ الثَّمَنِ عَلَى الْمُشْتَرِي) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَى تَسْلِيمِ الثَّمَنِ بِالْوَرَّانِ بِتَحَقُّقِ التَّسْلِيمِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی مکان خریدا تو مکان کے تالوں کی کنجیاں بھی بیع میں داخل ہوں گی۔ یونکہ تالے باقی رہتے ہی کے لیے مکان میں جڑے جاتے ہیں اور تالے کی بیع میں صراحت کے بغیر بھی کنجی داخل ہوتی ہے۔ یونکہ وہ تالے کے جڑے درجے میں ہوتی ہے۔ یونکہ کنجی کے بغیر تالے سے انتفاع نہیں ہو سکتا۔

فرمایا کہ: اپنے اور شمن پر کھنے والے کی اجرت بائع سے ذمہ ہے البتہ تا پنا تو وہ بیع سپرد کرنے کیلئے ضروری ہے اور بیع کی سپردگی بائع کی ذمہ داری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیع کو پختہ نش کے حساب سے بیچا گیا ہو اور ایسے وزن کرنے والے نے وزن سے ناپنے والے اور شمن رکندگان کی اجرت بھی بائع پر واجب ہوگی۔ رہا مسئلہ پر کھنے کا تو کتاب میں مذکور بیان حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے ابن رحمہ کی ایک روایت یہاں لے کر پر کھنے کا مرحلہ سپردگی کے بعد ہوتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ وہ وزن کے بعد ہوتا ہے اور بائع کو اس کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے حق کو دوسرے کے حق سے علیحدہ کر لے یا عیب داری کی شناخت کرے اسے واپس کر دے۔ اور امام محمد سے ابن رحمہ کی روایت کے مطابق شمن پر کھنے کی اجرت مشتری پر ہے اس لیے کہ اسی کو مقرر کردہ عمدہ شمن سپرد کرنے کی ضرورت ہے اور عمدگی کی معرفت پر کھنے سے ہوتی ہے جیسا کہ وزن سے مقدار کی معرفت ہوتی ہے لہذا اس کی اجرت بھی مشتری پر ہو گی۔ فرمایا کہ شمن وزن کرنے والے کی اجرت مشتری پر ہوگی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ مشتری ہی کو سپردگی کیلئے اس کی ضرورت ہے اور وزن سے سپردگی ثابت ہو جاتی ہے۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کوئی مکان خریدا تو جتنے کرے کوٹھریاں ہیں سب بیع میں داخل ہیں یوں جو چیز بیع کے ساتھ اور اس کا اتصال اتصال قرار ہو یعنی اس کی وضع اس لیے نہیں ہے کہ جدا کر لی جائے گی تو یہ بھی بیع میں داخل ہوگی مثلاً مکان کا زینہ یا لکڑی کا زینہ جو مکان کے ساتھ متصل ہو کیواڑ اور چونکھ اور کڈی اور وہ تالہ جو کیواڑ میں متصل ہوتا ہے اور اس کی کنجی بھی داخل ہوگی۔ دوکان کے سامنے جو تختے لگے ہوتے ہیں یہ سب بیع میں داخل ہیں اور وہ قفل جو کیواڑ سے متصل نہیں بلکہ الگ رہتا ہے جیسے عام طور پر تالے ہوتے ہیں یہ بیع میں داخل نہیں بلکہ یہ بائع لے لے گا۔

اور جب کسی شخص نے زمین بیچ ڈالی تو اس میں چھوٹے بڑے پھلدار اور بے پھل جتنے درخت ہیں سب بیع میں داخل ہیں مگر سوکھا درخت جو ابھی تک زمین سے اکٹڑا نہیں ہے وہ داخل نہیں کہ یہ گویا لکڑی ہے جو زمین پر رکھی ہے۔ لہذا آموغیرہ کے پودے جو زمین میں ہوتے ہیں کہ برسات میں یہاں سے کود... رہی جگہ لگنے جاتے ہیں یہ بھی داخل ہیں۔ مکان بیچا تو چکی بیع میں داخل نہ ہوگی اگرچہ نیچے کا پاٹ زمین میں جڑا ہو اور ڈول رستی بھی داخل نہیں اور کوئیں پانی کی چغنی کی چغنی اگر متصل نہ ہوگی۔ اور اگر رستی سے بندھی ہو یا دونوں بازوؤں میں حلقہ بنا ہے کہ پانی بھرنے کے وقت چغنی لگا دیتے ہیں پھر الگ کر دیتے ہیں تو ان دونوں صورتوں میں داخل نہیں ہے۔ (فتح القدیر کتاب بیع ۷)

مشتري سے ثمن کا مطالبہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ سَلْعَةً بِثَمَنِ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي اِذْ فَعَلَ الثَّمَنُ اَوَّلًا) : لِأَنَّ حَقَّ الْمُشْتَرِي تَعَيَّنَ فِي السَّمْعِ فَيَقْدَمُ دَفْعُ الثَّمَنِ لِيَتَعَيَّنَ حَقُّ الْبَائِعِ بِالْقَبْضِ لِمَا أَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ .

ترجمہ

فرمایا کہ اگر کسی نے ثمن کے عوض کوئی سامان بیچا تو مشتری سے کہا جائے گا کہ پہلے تم ثمن ادا کرو اس لیے کہ اس کا حق بیع پر متعین ہو چکا ہے لہذا ثمن کی ادائیگی کو مقدم کیا جائے گا تاکہ قبضہ سے بائع کا حق بھی متعین ہو جائے اس لئے کہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا اور یہ حکم برابری ثابت کرنے کیلئے ہے۔ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سامان کے عوض سامان بیچا یا ثمن کے بدلے ثمن بیچا تو دونوں سے ایک ساتھ سپرد کرنے کو کہا جائے گا اسلئے کہ تعین اور عدم تعین میں دونوں برابر ہیں لہذا ادائیگی میں کسی ایک کو مقدم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شرح

اور جب روپیہ اشرفی کی بیع پیسہ سے ہوئی اور بیع وہاں حاضر ہے اور ثمن فوراً دینا ہو اور مشتری کو اختیار شرط نہ ہو تو مشتری کو پہلے ثمن ادا کرنا ہوگا اس کے بعد بیع پر قبضہ کر سکتا ہے یعنی بائع کو یہ حق ہوگا کہ ثمن وصول کرنے کے لیے بیع کو روک لے اور اس پر قبضہ نہ دلائے بلکہ جب تک پورا ثمن وصول نہ کیا ہو بیع کو روک سکتا ہے اور اگر بیع غائب ہو تو بائع جب تک بیع کو حاضر نہ کر دے ثمن کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر بیع میں دونوں جانب سامان ہوں مثلاً کتاب کو کپڑے کے بدلے میں خرید لیا دونوں طرف ثمن ہوں مثلاً روپیہ یا اشرفی سے سونا چاندی خرید تو دونوں کو اُسی مجلس میں ایک ساتھ ادا کرنا ہوگا۔

علامہ علاؤ الدین خلیفہ ارحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں کبھی ثمن حال ہوتا ہے یعنی فوراً دینا اور کبھی مؤجل یعنی اُس کی ادا کے لیے کوئی ميعد معين ذکر کر دی جائے کیونکہ ميعاد معين نہ ہوگی تو جھگڑا ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ ثمن حال ہو لہذا عقد میں اس کہنے کی ضرورت نہیں کہ ثمن حال ہے بلکہ عقد میں ثمن کے متعلق اگر کچھ نہ کہا جب بھی فوراً دینا واجب ہوگا اور ثمن مؤجل کے لیے یہ ضرور ہے کہ عقد میں مؤجل ہونا ذکر کیا جائے۔ (در مختار کتاب بیوع)



فیہ باب خیار شرط کے بیان میں ہے

باب خیار شرط کی فقہی مطابقت کا بیان

مذاہب کمال الدین ابن ہنبل، مالک، شافعی، حنفی، حنبلیہ اور حنفیہ میں کہ اس سے پہلے بیع کی علت معلوم ہو چکی ہے جو اپنے حکم کو لازم کرنے والی ہے۔ اور اس سے پہلے بیع وہ مسائل جن میں ایجاب و قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اور دونوں عقد کرنے والوں پر بیع کا اثر لازم اور باہم اموال کا تبادلہ لازم ہو جاتا ہے۔ جبکہ ان میں سے کسی بھی فرق کو کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور حکم کی علت میں قاعدہ فقہیہ بھی یہی ہے۔ کہ وہ کسی مختلف بنانے والی نہیں ہے جس طرح کا پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہاں سے منصف علیہ الرحمہ بیع کے مسائل میں اس بیع کا ذکر کریں گے جہاں علت اپنا خلیفہ پیچھے چھوڑنے والی ہے۔ اور ایسی بیع کو غیر لازم بھی کہتے ہیں۔ اور یہ مقید کے درجے میں ہے۔ اور قانون یہ ہے کہ مقید ہمیشہ مطلق کے بعد آتا ہے۔ پس اسی سبب کے پیش نظر عدم خیار والی بیع کو مقدم ذکر کیا ہے اور خیار والی بیع کے احکام کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیع، ج ۱۲، ص ۲۹۱، بیروت)

لفظ خیار کی تعریف و اقسام کا بیان

خیار، لفظ، اختیار، سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دو چیزوں میں سے کسی ایک اچھی چیز کا انتخاب کرنا چنانچہ کسی تجارتی معاملے کو فتح کر دینے یا اس کو باقی رکھنے کا وہ اختیار جو خریدار اور تاجر کو حاصل ہوتا ہے اصطلاح فقہ میں خیار کہلاتا ہے تجارتی معاملات میں اس اختیار کی کئی قسمیں ہیں جن کے تفصیلی احکام اور فقہی اختلاف فقہی کتابوں میں مذکور ہیں تاہم اس موقع پر ان قسموں کے نام اور تعریفات ذکر کر دینا ضروری ہے۔

خیار شرط کا بیان

جو تجارتی معاملے طے ہو جانے کے بعد تاجر یا خریدار یا دونوں کو اس معاملے کے ختم کر دینے یا باقی رکھنے کا حق دیا جاتا خیار شرط کہلاتا ہے مثلاً تاجر نے ایک چیز فروخت کی جسے خریدار نے خریدا لی مگر اس خریدار فروخت کے بعد تاجر نے یا خریدار نے یہ کہا کہ باوجود بیع ہو جانے کے مجھ کو ایک روز یا دو روز یا تین روز تک یہ اختیار حاصل ہوگا کہ خواہ اس بیع کو باقی رکھا جائے خواہ ختم کر دیا جائے۔ خریدار فروخت میں یہ صورت جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مدت اختیار میں بیع کو فتح کیا جائے تو وہ فتح ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے ختم ہونے تک بیع کو برقرار رکھا یا سکوت کیا تو بعد ختم مدت بیع چلتا ہو جائے گی یہ بات ذہن میں رہے کہ خیار شرط مدت حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے۔

باع مشتری میں خيار شرط کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ : (خِيَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ فِي الْبَيْعِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرَى وَلَهُمَا الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَمَا دُونَهَا) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَى : (أَنَّ جَبَانَ بْنَ مُنْقِذٍ بَنِ عُمَرَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُعْبَنُ فِي الْبَيْعَاتِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَافَةَ وَلِيَّ الْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . " (وَلَا يَجُوزُ أَكْثَرُ مِنْهَا عِنْدَ أَبِي خَيْفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ .

وَقَالَ (يَجُوزُ إِذَا سَمِيَ مَدَّةً مَعْلُومَةً لِخَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا " أَنَّهُ أَجَازَ الْخِيَارَ إِلَى شَهْرَيْنِ " ؛ وَلَئِنْ الْخِيَارَ إِنَّمَا شُرِعَ لِلْحَاجَةِ إِلَى التَّرْوِي لِيُنْفِذَ الْغَيْبُ ، وَقَدْ تَمَسَّ الْحَاجَةُ إِلَى الْأَكْثَرِ فَضَارَ كَالْتَّاجِيلِ فِي الثَّمَنِ .

وَلَأَبَى خَيْفَةَ أَنَّ شَرْطَ الْخِيَارِ يُخَالِفُ مُقْتَضَى الْعَقْدِ وَهُوَ الزُّرْمُ ، وَإِنَّمَا جَوَازُهُ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ لِمَا رَوَيْنَاهُ مِنَ النَّصِّ ، فَيَقْتَضِرُ عَلَى الْمُدَّةِ الْمَذْكُورَةِ فِيهِ وَانْتَفَتْ الزِّيَادَةُ .

(إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَجَازَ فِي الثَّلَاثِ) جَازَ عِنْدَ أَبِي خَيْفَةَ خِلَافًا لَزُفَرٍ ، هُوَ يَقُولُ : إِنَّهُ انْعَقَدَ فَاسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا .

وَلَهُ أَنَّهُ اسْقَطَ الْمُفْسِدَ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ فَيَعُودُ جَائِزًا كَمَا إِذَا بَاعَ بِالرَّقْمِ رَأَعْلَمَهُ فِي الْمَجْلِسِ .

وَلِأَنَّ الْفُسَادَ بِاعْتِبَارِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ ، فَإِذَا أَجَازَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ يَتَّصِلْ الْمُفْسِدُ بِالْعَقْدِ ، وَلِهَذَا قِيلَ : إِنَّ الْعَقْدَ يَفْسُدُ بِمُضِيِّ جُزْءٍ مِنَ الْيَوْمِ الرَّابِعِ ، وَقِيلَ يَنْعَقِدُ فَاسِدًا لَمْ يَرْتَفَعْ الْفُسَادُ بِحَذْفِ الشَّرْطِ ، وَهَذَا عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ .

ترجمہ

تجارت میں بائع اور مشتری دونوں کیلئے خيار شرط جائز ہے اور انہیں تین دن یا اس سے کم کا خيار ملے گا اور اس سلسلے میں اصل وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ حضرت حبان بن منقذ بن عمرو انصاریؓ کو خرید و فروخت میں خسارہ ہو جاتا تھا تو آپ

منہج نے ان سے فرمایا کہ بیچنے کے بعد لاخلافہ کر دیا کرو اور کہا کرو کہ مجھے تین دن کا خیار ہے اور امام صاحب کے نزدیک تین دن سے زیادہ کا خیار جائز نہیں ہے۔ یہی امام زعفران امام شافعی کا بھی قول ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر متعین مدت میں نہ کر دی جائے تو تین دن سے زیادہ کا بھی جائز ہے حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے کہ آپ نے دو مہینے تک خیار کو جائز قرار دیا اور اس لیے بھی کہ خیار غور و فکر کی ضرورت کے پیش نظر دھوکہ دہ کرنے کیلئے جائز ہوا ہے اور کبھی تین دن سے بھی زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے لہذا یہ شرع میں مقرر کرنے کی طرح ہو گیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ خیار شرط عقد کے خلاف ہے اور وہ لزوم عقد ہے لیکن ما قبل میں بیان کردہ فسخ کی بنا پر خلاف قیاس ہم نے اسے جائز قرار دیا ہے لہذا انصاف میں بیان کردہ پر منحصر ہوگا اور اس میں زیادتی نہیں ہوگی لیکن اگر من لہ خیار نے تین ہی دن میں اجازت دیدی تو یہ بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے امام زعفران کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بیع فاسد منعقد ہوئی ہے لہذا بدل کر جائز نہیں ہوگی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ من لہ خیار نے فسخ کو چھوڑنے اور قرار پکڑنے سے پہلے ساقط کر دیا لہذا وہ عقد جائز ہو جائے گا جیسے اگر کسی نے لکھے ہوئے ٹکس کے عوض کوئی چیز بیچی اور مجلس عقد ہی میں مشتری کو ٹکس سے آگاہ کر دیا اور اس لئے کہ فساد یوم رابع کے اعتبار سے ہے لیکن جب اس سے پہلے من لہ خیار نے اجازت دے دی تو فساد کا عقد سے اتصال نہ ہو سکا اسی وجہ سے کہا گیا کہ یوم رابع کا ایک جز گزرنے سے بھی عقد فاسد ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ عقد فاسد ہو کر منعقد ہوگا پھر شرط کو حذف کر دینے سے فساد ختم ہو جائے گا اور یہ قول پہلی تعلیل کی بنا پر ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین خلی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خیار شرط بائع و مشتری دونوں اپنے اپنے لیے کریں یا صرف ایک کرے یا کسی اور کے لیے اس کی شرط کریں سب صورتیں درست ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عقد میں خیار شرط کا ذکر نہ ہو مگر عقد کے بعد ایک نے دوسرے کو یہ ہر ایک نے دوسرے کو یا کسی غیر کو خیار دیدیا۔ عقد سے پہلے خیار شرط نہیں ہو سکتا یعنی اگر پہلے خیار کا ذکر آیا مگر عقد میں ذکر نہ آیا نہ بعد عقد اس کی شرط کی مثلاً بیع سے پہلے یہ کہہ دیا کہ جو بیع تم سے کروں گا اس میں میں نے تم کو خیار دیدیا مگر عقد کے وقت بیع مطلق واقع ہوئی تو خیار حاصل نہ ہوا۔ (روحانہ، کتاب بیوع)

خیار شرط سے جواز کے فقہی ماخذ کا بیان

حضرت عمرو بن شیبہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اسی وقت تک بیع کو باقی رکھتے یا اس کو فسخ کر دینے کا اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ وہ نہ جہان نہ ہوں مگر جب کہ ان کی بیع شرط خیار ہو تو اس میں جہان کی بعد بھی اختیار باقی رہتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کے لئے از روئے تقویٰ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ معاملہ کرتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس خوف سے کہ مبادا دوسرا فریق معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار مانگ لے (یعنی جب تک کسی معاملے میں دونوں فریق پوری طرح مطمئن نہ ہو جائیں اسباب قبول میں ان میں سے کوئی شخص اس سے جلد

شافعی اور ان کے سب ساتھیوں جمہور سلف و خلف کا بھی یہی فتویٰ ہے اور اس پوری رضامندی میں شامل ہے خرید و فروخت کے تین دن بعد تک اختیار و رضامندی میں شامل ہے بلکہ یہ مدت گاؤں کی رسم کے مطابق سال بھر کی بھی ہو سکتی ہے امام مالک کے نزدیک صرف لین دین سے ہی صحیح ہو جاتی ہے۔ شافعی مذہب کا بھی یہی خیال ہے اور ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ معمولی کم قیمت چیزوں میں جنہیں لوگ بیو پار کے لئے رکھتے ہوں صرف لین دین ہی کافی ہے۔ بعض اصحاب کا اختیار سے مراد یہی ہے جیسے کہ متفق علیہ ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ حرام کاموں کا ارتکاب کر کے اور اس کی نافرمانیوں کر کے اور ایک دوسرے کا بیجا طور پر مال کھا کر اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو اللہ تم پر رحم ہے ہر حکم اور ہر ممانعت رحمت والی ہے۔

ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں انہیں اختیار حاصل ہے مگر جب کہ وہ اپنے تجارتی معاملے میں خیار کی شرط طے کریں (یعنی اگر وہ اپنا تجارتی معاملہ مذکورہ بالا خیار شرط کے ساتھ طے کریں گے تو انہیں جدائی کے بعد بھی اختیار حاصل رہے گا۔ لیکن بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ترمذی کی اس روایت کے آخری الفاظ (اور بختصار) مگر جب کہ وہ خیار کی شرط طے کریں) کی بجائے یہ الفاظ ہیں کہ مگر جب کہ ان دونوں میں سے ایک اپنے دوسرے صاحب معاملہ سے یہ کہہ دے کہ اختیار کی شرط طے کر لو اور دوسرا کہہ دے کہ مجھے یہ منظور ہے۔

اس حدیث سے بظاہر خیار مجلس کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن جو حضرات خیار مجلس کے قائل نہیں ہیں جیسے امام ابو حنیفہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا مطلب مجلس کا ختم ہو جانا نہیں ہے بلکہ جدا ہونے سے مراد دونوں کی اس تجارتی معاملے کی گفتگو کا پایہ تکمیل کو پہنچ کر منقطع ہو جانا ہے یعنی جب تک کہ وہ دونوں اس معاملے سے متعلق گفتگو کر رہے ہوں اور ایجاب و قبول پورا نہیں ہوا ہو اس وقت تک ان میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو زیر گفتگو معاملہ کو فسخ کر دے چاہے اسے باقی رکھے لیکن جب ایجاب و قبول پورا ہو جائے گا یعنی بیچنے و خریدنے کے معاملے میں نے یہ چیز خرید لی تو اب اس کے بعد ان میں سے کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا ان حضرات نے جدا ہونے کے یہ معنی مراد لینے کے سلسلے میں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

آیت (وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ) 4۔ النساء (130) :

اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان میں سے ہر ایک کو بے پرواہ کر دے گا چنانچہ اس آیت میں جدا ہونے کا مطلب مجلس سے جدا ہونا نہیں ہے بلکہ خاندان و بیوی کے درمیان حقوق کے ذریعے جدائی مراد ہے۔

اور حضرت حکیم ابن حزام کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کو اپنے تجارتی معاملہ کو باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل رہتا ہے لیکن یہ اختیار اس وقت تک حاصل رہتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں اور یاد رکھو جب بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (فروخت کی جائیوالی چیز اور اس کی تعریف میں سچ بولتے ہیں اور اس چیز و قیمت میں

جوب و نقصان ہوتا ہے اس کو ظاہر کر دیتے ہیں تاکہ کسی دھوکہ اور فریب کا دخل نہ رہے تو ان کے تجارتی معاملے میں برکت عطا کی جاتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

خیارتا خیر میں اہل تشیع کا موقف

آیت اللہ مکارم شیرازی لکھتے ہیں کہ جس وقت معلوم ہو کہ خریدی ہوئی جنس کی ایک مقدار دوسرے کی ہے اور اس کا مالک پر راضی نہ ہو تو خریدار چاہے تو معاملہ توڑ سکتا ہے یا قبول کر لے اور اس مقدار کی رقم بیچنے والے سے واپس لے لے، اس کو خیال شرکت (یا خیارت شرکت یا خیارت بعض مصلحت) کہتے ہیں۔

اگر بیچنے والا ایک معین جنس کی صفات بیان کر کے بیچے دے اور خریدار اس کو دیکھنا نہ ہو بعد میں پتہ چلے کہ جنس معین بیان کر وہ صفات کے مطابق نہیں ہے تو خریدار معاملہ کو توڑ سکتا ہے۔ عوض میں بھی یہی حکم جاری ہے اس کو خیارت رویت کہتے ہیں۔

اگر خریدار نقد خریدی ہوئی چیز کی قیمت تین دن تک نہ دے اور بیچنے والے نے بھی اس چیز کو خریدار کے سپرد نہ کیا ہو تو بیچنے والا معاملہ توڑ سکتا ہے (لیکن اگر خریدار کے سپرد نہ کیا ہو تو بیچنے والا معاملہ توڑ نہیں سکتا ہے) اور اگر بیچی ہوئی چیز ایسا پھل یا ہنری ہو جو کہ ایک دن کے بعد خراب ہو جاتی ہو تو اگر رات تک قیمت ادا نہ کرے تو بیچنے والا توڑ سکتا ہے) اس کو خیارتا خیر کہتے ہیں۔ اگر حیوان (جانور) کو خریدار ہو تو خریدار تین دن تک معاملہ توڑنے کا اختیار رکھتا ہے اس کو خیارت حیوان کہتے ہیں۔

(توضیح المسائل، مسئلہ نمبر ۱۸۱)

خیار کی مدت کے تین دن ہونے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى عَلَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَنْقُذِ الثَّمَنَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَا يَبِيعُ بَيْنَهُمَا جَازًا. وَإِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُجُوزُ إِلَى أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَكْثَرَ، فَإِنْ نَقَذَ فِي الثَّلَاثِ جَازًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ هَذَا فِي مَعْنَى اشْتِرَاطِ الْخِيَارِ إِذْ الْحَاجَةُ مَسَّتْ إِلَى الْإِنْفِصَاحِ عِنْدَ غَدَمِ النَّقْدِ تَحَرُّرًا عَنِ الْمُطَاعَلَةِ فِي الْفَسْخِ فَيَكُونُ مُلْحَقًا بِهِ. وَقَدْ مَرَّ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى أَصْلِهِ فِي الْمُلْحَقِ بِهِ، وَنَقَى الزِّيَادَةَ عَلَى الثَّلَاثِ وَكَذَا مُحَمَّدٌ فِي تَجْوِيزِ الزِّيَادَةِ. وَأَبُو يُوسُفَ أَخَذَ فِي الْأَصْلِ بِالْأَثَرِ .

وَفِي هَذَا بِالْقِيَاسِ، وَفِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ قِيَاسٌ آخَرُ وَإِلَيْهِ مَالَ زُفَرٍ وَهُوَ أَنَّهُ يَبِيعُ شَرْطَ فِيهِ إِفَالَةً فَاسِدَةً لِنَعْلَاقِهَا بِالشَّرْطِ، وَاشْتِرَاطُ الصَّحِيحِ مِنْهَا فِيهِ مُقْبَسَةٌ لِلنَّقْدِ، فَاشْتِرَاطُ

الْفَاسِدِ أَوَّلَىٰ وَوَجْهُهُ الْإِسْتِحْسَانِ مَا بَيَّنَّا .

ترجمہ

اور جب کسی نے اس شرط پر خریداکہ اگر اس نے تین دن تک ختم ادا نہ کیا تو ان کے درمیان کوئی بیع نہیں ہے تو بیع درست ہے اور اگر چار دن کی بات ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ چار دن یا اس سے زیادہ کی صورت میں بھی بیع جائز ہے پھر اگر مشتری نے تین دن میں ختم ادا کر دیا تو سب کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اس سلسلے میں اصل یہ ہے کہ یہ خیاری شرط کے معنی میں ہے کیونکہ مشتری کے ختم ادا نہ کرنے کے وقت فسخ میں مال مثل سے بچنے کیلئے فسخ بیع کی ضرورت پڑے گی لہذا یہ شکل بھی خیاری شرط کی مانند ملحق ہوگی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ ملحق بہ میں اپنی اصل پر قائم رہے اور تین دن کی زیادتی کی نفی کردی اور اس طرح امام محمد زیادتی کو جائز قرار دینے میں اور امام ابو یوسف نے اصل میں اثر پر عمل کیا اور اس میں قیاس پر اور اس مسئلہ میں ایک دوسرا قیاس بھی ہے جس کی طرف امام زفر گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں اقالہ و فاسدہ کی شرط لگائی ہے اس لئے کہ اقالہ شرط کے ساتھ متعلق ہے حالانکہ عقد بیع میں صحیح اقالہ کی شرط لگانا مفسد عقد ہے لہذا اقالہ و فاسدہ کی شرط تو بد رجہ و اولی مفسد ہوگی اور استحسان کی دلیل وہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے۔

بیع کے خراب ہونے کے سبب مشتری سے فسخ یا عدم فسخ کا تقاضہ کرنے کا بیان

خیاری کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے اس سے کم ہو سکتی ہے زیادہ نہیں۔ اگر کوئی ایسی چیز خریدی ہے جو جلد خراب ہو جائے والی ہے اور مشتری کو تین دن کا خیاری تھا تو اس سے کہا جائے گا کہ بیع کو فسخ کر دے یا بیع کو جائز کر دے۔ اور اگر خراب ہونے والی چیز کسی نے بد خیاری خریدی اور بغیر قبضہ کیے اور بغیر ختم ادا کیے چل دیا اور غائب ہو گیا تو بائع اس چیز کو دوسرے کے ہاتھ بیع کر سکتا ہے اس دوسرے خریدار کو یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی خریدنا جائز ہے۔ (فتاویٰ خانیا، کتاب بیوع)

اگر خیاری کی کوئی مدت ذکر نہیں کی صرف اتنا کہا مجھے خیاری ہے یا مدت مجھول ہے مثلاً مجھے چند دن کا خیاری ہے یا ہمیشہ کے لیے خیاری رکھ ان سب صورتوں میں خیاری فاسدہ ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ نفس عقد میں خیاری مذکور ہو اور تین دن کے اندر صرف حب خیاری نے چار دن کی ہو اور اگر تین دن کے اندر جائز کر یا تو بیع صحیح ہوگئی۔ اور اگر عقد میں خیاری نہ تھا بعد عقد ایک نے دوسرے سے کہا تمہیں اختیار ہے تو اس مجلس تک خیاری ہے مجلس ختم نہ ہوئی اور اس نے کچھ نہ کہا تو خیاری جاتا رہا اب کچھ نہیں کر سکتا۔ تین دن سے زیادہ کی مدت مقرر کی مگر ابھی تین دن پورے نہ ہوئے تھے کہ صاحب خیاری نے بیع کو جائز کر دیا تو اب یہ بیع درست ہے اور اگر تین دن پورے ہو گئے اور چار دن کی یا تو بیع فاسد ہوگئی۔

قاضی محمد بن فراموز لکھتے ہیں کہ جب مشتری نے بائع سے کہا اگر تین دن تک ختم ادا نہ کروں تو میرے اور تیرے درمیان بیع نہیں یہ بھی خیاری شرط کے حکم میں ہے یعنی اگر اس مدت تک ختم ادا کر دیا بیع درست ہوگی ورنہ جاتی رہی اور اگر تین دن سے زیادہ

مت ذکر کر کے یہی لفظ کہے اور تین دن کے اندر ادا کر دیا تو بیع صحیح ہو گئی اور تین دن پورے ہو چکے تو بیع جاتی رہی۔

(در الاحكام، کتاب بیع)

ایک ہزار کی بیع ہوئی اور تین بھی مشتری نے دیدیا اور یہ خبر اگر تین دن کے اندر بائع نے ثمن پھیر دیا تو بیع نہیں رہے گی یہ بھی خیار شرط کے حکم میں ہے۔ تین دن کی مدت تھی مگر اس میں سے ایک دن یا دو دن بعد میں کم کر دیا تو خیار کی مدت وہ ہے جوئی کے بعد باقی رہی مثلاً تین دن میں سے ایک دن کم کر دیا تو اب دوسری دن کی مدت ہے یہ مدت پوری ہونے پر خیار ختم ہو گیا۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیع)

خیار شرط کی مدت تین دن ہونے میں فقہی مذاہب

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک اونٹ فروخت کیا اور اس پر اپنے گھربیک سواری کرنے کی شرط لگائی، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت جابر سے کئی سندوں سے منقول ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اس پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ بیع میں ایک شرط جائز ہے امام احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم کے نزدیک بیع میں شرط گنا، جائز نہیں اور شرط بیع پوری نہیں ہوگی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1270)

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک خیار شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر اس سے زائد مدت ٹھہرے یا کوئی مدت معین نہ ہو تو بیع باطل ہو جاتی ہے اور امام احمد اور اسحاق اور اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ بیع جائز ہے اور وقتی مدت ٹھہرائے اتنی مدت تک اختیار ہے گا اور جو کوئی مدت معین نہ ہو تو ہمیشہ اختیار ہے گا اور اوزاعی اور ابن ابی لیلی کہتے ہیں کہ خیار شرط باطل ہوگی اور بیع لازم ہوگی۔

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے غلام کا عہدہ تین دن تک ہوتا ہے قنودہ نے اس کی وضاحت یوں بیان کی ہے کہ اگر خریدار تین دن کے اندر اس غلام میں کوئی عیب پائے تو ثبوت کے بغیر اسے واپس کر دے اور اگر تین روز کے بعد اس میں عیب دیکھے تو پھر ثبوت کے بغیر واپس نہیں کر سکتا۔

(سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 397)

خیار بائع کا مانع خروج صحیح ہونے کا بیان

قَالَ (وَخِيَارُ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوجَ الْمُبْتَاعِ عَنْ مِلْكِهِ) ؛ لِأَنَّ تَمَامَ هَذَا السَّبَبِ بِالْمُرَاضَةِ وَلَا يَتِمُّ مَعَ الْخِيَارِ وَلِهَذَا يُنْفَذُ عَقْدُهُ .

وَلَا يَمْلِكُ الْمُشْتَرِي التَّصَرُّفَ فِيهِ وَإِنْ قَبِضَهُ بِإِذْنِ الْبَائِعِ (وَلَوْ قَبِضَهُ الْمُشْتَرِي وَهَلَكَ فِي يَدِهِ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ ضَمِنَهُ بِالْقِيَمَةِ) ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ يُنْفِخُ بِالْهَلَاكِ ؛ لِأَنَّهُ كَانَ

مَرْفُوفًا، وَلَا نَفَادَ بَدُونِ الْمَحَلِّ فَبَقِيَ مَقْبُوضًا فِي يَدِهِ عَلَى سَوَمِ الشَّرَاءِ. وَفِيهِ الْقِيَمَةُ.
وَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِ الْبَائِعِ انْفَسَخَ الْبَيْعُ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْمُشْتَرِي اِعْتِبَارًا بِالْبَيْعِ الصَّحِيحِ
الْمُطْلَقِ.

ترجمہ

فرمایا کہ بائع کا خیار اس کی ملکیت سے خروج بیع کیلئے مانع ہے اس لیے کہ اس سبب کا پورا ہونا دونوں کی رضامندی سے ہوتا ہے اور خیار کیساتھ رضامندی پوری نہیں ہوتی اسی وجہ سے بائع کا حقیق نافذ ہو جاتا ہے اور مشتری بیع میں تصرف کا۔ لک نہیں ہوتا اگرچہ وہ بائع کی اجازت سے بیع پر قابض ہوا ہو اور اگر مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے دوران بیع اس کے قبضے میں ہلاک ہوگئی تو مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ بیع ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے اس لیے کہ بیع موقوف تھی اور محل کے بغیر بیع کا نفاذ نہیں ہوتا لہذا بیع بھاد کرنے کی طرح مشتری کے قبضہ میں باقی تھی اور اس طرح کے قبضے میں قیمت کا ضامن ہوتا ہے اور اگر بائع کے قبضے میں بیع ہلاک ہوگئی تو بیع فسخ ہو جائے گی اور بیع صحیح مطلق پر قیاس کرتے ہوئے مشتری پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بائع نے خیار شرط اپنے لیے رکھا ہے تو بیع اُس کی ملک سے خارج نہیں ہوگی پھر اگر مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا چاہے یہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو یا بلا اجازت اور مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو مشتری پر بیع کی واجب شدہ قیمت تاوان میں واجب ہے اور اگر بیع مٹا ہے تو مشتری پر اُس کی مثل واجب ہے اور اگر بائع نے بیع فسخ کر دی ہے جب بھی یہی حکم ہے یعنی قیمت یا اُس کی مثل واجب ہے اور اگر بائع نے اپنا خیار ختم کر دیا اور بیع کو جز کر دیا یا بعد مدت وہ چیز ہلاک ہوگئی تو مشتری کے ذمہ ضمان واجب ہے یعنی جو دام ملے ہوا ہے وہ دینا ہوگا۔ اگر بیع بائع کے پاس ہلاک ہوگئی تو بیع جاتی رہی کسی پر کچھ لینہ دینا نہیں۔ اور بیع میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو بائع کا خیار بدستور باقی ہے مگر مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے پوری قیمت پر بیع کوئے سے یا نہ لے۔ اور اگر بائع نے خود اُس میں کوئی عیب پیدا کر دیا ہے تو ضمان میں اس عیب کی قدر کی ہو جائے گی۔ مشتری پر جس صورت میں قیمت واجب ہے اُس سے مراد اُس دن کی قیمت ہے جس دن اُس نے قبضہ کیا ہے۔

بائع کو خیار بدستور ضمان مشتری سے خارج ہو جاتا ہے مگر بائع کی ملک میں داخل نہیں ہوتا۔ مشتری نے اپنے لیے خیار رکھا ہے تو بیع بائع کی ملک سے خارج ہوگئی یعنی اس صورت میں اگر بائع نے بیع میں کوئی تصرف کیا ہے تو یہ تصرف صحیح نہیں مثلاً غلام ہے جس کو آزاد کر دیا تو آزاد نہ ہوا اور اس صورت میں اگر بیع مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی تو ضمان کے بدلے میں ہلاک ہوگئی یعنی ضمان دینا پڑنے گا۔ (در مختار، کتاب بیوع)

خیر مشتری کا مانع خروج مبیع نہ ہونے کا بیان

قال (وخيار المشتري لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع) لأن البيع في حجاب الآخر لازم ، وهذا ؛ لأن الخيار إنما يمنع خروج البديل .
عن ملك من له الخيار ؛ لأنه شرع نظراً له دون الآخر قال : إلا أن المشتري لا يملكه عند أبي حنيفة ، وقالوا : يملكه ؛ لأنه لما خرج عن ملك البائع قلوا لم يدخل في ملك المشتري يكون زائلاً لا إلى مالك ولا عهد لنا به في الشرع .
ولأبي حنيفة أنه لما لم يخرج الثمن عن ملكه قلوا قلنا بأنه يدخل المبيع في ملكه لاجتمع البذلان في ملك رجل واحد حكماً للمعاوضة ، ولا أصل له في الشرع ؛ لأن المعاوضة تقتضي المساواة ؛ ولأن الخيار شرع نظراً للمشتري ليترؤى فيقف على المصلحة ، ولو ثبت الملك ربما يعتق عليه من غير اختياره بأن كان قريبه فيفوت النظر .

ترجمہ

فرمایا کہ مشتری کا خیر بائع کی ملکیت سے خروج مبیع میں مانع نہیں ہوتا اس لئے کہ دوسری طرف بیع لازم ہو چکی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ خیار جس کیلئے اختیار ہے کی ملکیت سے خروج بدل میں مانع ہے کیونکہ اسی پر شفقت کے پیش نظر خیار شروع ہوا ہے دوسرے نہیں فرماتے ہیں لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشتری اس بیع کا مالک نہیں ہوگا صاحبین فرماتے ہیں کہ مالک ہو جائے گا اس لئے کہ جب بیع بائع کی ملک سے نکل گیا تو اگر اب مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی تو کسی مالک کے بغیر ختم ہو جائے گی حالانکہ شریعت میں ہمیں ایسا کوئی علم نہیں دیا گیا ہے ۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب شمن مشتری کی ملکیت سے نہیں نکلا تو اب اگر ہم بیع کے بھی اسکی ملکیت میں دخول کے قائل ہو جائیں تو معاوضہ کی رو سے ایک ہی شخص کی ملکیت میں دو بدل جمع ہو جائیں گے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ معاوضہ مساوات کا مقتضی ہے اور اس لئے کہ مشتری کا خیار غور و فکر کرنے کے حوالے سے مشتری پر شفقت کیلئے مشروع ہوا ہے تاکہ وہ مصلحت پر واقف ہو سکے اور اگر مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے تو کبھی اس کے اختیار کے بغیر ہی اس پر بیع آزاد ہو جائے گی یا اس طور کے بیع مشتری کا تخریجی رشتہ دار ہو تو مشتری کے حق میں شفقت فوت ہو جائے گی۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خیار مشتری کی صورت میں ثمن ملک مشتری سے خارج نہیں ہوتا اور بیع اگرچہ ملک بائع سے خارج ہو جاتی ہے مگر مشتری کی ملک میں نہیں آتی پھر بھی اگر مشتری نے بیع میں کوئی تصرف کیا مثلاً غلام سے جس کو آزاد کر دیا تو یہ تصرف نافذ ہوگا اور اس تصرف کو اجازت بیع سمجھا جائے گا۔ مشتری اور بائع دونوں کو خیار ہے تو بیع ملک بائع سے خارج ہوگی نہ ثمن ملک مشتری سے پھر اگر بائع نے بیع میں تصرف کیا تو بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری نے ثمن میں تصرف کیا اور وہ ثمن میں ہو (یعنی از قبیل نقد نہ ہو تو مشتری کی جانب سے بیع فسخ ہے۔ (دھتارہ کتاب بیوع)

مشتری کے قبضہ میں ہلاکت بیع کا بیان

قَالَ (فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ بِالثَّمَنِ، وَكَذَا إِذَا دَخَلَهُ غَيْبٌ بِخِلَافٍ مَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ. وَوُجْهُ الْفَرْقِ أَنَّه إِذَا دَخَلَهُ غَيْبٌ يَمْتَنِعُ الرُّدُّ، وَالْهَلَاكُ لَا يُعْرِى عَنْ مُسَلِّمَةِ غَيْبٍ فَيَهْلِكُ، وَالْعَقْدُ قَدْ انْتَبَهَ فَيَلْزِمُهُ الثَّمَنُ، بِخِلَافٍ مَا تَقَدَّمَ؛ لِأَنَّ بَدْخُولِ الْغَيْبِ لَا يَمْتَنِعُ الرُّدُّ حُكْمًا بِخِيَارِ الْبَائِعِ فَيَهْلِكُ وَالْعَقْدُ مُؤَقَّتٌ.

ترجمہ

فرمایا کہ پھر اگر مشتری کے قبضے میں بیع ہلاک ہوگئی تو وہ ثمن کے عوض ہلاک ہوگی اور ایسے ہی جب اس میں عیب داخل ہو گیا برخلاف اس صورت کے جب بائع کیلئے خیار ہو اور اس فرق کی وجہ یہ ہے جب بیع میں عیب داخل ہو گیا تو اس کی واپسی ممتنع ہوگی اور ہلاکت مقدمات عیب سے خالی نہیں ہوتی تو بیع اس حاکم میں ہلاک ہوگی کہ عقد تام ہو چکا ہے ہذا مشتری پر ثمن لازم ہوگا برخلاف اس صورت کے جو مگر مگر اس لیے کہ محض دخول عیب سے خیار بائع کے پیش نظر حکم واپسی ناممکن نہیں ہوتی تو عقد موقوف ہونے کی حالت میں بیع ہلاک ہوگی۔

شرح

علامہ علاؤ الدین خفای علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع مشتری کے قبضہ میں ہے اور اس میں عیب پیدا ہو گیا چاہے وہ عیب مشتری نے کیا ہو یا کسی اور نے یا آفتِ سماویہ سے یا خود بیع کے فعل سے عیب پیدا ہوا ہو بہر حال اگر خیار مشتری کو ہے تو مشتری کو ثمن دینا پڑے گا اور بائع کو ہے تو مشتری پر قیمت واجب ہے اور بائع یہ بھی کر سکتا ہے کہ بیع کو فسخ کر دے اور جو کچھ عیب کی وجہ سے نقصان اس کی قیمت لے لے جبکہ وہ چیز قیمت والی ہو اور اگر وہ چیز مثلی ہے تو بیع کو فسخ کر کے نقصان نہیں لے سکتا۔

اور عیب کا حکم اس وقت ہے جب وہ عیب زائل نہ ہو سکا ہو مثلاً ہاتھ کاٹا والا اور اگر ایسا عیب ہو جو دور ہو سکا ہو مثلاً بیع میں دہری پیدا ہوگئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ عیب اندرون مدت زائل ہو گیا تو مشتری کا خیار بدستور باقی ہے مدت کے اندر بیع کو واپس

کر سکتا ہے اور مدت کے اندر عیب دور نہ ہوا تو مدت پوری ہوتی ہی مشتری پر بیع لازم ہوگئی کیونکہ عیب کی وجہ سے مشتری پھیر نہیں سکتا اور بعد مدت اگرچہ عیب جاتا رہے پھر بھی مشتری کو حق فسخ نہیں کہ بیع لازم ہو جانے کے بعد اس کا حق جاتا رہا۔

(در مختار، کتاب بیوع)

خیار شرط پر عورت کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى امْرَأَةً عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَمْ يَفْسُدِ النِّكَاحُ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهَا لِمَا لَهُ مِنَ الْخِيَارِ (وَإِنْ وَطَّنَهَا لَهُ أَنْ يَرُدَّهَا) ؛ لِأَنَّ الْوُطْءَ بِحُكْمِ النِّكَاحِ (إِلَّا إِذَا كَانَتْ بِكْرًا) ؛ لِأَنَّ الْوُطْءَ يَنْقِضُهَا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَا : يَفْسُدُ النِّكَاحُ) ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهَا (وَإِنْ وَطَّنَهَا لَمْ يَرُدَّهَا) ؛ لِأَنَّ وَطْأَهَا بِمَلِكِ النِّبَمِ فَيَمْتَنِعُ الرَّدُّ وَإِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا ؛ وَلِهَذَا الْمَسْأَلَةُ أَحْوَاتُ كُلِّهَا تَجَنَّبَ عَلَى وَقُوعِ الْمَلِكِ لِلْمُشْتَرِي بِشَرْطِ الْخِيَارِ وَعَدَمِهِ : مِنْهَا عَقِبَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْمُشْتَرِي إِذَا كَانَ قَرِيبًا لَهُ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ، وَمِنْهَا : عَقِبَهُ إِذَا كَانَ الْمُشْتَرِي خَلَفَ إِنْ مَلَكَتْ عَبْدًا فَهُوَ حُرٌّ .

بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ : إِنْ اشْتَرَيْتَ فَهُوَ حُرٌّ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ كَالْمُنْشِءِ لِلْعَتَقِ بَعْدَ الشَّرَاءِ . فَيَسْقُطُ الْخِيَارُ، وَمِنْهَا أَنَّ حَيْضَ الْمُشْتَرَاةِ فِي الْمُدَّةِ لَا يُجْزَأُ بِهِ عَنِ الْإِسْتِبْرَاءِ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا يُجْزَأُ ؛ وَلَوْ رُدَّتْ بِحُكْمِ الْخِيَارِ إِلَى الْبَائِعِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْإِسْتِبْرَاءُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا يَجِبُ إِذَا رُدَّتْ بَعْدَ الْقَبْضِ .

وَمِنْهَا إِذَا وَلَدَتْ الْمُشْتَرَاةُ فِي الْمُدَّةِ بِالنِّكَاحِ لَا تَصِيرُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ عِنْدَهُ خِلَافًا لِهَٰمَا . وَمِنْهَا إِذَا قَبِضَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيعَ بِإِذْنِ الْبَائِعِ ثُمَّ أَوْدَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ فَهَلَكَ فِي يَدِهِ فِي الْمُدَّةِ هَلَكَ مِنْ مَالِ الْبَائِعِ لَا رِيفَاعِ الْقَبْضِ بِالرَّدِّ لِعَدَمِ الْمَلِكِ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا مِنْ مَالِ الْمُشْتَرِي لِصِحَّةِ الْإِذَاعِ بِاعْتِبَارِ قِيَامِ الْمَلِكِ

وَمِنْهَا لَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي عَبْدًا مَا ذُوْنَا لَهُ فَأَبْرَأَهُ الْبَائِعُ مِنَ الثَّمَنِ فِي الْمُدَّةِ بَقِيَ عَلَى خِيَارِهِ عِنْدَهُ ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ امْتِنَاعٌ عَنِ التَّمْلِكِ وَالْمَاذُونُ لَهُ يَلِيهِ، وَعِنْدَهُمَا بَطْلُ خِيَارِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا مَلَكَهُ كَانَ الرَّدُّ مِنْهُ تَمْلِيكًا بِغَيْرِ عَوَضٍ وَهُوَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ .

وَمِنْهَا إِذَا اشْتَرَى ذِمَّتِي مِنْ ذِمَّتِي حَمَوَا عَلَيَّ أَنَّهُ بِالْخِيَارِ ثُمَّ أَسْلَمَ بَطْلَ الْخِيَارِ عِنْدَهُمْ :
لَأَنَّهُ سَلَكَهَا فَلَا يَمْلِكُ رَدَّهَا وَهُوَ مُسْلَمٌ . وَعِنْدَهُ يَنْظُرُ الْبَيْعُ : لِأَنَّهُ لَهُ يَمْلِكُهَا فَلَا
يَمْلِكُهَا بِإِنْقِاطِ الْخِيَارِ بَعْدَهُ وَهُوَ مُسْلَمٌ .

ترجمہ

فروما کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو اس شرط پر خرید لیا کہ اسے تین دن کا خیرو بیوی کو اس کی حالت کی مدد میں ہوگا اس نے یہ خیرو بیوی
اپنے سے ان شخص عورت کا مالک نہیں ہو سکا ہے اور اس کی حالت کو بھی اسے رجعت کا حق ہے نیز کہ وہ بھی نکاح کے حکم سے
بے فکر یہ کہ بیوی یا مرد ہو اس لیے کہ وہی یا مرد میں نقص کا ذریعہ ہے اور یہاں ہر قسم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے صاحبین نے فرمایا
کہ نکاح کی مدد ہو جائے گا اس لئے شوہر بیوی کا مالک ہو چکا ہے اور یہاں اس نے بیوی سے وہی شرط کی تو اسے واپس نہیں کر سکتا اس
لئے کہ اس نے عورت کی حالت ملک رقبہ کی بنیاد پر وہی شرط ہے لہذا واپس نہیں کر سکتا جو جائے گی اگرچہ عورت شیعہ ہو اور اس کے لئے بہت سی
مثالیں ہیں اور سب اسی اصل پہنچی ہیں کہ خیاریہ کی حالت میں صاحبین کے نزدیک مشتری کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور
امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت نہیں ہوتی۔ انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی چیز مشتری کی کا ذکر
محرم بنے تو مدت خیاریہ میں اس پر آزاد ہو جائے گا انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ جب مشتری نے یہ قسم اٹھا رکھی ہو کہ جب میں کسی غلام کو
مالک دوں تو وہ آزاد ہو تو بھی خریدی ہوئی چیز آزاد ہو جائے گی بخلاف اس صورت کے جب مشتری نے اشتراک کہا ہو اس
لئے کہ مشتری خریدنے سے بعد آزادی کا پانے والا ہوگا لہذا اس کا خیاریہ ساقط ہو جائے گا۔

اور انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ خریدی مدت میں خریدی ہوئی کو آنے والا حیض اور اعظم رضی اللہ عنہ کے
زویہ استبراء میں کافی نہیں ہے اور صاحبین کے ہاں کافی ہو جائے گا اور اگر خیاریہ شرط بن جائے گی تو واپس کر دی جاتی ہو کہ
اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بائع پر استبراء واجب نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جب قبضہ کے بعد واپس کی جاتی ہے تو استبراء
واجب ہوگا اور ایک مثال یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی باندی نے مدت خیاریہ میں نکاح کی وجہ سے بچہ جاتا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک
دیک مشتری کی ام ولد نہیں ہوگی صاحبین کا اختلاف ہے ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب مشتری نے بائع کی ابوت سے منع
پر قبضہ کر کے اس کو بائع کے پاس واپس رکھ دیا پھر مدت خیاریہ میں وہ بائع کے قبضہ میں بلاک ہو جاتی ہو کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے
زویہ استبراء کے مال سے بلاک ہوئی اس لئے کہ ان کے نزدیک مشتری کی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے بائع کی طرف منع کی واپس
سے مشتری کا قبضہ ختم ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کے مال سے بلاک ہوگی اس لئے کہ مشتری کی قبضہ قیام ملک کا سبب نہ رہتا
ہوئے اس کا واپس رکھنا صحیح تھا۔

اور انہیں مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب مشتری عید ملاذون تھا پھر بائع نے اسے مدت خیاریہ میں جس سے بری کر دی

تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا خیار باقی رہے گا اس لئے کہ واپس کرنا مالک بیعت سے رکنا ہے اور ماذون لہ اس کا مال ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اس لئے کہ جب وہ بیعت کا مالک ہو گیا تو اس کی جانب سے وہ اپنی تملیک بلا عیش ہوئی اور عبد ماذون بلا عیش کسی کو مالک بنانے کا اہل نہیں ہے اور ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے تین دن کے خیار شرط کے ساتھ شراب خریدی پھر وہ اسلام لے آیا تو صاحبین کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اس لئے کہ وہ اس کا مالک ہو گیا ہے لہذا مسلمان ہو کر وہ اسے واپس کرنے کا مالک نہیں ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیعت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ مشتری شراب کا مالک نہیں ہوا ہے لہذا اسلام لانے کے بعد بھی خیار ساقط کر کے وہ شراب کا مالک نہیں بن سکتا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب آقا نے اپنے غلام کو نکاح کرتے دیکھا یا باندی کو نکاح کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو صحیح یہ ہے وہ ماذون نہ ہوگا۔ اور جب اس نے اپنے مملوک کو عام اجازت دیدی کہ وہ میرے تجارتی معاملات سے تجارت کرے تو اب وہ ماذون ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب ماذون)

غائب شخص کے مال کی بیعت کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عبد الرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء و شوافع کہتے ہیں کہ جس چیز فریقین یا ان دونوں میں کسی کی نگاہ سے غائب ہوا اگرچہ وہ سرے سے وہاں پر موجود نہ ہو یا موجود ہے تو وہ چھپی ہوئی ہے تو اس کی بیعت کرنا درست نہیں ہے۔ فقہاء و لکھتے کہتے ہیں کہ بغیر دیکھے ہوئی فروخت کردہ چیز کی دو حالتیں ہوں گی ایک حالت یہ ہوگی مال موجود ہے مگر خریدنے والے نے اس کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ جہاں بیعت ہوئی وہاں مال موجود ہی نہیں ہے۔ تو اس بیعت کے منعقد ہونے کی دو باتوں پر بیعت صحیح ہو سکتی ہے ایک یہ تفصیل بیان کر دی جائے یا پھر جنس متعین کر دی جائے البتہ اس میں شرط یہ ہوگی کہ خریدنے کے بعد پسند کرنے کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

فقہاء و حنابلہ کہتے ہیں کہ غائب چیز کی بیعت دو شرائط کے مطابق ہو سکتی ہے ایک شرط یہ ہے کہ بیعت ان چیزوں میں سے ہو جن میں بیعت مسلم ہو سکتی ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بیعت کی تفصیل کو بیان کر دیا گیا ہو۔

فقہاء و احناف لکھتے ہیں کہ غائب چیز کی بیعت جس کو فریقین دیکھا ہی نہیں ہے اس کو بیعت درست نہیں ہے۔ اگرچہ وہ چیز وہاں موجود ہو یا نہ ہو ہاں البتہ ایسی بیعت صحیح ہونے کے لئے دو شرائط ہیں ایک شرط یہ ہے کہ بیعت کرنے والا خود مال کا مالک ہو اور دوسری شرط یہ ہے بیعت کی تفصیل اس طرح بیان کر دی جائے کہ اس میں کوئی بات پوشیدہ نہ رہی ہو۔

(مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

مدت بیعت میں فسخ و نقد کا بیان

قَالَ (وَمَنْ شَرَطَ لَهُ الْخِيَارَ فَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ فِي الْمُدَّةِ وَلَهُ أَنْ يُجِيزَ، فَإِنْ أَجَازَهُ بِغَيْرِ

حَضْرَةَ صَاحِبِهِ جَازًا، وَإِنْ فُسِّخَ لَمْ يَجْزِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْآخَرُ حَاضِرًا عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ
وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُونُسَ: يَجُوزُ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَالشَّرْطُ هُوَ الْعِلْمُ، وَإِنَّمَا كُنِيَ
بِذَلِكَ حَضْرَةَ عَنْهُ.

لَهُ أَنَّهُ مُسَلِّطٌ عَلَى الْفُسْخِ مِنْ جِهَةِ صَاحِبِهِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى عَلَيْهِ كَالْإِجَازَةِ وَلِهَذَا لَا
يُسْتَرْطُ بِضَاءٍ وَصَارَ كَالْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ.

وَلَهُمَا أَنَّهُ تَصَرَّفَ فِي حَقِّ الْغَيْرِ وَهُوَ الْعَقْدُ بِالرَّفْعِ، وَلَا يَغْرَى عَنِ الْمَضْرَةِ؛ لِأَنَّهُ
عَسَاءُ يَعْسِدُ تَمَامَ الْبَيْعِ السَّابِقِ فَيَتَصَرَّفُ فِيهِ فَتَلْزِمُهُ غَرَامَةُ الْقَيْمَةِ بِالْهَلَاكِ فِيمَا إِذَا
كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَّائِعِ، أَوْ لَا يَطْلُبُ لِبَيْعِهِ مُشْتَرِيًا فِيمَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْمُشْتَرِي، وَهَذَا
نَوْعُ ضَرَرٍ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى عَلَيْهِ وَصَارَ كَعَزْلِ الْوَكِيلِ، بِخِلَافِ الْإِجَازَةِ لِأَنَّهُ لَا الزَّامَ
فِيهِ، وَلَا نَقْرًا أَنَّهُ مُسَلِّطٌ، وَكَيْفَ يَقَالُ ذَلِكَ وَصَاحِبُهُ لَا يَمْلِكُ الْفُسْخَ وَلَا تَسْلِيطَ فِي
غَيْرِهِ. مَا يَمْلِكُهُ الْمُسَلِّطُ، وَلَوْ كَانَ فُسْخٌ فِي خَالِ غَيْبَةِ صَاحِبِهِ وَبَلَغَهُ فِي الْمُدَّةِ تَمَّ
الْفُسْخُ لِاحْتِصَالِ الْعِلْمِ بِهِ، وَلَوْ بَلَغَهُ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ تَمَّ الْعَقْدُ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ قَبْلَ
الْفُسْخِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جس کیلئے خیار شرط ثابت ہو تو مدت خیار میں اسے بیع کو فسخ کرنے اور نافذ کرنے دونوں کا اختیار ہوگا پھر اگر اس نے
اپنے ساتھی کی عدم موجودگی میں بیع کو نافذ کر دیا تو جائز ہے اور اگر فسخ کیا تو طرفین کے نزدیک دوسرے کی موجودگی کے بغیر فسخ جائز
نہیں ہے امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جائز ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور فسخ کا علم شرط ہے لیکن اس سے کہ یہ موجودگی مراد ولی
عقلی ہے امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ صاحب خیار اپنے ساتھی کی جانب سے فسخ پر مسلط ہے لہذا فسخ کرنا اس کے علم پر موقوف
نہیں ہوگا جیسا کہ اجازت میں ہے اسی وجہ سے یہ کہ نہ منہ مندی نہ شروہ نہیں ہوتی اور یہ بیع کا وکیل بنانے کی طرح ہو گیا
طرفین کی دلیل یہ کہ فسخ کرنا غیر کے حق میں تعارف ہے اور وہ عقد کا ختم کرنا ہے اور یہ حضرت سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے
دوسرا ملک بیع سابق پر اعتماد اس میں تعارف کر دے اور بائع کیلئے خیار ہونے کی صورت میں بیع ہلاک ہونے کی بنا پر قیمت بیع کا
تاوان لازم ہو یا مشتری کیلئے خیار ہونے کی صورت میں بائع اپنے سامان کا دوسرا مشتری تلاش نہیں کرے گا اور یہ ایک طرح کا
نقصان ہوگا لہذا فسخ کرنا دوسرے کے علم پر موقوف ہوگا اور یہ وکیل معزول کرنے کی طرح ہو گیا برخلاف اجازت کے کیونکہ اس میں

اکرام نہیں ہوتا۔ اور ہم نہیں نہیں گے صاحب اختیار فتح کرنے پر مسلط ہے اور ایسا کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ اس کا ساتھی فتح کا مالک نہیں ہے اور جس چیز کا مسلط مالک نہیں ہے اس میں تسلط بھی تصور نہیں ہے اور جب دوسرے ساتھی کی عدم موجودگی میں فتح ہوا اور مدت اختیار میں اسے خیر پہنچ گئی تو اس کا علم ہو جائے گا بعد فتح مکمل ہو جائے گا اور جب مدت گزرنے کے بعد خیر پہنچی تو قبل الفتح اس مدت گزرنے کی وجہ سے عقد پورا ہو جائے گا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بائع و مشتری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعی طور پر بیع نہ کریں بلکہ عقد میں یہ شرط کر دیں کہ اگر منظور نہ ہوا تو بیع باقی نہ رہے گی اسے اختیار شرط کہتے ہیں اور اس کی ضرورت طرفین کو ہوا کرتی ہے کیونکہ کبھی بائع اپنی نادانگی سے کم داموں میں چیز بیچ دیتا ہے یا مشتری اپنی نادانی سے زیادہ داموں سے خرید لیتا ہے یا چیز کی اسے شناخت نہیں ہے ضرورت ہے کہ دوسرے سے مشورہ کر کے صحیح رائے قائم کرے اور اگر اس وقت نہ خریدے تو چیز جاتی رہے گی یا بائع کو اندیشہ ہے کہ گاہک ہاتھ سے نکل جائے گا ایسی صورت میں شرع مطہر نے دونوں کو یہ موقع دیا ہے کہ غور کر لیں اگر نہ منظور ہو تو اختیار کی بنا پر بیع کو منظور کر دیں۔ اختیار شرط بائع و مشتری دونوں اپنے اپنے لیے کریں یا صرف ایک کرے یا کسی اور کے لیے اس کی شرط کریں سب صورتیں درست ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عقد میں اختیار شرط کا ذکر نہ ہو مگر عقد کے بعد ایک نے دوسرے کو یا ہر ایک نے دوسرے کو یا کسی غیر کو خرید دیا۔ عقد سے پہلے اختیار شرط نہیں ہو سکتا یعنی اگر پہلے اختیار کا ذکر آیا مگر عقد میں ذکر نہ آیا نہ بعد عقد اس کی شرط کی مثلاً بیع سے پہلے یہ کہد یا کہ جو بیع تم سے کروں گا اس میں میں نے تم کو خرید یا مگر عقد کے وقت بیع مطلق واقع ہوئی تو اختیار حاصل نہ ہوا۔ (روحشمار، کتاب بیوع)

موت کے سبب بطلان اختیار کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ بَطَلَ خِيَارُهُ وَلَمْ يَنْتَقِلْ إِلَى وَرَثَتِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُورَثُ عَنْهُ؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ لَا زَمَ ثَابِتٌ فِي الْبَيْعِ فَيَجْعَلُ فِيهِ الْوَارِثُ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالْتَعْيِينِ. وَلَنَا أَنَّ الْخِيَارَ لَيْسَ إِلَّا مَشِئَةً وَإِرَادَةً وَلَا يَتَصَوَّرُ انْتِقَالُهُ، وَالْوَارِثُ فِيمَا يَقْبَلُ لَا يَنْتَقِلُ. بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ؛ لِأَنَّ الْمَوْرَثَ اسْتَحَقَّقَ الْمَبِيعَ سَلِيمًا فَكُنَّا الْوَارِثَ، فَأَمَّا نَفْسُ الْخِيَارِ لَا يُورَثُ، وَأَمَّا خِيَارُ التَّعْيِينِ يَنْتَقِلُ لِلْوَارِثِ ابْتِدَاءً لَا اخْتِلَافًا مِلْكِيَةً بِمِلْكِ الْغَيْرِ لَا أَنْ يُورَثَ الْخِيَارُ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب اختیار والا فوت ہو جائے تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا اور اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا امام شافعی نے

فرمایا کہ میت کی طرف سے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اس لئے کہ خیار شرط طبع میں ایک لازم اور ثابت شدہ حق ہے لہذا خیار عیب اور خیار تعین کی طرح اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ چاہت اور ارادے کے علاوہ خیار کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا اس کا انتقال متصور نہیں ہوگا اور وراثت منتقل ہونے والی چیزوں میں چلتی ہے برخلاف خیار عیب کے اس لئے کہ مورث غیر معیوب مبیع کا مستحق تھا تو وارث بھی غیر معیوب مبیع کا مستحق ہوگا لیکن نفس خیار میں وراثت نہیں چلتی اور وارث کی ملکیت کے دوسرے کی ملکیت سے مل جانے کی وجہ سے ابتداء وارث کیلئے خیار تعین ثابت ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ خیار تعین اسے وراثت میں ملتا ہے۔

خیار کے وراثت میں منتقل نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ مکمل الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب خیار والا فوت ہو جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔ جبکہ امام شافعی اور فقہاء مالکیہ کی کتب مشہورہ کے مطابق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ خیار وراثت میں منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے اس کو خیار عیب اور خیار تعین پر قیاس کیا ہے جن میں بہ اتفاق خیار وراثت میں منتقل ہو جاتا ہے جبکہ اختلاف اور ان کے مؤیدین فقہاء نے کہا ہے کہ جب خیار کی مدت گزر جائے تو بہ اجماع کسی دوسرے کو خیار نہ ہوگا اور مدت کا گزرتا اور پھر اس کے بعد من لہ خیار کیا کرتا ہے یہ ورثاء پر مجبول ہے ممکن ہے ورثاء چاہت من لہ خیار کے خلاف کر بیٹھیں۔ لہذا یہ خیار وراثت کی جانب منتقل نہ ہوگا۔ (فتح القدیر، بتصرف، کتاب بیوع، ج ۱، ص ۳۳۱، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس کے لیے خیار تھا وہ اندرون مدت مر گیا خیار باطل ہو گیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اُس کے مرنے کے بعد وراثت کی طرف خیار منتقل ہو کہ خیار میں میراث نہیں جاری ہوتی۔ اسی طرح اگر بیوش ہو گیا یا مجنون ہو گیا یا سوتا رہ گیا اور مدت گزر گئی خیار باطل ہو گیا۔ مشتری کو بطور تسلیم قبضہ دیا بائع کا خیار باطل ہو گیا اور اگر بطور تسلیم قبضہ نہ دیا بلکہ اپنا اختیار رکھتے ہوئے قبضہ دیا خیار باطل نہ ہوا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

استحسان کے طور پر دوسرے کیلئے خیار ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا وَشَرَطَ الْخِيَارَ لِغَيْرِهِ فَأَيُّهُمَا أَجَازَ الْخِيَارَ وَأَيُّهُمَا نَقَضَ انْتَقَضَ) وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ اشْتِرَاطَ الْخِيَارِ لِغَيْرِهِ جَائِزٌ اسْتِحْسَانًا، وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ مِنْ مَوَاجِبِ الْعَقْدِ وَأَحْكَامِهِ، فَلَا يَجُوزُ اشْتِرَاؤُهُ لِغَيْرِهِ كَاشْتِرَاطِ الثَّمَنِ عَلَى غَيْرِ الْمُشْتَرَى .

وَلَمَّا أَنَّ الْخِيَارَ لِغَيْرِ الْعَاقِدِ لَا يَنْبَغُ إِلَّا بِطَرِيقِ النَّيَّابَةِ عَنِ الْعَاقِدِ فَيَقْدَرُ الْخِيَارُ لَهُ اِفْتِصَاءٌ ثُمَّ يُجْعَلُ هُوَ نَائِبًا عَنْهُ تَصْحِيحًا لِتَصَرُّفِهِ، وَعِنْدَ ذَلِكَ يَكُونُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

الْخِيَارُ، فَأَيُّهُمَا أَجَازُ جَازٌ، وَأَيُّهُمَا نَقَضَ انْتَقَضَ (وَلَوْ أَجَازَ أَحَدُهُمَا وَفَسَخَ الْآخَرُ يُعْتَبَرُ السَّابِقُ) لِوُجُودِهِ فِي زَمَانٍ لَا يَزَاحِمُهُ فِيهِ غَيْرُهُ، وَلَوْ خَرَجَ الْكُلَامَانِ مِنْهُمَا مَعًا يُعْتَبَرُ تَصَرُّفُ الْعَاقِدِ فِي رَوَايَةٍ وَتَصَرُّفُ الْفَاسِخِ فِي أُخْرَى. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ تَصَرُّفَ الْعَاقِدِ أَقْوَى؛ لِأَنَّ النَّائِبَ يَسْتَفِيدُ الْوِلَايَةَ مِنْهُ.

وَجْهُ الثَّانِي أَنَّ الْفَسْخَ أَقْوَى؛ لِأَنَّ الْمَجَازَ يُلْحَقُهُ الْفَسْخُ وَالْمَفْسُوخُ لَا تُلْحَقُهُ الْإِجَازَةُ، وَلَمَّا مَلَكَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا التَّصَرُّفَ رَجَحْنَا بِحَالِ التَّصَرُّفِ وَقَبِلَ الْأَوَّلَ قَوْلَ مُحَمَّدٍ وَالثَّانِي قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ، وَاسْتِخْرَاجَ ذَلِكَ مِمَّا إِذَا بَاعَ الْمُوَكَّلُ مِنْ رَجُلٍ وَالْمُوَكَّلُ مِنْ غَيْرِهِ مَعًا؛ فَمُحَمَّدٌ يُعْتَبَرُ فِيهِ تَصَرُّفُ الْمُوَكَّلِ، وَأَبُو يُوسُفَ يُعْتَبَرُ هُمَا.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کو چیز خریدی اور اپنے علاوہ کسی دوسرے کیلئے خیاری شرط لگا لی تو دونوں میں سے جو بھی بیع کو نافذ کرے گا نافذ ہو جائے گی اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کیلئے استحساناً خیاری شرط لگانا جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں ہے اور یہی اہل اہم زمرہ کا قول ہے اس لئے کہ خیاری عقد کے لوازم اور اس کے احکام میں سے ہے لہذا دوسرے کیلئے اس کی شرط لگانا جائز نہیں ہوگا جس طرح کے غیر مشتری پریشن کی شرط لگانا جائز نہیں ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر عائد کیلئے عائد کا نائب بن کر ہی خیاری بیعت ہوتا ہے لہذا عائد کیلئے اقتضائے خیاری کو نائبیت مان کر پھر دوسرے کو اس کا نائب بنایا جائے گا تا کہ عائد کا تصرف صحیح ہو اور اس صورت میں دونوں کیلئے خیاری بیعت ہوگا اور ان میں سے جو بھی بیع کو نافذ کرے گا نافذ ہو جائے گی اور جو بھی اسے فسخ کرے گا فسخ ہو جائے گی اور جب ان میں سے ایک نے بیع کی اجازت دی اور دوسرے نے فسخ کر دیا تو پہلے کا اعتبار ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسے زمانے میں پایا گیا جس میں دوسرے کی طرف سے مزاحمت نہیں تھی۔

اور جب دونوں کا تصرف ایک ساتھ صادر ہوا تو ایک روایت میں عقد کرنے والے کا تصرف معتبر ہوگا اور دوسری روایت میں فسخ کا تصرف معتبر ہوگا پہلے کی دلیل یہ ہے کہ عائد کا تصرف اقویٰ ہے اس لئے کہ نائب اسی عائد سے تصرف ولایت حاصل کرتا ہے اور دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ فسخ کرنا زیادہ قویٰ ہے اس لئے کہ اجازت دیئے ہوئے عقد کو بھی فسخ لاحق ہو جاتا ہے حالانکہ فسخ کردہ عقد کو اجازت لاحق نہیں ہوتی اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک تصرف کا مالک ہے تو ہم نے حالت تصرف کو ترجیح دے دی ایک قول یہ کہ پہلا امام محمد کا قول ہے اور دوسرا امام ابو یوسف کا اور یہ مسئلہ اس صورت سے مستتب ہے کہ جب وکیل نے

ایک آدمی سے اور ساتھ ہی منکھل نے دوسرے آدمی سے کوئی چیز بیچی تو امام محمد اس میں منکھل کا تصرف معتبر مانتے ہیں اور امام ابو یوسف دونوں کے تصرف کا اعتبار کرتے ہیں۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی کو وکیل بنایا کہ یہ چیز شرط خیار سے بیچ کرے اس نے بلا شرط بیچ ڈالی یہ بیچ جائز و نافذ نہ ہوئی اور اگر بشرط الخیار خریدنے کے لیے وکیل کیا تھا وکیل نے بلا شرط خریدی تو بیچ صحیح ہوگئی مگر وکیل پر نافذ ہوگی منکھل پر نافذ نہ ہوئی۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان دونوں نے اپنے سے خیار شرط کیا پھر ایک نے صراحۃً یا دلالتاً بیچ پر رضامندی ظاہر کی تو دوسرے کا خیار جاتا رہا۔ اسی طرح اگر دو شخصوں نے کسی چیز کو ایک عقد میں بیچ کیا اور دونوں نے اپنے سے خیار رکھا پھر ایک بائع نے بیچ کو جائز کر دیا تو دوسرے کا خیار باطل ہو گیا اسے رد کرنے کا حق نہ رہا۔ ایک عقد میں دو چیزیں بیچی گئیں اور اپنے لیے خیار رکھا تھا پھر ایک میں بیچ کو فسخ کر دیا تو فسخ نہ ہوئی بلکہ بدستور خیار باقی ہے۔ اسی طرح ایک چیز بیچی گئی تھی اور اس کے نصف میں فسخ کیا تو بیچ فسخ نہ ہوئی اور خیار باقی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

دو غلاموں سے ایک میں خیار کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا قَلَانَةُ أَيَّامٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ، وَإِنْ بَاعَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِخُمُسِمِائَةٍ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ فِي أَحَدِهِمَا بَعْيُهُ جَائِزُ الْبَيْعِ) وَالْمَسْأَلَةُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَجْزَاءٍ : أَحَدُهَا أَنَّ لَا يُفْضَلُ الثَّمَنُ وَلَا يُعَيَّنُ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَهُوَ الْوَجْهُ الْأَوَّلُ فِي الْكِتَابِ وَفَسَادُهُ لِبُجْهَالَةِ الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ ؛ لِأَنَّ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ كَمَا خَارِجٌ عَنِ الْعَقْدِ، إِذَا الْعَقْدُ مَعَ الْخِيَارِ لَا يَتَعَقَّدُ فِي حَقِّ الْحُكْمِ فَبَقِيَ الدَّخِلُ فِيهِ أَخَذَهُمَا وَهُوَ غَيْرُ مَعْلُومٍ .

وَالْوَجْهُ الثَّانِي أَنَّ يُفْضَلُ الثَّمَنُ وَيُعَيَّنُ الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ ثَانِيًا فِي الْكِتَابِ، وَإِنَّمَا جَائِز ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مَعْلُومٌ وَالثَّمَنُ مَعْلُومٌ، وَقَبُولُ الْعَقْدِ فِي الَّذِي فِيهِ الْخِيَارُ وَإِنْ كَانَ شَرْطًا لَا يَتَعَقَّدُ الْعَقْدُ فِي الْآخَرِ وَلَكِنْ هَذَا غَيْرُ مُكْسِدٍ لِلْعَقْدِ لِكُونِهِ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ كَمَا إِذَا جُمِعَ بَيْنَ قَيْنٍ وَمَذْبَحٍ . وَالثَّالِثُ أَنَّ يُفْضَلُ وَلَا يُعَيَّنُ . وَالرَّابِعُ أَنَّ يُعَيَّنُ وَلَا يُفْضَلُ، فَالْعَقْدُ فَاسِدٌ فِي الْوَجْهَيْنِ : إِمَّا لِبُجْهَالَةِ الْمَبِيعِ أَوْ لِبُجْهَالَةِ الثَّمَنِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے عوض دو غلاموں کو اس شرط پر بیچا کہ اسے دو دنوں میں سے ایک غلام میں تین دن کا اختیار ہے تو بیع فاسد ہے لیکن جب ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو میں بیچا اس شرط پر کہ اسے ان میں سے ایک متعین غلام میں تین دن کا اختیار تو بیع جائز ہے اور یہ مسئلہ چار صورتوں پر ہے پہلی صورت یہ ہے کہ نہ تو بائع ثمن کی تفصیل بیان کرے اور نہ ہی اس غلام کی تعیین کرے جس میں خیار لے گا اور یہ ہی پہلی صورت ہے جو کتاب میں مذکور ہے اور ثمن اور ثمن دونوں مجہول ہونے کی وجہ سے یہ صورت فاسد ہے کیونکہ وہ غلام جس میں خیار ہے وہ خارج ثمن عقد کی طرح ہے اس لئے کہ خیار سے ہم آہنگ عقد ثبوت حکم کے حق میں منعقد نہیں ہوتا لہذا عقد میں دونوں غلاموں میں سے صرف ایک داخل ہوگا اور وہ ایک غیر معلوم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بائع ثمن کی بھی تفصیل کر دے اور جس میں اسے خیار لیتا ہے اس کی بھی تعیین کر دے کتاب میں دوسرے نمبر پر یہ ہی مذکور ہے اور اس صورت میں بیع اس لئے جائز ہے کہ بیع بھی معلوم ہے اور ثمن بھی معلوم ہے اور خیار والے غلام میں عقد قبول کرنا اگرچہ دوسرے کیلئے انعقاد عقد کیلئے شرط ہے لیکن یہ شرط مقصد عقد نہیں ہے اس لئے کہ جس غلام میں اسے خیار ہے وہ بیع کا محل ہے جیسے اس صورت میں جب کوئی شخص قن اور بدو دونوں کو بیع میں جمع کرے تیسری صورت یہ ہے کہ بائع ثمن کو الگ الگ بیان کر دے اور ثمن فیہ اختیار کو متعین نہ کرے چوتھی صورت یہ ہے کہ جس میں خیاری تعیین کر دے لیکن ثمن الگ بیان نہ کرے اور دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے یا تو بیع مجہول ہونے کی وجہ سے یا پھر ثمن مجہول ہونے کے سبب ہوگا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے دو چیزوں کو ایک ساتھ بیچا مثلاً دو غلام یا دو کپڑے یا دو جانور، ان میں ایک میں بائع یا مشتری نے خیار شرط کیا اس کی چار صورتیں ہیں، جس ایک میں خیار ہے، وہ متعین ہے یا نہیں اور ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یا نہیں اگر محل خیار متعین ہے اور ہر ایک کا ثمن ظاہر کر دیا گیا تو بیع صحیح ہے باقی تین صورتوں میں بیع فاسد اور اگر کبلی یا دوزنی چیز خریدی اور اس کے نصف میں خیار شرط رکھا یا ایک غلام خرید اور نصف میں خیار رکھا تو بیع صحیح ہے ثمن کی تفصیل کرے یا نہ کرے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

مشروعیت خیار کا ازالہ نقصان ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ عَلَى أَنْ يَأْخُذَ أَيُّهُمَا شَاءَ بِعَشْرَةٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَهُوَ جَائِزٌ، وَكَذَا الثَّلَاثَةُ، فَإِنْ كَانَتْ أَرْبَعَةَ أَثْوَابٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَفْسُدَ الْبَيْعُ لِي الْكُلِّ لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ وَالشَّافِعِيِّ .

وَجْهٌ إِلَّا سُبْحَانَ أَنْ شَرَعَ الْخِيَارَ لِلْحَاجَةِ إِلَى دَفْعِ الْغَيْنِ لِيَخْتَارَ مَا هُوَ الْأَرْفَقُ
وَالْأَوْفَقُ، وَالْحَاجَةُ إِلَى هَذَا النَّوعِ مِنَ الْبَيْعِ مُتَحَقِّقَةٌ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى اخْتِيَارٍ مِنْ بَيْنِ
بِهِ أَوْ اخْتِيَارٍ مَنْ يَشْتَرِيهِ لِأَجْلِهِ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْبَائِعُ مِنَ الْحَمْلِ إِلَيْهِ إِلَّا بِالْبَيْعِ فَكَانَ فِي
مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ، غَيْرَ أَنَّ هَذِهِ الْحَاجَةَ تَنْدَفِعُ بِالثَّلَاثِ لِوُجُودِ الْجَبْدِ وَالْوَسْطِ
وَالرَّدَى فِيهَا، وَالْجَهَالَةُ لَا تَقْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ فِي الثَّلَاثَةِ لِيَتَّعِينَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ،
وَكَذَلِكَ فِي الْأَرْبَعِ، إِلَّا أَنَّ الْحَاجَةَ إِلَيْهَا غَيْرُ مُتَحَقِّقَةٍ وَالرَّخْصَةُ تُبَوِّئُهَا بِالْحَاجَةِ وَتَكُونُ
الْجَهَالَةُ غَيْرُ مُقْضِيَةٍ إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَلَا تَنْبُتُ بِأَحَدِهِمَا.

ترجمہ

فرمایا کہ جس نے دو چیزوں کو اس شرط پر خریدا کہ ان میں سے جسے چاہے گا دس درہم میں لے لے گا اور اسے تین دن کا خیار ہوگا تو بیع جائز ہے انہی تین چیزوں میں بھی بیع جائز ہے لیکن اگر چار چیزیں ہوں تو بیع فاسد ہے اور قیاس یہ ہے کہ تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو اس لئے کہ بیع مبہول ہے یہی امام زعفران امام شافعی کا قول ہے احسان کی دلیل یہ ہے کہ خیاری کی مشروعیت ہی خسارہ دور کرنے کیلئے ہوئی ہے تاکہ صاحب خیاری زیادہ نفع بخش اور موافقت کو اختیار کر سکے اور اس طرح کی بیع کی ضرورت ثابت ہے اس لئے کہ مشتری کبھی اپنے نزدیک قابل اعتماد شخص کو منتخب کرنے یا جس کیلئے چیز خرید رہا ہے اس کے پسند کرنے کا محتاج ہوتا ہے اور بیع کے بغیر بائع اسے مشتری کے پاس بھیج نہیں لے جائے لہذا یہ بیع بھی اس بیع کے معنی میں ہوگی جس پر شریعت وارد ہوئی ہے البتہ یہ ضرورت تین چیزوں سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ تین میں عمدہ اوسط اور ردی شامل ہیں اور تین میں جہالت بھی جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہوگی اس لئے کہ جس کیلئے اختیار ہے کو انہی میں سے تعین کا حق ہے اور ایسے ہی چار چیزوں میں لیکن اس کی طرف حاجت ثابت نہیں ہے حالانکہ رخصت کا ثبوت ہی حاجت اور جہالت کے جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہ ہونے کی وجہ سے ہے لہذا ان میں سے کسی ایک کے ہونے سے اجازت کا ثبوت نہیں ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے دو چیزوں کو ایک ساتھ بیچا، مثلاً دو غلام یا دو کپڑے یا دو جانور، ان میں ایک میں بیع یا مشتری نے خیار شرط کیا اس کی چار صورتیں ہیں، جس ایک میں خیار ہے، وہ متعین ہے یا نہیں اور ہر ایک کا ضمن علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا گیا ہے یا نہیں اگر کل خیار متعین ہے اور ہر ایک کا ضمن ظاہر کر دیا گیا تو بیع صحیح ہے باقی تین صورتوں میں بیع فاسد اور اگر کیلی یا دوزنی چیز خریدی اور اس کے نصف میں خیار شرط رکھا یا ایک غلام خرید اور نصف میں خیار رکھا تو بیع صحیح ہے شریکی تفصیل کرے یا نہ کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

خیار شرط کا خیار تعیین کے ساتھ ہونے کا بیان

ثُمَّ قِيلَ: يُشْرَطُ أَنْ يَكُونَ فِي هَذَا الْعَقْدِ خِيَارُ الشَّرْطِ مَعَ خِيَارِ التَّعْيِينِ، وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ.

(وَقِيلَ لَا يُشْرَطُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ)، فَيَكُونُ ذِكْرُهُ عَلَى هَذَا الْإِغْتِبَارِ وَفَاقًا لَا شَرْطًا؛ وَإِذَا لَمْ يَذْكُرْ خِيَارُ الشَّرْطِ لَا بُدَّ مِنْ تَوْقِيفِ خِيَارِ التَّعْيِينِ بِالثَّلَاثِ عِنْدَهُ وَبِمُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ أَيْنَهَا كَانَتْ عِنْدَهُمَا.

ثُمَّ ذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسخِ: اشْتَرَى ثَوْبَيْنِ وَفِي بَعْضِهَا اشْتَرَى أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ فِي الْحَقِيقَةِ أَحَدُهُمَا وَالْآخَرَ أَمَانَةً، وَالْأَوَّلُ تَجَوُّزٌ وَاسْتِعَارَةٌ. وَلَوْ هَلَكَ أَحَدُهُمَا أَوْ تَعَيَّبَ لَزِمَهُ الْبَيْعُ فِيهِ بِمَنْبِهِ وَتَعَيَّنَ الْآخَرُ لِلْأَمَانَةِ لِامْتِنَاعِ الرَّدِّ بِالتَّعَيُّبِ، وَلَوْ هَلَكَمَا جَمِيعًا مَعًا يَلْزَمُهُ نِصْفُ ثَمَنِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِشُيُوعِ الْبَيْعِ وَالْأَمَانَةِ لِبَيْعِهِمَا.

ترجمہ

پھر کہا گیا ہے کہ اس عقد میں خیار تعیین کے ساتھ خیار شرط کا ہونا ضروری ہے اور جامع صغیر میں یہی مذکور ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ خیار شرط کی معیت شرط نہیں ہے اور جامع کبیر میں یہی مذکور ہے تو جامع کبیر کے اعتبار پر خیار شرط کا ذکر انتہائی ہوگا اور جب خیار شرط کا ذکر نہ ہو تو امام عظیم رضی اللہ عنہ سے نزدیک خیار تعیین کو تین دن کے ساتھ منسوت کرنا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک مدت سے اسکی قیوت ضروری ہے خواہ کئی بجت ہو پھر بعض نسخوں میں اشتری ثوبین ہے اور بعض میں اشتری احد الثوبین ہے اور یہی دوسرا صحیح ہے اس لئے کہ حقیقت میں مجمع ان میں سے ایک ہی کپڑا ہے اور دوسرا امانت ہے اور پہلا مجاز اور استعارہ ہے۔

اور جب دونوں کپڑوں میں سے ایک ہلاک ہو گیا یا عیب دار ہو گیا تو اس کپڑے میں اس کے ثمن کے عوض بیع لازم ہو جائے گا اور دوسرا کپڑا امانت کیلئے متعین ہو جائے گا اس لئے کہ عیب دار ہونے کی وجہ سے پہلے کپڑے کی واپسی ناممکن ہو گئی۔ و حسب دونوں کپڑے ایک ساتھ ضائع ہو جائیں تو مشتری پر ہر ایک کا ثمن لازم ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں بیع اور امانت ضائع ہو چکی ہیں۔

شرح

حرم مال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چند چیزوں میں سے ایک غیر معین کو خریدایں کہا کہ ان میں سے ایک کو

خریدتا ہوں تو مشتری اُن میں سے جس ایک کو چاہے متعین کر لے اس کو خیارتعین کہتے ہیں اس کے لیے چند شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ اُن چیزوں میں ایک کو خریدے یہ نہیں کہ میں نے ان سب کو خریدا۔ دوم یہ کہ دو چیزوں میں سے ایک یا تین چیزوں میں سے ایک کو خریدے، چار میں سے ایک خریدی تو صحیح نہیں۔ سوم یہ کہ یہ تھوڑی سی چیز ہو کہ ان میں سے جو تو چاہے لے لے۔ چہرہ یہ کہ اس کی مدت بھی تین دن تک ہونی چاہیے۔ پنجم یہ کہ یہی چیزوں میں ہو مثلاً چیزوں میں نہ ہو۔ رہا یہ امر کہ خیارتعین کے ساتھ خیارشرط کی بھی ضرورت ہے یا نہیں اس میں علما کا اختلاف ہے بہر حال اگر خیارتعین کے ساتھ خیارشرط بھی مذکور ہو اور مشتری نے تقاضہ تعین سے ایک کو تعین کر لیا تو خیارشرط کا حکم باقی ہے کہ اندرون مدت اُس ایک میں بھی بیع صحیح کر سکتا ہے۔ اور اگر مدت ختم ہوگئی اور خیارشرط کی رو سے بیع کو صحیح نہ کیا تو بیع لازم ہوگئی اور مشتری پر لازم ہوگا کہ اب تک متعین نہیں کیا ہے تو اب متعین کر لے۔

(فتح القدر، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خیارتعین بائع کے لیے بھی ہو سکتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے دو یا تین چیزوں میں سے ایک کو خریدا اور بائع سے کہہ دیا کہ ان میں سے جو تو چاہے دیدے، بائع نے جس ایک کو خرید یا مشتری کو اس کا لیمانہ زم ہو جائے گا، ہاں بائع وہ دے رہا ہے جو عیب دار ہے اور مشتری لینے پر راضی ہے تو خیر، ورنہ بائع مجبور نہیں کر سکتا اور اگر مشتری عیب دار کے لینے پر طیارہ نہ ہوتا تو ان میں سے دوسری چیز لینے پر بھی بائع اُس آپ کو مجبور نہیں کر سکتا اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک بائع کے پاس ہلاک ہوگئی تو جو باقی ہے وہ مشتری پر لازم کر سکتا ہے۔ (رہنما، کتاب بیوع)

شیخ نظام الدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خیارتعین کے ساتھ بیع ہوئی اور مشتری نے دونوں چیزوں پر قبضہ کیا تو ان میں ایک مشتری کی ہے اور ایک بائع کی جس کے پاس بطور امانت ہے یعنی اگر مشتری کے پاس دونوں ہلاک ہو گئیں تو ایک کا جوٹن طے پایا ہے وہی دینا پڑے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

خیارتعین میں اجرائے وراثت ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ لَأَنَّ يَرُدُّهُمَا جَمِيعًا . وَلَوْ مَاتَ مَنْ لَهُ الْخِيَارُ فَلَوْ ارْتَبَهُ أَنْ يَرُدَّ أَحَدَهُمَا ؛ لِأَنَّ الْبَاقِيَ خِيَارُ التَّعْيِينِ لِلَاخْتِلَافِ ، وَلِهَذَا لَا يَتَوَقَّفُ فِي حَقِّ الْوَارِثِ . وَأَمَّا خِيَارُ الشَّرْطِ لَا يُوَرِّثُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

ترجمہ

اور اگر اس عقد میں خیارشرط بھی تھا تو مشتری کو دونوں کپڑے واپس کرنے کا حق ہے اور اگر جس کیسے اختیار ہے مرنے کے وارث کو ان میں سے کپڑا واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ مخلوط ہونے کی وجہ سے صرف خیارتعین باقی ہے اسی وجہ سے وارث کے حق میں کوئی وقت متعین نہیں ہوتا رہا خیارشرط کا مسئلہ تو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور ہم نے اس سے پہلے اسے بیان کر دیا ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے خیار تین کے ساتھ ایک چیز خریدی تھی اور مشتری مر گیا تو یہ خیار وارث کی طرف منتقل ہوگا یعنی وارث دونوں کو رد کر کے بیع کرنا چاہے ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ جس ایک کو چاہے پسند کر لے اور قبضہ دونوں پر ہو چکا ہے تو دوسری اس کے پاس امانت ہے۔ بائع کے پاس دونوں چیزیں ہلاک ہو گئیں تو بیع باطل ہوگی اور ایک باقی ہے ایک ہلاک ہوگی تو جو باقی ہے وہ بیع کے لیے متعین ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

خیار شرط کے ساتھ مکان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ يَبِيعُ دَارَ أُخْرَى بِجَنْبِهَا فَأَخَذَهَا بِالشَّفْعَةِ فَهُوَ رِضًا) ، لِأَنَّ طَلَبَ الشَّفْعَةِ يَذُلُّ عَلَى اخْتِيَارِهِ الْمَلِكِ فِيهَا ، لِأَنَّهُ مَا ثَبَتَ إِلَّا لِلدَّفْعِ ضَرْبِ الْجَوَارِ ، وَذَلِكَ بِإِلَاسِيْدَامَةِ قَيْضُ مَنْ ذَلِكَ سَقُوطُ الْخِيَارِ سَابِقًا عَلَيْهِ فَيَبِيعُ الْمَلِكُ مِنْ وَقْتِ الشَّرَاءِ فَيَتَيَسَّرُ أَنَّ الْجَوَارَ كَانَ لِبَنَاءٍ ، وَهَذَا التَّقْرِيرُ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِمَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ خَاصَّةً .

ترجمہ

جب کسی شخص نے خیار شرط کا ساتھ کوئی مکان خریدا پھر اس مکان کے برابر میں دوسرا گھر بیچا ہوا اور اس نے شفعہ میں لے لیا تو یہ رضامندی ہوگی اس لئے کہ شفعہ کا طلب کرنا مکان میں اختیار ملکیت کا غماز ہے کیونکہ شفعہ کا ثبوت ہی نقصان جوار کو دور کرنے کیلئے ہوا ہے اور یہ مقصد دائمی ملکیت سے حاصل ہوگا لہذا طلب شفعہ اپنے سے پہلے سقوط خیار کو متضمن ہوگا اور وقت شراء سے مشتری کی ملکیت ثابت ہوگی اور یہ واضح ہو جائے گا کہ پڑوس ثابت تھا اور یہ بطور خاص امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کیلئے اس تقریر کی ضرورت ہوگی۔

حق شفعہ کے طلب کو رضامندی پر قیاس کرنے کا بیان

جس طرح شفعہ کے احکام میں سے ہے کہ جیسے ہی اس کو اس جائداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً اسی وقت یہ ظاہر کر دے کہ میں طالب شفعہ ہوں اگر علم ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہا اور بہتر یہ ہے کہ اپنے اس طلب کرنے پر لوگوں کو گواہ بھی بتالے تاکہ یہ نہ کہا جاسکے کہ اس نے طلب مواثبت نہیں کی ہے۔

مذکورہ مسئلہ پر اسی طرح اس کو قیاس کیا گیا ہے کہ جب شفعہ نے اپنے حق شفعہ کے باوجود خاموشی اختیار کی اور کسی قسم کا دعویٰ یا طلب شفعہ کا کوئی ذریعہ نہ اپنایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہونے پر رضامند ہو چکا ہے۔

و مشترکہ آدمیوں کو اختیار شرط پر غلام کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ عَبْدًا عَلَى أَنَّهُمَا بِالْخِيَارِ فَرَضِيَ أَحَدُهُمَا فَلَيْسَ لِلْآخَرِ أَنْ يَرُدَّهُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ خِيَارُ الْعَيْبِ وَخِيَارُ الرُّؤْيَةِ، لَهُمَا أَنْ يُبَاتِ الْخِيَارِ لَهُمَا إِبْتِثَانُهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَلَا يَسْقُطُ بِإِسْقَاطِ صَاحِبِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِبْطَالِ حَقِّهِ .

وَلَهُ أَنْ يَسْبِعَ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ غَيْرَ مَعِيْبٍ بِعَيْبِ الشَّرَكَةِ، فَلَوْ رَدَّهُ أَحَدُهُمَا رَدَّهُ مَعِيْبًا بِهِ وَفِيهِ الزَّمُ ضَرَرٌ زَائِدٌ، وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَةِ إِبْتِثَانِ الْخِيَارِ لَهُمَا الرِّضَا بِرَدِّ أَحَدِهِمَا لِتَضَرُّرِ اجْتِمَاعِهِمَا عَلَى الرُّدِّ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب دو آدمیوں نے مل کر اختیار شرط کے ساتھ غلام خریدا پھر ان میں سے ایک عقد پر راضی ہو گیا تو وہ ام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو عقد رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا صاحبین نے فرمایا کہ اس تو اختیار ہوگا اور اختیار عیب اور اختیار رویت بھی اسی اختلاف پر ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کیلئے ایک ساتھ اختیار ثابت کرنا ان میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ اختیار ثابت کرنے کی طرح ہے لہذا اس کے ساتھی کے اختیار ساتھ کرنے سے اس کا اختیار ساقط نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس دوسرے کے حق کا ابطال ہے ام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بیع بالغ کی ملکیت سے شرکت کے عیب سے پاک ہو کر نکلی ہے اب اگر ان میں سے کوئی اسے واپس کرے گا تو وہ اسے عیب شرکت سے معیوب کر کے واپس کرے گا حالانکہ اس میں ایک زائد نقصان کو تھوپنا ہے اور دونوں کیلئے خیر ثابت کرنے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے رد کرنے پر راضی ہو کیونکہ رد پر دونوں کا تعلق ہونا بھی ممکن ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان دونوں نے اپنے لیے اختیار شرط کیا پھر ایک نے صراحت یا دلالت بیع پر رضامندی ظاہر کی تو دوسرے کا اختیار چار تار ہا۔ اسی طرح اگر دو شخصوں نے کسی چیز کو ایک عقد میں بیع کیا اور دونوں نے اپنے لیے اختیار رکھا پھر ایک بالغ نے بیع کو جائز کر دیا تو دوسرے کا اختیار باطل ہو گیا۔ سے رد کرنے کا حق نہ رہا۔ (در مختار، کتاب بیوع)

اختیار تعیین کے ساتھ بیع ہوئی اور ابھی تک دونوں چیزیں بالغ ہی کے قبضہ میں تھیں کہ ان میں سے ایک میں عیب پیدا ہو گیا اب مشتری کو اختیار ہے کہ عیب والی پورے داموں سے لے یا دوسری لے لے یا کسی کو نہ لے۔ دونوں میں عیب پیدا ہو گیا جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مشتری قبضہ کر چکا ہے اور ایک عیب دار ہو گئی تو یہ بیع کے لیے متعین ہے اور دوسری امانت اور دونوں عیب دار ہو گئیں اگر گئے چھپے عیب پیدا ہوا تو جس میں پہلے عیب پیدا ہوا وہ بیع کے لیے متعین ہے اور ایک ساتھ دونوں میں عیب پیدا ہوا تو بیع کے

لیے ابھی کوئی متعین نہیں جس ایک کو چاہے معین کر لے اور دونوں کو رد کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

وصف معین کی شرط یہ ہے کہ یہ نے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنَّهُ خَبَازٌ أَوْ كَتَّابٌ وَكَانَ بِخِلَافِهِ فَأَلْمُسْتَرَى بِالْخَبَازِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ) لِأَنَّ هَذَا وَصْفٌ مَرْغُوبٌ فِيهِ فَيُسْتَحَقُّ فِي الْعَقْدِ بِالشَّرْطِ، ثُمَّ لَوَ أَنَّهُ يُوجِبُ التَّخْيِيرَ؛ لِأَنَّهُ مَا رَضِيَ بِهِ دُونَهُ، وَهَذَا يَرْجِعُ إِلَى اخْتِلَافِ السُّوْعِ لِقِبْلَةِ التَّفَاوُتِ فِي الْأَعْرَاضِ، فَلَا يَفْسُدُ الْعَقْدُ بَعْدِيهِ بِمَنْزِلَةِ وَصْفِ الذَّكُورَةِ وَالْأُنُوَّةِ فِي الْحَيَوَانَاتِ وَصَارَ كَقَوَابِ وَصْفِ السَّلَامَةِ، وَإِذَا أَخَذَهُ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ؛ لِأَنَّ الْأَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ لِكُجُوبِهَا تَابِعَةً فِي الْعَقْدِ عَلَى مَا عُرِفَ.

ترجمہ

فرمایا کہ جس شخص نے کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ وہ روٹی پکانے والا ہے یا لکھنے والا ہے جبکہ وہ اس کے برخلاف تھا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو پورے ثمن کے عوض اسے لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اس لئے یہ غلام میں ایک مرغوب وصف ہے لہذا شرط کی وجہ سے عقد میں اس کا استحفاظ ہوگا پھر اس وصف کا فوت ہونا یا مشتری کا سبب بنے گا اس لئے کہ مشتری اس وصف کے علاوہ بیع پر راضی نہیں ہوا ہے اور اغراض میں قلت تفاوت کی بنا پر یہ اختلاف نوع کی طرف رافع ہے لہذا اس کے نہ ہونے سے عقد فاسد نہیں ہوگا جیسا کہ حیوانات میں مذکور سنوٹ ہونا وصف اور یہ وصف سلامت کے فوت ہونے کی طرح ہو گیا اور جب مشتری اس کو لے گا تو پورے ثمن کے عوض لے گا اس لئے کہ اوصاف کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں ہوتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شرط وصف کے عدم پر اختیار مشتری کا بیان

غلام کو اس شرط کے ساتھ خریدا کہ بارہ چچی یا منشی ہے مگر معلوم ہوا کہ وہ ایسا نہیں تو مشتری کو اختیار ہے کہ اسے پورے داموں میں لے لے یا چھوڑ دے۔ بکری خریدی اس شرط کے ساتھ کہ گاجھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یہ شرط ہے کہ زیادہ دودھ دیتی ہے تو بیع فاسد نہیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایک مکان خریدا اس شرط پر کہ پختہ اینٹوں سے بنا ہوا ہے وہ ٹکٹا خام، یا باغ خریدا اس شرط پر کہ اس کے کل درخت پھل دار ہیں ان میں ایک درخت پھل دار نہیں ہے یا کپڑا خریدا اس شرط پر کہ کسم کار نکلا ہوا ہے وہ زعفران کا رنگ ہوا نکلا۔

ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔ یا فخر خریدا اس شرط پر کہ مادہ ہے وہ نہ تھا تو بیع جائز ہے مگر مشتری کو اختیار ہے کہ نہ لے اور اگر نہ کہہ کر خریدا اور مادہ نکلا یا لکھ لیا اونٹ کہہ کر خریدا اور کھلی گدھی یا اونٹنی تو ان صورتوں میں بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ جس نہیں جس مختلف نہیں ہے اور جو شرط تھی بیع اس سے بہتر ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

باب فی خيار و روت

﴿یہ باب خيار و روت کے بیان میں ہے﴾

باب خيار و روت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خيار و روت کو خيار عیب پر مقدم کیا گیا ہے۔ کیونکہ خيار و روت حکم کو مکمل ہونے سے روکنے والا ہے جبکہ خيار عیب حکم کو لازم ہونے سے روکنے والا ہے۔ اور حکم کا شروع اس کے اتمام کے بعد ہوتا ہے اور یہاں پر اضافت کی نسبت اضافت شکی بہ شرط کی جانب منسوب ہے۔ کیونکہ روت خيار کے ثبوت کیلئے شرط ہے۔ جبکہ عدم روت سبب ہے ثبوت خيار کیلئے جو خيار کے وقت ہوگا۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۳، ص ۳۶۵، بیروت)

خيار و روت کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو بغیر دیکھے بھالے خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز نا پسند ہوتی ہے، ایسی حالت میں شرع مطہر نے مشتری کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد چیز کو نہ لینا چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اس کو خيار و روت کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: "جس نے ایسی چیز خریدی جس کو دیکھنا نہ ہو تو دیکھنے کے بعد اسے اختیار ہے لے یا چھوڑ دے۔" (سنن الدارقطنی، کتاب البیوع)

جس مجلس میں بیع ہوئی اس میں بیع موجود ہے مگر مشتری نے دیکھی نہیں شنایا پیسے میں گھی یا تیل تھا یا بوریوں میں غلہ تھا یا گھڑی میں کپڑا تھا اور کھول کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی یا وہاں بیع موجود نہ ہو اس وجہ سے نہیں دیکھی بہر حال دیکھنے کے بعد خریدار کو خيار حاصل ہے جو بیع کو جائز کرے یا فسخ کر دے۔ بیع کو بائع نے جیسا بتایا تھا ویسی ہی ہے یا اس کے خلاف دونوں صورتوں میں دیکھنے کے بعد بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔

اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اپنی رضامندی کا اظہار کیا یا کہہ دیا کہ میں نے اپنا خيار باطل کر دیا جب بھی دیکھنے کے بعد بیع کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہ خيار ہی دیکھنے کے وقت ملتا ہے دیکھنے سے پہلے خيار تھا ہی نہیں لہذا اس کو باطل کرنے کے کوئی معنی نہیں۔

خيار و روت چار مواقع میں ثابت ہوتا ہے 1: کسی شے معین کی خریداری۔ 2 بارہ۔ 3 تقسیم۔ 4 مال کا دعویٰ تھا اور شے معین پر مصالحت ہوگئی۔ بے دیکھی ہوئی چیز خریدی ہے دیکھنے سے پہلے بھی اس کی بیع فسخ کر سکتا ہے کیونکہ یہ بیع مشتری کے ذمہ لازم نہیں۔

بے دیکھی ہوئی چیز کو خریدنے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خيار و روت

کہتے ہیں مثلاً کسی خریدار نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو یہ بیع جائز ہو جائے گی لیکن خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس چیز کو جس وقت دیکھے چاہے تو اسے رکھے اور چاہے تو بیچنے والے کو واپس کر دے۔

ان اقسام کے علاوہ اس باب میں خیاری ایک اور قسم ذکر ہوگی جسے خیاری مجلس کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک مجلس میں تاجر خریدار کے درمیان خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے ہو جانے کے بعد اس مجلس کے ختم ہونے تک تاجر اور خریدار دونوں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس معاملہ کو ختم کر سکتا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد یہ اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں رہتا لیکن خیاری کی اس قسم میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی اور بعض دوسرے علماء اس خیاری کے قائل ہیں جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ اور دوسرے علماء اس کے قائل نہیں ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب بیع کا ایجاب و قبول ہو گیا یعنی معاملہ تکمیل پا گیا تو اب کسی کو بھی اس معاملے کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا اور یہ کہ معاملہ کے وقت خیاری کی شرط طے پاگئی ہوئے خیاری شرط کہتے ہیں اور جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن تک ہے تین دن کے بعد خیاری شرط کی صورت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

خیاری و یت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ، وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَأَاهُ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ) بِجَمِيعِ الثَّمَنِ (وَإِنْ شَاءَ رَدُّهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَصِحُّ الْعَقْدُ أَصْلًا، لِأَنَّ الْمُبْتَاعَ مَجْهُولٌ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا رَأَاهُ)؛ وَلِأَنَّ الْجَهْلَ بِعَدَمِ الرُّؤْيَا لَا تَقْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يُؤَافَقْهُ يَرُدُّهُ، فَصَارَ كَجَهْلِ الْوَصْفِ فِي الْمُعَايِنِ الْمَشَارِ إِلَيْهِ.

ترجمہ

اور جب کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو بیع جائز ہے اور دیکھنے کے بعد اسے خیاری طے اگر چاہے تو اسے پورے ٹمن کے عوض میں لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے امام شافعی نے فرمایا کہ عقد یا کل صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ بیع مجہول ہے اور ہماری دلیل آپ ﷺ کا وہ فرمان ہے کہ جس نے دیکھے بغیر کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد اسے خیاری حاصل ہوگا اور اس لئے بھی کہ نہ دیکھنے کی جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے کیونکہ اگر مشتری کو بیع پسند نہ ہوگی تو وہ اسے واپس کر دے گا تو یہ معین مشار الیہ میں جہالت وصف کی طرح ہوگی۔

بغیر دیکھے بائع کی بیع پر عدم اختیار کا بیان

قال: (ومن ناع ما لم يره فلا خيار له) وكان أبو حنيفة يقول: أولاً له الخيار اغياراً بخيار الغيب وخيار الشرط وهذا؛ لأن لزوم العقد بتمام الرضا زوالاً وثبوتاً ولا يتحقق ذلك إلا بالعلم بأوصاف المبيع، وذلك بالرؤية فلم يكن البائع راضياً بالزوال، ووجه القول المرجوع إليه أنه معلق بالشراء لما روينا فلا يثبت ذونه، وزوي أن عثمان بن عفان باع أرضاً له بالبصرة من طلحة بن عبيد الله فقبل لطلحة: إنك قد غبت، فقال: لى الخيار؛ لأننى اشتريت ما لم أره. وقيل لعثمان: إنك قد غبت، فقال: لى الخيار؛ لأننى بعته ما لم أره. فحكماً بينهما جبر بن مطعم، فقصى بالخيار لطلحة، وكان ذلك بمحض من الصحابة رضى الله عنهم

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز بیچ دی تو اسے اختیار نہیں ملے گا امام اعظم رضی اللہ عنہ پہلے خیاریعوب اور خیاریشرط پر قیاس کرتے ہوئے بائع کے اختیار کیلئے قائل تھے اور اس لئے تھے کہ عقد کا لازم ہونا ہے زوال عن ملک البائع اور ثبوت ملک مشتری دونوں اعتبار سے تمامیت رضا پر موقوف ہے اور تمامیت رضا اوصاف بیع کو جاننے سے پہلے ثابت نہیں ہوگی اور بیع کے اوصاف کا علم اسے دیکھنے سے ہی ہوگا لہذا بائع زوال بیع پر راضی نہیں ہوگا اور مرجوع الیہ قول کی دلیل یہ ہے کہ سابق میں ہماری بیان کردہ حدیث کی وجہ سے خیاریردیت شراء پر معلق ہے لہذا بغیر شراء کے اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور منقول ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے اپنی بصرہ کی زمین بیچی تو حضرت طلحہؓ سے کہا گیا کہ تمہیں خسارہ ہو گیا اس پر طلحہؓ نے فرمایا کہ میں نے بن دیکھی چیز خریدی ہے اس لئے مجھے اختیار ہے پھر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا گیا کہ آپ کا نقصان ہو گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے بغیر دیکھے بیع دیا ہے تو ان حضرات نے حضرت جبر بن مطعمؓ کو اپنے درمیان فیصلہ بنایا چنانچہ انہوں نے حضرت طلحہؓ کیلئے خیاریا فیصلہ کیا اور یہ واقعہ حضرات صحابہ کی موجودگی میں پیش آیا تھا۔

شرح

اُمرؤ فی شخص، ایسی غیر مفقود شے کو جس کا ناپنا تو لانا ممکن نہ ہو یا قاعدہ قبضہ میں لینے سے پہلے ہی کسی دوسرے شخص کو فروخت کر دے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو جائز قرار دیتے تھے۔ (انسائیکلو پیڈیا، فقہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ساپ کر یا تول کر بیچنے والی کھانے کی چیز کو قبضہ سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔

(ابوداؤد، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی :۔ نسائی، باب النہی فی بیع ما اشتری من الطعام بکیل حتی یستوفی)

ممکن ہے کہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے کیل اور وزن کی قید کو علت نہیں قرار دیا اور غیر منقولہ اشیاء کو علت نہ پائے جانے کی بنیاد پر قبضہ سے پہلے بیچنے کو جائز قرار دیا ہو۔ استخراج مسائل کی ایک قسم تقلید مجتہد استخراج و استنباط مسائل کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مجتہد کسی دوسرے مجتہد کے قول پر فتویٰ دے جیسا کہ علامہ ابن قیم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ہم کسی ایسے امام کو نہیں پاتے ہیں جس نے بعض احکام میں اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید نہ کی ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کوفہ والی زمین کے بدلہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ان کی مدینہ منورہ کی زمین یہ کہہ کر خرید فرمائی کہ میں وہ زمین بغیر دیکھے تم کو بیچ رہا ہوں، حضرت طلحہؓ نے فرمایا : جیسے لیے مہلت ہوگی کیونکہ میں بغیر دیکھی ہوئی چیز خرید رہا ہوں اور آپ دیکھی ہوئی خرید رہے ہیں، ان دونوں نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا تو حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے بیچ کو جائز قرار دیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بغیر دیکھی ہوئی چیز خریدنے کی بناء پر مہلت دی۔

(اعلام موقنین)

ممکن ہے کہ اس مسئلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے قول کو قبول کیا ہو جو ایسے ہی ایک مسئلہ میں انہوں نے فرمایا تھا۔ (اعلاء السنن)

خیار ردیت کے موقت نہ ہونے کا بیان

ثُمَّ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ غَيْرُ مُؤَقَّتٍ بَلْ يَبْقَى إِلَى أَنْ يُوْجَدَ مَا يَبْطُلُهُ، وَمَا يَبْطُلُ خِيَارُ الشَّرْطِ مِنْ تَعَيُّبٍ أَوْ تَضَرُّفٍ يَبْطُلُ خِيَارُ الرُّؤْيَةِ، ثُمَّ إِنْ كَانَ تَضَرُّفًا لَا يُمَكِّنُ رَفْعَهُ كَالِإِعْتَاقِ وَالتَّذْيِيرِ أَوْ تَضَرُّفًا يُوجِبُ حَقًّا لِلْغَيْرِ كَالْبَيْعِ الْمُطْلَقِ وَالرَّهْنِ وَالْإِجَارَةِ يَبْطُلُ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ وَبَعْدَهَا ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا لَزِمَ تَعَدُّرُ الْفُسْخِ قَبْلُ الْخِيَارِ وَإِنْ كَانَ تَضَرُّفًا لَا يُوجِبُ حَقًّا لِلْغَيْرِ كَالْبَيْعِ بِشَرْطِ الْخِيَارِ، وَالْمُسَاوَمَةِ وَالْهَبَةِ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيمٍ لَا يَبْطُلُهُ قَبْلَ الرُّؤْيَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَرْبُو عَلَى صَرِيحِ الرِّضَا وَيَبْطُلُهُ بَعْدَ الرُّؤْيَةِ لَوْجُودِ ذَلَالَةِ الرِّضَا .

ترجمہ

پھر خیار ردیت موقت نہیں ہے بلکہ وہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے جب تک وہ باقی رہے گا اور خیار شرط کو باطل کرنے والا عیب یا تصرف خیار ردیت کو بھی باطل نہ کرتا ہے پھر اگر کوئی ناقابل ارتقاہ کوئی تصرف دیکھے آؤ کہ کرنا مدبر بنانا یا کسی غیر کا حق ثابت کرنے والا تصرف دیکھے بیع مطلق رہن اور اجارہ تو ایسا تصرف ردیت سے پہلے بھی خیار ردیت کو باطل کر دے گا اور ردیت کے بعد بھی اس لئے کہ جب

یہ تصرف لازم ہو گیا تو فسخ کرنا دشوار ہو گیا لہذا اختیار باطل ہو جائے گا اور اگر کوئی ایسا تصرف ہو جو دوسرے کیلئے حق ثابت نہ کرتا ہو جیسے خیار شرط کیساتھ بیچنا یا ہوا و شو کرنا اور سپرد کیے بغیر بیہ کرنا تو یہ تصرف رویت سے پہلے خیار کو باطل نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ صریح رضا سے آگے نہیں بڑھ سکتا البتہ رویت کے بعد خیار کو باطل کر دے گا اس لئے کہ دلالتہ رضا مندی موجود ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور دیکھنے کے بعد صراحتاً یا دلالتہ اپنی رضا مندی ظاہر کی یا اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا یا ایسا تصرف کر دیا جو قائل فسخ نہیں ہے مثلاً آزاد کر دیا یا اس میں دوسرے کا حق پیدا ہو گیا مثلاً دوسرے کے ہاتھ بلا شرط خیار بیع کر دیا یا رہن رکھ دیا یا اجارہ پر دیدیا ان سب صورتوں میں خیار رویت جاتا رہا اب بیع کو فسخ نہیں کر سکتا اور اگر اس کو بیع کیا مگر اپنے لیے خیار شرط کر لیا یا بیچنے کے لیے اس کا نرخ کیا یا بیہ کیا مگر قبضہ نہیں دیا اور یہ باتیں دیکھنے کے بعد ہوئیں تو دلالتہ رضا مندی پائی گئی اب بیع کو فسخ نہیں کر سکتا اور دیکھنے سے پہلے ہوئیں تو خیار باقی ہے دیکھنے کے بعد بیع پر قبضہ کر لینا بھی دلیل رضا مندی ہے۔ (رہنکار، کتاب بیع)

بیع کو دیکھنے کی میں حد بندی کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ نَظَرَ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ، أَوْ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوبِ مَطْوًيًا أَوْ إِلَى وَجْهِ الْجَارِيَةِ أَوْ إِلَى وَجْهِ الدَّابَّةِ وَكَفَّلَهَا فَلَا خِيَارَ لَهُ) وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ رُؤْيَا جَمِيعِ الْمَبِيعِ غَيْرُ مَشْرُوطٍ لِنَعْدُّرِهِ فَيَكْفِي بِرُؤْيَا مَا يَدُلُّ عَلَى الْعِلْمِ بِالْمَقْصُودِ.

وَلَوْ دَخَلَ فِي الْمَبِيعِ أَشْيَاءٌ، فَإِنْ كَانَ لَا تَفَاوُثَ أَحَادُهَا كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ، وَعَلَامَتُهُ أَنْ يَعْزُضَ بِالنَّمُودَجِ يَكْفِي بِرُؤْيَا وَاحِدٍ مِنْهَا إِلَّا إِذَا كَانَ الْبَاقِي أَوْدًا مِمَّا رَأَى فَحِينَئِذٍ يَكُونُ لَهُ الْخِيَارُ.

وَإِنْ كَانَ تَفَاوُثَ أَحَادُهَا كَالنَّيَابِ وَالذَّوَابِّ لَا يَدُلُّ مِنْ رُؤْيَا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا، وَالْجَوْزُ وَالْبَيْضُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ فِيمَا ذَكَرَهُ الْكُرْخِيُّ، وَكَانَ يُنَبِّهُ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ لِكُونِهَا مُتَقَارِبَةً.

إِذَا ثَبَتَ هَذَا فَقُولُ: النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الصُّبْرَةِ كَافٍ؛ لِأَنَّهُ يَعْرِفُ وَصْفَ الْبَقِيَّةِ؛ لِأَنَّهُ مَكِيلٌ يَعْزُضُ بِالنَّمُودَجِ، وَكَذَا النَّظَرُ إِلَى ظَاهِرِ الثَّوبِ مِمَّا يَعْلَمُ بِهِ الْبَقِيَّةُ إِلَّا إِذَا كَانَ فِي طَبْعِهِ مَا يَكُونُ مَقْصُودًا كَمَوْضِعِ الْعَلَمِ، وَالْوَجْهُ هُوَ الْمَقْصُودُ فِي الْأَدِيمِ، وَهُوَ

وَالْكَفْلُ فِي الدَّوَابِّ فَيُعْتَبَرُ رُؤْيَا الْمَقْصُودِ وَلَا يُعْتَبَرُ رُؤْيَا غَيْرِهِ. وَشَرَعَ بَعْضُهُمْ رُؤْيَا الْفَرَانِ. وَالْأَوَّلُ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَفِي شَاةِ اللَّحْمِ لَا بُدَّ مِنَ الْجَسِّ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ اللَّحْمُ يُعْرَفُ بِهِ. وَفِي شَاةِ الْفَيْئَةِ لَا بُدَّ مِنَ رُؤْيَا الضَّرْعِ. وَفِيمَا يُطْعَمُ لَا بُدَّ مِنَ الذَّوْقِ لِأَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْمَعْرُوفُ لِلْمَقْصُودِ.

ترجمہ

فرما کہ جس نے ڈھیر کے اوپری حصے یا تہ شد و تھان کے اوپری حصے کو دیکھ لیا یا باندی کے چہرے کو دیکھ لیا یا سواری کا چہرہ اور اس کی سرین دیکھ لی تو اس کو خیر روایت نہیں ملے گا اس میں اصل یہ ہے کہ تمام شیخ کو دیکھنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ تو ناممکن ہے لہذا اتنی روایت پر اکتفا کیا جائے گا جس سے مقصود کا پتہ چل جائے اور جب شیخ میں کسی چیز میں شامل ہوں تو اگر ان کے افراد متشاقق نہ ہوں جیسے مکئی اور موزونی چیزیں تو ان میں سے ایک کا دیکھنا کافی ہو جائے گا مگر جب کہ باقی دیکھی ہو چیز سے گھٹیا ہوں تو اس وقت مشتری کو خیار روایت حاصل ہوگا۔

اور جب اشیاء کے افراد مختلف ہوں جیسے چوپائے اور کپڑے تو ان میں سے ہر ایک کا دیکھنا ضروری ہوگا اور امام کرخی کے بیان کے مطابق اخوت اور رائے بھی اسی قبیل سے ہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ انڈے وغیرہ گندم اور جو کے مثل ہوں اس لئے کہ ان کے افراد متشاقق ہیں۔

جب یہ ضابطہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ غلے کے اوپری حصے کو دیکھنا کافی ہے کیونکہ وہ بقیہ شیخ کے وصف کو بتا رہا ہے اس لئے کہ غلہ مکملی ہے اور پھر موند پیش کیا جا رہا ہے اسی طرح کپڑے کے ٹاہری حصے کو دیکھنا ایسا ہے جس سے باقی کا علم ہو جائے مگر جب کہ کپڑے کے تھان میں کوئی ایسی چیز ہو جو مقصود ہو جیسے نقش و نگار کی جگہ اور آدمی کا چہرہ اسی مقصود ہوتا ہے اسی طرح جانور میں چہرہ اور اس کی سرین مقصود ہوتی ہے لہذا مقصود کا دیکھنا معتبر ہوگا اور غیر مقصود کے دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بعض لوگوں نے جانور کے ہاتھ پیر دیکھنے کی شرط لگائی ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف سے منقول ہے اور گوشت والی بکری کا ٹٹو نا ضروری ہے اس لئے کہ مقصود کا پتہ چلے گا۔ اور پالتو بکری میں قصن کا دیکھنا ضروری ہے اور ماکولات میں چکھنا ضروری ہے کیونکہ چکھنے سے ہی مقصود کا علم ہوگا۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی عالیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شیخ کو دیکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پوری پوری دیکھ لی جائے اس کا کوئی جز دیکھنے سے رہ نہ جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ حصہ دیکھ لیا جائے جس کا مقصود کے لیے دیکھنا ضروری تھا مثلاً شیخ بہت سی چیزیں ہے اور ان کے افراد میں تفاوت نہ ہو سب ایک ہی ہوں جیسی مکئی اور موزونی چیزیں یعنی جس کا موند پیش کیا جاتا ہو یہاں بعض کا دیکھنا کافی ہے مثلاً نمہ کی ڈھیری ہے اس کا ٹاہری حصہ دیکھ لیا کافی ہے ہاں اگر اندرونی حصہ دیکھنا نہ ہو بلکہ عیب دار ہو تو خیار روایت اور خیر عیب دونوں

مشتري کو حاصل ہیں اور اگر عیب دار نہ ہو کم درجہ کا ہو جب بھی خیار رویت حاصل ہے اگرچہ خیار عیب نہیں۔ اسی طرح چند بور میں میں مذبحر ہوا ہے۔ ایک میں سے دیکھ لیتا کافی ہے جبکہ باقیوں میں اس سے کم درجہ کا نہ ہو۔ (روحانہ، کتاب بیوع)

لونی غلام میں چہرہ کا دیکھنا کافی ہے اور اگر باقی اعضاء دیکھے چہرہ نہیں دیکھا تو کافی نہیں۔ ان میں ہاتھ زبان دانت بالوں کا دیکھنا شرط نہیں۔ سواری کے جانور میں چہرہ اور پیٹے دیکھنا کافی ہے صرف چہرہ دیکھنا کافی نہیں پاؤں اور دم اور ایال دیکھنا ضروری نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

پالنے کے لیے بکری خریدتا ہے اس کا تمام بدن اور تھن کا دیکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح گائے بھینس دودھ کے لیے خریدتا ہے تو تھن کا دیکھنا ضروری ہے اور گوشت کے لیے بکری خریدتا ہے تو اسے ٹوٹنا ضروری ہے دور سے دیکھ لی ہے جب بھی خیار رویت حاصل ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

گھر کا محن دیکھنے میں رویت ہو جانے کا بیان

(قَالَ وَإِنْ رَأَى صَحْنَ الدَّارِ فَلَا خِيَارَ لَهُ وَإِنْ لَمْ يُشَاهِدْ بُيُوتَهَا) وَكَذَلِكَ إِذَا رَأَى خَارِجَ الدَّارِ أَوْ رَأَى أَشْجَارَ الْبُسْتَانِ مِنْ خَارِجٍ.
وَعِنْدَ زُكْرِ لَا بُدَّ مِنْ دُخُولِ دَاخِلِ الْبُيُوتِ، وَالْأَصَحُّ أَنَّ جَوَابَ الْكِتَابِ عَلَى وَفَاقِ عَادَتِهِمْ فِي الْأَنْبِيَةِ، لِإِنَّ دُورَهُمْ لَمْ تَكُنْ مُتَفَاوِتَةً يَوْمَيْنِذٍ، فَأَمَّا الْيَوْمُ فَلَا بُدَّ مِنَ الدُّخُولِ فِي دَاخِلِ الدَّارِ لِلتَّفَاوُتِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الظَّاهِرِ لَا يُوقِعُ الْعِلْمَ بِالدَّخِيلِ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب مشتری نے گھر کا محن دیکھ لیا تو اسے خیار رویت نہیں حاصل ہوگا چاہے اس نے گھر کے کمروں کو نہ دیکھا ہو اور ایسے جب گھر کے باہری حصہ کو دیکھ لیا یا باہر سے باغ کے درختوں کو دیکھ لیا یا امام زفر کے نزدیک کمروں کے اندر داخل ہونا ضروری ہے صحیح بات یہ ہے کہ قدری کا فیصلہ عمارتوں کے سلسلہ میں اہل کوذ کی عادت کے موافق ہے کیونکہ اس زمانے میں ان کے مکانات میں تفاوت نہیں تھا لیکن آج کل تفاوت کی بنا پر گھر کے اندر داخل ہونا ضروری ہے اور اوپر سے دیکھنے سے اندر کا علم نہیں ہو سکتا۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکان میں اندر باہر نیچے اوپر یا خانہ باورچی خانہ سب کا دیکھنا ضروری ہے کیونکہ ان کے مختلف ہونے میں قیمت مختلف ہو جایا کرتی ہے باغ میں بھی باہر سے دیکھ لیتا کافی نہیں اندرون میں حصہ بھی دیکھنا ضروری ہے اور مختلف قسم کے درخت ہوں تو ہر ایک قسم کے درخت دیکھنا اور پھلوں کا شیریں و ترش معلوم کر لیتا بھی ضروری ہے۔

(روحانہ، کتاب بیوع)

رویت وکیل کا رویت مشتری کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ (وَنَظَرُ الْوَكِيلِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِي حَتَّى لَا يَرُدَّهُ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ، وَلَا يَكُونُ نَظَرُ الرَّسُولِ كَنَظَرِ الْمُشْتَرِي، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: هُمَا سَوَاءٌ، وَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ) قَالَ مَعْنَاهُ الْوَكِيلُ بِالْقَبْضِ، فَأَمَّا الْوَكِيلُ بِالشَّرَاءِ فَرُؤْيُهُ تُسْقِطُ الْخِيَارَ بِالْإِجْمَاعِ، لَهُمَا أَنَّهُ تَوَكَّلَ بِالْقَبْضِ دُونَ إِسْقَاطِ الْخِيَارِ فَلَا يَمْلِكُ مَا لَمْ يَتَوَكَّلْ بِهِ وَصَارَ كَخِيَارِ الْعَيْبِ وَالشَّرْطِ وَالْإِسْقَاطِ قَضًا. وَلَهُ أَنْ الْقَبْضُ نَوْعَانِ: تَامٌ وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَهُ وَهُوَ يَرَاهُ. وَنَاقِصٌ، وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَهُ مَسْتُورًا وَهَذَا؛ لِأَن تَمَامَهُ بِتَمَامِ الصَّفَقَةِ وَلَا تَتِمُّ مَعَ بَقَاءِ خِيَارِ الرُّؤْيَةِ وَالْمَوْكَلَّ مَلَكُهُ بِنَوْعِيهِ، فَكَذَا الْوَكِيلُ. وَمَتَى قَبِضَ الْمَوْكَلَّ وَهُوَ يَرَاهُ سَقَطَ الْخِيَارُ فَكَذَا الْوَكِيلُ لِإِطْلَاقِ التَّوَكُّلِ.

وَإِذَا قَبِضَهُ مَسْتُورًا انْتَهَى التَّوَكُّلُ بِالنَّاقِصِ مِنْهُ فَلَا يَمْلِكُ إِسْقَاطَهُ قَضًا بَعْدَ ذَلِكَ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفَقَةِ قَبْضَ الْقَبْضِ مَعَ بَقَائِهِ، وَخِيَارِ الشَّرْطِ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ.

وَلَوْ سَلَّمَ فَالْمَوْكَلَّ لَا يَمْلِكُ التَّامُّ مِنْهُ فَإِنَّهُ لَا يَسْقِطُ بِقَبْضِهِ؛ لِأَن الْإِخْتِيَارَ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِالْخِيَارِ يَكُونُ بَعْدَهُ، فَكَذَا لَا يَمْلِكُهُ وَكِيلُهُ، وَبِخِلَافِ الرَّسُولِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا وَإِنَّمَا إِلَيْهِ تَبْلِغُ الرِّسَالَةِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ الْقَبْضَ، وَالتَّسْلِيمَ إِذَا كَانَ رَسُولًا فِي الْبَيْعِ.

ترجمہ

فرمایا کہ وکیل کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کی طرح ہے یہاں تک کہ مشتری عیب کے علاوہ کسی اور سبب سے مبیع کو واپس نہیں کر سکتا البتہ قاصد کا دیکھنا مشتری کے دیکھنے کی طرح نہیں ہے اور یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے صاحبین نے فرمایا کہ وکیل اور قاصد دونوں برابر ہیں اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ وکیل باقی نہیں ہے رہا وکیل بالشراء تو اس کے دیکھنے سے خیار رویت ساقط ہو جائے گا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وکیل نے قبضہ کرنے کی وکالت قبول کی ہے نہ کہ خیار ساقط کرنے کی لہذا جس چیز کی اس نے وکالت قبول نہیں کی ہے وہ اس کا

مالک بھی نہیں ہوگا اور یہ خیاریعیب خیارشروط اور قصد اسقاط خیاری طرح ہو گیا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قبضہ تام اور وہ یہ ہے کہ شیخ کو دیکھتا ہوا اس پر قبضہ کرے (۲) قبضہ ناقص اور وہ یہ ہے کہ شیخ کے پوشیدہ ہو کی حالت میں اس پر قبضہ کرے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ قبضہ کا تام ہونا تمام صفقہ سے ہوتا ہے اور خیاری رویت کے ہوتے ہوئے صفقہ تام نہیں ہوتا اور منوکل قبضہ کی دونوں قسموں کا مالک ہوتا ہے لہذا وہ ایک بھی دونوں قسموں کا مالک ہوگا اور جب منوکل نے شیخ کو دیکھتے ہوئے شیخ پر قبضہ کیا تو خیاری اسقاط ہو جائے گا تو ایسا ہی وکیل کے ساتھ ہوگا کیونکہ توکیل مطلق ہے اور جب وکیل نے پوشیدہ شیخ پر قبضہ کیا تو قبضہ ناقص کی وجہ سے توکیل پوری ہوگی لہذا اس کے بعد وکیل قصد خیاری رویت اسقاط کرنے کا مالک نہیں ہوگا۔ برخلاف خیاریعیب کے اس لئے کہ خیاریعیب صفقہ تام ہونے سے مانع نہیں ہے لہذا خیاریعیب کے ہوتے ہوئے بھی قبضہ تام ہو جائے گا اور خیارشروط اسی اختلاف پر ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی منوکل قبضہ تام کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ منوکل کے قبضہ کرنے سے خیاری اسقاط نہیں ہوتا اس لئے کہ خیاریا مقصود قبضہ کے بعد ہوگا لہذا اسی طرح منوکل کا وکیل بھی قبضہ تام کا مالک نہیں ہوگا اور برخلاف قاصد کے کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اس کا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول فی الصبح ہونے کی صورت میں قاصد قبضہ کرنے اور سپرد کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشتری نے کسی کو قبضہ کے لیے وکیل کیا تو وکیل کا دیکھنا کافی ہے وکیل نے دیکھ کر پسند کر لیا تو نہ وکیل کو فسخ کا اختیار ہا نہ منوکل کو، یہ اس وقت ہے کہ قبضہ کرتے وقت وکیل نے شیخ کو دیکھا اور اگر قبضہ کرتے وقت وہ چیز چھپی ہوئی تھی بعد میں اسے کھول کر دیکھتا کہ مشتری کا خیاری باطل ہو جائے تو یہ دیکھنا اور پسند کرنا مشتری کے خیاری کو باطل نہیں کرے گا قبضہ کرنے سے اس کی وکالت ختم ہوگئی دیکھنے کا حق باقی نہ رہا۔ اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہے تو وکیل کا دیکھنا کافی ہے کہ وکیل نے دیکھ کر پسند کر لیا یا خریدنے سے پہلے وکیل نے دیکھ لیا تو اب نہ وکیل فسخ کر سکتا ہے نہ منوکل یہ اس صورت میں ہے کہ غیر مصمین چیز کے خریدنے کا وکیل ہو۔ اور اگر منوکل نے خریدنے کے لیے چیز کو مصمین کر دیا ہو کہ فلاں چیز مثلاً فلاں غلام یا فلاں گائے یا بکری تو وکیل کو خیاری رویت حاصل نہیں۔ ایک شخص نے ایک چیز خریدی مگر دیکھی نہیں دوسرے شخص کو اس کے دیکھنے کا وکیل کیا کہ دیکھ کر پسند کرے یا نا پسند کرے وکیل نے دیکھ کر پسند کر لی بیع لازم ہوگئی اور نا پسند کی تو فسخ کر سکتا ہے۔

(رہنما، کتاب بیوع)

نا بینا کی خرید و فروخت کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الْأَعْمَى وَشِرَاؤُهُ جَائِزٌ وَلَهُ الْخِيَارُ إِذَا اشْتَرَى) لِأَنَّهُ اشْتَرَى مَا لَمْ يَرَهُ وَقَدْ قَرَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ (ثُمَّ يَسْقُطُ خِيَارُهُ بِجَسِّهِ الْمَبِيعِ إِذَا كَانَ يُعْرِفُ بِالْجَسِّ، وَيَشْمُهُ إِذَا

كَانَ يُعْرِفُ بِالسَّمِّ، وَيَدُوقُهُ إِذَا كَانَ يُعْرِفُ بِالذُّوقِ (كَمَا فِي الْبَصِيرِ) وَلَا يَسْتَنْطُ
خِيَارُهُ فِي الْعُقَارِ حَتَّى يُوصَفَ لَهُ (لِأَنَّ الْوَصْفَ يُقَامُ مَقَامَ الرُّؤْيَى كَمَا فِي السَّلَامِ
وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إِذَا وَقَفَ فِي مَكَانٍ لَوْ كَانَ بَصِيرًا لَرَأَاهُ وَقَالَ : قَدْ
رَضِيتُ سَقَطَ خِيَارُهُ، لِأَنَّ التَّشْبِيهَ يُقَامُ مَقَامَ الْحَقِيقَةِ فِي مَوْضِعِ الْعَجْزِ كَتَجَرِيدِ
الشَّفَتَيْنِ يُقَامُ مَقَامَ الْفِرَاءِ فِي حَقِّ الْأَخْرَاسِ فِي الصَّلَاةِ، وَإِجْرَاءُ الْمُوسَى مَقَامَ الْحَلْقِ
فِي حَقِّ مَنْ لَا شَعْرَ لَهُ فِي الْحَجِّ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : يُؤَكَّلُ وَكَيْلًا بِقَبْضِهِ وَهُوَ يَرَاهُ وَهَذَا أَشْبَهُ بِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ رُؤْيَى
الْوَكِيلِ كَرُؤْيَى الْمُؤَكَّلِ عَلَى مَا مَرَّ آتِفًا .

ترجمہ

فرمایا کہ اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے اور خریدنے کے بعد اسے خیار حاصل ہوگا کیونکہ اس نے ایسی چیز خریدی ہے جسے
دیکھا نہیں اور ہم اس سے پہلے اسے ثابت کر چکے ہیں پھر بیع کو ٹوٹنے سے اسکا خیار باطل ہو جائے گا جب بیع ٹوٹنے سے معصوم
ہو سکتی ہے اور بیع کو ٹوٹنے سے اسکا خیار ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ بیع کو ٹوٹنے سے اسکی شناخت ہو جائے اور بیع کو ٹوٹنے سے جب اس
سے بیع کی معرفت ممکن ہو جیسا کہ بیع کے حق میں ہوتا ہے اور زمین میں اسکا خیار ساقط نہیں ہوگا جب تک اس کا وصف بیان نہ کر دیا
جائے اس لئے کہ وصف رویت کے قائم مقام ہوتا ہے جیسا کہ بیع مسلم میں ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب نابینا کسی ایسی جگہ کھڑا ہو کہ اگر وہ بیٹا ہوتا تو بیع کو دیکھ لیتا اور یوں کہے
تدربعت لواسا خیار ساقط ہو جائے گا اس لئے موضع مجزئ میں تشبیہ حقیقت کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے کہ اس کے متعلق گوئی آدی
کے حق میں ہوں گا یا تاخر انت کے قائم مقام ہے اور حج میں گئے آدی کے حق میں استرا کے کا پھر بنا طلق کے قائم مقام ہے۔
حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں کہ نابینا ایک وکیل مقرر کرے جو بیع کو دیکھ کر اس پر قبضہ کر لیا اور یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ
کے قول کے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ وکیل کی رویت منکول کی رویت کے مثل ہے۔

نابینا کی بیع کے جواز میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام رضی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک نابینا کی
بیع جائز ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کی صرف مسلم میں جائز سمجھتے ہیں اور ان کی
دلیل بیع میں وسعت اور ایسے اوصاف جن کا نابینا اور ایک نہیں کر سکتا جبکہ اکثر علماء کے نزدیک جب وہ سمجھے ہو تو ٹوٹ کر کے خیار بیع

رکت ہے۔ اسی سے یہ تحریر ثابت نہ ہوگی۔ (فتح القدیر، تصحیف، کتاب بیع، ج ۱، ص ۳۹۲، بیروت)
 شیخ امام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اندھے کی خرید و فروخت دونوں جائز ہیں اگر کسی چیز کو بیچے گا تو خیار حاصل نہ ہوگا۔
 خرید نہ تو خیار حاصل ہوگا اور بیع کو اکت پلٹ کر نہ لے سکتا، کیونکہ اس کے حکم میں ہے کہ منول لیا اور پسند نہ کر لیا تو خیار ساقط ہو گیا اور اس نے من
 چڑھا کیونکہ اور سو کھنے کی چیز کا سو گننا کافی ہے اور جو چیز منول لے کر معلوم ہو نہ کیجئے سو کھنے سے جیسے زمین، مکان، درخت، مولدنی
 وغیرہ، ہر اس چیز کے اوصاف بیان کرنے ہوں گے جو اوصاف بیان کر دیے گئے بیچ ان کے مطابق ہے تو منول نہیں کر سکتا ورنہ شیخ
 کہہ رہے ہیں۔ اندھا مشی یہ بھی کر سکتا ہے کہ کسی کو قبضہ یا خریدنے کے لیے وکیل کر دے وکیل کا دیکھ لینا اس کے قریب تمام
 ہو جائے گا۔ اندھا کسی چیز کو اپنے لیے خریدے یا دوسرے کے لیے مثلاً کسی نے اندھے کو وکیل کر دیا دونوں صورتوں میں خیار حاصل
 ہوگا۔ اور اندھے کے لیے بیچ کے اوصاف بیان کر دیے گئے یا اس نے منول کر معلوم کر لیا اور چیز پسند کر لی پھر وہ بیٹا ہو گیا تو اب
 اسے خیار ردیت حاصل نہیں ہوگا جو خیار اسے حاصل تھا ختم کر چکا۔ اگلیا رے نے خریدی تھی اور بیچ کو دیکھنے سے پہلے تاہینا ہو گیا تو
 اب اس کے لیے وہی حکم ہے جو اس مشتری کا ہے کہ خریدتے وقت تاہینا تھا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیع)

ایک تھان کی رویت پر دو تھان کپڑے کے خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَأَى أَحَدَ التَّوْبَيْنِ فَاشْتَرَاهُمَا ثُمَّ رَأَى الْآخَرَ جَارَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُمَا) لِأَنَّ رُؤْيَا
 أَحَدِهِمَا لَا تَكُونُ رُؤْيَا لِلتَّوْبَيْنِ فِي الشَّيْبِ فَيَحْيِي الْخِيَارَ فِيمَا لَمْ يَرَهُ، ثُمَّ لَا يَرُدُّهُ
 وَحْدَهُ بَلْ يَرُدُّهُمَا كَمَا لَا يَكُونُ تَفْرِيقًا لِلصَّفَقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ، وَهَذَا لِأَنَّ الصَّفَقَةَ لَا يَتِمُّ
 مَعَ خِيَارِ الرُّؤْيَا قَبْلَ الْقَبْضِ وَتَمَعُّدِهِ، وَلِهَذَا يَتِمُّكَ مِنْ الرَّدِّ بِغَيْرِ قَضَاءٍ وَلَا رِئَا
 وَيَكُونُ فُسْخًا مِنْ الْأَصْلِ. وَمَنْ مَاتَ وَلَهُ خِيَارُ الرُّؤْيَا بَطَلَ خِيَارُهُ) لِأَنَّهُ لَا يَجْعَلُ فِيهِ
 الْبَازُ عِنْدَنَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي خِيَارِ الشَّرْطِ (وَمَنْ رَأَى شَيْئًا ثُمَّ اشْتَرَاهُ بَعْدَ مُدَّةٍ، فَإِنْ
 كَانَ عَلَى الصَّفَةِ الَّتِي رَأَاهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ) لِأَنَّ الْعِلْمَ بِأَوْصَافِهِ حَاصِلٌ لَهُ بِالرُّؤْيَا السَّابِقَةِ،
 وَبِقَوَائِدِ نَبْذِ الْخِيَارِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَا يَعْلَمُهُ مَرَّتَيْنِ لِعَدَمِ الرِّضَا بِهِ (وَأِنْ وَجَدَهُ مُتَغَيِّرًا فَلَهُ
 الْخِيَارُ) لِأَنَّ بِلَئِكَ الرُّؤْيَا لَمْ تَقَعْ مُعْلِمَةً بِأَوْصَافِهِ فَكَانَتْ لَمْ يَرَهُ، وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي التَّغْيِيرِ
 فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ لِأَنَّ التَّغْيِيرَ حَدِيثٌ وَسَبَبُ الزُّوْمِ ظَاهِرٌ، إِلَّا إِذَا بَعْدَتْ الْمُدَّةُ عَلَى مَا
 قَالُوا لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لِلْمُشْتَرِي، بِخِلَافِ مَا إِذَا اخْتَلَفَا فِي الرُّؤْيَا لِأَنَّهَا أَمْرٌ حَدِيثٌ
 وَالْمُشْتَرِي يُنْكِرُهُ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی نے کپڑے کے دو تھان میں سے ایک کو دیکھ کر دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھ تو اسے دونوں تھان واپس کرنے کا اختیار ہے اس لئے کہ کپڑوں میں تفاوت کی وجہ سے ایک تھان کا دیکھنا دوسرے کا دیکھنا شمار نہیں ہوگا لہذا نہ بیچنے والے تھان میں اختیار باقی رہے گا پھر مشتری صرف اسی تھان کو واپس نہیں کرے گا تاکہ تمامیت عقد سے پہلے تفریق عقد نہ ہو اور یہ اس لئے ہے کہ قبضہ کے پہلے اور قبضہ کے بعد دونوں صورتوں میں اختیار رویت کے ہوتے ہوئے عقد تام نہیں ہوتا کی وجہ سے مشتری قضائے قاضی اور رضائے مشتری کے بغیر بھی واپس کر سکتا ہے اور یہ رد اصل عقد سے نسخ مانا جاتا ہے اور جب جس چیز پر اختیار ہے سرجائے تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک اختیار میں وراثت نہیں چلتی اور اختیار شرط میں ہم اسے بیان نہ کئے ہیں۔

جس شخص نے کوئی چیز دیکھی اور پھر ایک مدت کے بعد اسے خریدا تو اگر وہ چیز اسکی دیکھی ہوئی صفت پر بحال ہو تو مشتری کو اختیار رویت نہیں ملے گا اس لئے کہ رویت سابقہ ہی سے مشتری کو اس کے اوصاف معلوم ہیں اور علم بالا و صاف ہی کے قوت ہونے سے اختیار ثابت ہوتا ہے مگر جب کہ جب مشتری یہ یقین نہ کر سکے کہ بیچ ہی اسکی دیکھی ہوئی چیز ہے کیونکہ اب اس کے ساتھ مشتری کی رضامندی معدوم ہے اور جب مشتری اس چیز کو بدلی ہوئی پائے تو بھی اسے اختیار حاصل ہوگا اس لئے کہ وہ رویت اوصاف بیچ کی بجز ند واقع ہو سکتی تو گویا کہ مشتری نے اسے دیکھا ہی نہیں اور جب عقد کرنے والے تفریق کے متعلق اختلاف کریں تو بائع کی بات معتبر ہوگی اس لئے کہ تفریق حادث ہے اور ردوم عقد کا سبب ظاہر ہے مگر جب کہ مدت دراز ہو جیسا کہ متاخرین فقہاء نے فرمایا کیونکہ ظاہر مشتری کیلئے شاید ہے برخلاف اس صورت کے جب عقد کرنے والے رویت کے سلسلے میں اختلاف کریں اس لئے کہ رویت ایک امر جدید ہے اور مشتری اسکا سکر ہے لہذا اس کی قول معتبر ہوگا۔

شرح

اور جب بائع دو تھان الگ الگ دو کپڑوں میں لپیٹ کر لایا اور مشتری سے کہتا ہے یہ وہی دونوں تھان ہیں جن کو تم نے کل دیکھا تھا مشتری نے کہا اس تھان کو دس روپے میں خریدا اور اس کو دس روپے میں خریدا اور خریدتے وقت نہیں دیکھا تو اختیار رویت حاصل نہیں اور اگر دونوں مختلف داموں سے خریدے تو اختیار حاصل ہے۔ دو کپڑے خریدے اور دونوں کو دیکھ کر ایک کی نسبت کہتا ہے یہ مجھے پسند ہے اس سے خیاب باطل نہیں ہوا اور ابھی خیاب بدستور باقی ہے۔ دو شخصوں نے ایک چیز خریدی دونوں نے اُسے دیکھا نہیں تھا اب دیکھ کر ایک نے رضامندی ظاہر کی دوسرا واپس کرنا چاہتا ہے وہ تھا واپس نہیں کر سکتا دونوں متفق ہو کر واپس کرنا چاہیں واپس کر سکتے ہیں اور اگر ایک نے دیکھا تھا ایک نے نہیں جس نے نہیں دیکھا تھا دیکھ کر واپس کرنا چاہتا ہے جب بھی دونوں متفق ہو کر واپس کر سکتے ہیں اور اگر اس کے دیکھنے سے پہلے ہی دیکھنے والے نے کہہ دیا کہ میں رضامنی ہوں میں نے بیع کو نافذ کر دیا تو دوسرے کا خیاب باطل نہیں ہوگا مگر پوری بیع واپس کرنی ہوگی۔ ایک تھان دیکھا تھا باقی نہیں دیکھے تھے اور سب خرید لیے تو اختیار ہے،

مروا پس کرنا چاہے تو سب واپس کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

بغیر دیکھے زلی تھان خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَدْلَ رُطِيٍّ وَلَمْ يَرَهُ قَبَاعَ مِنْهُ ثَوْبًا اَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنْهَا اِلَّا مِنْ غَيْبٍ، وَكَذَلِكَ خِيَارُ الشَّرْطِ) : لِاَنَّهُ تَعَدَّلَ الرَّدُّ فِيمَا خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ، وَفِي رَدِّ مَا بَقِيَ تَفْرِيقُ الصَّفَقَةِ قَبْلَ التَّمَامِ، لِاَنَّ خِيَارَ الرُّؤْيَةِ وَالشَّرْطِ يَمْنَعَانِ تَمَامَهَا، بِخِلَافِ خِيَارِ الْغَيْبِ لِاَنَّ الصَّفَقَةَ تَتِمُّ مَعَ خِيَارِ الْغَيْبِ بَعْدَ الْقَبْضِ وَانْ كَانَتْ لَا تَتِمُّ قَبْلَهُ وَفِيهِ رَضْعُ الْمَسْأَلَةِ.

فَلَوْ عَادَ اِلَيْهِ بِسَبَبٍ هُوَ فَسَخَّ فَهُوَ عَلَى خِيَارِ الرُّؤْيَةِ، كَمَا ذَكَرَهُ شَمْسُ الْاَنْبِيَةِ السَّرْحِيُّ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ لَا يَعُوذُ بَعْدَ سَقُوْلِهِ بِخِيَارِ الشَّرْطِ، وَعَلَيْهِ اعْتَمَدَ الْقُدُّوْرِيُّ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی نے دیکھے بغیر زلی تھانوں کی کوئی ٹھہری خرید لی پھر اس میں سے ایک تھان بیچ دیا یا کسی کو ایک تھان بیہ کر کے اس کے حوالے کر دیا تو بدون عیب کے مشتری اس میں سے کچھ واپس نہیں کر سکتا اور یہی حکم خیار شرط کا بھی ہے اس لئے کہ بیچ اکیلیت سے نکل گئی اس کی واپسی ناممکن ہو گئی اور اور بقضہ بیع کو واپس کرنے میں تفریق صفقہ قبل التام لازم آتا ہے اس لئے کہ خیار رؤیت اور خیار شرط دونوں تمامیت صفقہ سے مانع ہیں۔ برخلاف خیار عیب کے کیونکہ قبضہ کے بعد خیار عیب کے ہوتے ہوئے بھی صفقہ تام ہو جاتا ہے ہر چند کہ قبضہ سے پہلے تام نہیں ہوتا اور ای میں مسئلہ کی وضع ہے پھر جب مشتری کے پاس کسی ایسے سب سے بیع لوٹ کے آئی جو بیع ہو تو اپنے خیار رؤیت پر برقرار رہے گا حضرت سرخسی علیہ الرحمہ نے اسی طرح بیان کیا ہے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ خیار شرط کی طرح خیار رؤیت بھی ساقط ہونے کے بعد بحال نہیں ہوتا امام تھوری نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

مسائل کی بغوی تشریح کا بیان

وَالْعِدْلُ: الْمِثْلُ، وَالْمُرَادُ هُنَا الْغَرَارَةُ الَّتِي هِيَ عَدْلُ غَرَارَةٍ أُخْرَى عَلَى الْجَمَلِ اَوْ نَحْوِهِ: اَيُّ يُعَادِلُهَا وَفِيهَا اَتَوَابٌ. وَالرُّطِيُّ فِي الْمَغْرِبِ: جِيلٌ مِنَ الْهِنْدِ تُنْسَبُ اِلَيْهِمُ الْبَابُ الرُّطِيَّةُ، وَقِيلَ جِيلٌ بِسَوَادِ الْعِرَاقِ. وَذَكَرَ الصَّغِيرُ فِي قَوْلِهِ قَبَاعَ مِنْهُ عَلَى لَفْظِ الْعِدْلِ لَمْ اَنْتَهُ فِي قَوْلِهِ لَمْ يَرُدَّ شَيْئًا مِنْهَا عَلَى مَعْنَاهُ، فَكَانَ نَظِيرُ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَكَمْ مِنْ

باب فی الخیار

﴿یہ باب خیار عیب کے بیان میں ہے﴾

باب خیار عیب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام رضی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خیارات کے تقدم و تاخر کی وجوہات کو پہلے بیان کر دیا ہے اور یہاں پر کسی چیز کی اضافت اس کے سبب کی جانب ہے۔ (عام طور پر عرف میں جب بائع کسی چیز کو بیچتا ہے تو مشتری کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو خریدنے سے پہلے اس کی اچھے طریقے سے جانچ پڑتال کر لیتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز عیب والی ہو تو مشتری خریدتا ہے ہی نہیں۔ اور اگر وہ خریدتا ہے تو بھی اس میں عیب کی ایک حد اس کے ذہن میں متعین ہوتی ہے کہ وہ اس قدر عیب کو برداشت کرنے وار ہے۔ اور بعض اوقات کسی چیز میں عیب بیع ہو جانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اس کی بھی کئی صورتیں ہیں یعنی اس کا عیب کا پسے بائع کے سبب سے ہے یا مشتری کے سبب سے ہے یا دیگر آسمانی و آفاقی اسباب کے سبب سے ہوا ہے یا دیگر کئی قرائن جو اس عیب کا سبب ہوئے ہیں اس طرح اس عیب میں فقہی مفاتیح میں بڑی وسعت ہے جس کے سبب مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو باقی خیارات والے ابواب سے مؤخر ذکر کیا ہے تاکہ اس کی کثیر جزئیات کے بنیادی قواعد کو بیان کر دیا جائے۔ (رضوی غفرلہ)۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۴، ص ۴۰۵، ہیروت)

بیع میں خیار عیب ہونے کا فقہی مفہوم

بیع ہو جانے کے بعد خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب معلوم ہونے کے بعد اس چیز کو رکھ لینے یا واپس کر دینے کا جو اختیار خریدار کو حاصل ہوتا ہے اسے خیار عیب کہتے ہیں مثلاً تاخر نے ایک چیز بیچی جسے خریدار نے خرید لی اب اس بیع کے بعد اگر خریدار واپس کر کے اپنی دہی ہوئی قیمت لوٹا لے البتہ اگر بیچنے والے نے اس چیز کو بیچنے کے وقت خریدار سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس چیز میں جو عیب ہو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں خواہ تم اس وقت اسے خریدو یا نہ خریدو اور اس کے باوجود بھی خریدار رضامند ہو گیا تھا تو خواہ کچھ ہی عیب اس میں لٹکے خریدار کو واپسی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

خیار عیب والی بیع کے شرعی حکم کا بیان

اسلام کا معاشی و اقتصادی نظام فلاح دارین کے ساتھ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن بھی ہے۔ اسلام کے مطابق عمل کیا جائے نہ تو نہ ضرر خریدار کی جانب سے نہ نقصان پہنچتا ہے اور نہ خریدار کو تاخر کی جانب سے کوئی ضرر لاحق ہوتا ہے۔

چنانچہ شریعت اسلامیہ کا یہ بنیادی قانون ہے کہ کوئی شخص نہ خود ضرر اٹھائے اور نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾۔ ترجمہ: نہ تم کسی پر زیادتی کرو نہ تم پر کوئی زیادتی کرے (سورۃ البقرہ، آیت 279)

مسند امام احمد میں حدیث مبارک ہے۔ عن ابن عباس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (مسند امام احمد، مسند عبد الله بن عباس، حدیث نمبر: 2921)۔ ترجمہ: سیدنا محمد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام میں نہ نقصان (اٹھنا) درست ہے اور نہ نقصان پہنچانا جائز ہے۔ اس ضرر و نقصان سے بچانے اور تجارت میں دھوکہ دہی سے محفوظ رکھنے کیلئے شریعت مطہرہ میں تاجر کو یہ ہدایت دی گئی کہ کسی چیز میں عیب ہو تو فروخت کرتے وقت خریدار کو آگاہ کر دے، عیب کو چھپا کر چیز فروخت کرنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تاجر کے حق میں وعید بیان فرمائی ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف، کتاب التجارات، باب من باع عیبا لم یبینه، ص 126 (حدیث نمبر 2332) میں حدیث مبارک ہے: عن وائل بن الاسقع قال سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول من باع عیبا لم یبینه لم یزل فی مکت من الله ولم تنزل الملائكة تلغنه۔ ترجمہ: سیدنا وائل بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی عیب والی چیز فروخت کی اور عیب کو خفا ہر نہیں کیا، وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

نیز فقہ راج 4 صفحہ 176 میں ہے: (قولہ اما بیان نفس العیب فواجب) لان الفش حرام۔ ترجمہ: فروخت کرتے وقت عیب بیان کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دھوکہ حرام ہے۔

صحیح مسلم شریف، ج 1، کتاب الایمان، باب قول النبی من غش فلیس منا، ص 70 (حدیث نمبر 295) میں حدیث پاک ہے: عن ابی ہریرۃ۔ ان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- حذر علی صبرۃ طعام فادخل یدہ فیہا فنالت اصابعہ بلذال فقال ما هذا یا صاحب الطعام قال اصابته السماء یا رسول الله قال افلا جعلتہ لوق الطعام کی یراہ الناس من غش فلیس منی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ڈھیر کے پاس تشریف لے گئے اور غلہ کے ڈھیر میں دست اقدس ڈالا تو اس میں کچھ نمی محسوس ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے غلہ والے یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی وجہ سے غلہ بھیک چکا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پھر بھیکے ہوئے غلہ کو تم نے اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تاکہ لوگ اس کو دیکھیں جس۔ نہ دھوکہ کا معاملہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔

ان نصوص سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی تاجر کو فروخت کی جانے والی اشیاء کے عیب و نقائص کو خریدار پر خفا ہر کئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں، تاہم کسی تاجر نے کوئی عیب دار چیز عیب کی وضاحت کے بغیر فروخت کر دی اور خریدنے کے بعد اس میں موجود عیب کا علم ہوا اور اگر اس شے کو عیب کے ساتھ رکھ لینا ضروری قرار دیا جائے تو خریدار کا نقصان ہو جائے گا اس کو شرعاً یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس عیب دار چیز کو واپس کر دے اور دی ہوئی قیمت اس سے واپس لے لے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ عیب خریدو

فروخت کے معاملہ کے وقت موجود تھا۔ اس کے برخلاف خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب آگیا تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔

فروخت شدہ چیز میں عیب پائے جانے کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے اختیار کو شریعت کی اصطلاح میں خیاری عیب کہتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع ج 3 ص 66 میں ہے: واذا اشتري شيئا لم يعلم بالعيب وقت الشراء ولا علمه قبله والعيب يسير او فاحش لله الخيار ان شاء ورضي بجميع الثمن وان شاء رده - ترجمہ: جب کسی نے کوئی چیز خریدی اور خریدتے وقت یا اس سے پہلے اس کے عیب سے واقف نہیں تھا، خواہ عیب چھوٹا ہو یا بڑا بعد ازاں اسے عیب کا علم ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پوری قیمت کے بدلہ وہ عیب دار چیز لے لے اور اگر چاہے تو اس چیز کو لوٹ دے۔ نیز فتاویٰ فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع ج 3 کے اسی صفحہ پر خیاری عیب کے شرابطہ میں ہے۔ فمنها لبوت العيب عند البيع و بعده قبل التسليم حتى لو حدث بعد ذلك لا يثبت الخيار۔

باب خیاری عیب کے شرعی ماخذ کا بیان

اگر چیز میں کوئی عیب (خرابی) ہو تو وہ بھی بیان کر دے نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ سب سے پاکیزہ کمائی کونسی ہے فرمایا کہ ہندے کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور دھوکے سے پاک خرید و فروخت کرنا۔ (سنن الکبریٰ، حدیث نمبر ۱۰۷۰)

وَالْإِثْلَةُ بَيْنَ الْأَشْفَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ نے کو فرماتے سنا کہ جس نے عیب والی چیز کو فروخت کیا اور عیب کو ظاہر نہ کیا وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں ہے یا فرمایا کہ ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۲۳۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور جب مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے جس میں عیب ہو تو جب تک بیان نہ کرے اسے بیچنا حلال نہیں۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۳۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک غلام کی ذمہ داری کے پاس سے گزرے اس میں ہاتھ ڈال دیا حضور ﷺ کو انگلیوں میں تری محسوس ہوئی ارشاد فرمایا اے غلام والے یہ کیا ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا ارشاد فرمایا کہ تو نے بھیجے ہوئے کو اوپر کیوں نہیں کر دیا کہ لوگ دیکھتے وجود کو کہ وہ ہم میں سے نہیں۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۹۵)

ملاوت کرنے والوں اور خراب مال بیچنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جس نے رب العالمین ناراض ہو فرشتے اس پر لعنت کرنے والے ہوں نبی علیہ السلام اس سے دوری اختیار فرما رہے ہوں تو کسی طرح اس کے کاروبار میں برکت ہوگی اور اس حزن و مصائب و آلام سے بچا ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے لہذا اول تو کسی بھی طرح کی ملاوت نہ کریں اور اگر بالفرض مال خراب

ہے یا کسی اور نے حادث والا مال آپ کو دیا ہے تو آپ حدیث پر عمل کرتے ہوئے خریدار کو وہ بتادیں ویسے بھی مومن کو سوا علم ہوگا ہے کہ کس مال میں کیا حادث ہے اور کیا خرابی ہے کہ لوگوں سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے مثلاً دودھ میں پانی، لال مرق میں کھربجی میں چاول کے کمرے، گوشت میں پانی کا پریشروال میں کنکر وغیرہ لہذا جب لوگوں کے علم میں یہ بات ہے کہ دوکاندار زیادہ تر جھوٹ بولتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں تاکہ ان کا مال بکے تو حدیث پر عمل کریں اور بتادیں اس سے انشاء اللہ آپ کے کاروبار میں برکت ہوگی نیز وہ آپ کی چٹائی کو دیکھ کر ہمیشہ آپ سے ہی چیز خریدے گا۔

مشتري کا عيب پر مطلع ہونے پر خيار کا بيان

(وَإِذَا أَطْلَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى عَيْبٍ فِي الْمَبِيعِ) فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهُ لِأَنَّ مُطْلَقَ الْعَقْدِ يَقْتَضِي وَصْفَ السَّلَامَةِ، فَعِنْدَ قَوْلِهِ يَتَخَيَّرُ كَيْ لَا يَتَضَرَّرَ يُلْزَمُ مَا لَا يَرْضَى بِهِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُمَسِّكَهُ وَيَأْخُذَ النِّقْصَانَ؛ لِأَنَّ الْأَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ فِي مُجَرَّدِ الْعَقْدِ؛ وَلِأَنَّهُ لَمْ يَرْضَ بِزَوَالِهِ عَنْ مِلْكِهِ بِأَقْلٍ مِنَ الثَّمَنِ فَيَتَضَرَّرُ بِهِ، وَدَفَعَ الضَّرَرَ عَنِ الْمُشْتَرِي مُمَكِّنَ بِالرَّدِّ بِدُونِ تَضَرُّرِهِ، وَالْمُرَادُ عَيْبٌ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ وَلَمْ يَرَهُ الْمُشْتَرِي عِنْدَ الْبَيْعِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْضِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ رِضًا

بِهِ

ترجمہ

اور جب مشتری بیع میں کسی عیب پر مطلع ہو تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو پورے ثمن کے عوض بیع کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے کیونکہ مطلق عقد بیع کی سلامتی کا تقاضہ کرنے والا ہوتا ہے لہذا اس کے فوت ہونے کی صورت میں مشتری کو خيار حاصل ہوگا تاکہ غیر پسندیدہ چیز کے لزوم سے مشتری کا نقصان نہ ہو اور مشتری کو یہ حق نہیں ہے کہ بیع کو روک کر نقصان کی بھر پائی لے لے اس لئے کہ مطلق عقد میں اوصاف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا اور اس لئے کہ بائع طے شدہ قیمت سے کم میں بیع کے اپنی ملکیت سے زائل ہونے پر راضی نہیں ہے لہذا اسے اس سے نقصان ہوگا اور وہ کے ذریعے مشتری کے نقصان کے بغیر اس سے نقصان دور کرنا ممکن ہے اور عیب سے وہ عیب مراد ہے جو بائع کے پاس بھی ہو، جو تھوڑا اور متعین اور قبضہ کے وقت اس پر مشتری کی نگاہ نہیں پڑی تھی کیونکہ عیب کو دیکھنا اس کی رضامندی کی علامت ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع میں عیب ہو تو اس کا ظاہر کر دینا بائع پر واجب ہے چھپانا حرام و گنہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح ثمن کا عیب مشتری پر ظاہر کر دینا واجب ہے اگر بغیر عیب ظاہر کیے چیز بیچ کر دی تو معلوم ہونے کے بعد واپس کر سکتے

ہیں اس کو خیار عیب کہتے ہیں خیار عیب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وقت عقد یہ کہہ دے کہ عیب ہوگا تو پھیر دینے کا کہا ہو یا نہ کہا ہو برہنہ عیب معلوم ہونے پر مشتری کو واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا لہذا اگر مشتری کو نہ خریدنے سے پہلے عیب پر اطلاع تھی نہ وقت خریداری اس کے علم میں یہ بات آئی بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں عیب ہے تو فوراً عیب ہو یا زیادہ خیار عیب حاصل ہے کہ بیع کو لینا چاہے تو پورے دام پر لے لے واپس کرنا چاہے واپس کر دے یہ نہیں ہو سکتا کہ واپس نہ کرے بلکہ دام کم کر دے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ ابان بن عثمان اور بشام بن اسماعیل دونوں نے خطبے میں بیان کیا کہ غلام اور لونڈی کے عیب کی جواب دہی بائع پر تین روز تک ہے خریدنے کے وقت سے اور ایک جواب دہی سال بھر تک ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ غلام اور لونڈی کو جو عارضہ لاحق ہو تین دن کے اندر وہ بائع کی طرف سے سمجھا جائے گا اور مشتری کو اس کے پھیر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر جنون یا جذام یا برص نکلے تو ایک برس کے اندر پھیر دینے کا اختیار ہوگا بعد ایک سال کے پھر بائع سب باتوں سے بری ہو جائے اس کو کسی عیب کی جواب دہی لازم نہ ہوگی اگر کسی نے وارثوں میں سے یا اور لوگوں میں سے ایک غلام یا لونڈی کو بیچا اس شرط سے کہ بائع عیب کی جواب دہی سے بری ہے تو پھر بائع پر جواب دہی لازم نہ ہوگی البتہ اگر جان بوجھ کر اس نے کوئی عیب چھپایا ہوگا تو جواب دہی اس پر لازم ہوگی اور مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوگا۔ یہ جواب دہی خاص غلام یا لونڈی میں ہے اور چیزوں میں نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1194)

اطلاع عیب پر واپسی میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیع میں عیب پر مطلع ہوا تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوری طور پر اس چیز کو واپس کر دے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ جب مشتری کو عیب کی اطلاع ہو جائے تو اس کو جلدی واپس کر دینا چاہیے ہاں البتہ اس کو واپس کرنے میں دو دن کی مدت کا اختیار ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ مشتری کو عیب پر مطلع ہونے کی صورت فوری واپس کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ اس کو تاخیر سے بھی واپس کر سکتا ہے۔

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ واپسی کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ عیب پر مطلع ہوتے ہی اس کو واپس کر دے بلکہ جب اس نے فروخت کنندہ کو اطلاع کر دی اور پھر اصرار سے اس نے کچھ ترک کیا تب بھی واپسی کے مطالبے حق باقی رہے گا۔

(مذاہب اربعہ، کتاب بیوع، باب خیار عیب)

نقص ثمن والی چیز کے عیب ہونے کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَكُلُّ مَا أُوجِبَ نَقْصَانُ الثَّمَنِ فِي عَادَةِ التَّجَارِ فَهُوَ عَيْبٌ) ؛ لِأَنَّ النَّصْرُ

لَفَضَابِ الْمَالِيَّةِ، وَذَلِكَ بِانْتِفَاصِ الْقِيَمَةِ وَالْمَرْجِعِ فِي مَعْرِفَتِهِ عُرْفُ أَهْلِهِ.
وَالْبَنَاءُ وَالْبَوْلُ فِي الْفَرَاشِ وَالسَّرِيقَةِ فِي الصَّغِيرِ غَيْبٌ مَا لَمْ يَتْلُغْ، فَإِذَا بَلَغَ فَلَيْسَ
ذَلِكَ بِغَيْبٍ حَتَّى يَغَاوِدَهُ بَعْدَ الْبُلُوغِ، وَمَعْنَاهُ: إِذَا ظَهَرَتْ عِنْدَ الْبَايِعِ فِي صِغَرِهِ ثُمَّ
خَدَعَتْ عِنْدَ الْمُشْتَرِي فِي صِغَرِهِ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّهُ، لِأَنَّهُ غَيْبٌ ذَلِكَ، وَإِنْ خَدَعَتْ بَعْدَ بُلُوغِهِ
لَمْ يَرُدَّهُ، لِأَنَّهُ غَيْرُهُ، وَهَذَا، لِأَنَّ سَبَبَ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ يَخْتَلِفُ بِالصَّغَرِ وَالْكِبَرِ، فَأَلْبَسُوا
فِي الْفَرَاشِ فِي الصَّغَرِ لِيُضَعِفَ الْمَثَانِيَةَ، وَبَعْدَ الْكِبَرِ لِدَاءٍ فِي بَاطِنِهِ، وَالْبَائِقُ فِي الصَّغَرِ
لِسَبَبِ اللَّيْبِ وَالسَّرِيقَةِ لِقِلَّةِ الْمَجَالَةِ، وَهُمَا بَعْدَ الْكِبَرِ لِيُخْبِتَ فِي الْبَاطِنِ، وَالْمُرَادُ مِنَ
الصَّغِيرِ مَنْ يَغْفُلُ، فَأَمَّا الَّذِي لَا يَغْفُلُ فَهُوَ ضَالٌّ لَا آيِقٌ فَلَا يَتَحَقَّقُ عَيْبًا.

ترجمہ

فرمایا کہ بروہ چیز جس سے تجارتی عادت میں شمن میں کمی واقع ہو وہ عیب ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ مالیت کی کمی کے سبب نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور قیمت کی کمی سے مالیت میں کمی آتی ہے اور اس کی معرفت کا دار و مدار تاجروں کے عرف پر ہے۔
فرمایا کہ غلام کا بچا ملنا اور بستر پر پیشاب کرنا بچے میں عیب ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے بالغ ہونے کے بعد یہ عیب نہیں ہے یہاں تک کہ بوجھت کے بعد بھی اسے دہرائے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بچپن میں چیزیں بالغ کے پاس ظاہر ہوئیں پھر اس کے بچپن ہی میں مشتری کے پاس بھی انکا ظہور ہوا تو مشتری کو وہ غلام واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ یہ بعینہ وہی ہے اور اگر بوجھت کے بعد یہ چیزیں ظاہر ہوں تو مشتری اس غلام کو واپس نہیں کر سکتا کیونکہ کہ یہ بالغ کے پاس موجود عیب کے علاوہ دوسرا عیب ہے اور یہ عیب اس وجہ سے ہے کہ بڑا اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کا سبب بدلتا رہتا ہے چنانچہ بچپن میں بستر پر پیشاب کرنا مثلاً کی کمزوری سے ہوتا ہے اور بڑا ہونے کے بعد ایسا کرنا اندرونی بیماری کے سبب ہوتا ہے اسی طرح بچپن میں بھڑکنا کھین کود میں رعبیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور چوری کرنا لاپرواہی کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ بڑا ہونے کے بعد یہ چیزیں اندرونی خبیثت کی وجہ سے ہوتی ہیں اور منہ سے مراد وہ بچہ ہے جو بچک دار ہو رہا ہو یا سمجھ بچک ہو تو وہ بھٹکا ہوا ہوتا ہے بھگوز انہیں ہونا ہلکا ہوا عیب نہیں ہوگا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی منہج علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چھوٹے پر پیشاب کرنا عیب ہے چوری کرنا عیب ہے چاہے اتنے بچہ یا جس سے ہاتھ کا جائے یا اس سے کم اسی طرح کفن پڑنا عیب کا ٹاکنگ عیب ہے بلکہ نقب لگانا بھی عیب ہے۔ کھانے کی چیز کھانے کے لیے، ماک کی چرائی تو عیب نہیں اور بیچنے کے لیے چرائی یا دوسرے کی چیز چرائی تو عیب ہے۔ بعض فقہانے فرمایا کہ ماک کا پیسہ دو پیسے پڑنا عیب نہیں۔ بھانگنا، چوری کرنا، چھوٹے پر پیشاب کرنا ان تینوں کے اسباب بچپن میں اور بڑے ہونے پر مختلف ہیں۔

بچپن سے مراد پانچ سال کی عمر ہے اس سے کم عمر میں یہ چیزیں پائی جائیں تو عیب نہیں۔ بچپن میں ان کا سبب کم عقلی اور ضعف مثلاً نہ ہے اور بڑے ہونے کے بعد ان کا سبب سوء اختیار اور باطنی بیماری ہے۔

لہذا اگر یہ عیوب مشتری و بائع دونوں کے یہاں بچپن میں پائے گئے یا دونوں کے یہاں جوانی کے بعد پائے گئے تو مشتری رد کر سکتا ہے کہ یہ وہی عیب ہے جو بائع کے یہاں تھا اور اگر بائع کے یہاں یہ عیب بچپن میں تھا اور مشتری کے یہاں بلوغ کے بعد تو رد نہیں کر سکتا کہ یہ وہی عیب نہیں بلکہ دوسرا عیب ہے جو مشتری کے یہاں پیدا ہوا جس طرح بائع کے یہاں اُسے بخارآ تا تھا اگر مشتری کے یہاں بھی وہی بخار اُسی وقت آیا تو واپس کر سکتا ہے اور مشتری کے یہاں دوسری قسم کا بخارآ یا تو واپس نہیں کر سکتا۔

(رجحانہ کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے تا بائع غلام کو خریدنا جو بچھونے پر چہ شاب کرتا تھا مشتری سے یہاں بھی یہ عیب موجود تھا مگر کوئی دوسرا عیب اس کے علاوہ بھی پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے واپس نہ کر سکا اور بائع سے اس عیب کا نقصان لے لیا بائع ہونے پر پیشاب کرنا یا تارہا تو جو معاوضہ عیب بائع نے ادا کیا ہے چونکہ وہ عیب جاتا رہا وہ رقم واپس لے سکتا ہے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع)

اعتبار عیب میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مالک کے نزدیک جس عیب کے سبب مال کو واپس کیا جائے گا اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ اس عیب کے سبب مال کی قیمت کم ہو جائے۔ جس طرح جانور کا سر کٹش ہونا یا بے قابو ہو جانا ہے۔

فقہاء حنابلہ کے نزدیک اصول یہ ہے کہ جس میں کوئی نقص واقع ہو جائے جیسے جانور کا خسی ہونا ہے کیونکہ اس کے سبب اس کو قیمت کم ہو جائے گی۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک جس عیب کے سبب مال کو واپس کیا جائے اسی کو عیب سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اسی کے سبب اس کی قیمت میں کمی ہونے والی ہے۔

فقہاء حنفیہ کے نزدیک ہر وہ چیز جس سے تجارت کی عادت میں شمن میں کمی واقع ہو وہ عیب ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ مالیت کی کمی کے سبب نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور قیمت کی کمی سے مالیت میں کمی آتی ہے اور اس کی معرفت کا دار و مدار تاجروں کے عرف پر ہے

(مذاہب اربعہ، کتاب بیوع، باب خیاریع)

جنون اور صغر سن کے عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْجُنُونُ فِي الصَّغَرِ عَيْبٌ أَبَدًا) وَمَعْنَاهُ: إِذَا جُنَّ فِي الصَّغَرِ فِي يَدِ الْبَائِعِ ثُمَّ عَاوَدَهُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ أَوْ فِي الْكِبَرِ يَوْدُهُ، لِأَنَّهُ عَيْنُ الْأَوَّلِ، إِذَا السَّبَبُ فِي

الْحَالِیْنَ مُتَّحِدٍ وَهُوَ فَسَادُ الْبَاطِنِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَاوَدَةُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى إِزَالَتِهِ وَإِنْ كَانَ قَلَمًا يَزُولُ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُعَاوَدَةِ لِلرَّدِّ.

ترجمہ

فرمایا کہ بچپن کا جنون دائمی عیب شمار ہوگا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بچہ بچپن میں مجنون ہوا پھر بچپن ہی میں یا بڑا ہونے کے بعد مشتری کے قبضہ میں جنون طاری ہوا تو مشتری اسے واپس کر دے گا کیونکہ یہ عینہ پہلا ہی ہے اس لئے کہ دونوں حالتوں میں سبب متحد ہے جامع صغیر کی اس عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشتری کے قبضے میں جنون کا دوبارہ لوٹنا شرط نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل کوزا کو اس پر تکرار ہے ہر چند کہ وہ بہت کم ختم ہوتا ہے لہذا پھیرنے کیلئے اس کا لوٹنا ضروری ہے۔

شرح

جنون بھی عیب ہے اور بچپن اور جوانی دونوں میں اس کا سبب ایک ہی ہے یعنی اگر بالغ کے یہاں بچپن میں پاگل ہوا تھا اور مشتری کے یہاں جوانی میں تو واپس کرنے کا حق ہے کیونکہ یہ وہی عیب ہے دوسرا نہیں۔ جنون کی مقدار یہ ہے کہ ایک دن رات سے زیادہ پاگل رہے اس سے کم میں عیب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

حضرت عداۃ بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عداۃ بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی ہے مسلمان کے ہاتھ، نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فسق و فجور، نہ کوئی بد باطنی ہے۔ اور حق وہ رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ غافلہ، زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ بعض دلال (اپنے اصطبل کے) نام آری خراسان اور جستان (خراسانی اصطبل اور جستانی اصطبل) رکھتے ہیں اور (دھوکہ دینے کے لیے) کہتے ہیں کہ فلاں جالور کل ہی خراسان سے آیا تھا۔ اور فلاں آج ہی جستان سے آیا ہے۔ تو ابراہیم نخعی نے اس بات کو بہت زیادہ ناگواری کے ساتھ سنا۔ عقبہ بن عامر نے کہا کہ کسی شخص کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ کوئی سودا بیچے اور یہ جانے کے باوجود کہ اس میں عیب ہے خریدنے والے کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔ (حدیث نمبر 2079)

قاضی عیاض، مکی علیہ الرحمہ نے کہا کہ صحیح یوں ہے کہ عداۃ کے خریدنے کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جیسے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اسے وصل کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا ممکن ہے یہاں مشتری بیاع کے معنی میں آیا ہو یا معاملہ کی بار ہوا ہو۔ غلام کے عیب کا ذکر ہے یعنی وہ کاٹا، لولا، لنگڑا فریبی نہیں ہے۔ نہ بھاگنے والا بدکار ہے مقصد یہ ہے کہ بیچنے والے کا فرض ہے کہ معاملہ کی

جز کے عیب و صواب سے خریدار کو پورے طور پر آگاہ کر دے۔

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب لوٹری کی عمر پندرہ سال کی ہو اور حیض نہ آئے یہ عیب ہے اور اگر منتر سنی یا کبہ سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو عیب نہیں۔ یہ بات کہ حیض نہیں آتا یہ خود اسی لوٹری کے کہنے سے معلوم ہوگی اور اگر بائع کہتا ہے کہ اسے حیض آتا ہے تو اسے قسم دیں گے، اگر قسم کھالے بائع کا قول مستبر ہے اور قسم سے انکار کرے تو عیب ثابت ہے۔ استخاضہ بھی عیب ہے۔ (در مختار کتاب بیوع)

باندی کے منہ و بغل کی بو کے عیب ہونے کا بیان

(قَالَ: وَالْبَخَرُ وَالذَّفَرُ عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ)؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ قَدْ يَكُونُ الْإِسْتِفْرَاشُ وَطَلَبُ الْوَلَدِ وَهُمَا يُخْلَانِ بِهِ، وَلَيْسَ يَغْنَبُ فِي الْغَلَامِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْإِسْتِخْدَامُ وَلَا يُخْلَانِ بِهِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ دَاءٍ؛ لِأَنَّ الذَّاءَ عَيْبٌ (وَالزَّنَا وَكَذَلِكَ الزَّنَا عَيْبٌ فِي الْجَارِيَةِ دُونَ الْغَلَامِ)؛ لِأَنَّهُ يُخْلُ بِالْمَقْصُودِ فِي الْجَارِيَةِ وَهُوَ الْإِسْتِفْرَاشُ وَطَلَبُ الْوَلَدِ، وَلَا يُخْلُ بِالْمَقْصُودِ فِي الْغَلَامِ وَهُوَ الْإِسْتِخْدَامُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الزَّنَا عَادَةً لَهُ عَلَى مَا قَالُوا؛ لِأَنَّ اتِّبَاعَهُنَّ يُخْلُ بِالْخِدْمَةِ.

ترجمہ

فرمایا کہ باندی میں منہ اور بغل کی بو عیب ہے اس لئے کہ کبھی باندی کو فراش بنانا مقصود ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں استفراش میں خل ہیں اور غلام میں بد بو عیب نہیں ہے اس لئے کہ غلام سے خدمت لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ دونوں بد بو اس میں خل نہیں ہوتیں مگر جب کہ کسی بیماری کے سبب ہوں کیونکہ بیماری تو عیب ہے نہ کہ غلام کا اس لئے کہ باندی میں یہ چیزیں مقصود کے حوالے سے خل بنتی ہیں اور غلام میں یہ خل بال مقصود نہیں ہوتیں مگر جب کہ زنا کرنا غلام کی فطرت بن چکی ہو کیونکہ اس کے لڑکیوں کے پیچھے لگے رہنے سے خدمت کرنے میں خلل واقع ہوگا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ منہ کی بد بو یا بغل میں بو ہونا لوٹری میں عیب ہے غلام میں نہیں، مگر جبکہ بہت زیادہ ہو تو غلام میں بھی عیب ہے اور اگر دانت مانتھے نہیں اس وجہ سے منہ سے بو آتی ہے، منجن مسواک سے بوزائل ہو جائے گی، یہ عیب نہیں۔ ناف کے نیچے پیڑ کا پھولا ہونا، لوٹری غلام دونوں میں عیب ہے۔ لوٹری کی شرمگاہ میں گوشت یا ہڈی کا پیدہ ہو جانا جس کی وجہ سے دہلی نہ ہو سکے، عیب ہے۔ اسی طرح آگے کا مقام بند ہونا بھی عیب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

غلام باندی میں کفر کے عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَالْكَفْرُ عَيْبٌ فِيْهِمَا) ؛ لِأَنَّ طَبَعَ الْمُسْلِمِ يَنْفَرُ عَنْ صُحْبَتِهِ ؛ وَلِأَنَّهُ يَمْتَنِعُ صَرْفُهُ فِي بَعْضِ الْكَفَّارَاتِ فَتَحْتَاطُ الرَّغْبَةُ ، فَلَوْ اشْتَرَاهُ عَلَى أَنَّهُ كَافِرٌ لَوْ جَدَّهُ مُسْلِمًا لَا يَرُدُّهُ ؛ لِأَنَّهُ زَوَّالُ الْعَيْبِ .

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَرُدُّهُ ؛ لِأَنَّ الْكَافِرَ يُسْتَعْمَلُ فِيمَا لَا يُسْتَعْمَلُ فِيهِ الْمُسْلِمُ ، وَقَوَاتِ الشَّرْطِ يَمْتَنِزِلُ الْعَيْبِ .

(قَالَ) : قَلَّوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ بِالْغَنَةِ لَا تَحِيضُ أَوْ هِيَ مُسْتَحَاضَةٌ فَهِيَ عَيْبٌ ؛ لِأَنَّ ارْتِفَاعَ الدَّمِّ وَاسْتِمْرَارَهُ عَلَامَةُ الدَّاءِ ، وَيُغْتَبَرُ فِي الِارْتِفَاعِ أَقْصَى غَايَةِ الْبُلُوغِ وَهُوَ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً فِيهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيُعْرَفُ ذَلِكَ بِقَوْلِ الْأَمَةِ فَتَرُدُّ إِذَا انْضَمَّ إِلَيْهِ نُكُولُ الْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ .

ترجمہ

فرمایا کہ کفر غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اس لئے کہ مسلمان کی طبیعت کا فرائض کی محبت سے نفرت کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض کفار میں کفر کو دینا ممتنع ہے لہذا ارغبت میں غلط ہوگا پھر اگر غلام کو اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اور اسے مسلمان پایا تو مشتری اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ عیب کا زائل ہوتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک واپس کر سکتا ہے کیونکہ کافر کو ان چیزوں میں صرف کیا جاسکتا ہے جن میں مسلمان کو نہیں کیا جاسکتا اور شرط کا فوت ہونا عیب کے درجے میں ہے۔

فرمایا کہ اگر باندی بالغ ہو کر اسے حیض نہ آتا ہو یا وہ مستحاضہ رہتی ہو تو یہ عیب ہے کیونکہ خون کا بند ہونا اور اس کا مسلسل آنا دونوں بیماری کی علامت ہیں خون بند ہونے کے سلسلے میں بلوغ کی آخری حد کا اعتبار ہوگا اور باندی میں یہ غایت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سترہ سال ہے اور خون کا بند ہونا باندی ہی کی بات سے معلوم ہوگا لہذا اگر اس کی بات کیسا تھ بالغ کا انکار بھی مل جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا چاہے قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد یہی صحیح ہے۔

بد مذہب کے عیب ہونے کا بیان

صاحب فتاویٰ ہندی یہ لکھتے ہیں اور کافر ہونا لونڈی غلام دونوں میں عیب ہے۔ اسی طرح بد مذہب ہونا بھی عیب ہے۔ لونڈی کی عمر پندرہ سال کی ہو اور حیض نہ آئے یہ عیب ہے اور اگر عمر غریبی یا کبر سن کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو عیب نہیں۔ یہ بات کہ حیض نہیں آتا یہ خود اسی لونڈی کے کہنے سے معلوم ہوگی اور اگر بالغ کہتا ہے کہ اسے حیض آتا ہے تو اسے قسم دیں گے، اگر قسم کھالے بالغ کا قول معتبر

ہے اور تم سے انکار کرے تو عیب ثابت ہے۔ استخاضہ بھی عیب ہے۔ پرانی کھائی عیب ہے، معمولی کھائی عیب نہیں ہے۔

(نوادنی: یہ کتاب بیروغ)

مشری کے پاس بیع میں عیب پیدا ہونے کا بیان

(قَالَ: وَإِذَا حَدَّثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي عَيْبٌ فَاطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ بِالنَّقْصَانِ وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيعَ) ؛ لِأَنَّ فِي الرُّدِّ إِضْرَارًا بِالْبَائِعِ ؛ لِأَنَّهُ خَرَجَ عَنْ مِلْكِهِ سَالِمًا، وَيَتَوَدَّ مَعِيًّا فَاِئْتَمَعَ، وَلَا بُدَّ مِنْ دَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُ فَتَعَيَّنَ الرُّجُوعُ بِالنَّقْصَانِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ أَنْ يَأْخُذَهُ بِعَيْبِهِ ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالضَّرَرِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جب مشتری کے پاس بیع میں عیب پیدا ہو گیا اور مشتری کسی ایسے عیب پر بھی مطلع ہو جو بائع کے پاس تھا تو مشتری کو نقصان عیب کے ساتھ بائع پر رجوع کرنے کا اختیار ہوگا مشتری بیع نہیں بیع واپس کر سکتا اس لئے کہ بیع واپس کرنے میں بائع کا نقصان ہے کیونکہ بائع کی ملکیت سے بیع صحیح سالم نقلی تھی اور روکی صورت میں معیوب ہو کر لوٹنے کی لہذا رد متنع ہوگا اور مشتری سے بھی نقصان دور کرنا ضروری ہے لہذا رجوع بالنقصان متعین ہے مگر جب کہ بائع عیب کیساتھ بیع واپس لینے پر راضی ہو کیونکہ وہ نقصان پر راضی ہے۔

اسباب کی قیمت پھیرنے میں فقہی مذاہب

امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے خریدی، انیس عبد اللہ بن دینار نے اور انیس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک غنص (حبان بن مقدس رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اکثر خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا کہ جب تم کسی چیز کی خرید و فروخت کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ اور فریب کا کام نہیں۔

(بخاری، رقم الحدیث، ۲۱۱۷)

امام بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے اور جو چیز خریدے اس میں تجھے تین دن تک اختیار ہوگا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسو حدیث سے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو اسباب کی قیمت معلوم نہ ہو، اور وہ تہائی قیمت زیادہ دے یا ایک سدس تو وہ اسباب بائع کو پھر سکتا ہے اور شافیہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

یہ جان بن مقدس رضی اللہ عنہ صحابی تھے، جنگ احد میں ان کے سر میں زخم آیا تھا، جس کی وجہ سے ان کی عقل میں نقص آ گیا۔

خرید شدہ کپڑے کے کٹ جانے کے بعد عیب کا بیان

(قَالَ) وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ فَوَجَدَ بِهِ عَيْبًا رَجَعَ بِالْعَيْبِ ؛ لِأَنَّهُ امْتَنَعَ الرُّدَّ بِالنَّقْصِ

فَإِنَّهُ عَيْبٌ حَادِثٌ (لِإِنْ قَالَ الْبَائِعُ : إِنَّا أَقْبَلْتُهُ كَذَلِكَ كَانَ لَهُ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ لِحَقِّهِ وَقَدْ رَضِيَ بِهِ (لِإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرَى لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ) ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ غَيْرُ مُنْتَبِعٍ بِرِضَا الْبَائِعِ فَيَصِيرُ هُوَ بِالْبَيْعِ حَابِسًا لِلْمَبِيعِ فَلَا يَرْجِعُ بِالنَّقْصَانِ (فَإِنْ قَطَعَ الثُّوبَ وَخَاطَهُ أَوْ صَبَغَهُ أَحْمَرَ ، أَوْ لَتَّ السَّوِيقَ بِسَمْنٍ ثُمَّ أَطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنَقْصَانِهِ) لِإِمْتِنَاعِ الرَّدِّ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الْقَسْحِ فِي الْأَصْلِ بِذَوْنِهَا ؛ لِأَنَّهَا لَا تَنْفَكُ عَنْهُ ، وَلَا وَجْهَ إِلَيْهِ مَعَهَا ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ كَيْسَتْ بِمَبِيعَةٍ فَاغْتَنَعَ أَصْلًا (وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذَهُ) ؛ لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّهِ (فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرَى بَعْدَ مَا رَأَى الْعَيْبَ رَجَعَ بِالنَّقْصَانِ) ؛ لِأَنَّ الرَّدَّ مُنْتَبِعٌ أَصْلًا قَبْلَهُ فَلَا يَكُونُ بِالْبَيْعِ حَابِسًا لِلْمَبِيعِ ، وَعَنْ هَذَا (قُلْنَا : إِنْ مَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَقَطَعَهُ لِبَاسًا لَوْلَدِهِ الصَّغِيرِ وَخَاطَهُ ثُمَّ أَطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ لَا يَرْجِعُ بِالنَّقْصَانِ ، وَلَوْ كَانَ الْوَلَدُ كَبِيرًا يَرْجِعُ ؛ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ حَصَلَ فِي الْأَوَّلِ قَبْلَ الْحَيَاطَةِ ، وَفِي الثَّانِي بَعْدَهَا بِالتَّسْلِيمِ إِلَيْهِ) .

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کوئی چیز خرید کر اسے کاٹ دیا پھر اس میں عیب پایا تو وہ نقصان عیب کیساتھ رجوع کرے گا کیونکہ کاٹنے کی وجہ سے واپس کرنا ناممکن ہو گیا اس لئے کہ قطع ایک نیا عیب ہے پھر اگر بائع یوں کہے کہ میں اسی طرح منقطع مقبول کرتا ہوں تو اسے یہ حق ہوگا کیونکہ واپسی کا امتناع اسی کے حق کی وجہ سے تھا حالانکہ وہ میوب چیز لینے پر راضی ہے لیکن جب مشتری نے اس چیز سے کوئی چیز دیا تو بائع سے کوئی چیز واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ بائع کی رضامندی سے رد غیر متوقع تھا لہذا اب اس کے ذریعے مشتری کو روکنے والا ہو گیا اس لئے وہ رجوع بالنقصان بھی نہیں کر سکتا پھر جب مشتری نے کپڑے کو کاٹ کر اسے سلا لیا یا سرخ رنگ میں رنگ لیا یا ستونگوگی میں دیا یا پھر کسی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان کرے گا اس کی زیادتی کے سبب واپس کرنا ناممکن ہے کیونکہ زیادتی کے بغیر اصل کو فروغ کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ زیادتی ہی موجب نہیں ہے لہذا واپس کرنا تو بالکل ہی محال ہے اور بائع کو زیادتی کیساتھ متنبہ لینے کا اختیار نہیں ہوگا اسلئے کہ واپسی کا ناممکن ہونا حق شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ اس کے حق کی وجہ سے پھر جب عیب دیکھنے کے بعد مشتری نے متنبہ کو کچھ دیا تو وہ رجوع بالنقصان کرے گا کیونکہ اس کے بچنے سے پہلے ہی واپسی ناممکن تھی لہذا اب اس کے ذریعے وہ متنبہ کو روکنے والا نہیں ہوگا اور نہیں سے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے کپڑا خرید کر اسے اپنے چھوٹے بچے

کیلے لباس کاٹ دیا اور اس کو سلا لیا پھر کی عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالانقصان نہیں کر سکا اور اگر بچہ بڑا ہو تو رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں سلتے سے پہلے ہی تملیک حاصل ہوگئی اور دوسری صورت میں سلائی اور لڑکے کو سپرد کرنے کے بعد تملیک حاصل ہوئی ہے۔

شرح

جب خریدی ہوئی چیز ایک ہو جیسے ایک کپڑا غلام، پھر قبضہ سے پہلے یا بعد اس کے بعض میں استحقاق ثابت ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو باقی کو اس کے حصہ کی قیمت کے بدلے میں لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے اسے اور اس کو محیط کی طرف منسوب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ کپڑا قیمتی مذروع ہے، رد الحار میں کہا کہ اگر مذروع کو بچا جیسے کپڑا اور زمین پہنے شب اس کے بعض میں استحقاق ثابت ہونے کی صورت میں باقی کو اس کے حصے کی قیمت کے بدلے میں لئے کا حکم کیا گیا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب المبیع، نورانی کتب خانہ پشاور)

بعض بیع میں استحقاق ثابت ہو گیا تو (دیکھیں گے کہ) اگر وہ بلا نقصان جدا نہیں ہو سکتا جیسے مکان، انگوڑی تیل، زمین، موزوں کا جڑ اور ایک دروازے کے دوپٹ تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ملے گا ورنہ نہیں، پھر اگر استحقاق باقی بیع میں عیب پیدا کر دے تو مشتری کو اختیار ملے گا جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر وہ عیب پیدا نہ کرے جیسے دو کپڑوں میں سے ایک میں استحقاق ثابت ہو جائے تو مشتری باقی کو اس کے حصے کی قیمت کے بدلے میں لے گا اس صورت میں اس کو اختیار نہیں ملے گا۔
(جامع الفصولین، الفصل السادس عشر، اسلامی کتب خانہ کراچی)

مشتری کے پاس غلام کے فوت ہو جانے کے بعد عیب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَغْتَقَهُ أَوْ مَاتَ عِنْدَهُ ثُمَّ أَطْلَعَ عَلَى عَيْبٍ رَجَعَ بِنُقْضَائِهِ) أَمَّا الْمَوْتُ؛ فَلَاَنَّ الْمِلْكَ يَنْتَهِي بِهِ وَالْإِمْتِنَاعُ حُكْمِي لَا يَقْعُلُهُ، وَأَمَّا الْإِعْثَاقُ فَالْقِيَاسُ فِيهِ أَنْ لَا يَرْجِعَ؛ لِأَنَّ الْإِمْتِنَاعَ يَفْعُلُهُ فَصَارَ كَالْقَتْلِ، وَفِي الْإِسْتِحْسَانِ يَرْجِعُ؛ لِأَنَّ الْعِتْقَ إِنْهَاءُ الْمِلْكِ؛ لِأَنَّ الْأَدَمَى مَا خُلِقَ فِي الْأَصْلِ مَحَلًّا لِلْمِلْكِ، وَإِنَّمَا يَنْبُتُ الْمِلْكَ فِيهِ مُوَقَّعًا إِلَى الْإِعْثَاقِ فَكَانَ إِنْهَاءُ فَصَارَتْ كَالْمَوْتِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الشَّيْءَ يَنْتَقِرُ بِإِنْهَائِهِ فَيَجْعَلُ كَأَنَّ الْمِلْكَ بَاقٍ وَالرَّدُّ مُتَعَدِّرٌ.

وَالْتَذِيرُ وَالْإِسْتِيلَادُ بِمَنْزِلَتِهِ؛ لِأَنَّهُ تَعَدَّرَ النُّقْلَ مَعَ بَقَاءِ الْمَحَلِّ بِالْأَمْرِ الْحُكْمِيِّ (وَإِنْ أَغْتَقَهُ عَلَى مَالٍ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ) لِأَنَّهُ حَسَنَ بَدَلَةٍ وَحَسَنَ الْبَدَلِ كَحَسَنِ الْمُبْدَلِ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَنَّهُ يَرْجِعُ؛ لِأَنَّهُ إِنْهَاءٌ لِلْمِلْكِ وَإِنْ كَانَ بَعْوَضٍ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری کسی غیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا البتہ موت تو اس وجہ سے کہ ملکیت تام ہو جاتی ہے اور امتناع رد غیر اختیاری ہوتا ہے مشتری سے فعل سے نہیں ہوتا اور جہاں تک اعتناق کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں قیاس کا قاضی تو یہ ہے کہ مشتری رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ امتناع رد مشتری کے فعل سے ہوتا ہے لہذا یہ قتل کے مشابہ ہو گیا اور امتحان میں رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ حق میں بھی ملکیت تام ہو جاتی ہے کیونکہ اصل خلقت میں آدمی مکمل نہیں ہے اور غلام صرف ایک محدود وقت یعنی اعتناق تک ملکیت ثابت ہوتی ہے لہذا اعتناق کمال ملک بن کر موت کے مشابہ ہو گیا اور یہ حکم اس لئے ہے کہ شیء اپنی انتہاء کو پہنچ کر ثابت ہو جاتی ہے لہذا ایسا فرض کر لیا گیا کہ گویا ملکیت باقی ہے اور وہ ایسی نامکمل ہے اور رد بنانا اور ام ولد بنانا اعتناق کے درجے میں کیونکہ بتائے محلی کیساتھ انتقال ملک بشمار ہونا غیر اختیاری کی وجہ سے ہے اور اگر مشتری نے مال کے عوض غلام کو آزاد کیا تو وہ رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے شیء کا بدلہ روک لیا ہے اور بدلہ کا روکنا مہل کو روکنے کی طرح ہے حضرت امام اعظم سے منقول ہے کہ اس صورت میں بھی مشتری رجوع کر سکتا کیونکہ اعتناق ملکیت کو منتہی کرتا ہے ہر چند کہ عوض کیساتھ ہو۔

بعد از موت رجوع بہ نقصان میں فقہی مذاہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری کسی غیب پر مطلع ہوا تو وہ رجوع بہ نقصان العیب کرے گا۔ حضرت امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہی ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشتری کا جس ایسے ہے گویا اس نے بدلہ کا جس کی اور بدلہ کا جس مہل کے جس کی طرح ہوتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

خیار عیب کی صورت میں مشتری شیء کا مالک ہو جاتا ہے مگر ملک لازم نہیں ہوتی اور اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے یعنی اگر مشتری کو عیب کا علم نہ ہوا اور مر گیا اور وراثت کو عیب پر اطلاع ہوئی تو اسے عیب کی وجہ سے شیء کا حق حاصل ہوگا۔ خیار عیب کے لیے کسی وقت کی تحدید نہیں جب تک موانع رد نہ پائے جائیں، یہ حق باقی رہتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

مشتری کا غلام کو قتل کر دینے کا بیان

(فَإِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ أَوْ كَانَ طَعَامًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ أَمَّا الْقَتْلُ فَلَا يَمْلِكُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرْجِعُ) لِأَنَّ قَتْلَ
الْمَوْلَى عَبْدَهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمُ ذُنُوبٍ قَصَارَ كَالْمَوْتِ حَتَّى أَنْفِهِ فَيَكُونُ إِنْهَاءً
وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْقَتْلَ لَا يُوجِدُ إِلَّا مَعْمُونًا وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الضَّمَانُ هَاهُنَا بِإِغْتِيَابِ

الْمِلْكِ قَبْضٍ كَمَا لَمْ يَسْتَفِيدْ بِهِ عَوْضًا، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ؛ لِأَنَّهُ لَا يُوجِبُ الضَّمَانَ لَا مَحَالَةً كَمَا عَتَقَ الْمُعْسِرَ عَبْدًا مُشْتَرَكًا، وَأَمَّا الْأَكْلُ فَعَلَى الْإِخْلَافِ، فَعِنْدَهُمَا يَرْجَعُ وَعِنْدَهُ لَا يُرْجَعُ اسْتِحْسَانًا، وَعَلَى هَذَا الْإِخْلَافِ إِذَا لَيْسَ الْكُؤْبَ حَتَّى تَخْرُقَ لَهُمَا أَنَّهُ صَنَعَ فِي الْمَبِيعِ مَا يَقْصِدُ بِشِرَائِهِ وَيُعْتَادُ فَعَلَهُ فِيهِ فَأَنْشَبَ الْإِعْتَاقَ.

وَلَهُ أَنَّهُ تَعَذَّرَ الرَّذُّ بِفَعْلٍ مَضْمُونٍ مِنْهُ فِي الْمَبِيعِ فَأَنْشَبَ الْبَيْعَ وَالْقَتْلَ، وَلَا مُعْتَبَرَ يَكُونُهُ مَقْصُودًا؛ أَلَا يَرَى أَنَّ الْبَيْعَ مِمَّا يَقْصِدُ بِالشَّرَاءِ ثُمَّ هُوَ يَمْنَعُ الرُّجُوعَ، فَإِنْ أَكَلَ بَعْضُ الطَّعَامِ ثُمَّ عَلِمَ بِالْغَيْبِ فَكَذَا الْجَوَابُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ؛ لِأَنَّ الطَّعَامَ كَشَىءٍ وَاحِدٍ لَفْصَارٍ كَبِيعِ الْبَعْضِ، وَعِنْدَهُمَا أَنَّهُ يَرْجَعُ بِنَقْصَانِ الْغَيْبِ فِي الْكُلِّ، وَعَنْهُمَا أَنَّهُ يَرُدُّ مَا بَقِيَ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصْرُهُ التَّبْعِيضُ.

ترجمہ

فرمایا کہ جب مشتری نے غلام کو قتل کر دیا یا بیچ کھانا تھا اسے کھایا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشتری کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا رہا قتل کرنا تو قدری میں مذکور ظاہر الروایہ ہے لیکن امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ مشتری رجوع کر سکتا ہے اس لئے کہ آقا کا اپنے غلام کو قتل کرنے سے کوئی دنیاوی حکم متعلق نہیں ہوتا لہذا اپنی موت مرنے کے مشابہ ہو گیا اس لئے یہ انہما ملک ہو جائے گا اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کے بغیر قتل کا وجود ہی معدوم ہے اور یہاں صرف ملکیت کی وجہ سے ضمان ساقط ہو رہا ہے لہذا آقا عوض دیکر غلام سے استفادہ کرنے والے کی طرح ہو گیا برخلاف اعتاق کے اس لئے کہ اعتاق بالیقین موجب ضمان نہیں ہے جیسا کہ تک دست آدمی کا عبد مشترک کو آزار کرنا رہا مسئلہ کھانے کا تو وہ بھی مختلف فیہ ہے صاحبین کے نزدیک مشتری کو رجوع کا حق حاصل ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اتحساناً حق رجوع حاصل نہیں ہوگا اور اسی اختلاف پر ہے کہ جب مشتری نے کپڑے کو پہنا اور وہ پھٹ گیا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مشتری نے بیچ میں ایسا تصرف کر دیا ہے جو شرعاً کے قصد سے کیا جاتا ہے اور بیچ میں اس کا کرنا مقدار ہوتا ہے لہذا ایہ اعتاق کے مشابہ ہو گیا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کی جانب سے بیچ میں موجب ضمان فعل کی وجہ سے اس کا واپس کرنا ناممکن ہو گیا لہذا یہ بیچ کو بیچنے اور غلام کو قتل کرنے کے مشابہ ہو گیا اور اکل وغیرہ کے مقصود ہو کہ کوئی اعتبار نہیں ہے کیا دیکھتے نہیں کہ بیچ ان چیزوں میں سے ہے جن سے شرعاً مقصود ہوتا ہے مجرور رجوع بالصدقان سے مانع بن جاتی ہے پھر جب مشتری کو تھوڑا سا کھانے کے بعد عیب کی اطلاع ہوئی تو بھی امام

اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں یہی جواب ہے اس لئے کہ کھانا شیء واحد کے درجے میں ہے لہذا یہ بعض کی بیع کی مانند ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک پورے طعام میں نقصان عیب لے گا اور انہی سے منقول ہے کہ مشتری مابقیہ واپس کر دے گا اس لئے کہ کلوے کلوے کرنا طعام کیلئے معتبر نہیں ہے۔

قتل غلام پر رجوع کرنے میں فقہی مذاہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مشتری نے غلام کو قتل کر دیا یا مبيع کھانا تھا اسے کھالیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مشتری کچھ بھی واپس نہیں لے سکا ہا قتل کرنا تو قہوری میں مذکور ظاہر الروایہ ہے لیکن امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ مشتری رجوع کر سکتا ہے۔ صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا موقف بھی اس مسئلہ میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ساتھ ہے اور امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب بھی اسی طرح ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۳، ص ۴۳۵، بیروت) علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے غلام خرید اور اس پر قبضہ بھی کر لیا وہ کسی ایسے جرم کی وجہ سے قتل کیا گیا جو بائع کے یہاں اس نے کیا تھا تو پورا ثمن بائع سے واپس لے گا اور اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور جرم بائع کے یہاں کیا تھا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اس کو واپس کر دے یا رکھ لے اور آدھا ثمن واپس لے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

سبزیوں وغیرہ کی بیع کے بطلان کا بیان

(قَالَ : وَمَنْ اشْتَرَى بَيْضًا أَوْ بَطِيخًا أَوْ قَنَاءً أَوْ خِيَارًا أَوْ جَوْزًا فَكَسَرَهُ فَوَجَدَهُ فَاسِدًا فَإِنْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِهِ رَجَعَ بِالثَّمَنِ كُلِّهِ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فَكَانَ الْبَيْعُ بَاطِلًا ، وَلَا يُغْتَبَرُ فِي الْجَوْزِ صَلَاحُ قَشْرِهِ عَلَى مَا قِيلَ لِأَنَّ مَا لَيْتَهُ بِاِغْتِبَارِ الثَّلَبِ (وَإِنْ كَانَ يَنْتَفِعُ بِهِ مَعَ فُسَادِهِ لَمْ يَرُدُّهُ) ؛ لِأَنَّ الْكُسْرَ غَيْبٌ حَدِثٌ (وَ) لِكُنْهُ (يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعُيُوبِ) دَفْعًا لِلضَّرَرِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَرُدُّهُ ؛ لِأَنَّ الْكُسْرَ بِتَسْلِيلِهِ . قُلْنَا : التَّسْلِيلُ عَلَى الْكُسْرِ فِي مِلْكِ الْمُشْتَرَى لَا فِي مِلْكِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ ثَوْبًا لَقَطَعَهُ ، وَلَوْ وَجَدَ النُّعْصَ فَاسِدًا وَهُوَ قَلِيلٌ جَارَ الْبَيْعِ اسْتِحْسَانًا ، لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو عَنْ قَلِيلٍ فَاسِدٍ .

وَالْقَلِيلُ مَا لَا يَخْلُو عَنْهُ الْجَوْزُ عَادَةً كَالْوَاحِدِ وَالْإِثْنَيْنِ فِي الْمَائَةِ ، وَإِنْ كَانَ الْفَاسِدُ كَثِيرًا لَا يَجُوزُ وَيَرْجِعُ بِكُلِّ الثَّمَنِ ؛ لِأَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَالِ وَغَوِيهِ فَصَارَ كَالْجَمْعِ بَيْنَ الْبَحْرِ وَالْعَبْدِ .

ترجمہ

فرمایا کہ جس شخص نے انڈا یا خرہ زدہ یا گڑی یا کھیرا، یا اخروٹ خرید کر اسے توڑا اور خراب پایا تو جب قابل انتفاع نہ ہو تو مشتری پورا نہیں واپس لے گا کیونکہ وہ فاسد مال نہیں ہے لہذا بیع باطل ہوگئی اور اخروٹ میں اس کے چھلکے کی درنگی کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس لئے کہ اخروٹ کی مالیت میں مغز اور گودے کا اعتبار ہوتا ہے اور جب خراب ہونے کے باوجود وہ قابل انتفاع ہو تو مشتری اسے واپس نہیں کر سکتا اس لئے کہ توڑناٹ ایک عیب جدید ہے البتہ نقصان کو دور کرنے کے پیش نظر بقدر امکان مشتری رجوع بہ نقصان العیب کرے گا اور امام شافعی نے فرمایا کہ مشتری اسے واپس کر دے گا کیونکہ اس کا توڑنا باطل کی قدرت کی اپنے سے ہوا ہے ہم کہتے ہیں کہ توڑنے پر قدرت دینا مشتری کی ملکیت میں ہے نہ کہ بائع کی تو یہ ایسا ہوگا کہ بیع کپڑا تھی اور مشتری نے اسے کاٹ دیا اور جب بیچ کا کچھ حصہ خراب ہو اور وہ تھوڑا ہو تو اتنا بیع درست ہے کیونکہ بیع معمولی خرابی سے خالی نہیں ہوتی اور قلیل وہ ہے جس سے عادات اخروٹ خالی نہیں ہوتے جیسے سو میں اکا دکا اور جب خراب بیع زیادہ ہو تو بیع جائز نہیں ہے اور مشتری پورا نہیں واپس لے گا کیونکہ بائع نے مال اور غیر مال دونوں کو بیع کر دیا لہذا یہ آزاد اور اپنے غلام کو بیع کرنے کی طرح ہو گیا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے انڈا خریدا، توڑا تو گندہ نکلا، کل دام واپس ہو گئے کہ وہ بیچارہ چیز ہے بیع کے قابل نہیں ہاں شتر مرغ کا انڈا جس میں چھلکا مقصود ہوتا ہے اکثر لوگ اسے زینت کی غرض سے رکھتے ہیں اس کی بیع باطل نہیں عیب کا نقصان لے سکتا ہے۔ خریدہ۔ ترہیز۔ کھیرا خریدہ اور کاٹا تو خراب نکلا یا دام، اخروٹ خریدے توڑنے پر معلوم ہوا کہ خراب ہے مگر باوجود خرابی کام کے لائق ہے کم سے کم یہ کہ جانور ہی کے کھلانے میں کام آ سکتا ہے تو واپس نہیں کر سکتا نقصان لے سکتا ہے اور اگر بائع کئے ہوئے یا نوئے ہوئے کو واپس لینے پر طیار ہے تو واپس کر دے نقصان نہیں لے سکتا۔ اور اگر عیب معلوم ہو جانے کے بعد کچھ بھی کھایا تو نقصان بھی نہیں لے سکتا۔ اور اگر کچھ اور عیب معلوم ہونے کے بعد چھوڑ دیا کچھ نہ کھایا تو نقصان لے سکتا ہے۔ اور اگر کانٹے توڑنے سے پہلے ہی مشتری کو عیب معلوم ہو گیا تو اسی حالت میں واپس کر دے کانٹے توڑے گا تو نہ واپس کر سکتا ہے نہ نقصان لے سکتا ہے۔ اور اگر کانٹے توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ چیزیں بالکل بیکار ہیں مثلاً کھیرا کڑوا ہے یا دام۔ اخروٹ میں مری نہیں ہے۔ ترہیز یا خرہ مٹا ہوا ہے تو پورے دام واپس لے بیع باطل ہے۔ (رد مختار، کتاب بیوع)

مشتری کا غلام کو فروخت کرنے بعد عیب کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَيْهِ بَعْبٌ فَإِنْ قَبِلَ بَقْضَاءَ الْقَاضِي بِإِفْرَارٍ أَوْ بِنَسْئَةٍ أَوْ بِبَاءَعٍ يَمِينٍ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى بَائِعِهِ) ؛ لِأَنَّهُ قَسَخَ مِنَ الْأَصْلِ فَجَعَلَ النَّبِيْعَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ غَايَةَ الْأَمْرِ أَنَّهُ أَنْكَرَ قِيَامَ الْعَيْبِ لِكُنْهَ صَارَ مُكَلِّفًا شَرْعًا بِالْقَضَاءِ .

وَمَعْنَى الْقَضَاءِ بِالْإِقْرَارِ أَنَّهُ أَنْكَرَ الْإِقْرَارَ فَاتَّيَتْ بِالْبَيِّنَةِ، وَهَذَا بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالنَّبْعِ إِذَا رُدَّ عَلَيْهِ بِعَيْبٍ بِالْبَيِّنَةِ حَيْثُ يَكُونُ رَدًّا عَلَى الْمُوَكَّلِ؛ لِأَنَّ النَّبْعَ هُنَاكَ وَاحِدٌ وَالْمَوْجُودُ هَاهُنَا بَيَّانٌ، فَيَفْسَخُ الثَّانِي وَالْأَوَّلُ لَا يَنْفَسَخُ (وَأِنْ قَبْلَ بَغْيٍ قَضَاءُ الْقَاضِي لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ)؛ لِأَنَّهُ يَبْعُ جَدِيدَهُ فِي حَقِّ ثَالِثٍ وَإِنْ كَانَ قَسْخًا فِي حَقِّهَا وَالْأَوَّلُ ثَالِثُهُمَا (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَإِنْ رُدَّ عَلَيْهِ بِإِقْرَارِهِ بِغَيْرِ قَضَاءٍ بِعَيْبٍ لَا يَخْذُلُ مِثْلُهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَخَاصِمَ الَّذِي بَاعَهُ) وَبِهَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ الْجَوَابَ فِيمَا يَخْذُلُ مِثْلُهُ وَفِيمَا لَا يَخْذُلُ سَوَاءٌ.

وَفِي بَعْضِ رَوَايَاتِ الْبُيُوعِ: إِنْ كَانَ فِيمَا لَا يَخْذُلُ مِثْلُهُ يَرْجِعُ بِالْقَضَانِ لِلتَّيَقُّنِ يَقَامُ الْعَيْبُ عِنْدَ الْبَائِعِ الْأَوَّلِ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی غلام کو بیچا اس کے بعد مشتری نے بھی اس غلام کو آگے بیچ دیا اور اس کے بعد وہ تمام کسی عیب کی وجہ مشتری کو واپس کر دیا گیا اب اگر مشتری نے قاضی کے حکم سے اس غلام کی واپسی کو قبول کیا ہے اگرچہ وہ اقرار کے سبب ہو یا گواہی سے یا قسم سے انکار کی وجہ سے ہے تو پہلے مشتری کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ یہ اصل سے فتح ہے۔ پس دوسری بیچ ایسے سمجھ لیا جائے گا گویا وہ ہوئی ہی نہیں ہے۔ اور غالب طور پر یہ کہہ دیا جائے گا پہلے مشتری نے عیب کا انکار کیا ہے۔ جب قاضی کے فیصلے سے وہ شرعی طور پر جھوٹا ثابت ہو گیا ہے۔

اور قضاہ اقرار کا حکم یہ ہے کہ مشتری نے عیب کے اقرار سے انکار کیا ہے پس اس کو گواہی کے ذریعے ثابت کر دیا جائے گا۔ اور مسئلہ وکیل کے ساتھ والی بیچ کے خلاف ہے کیونکہ جب عیب والی بیچ کی گواہی سب اس پر جمع کو واپس کر دیا جائے گا تاکہ وہ وکیل پر رد کر دی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایک ہی بیچ پر ہے جبکہ یہاں پر دو بیچ ہیں۔ پس دوسری بیچ کو ختم کر دیا جائے گا بیچ اول ختم نہ ہوگی اور جب مشتری اول نے دوسرے مشتری کے رد کو قاضی کے فیصلے کے بغیر قبول کر لیا ہے۔ تو اب اس کو اپنے بائع پر اس بیچ کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تیسرے کے حق میں بیچ جدید ہو جائے گی جبکہ ان دونوں کے حق میں فتح ہے پس پہلا بائع ان دونوں کے حق میں تیسرا ہوگا۔

جامع صغیر میں ہے جب قاضی کے فیصلے کے مطابق کسی ایسی چیز کو عیب کے سبب واپس کیا گیا ہے جس کی نظیر نہ ہو تو مشتری کو اپنے بائع سے جھگڑا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے اس اصول کی وضاحت ہو گئی ہے کہ عیب کے معدوم احدوث اور ممکن

الحدوث دونوں صورتوں میں جواب ایک جیسا ہوگا۔ اور کتاب بیوع کی بعض روایات میں آیا ہے کہ جب عیب معدوم الحدوث ہے تو مشتری اپنے بائع سے عیب والا نقصان واپس لے گا۔ کیونکہ پہلے بائع کے پاس عیب کا ہونا یقینی ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب عیب پر مشتری کو اطلاع قبضہ سے پہلے ہی ہوگئی تو مشتری بطور خود عقد کو فسخ کر سکتا ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ قاضی فسخ کا حکم دے تو فسخ ہو سکے بائع کے سامنے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے عقد کو فسخ کر دیا یا رد کر دیا یا بطل کر دیا یا بائع راضی ہو یا نہ ہو عقد فسخ ہو جائے گا اور اگر مجمع پر قبضہ کر چکا ہے تو بائع کی رضامندی یا قضاے قاضی کے بغیر عقد فسخ نہیں ہو سکتا۔ مشتری نے مجمع پر قبضہ کر لیا تھا پھر عیب معلوم ہوا اور بائع کی رضامندی سے عقد فسخ ہوا تو ان دونوں کے حق میں فسخ ہے مگر تیسرے کے حق میں فسخ نہیں بلکہ بیع جدید ہے کہ اس فسخ کے بعد اگر مجمع مکان یا زمین ہے تو شفعہ کرنے والا شفعہ کر سکتا ہے اور اگر قضاے قاضی سے فسخ ہوا تو سب کے حق میں فسخ ہی ہے شفعہ کا حق نہیں پہنچے گا۔

اور خیاری عیب کی صورت میں مشتری مجمع کا مالک ہو جاتا ہے مگر ملک لازم نہیں ہوتی اور اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے یعنی اگر مشتری کو عیب کا علم نہ ہوا اور مر گیا اور وارث کو عیب پر اطلاع ہوئی تو اُسے عیب کی وجہ سے فسخ کا حق حاصل ہوگا۔ خیاری عیب کے لیے کسی وقت کی تحدید نہیں جب تک موانع رد نہ پائے جائیں تو یہ حق باقی رہتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

خرید کردہ غلام پر قبضہ کر لینے کے بعد عیب پر مطلع ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَقَبَضَهُ فَأَدْعَى عِيْبًا لَمْ يُعْجَرَ عَلَى دَفْعِ الثَّمَنِ حَتَّى يَخْلِفَ الْبَائِعُ أَوْ يُقِيمَ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً) لِأَنَّهُ أَنْكَرَ وَجُوبَ دَفْعِ الثَّمَنِ حَيْثُ أَنْكَرَ تَعَيَّنَ حَقُّهُ بِدَعْوَى الْعُيْبِ، وَدَفْعُ الثَّمَنِ أَوْ لَا لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ بِإِذَاءِ تَعَيَّنِ الْمُبِيعِ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ قُضِيَ بِالْدَّفْعِ فَلَعَلَّهُ يَظْهَرُ الْعُيْبُ فَيَنْقُضُ الْقَضَاءُ فَلَا يَقْضِي بِهِ صَوْنًا لِقَضَائِهِ (فَإِنْ قَالَ الْمُشْتَرِي شُهُودِي بِالشَّامِ اسْتُخْلِفَ الْبَائِعُ وَدَفْعَ الثَّمَنِ) يَعْنِي إِذَا خَلَفَ وَلَا يَنْتَظِرُ حُضُورَ الشُّهُودِ؛ لِأَنَّ فِي الْإِنْتِظَارِ ضَرَرًا بِالْبَائِعِ، وَلَيْسَ فِي الدَّفْعِ كَثِيرُ ضَرَرٍ بِهِ؛ لِأَنَّهُ عَلَى حُجَّتِهِ، أَمَّا إِذَا نَكَلَ الزَّيْمُ الْعُيْبَ؛ لِأَنَّهُ حُجَّةٌ فِيهِ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام خرید لیا اور پھر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد اس نے کسی عیب کا دعویٰ کر دیا ہے تو مشتری کو قیمت ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا حتیٰ کہ بائع قسم اٹھائے یا مشتری کوئی گواہی کو پیش کر دے۔ کیونکہ مشتری نے جب عیب کو دعویٰ کر کے اپنا معین حق کا انکار کیا ہے تو وہ قیمت کی ادائیگی کے وجوب کا انکار کرنے والا ہے۔ اور ثمن کی ادائیگی کا وجوب اسی سبب سے پہلے ہوتا

ہے کہ بیع معین کے تقابل میں بائع کا حق متعلق ہو جائے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب قاضی کوٹن کی ادائیگی کا فیصلہ کر دیا ہے تو ممکن عیب ظاہر ہونے کے سبب وہ نوٹ جائے۔ لہذا اپنے فیصلے کو حفاظت کے سبب قاضی قیت دینے والا فیصلہ نہیں کرے گا۔

اور جب مشتری نے اس طرح کہا کہ میرے گواہ شام کے ملک میں ہیں تو اب بائع سے قسم لی جائے گی اور مشتری خن ادا کرے گا اور یہ بائع کی قسم اٹھانے کے بعد ہوگا۔ اور مشتری کے گواہوں کی حاضری کا انتظار نہ کیا جائے گا کیونکہ ان کے انتظار میں بائع کا نقصان ہے جبکہ خن ادا کرنے میں مشتری کا کوئی زیادہ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی دلیل پر باقی ہے ہاں البتہ جب بائع نے انکار کیا ہے تو وہ عیب کو لازم کرے کیونکہ عیب کے ثبوت میں انکار حجت ہے۔

غلام خریدنے کے بعد عیب ظاہر ہونے میں فقہی تصریحات

حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ایک غلام بیچا آٹھ سو درہم کو اور مشتری سے شرط کر لی کہ عیب کی جواب دہی سے میں بری ہوا بعد اس کے مشتری نے کہا غلام کو ایک بیماری ہے تم نے مجھ سے اس کا بیان نہیں کیا تھا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا اور مجھے عثمان بن عفان کے پاس مشتری بولا کہ انہوں نے ایک غلام میرے ہاتھ بیچا اور اس کو ایک بیماری تھی انہوں نے بیان نہیں کیا عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میں نے شرط کر لی تھی عیب کی جواب دہی میں نہ کروں گا حضرت عثمان نے حکم کیا کہ عبداللہ بن عمر حلف کریں میں نے یہ غلام بیچا اور میرے علم میں اس کو کوئی بیماری نہ تھی عبداللہ نے قسم کھالے اسے انکار کیا تو وہ غلام پھر آٹھ سو درہم کا بیچا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1195)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ جو شخص خریدے سے ایک یونٹ کی کو پھر وہ وہ ملے ہو جائے خریدار سے یا غلام خرید لے پھر اس کو آدھ کر دے یا کوئی اور امر ایسا کرے جس کے سبب اسے غلام یا یونٹ کی کا پھیرنا نہ ہو سکے بعد اس کے گواہ گواہی دیں کہ اس غلام یا یونٹ کی میں بائع کے پاس سے کوئی عیب تھا یا بائع خود اقرار کر لے کہ میرے پاس یہ عیب تھا یا اور کسی صورت سے معلوم ہو جائے کہ عیب بائع کے پاس ہی تھا تو اس غلام اور یونٹ کی کی خرید کے روز کے عیب سمیت قیمت لگا کر بے عیب کی بھی قیمت لگا دیں دونوں قیمتوں میں جس قدر فرق: اس قدر مشتری بائع سے پھیر لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص سے ایک غلام خرید یا پھر اس میں ایہ عیب پایا جس کی وجہ سے وہ غلام بے کفایت ہو جائے تو مشتری کے پاس جب وہ غلام آیا اس میں دوسرا عیب ہو گیا مثلاً اس کا کوئی عضو کٹ گیا یا کان بوجھا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس غلام کو رکھ لے اور بائع سے عیب کا نقصان لے لے چاہے غلام کو واپس کر دے اور عیب کا تادان دے اگر وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو عیب سمیت قیمت لگا دیں گے خرید کے روز کی مثلاً جس دن خرید تھا اس روز عیب سمیت اس غلام کی قیمت اسی دینا تھی اور بے عیب سو دینا تو مشتری جس دن غلام بائع سے بھرا لے گا مگر قیمت اس کی لگائی جائے گی جس دینا تھی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا مگر اس سے جماع کر چکا تھا تو اگر وہ لونڈی باکرہ تھی تو جس قدر اس کی قیمت میں نقصان ہو گیا مشتری کو دینا ہوگا اور اگر ٹیپھی تو مشتری کو کچھ دینا نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلام یا لونڈی یا اور کوئی جانور بیچے یہ شرط لگا کر کہ اگر کوئی عیب لگے گا تو میں بری ہوں یا بائع عیب کی جواب دہی سے بری ہو جائے گا مگر جب جان بوجھ کر کوئی عیب اس میں ہو اور وہ اس کو چھپائے اگر ایسا کرے گا تو یہ شرط مفید نہ ہوگی اور وہ چیز بائع کو واپس کی جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک لونڈی کو دو لونڈیوں کے بدلے میں بیچا پھر ان دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی میں کچھ عیب نکلا، جس کی وجہ سے وہ پھر سکتی ہے تو پہلے اس لونڈی کی قیمت لگائی جائے گی جس کے بدلے میں یہ دونوں لونڈیاں آئی ہیں پھر ان دونوں لونڈیوں کی بے عیب سمجھ کر قیمت لگا دیں گے پھر اس لونڈی کے زرخیز کو ان دونوں لونڈیوں کی قیمت پر تقسیم کریں گے ہر ایک کا حصہ جدا ہوگا بے عیب لونڈی کا اس کے موافق اور عیب دار کا اس کے موافق پھر عیب دار لونڈی اس حصہ ختم کے بدلے میں واپس کی جائے گی قلیل ہو یا کثیر مگر قیمت دو لونڈیوں کی اسی روز کی لگائی جائے گی جس دن وہ لونڈیاں مشتری کے قبضے میں آئی ہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خرید اور اس سے مزدوری کرائی اور مزدوری کے دام حاصل کیے قلیل ہوں یا کثیر بعد اس کے اس غلام میں عیب نکلا جس کی وجہ سے وہ غلام پھیر سکتا ہے تو وہ اس غلام کو پھیر دے اور مزدوری کے پیسے رکھ لے اس کا واپس کرنا ضروری نہیں ہمارے نزدیک جماعت علماء کا یہی مذہب ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام خرید اور اس کے ہاتھ سے ایک گھر بنوایا جس کی بنوائی اس کی قیمت سے دو چندہ چندہ پھر عیب کی وجہ سے اسے واپس کر دیا تو غلام واپس ہو جائے گا اور بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے گھر بنوانے کی مزدوری لے اسی طرح سے غلام کی کمائی بھی مشتری کی رہے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے کئی غلام ایک ہی دفعہ (یعنی ایک ہی عقد میں) خریدے اب ان میں سے ایک غلام چوری کا نکلا یا اس میں کچھ عیب نکلا تو اگر وہی غلام سب غلاموں میں عمدہ اور ممتاز ہوگا اور اس کی وجہ سے باقی غلام خریدے گئے ہوں تو ساری بیچ بیچ ہو جائے گی اور سب غلام پھر واپس دیئے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو صرف اس غلام کو پھیر دے گا اور زرخیز میں سے بقدر اس کی قیمت کے حصہ لگا کر بائع سے واپس لے گا۔

نفع مشتری کے بعد ظہور عیب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر چیز کا نفع اسی کے لیے ہے جو اس کا ضامن ہے۔ یہ حدیث ہشام بن عروہ کی روایت سے صحیح غریب ہے۔ امام بخاری نے عمر بن علی کی روایت سے اسے غریب کہا ہے

یہ حدیث مسلم بن خالد زنجی بھی ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں جریر نے بھی اس حدیث کو ہشام سے روایت کیا۔ کہا گیا ہے کہ جریر کی روایت میں تالیس ہے اس لیے کہ جریر نے ہشام سے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام خرید اور اس سے نفع اٹھا یا بعد میں پتہ چلا کہ اس میں کوئی عیب ہے تو اسے واپس کر دیا اس صورت میں اس نے جو کچھ غلام کے ذریعے کمایا وہ اسی کا ہوگا کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہو جاتا تو خسارہ خریدنے والے ہی کا تھا۔ اس قسم کے دوسرے مسائل کا یہی حکم ہے کہ نفع اسی کا ہوگا جو ضامن ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1306)

مشتری کا غلام پر بھگوڑا ہونے کا دعویٰ کرنے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَدْعَى إِبَاقًا لَمْ يُحْلَفِ الْبَائِعُ حَتَّى يُقِيمَ الْمُشْتَرِي الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ أَبْقَى عِنْدَهُ) وَالْمُرَادُ التَّخْلِيفُ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَأْبَقْ عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ الْقَوْلَ وَإِنْ كَانَ قَوْلُهُ وَلَكِنْ إِنْكَارُهُ إِنَّمَا يُعْتَبَرُ بَعْدَ قِيَامِ الْعَيْبِ بِهِ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي وَمَعْرِفَتِهِ بِالْحُجَّةِ (فَإِذَا أَقَامَهَا حَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ إِلَيْهِ وَمَا أَبْقَى عِنْدَهُ قَطُّ) كَذَا قَالَ فِي الْكِتَابِ، وَإِنْ شَاءَ حَلَفَهُ بِاللَّهِ مَا لَهُ حَقٌّ الرَّدِّ عَلَيْكَ مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي يَدْعِي أَوْ بِاللَّهِ مَا أَبْقَى عِنْدَكَ قَطُّ أَمَّا لَا يُحْلَفُ بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَمَا بِهِ هَذَا الْعَيْبُ وَلَا بِاللَّهِ لَقَدْ بَاعَهُ وَسَلَّمَهُ وَمَا بِهِ هَذَا الْعَيْبُ لِأَنَّ فِيهِ تَرْكُ النَّظَرِ لِلْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ الْعَيْبَ قَدْ يَخْذُلُ بَعْدَ الْبَيْعِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ وَهُوَ مُوجِبٌ لِلرَّدِّ، وَالْأَوَّلُ ذَهُولُ عَنْهُ وَالثَّانِي يُؤْهِمُ تَعَلُّقَهُ بِالشَّرْطَيْنِ فَيَتَأَوَّلُهُ فِي الْيَمِينِ عِنْدَ قِيَامِهِ وَقْتُ التَّسْلِيمِ دُونَ الْبَيْعِ،

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی غلام کو خرید اور پھر اس پر بھگوڑا ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے تو بائع سے قسم لی جائے گی۔ حتیٰ کہ مشتری اس دعویٰ پر گواہی پیش کرے کہ وہ غلام بائع کے ہاں سے بھی بھاگ جایا کرتا تھا۔ اور بائع کی قسم سے مراد یہ ہے کہ وہ بائع کے پاس ہوتے ہوئے نہیں بھاگ کرتا تھا۔ کیونکہ بائع کا قول خواہ مستر ہے مگر اس کا انکار مشتری کے قبضہ میں موجود غلام کے ساتھ عیب قائم ہونے کے بعد مستر ہوگا جبکہ قیام عیب کی پہچان دلیل سے اعتبار کی جائے گی۔

اور اس کے بعد جب مشتری نے گواہی پیش کر دی تو قاضی بائع سے قسم لے گا کہ یہ خدا! اس نے یہ غلام بیچ کر مشتری کے سپرد کر دیا ہے اور وہ اس کے پاس کبھی نہیں بھاگتا تھا۔

حضرت ام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں اسی طرح کہا ہے اور جب قاضی چاہے اس سے قسم لے کہ یہ خدا مشتری کو ہی

طریقے پر بائع پر واپسی کا حق نہیں ہے جس کا وہ دعویٰ کرنے والا ہے یا اس طرح ”بہ خدا! بائع کے پاس غلام کبھی نہیں بھاگا“ مگر قاضی بائع سے اس طرح کی قسم کبھی نہ لے گا۔ کہ بہ خدا! اس نے غلام کو بے عیب بیچا ہے اور نہ ہی اس طرح قسم لے سکتا ہے کہ بہ خدا! بائع نے اس کو بیچ کر مشتری کے سپرد کیا ہے اور اس ی بھاگنے کا عیب نہ تھا۔ کیونکہ اس معاملہ میں مشتری کی جانب سے شفقت کو ترک کرنا ہے کیونکہ کبھی کبھی بیع کے بعد پردر کرنے سے پہلے بھی عیب پیدا ہو جاتا ہے جو واپسی کو واجب کرنے والا ہے اور پہلی صورت میں قسم نہ لینا یہ غفلت کے سبب سے ہے جبکہ دوسری صورت میں دونوں شرائط کے ساتھ عیب کے متعلق نہ ہونے کا وہم ہے لہذا بائع قسم میں یہ تاویل کرے گا کہ غلام پردر کرتے وقت اس میں عیب تھا جبکہ بیچنے وقت اس میں عیب نہ تھا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کوٹھی غلام کا مالک کے پاس سے بھاگنا عیب ہے اور اگر بھاگنا اس وجہ سے ہے کہ مالک اُس پر ظلم کرتا ہے تو عیب نہیں۔ مالک نے اُسے امانت رکھ دیا ہے یا عاریت دیدیا ہے یا اجرت پر دیا ہے امین یا مستعیر یا مستاجر کے پاس سے بھاگنا بھی عیب ہے مگر جبکہ یہ ظلم کرتے ہوں۔ بھاگنے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ شہر سے نکل جائے بلکہ اسی شہر میں رہے جب بھی عیب ہے اور بھاگنا اسی وقت عیب ہے جب مشتری کے یہاں سے بھی بھاگا ہو۔ مشتری کے یہاں سے بھاگ کر بائع کے یہاں آیا اور چھپا نہیں جب کہ بائع اسی شہر میں ہو تو عیب نہیں اور یہاں آ کر پوشیدہ ہو گیا تو عیب ہے۔ غاصب کے یہاں سے بھاگ کر مالک کے پاس آیا یہ عیب نہیں۔ (ردھتار، کتاب بیوع)

مشتری کا قیام عیب پر گواہ پیش نہ کرنے کا بیان

وَلَوْ لَمْ يَجِدِ الْمُشْتَرِي بَيِّنَةً عَلَى قِيَامِ الْعَيْبِ عِنْدَهُ وَأَرَادَ تَحْلِيفَ الْبَائِعِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهُ أَبْقَى عِنْدَهُ يُحْلِفُ عَلَى قَوْلِهِمَا .

وَاخْتَلَفَ الْمَشَاشِخُ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَهُمَا أَنَّ الدَّعْوَى مُعْتَبَرَةٌ حَتَّى يَتَرْتَّبَ عَلَيْهَا الْبَيِّنَةُ فَكَذًا يَتَرْتَّبُ التَّحْلِيفُ .

وَلَهُ عَلَى مَا قَالَهُ الْبَعْضُ أَنَّ الْحَلْفَ يَتَرْتَّبُ عَلَى دَعْوَى صَحِيحَةٍ، وَلَيْسَتْ تَصَحُّ إِلَّا مِنْ خَضَمٍ وَلَا يَصِيرُ خَضَمًا فِيهِ إِلَّا بَعْدَ قِيَامِ الْعَيْبِ . وَإِذَا نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ عِنْدَهُمَا يُحْلِفُ ثَانِيًا لِلرَّدِّ عَلَى التَّوَجُّهِ الَّذِي قَدْ مَنَاهُ .

قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إِذَا كَانَتْ الدَّعْوَى فِي إِبَاقِ الْكَبِيرِ يُحْلِفُ مَا أَبْقَى مِنْذُ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ ؛ لِأَنَّ الْإِبَاقَ فِي الصَّغِيرِ لَا يُوجِبُ رَدًّا بَعْدَ الْبُلُوغِ .

ترجمہ

اور جب مشتری نے عیب قائم ہو جانے پر گواہ نہ پائے تو وہ بائع سے اس طرح قسم اٹھوائے گا کہ یہ خدا! وہ نہیں جانتا کہ مشتری کے ہاں سے غلام بھاگ گیا ہے۔ صاحبین کے نزدیک مشتری سے اسی طرح کی قسم لی جائے گی۔ جبکہ مشائخ فقہاء کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر اختلاف ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کا دعویٰ معتبر ہے کیونکہ اس پر گواہی مرتب ہونے والی ہے پس قسم بھی اسی پر مرتب ہوگی۔ اور بعض مشائخ کے قول کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قسم کا ترتیب صحت دعویٰ پر ہوتا ہے اور دعویٰ صرف خصم کا درست ہوتا ہے جبکہ مشتری عیب قائم ہونے پہلے اس میں خصم بننے والا نہیں ہے۔

اور جب بائع نے قسم سے انکار کر دیا ہے تو اب صاحبین کے نزدیک بھی ہمارے پہلے بیان کردہ اصول کے مطابق واپسی کیسے اس سے دوبارہ قسم لی جائے گی۔

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بڑے غلام کے بارے میں بھاگنے کا دعویٰ ہے تو اب بائع سے ایسے الفاظ میں قسم لی جائے گی۔ کہ جس وقت سے وہ غلام مردوں کی طرح حد بلوغت کو پہنچا ہے وہ کبھی بھاگا نہیں ہے کیونکہ بچپن میں بھگوزا ہوتا یہ بلوغت کے بعد واپسی کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مشتری نے جمع پر قبضہ کرنے کے بعد عیب کا دعویٰ کیا تو ضمن دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ مشتری سے اثبات عیب کے گواہ طلب کیے جائیں گے اور گواہ نہ ہوں تو بائع پر حلف دیا جائے گا اور بائع قسم کھا جائے کہ عیب نہیں تھا تو ضمن دینے کا حکم ہوگا اور اگر مشتری نے پہلے یہ کہا کہ میرے گواہ نہیں ہیں پھر کہتا ہے گواہ پیش کروں گا تو گواہ قبول کر لیے جائیں گے۔ اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہیں ہیں اور بائع قسم سے انکار کرتا ہے تو عیب کا حکم ہوگا۔

اور گواہ مشتری کی حلف بائع کی اس وقت ضرورت ہے جب وہ عیب پوشیدہ ہو مثلاً بھاگنا چوری کرنا اور اگر عیب ظاہر ہو مثلاً کانا، بہرا، گونگا ہے یا اس کی آنکھیاں زائد یا کم ہیں تو نہ گواہ کی حاجت نہ قسم کی ضرورت ہاں اگر بائع یہ کہے کہ مشتری کو خریدنے کے وقت عیب کا علم تھا یا بعد خریدنے کے عیب پر راضی ہو گیا یا میں عیب سے بری الذمہ ہو چکا تھا تو بائع کو ان امور پر گواہ پیش کرنے پڑیں گے گواہ نہ لائے تو مشتری پر حلف دیا جائے کہ قسم کھالے گا واپس کر دیا جائے گا ورنہ واپس نہیں کر سکتا۔ (روح ر، کتاب بیوع)

استحسان سنت پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو ترک کرنے کا بیان

اور جب سنت سے ایسی چیز ثابت ہوتی ہو کہ اس کی وجہ سے قیاس کا ترک کرنا ضروری ہو، مثلاً حدیث میں ہے۔

”إِذَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايعَانِ وَالسَّلْعَةُ قَائِمَةٌ تَحَالَفًا وَتَوَافًا“۔ (مدائع الصنائع، کتاب

الْمَدْعُو،

جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور سامان موجود ہو تو دونوں سے قسم لی جائے اور مشتری کو شمن اور بائع کو بیع واپس کر دی جائے۔

قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہاں بائع کو مدعی اور مشتری کو مدعا علیہ مانا جائے؛ کیونکہ بائع زیادہ شمن کا دعویٰ کر رہا ہے اور مشتری اس کا انکار کر رہا ہے؛ لہذا بائع کو بیعت پیش کرنا چاہیے، اگر وہ بیعت پیش نہ کرے تو مشتری سے قسم لیکر اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے؛ لیکن سنت میں یہ آچکا ہے کہ دونوں سے قسم لیکر بیعت کو ختم کھوایا جائے، اس لیے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور سنت پر عمل کیا جائے گا۔

اشترائے باندی پر بائع و مشتری کے اختلاف کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً وَتَقَابَضَا فَوَجَدَ بِهَا عَيْبًا فَقَالَ الْبَائِعُ: يَغْنُكُ هَذِهِ وَأُخْرَى مَعَهَا وَقَالَ الْمُشْتَرِي: يَغْنِيهَا وَحْدَهَا فَقَوْلُ قَوْلِ الْمُشْتَرِي)؛ لِأَنَّ الْإِخْتِلَافَ فِي مِقْدَارِ الْمَقْبُوضِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ لِلْقَائِضِ كَمَا فِي الْقَضْبِ (وَكَذًا إِذَا اتَّفَقَا عَلَى مِقْدَارِ الْمَبِيعِ وَاخْتَلَفَا فِي الْمَقْبُوضِ) لِمَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کوئی باندی خریدی اور دونوں عقد کرنے والوں نے قیمت و بیع پر قبضہ بھی کر لیا اور اس کے بعد مشتری کو باندی میں کوئی عیب دیکھائی دیا تو بائع کہنے لگا کہ میں نے اس باندی کے ساتھ ایک دوسری باندی بھی تجھے پہنچی تھی جبکہ مشتری کہنے لگا کہ تو نے صرف ایک ہی باندی بیچی تھی تو اب مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ اختلاف قبضہ شدہ چیز میں ہے پس قایض کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ (قاعدہ تھمبہ) جس طرح غصب میں ہوتا ہے اور اسی طرح جب دونوں عقد کرنے والوں نے بیع کی مقدار پر اتفاق کیا اور قبضہ والی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تب بھی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب قبضہ کے بعد بیع میں اختلاف ہوا کہ ایک ہے یا زیادہ تاکہ عیب کی صورت میں واپسی ہو تو یہ معلوم ہو سکے شمن کتنا واپس کیا جائے گا یا بیع میں اختلاف نہیں مگر قبضہ ہوا اس میں اختلاف ہے ان دونوں صورتوں میں مشتری کا قول معتبر ہے اور اگر خیار عیب میں بیع کی واپسی کے وقت بائع کہتا ہے یہ وہ چیز نہیں ہے مشتری کہتا ہے وہی ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور خیار شرط یا خیار رویت میں مشتری کا قول معتبر ہے، مشتری جانور کو بچھرنے لایا کہ اس کے زخم ہے میں نہیں لوں گا بائع کہتا ہے کہ یہ وہ زخم نہیں ہے جو میرے یہاں تھا وہ اچھا ہو گیا یہ دوسرا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے۔

(رجحان، کتاب بیوع)

غیر قبضہ شدہ چیز میں بائع کے قول کے معتبر ہونے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب فروخت کرنے والے اور خریدنے والے میں اختلاف ہو جائے تو بیچنے والے کے قول کا اعتبار ہوگا اور خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے تو لے ورنہ واپس کر دے۔ یہ حدیث مرسل ہے اس لیے کہ عون بن عبد اللہ کی ابن مسعود سے ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ حدیث قاسم بن عبد الرحمن بھی ابن مسعود سے مرسل نقل کرتے ہیں ابن منصور نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے اور کوئی گواہ نہ ہو تو کیا حکم ہے فرمایا کہ اس میں فروخت کرنے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یس اگر مشتری راضی ہو تو خریدے ورنہ چھوڑ دے۔ اسحاق کہتے ہیں کہ فروخت کرنے والے کا قسم کیسا تھ معتبر ہوگا بعض تابعین جن میں شریح بھی شامل ہیں یہی منقول

ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1290)

حضرت عبدالرحمن بن محمد بن اشعث، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے، عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جس وقت فروخت کرنے والا اور خریدنے والا شخص دونوں قیمت کے متعلق ایک دوسرے سے اختلاف کریں کہ فروخت کرنے والا شخص زیادہ قیمت بتلائے اور خریدنے والا شخص کم قیمت بتلائے اور دونوں کے پاس گواہ (یا شرعی ثبوت) نہ ہوں تو فروخت کرنے والا جو ہے اس کا اعتبار ہوگا بشرطیکہ وہ قسم کھائے اور خریدنے والے کو اس قیمت پر لینا ہوگا یا اگر نہ وصول کرے تو وہ چھوڑ دے اس کا اختیار ہے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 952)

بائع و مشتری کے اختلاف میں اعتبار قول پر مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خریدار اور بیچنے والے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا اور خریدار کو بیع فسخ کر دینے یا باقی رکھنے کا اختیار حاصل ہوگا (ترمذی) ابن ماجہ اور داری کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خریدار بیچنے والے کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے اور بیع تنہی یا خریدی جانے والی چیز جوں کی توں باقی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی گواہ نہ ہو تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا یا پھر وہ دونوں بیع کو فسخ کر دیں (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 105)

خریدار بیچنے والے کے درمیان بسا اوقات اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے کبھی تو یہ اختلاف و نزاع قیمت کے تعین کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے کہ خریدار کہتا ہے میں نے تم سے اس چیز کا معاملہ دس روپے میں طے کیا ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ نہیں میں نے یہ چیز بارہ روپے میں فروخت کی ہے شرط بخیار یا تعین مدت میں اختلاف ہو جاتا ہے اور کبھی ان کے علاوہ دیگر شروط میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی مواقع کے لئے حدیث نے واضح ہدایات کی ہے کہ ان صورتوں میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ اس کا قول قسم کے ساتھ ہو یعنی اس سے کہا جائے کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں بیچی ہے جو خریدار بتا

رہا ہے پھر خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیچنے والے کی اس بات پر راضی ہو جائے جو اس نے قسم کھا کر کہی ہے اور بیع کو برقرار رکھے اور چاہے وہ بھی قسم کھائے اور کہے کہ میں نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں خریدی ہے جو بیچنے والا بتا رہا ہے اور جب دونوں اپنی اپنی بات پر قسم کھائیں گے تو ان کا معاملہ اسی صورت میں باقی رہے گا جب کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی بات کو تسلیم کر لے گا اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے دوسرے فریق کی بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگا تو پھر آخری درجہ پر قاضی و حاکم کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بیع و معاملہ کو ختم کر دے خواہ بیع فروخت شدہ چیز بعینہ باقی ہو یا بعینہ باقی نہ جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر بیع باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

حدیث کے الفاظ المبیع قائم ان دونوں کے قول کی تائید کرتے ہیں چنانچہ دوسری روایت جیسے ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے کے الفاظ (مَا قَالَ الْبَائِعُ) (تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا) کا مطلب بھی حنفی مسلک کے مطابق یہی ہے کہ اگر بیع بعینہ باقی ہو تو بیچنے والے سے قسم کھلائی جائے اگر وہ قسم کھائے تو خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیچنے والے کی بات کو تسلیم کر دے اور چاہے خود بھی قسم کھائے یا پھر دونوں فریق بیع کو ختم کر دیں اور اگر اختلاف و نزاع کے وقت بیع بعینہ باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اس صورت میں قسم کے ساتھ خریداری کا قول معتبر ہوگا بیچنے والے سے قسم نہ کھلائی جائے۔

امام احمد کے نزدیک بائع کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح جامع ترمذی میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے مسلک کو بیان کیا گیا ہے۔

اکٹھے دو غلاموں کی خرید پر ایک میں عیب ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدَيْنِ صَفْقَةً وَاحِدَةً فَقَبِضَ أَحَدَهُمَا وَوَجَدَ بِالْآخَرِ عَيْبًا فَإِنَّهُ يَأْخُذْهُمَا أَوْ يَدْعُهُمَا) ؛ لِأَنَّ الصَّفْقَةَ تَتِمُّ بِقَبْضِهِمَا فَيَكُونُ تَفْرِيقُهَا قَبْلَ التَّمَامِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ لَهُ شَبَهٌ بِالْعَقْدِ فَالتَّفْرِيقُ فِيهِ كَالْتَفْرِيقِ فِي الْعَقْدِ .
وَلَوْ وَجَدَ بِالْمَقْبُوضِ عَيْبًا اخْتَلَفُوا فِيهِ . وَيُرْوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرُدُّهُ خَاصَّةً، وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَأْخُذْهُمَا أَوْ يَرُدُّهُمَا ؛ لِأَنَّ تَمَامَ الصَّفْقَةِ تَعَلَّقَ بِقَبْضِ الْمَبِيعِ وَهُوَ اسْمٌ لِلْكُلِّ فَصَارَ كَحَبْسِ الْمَبِيعِ لَمَّا تَعَلَّقَ زَوَالُهُ بِاسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ لَا يَزُولُ دُونَ قَبْضِ جَمِيعِهِ (وَلَوْ قَبِضَهُمَا ثُمَّ وَجَدَ) بِأَحَدِهِمَا عَيْبًا يَرُدُّهُ خَاصَّةً خِلَافًا لِرُفْرُ .
هُوَ يَقُولُ : فِيهِ تَفْرِيقُ الصَّفْقَةِ وَلَا يَنْبَغِي مَحْذُورٌ ؛ لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بِضَمِّ الْجَمْعِ إِلَى

الرَّوْضِ فَأَنْشَبَهُ مَا قَبْلَ الْقَبْضِ وَخِيَارَ الرُّوْنَةِ وَالشَّرْطِ. وَلَنَا أَنَّهُ تَفْرِيقُ الصَّفَقَةِ بَعْدَ
النَّمَامِ لِأَنَّ بِالْقَبْضِ تِمَمَ الصَّفَقَةَ فِي خِيَارِ الْغَيْبِ وَفِي خِيَارِ الرُّوْنَةِ وَالشَّرْطِ لَا تِمَمَ بِهِ
عَلَى مَا مَرَّ، وَلِهَذَا لَوْ أُسْتُحِقَّ أَحَدُهُمَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّ الْآخَرُ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک ہی معاملہ میں دو غلاموں کو خرید اور ان میں سے ایک پر قبضہ بھی کر لیا اور اس نے دوسرے
میں عیب پایا تو وہ دونوں کو اکٹھے یا تو خرید لے گا یا پھر دونوں کو یہ چھوڑ دے گا۔ کیونکہ معاملہ دونوں پر قبضہ کرنے سے ہی مکمل ہوگا۔
پس ایک چیز پر قبضہ کرنے کی وجہ سے معاملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی معاملے کی جدائی لازم آئی۔ اور اس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔
اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قبضہ عقد کے مشابہ ہے لہذا قبضہ کی جدائی عقد کی جدائی سمجھی جائے گی۔ (قاعدہ فقہیہ) اور
جب مشتری کو قبضہ والے غلام میں عیب دیکھا تو اسے حکم میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ مشتری اگر ایسا اس کو واپس کر سکتا ہے جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ مشتری
دونوں کو واپس کرے گا یا دونوں کو لینے والا ہوگا۔ کیونکہ معاملے کا مکمل ہونا یہ بیع پر قبضے سے متعلق ہے اور بیع دونوں غلام ہیں پس یہ بیع
کو روکنے کی طرح ہو جائے گا اور جب کہ کسٹن پورا وصول کرنے سے بیع متعلق ہو۔ کیونکہ مکمل پر قبضہ کیے بغیر یہ حق فسخ ہونے والا نہیں
ہے۔

اور جب مشتری نے دونوں غلاموں پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ان میں سے کسی ایک میں عیب دیکھا تو اب وہ اس اسیلے کو
واپس کر سکتا ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے انہوں نے فرمایا: کہ اس حالت میں بھی معاملہ جدائی کا ہے کیونکہ عقد میں جدائی
نقصان سے خالی نہیں ہے کیونکہ وہ اچھی چیز کو ادنیٰ چیز کے ساتھ بیچنے کا عرف عام ہے۔ پس یہ تفریق قبضے سے پہلے، اختیار رویت اور
خیار شرط کے مشابہ ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں مکمل ہونے کے بعد معاملے کی جدائی ہے کیونکہ خیار عیب میں قبضہ سے تفریق مکمل ہو جاتی ہے جبکہ
خیار رویت اور خیار شرط میں قبضہ سے تفریق مکمل ہونے والی نہیں ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے یہی سبب ہے کہ جب دونوں
میں سے کوئی مستحق نکل آئے تو مشتری کو دوسرا غلام واپس کرنے کا حق نہیں ہے۔

ایک بیع میں عیب پر بائع کی رضامندی سے بیع کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے دو چیزیں ایک عقد میں خریدیں مگر ہر ایک تنہا کام میں آتی ہو جسے
دو غلام دو کپڑے اور ابھی دونوں پر قبضہ نہیں کیا ہے کہ ایک کے عیب پر مطلع ہوا تو اختیار ہے لینا ہو تو دونوں لے، پھیرنا ہو تو دونوں

پھرے مگر جبکہ بائع ایک کے پھرنے پر راضی ہو تو فقط ایک کو بھی واپس کر سکتا ہے اور اگر دونوں پر قبضہ کر لیا ہے تو جس میں عیب ہے اسے واپس کر دے دونوں کو واپس کرنا چاہے تو بائع کی رضا مندی درکار ہے اور اگر قبضہ سے پہلے ایک کا عیب وار ہونا معلوم ہو گیا اور اسی پر قبضہ کر لیا تو دوسری کو لیتا بھی ضروری ہے اور دوسری پر قبضہ کیا تو اختیار ہے (دونوں کو لے یا دونوں کو پھر دے اور اگر دونوں ایک ساتھ کام میں لائی جاتی ہوں تب ایک کام کی نہ ہو جیسے موزے اور جوتے کے جوڑے۔ چوکت باز دیا بیلوں کی جوڑی جبکہ وہ آپس میں ایسا اتھار رکھتے ہوں کہ ایک کے بغیر دوسرا کام ہی نہ کرے تو دونوں پر قبضہ کیا ہو یا ایک پر قبضہ کیا ہو دونوں حال میں ایک ہی حکم ہے کہ لیتا چاہے تو دونوں لے اور پھر سے تو دونوں پھرے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

ملکی و موزونی اشیاء میں سے بعض میں عیب کے ظاہر ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يَكُنْ أَوْ يُوزَنُ فَوَجَدَ بَعْضُهُ عَيْبًا رَدَّهُ كُلَّهُ أَوْ أَخَذَهُ كُلَّهُ وَمُرَادُهُ بَعْدَ الْقَبْضِ لِأَنَّ الْمَكِيلَ إِذَا كَانَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَهُوَ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُسَمَّى بِاسْمِ وَاحِدٍ وَهُوَ الْكُرُّ وَنَحْوُهُ. وَقِيلَ هَذَا إِذَا كَانَ فِي وَعَاءٍ وَاحِدٍ، فَإِذَا كَانَ فِي وَعَاءَيْنِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ عَبْدَيْنِ حَتَّى يَرَدَّ الْوَعَاءُ الَّذِي وَجَدَ فِيهِ الْعَيْبَ ذَوْنَ الْآخِرِ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ملکی و موزونی چیزوں میں کوئی چیز خریدی اور پھر اس کے بعض حصہ میں عیب پایا گیا تو وہ ساری چیز لے گا یا ساری چیز کو واپس کرے گا۔ اور صاحب کتاب کی مراد قبضہ ہو جانے کے بعد ہے۔ کیونکہ جب ملکی چیزیں ایک جنس سے ہوں تو وہ ایک ہی چیز کے حکم میں ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک ہی نام رکھ دیا جاتا ہے۔ جس طرح پوری اور اس کی مثل ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ حکم اس وقت ہوگا جب بیع ایک برتن میں ہو مگر جب وہ دو برتنوں میں ہو تو وہ دو غلاموں کے حکم میں ہے حتیٰ کہ اسی برتن کو واپس کیا جائے گا جس میں عیب ہے جبکہ دوسرے کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

شرح

اور جب کسی شخص نے غلہ خریدا اس میں خاک ملی ہوئی نکل اگر خاک اتنی ہی ہے جتنی عادیہ ہوا کرتی ہے واپس نہیں کر سکتا اور عادت سے زیادہ ہے تو کل واپس کر دے اور اگر گیتھوں رکھنا چاہتا ہے خاک کو الگ کر کے واپس کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کر سکتا۔ گیتھوں میں کچھ خاک ملی تھی اڑ گئی اور وزن کم ہو گیا یا گیتھوں میں غی جی خشک ہو کر وزن کم ہو گیا واپس نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ خانہ)

ملکی و موزونی چیز میں کسی کا حق ثابت ہو جانے کا بیان

(وَلَوْ اسْتَحَقَّ بَعْضُهُ فَلَا خِيَارَ لَهُ فِي رَدِّ مَا بَقِيَ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَضُرُّهُ التَّبَعُضُ،
وَالْإِسْتِحْقَاقُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفَقَةِ ؛ لِأَنَّ تَمَامَهَا بِرِضَا الْعَاقِدِ لَا بِرِضَا الْمَالِكِ، وَهَذَا
إِذَا كَانَ بَعْدَ الْقَبْضِ، أَمَا لَوْ كَانَ قَبْلَ الْقَبْضِ فَلَهُ أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ لِتَفَرُّقِ الصَّفَقَةِ قَبْلَ
التَّمَامِ.

قَالَ (وَإِنْ كَانَ تَوْبًا فَلَهُ الْخِيَارُ) ؛ لِأَنَّ التَّشْقِيقَ فِيهِ عَيْبٌ وَقَدْ كَانَ رَفْتُ الْبَيْعِ حِينَ
ظَهَرَ الْإِسْتِحْقَاقُ، بِخِلَافِ الْمَكِيلِ وَالْمُوزُونِ.

ترجمہ

اور جب بیع کے کچھ حصہ میں کسی دوسرے کا حق نکل آیا تو مشتری کو بقیہ کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ ملکی و موزونی چیز میں بیع کیلئے نقصان دہ نہیں ہیں۔ جبکہ حق کا نکل آنا یہ عقد کو مکمل ہونے سے روکنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ عقد عائد کی رضا مندی سے مکمل ہوتا ہے جبکہ مالک کی مرضی سے نہیں ہے۔ اور یہ حکم بھی اس وقت ہوگا جب کسی کا حق قبضہ ہو جانے کے بعد نکلے والا ہے۔ ہاں البتہ جب کوئی مقدار قبضہ سے پہلے نکل آیا ہے تو اب عقد مکمل ہونے سے پہلے عقد کی جدائی کے سبب مشتری کو بقیہ بیع کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بیع کپڑا ہے تب بھی مشتری کو ذخیرہ دراصل ہے کیونکہ کڑے کڑے کرنا یہ کپڑے میں عیب ہے اور بیع کے وقت بھی یہی عیب موجود تھا جس حق ظاہر ہو چکا ہے جبکہ ملکی و موزونی اشیاء میں ایسا نہیں ہے۔ (کیونکہ ان میں نقصان نہ ہوگا)

شرح

علامہ غلام الدین مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع کے کسی جز کے متعلق کسی نے دعوے کر کے اپنا حق ثابت کر دیا اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو اختیار ہے کہ باقی کو لے لے یا نہ لے اور قبضہ کر چکا ہے اور وہ چیز قیمتی ہے جب بھی اختیار ہے کہ لے لے یا نہیں کر دے اور وہ چیز منجلی ہے تو باقی کو واپس نہیں کر سکتا بلکہ جو کچھ اس کا حصہ ہے یہ لے لے اور جو دوسرے مقدار کا ہے وہ لے لے گا۔ اور دو چیزیں خریدی ہیں اور ایک پر قبضہ کر لیا اب تک کسی پر قبضہ نہیں کیا ہے اور ایک میں کسی نے اپنا حق ثابت کر دیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ دوسری کو لے لے یا چھوڑ دے اور دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو اختیار نہیں یعنی دوسری کو لینا ضروری ہے واپس نہیں کر سکتا۔ (در مختار، کتاب بیوع)

خریدنے کے بعد باندی میں عیب ظاہر ہونے کا بیان

(قَالَ: وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَلَوْ حَجَّ بِهَا فَرَّحًا فَلَدَاوَاهُ أَوْ كَانَتْ ذَابَّةً فَلَرَكِبَهَا هِيَ حَاجَةٌ

فَهُوَ رِضًا) ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ دَلِيلُ قَضَائِهِ الْإِسْتِثْنَاءَ بِخِلَافِ خِيَارِ الشَّرْطِ ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ هُنَاكَ لِلْإِخْتِيَارِ وَأَنَّهُ بِإِلَا سْتِغْمَالٍ فَلَا يَكُونُ الرُّكُوبُ مُسْقِطًا (وَإِنْ رَكِبَهَا لِيُرُدَّهَا عَلَى بَانِعِهَا أَوْ لِيَسْقِطَهَا أَوْ لِيَشْتَرِيَهَا لَهَا عَقْلًا فَلَيْسَ بِرِضًا) أَمَّا الرُّكُوبُ لِلرَّدِّ ؛ فَلِأَنَّهُ سَبَبُ الرَّدِّ وَالْجَوَابُ فِي السَّقْيِ وَاشْتِرَاءِ الْعَلْفِ مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَ لَا يَجِدُ بُدًّا مِنْهُ ، أَمَّا لِصُغُوْنِهَا أَوْ لِعَجْزِهِ أَوْ لِكُونِ الْعَلْفِ فِي عَذْلِ وَاحِدٍ ، وَأَمَّا إِذَا كَانَ يَجِدُ بُدًّا مِنْهُ لَا يُعْذَرُ مَا ذَكَرْنَاهُ يَكُونُ رِضًا .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کوئی باندی خریدی پس اس نے اس میں زخم پایا اور اس نے اس کی دوائی کی یا بیع کوئی سواری تھی اور مشتری اپنی ضرورت کیلئے اس پر سوار ہو گیا ہے تو یہ اعمال اس کی رضامندی کی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں بیع کو باقی رکھنے کی دلیل ہیں۔ بخلاف خیار شرط کے کیونکہ وہاں آزمانے کیلئے اختیار ہے۔ اور امتحان استعمال سے ہی ممکن ہے پس اس پر سوار ہونے سے خیار ساقط نہ ہوگا۔

اور جب وہ بائع کو واپس کرنے کی غرض سے سوار ہوا ہے یا سواری کو پانی پلانے یا اس کے لئے چارہ خریدنے کیلئے اس پر سوار ہوا ہے تو اس میں اس کی رضامندی نہ ہوگی۔ البتہ رد کرنے کی غرض سے سوار ہونا تو یہ بھی رد کا سبب ہے۔ جبکہ چارہ لانے یا پانی پلانے کو اس حالت پر محمول کیا جائے گا جب مشتری کیلئے اس کے سوا کوئی اور ذریعہ (پانی پلانے یا چارہ لانے) نہ ہو۔ اور اگر چہ یہ جانور کی ختی کے سبب سے ہو یا مشتری کے عاجز آنے کے سبب سے ہو۔ یا چارے کی ایک ہی گندھ میں ہونے کے سبب سے ہو۔ ہاں البتہ جب مشتری کے پاس موجودہ عذروں کے سوا بھی ذرائع حاصل ہیں تو اب سوار ہونا اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔

عیب کے آنے جانے کے سبب حکم رجوع کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع میں نیا عیب پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے بائع کو واپس نہیں کر سکا تھا اب یہ عیب جاتا رہا تو اس پر اُس نے عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور جو نقصان لیا ہے اُسے بھی واپس کرنا ہوگا۔ (در مختار کتاب بیع ۱) اسلام کا معاشرتی و اقتصادی نظام تلاح دارین کے ساتھ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن بھی ہے۔ اسلام کے مطابق نظام پر عمل کیا جائے تو نہ تاجر کو خریدار کی جانب سے نقصان پہنچتا ہے اور نہ خریدار کو تاجر کی جانب سے کوئی ضرر لاحق ہوتا ہے۔

چنانچہ شریعت اسلامیہ کا یہ بنیادی قانون ہے کہ کوئی شخص نہ خود ضرر اٹھائے اور نہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ ارشاد باری ہے لا

تظلمون ولا تظلمون .

ترجمہ: نہ تم کسی پر زیادتی کرو نہ تم پر کوئی زیادتی کرے (البقرہ: ۱۹۰) 972

مسند امام احمد جلد 1 صفحہ 515 میں حدیث مبارک ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام میں نہ نقصان (اٹھانا) ہے اور نہ نقصان پہنچانا ہے۔ اس ضرر و نقصان سے بچانے اور تجارت میں دھوکہ دہی سے محفوظ رکھنے کیلئے شریعت مطہرہ میں تاجر کو یہ ہدایت دی گئی کہ کسی چیز میں عیب ہو تو فروخت کرتے وقت خریدار کو آگاہ کر دے، عیب کو چھپا کر چیز فروخت کرنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تاجر کیلئے وعید بیان فرمائی۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ شریف صفحہ 621 میں حدیث مبارک ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی عیب والی چیز فروخت کی اور عیب کو ظاہر نہیں کیا، وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ رد المحتار ج 4 صفحہ 671 میں ہے (قولہ اما بیان نفس العیب فواجب لان الغش حرام۔

فروخت کرتے وقت عیب بیان کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دھوکہ حرام ہے۔

مسلم شریف ج 1 ص 07 میں حدیث پاک ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے ڈھیر کے پاس تشریف لے گئے اور غلہ کے ڈھیر میں دست اقدس ڈال تو اس میں کچھ نمی محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: اسے غلہ والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بارش کی وجہ سے غلہ بھگ چکا تھا تو آپ نے فرمایا: پھر بھیکے ہوئے غلہ کو تم نے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں جس نے دھوکہ کا معاملہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔

ان انصوف سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی تاجر کو فروخت کی جانے والی اشیاء کے عیب و نقص کو خریدار پر ظاہر کیے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہے تاہم کسی تاجر نے کوئی عیب دار چیز عیب کی وضاحت کے بغیر فروخت کر دی اور خریدار کو خریدنے کے بعد اس میں موجود عیب کا علم ہو تو خریدار کا حق یہ ہے کہ اس کو بیچ صحیح و سالم ملے لیکن عیب پایا گیا۔ بہر حال اس شے کو عیب کے ساتھ رکھ لینا ضروری قرار دیا جائے تو خریدار کا نقصان ہو جائے گا، اس کو شرعاً یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اس عیب دار چیز کو واپس کر دے اور دہی ہوئی قیمت اس سے واپس لے لے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ عیب خرید و فروخت کے معاملہ کے وقت موجود تھا۔ اس کے برخلاف خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب آگیا تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔

فروخت شدہ چیز میں عیب پائے جانے کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے اختیار کو شریعت کی اصطلاح میں خیاری عیب کہتے ہیں فتاویٰ فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیع ج 3 ص 66 میں ہے: "واذا اشترى شيئا لم يعلم بالعيب وقت الشراء ولا علمه قبله والعيب يسيرا ولا حش للخييار ان شاء رضى بجميع النعم وان شاء رده۔ ترجمہ: جب کسی نے کوئی چیز خریدی اور خریدنے کے وقت یا اس سے پہلے اس کے عیب سے واقف نہیں تھا، خواہ عیب چھوٹا ہو یا بڑا، بعد ازاں اسے عیب کا علم ہوا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو خریداری وقت کے بدلہ وہ عیب دار چیز لے لے اور اگر چاہے تو اس چیز کو لوٹ کر دے۔ فتاویٰ ہندیہ، کتاب

یوم ۳ کے اسی منظر پر خیار عیب کے شرائط میں ہے: فمنها ثبوت العيب عند البيع او بعده قبل التسليم حتى لو حدث بعد ذلك لا يثبت الخيار -

خیار عیار کیلئے خریدی کے وقت یا اس کے بعد خریدار کو حوالہ کرنے سے پہلے عیب کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اگر خریدار کو دینے کے بعد کوئی عیب پیدا ہو جائے تو خریدار کو رد کو رد اختیار نہیں ہوگا۔

چور غلام کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا قَدْ سَرَقَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِهِ فَقُطِعَ عِنْدَ الْمُشْتَرِي لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ وَيَأْخُذَ الثَّمَنَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَا: يَرْجِعُ بِمَا بَيْنَ قِيَمَتِهِ سَارِقًا إِلَى غَيْرِ سَارِقٍ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا قِيلَ بِسَبَبٍ وَجِدَ فِي يَدِ الْبَائِعِ، وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ يَمْنُزِلُهُ إِلَّا سَبَّحَ حَقَائِقَ عِنْدَهُ وَبِمَنْزِلَةِ الْعَيْبِ عِنْدَهُمَا.

لَهُمَا أَنَّ الْمَوْجُودَ فِي يَدِ الْبَائِعِ سَبَبُ الْقَطْعِ وَالْقَبْلِ وَأَنَّهُ لَا يَنْبَغِي الْمَالِيَّةَ لَنَقْدِ الْعَقْدِ فِيهِ لِكُنْهِ مُتَعَيَّبٍ فَيَرْجِعُ بِفَضَائِلِهِ عِنْدَ تَعَدُّلٍ رَدِّهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا اشْتَرَى جَارِيَةً حَامِلًا لَمَاتَتْ فِي يَدِهِ بِالْوَلَادَةِ لِأَنَّهُ يَرْجِعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَ قِيَمَتِهَا حَامِلًا إِلَى غَيْرِ حَامِلٍ .
وَلَهُ أَنَّ سَبَبَ الْوُجُوبِ فِي يَدِ الْبَائِعِ وَالْوُجُوبُ يُفْضِي إِلَى الْوُجُودِ فَيَكُونُ الْوُجُودُ مُضَافًا إِلَى السَّبَبِ السَّابِقِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا قِيلَ الْمَغْضُوبُ أَوْ قُطِعَ بَعْدَ الرَّدِّ بِجِنَايَةٍ وَجِدَتْ فِي يَدِ الْغَاصِبِ، وَمَا ذُكِرَ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَمْنُوعٌ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک غلام خرید لیا جس نے چوری کی ہوئی تھی اور مشتری کو اس کا پتہ ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد مشتری کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مشتری کو پوری قیمت واپس کرتے ہوئے اس غلام کو دینے کا اختیار ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ مشتری اس چور غلام اور چوری نہ کرنے والے غلام میں جتنا فرق ہے وہ لے گا۔ اور یہ اسی اختلاف کے مطابق ہے جب بائع کے قبضہ میں موجود کسی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے۔

اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام کا یہ عیب اتحقاق کی طرح ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ

بھی عیب کی طرح ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بائع کے قبضہ میں ہاتھ کاٹنے اور قتل کرنے کا سبب موجود ہے اور یہ سبب مار ہونے کے منافی بھی نہیں ہے پس اس میں عقد صحیح نافذ ہوگی۔ ہاں البتہ جب مجمع عیب والی ہے پس مجمع کی واپسی کے ناممکن ہونے کے سبب مشتری نقصان عیب میں رجوع کرنے والا ہوگا۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے حاملہ باندی کو خرید لیا اس کے بعد ولادت کے بعد وہ مشتری کے قبضہ میں فوت ہوگئی تو اب مشتری حاملہ اور غیر حاملہ باندی کے درمیان جو قیمت زیادہ ہوگی اسکو واپس لے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا سبب وجوب یہ بائع کے قبضہ میں پیش آیا ہے اور وجوب کا سبب ہی وجود کا سبب بننے والا ہے پس وجود سابق سبب کی جانب مضاف ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی غصب شدہ غلام کو قتل کر دیا جائے یا کسی ایسی جنایت کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جو غاصب کے قبضہ میں موجود ہو۔ جبکہ صاحبین کی جانب سے بیان کردہ حمل والا مسئلہ میں منظور نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بچھونے پر پیشاب کرنا عیب ہے چوری کرنا عیب ہے چاہے اتفاقاً یا جس سے ہاتھ کاٹا جائے یا اس سے کم۔ اسی طرح کفن پڑانا جب کاٹا بھی عیب ہے بلکہ نقب لگانا بھی عیب ہے۔ کھانے کی چیز کھانے کے لیے مالک کی پڑائی تو عیب نہیں اور بیچنے کے لیے پڑائی یا دوسرے کی چیز پڑائی تو عیب ہے۔ بعض فقہانے فرمایا کہ مالک کا پیسہ دوپے پڑانا عیب نہیں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

غلام کا بائع کے قبضہ میں چوری کرنے کا بیان

وَلَوْ سَرَقَ فِي يَدِ الْبَائِعِ ثُمَّ فِي يَدِ الْمُشْتَرَى فَقُطِعَ بِهِمَا عَنْهُمَا يَرْجِعُ بِالْقَصَانِ كَمَا ذَكَرْنَا.

وَعِنْدَهُ لَا يَرُدُّهُ يَدُونِ رِضَا الْبَائِعِ لِلْعَيْبِ الْحَادِثِ وَيَرْجِعُ بَرُوعِ التَّمَنِ، وَإِنْ قَبِلَ الْبَائِعُ قِبَالَةَ الْأَرْبَاعِ؛ لِأَنَّ الْيَدَ مِنَ الْاِكْمَى نِصْفُهُ وَقَدْ تَلَقَّتْ بِالْجَائِزَتَيْنِ وَفِي إِحْدَاهُمَا رُجُوعٌ قَبْتَصَفٌ؛ وَلَوْ تَدَاوَلَتْهُ الْأَيْدَى ثُمَّ قُطِعَ فِي يَدِ الْأَخِيرِ رَجَعَ الْبَاعَةُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ عِنْدَهُ كَمَا فِي الْأَسْتَحْقَاقِ، وَعِنْدَهُمَا يَرْجِعُ الْأَخِيرُ عَلَى بَائِعِهِ وَلَا يَرْجِعُ بَائِعُهُ عَلَى بَائِعِهِ؛ لِأَنَّهُ يَمْتَنِرُ الْعَيْبَ.

وَقَوْلُهُ (فِي الْكِتَابِ وَلَمْ يَعْلَمْ الْمُشْتَرَى) يُفِيدُ عَلَى مَذْهَبِهِمَا؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِالْعَيْبِ رِضَا بِهِ، وَلَا يُفِيدُ عَلَى قَوْلِهِ فِي الصَّحِيحِ؛ لِأَنَّ الْعِلْمَ بِالْاِسْتِحْقَاقِ لَا يَمْنَعُ الرُّجُوعَ

ترجمہ

اور جب غلام نے بائع کے قبضہ میں ہوتے ہوئے چوری کی اور مشتری کے قبضہ میں ہوتے ہوئے بھی چوری کر ڈالی اور ان دونوں طرح جنایت کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو صاحبین کے نزدیک مشتری عیب والے نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بے عیب ہونے کے سبب بائع کی رضامندی کے بغیر مشتری اس کو واپس نہیں کر سکتا ہاں وہ چوتھائی قیمت واپس لے لے گا اور جب بائع نے اس غلام کو قبول کر لیا تو مشتری تین چوتھائی قیمت واپس کرے گا۔ کیونکہ ہاتھ انسان کا نصف حصہ ہے اور دو جرموں کے بدلے میں کاٹا گیا ہے اور ان میں سے ایک میں مشتری کو رجوع کرنے کا حق حاصل تھا پس اس نصف کے دو حصے کر دیئے جائیں گے۔

اور جب غلام کو کئی لوگوں نے خریدا ہے اور اسکے بعد سب سے آخر والے مشتری کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حقدار ہونے کی طرح سارے مشتری دوسرے پر رجوع بہ شئ کرنے والے ہوں گے۔ صاحبین کے نزدیک صرف آخری مشتری اپنے بائع سے شئ واپس لے گا اور اس کا بائع اپنے بائع سے رجوع کرنے والا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ عیب کے حکم میں ہے۔

جامع صغیر میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول جب وہ نہ جانتا ہو: "یہ صاحبین کے مذہب پر مفید ہے کیونکہ عیب پر مطلع ہوتا یہ عیب پر راضی ہوتا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق اس قید کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ علم بہ استحقاق یہ رجوع سے روکنے والا نہیں ہے۔" (قاعدہ تھمبہ)

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں اگر نقصان پیدا ہو گیا اور یہ نقصان مشتری کے فعل سے ہوا یا خود بیع کے فعل سے ہوا یا آفت سادیہ سے ہوا بائع مشتری سے بیع کو واپس لے گا اور اس نقصان کا معاوضہ بھی لے گا مثلاً کپڑے کو مشتری نے قطع کر دیا ہے مگر ابھی سلویا نہیں تو بائع مشتری سے وہ کپڑا لے گا اور قطع ہو جانے سے جو قیمت میں کمی ہو گئی وہ لے گا اور اگر وہ نقصان دفع ہو گیا تو جو کچھ اس کا معاوضہ لے چکا ہے بائع واپس کرے مثلاً کنیر تھی اُس کی آنکھ خراب ہو گئی جس کا نقصان کیا پھر اچھی ہو گئی تو واپس کر دے یا لونڈی کا نکاح کر دیا تھا پھر بیع فسخ ہو گئی اور نکاح کرنے سے جو نقصان ہوا بائع نے مشتری سے وصول کیا پھر اس کے شوہر نے قبل دخول طلاق دیدی تو یہ معاوضہ واپس کر دے۔

اور اگر بیع میں نقصان کسی اجنبی شخص کے فعل سے ہوا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس کا معاوضہ اُس اجنبی سے لے یا مشتری سے اگر مشتری سے لے گا تو مشتری وہ رقم اُس اجنبی سے وصول کرے گا۔ بیع میں نقصان خود بائع نے کیا تو یہ نقصان پہنچانا ہی واپس کرنا ہے جیسا کہ فرض کروا کر وہ بیع مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی اور مشتری نے اُس کو بائع سے روکا نہ ہو تو بائع کی ہلاک ہوئی مشتری اُس کا

تاوان نہیں دے گا اور جس دے چکا ہے تو واپس لے گا اور اگر مشتری کی طرف سے معیج کی واپس میں رکاوٹ ہوئی اس کے بعد بارے ہوئی تو دوسور میں ہیں: یہ ہلاک ہونا اسی نقصان پہنچانے سے ہوا یعنی یہاں تک اس کا اثر ہوگا کہ ہلاک ہوگئی جب بھی بائع کی ہلاک ہوئی مشتری پر تاوان نہیں اور اگر اس کے اثر سے نہ ہو تو مشتری کو تاوان دینا ہوگا مگر وہ نقصان جو بائع نے کیا ہے اس کا معاوضہ اس میں سے کم کر دیا جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

بائع کا غلام میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگانے کا بیان

(قَالَ : وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَشَرَطَ الْبَرَاءَ ؕ فَمِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْكُذَهُ بِعَيْبٍ وَإِنْ لَمْ يُسَمِّ الْعُيُوبَ بِعَدِّهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ : لَا تَصِحُّ الْبَرَاءُ ؕ بِنَاءً عَلَى مَذْهَبِهِ أَنَّ الْبَرَاءَ عَنْ الْحَقُّوْقِ الْمَجْهُوْلَةِ لَا يَصِحُّ .
هُوَ يَقُولُ : إِنَّ فِي الْبَرَاءِ مَعْنَى التَّمْلِيكِ حَتَّى يَرْتَكِدَ بِالرَّكْذِ ، وَتَمْلِيكِ الْمَجْهُوْلِ لَا يَصِحُّ

وَلَسْنَا أَنَّ الْجَهَالََةَ فِي الْإِسْقَاطِ لَا تَقْضِي إِلَى الْمَنَازَعَةِ وَإِنْ كَانَ فِي ضَمْنِهِ التَّمْلِيكِ لَعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَى التَّمْلِيمِ فَلَا تَكُونُ مُفْسِدَةً ، وَيَدْخُلُ فِي هَذِهِ الْبَرَاءَةُ الْعَيْبُ الْمَوْجُودُ وَالْحَادِثُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَدْخُلُ فِيهِ الْحَادِثُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ : لِأَنَّ الْبَرَاءَةَ تَنْتَازِلُ النَّائِبَ .

وَلَأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْفَرَضَ الزَّمَامُ الْعَقْدُ يَاسْقَاطُ حَقِّهِ عَنْ صِفَةِ السَّلَامَةِ وَذَلِكَ بِالْبَرَاءَةِ عَنْ الْمَوْجُودِ وَالْحَادِثِ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے غلام کو بیچ دیا اور اس میں ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی تو مشتری کو کسی بھی قسم کے عیب کے سبب غلام کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ خواہ بائع نے تمام عیوب کی تعداد نہ بھی بیان کی ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: بائع کی طرف سے یہ برأت صحیح نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول آپ کے مذہب پر ہی ہے کیونکہ حقوق مجہول میں برأت صحیح نہیں ہے (فقہ شافعی کے مطابق قاعدہ ھمیر) امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ برأت میں تمنا کی گنجائش موجود ہے حتیٰ کہ دیوان کے دکر کے سبب برأت ہو جاتی ہے اور مجہول چیز کا مالک بنا دادرست نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حوالے کرنے کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے برأت کا ساقط ہونا یہ ایسی جہالت ہے جو مجھڑے کی طرف لے جانے والی نہیں ہے پس یہ جہالت عقد کو قاسد کرنے والی نہ ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق بقضہ سے پہلے پیدا ہونے والے عیب سے برأت اور اس برأت میں موجود عیب یہ دونوں شامل ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: نئے عیب کی برأت اس میں شامل نہ ہوگی اور امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ برأت موجود اور ثابت چیزوں کو شامل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے برأت کا مقصد یہ ہے کہ بیع میں موجود سلاحتی کے وصف کے حوالے سے مشتری کے حق کو ساقط کرتے ہوئے عقد کو لازم کرنا ہے اور موجودہ اور نئے پیدا ہونے والے دونوں طرح کے عیب سے برأت کے ذریعے عقد کو لازم کرنا حاصل ہو جائے گا۔

عیب حادث کا برأت میں داخل ہونے میں فقہی مذاہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نئے پیدا ہونے والے عیب کی برأت برتو اجماع ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمہ کے قول جس طرح ظاہر الروایات میں ہے اس سے مراد امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ امام زفر، امام حسن، امام شافعی، امام محمد، امام مالک اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے ایک روایت کے مطابق جدید پیدا ہونے والا عیب برأت میں داخل نہ ہوگا۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۵، بیروت)

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں زید بن ثابتؓ سے یہ قول پہنچا ہے کہ انہوں نے کہا جس شخص نے غلام عیب کی عدم ذمہ داری پر فروخت کیا تو وہ ہر عیب سے بری ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ نے عیب کی عدم ذمہ داری پر فروخت کیا اور برأت کو چنانچہ ہم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے غلام یا کوئی شے خریدی اور ہر عیب کی ذمہ داری سے بری ہونے کی شرط کر لی۔

اور مشتری نے اس پر راضی ہو کر بقضہ کر لیا تو وہ ہر عیب کی ذمہ داری سے آزاد ہے۔ اسے معلوم ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ خریدار نے اسے اس سے آزاد کر دیا ہے۔ لیکن علمائے مدینہ کے نزدیک فروخت کرنے والا صرف اس عیب سے بری ہوگا جس کا اسے علم نہیں۔ جس عیب کا اسے علم ہو اور اس نے اس عیب کو چھپایا ہو تو وہ اس سے بری نہ ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بائع عیب بتا کر اس سے عدم ذمہ داری کی شرط کر لے تو وہ اس سے بری ہوگا خواہ اس عیب کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ جب اس نے کہہ دیا کہ میں برأت کی شرط پر فروخت کرتا ہوں اور اس نے عیب بتا بھی دیا تو اس شرط کی بناء پر مناسب ہے کہ وہ بری ہو جائے گا۔ اور یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے امام فقہاء کا قول ہے۔ (موطا امام محمد، حدیث ۷۰۷۷)

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی چیز بیع کی اور بائع نے کہہ دیا کہ میں ہر عیب سے بری الذمہ

ہوں یہ بیع صحیح ہے اور اس بیع کے واپس کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر بائع نے کبد یا کہ یہنا ہو تو لو اس میں سو طرح سے عیب ہیں یا یہ سخی ہے یا اسے خوب دیکھ لو کسی بھی ہو میں واپس نہیں کروں گا یہ عیب سے براءت ہے۔ جب ہر عیب سے براءت کر لے تو جو عیب وقت عقد موجود ہے یا عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہوا سب سے براءت ہو گئی۔ کوئی چیز خریدی اس کا کوئی خریدار آیا اس سے کہا اسے لے لو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

اور اتفاق سے اس نے نہیں خریدی پھر مشتری نے اس میں کوئی عیب دیکھا تو واپس کر سکتا ہے اور اس کا پہلے یہ کہنا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے مشتری کی اس سے مقصود تر غیب ہے اور اگر اس نے کسی عیب کا نام لے کر کہا کہ یہ عیب اس میں نہیں ہے اور بعد میں وہی عیب اس میں موجود ملا تو واپس نہیں کر سکتا ہاں اگر ایسے عیب کا نام لیا جو اس دوران میں پیدا نہیں ہو سکتا جیسے انگلی کا زائد ہونا تو واپس کر سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ

﴿یہ باب بیع فاسد کے بیان میں ہے﴾

باب بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے بیع کی صحیح اقسام اور ان کے احکام کو بیان کیا ہے احکام شریعت میں یہ فقہی اصول ہے کہ کسی چیز کے فساد کا حکم اس کی صحت کے بعد کسی عارض کے سبب واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ فساد صحیح کے بعد آتا ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے بیع فاسد کے احکام کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح نماز درود و حج وغیرہ دیگر احکام شرعیہ میں بھی حکم فساد عبادت کو شروع طریقے سے جاری کرنے کے بعد آتا ہے۔ لہذا فساد کا مؤخر ہونا یہ اس کا اصلی مقام ہے۔ جبکہ صحت ختم یہ اس کا اصلی مقام مرتبہ ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی بھی حکم کی صحت اس کے مقصود تک پہنچانے والا ہے جبکہ فاسد مقصود سے محروم کرنے کا سبب بنے والا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۱، بیروت)

صحیح اور فاسد کا فقہی مفہوم

صحیح: لغت میں بیمار (سقیم) کے متضاد کو صحیح کہتے ہیں۔ اصطلاح میں صحیح اسے کہتے ہیں جس سے عبادت کا درست ہونا اور معاملات کا نافذ ہونا متعلق ہو۔

مثال کے طور پر (شرعی) نماز اس وقت واقع (صحیح) ہوتی ہے جب اس میں شرائط مکمل طور پر پائی جائیں، ارکان مکمل طور پر ادا کیے جائیں اور موانع ختم ہو جائیں، اگرچہ یہ سب کچھ فاعل کے خیال میں ہی ہو، اسی طرح تجارت بھی ایسے شخص کی صحیح (واقع) ہوتی ہے جو مباح چیز پر اختیار رکھتا ہو اور اسے سپرد کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور وہ چیز حقیقت میں اس کی ملکیت ہو، تو اگر بائع (بیچنے والا) ایسی چیز کو بیچے جس کے بارے میں اس کا گمان یہ ہو کہ یہ چیز کسی اور کی ملکیت میں ہے لیکن پھر اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ واقعی وہ چیز اسی (بائع) کی تھی تو بیع (تجارت) صحیح ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاملات تھنق پر مبنی ہوتے ہیں اور عبادت فاعل کے اعتقاد پر۔

فاسد: لغت میں فاسد ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی خرابی ہو۔ اصطلاح میں ایسی چیز کو فاسد کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ عبادت کی ادائیگی اور معاملات کا نفاذ نہ ہو۔ عبادت کی مثال جیسا کہ نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھ لینا، اور معاملات کی مثال جیسا کہ ایسی چیز کو بیچنا جو بندہ کی ملکیت ہی نہ ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ان دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، ان کے نزدیک فاسد وہ ہے جو اصل میں تو جائز ہو لیکن کسی

وصف کی وجہ سے ممنوع ہو جائے جیسا کہ ایک مدغم کی تک ایک مدغم اور ایک درہم کے بدلے کرنا۔ ایک مدغم کی تجارت ایک مدغم کے بدلے تو جائز ہے (مگر یہ فاسد اس وقت ہوا جب دوسری طرف سے مدغم کے ساتھ ایک درہم بھی لیا گیا) پس اگر درہم کو ختم کر دیا جائے تو اصل مشروعیت کو دیکھتے ہوئے سودا درست (صحیح) ہوگا۔

فاسد و باطل میں فرق کا بیان

جس کے کرنے کے بعد بھی کوئی اثر مرتب نہ ہو، مثلاً عبادت کی ادائیگی کے باوجود انسان اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآمد ہو سکے، یہ بیع کرنے کے باوجود ملکیت و تصرف کا فائدہ حاصل نہ ہو۔ فاسد و باطل میں احناف نے فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک ایسا عمل جو نہ اصنام شروع ہو اور نہ وصفا اسے "باطل" کہتے ہیں اور جو اصلاً مشروع ہو مگر کسی وصف کے سبب غیر مشروع ہو جائے اسے "فاسد" کہتے ہیں۔

فاسد وہ جس کی اصل حقیقت غلط سے خالی ہو مگر وصف یعنی ان تعلقات میں غلط ہو جو قوام عقد میں داخل نہیں مثلاً شروط فاسدہ اگر رکن و کل سلم از غلط ہوں تو بیع شرعی قطعاً متحقق، پھر اگر وصف میں غلط ہے مثلاً بیع مقدوراً تسلیم نہیں یہ مجہول ہے یا کوئی شرط فاسد معلوم، اصل یہ کہ بیع شرعی میں مبادلہ مال بمال کا نام ہے ایجاب و قبول اس کے رکن اور مال مستقیم محل اور اجل و قدرت تسلیم و شرط و غیرہ اوصاف اور انتقال ملک حکم و اثر ہے اپنے وجود شرعی میں صرف رکن و کل کا محتاج ہے کہ بے ان کے اس کے (متحقق کی کوئی ضرورت نہیں) جو غلط کہ ان میں ہوگا باطل بیع قرار پائے گا جس کے معنی یہ ہوں گے کہ عند الشرع بیع ہی نہیں غلط رکن مشرک یعنی جس طرح بیع ہوئی ہی نہیں ہے۔

دونوں اعراض یا ایک کے حرام ہونے کا بیان

(وَاِذَا كَانَ أَحَدُ الْعَوَظَيْنِ أَوْ كِلَاهُمَا مُحَرَّمًا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ كَالْبَيْعِ بِالْمَيْتَةِ وَالْدَّمِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْخَمْرِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ غَيْرَ مَمْلُوكٍ كَالْحُرِّ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذِهِ لِفُصُولٍ جَمْعِيهَا، وَلِهَا تَفْصِيلٌ نَبِيْنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَقُولُوا: الْبَيْعُ بِالْمَيْتَةِ وَالْدَّمِ بَاطِلٌ، وَكَذَا بِالْحُرِّ لَا نَعْدَمُ وَنَحْنُ الْبَيْعُ وَهُوَ مَبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ، فَإِنَّ هَذِهِ الْأَمْشَاءَ لَا نَعْدُ مَا لَا عِنْدَ أَحَدٍ وَالْبَيْعُ بِالْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ فَاسِدٌ لَوْ جُودَ حَقِيقَةُ الْبَيْعِ وَهُوَ مَبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ فَإِنَّهُ مَالٌ عِنْدَ الْبَعْضِ وَالْبَاطِلُ لَا يُعْدُ مِلْكًا التَّصَرُّفِ.

ترجمہ

اور جب دونوں اعراض میں سے ایک یا دونوں حرام ہیں تو بیع فاسد ہے جس طرح مردار، خون، شراب اور خنزیر کے بدلے میں

بیع کرتا ہے۔ اور اسی جب دو غیر ملکیت ہوں جس طرح آزاد کے بدلے میں بیع کرتا ہے۔

معنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امام قدوسی علیہ الرحمہ نے بیع ان تمام صورتوں کو کس کر دیا ہے جبکہ ان میں تفصیل ہے جس کو ان شاء اللہ ہم بیان کریں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ مردار اور خون کے بدلے میں خرید و فروخت کرنا باطل ہے اور اسی طرح آزاد کے بدلے میں بیع باطل ہے کیونکہ اس میں بیع رکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہونیہ معدوم ہے کیونکہ ان اشیاء کو کسی کے ہاں بھی مال نہیں سمجھا جاتا جبکہ شراب اور خنزیر کے بدلے میں خرید و فروخت فاسد ہے اگرچہ ان میں مال کا تبادلہ مال کے ساتھ حقیقی طور پر موجود ہے کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک شراب مال ہے۔ اور باطل بیع ملکیت تصرف کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس صورت میں بیع کا کوئی رکن مفقود ہو یا وہ چیز بیع کے قائل ہی نہ ہو وہ بیع باطل ہے۔ پہلی کی مثال یہ ہے کہ مجنون یا غیر عاقل بیچنے نے ایجاب یا قبول کیا کہ ان کا قول شرعاً معتبر ہی نہیں، لہذا ایجاب یا قبول پایا نہ گیا۔ دوسری کی مثال یہ ہے کہ بیع مردار یا خون یا شراب یا آزاد ہو کہ یہ چیزیں بیع کے قائل نہیں ہیں اور اگر رکن بیع یا اصل بیع میں خرابی نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ کوئی خرابی ہو تو وہ بیع فاسد ہے مثلاً شمن خمر ہو یا بیع کی تسلیم پر قدرت نہ ہو یا بیع میں کوئی شرط خلاف عقد کے تقاضہ ہو۔

اور جب بیع یا شمن دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز ہو جو کسی دین آسانی میں مال نہ ہو، جیسے مردار، خون، آزاد، ان کو چاہے بیع کیا جائے یا شمن، بہر حال بیع باطل ہے اور اگر بعض دین میں مال ہوں بعض میں نہیں جیسے شراب کہ اگرچہ اسلام میں یہ مال نہیں مگر دین موسوی و عیسوی میں مال تھی، اس کو بیع قرار دیں گے تو بیع باطل ہے اور شمن قرار دیں تو فاسد مثلاً شراب کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو بیع فاسد ہے اور اگر روپیہ جیسے سے شراب خریدی تو باطل۔ (روحانہ، کتاب بیوع)

خنزیر (سور) کی حرمت کے سائنسی دلائل

قرآن میں تقریباً 4 مقامات پر سور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ ممانعت ان آیات 173/2, 3/5, 145/6 اور 115/16 میں آئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قُلْ لَا أُجِدُّ فِي مَا أُوْحِيَ لِي مَحْرَمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا
أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أِهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

”آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کیسے جو اس کو

کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ میت ہو یا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو یا نیکو دھبہ لگا ہوا یا کب سے یا جو شہر کا کار یا جو کچھ نہ ہو۔ یہ سب
عذر ذکر دیا گیا ہو۔ مگر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو غالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب بخیر و رحمت ہے۔
(سورہ انعام 145)

ایک اور جہاد ارشاد ہر حق تعالیٰ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَفَقَةُ
وَالْمَرْفُوقَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ لَ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ
وَأَنْ تَسْتَفْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُ .

"تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو، اور جو ٹکڑا گھسنے سے مر
ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو، اور جو اونٹنی جگہ سے ہٹ کر مر جائے، اور جو کسی کے سینک مارنے سے مر جائے، اور جسے درندوں نے بھاڑ
کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کرو، الو تو حرام نہیں اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو، اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعہ فل میری روید
سب بدترین گناہ ہیں۔" (سورۃ المائدہ - 3)

نما رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی احادیث میں سؤر کے حرام ہونے کا امت و بتایا ہے۔ اور اس کو بچنا بھی حرام
قرار دے دیا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی ہے کہ قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے
نازل ہوں گے تو صلیب توڑنے کے ساتھ ساتھ خنزیر کو بھی قتل کریں گے۔ (مشرق علیہ)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت
میں سؤر کس قدر نا پسندیدہ جانور ہے۔ یہ آیات اور احادیث مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لیے کافی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان
اس جانور سے صدیوں سے نفرت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر مقام افسوس ہے کہ بائبل کے منع کرنے کے باوجود یہودی اور عیسائی
اس فلیک جانور سے محبت کرتے اور اس کا گوشت ان کی مرغوب غذا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ بائبل نے اس جانور کے متعلق اپنے
قبیلین کو کیا ہدایات دی ہیں۔ بائبل کے عہد نامہ متیق کی کتاب احبار میں لکھا ہے: "اور سؤر نہ کھانا کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور
چمے سے ہوتے ہیں، ہر چند وہ چکاں نہیں کرتا، وہ تمہارے لیے ناپاک ہے۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا اور ان کی لاشوں کو بھی نہ چھونا وہ
تمہارے لیے ناپاک ہیں۔"

(احبار 7/11-8)۔ کتاب استثناء میں لکھا ہے: "اور سؤر تمہارے واسطے اس لیے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چمے
ہوتے ہیں مگر وہ چکاں نہیں کرتا۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا نہ ان کی لاش کو چھو"۔ (استثناء 8/14)۔ اسی طرح بائبل کی کتاب معیادہ
باب 65 فقرہ 25 میں بھی سؤر کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے۔

تاہم دوسرے غیر مسلم ادوار پر یہ قرآن مجید اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی وقت کان دھریں گے کہ جب ان کو دلائل

عقلی اور سانس کی بنیاد پر سمجھایا جائے کہ سور کا گوشت مختلف قسم کی کم از کم 70 بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔ اسے کھانے والے کے معدے اور آنتوں میں کئی قسم کے کیڑے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً *Trichinella Spiralis* پن درم، ہب درم اور *Taenia Solium* وغیرہ۔ اور بعض کے اندر ایسے بہت سے امراض ہوتے ہیں جو انسان کے درمیان مشترک ہوتے ہیں جیسے (فاسیولیا) کیڑے کے اندر انفلوینزا کے جراثیم ہوتے ہیں، اسی طرح *Ascaris* اور پیٹ کے سانپ *Fasciolopsis Buski* چین میں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اور خنزیر پالنے والوں اور ان سے میل جول رکھنے والوں کے اندر *Balantidiasis* کا مرض وہائی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ بحر الکاہل (Pacific Ocean) کے ایک جزیرے میں خنزیر کے پاخانہ کے پھیلنے کے نتیجے میں ہوا۔ اگرچہ چرشی، فرانس، ہالینڈ اور ونیزویلا وغیرہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے جدید ٹیکنیکس بروئے کار لا کر خنزیر کے گوشت کی نجاستوں اور نجاستوں کو دور کر دیا ہے لیکن ان ممالک کے مخصوص سرٹیفائیڈ ذروں کا مذکورہ گوشت کھانے والے بیٹا رافرا میں بھی *Trichinellosis* کا مرض لگ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معدے سے آواز نکلنے لگتی ہے اور کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تعداد کم از کم دس ہزار ہوتی ہے پھر یہ کیڑے خون کے راستے سے انسان کے پٹوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر مزید ہلکے امراض کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح *Spiralis* کا مرض بیمار خنزیر کا گوشت کھانے سے لگتا ہے۔ اس مرض میں بھی انسان کی آنتوں کے اندر کیڑا پروان چڑھنے لگتا ہے جس کی لمبائی کبھی کبھی سات میٹر سے بھی لمبی ہوتی ہے جس کا کانٹے دار سر آنتوں کی دیواروں کے اندر فضلے اور دوران خون کی دشواری کا سبب بنتا ہے اسکی چار چوٹے والی چونچیں اور ایک گردن ہوتی ہے جس سے مزید چونچ دار کیڑے وجود میں آتے ہیں جن کا ایک مستقل وجود ہوتا ہے اور تعداد ہزار تک ہوتی ہے، اور ہر بار ہزار انڈے پیدا ہوتے ہیں اور انڈوں سے ٹوٹ کھانا کھانے کی صورت میں *Taenia Solium* کا مرض لگ جاتا ہے۔ ٹائینا سلیم کے انڈے (Ova) خون کی گردش میں شامل ہو کر جسم کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتے ہیں اگر یہ دماغ تک جا پہنچیں تو یادداشت کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں اگر یہ دل میں داخل ہو جائیں تو دل کے دورے کی وجہ بن سکتے ہیں۔ آگے میں جا پہنچنے پر نایاب چین ہو سکتا ہے۔ جگر میں داخل ہو جائیں تو پورے جگر کا ستیاہاس کر ڈالنے میں غرض اس ایک مرض سے جسم کے کم و بیش تمام اعضاء غارت ہو سکتے ہیں۔ سور کے گوشت کا کاروبار کرنے والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اسے 70 ڈگری پر پکانے سے اس کے بیشتر جراثیم مر جاتے ہیں جو کہ صرف اپنی پراڈکٹس بیچنے کا پراپیگنڈہ ہے۔

امریکہ میں کی گئی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اس گوشت کے استعمال سے نکلنے والے خطرناک طفیلیے ٹرائی کیورا سے متاثرہ چوہیں افراد میں سے میں ایسے تھے جنہوں نے 70 ڈگری سے زائد پر پکا ہوا سور کا گوشت کھایا تھا اس سے اخذ کیا گیا کہ مخصوص درجہ حرارت پر پکانے سے بھی ایسے جراثیم کسی طور نہیں مرتے۔ اس گوشت کے کھانے والے میں بے غیرتی کے جراثیم بھی داخل ہو جاتے ہیں یعنی اپنی ازدواجی زندگی میں دیگر مرد حضرات کی شراکت اچھی لگنے لگتی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنی بیویاں ایک دوسرے سے بدلنے والے سور کے گوشت کے رسیا ہوتے ہیں لہذا مسلمان تو مسلمان کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے یا لادین

نفرہ بکشی اپنی صحت اور متوازن اندازنی غرض زندگی کی خاطر اس کے استعمال سے لازمی سمجھا جائے۔ علاوہ ازیں سور کے گوشت میں حضرت سرزد و سورہ سورہ سے زیادہ چربی ہوتی ہے۔ یہ چربی خون کی ٹائلیوں میں جم جاتی ہے جو فالج اور دل کے دورے کا باعث بنتی ہے۔ یہ کوئی حیران کن بات نہیں کہ 50 فیصد امریکی ہائی بلڈ پریشر کا شکار ہیں۔

سورہ دئے زمین کا خلیۃ ترین چاقو ہے۔ یہ سورہ غصیلے اور گندکی پر چکھتا پھرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے غلاقت خورد اور سب سے زیادہ آئسن پر گزار کرنے والا بنواریا ہے۔ دیات میں عموماً کمیز اور بیت الحلائل میں ہوتے اس لیے لوگ کھلی جگہوں پر رفع حاجت کرتے ہیں اور اکثر اس غرضت کو سورتی چٹ کر جاتے ہیں۔ کوئی یہ دلیل دے سکا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک جیسے سٹریلیا وغیرہ میں سورہ کو بڑی صاف ستھری جگہ پر چاڑھا جائے۔ ان صاف جگہوں پر بھی ان کو باڑوں میں رکھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سورہ کو آگنی کی صاف ستھری جگہ پر رکھا جائے گا اس سے جو فرق نہیں پڑتا یہ فطرۃ گندے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنا بلکہ ساتھ والے کا نقصہ بھی کھاتے ہیں۔

تقریباً زمین پر پڑ جانے والا سب سے بے شرم چاقو ہے۔ یہ واحد چاقو ہے کہ جو دیگر سورہوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کی راجھی موڈوں سے لڑیں۔ امریکہ اور یورپ میں اکثر لوگ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس کا اثر ہے کہ آج اس معاشرے میں شر و جہ کا جنہ زنگ چکا ہے۔ ہائیکس کے منع کرنے کے باوجود یہ سورہوں کو پالتے ان کا گوشت کھاتے اور اس کے چمڑے وغیرہ سے تختہ تیار کرتے ہیں۔ مگر صاف اینکارت کے مطابق چین میں 46 کروڑ امریکہ میں 6 کروڑ برازیل میں 3 کروڑ اور بھارت میں 2.6 کروڑ سورہ پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں کہ جہاں سب سے زیادہ سورہ پائے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر تقریباً 94 کروڑ سورہ اس زمین پر پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں سورہ کی کھال (Pig skin) کا چمڑے سے سوت کپس بدلتے بھینٹ اور فٹ بال تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کے سوا ہاں کے سوا ہاں سے برش تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کی چربی سے کئی مصنوعات تیار ہوتی ہیں جو بیکری اور کھانا بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔

قرآن مجید ۲۸: آپ نے صاف فرمایا کہ قرآن کے سورہ کو حرام قرار دینے میں کئی مصلحتیں ہیں۔ اللہ اور اس کے پیارے محبوب میں تھوڑا سا جھگڑا ہے۔ فریادیں پر ہر ایمان پلے بچنے تھا اور آج سائنس کی بدولت اللہ نے ہمیں ان خطرات سے آگاہ بھی فرمادیا ہے۔ جو سوکھانے سے جس پہنچتے تھے۔

ہاں شیخ کا شترنی کے پاس بلاک ہونے کا بیان

وَلَوْ هَلَكَ النَّمِيعُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ يَكُونُ أَمَانَةً عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَاعِبِ لِأَنَّ الْعَقْدَ
غَيْرَ مُعْتَبَرٍ قَبْلَى الْقَبْضِ بِإِذْنِ الْمَالِكِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ يَكُونُ مَقْصُومًا لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ أَذْنَى
خَالًا مِنَ الْمَقْصُومِ عَلَى سَوَاءِ الشَّرَاءِ۔

وَقِيلَ الْأَوَّلَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَالثَّانِي قَوْلُهُمَا كَمَا لِي بَيْعَ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمَذْبُورِ عَلَى مَا نُسِنَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالْقَائِدُ يُفِيدُ الْمِلْكَ عِنْدَ اتِّصَالِ الْقَبْضِ بِهِ وَيَكُونُ الْمَبِيعُ مَضْمُونًا لِي يَدِ الْمُشْتَرِي فِيهِ. وَفِيهِ خِلَافٌ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَسَبَّحْتُهُ بَعْدَ هَذَا. وَكَهَذَا بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَالْدَّمِ وَالْحُرِّ بَاطِلٌ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ أَمْوَالًا فَلَا تَكُونُ مَبِيعًا لِلْبَيْعِ.

ترجمہ

اور جب کسی نے باطل بیع کی اور بیع مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی تو بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک بیع امانت ہو جائے گی کیونکہ عقد کا اعتبار نہیں ہے پس مالک کی اجازت کے سبب صرف بقعہ باقی رہ گیا ہے۔ جبکہ دوسرے بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک بیع ضمانت والی ہے کیونکہ یہ بیع خرید و فروخت کر کے بقعہ میں لینے والی بیع سے کم حالت کی نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پہلا قول حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے جبکہ دوسرا قول صاحبین کا ہے۔ جس طرح امام احمد اور دہرکی بیع میں ان فقہاء کے اقوال میں اختلاف ہے اسی تفصیل کے موافق جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ بیع قاسد وقت اتصال ملکیت کا قاسدہ دینے والی ہے (قاسدہ قہر ہے) اور بیع قاسد میں بیع مشتری کے بقعہ میں فروخت ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان شاء اللہ ہم مقرر یہ اس مسئلہ کے بعد اس کو بیان کر رہے ہیں۔ اور ای مراد، خون اور شراب کی بیع باطل ہے کیونکہ یہ مال نہیں ہے پس بیع کا کل بھی نہ ہوں گے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ بیع قاسد میں مشتری پر اولاً ملک لازم ہے کہ بقعہ نہ کرے۔ اور بائع پر بھی لازم ہے کہ بیع کر دے بلکہ ہر ایک بیع بیع ضروری واجب ہے۔ بقعہ نہ کرے لیا تو واجب ہے کہ بیع کو فتح کرے بیع کو واپس کر لے یا کر دے بیع نہ کرے گناہ ہے اور اگر واپس نہ دے تو بیع باطل ہو جاتا ہے ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ واپس نہیں ہو سکتی (جس کا بیان آتا ہے) تو مشتری بیع کی شکل واپس کرے اگر شکلی ہوادرنقی ہو تو قیمت ادا کرے (یعنی اس چیز کی واجب قیمت) نہ کہ شمن جو ظہر ہے) اور قیمت میں بقعہ کے دن کا اعتبار ہے یعنی بروز قبضہ جو اس کی قیمت تھی وہ دے ہاں اگر غلام کو بیع قاسد سے خریدا ہے اور آزاد کر دیا تو شمن واجب ہے۔ (ردھارہ کتاب بیع)

دین کے بدلے میں خنزیر و شراب کی بیع کے باطل ہونے کا بیان

وَأَمَّا بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ إِنْ كَانَ قَوْلُ بِلِ الدِّينِ كَاللَّذَاهِمِ وَالذَّنَابِيرِ فَلَا يَبِيعُ بَاطِلٌ. وَإِنْ كَانَ قَوْلُ بِلِ بَعِيْنٍ فَلَا يَبِيعُ قَائِدٌ حَتَّى يَمْلِكَ مَا يَقَابِلُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُ عَيْنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ.

وَوَجْهَ الْفَرْقِ أَنَّ الْخَمْرَ مَالٌ وَكَذَا الْخَزِيرُ مَالٌ عِنْدَ أَهْلِ الدِّمَةِ إِلَّا أَنَّهُ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ لِمَا
 أَنَّ الشَّرْعَ أَمَرَ بِإِهْلَانِهِ وَتَرَكَ إِعْزَازَهُ، وَفِي تَمَلُّكِهِ بِالْعَقْدِ مَقْصُودًا إِعْزَازٌ لَهُ، وَهَذَا لِأَنَّهُ
 مَتَى اشْتَرَاهُمَا بِالذَّرَاهِمِ فَالذَّرَاهِمُ غَيْرُ مَقْصُودَةٍ؛ لِكُونِهَا وَسِيلَةً لِمَا أَنَّهُ تَجِبُ فِي
 الدِّمَةِ، وَإِنَّمَا الْمَقْصُودُ الْخَمْرُ فَسَقَطَ الْقَوُّمُ أَصْلًا، بِخِلَافِ مَا إِذَا اشْتَرَى النَّوْبُ
 بِالْخَمْرِ لِأَنَّ الْمُشْتَرِيَ لِلنَّوْبِ إِنَّمَا يَقْصِدُ تَمَلُّكَ النَّوْبِ بِالْخَمْرِ .
 وَفِيهِ إِعْزَازٌ لِلنَّوْبِ دُونَ الْخَمْرِ فَيَقَى ذِكْرُ الْخَمْرِ مُعْتَبَرًا فِي تَمَلُّكِ النَّوْبِ لَا فِي حَقِّ
 نَفْسِ الْخَمْرِ حَتَّى قَسَدَتْ التَّسْمِيَةُ وَوَجَبَتْ قِيمَةُ النَّوْبِ دُونَ الْخَمْرِ، وَكَذَا إِذَا بَاعَ
 الْخَمْرُ بِالنَّوْبِ لِأَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ شِرَاءُ النَّوْبِ بِالْخَمْرِ لِكُونِهِ مَقَابِضَةً.

ترجمہ

اور بہر حال جب اس نے شراب اور خزیر کی بیع کی اور ان کے مقابلے میں دین ہو جس طرح درابم و دنا نیز ہیں تو بیع باطل ہے
 اور جب ان کے مقابلے میں عین ہے تو بیع قاسد ہے حتیٰ کہ ان کے مقابلے میں مملوک ہو خواہ شراب و خزیر کا عین مملوک نہیں ہوتا۔
 اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ شراب مال ہے اور اسی طرح اہل ذمہ کے نزدیک خزیر مال ہے مگر وہ غیر مقوم مال ہے کیونکہ شریعت
 نے اس کی توہین و ذلت کا حکم دیا ہے۔ اور اس کو معزز بنانے سے منع کیا ہے جبکہ ارادے کے ساتھ اس کا عقد کرنا یہ اس کو معزز بنانا
 ہے اور یہ حکم جب ہوگا جب مشتری ان کو درابم کے بدلے میں خریدنے والا ہے۔ تو اب درابم بھی غیر مقوم ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان
 کے حاصل کرنے کا وسیلہ درابم ہیں اسی دلیل کے سبب وہ ذمہ پر واجب ہوتے ہیں جبکہ مقوم و شراب ہوگی پس مال مقوم کا ہونا قاسد
 ”دہائے گا۔“

یہ خلاف اس کے کہ جب کسی شخص نے شراب کے بدلے میں کپڑا خریدا ہے کیونکہ کپڑے کو خریدنے والا شراب کے بدلے
 میں کپڑے کا مالک بن رہا ہے اور اس میں معزز ہونا یہ کپڑے کیلئے ہے لہذا شراب کا اعزاز نہ ہوا۔ پس شراب کا ذکر کھل حکمت ثواب
 کے طور پر اعتبار کیا گیا ہے جبکہ نفس شراب کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پس اس میں مقرر کرنا نہ سود ہو جائے گا اور کپڑے کی
 قیمت واجب ہوگی جبکہ شراب کی قیمت واجب نہ ہوگی اور اسی طرح جب کسی شخص نے کپڑے کو شراب کے بدلے میں بیچ دیا ہے
 کیونکہ یہاں شراب کے بدلے میں کپڑے کو بیچنے کا اعتبار ہوگا۔ پس یہ بیع، بیع مقایضہ ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع یا شے دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز ہو جو کسی دین یا سہنی میں
 مال نہ ہو، جیسے مردار و خون، آواز، ان کو بچا کر بیچ کر یا شے، بہر حال بیع باطل ہے اور اگر بعض دین میں مال ہوں بعض میں

نہیں جیسے شراب کا اگرچہ اسلام میں یہ مال نہیں مگر دین موسوی و عیسوی میں مال حق، اس کو بیع قرار دیں گے تو بیع باطل ہے اور شرین قرار دیں تو فاسد شراب کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو بیع فاسد ہے اور اگر وہ پیسے سے شراب خریدی تو باطل ہے۔
مال وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو جس کو دیا جاتا ہو جس سے دوسروں کو روکتے ہوں جسے وقت ضرورت کے لیے منع رکھتے ہوں لہذا تمھوڑی سی مٹی جب تک وہ اپنی جگہ پر ہے مال نہیں اور اس کی بیع باطل ہے البتہ اگر اُسے دوسری جگہ منتقل کر کے لے جائیں تو باطل مال ہے اور بیع جائز گیہوں کا ایک دانہ اس کی بھی بیع باطل ہے۔ انسان کے پاخانہ پیشاب کی بیع باطل ہے جب تک مٹی اس پر غالب نہ آجائے اور کھاد نہ ہو جائے گوبر، ہتھکلی، لید کی بیع باطل نہیں اگرچہ دوسری چیز کی ان میں آمیزش نہ ہو لہذا اپنے کا بیچنا خریدنا یا استعمال کرنا ممنوع نہیں۔

مُرَدار سے مراد غیر مذہبوح ہے چاہے وہ خود مر گیا ہو یا کسی نے اُس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو یا کسی چور نے اُسے مار ڈالا ہو۔ پھلی اور مٹی مُرَدار میں داخل نہیں کہ یہ ذبح کرنے کی چیز ہی نہیں۔ (رہنما، کتاب بیوع)
اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقابلہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو شرین اور اسباب کو عرض کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم بیس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراملہ کہتے ہیں۔ اگر بیس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدلے یا بالکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف بیس کی بیشی درست ہے مگر طول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور لازم ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراملہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں ہاں ضروری ہیں۔ اگر شرین اور عرض کی بیع ہو تو شرین یا عرض کے لیے میعاد مقرر کرنا درست ہے۔ اگر شرین میں میعاد ہو تو وہ عرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکفائی یا نکالنی ہے جو درست نہیں۔

ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع کے فاسد ہونے کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبِّرِ وَالْمُكَاتِبِ فَاسِدٌ) وَمَعْنَاهُ بَاطِلٌ لِأَنَّ اسْتِحْقَاقَ الْعَتَقِ قَدْ ثَبَتَ لِأُمِّ الْوَلَدِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدَهَا) وَسَبَبُ الْحُرِّيَةِ انْتَعَادَ فِي الْمُدَبِّرِ فِي الْحَالِ لِبُطْلَانِ الْأَهْلِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْمُكَاتِبِ اسْتَحَقَّ بَدَأً عَلَى نَفْسِهِ لَا زِمَةً فِي حَقِّ الْمَوْلَى، وَلَوْ ثَبَتَ الْمِلْكُ بِالْبَيْعِ لَبَطَلَ ذَلِكَ كُلُّهُ فَلَا يَجُوزُ، وَلَوْ رَضِيَ الْمُكَاتِبُ بِالْبَيْعِ فِيهِ رِوَايَتَانِ، وَالْأَظْهَرُ الْجَوَازُ، وَالْمُرَادُ الْمُدَبِّرُ الْمُطْلَقُ دُونَ الْمُقَيَّدِ، وَفِي الْمُطْلَقِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْعِتَاقِ.

ترجمہ

فرمایا: ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ باطل ہے کیونکہ ام ولد کیلئے حق ثابت ہو گیا ہے جس کی

دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو اس کے بیٹے نے آزاد کر دیا ہے۔ اور مدبر میں آزادی کا سبب منعقد ہو چکا ہے کیونکہ موت کے بعد آقا کی اہلیت باطل ہو جائے گی اور مکاتب اپنے آپ پر تصرف کا حق رکھنے والا ہے۔ جو آقا کے حق میں لازم تھا۔ اور اب جب بیچ کے سبب سے ملکیت ثابت ہوئی تو یہ سب باطل ہو جائے گا پس بیچ جائز نہ ہوگی۔

اور جب مکاتب بیچ پر راضی ہو جائے تو اس میں دو روایات ہیں۔ جبکہ ان میں زیادہ ظاہر روایت جواز کی ہے اور متن میں مدبر سے مراد اعلیٰ الاطلاق مدبر ہے نہ کہ اس میں کوئی قید ہو۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے مطلق کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس کو ہم کتاب العتاق میں بیان کرتے ہیں۔

ام ولد کی بیع میں ممانعت کے دلائل کا بیان

اسلام سے پہلے لونڈیوں اور ان کے بچوں کا معاشرے میں بہت پست مقام تھا۔ لونڈی کے بچوں کو آزاد خاتون کے بچوں کی نسبت حقیر سمجھا جاتا۔ ام ولد کو بیچنے کا رواج تو عرب میں کم ہی تھا لیکن تھوڑا بہت پایا جاتا تھا۔ اسلام نے اس ضمن میں یہ اصلاح کی کہ بچے والی لونڈی جسے ام ولد کہا جاتا ہے، کی خدمت کی منتقلی کو قطعی طور پر منسوخ قرار دیا گیا۔ ایسی لونڈی اپنے خاندان کی آزادی و بیوی کے ہم پلہ قرار پائی۔ اس کے بچے کا بھی معاشرے میں وہی مقام قرار پایا جو کہ آزاد عورت کے بچے کا تھا۔

سلامہ بنت مھشل بیان کرتی ہیں کہ میں خارجہ قیس عیلان سے تعلق رکھتی ہوں اور اپنے چچا کے ساتھ آئی تھی۔ میرے چچا نے مجھے دور جاہلیت میں حباب بن عمرو کے ہاتھ بیچ دیا تھا جو کہ ابی الیسر بن عمرو کے بھائی تھے۔ میرے ہاں ان سے عبدالرحمن بن حباب کی پیدائش ہوئی۔ اس کے بعد حباب فوت ہو گئے۔ ان کی بیوی کہنے لگی، "خدا کی قسم اب تو ہم اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے جہیں بھیجیں گے۔"

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، "یا رسول اللہ ﷺ میں خارجہ قیس عیلان سے اپنے چچا کے ساتھ دور جاہلیت میں مدینہ آئی تھی۔ انہوں نے مجھے حباب بن عمرو کے ہاتھ بیچ دیا تھا اور میرے بطن سے عبدالرحمن بن حباب کی پیدائش ہوئی ہے۔ اب ان کی بیوی کہہ رہی ہے کہ وہ ان کا قرض ادا کرنے کے لئے مجھے بیچ دیں گی۔" آپ نے فرمایا، "حباب کے بعد خاندان کا سرپرست کون ہے؟" کہا گیا، "ان کے بھائی ابی الیسر بن عمرو۔" آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، "اُمّیں آزاد کرو۔ جب بھی تم کسی غلام کے بارے میں سنو تو میرے ہاں آ جایا کرو۔ میں تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا۔"

(ابوداؤد، کتاب العتق، حدیث (3953))

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ام ابراہیم (ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا، "اس کے بچے نے اسے آزاد کر دیا ہے۔" (ابن ماجہ، کتاب العتق، حدیث (2516))

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جس شخص کے ہاں بھی کسی وندہ

سے بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ اس کے فوت ہوتے ہی آزاد ہو جائے گی۔ " (ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث 2515، مشکوٰۃ، کتاب النکاح، حدیث (3394))

ان دونوں احادیث کی سند میں اگرچہ حسین بن عبداللہ ضعیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کی دیگر صحیح اسناد بھی موجود ہیں۔
دارمی میں یہی حدیث صحیح سند سے روایت کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کا یہی فرمان تھا کہ ام ولد کی منتقلی کو مکمل طور پر روک کر اس کی آزادی پر عمل درآمد کیا جائے۔
حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "ام ولد آزاد ہی ہے اگرچہ اس کا
محل، نقطہ ہو جائے۔" (دارقطنی، کتاب الکاتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ام ولد کی آزادی کو بچے کے پیدا ہونے سے مشروط نہیں فرمایا بلکہ مکمل حمل ٹھہر جانے سے
مشروط فرما دیا اگرچہ وہ حمل بعد میں ضائع بھی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں سختی سے ام ولد کی
آزادی کو نافذ کیا۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيْسَرًا وَلَيْدَةً وَلَدَتْ مِنْ
سَيِّدَةٍ، فَإِنَّهُ لَا يَبِيعُهَا، وَلَا يَهْبِئُهَا، وَلَا يُوْرُثُهَا، وَهُوَ يَسْتَمْتَعُ بِهَا، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ. (موطأ مالک، کتاب
العقیق، حدیث (2248))

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس لوٹری کے بھی اپنے آقا سے بچہ پیدا ہو، تو اس کی خدمات کو نہ بیچا جائے گا، نہ
ی کسی کو غنیمت منسلک کیا جائے گا، نہ ہی وراثت میں منتقل کیا جائے گا۔ وہ مالک ہی اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس کے مرنے کے بعد
وہ آزاد ہوگی۔

یہ حکم جاری کرتے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح فرمائی تھی کہ انہوں نے ایسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم
کے مطابق کیا تھا۔

حدثنا محمد بن الحسن النقاش ثنا الحسن بن سفيان نا مصرف بن عمرو نا سفيان بن عيينة عن عبد
الرحمن الأفريقي عن مسلم بن يسار عن سعيد بن المسيب أن عمر رضي الله تعالى عنه أعتق أمهات
الأولاد وقال عمر أعطينهم رسول الله صلى الله عليه وسلم. (دارقطنی، کتاب المکاتب)
حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ام ولد لوٹریوں کو آزاد کیا تو فرمایا، "انہیں دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے
آزاد فرمایا تھا۔"

ام ولد کی آزادی میں حضرت فاروق اعظم کا اصول

آقا سے جس لوٹری کے اولاد پیدا ہو جاتی ہے اس کو ام ولد کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے اس قسم کی لوٹریاں

عام لونڈیوں کے برابر بھی بقی تھیں؛ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ عام قاعدہ مقرر فرمادیا کہ اس قسم کی لونڈیاں نہ فروخت کی جائیں ہیں نہ ان میں وراثت جاری۔ مگر نہ ان کا ہبہ ہو سکتا؛ بلکہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں گی، اس طرح لونڈیوں کی آزادی کا یہ راستہ نکل آیا۔ (موطا امام مالک باب بیع امہات الاولاد)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی لونڈی کو مدبر کرے بعد اس کے اس کی اولاد پیدا ہو پھر وہ لونڈی مہملی کے سامنے مرجائے تو اس کی اولاد اپنی ماں کی طرح مدبر رہے گی جب مولیٰ مرجائے گا اور ثلث مال میں منجانش ہو تو آزاد ہو جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر عورت کی اولاد اپنی ماں کی مثل ہوگی اگر وہ مدبر ہے یا مکاتبہ ہے یا مستعانی اصل ہے یا محمدہ ہے یا مستعقہ البعض ہے یا گروہ ہے یا ام ولد ہے۔ ہر ایک کی اولاد اپنی ماں کی مثل ہوگی وہ آزاد تو وہ آزاد اور وہ لونڈی ہو جائے گی تو وہ بھی مملوک ہو جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر لونڈی حالت حمل میں مدبر ہوئی تو اس کا بچہ بھی مدبر ہو جائے گا اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کر دیا اور اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ حاملہ ہے تو اس کا بچہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اسی طرح اگر ایک شخص حاملہ لونڈی کو بیچے تو وہ لونڈی اور اس کے بیٹے کا بچہ مشتری کا ہوگا خواہ مشتری نے اس کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اسی طرح بائع کے لئے درست نہیں کہ لونڈی کو بیچے اور اس کا حاصل بیچے کیونکہ اس میں دھوکا ہے شاید بچہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کوئی شخص پیٹ کے بچے کو بیچے اس کی بیع درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مدبر اپنے مولیٰ سے کہے تو مجھے ابھی آزاد کر دے میں تجھے پچاس دینار قسط وار دیتا ہوں مولیٰ کہے اچھا تو آزاد ہے تو مجھے پچاس دینار پانچ برس میں دے دینا ہر سال دس دینار کے حساب سے مدبر اس پر راضی ہو جائے بعد اس کے دو تین دن میں مولیٰ مرجائے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور پچاس دینار اس پر قرض رہیں گے اور اس کی گواہی جائز ہو جائے گی اور اس کی حرمت اور میراث اور حدود پورے ہو جائیں گے اور مولیٰ کے مرجانے سے ان پچاس دینار میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ (موطا امام مالک، کتاب بیوع)

مدبر کی بیع میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام سے کہا تو میری موت کے بعد آزاد ہے (اس کو مدبر کہتے ہیں) پھر وہ آدمی فوت ہو گیا اور اس نے اس غلام کے علاوہ ترکے میں کچھ نہیں چھوڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو عقیقہ بن انعام کے ہاتھوں بیچ دیا۔ جاہل کہتے ہیں کہ وہ قطعی تھا اور ابن زبیر کی امارت کے پہلے سال فوت ہوا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت جاہل سے ہی منقول ہے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ مدبر کے بیچنے میں کوئی

ارجح نہیں امام شافعی، احمد، اسحاق، کا بھی یہی قول ہے۔ سفیان ثوری، امام مالک، اوزاعی، اور بعض علماء کے نزدیک مدبر کی بیع مکروہ ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1235)

مدبر وہ غلام جس کے لیے آقا کا فیصلہ ہو کہ وہ اس کی وفات کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اور حدیث کا ملبوم یہی بتاتا ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ اس بارے میں امام قسطلانی نے چھ اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں: وقال النووي الصحيح ان الحديث على ظاهره و انه يجوز بيع المدبر بكل حال ما لم يمت السيد (قسطلانی)

یعنی نووی نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ہر حال میں مدبر کی بیع جائز ہے جب تک اس کا آقا زندہ ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ اگر مولیٰ مدیون ہو اور دوسری کوئی ایسی جائیداد ہو جس سے قرضی ادا ہو سکے تو مدبر بیچا جائے گا ورنہ نہیں۔ حنفیہ نے ممانعت بیع پر جن حدیثوں سے دلیل لی ہے۔ ان کا استدلال قوی و مضبوط ہے لہذا ترجیح مذہب احناف کو ہے۔

ام ولد یا مدبر کے مشتری کے پاس فوت ہو جانے پر عدم ضمان کا بیان

قَالَ (وَإِنْ مَاتَتْ أُمُّ الْوَلَدِ أَوْ الْمُدَبِّرُ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: عَلَيْهِ فِيمَتُهُمَا) وَهُوَ رَأْيُهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ مَقْبُوضٌ بِجَهَةِ الْبَيْعِ فَيَكُونُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ كَسَائِرِ الْأَمْوَالِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمُدَبِّرَ وَأُمَّ الْوَلَدِ يَدْخُلَانِ تَحْتَ الْبَيْعِ حَتَّى يَمْلِكَ مَا يُضْمُّ إِلَيْهِمَا فِي الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الْمَكَاتِبِ لِأَنَّهُ فِي يَدِ نَفْسِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ فِي حَقِّهِ الْقَبْضُ وَهَذَا الضَّمَانُ بِهِ وَلَهُ أَنَّ جِهَةَ الْبَيْعِ إِنَّمَا تَلْحَقُ بِحَقِيقَةٍ فِي مَحَلٍّ يَقْبَلُ الْحَقِيقَةُ وَهُمَا لَا يَقْبَلَانِ حَقِيقَةَ الْبَيْعِ فَصَارَا كَالْمَكَاتِبِ، وَلَيْسَ دُخُولُهُمَا فِي الْبَيْعِ فِي حَقِّ أَنْفُسِهِمَا، وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِثَبُتِ حُكْمِ الْبَيْعِ فِيمَا ضُمَّ إِلَيْهِمَا فَصَارَ كَمَا لِلْمُشْتَرِي لَا يَدْخُلُ فِي حُكْمِ عَقْدِهِ بِانْفِرَادِهِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ حُكْمُ الدُّخُولِ فِيمَا ضَمَّهُ إِلَيْهِ، كَذَا هَذَا

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر ام ولد یا مدبر مشتری کے پاس فوت ہو جائیں تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ مشتری پر اس کی قیمت واجب ہے۔ اور ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

مذہبین میں یہ ہے کہ بیع پر بیع کے طریقے پر قبضہ کیا گیا ہے پس دوسرے اموال کی طرح اس میں بھی ضمان واجب ہے۔
 ۱۱۔ اس میں یہ ہے کہ ام ولد اور مدبر بیع کے حکم میں آتے والے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ بیع میں طائی ہوئی چیزیں میں بھی ملکیت
 عبارت ہو جاتی ہے بہ خلاف مکاتب کے کیونکہ وہ اپنے ہی قبضہ میں ہوتا ہے پس اس کے حق میں قبضہ ثابت نہ ہوگا حالانکہ یہ ضمان
 قبضہ ہی کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔

سفرت ۱۲۔ امضہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کو بیع کے طریقے پر بیع کی ایسی حقیقت کے ساتھ مل جائے گا جو کل حقیقت
 کو قبول کرنے اور سو۔ جبکہ یہ دونوں یعنی ام ولد و مدبر حقیقت بیع کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ پس یہ مکاتب کی طرح ہو جائیں
 گے۔ جبکہ بیع میں ان کا باطل ہونا یا اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ان میں ملنے والی اشیاء میں بیع کا حکم ثابت ہونے کیلئے ہوتا
 ہے پس یہ ان کا دخول مشتری کے مال کی طرح ہو جائے گا جو اکیلا اس کی بیع کے حکم میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کی جانب سے ملنے والی
 چیزوں میں داخل ہونے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے لہذا ایسے ہی اس میں ثابت ہو جائے گا۔

شرح

۱۳۔ صاحبین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشتری نے بیع کو واپس دے دیا یعنی بائع کے پاس رکھ دیا کہ بائع لینا چاہے
 تو لے سکتا ہے۔ بائع نے اسے لینے سے انکار کر دیا مگر مشتری اسے پاس چھوڑ کر چلا گیا بری الذمہ ہو گیا وہ چیز اگر ضائع ہو گئی
 تو مشتری تاوان نہیں دے گا اور اگر بائع کے انکار پر مشتری چیز کو واپس لے گیا تو بری الذمہ نہیں کہ اس صورت میں اس کا لے جانا بائع
 جہ نہیں کہ بیع صحیح ہو چکی اور پھر لے جانا غصب ہے۔ (رہنکار، کتاب بیوع)

شکار سے پہلے مچھلی کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ السَّمَكِ قَبْلَ أَنْ يُضْطَادَّ) لِأَنَّهُ بَاعَ مَا لَا يَمْلِكُهُ (وَلَا فِي حَظِيرَةٍ
 إِذَا كَانَ لَا يُؤْخَذُ إِلَّا بِصَيْدٍ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورٍ التَّسْلِيمِ، وَمَعْنَاهُ إِذَا أَخَذَهُ ثُمَّ أَلْقَاهُ فِيهَا
 لَوْ كَانَ يُؤْخَذُ مِنْ غَيْرِ حَيْلَةٍ جَازٍ، إِلَّا إِذَا اجْتَمَعَتْ فِيهَا بِأَنْفُسِهَا وَلَمْ يَسُدَّ عَلَيْهَا
 الْمَذَخَلُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ .

قَالَ (وَلَا يَبْعُ الطَّيْرُ فِي الْهَوَا) لِأَنَّهُ غَيْرُ مَمْلُوكٍ قَبْلَ الْاِخْذِ، وَكَذَا لَوْ أُرْسِلَهُ مِنْ يَدِهِ
 لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْدُورٍ التَّسْلِيمِ

ترجمہ

فرمایا اور شکار کرنے سے پہلے مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو بیچنے والا ہے جس کا وہ ملک نہیں ہے۔ اور تا ب
 میں بھی مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے جبکہ شکار کے بغیر اس کو پکڑنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کو پھر نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب

جیسی کو پکڑ کر تالاب میں ڈال دیا ہے اور اب اگر بغیر کسی ذریعے کے ان کو پکڑا جاسکتا ہے تو ان کی بیع جائز ہے مگر جب مچھلیاں خود بہ خود تالاب میں جمع ہوئی ہیں اور اندر جانے کا راستہ بھی بند نہیں کیا۔ یہ تو ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور ہوا میں پرندے کی بیع بھی جائز نہیں ہے کیونکہ پکڑنے سے پہلے وہ ملکیت میں نہیں ہے اور اسی طرح جب بائع نے اس کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے کیونکہ اب اس کو بھی حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

شرح

حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع کیا کہ میں اس چیز کو بیچوں جو میرے پاس نہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 95)

ترمذی ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایک ایسی چیز خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو میں اس چیز کو بازار سے خرید لاتا ہوں یا بیچتی ہوں اس چیز کا معاملہ اس سے کر لیتا ہوں پھر وہ چیز بازار سے خرید لاتا ہوں اور اس شخص کے حوالے کر دیتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم کسی ایسی چیز کو نہ بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

عدم ملکیت والی چیز کی بیع میں مذاہب اربعہ

مطلب یہ ہے کہ جو چیز خرید و فروخت کا معاملہ کرتے وقت اپنی ملکیت میں نہ ہو اسے نہیں بیچنا چاہئے اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ وہ چیز نہ تو اپنی ملکیت میں ہو اور نہ اپنے پاس موجود ہی ہو اس صورت میں تو اس چیز کی بیع صحیح ہی نہیں ہوگی دوم یہ کہ وہ اپنی ملکیت میں نہیں ہے ایک دوسرا شخص اس کا مالک ہے لیکن ہے اپنے ہی پاس اس صورت میں بھی مالک کی اجازت کے بغیر اس کی بیع نہیں کرنی چاہئے اور اگر مالک کی اجازت لینے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دی جائے گی تو حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے مسک کے مطابق وہ بیع مالک کی منظوری پر موقوف رہے گی اگر منظوری دیدے گا تو صحیح ہو جائے گی نہیں تو کالعدم ہو جائے گی لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں ہوگی مالک خواہ منظوری دے یا نہ دے۔

جیسی صورت کے حکم میں اس چیز کی بیع داخل ہے جس پر قبضہ حاصل نہ ہوا ہو یا وہ چیز گم ہوگئی ہو یا مفروز ہو جیسے غلام وغیرہ اور یا اس کو خریدار کے حوالے کرنے پر قادر نہ ہو جیسے ہوا میں اڑتا ہوا جانور اور وہ مچھلی جو ابھی پانی یعنی دریا وغیرہ سے نہ نکالی گئی ہو لیکن یہ بات غور رہے کہ یہ ممانعت بیع المسلم کے علاوہ صورت میں ہے کیونکہ بیع المسلم متعینہ و معروف شرائط کے ساتھ بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک جائز ہے بیع المسلم اور اس کی شرائط کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ باب المسلم میں کیا جائے گا۔

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو مچھلی کہ دریا یا تالاب میں ہے ابھی اس کا شکار کیا ہی نہیں اس کو اگر نفقہ دینی روپ پیسے سے بیع کیا تو باطل ہے کہ وہ ملک میں نہیں اور مال مستقیم نہیں اور اگر اس کو غیر نفقہ دیشلا پکڑا یا کسی اور چیز کے بدلے میں

بیج کیا ہے تو بیج فاسد ہے۔ اسی طرح اگر شکار کر کے اُسے دریا یا تالاب میں چھوڑ دیا جب بھی اُس کی بیج فسد ہے کہ اُس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مچھلی کو شکار کرنے کے بعد کسی گڑھے میں ڈال دیا یا وہ گڑھا ایسا ہے کہ بغیر کسی ترکیب کے اُس میں سے پکڑ سکتا ہے تو بیج کرنا بھی جائز ہے کہ اب وہ مقدور تسلیم بھی ہے وہ ایسی ہی ہے جیسے پانی کے گڑھے میں رکھی ہے اور اگر اُسے پکڑنے کے لیے شکار کرنے کی ضرورت ہوگی کاٹنے یا جال وغیرہ سے پکڑنا پڑے گا تو جب تک پکڑ نہ لے اُس کی بیج صحیح نہیں اور اگر مچھلی خود بخود گڑھے میں آگئی اور وہ گڑھا ایسی لیے مقرر کر رکھا ہے تو یہ شخص اُسکا مالک ہو گیا دوسرے کو اس کا لینا جائز نہیں پھر اگر نہ جال وغیرہ کے اُسے پکڑ سکتے ہیں تو اُس کی بیج بھی جائز ہے کہ وہ مقدور تسلیم بھی ہے ورنہ بیج ناجائز اور اگر وہ اس لیے نہیں تیار کر رکھا ہے تو مالک نہیں مگر جبکہ دریا یا تالاب کی طرف جو راستہ تھا اُسے مچھلی کے آنے کے بعد بند کر دیا تو مالک ہو گیا اور بغیر جال وغیرہ کے پکڑ سکتا ہے تو بیج جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر اپنی زمین میں گڑھا کھودا تھا اُس میں ہرن وغیرہ کوئی شکار گزرا پڑا اگر اس نے اسی غرض سے کھودا تھا تو یہی مالک ہے دوسرے کو اسکا لینا جائز نہیں اور اس لیے نہیں کھودا تو جو پکڑ لے جائے اُس کا ہے مگر مالک زمین اگر شکار کے قریب ہو کہ ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑ سکتا ہے تو اسی کا ہے دوسرے کو پکڑنا جائز نہیں دوسرا پکڑے بھی تو وہ مالک نہیں ہوگا۔ اسی طرح سکھانے کے لیے جال تانا تھا کوئی شکار اُس میں پھنسا تو جو پکڑ لے اس کا ہے اور اگر شکار ہی کے لیے تانا تھا تو شکار کا مالک یہ ہے۔ جال میں شکار پھنسا مگر ترپا اُس سے چھوٹ گیا دوسرے نے پکڑ لیا تو یہ مالک ہے اور جاں والا پکڑنے کے لیے قریب آ گیا کہ ہاتھ بڑھا کر جانور پکڑ سکتا ہے اس وقت تو زکرائل گیا اور دوسرے نے پکڑ لیا تو جاں والا مالک ہے پکڑنے والا مالک نہیں۔ باز اور گئے کے شکار کا بھی یہی حکم ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

اور اسی طرح پرند جو ہوا میں اڑ رہا ہے اگر اُس کو ابھی تک شکار نہ کیا ہو تو بیج باطل ہے اور اگر شکار کر کے چھوڑ دیا ہے تو بیج فسد ہے کہ تسلیم پر قدرت نہیں اور اگر وہ پرند ایسا ہے کہ اس وقت ہوا میں اڑ رہا ہے مگر خود بخود ابھی آجائے گا جیسے ہلاؤ کیو تو اگر چہ اس وقت اس کے پاس نہیں ہے بیج جائز ہے اور حقیقت نہیں تو حکماً اُس کی تسلیم پر قدرت ضرور ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

ہوا میں اڑتے پرندے کی بیج میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیج کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اسی کو دھوکے کی بیج کہتے ہیں جو بیج ہے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ ہوا میں اڑتے پرندوں کی بیج درست نہیں ہے خواہ وہ چھوٹا چھوٹا ہو یا کوئی بڑا ہو۔ کیونکہ ان کی تعداد کو معین کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا منع ہوئی۔

فقہاء حنبلیہ کہتے ہیں کہ اڑنے کی حالت میں پرندوں کی بیج درست نہیں ہے اگرچہ وہ پرندہ واپس آنے والا ہو یا نہ ہو اور اسی طرح شہد کی مکھوں کی بیج بھی اڑنے کی حالت میں کرنا درست نہیں ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اور ہوا میں پرندے کی بیج بھی جائز نہیں ہے کیونکہ پکڑنے سے پہلے وہ ملکیت میں نہیں ہے اور اسی طرح جب بالغ نے اس کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے کیونکہ اب اس کو بھی حوا نہیں کیا جاسکتا۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

حمل کی بیج کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَبِيعُ الْحَمْلُ وَلَا النَّجَاجُ) (لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الْحَبْلِ وَحَبْلِ الْحَبْلَةِ) وَلَآنَ فِيهِ غَرَرًا .
(وَلَا اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ لِلْغَرَرِ) فَعَسَاهُ انْتِفَاحٌ ، وَلَآئِنَّ بِنَازِعُ فِي كَيْفِيَةِ الْحَلَبِ ، وَرُبَّمَا يَزْدَادُ فَيُحْتَلِطُ الْمَبِيعُ بغيرِهِ .

ترجمہ

فرمایا: اور حمل کی بیج اور حمل در حمل کی بیج جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حمل اور حمل در حمل کی بیج سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔

اور دودھ کی بیج تھنوں میں دھوکہ کے سبب سے جائز نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے تھن محض پھول گئے ہوں۔ کیونکہ مشتری دودھ دیتے وقت بالغ سے جھگڑا کرے گا اور کبھی کبھی دودھ بڑھتا رہتا ہے پس بیج غیر بیج سے ملنے والی ہے۔

حمل کی بیج کا دھوکہ کی بیج پر محمول ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کے حمل کے بچے کو بیچنے سے منع فرمایا اس باب میں عبد اللہ بن عباس، ابوسعید خدری سے بھی روایت ہے حدیث ابن عمر، حسن صحیح ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے حمل الجملہ سے مراد اونٹنی کے بچے کا بچہ ہے اس کا فروخت کرنا اہل علم کے نزدیک باطل ہے اس لیے کہ وہ دھوکہ کی بیج ہے شعبہ یہ حدیث ایوب سے وہ سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں عبد الوہاب، ثقفی، وغیرہ بھی یہ حدیث ایوب سے وہ سعید بن جبیر سے وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1246)

علامہ علاؤ الدین خفئی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو دودھ تھن میں ہے اسکی بیج ناجائز ہے۔ اسی طرح زندہ جانور کا گوشت، چربی، پھل، امر کی پائے، زندہ دنب کی چکی کی بیج ناجائز ہے اسی طرح اُس اون کی بیج جو دنب یا بھیڑ کے جسم میں ہے ابھی کاٹی نہ ہو اور اُس موتی کی جو سیپ میں ہو یا گھی کہ جو ابھی دودھ سے نکالا نہ ہو یا کڑیوں کی جو چھت میں ہیں یا جو تھان ایب ہو کہ پھاڑ کر نہ بیجا جاتا ہو اس میں سے ایک گز آدھ گز کی بیج جیسے شروع اور گلبدن کے تھان یہ سب ناجائز ہیں اور اگر مشتری نے ابھی بیج کو قح نہیں کیا تھا کہ بالغ نے چھت میں سے کڑیاں نکال دیں یا تھان میں سے وہ کھڑا پھاڑ دیا تو اب یہ بیج صحیح ہوگئی۔ (در مختار، کتاب بیوع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آکر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دوسرے اختیارات میں چاہے تو جانور کو رکھ لے، اور چاہے تو واپس کر دے۔ اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدل دے دے۔ ابو صالح، یحییٰ، ولید بن ربیع اور موسیٰ بن یاسر سے بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ایک صاع کھجور ہی کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین سے ایک صاع کھجور کی روایت کی ہے اور یہ کہ خریدار کو (صورت مذکورہ میں) تین دن کا اختیار ہوگا۔ اگرچہ بعض دوسرے راویوں نے ابن سیرین ہی سے ایک صاع کھجور کی بھی روایت کی ہے، لیکن تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں کیا اور (تاوان میں) کھجور دینے کی روایات ہی زیادہ ہیں۔

نام نہاد وغیر مقلد وحید زمان لکھتے ہیں کہ لونڈی ہو یا گدھی ان کے دودھ کے بدل ایک صاع نہ دیا جائے گا۔ اور حنابلہ نے گدھی کے دودھ کے بدلے صاع دینا لازم نہیں رکھا۔ لیکن لونڈی میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور جمہور اہل علم، صحابہ و تابعین اور مجتہدین نے باب کی حدیث پر عمل کیا ہے کہ ابلی صورت میں مشتری چاہے تو وہ جانور پھر دے اور ایک صاع کھجور دودھ کا بدل دے دے۔ خواہ دودھ بہت ہو یا کم اور حنفیہ نے قیاس پر عمل کر کے اس صحیح حدیث کا خلاف کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقہ نہ تھے۔ اس لیے ان کی روایت قیاس کے خلاف قبول نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کھلی دھوکا مشقی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم نقل فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جن کو حنفی فقہ اور اجتہاد میں امام بنتے ہیں، ان سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ اور شاید حنفیہ کو ازام دینے کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کیا ہے اور خود حنفیہ نے بہت سے مقاموں میں حدیث سے قیاس جلی کو ترک کیا ہے، جیسے وضو ہائینہ اور جہتہ میں پھر یہاں کیوں ترک نہیں کرتے۔ اور امام ابن قیم نے اس مسئلہ کے مالک و مالعیہ پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہوئے حنفیہ پر کافی رد کیا ہے۔

شاید مولوی وحید زمان نے اختلاف کا مذہب پڑھا ہی نہ تھا کہ ان کا موقف حدیث کے خلاف یہ کراچی عادت پوری کرتی ہے کہ جھوٹ ان لوگوں کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص مصراۃ بکری خریدے اور اسے واپس کرنا چاہے تو (اصل مالک کو) اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائلہ والوں سے (جو مال بیچنے گئیں) آگے بڑھ کر خریدنے سے منع فرمایا ہے۔ (حدیث نمبر 2149 :)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تجارتی) قائلوں کی پیشوائی (ان کا سامان شہر پہنچنے سے پہلے ہی خرید لینے کی غرض سے) نہ کرو۔ ایک شخص کسی دوسرے کی بیچ بیچ نہ کرے اور کوئی بخش نہ کرے اور کوئی شہری بدوی کا مال نہ بیچے اور بکری کے تھن میں دودھ نہ روکے۔ لیکن اگر کوئی اس (آخری) صورت میں جانور خریدے تو اسے

دہنے کے بعد دونوں طرح کے اختیارات ہیں۔ اگر وہ اس بیع پر راضی ہے تو جانور کو روک سکتا ہے اور اگر وہ راضی نہیں تو ایک صاع بھجور اس کے ساتھ دے کر اسے واپس کر دے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2150)

بکریوں کی پشتوں پر اون کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا الصُّوفَ عَلَى ظَهْرِ النَّمَمِ) لِأَنَّهُ مِنْ أَوْصَافِ الْحَيَوَانِ ، وَلَأنَّهُ يَنْبُتُ مِنْ أَسْفَلِ فَيَخْتَلِطُ الْمَيْعُ بغيرِهِ ، بِخِلَافِ الْقَوَائِمِ ؛ لِأَنَّهُ تَزِيدُ مِنْ أَعْلَى ، وَبِخِلَافِ الْقَصِيلِ لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ قَلْعَهُ ، وَالْقَطْعُ فِي الصُّوفِ مُتَعَيَّنٌ فَيَقَعُ التَّنَازُعُ فِي مَوْضِعِ الْقَطْعِ ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الصُّوفِ عَلَى ظَهْرِ النَّمَمِ ، وَعَنْ لَبَنِ فِي ضَرْعٍ ، وَعَنْ سَمْنٍ فِي لَبَنِ) وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي هَذَا الصُّوفِ حَيْثُ جَوَزَ بَيْعَهُ فِيمَا يُرَوَى عَنْهُ .

ترجمہ

فرمایا: اور بکری کی پشت پر اون کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اون حیوان کے اوصاف میں سے ہے کیونکہ اون میچے سے اگنے والی ہے پس میچ غیر میچ کے ساتھ ملنے والی ہے یہ خلاف درختوں کے شاخوں کے کیونکہ وہ اوپر کی جانب سے بڑھنے والی ہیں یہ خلف ہزہتی کے کیونکہ اس کو اکھاڑنا ممکن ہے جبکہ اون میں کاٹنا معین ہے۔ پس کاٹنے کی جگہ میں اختلاف ہو جائے گا اور یہ حکم صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بکری کی پشت پر اون کی بیع، چھن میں دودھ کی بیع اور دودھ میں گھی کی بیع سے منع کیا ہے اور اون کے بارے میں یہ حدیث حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان سے روایت کردہ ایک روایت کے مطابق اس بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

بائع کے ضرر کے بغیر میع کو سپرد کرنے کا فقہی بیان

علامہ علاء الدین کا سانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صحت بیع کی شرائط میں سے یہ ہے کہ میع مقدوراً تسلیم ہو بغیر اس کے کہ بائع کو ضرر لاحق ہو، چنانچہ اگر کسی نے صحت میں لگی ہوئی ہتیر یا دیوار میں لگی ہوئی اینٹیں یا شیشی یا دانی کی پڑے میں سے ایک گز فروخت کیا تو جائز نہیں پھر اگر بائع نے میع کو اکھاڑا، یا کاٹ دیا اور مشتری کے بیع کو فسخ کرنے سے پہلے میع مشتری کے حوالے کر دیا تو بیع جائز ہوگی یہیں تک کہ مشتری کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کو لے کیونکہ مائع جواز تو تسلیم کے سبب سے بائع کو لاحق ہونے والا ضرر تھا جبکہ بائع نے اپنی رضا مندی اور اختیار سے تسلیم میع کر دیا تو وہ مائع زائل ہو گیا اور بیع جائز اور لازم ہو گئی، فرق کیا گیا ہے درمیان مذکورہ صورت کے اور درمیان اس کے کہ زندہ دنبہ کی بچکی، کچھو میں موجود گھٹلی زیتون میں موجود روغن، گندم میں موجود

آتا، تروڑ میں موجود دھج اور اس طرح کی دیگر اشیاء فروخت کی جائیں۔ کیونکہ ان میں سرے سے بیع منعقد ہی نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر بائع بیع کو مشتری کے حوالے بھی کر دے تب بھی جائز نہ ہوگی اور اصل محفوظ یہ ہے کہ اگر تسلیم بیع بائع کو ایسا ضرر پہنچے بغیر ممکن نہ ہو جو ضرر اصل خلقت سے ثابت شدہ اتصال کے قطع کی طرف لوٹتا ہے تو بیع باطل ہوگی۔

اور اگر تسلیم بیع ایسے ضرر کے بغیر ممکن نہ ہو جو اتصال عارضی کے قطع کی طرف لوٹتا ہے تو بیع فاسد ہوگی مگر جب بائع اپنے اختیار سے قطع کر کے تسلیم بیع کر دے تو بیع جائز ہو جائیگا۔ اور اس اصل پر قیاس کا تقاضا ہے کہ بکریوں کی پشت پر اگی ہوئی اون کی بیع جائز ہو کیونکہ اس میں تسلیم ممکن ہے بائع کو ضرر لاحق ہوئے بغیر جو سبب اون کاٹنے کے لازم آتا ہے مگر فقہاء نے اس کے جائز نہ ہونے کو مستحسن قرار دیا۔

اس نص کی وجہ سے جس کو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا اور اس وجہ سے کہ اون کو بڑے کاٹنا حیوان کو ضرر پہنچانے سے خالی نہیں اور بڑے کاٹنے کے اوپر سے کاٹیں تو کاٹنے کی جگہ متعین نہیں لہذا اس میں جھگڑا پیدا ہوگا اس لئے ناجائز ہے اس طرح میں کہتا ہوں کہ یہ مفسد کے دور نہ ہونے کے باب سے ہو گیا اور صاحب بدائع کا قول کہ "بائع نے چھت میں لگی شہتیر یا دیوار میں لگی ہوئی اشیائیں فروخت کیں" تو اس میں احتمال ہے کہ وہ شہتیر اور اشیائیں معین ہوں تو اس میں سوائے ثروم ضرر کے کسی اور جہت سے فساد نہ ہوگا۔ (بدائع الصنائع، کتاب المبیع)

چھت پر چھتیر کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَجِدْعٌ فِي سَقْفٍ وَذِرَاعٌ مِنْ ثَوْبٍ ذَكَرَا الْقَطْعَ أَوْ لَمْ يَذْكُرَاهُ) لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ التَّسْلِيمَ إِلَّا بِضَرْبٍ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ عَشْرَةَ ذَرَاهِمَ مِنْ نَقْرَةٍ فَضَةً لِأَنَّهُ لَا ضَرَرَ فِي تَبْعِيضِهِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُعَيَّنًا لَا يَجُوزُ لِمَا ذَكَرْنَا وَلِلْجَهَالَةِ أَيْضًا، وَلَوْ قَطَعَ الْبَائِعُ الذِّرَاعَ أَوْ قَلَعَ الْجِدْعَ قَبْلَ أَنْ يَفْسَخَ الْمُشْتَرِي يَعُودَ صَحِيحًا لَزَوَالِ الْمُفْسِدِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ النَّوْيَ فِي الثَّمَرِ أَوْ الْبَذَرَ فِي الْبُطِيخِ حَيْثُ لَا يَكُونُ صَحِيحًا.

وَأِنْ شَقَّهْمَا وَأَخْرَجَ الْمَبِيعَ لَأَنَّ فِي وُجُودِهِمَا اخْتِمَالًا، أَمَّا الْجِدْعُ فَعَيْنٌ مَوْجُودٌ.

قَالَ (وَضَرْبَةُ الْقَارِصِ) وَهُوَ مَا يَخْرُجُ مِنَ الصَّيْدِ بِضَرْبِ الشَّبَكَةِ مَرَّةً لِأَنَّهُ مَجْهُولٌ وَلِأَنَّ فِيهِ غَرَرًا.

ترجمہ

فرمایا: چھت پر موجود چھتیر کی بیع اور کپڑے میں سے صرف ایک ٹکڑی کی بیع جائز نہیں ہے خواہ عقد کرنے والوں نے کپڑے

کے کاٹنے کی جگہ کو بیان کیا ہے یا نہیں بیان کیا۔ کیونکہ نقصان کے بغیر اس کو حوالے کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب چاندی کی ڈلی سے دس درہم چاندی کو بیچ دیا ہے کیونکہ ڈلی کو گلوے غلوے کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

اور اگر جمہیر اور گز معین نہ ہوں تب بھی ان کی بیع جائز نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرائے ہیں۔ ہاں جہالت کے سبب سے بھی منع ہے۔ اور جب مشتری کے بیع کرنے سے پہلے ہی بائع نے گز کاٹ دیا ہے یا جمہیر کو نکال لیا ہے تو بیع صحیح ہو کر لوٹنے والی ہے کیونکہ فساد ہی ختم ہو گیا ہے۔ یہ خلاف اس حالت کے کہ جب چھوہاروں میں موجود گھنٹوں کو فروخت کیا یا فروزے میں موجود بیج کو فروخت کیا ہے تو بیع صحیح نہ ہوگی خواہ وہ چھوہاروں اور فروزوں کو پھاڑ کر ان سے بیج کو نکال دے۔ کیونکہ ان میں سبب اور بیج کے موجود ہونے کا احتمال ہے جبکہ جمہیر تو معین و موجود ہے۔

شکار کے ایک وار کی بیع بھی جائز نہیں ہے اور یہ وہ شکار ہے جو ایک بار چال کو پھینکنے سے حاصل ہو کیونکہ ایسا شکار مجہول ہے اور اس میں دھوکہ بھی موجود ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صحت میں لگی ہوئی معین ہیت کی بیع قاسد ہے رہی غیر معین تو اس کی بیع نہیں ہو سکتی (ابن کمال) اور جس کپڑے کو جمہیر نقصان دے اس میں سے ایک گز کی بیع قاسد ہے پھر اگر مشتری کے بیع کو بیع کرنے سے قبل بائع نے اس کپڑے کو کاٹ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر کاٹنا اس کو نقصان نہیں پہنچاتا تو بائع کے نہ ہونے کی وجہ سے بیع جائز ہے۔ (در مختار، کتاب البیوع باب المبیع الفاسد)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور وہ ضعیف ہے کیونکہ غیر معین میں فساد بیع کی علت لزوم ضرر اور جہالت کو قرار دیا گیا تو جب بائع نے ضرر کو برداشت کر لیا اور بیع مشتری کے سپرد کر دیا تو مقصد اہل ہو گیا اور جہالت بھی جاتی رہی، یہی وجہ ہے کہ بیع میں اس پر جزم کیا گیا کہ بیع صحت کی طرف پلٹ آئے گی۔ (در مختار، کتاب بیوع)

بیع مزایہ و محالہ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الْمُزَانَبَةِ وَهُوَ بَيْعُ النَّعْمِ عَلَى النَّحْلِ بِتَمَرٍ مَعْدُودٍ مِثْلِ كَيْلِهِ خَرَصًا) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ الْمُزَانَبَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ فَالْمُزَانَبَةُ مَا ذَكَرْنَا وَالْمُحَاقَلَةُ بَيْعُ الْيَنْطِطِ فِي سُنْبُلَيْهَا بِحِنْطَةٍ مِثْلِ كَيْلِهَا خَرَصًا ؛ وَلِأَنَّهُ بَاعَ مَكِيلًا بِمَكِيلٍ مِنْ جَنْبِهِ فَلَا تَجُوزُ بِطَرِيقِ الْخَرَصِ كَمَا إِذَا كَانَا مَوْضُوعَيْنِ عَلَى الْأَرْضِ ، وَكَذَا الْغَنَبُ بِالزَّبِيبِ عَلَى هَذَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَجُوزُ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

يَهَىٰ عَنِ الْمُرَابَنَةِ وَرَخَّصَ فِي الْقَرَايَا وَهُوَ أَنْ يُبَاعَ بِخَرْصِهَا تَمَرًا لِمَا ذُورَ حُمْسَةً
أَوْ سِقًا ."

قُلْنَا: الْقَرَبَةُ: الْعَصِيَّةُ لَفَةً، وَتَأْوِيلُهُ أَنْ يَبِيعَ الْمُعْرَى لَهُ مَا عَلَى النَّخِيلِ مِنَ الْمُعْرَى بِتَمَرٍ
مُخَدَّرٍ، وَهُوَ بَيْعٌ مَجَازًا لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ فَيَكُونُ بَرًّا مُبْتَدَأً.

ترجمہ

فرمایا: اور بیع مزانہ جائز نہیں ہے اور مزانہ یہ ہے کہ درختوں پر موجود کھجور کو کونے ہوئے چھوہاروں کے بدلے میں ان کے
وزن کے برابر اندازے سے بیچا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بیع مزانہ اور محالہ سے منع کیا ہے۔ مزانہ وہی بیع ہے جس ہم بیان
کرائے ہیں۔

اور محالہ یہ ہے کہ گندم کو ان کی بالیوں میں ان کے ہم وزن گندم کے بدلے میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔ پس اندازے
سے یہ بیع ناجائز ہوگی جس طرح اس حالت میں جائز نہیں ہے کہ جب وہ دونوں زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔ اور اسی طرح انگور کو کشش
کے بدلے میں بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مزانہ پانچ وسق سے کم کے اندر جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مزانہ سے منع کیا
ہے مگر عریا کی اجازت دی ہے اور عریا یہ ہے کہ کھجور کے پانچ وسق سے کم میں اندازے سے بیچ دیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں عطیہ کو عری کہتے ہیں اور حدیث مبارکہ کی تاویل یہ ہے کہ عطیہ لینے والا درختوں پر موجود کھجور کے
عطیہ دینے سے کٹائی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں بیچ دے۔ اور یہ بیع بطور مجاز ہے۔ کیونکہ معری لہ ان پھوس کا مالک نہیں ہے پس
معری کا اس کو بچل دے دینا یہ ایک جدید احسان ہوگا۔

بیع مزانہ کی ممانعت کا بیان

یہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عری کا
بیان۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانہ اور محالہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب بیوع)

اس وقت وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر وضاحت کیا ہے، مزانہ کے معنی تو معلوم ہو چکے۔ یہی فقہ یہ ہے کہ ابھی گہوں
کھیت میں ہو۔ بالیوں میں اس کا اندازہ کر کے اس کو اترے ہوئے گہوں کے بدلے میں بیچے۔ یہ بھی منع ہے۔ محالہ کی تفسیر
میں شوکانی فرماتے ہیں۔ قد اختلف فی تفسیرھا فمنہ من فسرھا فی الحدیث فقال ھی بیع الحقل بکیل من
الطعام و قال ابو عیاد ھی بیع الطعام فی سنبله و الحقل الحوت و موضع الزرع۔

یعنی ہا قلعہ کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر اس کھیت سے کی ہے جس کی کھڑی کھیتی کو اندازاً مقررہ مقدار کے غمہ سے بچ دیا جائے۔ ابو سعید نے کہا وہ غلہ کو اس کی بالیوں میں بیچنا ہے اور محل کا معنی کھیتی اور متعمر زراعت کے ہیں۔ یہ بیچ ہا قلعہ ہے جسے شرع محمدی میں منع قرار دیا گیا۔ کیوں کہ اس میں جائن کو قطع و نقصان کا احتمال قوی ہے۔

مزید کی تفسیر میں مولانا شوکانی فرماتے ہیں: والمزابنة بالزای والموحدة والنون قال فی الفتح هی مفاعلة من الزبب بفتح الزای وسكون الموحدة وهو الذفع الشديد ومنه سميت الحرب الزبون لشدة الدفع فيها وقيل للبيع المخصوص مزابنة كان كل واحد من المتبايعين يدفع صاحبه عن حقه او لان احدهما اذا وقع مافيده من الغبن اراد دفع البيع يفسخه و اراد الاخر دفعه عن هذه الارادة بامضاء البيع وقد فسرت بما في الحديث اعني بيع النخل باوماق من التمر و فسرت بهذا و بيع العنب بالزبيب كما فی الصحيحین .

(نیل اناطار)

مزانبہ زبن سے مفاعلہ کا مصدر ہے۔ جس کا معنی رفع شدید کے ہیں، اسی لیے لڑائی کا نام بھی زبون رکھا گیا کیوں کہ اس میں شدت سے مدافعت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیچ مخصوص کا نام مزانبہ ہے۔ گویا دینے والا اور لینے والا دونوں میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو اس کے حق سے محروم رکھنے کی شدت سے کوشش کرتا ہے یا یہ معنی کہ ان دونوں میں سے جب ایک اس سودے میں فتن سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس بیچ کو قطع کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسرا بیچ کا نفاذ کر کے اسے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور حدیث کی بھی تفسیر کر چکا ہوں۔ یعنی ترکھور کو خشک کھجور سے بیچنا اور انوروں کو مٹکی سے بیچنا جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

عہد جاہلیت میں بیوع کے یہ جملہ مذموم طریقے جاری تھے۔ اور ان میں قطع و نقصان ہر دو کا قوی احتمال ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لینے والے کے دارے تیار ہو جاتے اور بعض دفعہ وہ اصل پونجی کو بھی گنوا بیٹھتا۔ اسلام نے ان جملہ طریقہ ہائے بیوع کو سختی سے منع فرمایا۔ آج کل ایسے دھوکے کے طریقوں کی جگہ لافری، سٹریس وغیرہ نے لے لی ہے۔ جو اسلامی احکام کی روشنی میں نہ صرف ناجائز بلکہ سود بیوت سے دائرہ میں داخل ہیں۔ خرید و فروخت میں دھوکہ کرنے والے کے حق میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔ مثل ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا من غشنا فلیس منا جو دھوکہ بازی کرنے والا ہے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے اس طرح ترکھور خشک کھجور کے بدل برابر برابر بیچنا ناجائز ہے کیوں کہ ترکھور سوکھے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے، جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو اگر وہ کھجور ہیں تو نوئی ہوئی کھجور کے بدلے میں ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے، اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے میں بیچا جائے۔ آپ نے ان تمام قسموں کے لین و دین سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کھیتی کو اس کے کاٹنے سے پہلے غلہ کے ساتھ بچھا دینا درست نہیں۔ اس لیے کہ وہ ایک معلوم غلہ کے ساتھ بھول چیز کی بیج ہے۔ اس میں ہر دو کے لیے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی ترکہ کاٹنے کے بعد خشک کے ساتھ بچھا دینا جمہور اس قسم کی تمام بیجوں کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان سب میں نفع و نقصان ہر دو احتمالات ہیں۔ اور شریعت محمدیہ ایسے جملہ ممکن نقصانات کی بیجوں کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

عرب کے مفہوم میں فقہی تصریحات

امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عرب یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کے طور پر) دے دے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کہ چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لیے رخصت دی گئی ہے اور ابن ادریس (امام شافعی رحمہ اللہ علیہ) نے کہا کہ عرب یہ جائز نہیں ہوتا مگر (پانچ وقت سے کم میں) سوکھی کھجور ٹاپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ وقت سے ٹاپ کر کھجور دی جائے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عرب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک درخت کسی کو عاریتاً دے دے اور بڑے نے سفیان بن حسین سے بیان کیا کہ عرب یہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو لکھ دے دیا جائے، لیکن وہ کھجور کے پتے کا انتظار نہیں کر سکتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجور کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بچ سکتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیج جاسکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرابی کچھ عین درخت جن کا سیوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2192)

شوکانی عرابی کی تفصیل ان لفظوں میں پیش فرماتے ہیں عرابی عریق کی جمع ہے اور دراصل یہ کھجور کا صرف پھل کسی بیج مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دینا ہے۔ عربوں کا طریقہ تھا کہ وہ فقراء مسکین کو فصل میں کسی درخت کا پھل بطور بخشش دے دیتے کرتے تھے جیسا کہ بکری اور اونٹ والوں کا بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی غریب مسکین کے حوالہ صرف دودھ پینے کے لیے بکری یا اونٹ کر دیا کرتے تھے۔

شوکانی فرماتے ہیں عرابی ان کھجوروں کو کھا جاتا ہے جو مسکین کو عاریتاً بخشش کے طور پر دے دی جاتی ہیں۔ پھر ان مسکین کو تنگ دس کی وجہ سے ان کھجوروں کا پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ پس ان کو رخصت دی گئی کہ وہ جیسے مناسب باہمیں سوکھی کھجوروں سے ان کا تدارک کر سکتے ہیں۔ و قال الجوہری ہی الخلة النبی یعربھا صحابھا رجلا محتاجا بان یعجل لہ عمرھا عاماً یعنی جوہری نے کہا کہ یہ وہ کھجور ہیں جس کے پھلوں کو ان کے، مک کی بیج کو عرابی عرابی بطور بخشش

میں سے اسے نہ کرتے ہیں۔ عریانی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کے لیے فقہ الباری کا مطالعہ ضروری ہے۔

مواہبات کا آخر میں فرماتے ہیں بیع عریانی کی جتنی بھی صورتیں صحیح حدیث میں وارد ہیں یا اہل شیعہ یا اہل اہل سنت سے وہ ثابت ہو سب جائز ہیں۔ اس لیے کہ وہ مطلق اذن کے تحت داخل ہیں۔ اور بعض احادیث بعض صورتوں میں جو بطور نہیں وارد ہیں ان کے متعلق نہیں ہیں جو بعض ان کے غیر سے ثابت ہیں۔

بیع عریانی کے جزاء میں اہم پہلو غریب، مساکین کا مفاد ہے جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے بچوں کے ہتھ دینے کا انتظار کرنے سے محذور ہیں۔ ان کوئی الحال شکم پری کی ضرورت ہے اس لیے ان کو اس بیع کے لیے اجازت دی گئی۔ ثابت ہوا کہ عقل صحیح بھی اس کے جزئی تائید کرتی ہے۔

بیع دسہ و منابزہ سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ بِالْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْمَلَامَسَةِ وَالْمُنَابَزَةِ)، وَهَذِهِ بَيُوعٌ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ أَنْ يَتَرَاوَصَ الرَّجُلَانِ عَلَى سِلْعَةٍ: أَيَّ يَتَسَاوَمَانِ، فَإِذَا لَمَسَهَا الْمُشْتَرِي أَوْ نَبَذَهَا إِلَيْهِ الْبَائِعُ أَوْ وَضَعَ الْمُشْتَرِي عَلَيْهَا حَصَاةً لَزِمَ الْبَيْعُ؛ فَلَا أَوَّلَ بَيْعٍ الْمَلَامَسَةِ وَالثَّانِي الْمُنَابَزَةِ، وَالثَّالِثُ إلقاءُ الْحَجَرِ، (وَقَدْ نَهَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الْمَلَامَسَةِ وَالْمُنَابَزَةِ) وَلَئِنْ فِيهِ تَعْلِيلًا بِالْخَطَرِ.

ترجمہ

فرمایا: اور اتفاقاً حجر اور ملاسہ اور منابزہ کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ یہ دو آدمی کسی سامان کے بارے میں باہمی گفتگو کرتے پھر جب مشتری اس سامان کو چھوڑ دیتا اور بائع مشتری کی طرف اس سامان کو پھینک دیتا اور مشتری اس پر ننگری ڈال دیتا تو بیع لازم ہو جاتا لہذا پہلی بیع ملاسہ اور دوسری منابزہ جبکہ تیسری القاء حجر کہلاتی ہے۔ جبکہ چوتھی بیع ملاسہ اور منابزہ سے منع کیا ہے کیونکہ ان میں ملکیت کو خطرے میں مطلق کرتا ہے۔

بیع منابزہ کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے اور ننگریاں مارنے کی بیع سے منع فرمایا اس باب میں حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابو سعید، اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابو ہریرہ حسن صحیح ہے اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ دھوکے والی بیع حرام ہے۔

اہل شافعی فرماتے ہیں کہ دھوکے والی بیع میں یہ چیزیں داخل ہیں مچھل کا پانی میں ہوتے ہوئے فروخت کرنا اور پرندے کا

اڑتے ہوئے فروخت کرنا اور اسی طرح کی دوسری بیوع بھی اسی ضمن میں آتی ہیں۔ بیع المصاعہ کنکری مارنے والی بیع کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے دار خریدنے والے سے یہ کہے کہ جب میں تیری طرف کنکری پھینکوں تو میرے اور تیرے درمیان بیع واجب ہوگئی، بیع منبذہ ہی کے مشابہ ہے یہ سب زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1247)

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پہناوے سے اور دو طرح کی بیع سے منع کیا ہے وہ مدامت اور منابذت ہیں۔

مدامت یہ ہے کہ ایک شخص معنی خریدار دوسرے شخص یعنی تاجر کے کپڑے کو جسے وہ لینا چاہتا ہے دن میں یا رات میں صرف ہاتھ سے چھو لے اسے کھول کر الٹ کر دیکھے نہیں اور اس کا یہ چھوٹا بیع کے لئے ہو اور منابذت یہ ہے کہ معاملہ کرینوالوں میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینک دے اور اس طرح بغیر دیکھے بھالے اور بغیر اظہار رضامندی کے بیع ہو جائے اور جن دو طرح کے پہناوے سے منع فرمایا ہے ان میں سے ایک کپڑے کو (سماء) کے طور پر پہننا ہے۔

اور (سماء) کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ایک مونڈھے پر اس طرح کپڑا ڈال لے کہ اس کی دوسری سمت کہ جس پر کپڑا نہ ہو ظاہر و برہنہ رہے اور دوسرا پہناوہ جس سے منع کیا گیا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے گرد اس طرح کپڑا لپیٹ لے کہ جب وہ بیٹھو اس کی شرمگاہ اس کپڑے سے بالکل عاری ہو (بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 82)

مدامت کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز مثلاً کپڑا خریدنے جاتا تو کپڑے کو ہاتھ لگا دیتا کپڑے کو ہاتھ لگاتے ہی بیع ہو جاتا تھی نہ تو آپس میں قولی ایجاب و قبول ہوتا تھا کہ دکاندار تو یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ چیز بیچ دی اور خریدار یہ کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ چیز خرید لی اور نہ فعلی لین و دین جسے اصطلاح فقہ میں تعاطی کہتے ہیں ہوتا تھا کہ دکاندار برضاء و رغبت خاموشی کے ساتھ وہ چیز دیتا اور خریدار اس کی قیمت ادا کر دیتا بلکہ خریدار کا اس چیز کو ہاتھ سے چھو دینا کافی سمجھا جاتا تھا۔

علامہ عینی نے حدیث کے الفاظ (لا یقبلہ الا بذلك) (اسے کھول الٹ کر دیکھے نہیں) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کپڑے کو عداوہ چھونے کے نہالے نہ کھولے معنی چاہئے تو یہ کہ کپڑے کو کھولا جائے اور اچھی طرح دیکھ بھلا جائے مگر بیع مدامت کرینوالہ کھولنا تھا نہ اسے دیکھنا بھلا تھا البتہ صرف اسے چھو لیتا تھا ظاہر ہے کہ کسی چیز کو محض چھو لیا اس کو الٹ کھول کر دیکھنے بھانے کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔

بہر کیف مدامت میں جاہلیت میں خرید و فروخت کا ایک خاص طریقہ تھا کہ جہاں ایک نے دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگایا پس بیع ہوئی نہ وہ اس کو دیکھتے بھالتے تھے اور نہ شرط بخیار کرتے تھے کہ اس کو دیکھنے کے بعد اگر چاہیں گے تو رکھیں گے ورنہ اس کو واپس کر دیں گے چونکہ یہ ایک بالکل غلط طریقہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

منابذت کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دونوں صاحب معاملہ نے جہاں آپس میں ایک دوسرے کی طرف کپڑا ڈالا پس بیع ہوگئی بیع منبذہ بھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی ایام جاہلیت میں رائج بیع کا ایک طریقہ تھا ہذا اس کی ممانعت بھی فرمائی

فی

(صہاء) کے ایک معنی تو وی ہیں جو ترشہ کا ظہار کئے گئے لیکن اس کا زیادہ واضح اور مشہور مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑا لٹا کر اسے سر سے پاؤں تک اپنے بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ بھی اس کے اندر لپٹے رہیں اور جسم کہیں سے کھلا نہ رہے۔
غالب ہے کہ اس طرح آدمی بالکل مفلوج و ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔
دوسرا پہتاوا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص کولہوں پر بیٹھ جائے اور دونوں زانوں کو کھڑا کرے اور پھر اپنے زانوں اور کمر کے گرد کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ لے کہ ستر کھلا رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں ستر کی پردہ پوشی نہیں ہوتی چنانچہ اگر کوئی شخص مذکورہ بالا صورت میں اس طرح کپڑا لپیٹے کہ اس کا ستر چھپ رہے تو پھر یہ سخت نہیں رہے گی۔ بطور نکتہ ایک بات ذہن میں رہے کہ زانوں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھنا مسنون ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ کی بیچ سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھیلتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیچ لازم بھی جاتی تھی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ دہستہ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر دیکھے صرف اسے چھو دیتا (اور اسی سے بیچ، زم دو بولی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیچ قرار دیا گیا)۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2145)

ہم سے قہر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ طرح کے لباس پہننے سے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوشت مار کر بیٹھے، پھر اسے موٹے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرم گاہ کھلی رہے) اور وہ طرح کی بیچ سے منع کیا ایک بیچ ملاستہ سے اور دوسری بیچ منابذہ سے۔

اس روایت میں دوسرے لباس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ اشتمال صہاء ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یعنی ایک ہی کپڑا سارے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ نکل سکیں۔ نسائی کی روایت میں ملاستہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں اپنا کپڑا تیرے کپڑے کے عوض بیچتا ہوں اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے صرف چھوئے، اور بیچ منابذہ یہ ہے کہ مشتری اور بائع میں یہ ٹھہرے کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دوں گا اور جو تیرے پاس ہے وہ تو میری طرف پھینک دے۔ پس ان شرط پر بیچ ہو جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کتنا اور کیا مال ہے۔

بیچ حاضرہ مزانبہ کا مفہوم و حکم کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ، محاضرہ، ملاسہ، منابذہ اور مزانبہ سے منع فرمایا ہے۔

ما نفعنا منہ فیہ و المراد بیع الحمار و الحبوب قبل ان یدو صلاحیہا یعنی محاضرہ کے معنی بکنے سے پہلے ہی

فصل کو حکیت میں بیچنا ہے اور یہ ناجائز ہے۔ محالہ کا مفہوم بھی یہی ہے۔ دیگر واردہ اصطلاحات کے معانی ان کے مقدمات پر مفسر بیان ہو چکے ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2208)

ہم سے فقیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو زہو سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آسکا تو تم کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لیے حلال کرو گے۔

کوئی بھی ایسا پہنلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لیے نقصان ہونے کا احتمال ہو، شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے، ہاں جائز طور پر سودا ہونے کے بعد نفع نقصان یہ قسمت کا معاملہ ہے۔ تجارت نفع ہی کے لیے کی جاتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ گھٹا بھی ہو جاتا ہے ہذا یہ کوئی چیز نہیں۔ آج کل ریس وغیرہ کی شکلوں میں جو حدے چل رہے ہیں، شرعاً یہ سب حرام اور ناجائز بلکہ سو خوری میں داخل ہیں۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب ظاہر ہے کہ تم نے اپنا کچا باغ کسی بھائی کو بیچ دیا اور اس سے طے شدہ روپیہ بھی وصول کر لیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لاسکا۔ آفت زدہ ہو گیا یا کم پھل لایا تو اپنے خریدار بھائی سے جو رقم تم نے وصول کی ہے وہ تمہارے لیے کس جنس کے عوض حلال ہوگی۔ پس ایسا سودا ہی نہ کرو۔

ایک کپڑے کی بیچ دو کپڑوں کے ساتھ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ ثَوْبٍ مِنْ ثَوْبَيْنِ) لِجَهَالَةِ الْمَبِيعِ ؛ وَلَوْ قَالَ : عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ لَمْ يَأْخُذْ أَتَيْتُمَا شَاءَ جَزَاءَ الْبَيْعِ اسْتِحْسَانًا ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ بِفُرُوعِهِ .

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى وَلَا إِجَارَتُهَا) الثَّمَرُ الْكُلُّ ، أَمَّا الْبَيْعُ فَلِأَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مَا لَا يَخْلِكُهُ لِاشْتِرَاكِ النَّاسِ فِيهِ بِالْحَدِيثِ ، وَأَمَّا الْإِجَارَةُ فَلِأَنَّهَا عَقْدٌ عَلَى اسْتِثْلَاكِ عَيْنٍ مُبَاحٍ ، وَلَوْ عَقِدَ عَلَى اسْتِثْلَاكِ عَيْنٍ مَمْلُوكٍ بَأَنِّ اسْتِئْجَارٍ بَقَرَةٌ لَشَرِبَتْ لَبَنَهَا لَا يَجُوزُ فَهَذَا أَوَّلُی .

ترجمہ

فرمایا: اور ایک کپڑے کی بیچ دو کپڑوں کے ساتھ جائز نہیں ہے کیونکہ بیچ مجہول ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اس شرہ کے ساتھ بیچ دیا ہے کہ مشتری کو اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جس کو چاہے اس کو لے لے گا۔ تو یہ بطور استحسان بیچ ناجائز ہو جائے گی اور اس کی فروعات کے ساتھ اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔

اور چراگاہ کو بیچنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ اور چراگاہ سے مراد اس کی گھاس ہے جہاں تک بیچ کا تعلق ہے تو وہ

اس جب سے ناجائز ہے کہ بیع ایک ایسی چیز پر واقع ہوئی ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک کے مطابق اس میں سارے لوگ مشترک ہیں اور کرانے کا عدم جواز اس دلیل کی وجہ سے ہے کہ اجارہ ایک مباح مال کو ہلاک کرنے پر واقع ہونے والا ہے اور جب اجارہ مال مملوک کو ہلاک کرنے پر منعقد ہو جائے تو ناجائز ہے پس وہ یہاں تو بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔

بیع کی جہالت کے سبب نزاع کا بیان

علامہ علاء الدین کا سانی خفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر بائع نے کہا میں نے غلام اس کی قیمت کے عوض بیچا تو بیع فاسد ہے کیونکہ مختلف قیمت لگانے والوں کے اعتبار سے اس غلام کی قیمت مختلف ہوگی تو اس طرح ثمن مجبول ہوگا اس طرح اگر غلام بیچا اس چیز کے بدلے میں جس کا فیصلہ مشتری یا فلاں شخص کرے گا تو بھی بیع فاسد ہوگی کیونکہ معلوم نہیں فلاں شخص کیا فیصلہ کرے گا اور جہالت ثمن صحت بیع سے مانع ہے پھر جب مشتری کو ثمن کا علم ہوا اور وہ اس پر رضا مند ہو گیا تو بیع جائز ہو جائے گی کیونکہ جہالت مجلس کے اندر ہی زائل ہوگی تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے گویا کہ عقد کے وقت معلوم تھا اور اگر ثمن کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ بائع اور مشتری تفرق ہو گئے تو فساد مستحکم ہو گیا۔

اور اسی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی ہے کہ اگر حالت عقد میں تمام ثمن اس طرح مجبول ہوں کہ جہالت مجزئے تک پہنچائے تو یہ فساد عقد کا موجب بنے گی اور ہمارے نزدیک جب مجلس کے اندر جہالت رفع ہو جائے تو عقد جواز کی طرف پلٹ آتا ہے کیونکہ مجلس اگر چہ طویل ہو اس کا حکم ساعت عقد والا ہی ہوتا ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ جب کسی نے لکھی ہوئی قیمت کے بدلے میں کپڑا خریدا اور مشتری کو اس لکھی ہوئی قیمت کا علم نہیں ہے حتیٰ کہ بیع فاسد ہوئی پھر اسے لکھی ہوئی قیمت کا علم ہوا اگرچہ تو یہ علم افتراق سے قبل ہوا اور اس نے بیع کو اختیار کر لیا تو ہمارے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اگر افتراق کے بعد اسے لکھی ہوئی قیمت کا علم ہوا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں ہوگی۔ (بدائع الصنائع، کتاب بیوع)

شہد کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ النَّحْلِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَجُوزُ إِذَا كَانَ مُحَرَّرًا ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ حَيَوَانٌ مُنْتَفِعٌ بِهِ حَقِيقَةً وَشَرْعًا فَيَجُوزُ بَيْعُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يُؤْكَلُ كَالْبَعْلِ وَالْحِمَارِ . وَلِهَذَا أَنَّهُمَا مِنَ الْهَوَامِّ فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ كَالزَّنَابِيرِ وَالْإِنْتِفَاعُ بِمَا يَخْرُجُ مِنْهُ لَا يَعْنِيهِ فَلَا يَكُونُ مُنْتَفَعًا بِهِ قَبْلَ الْخُرُوجِ ، حَتَّى لَوْ بَاعَ كُوَارَةً فِيهَا عَسَلٌ بِمَا فِيهَا مِنَ النَّحْلِ يَجُوزُ بَيْعُهُ ، كَذَا ذَكَرَهُ الْكَرْخِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ .

ترجمہ

اور شہد کی کھپوں کو بیچنا جائز نہیں ہے اور شیخین کے نزدیک حکم ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ جب کھیاں بائع کی ملکیت میں ہوں تو ان کی بیع جائز ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ شہد کی کھپی ایک ایسا جانور ہے جس سے حقیقی طور پر اور شرعی طور پر دونوں اعتبار سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے۔ پس اس کی بیع جائز ہوگی۔ اگرچہ وہ کھائے جانے والی نہیں ہے۔ جس طرح خچر اور گدھا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شہد کی کھپی زمینی کیڑے مکوڑوں کی طرح ہے پس بھڑ کی طرح اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی۔ البتہ فائدہ اس کھپی سے نکلنے والے شہد سے حاصل کیا جاتا ہے نہ کھپی کے عین سے نفع ہوتا ہے پس وہ شہد کے خرد سے پہلے وہ کسی قسم کے فائدے کی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شہد کا کوئی بھتہ اور اس چنے میں موجود کھپوں کے ساتھ فروخت کیا تو شہد کے تابع ہوتے ہوئے ان کھپوں کی بیع جائز ہوگی اور حضرت امام کرنی علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

ریشم اور شہد کے کیڑوں کی خرید و فروخت

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض بھی اس زمانہ میں متاع خرید و فروخت بن گئے ہیں، ان کی پرورش بھی کی جاتی ہے اور ان کے ذریعہ ریشم، شہد اور بعض ادویہ حاصل کی جاتی ہیں، ریشم کے کیڑے، شہد کی کھیاں اور سانپ اس سلسلہ میں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں، ابتداءً فقہاء نے ان کی خرید و فروخت کو منع کیا تھا کہ یہ ظاہریہ نوع اور نہ تھے اور جن اشیاء میں نفع پہنچانے کی صلاحیت نہ ہو، وہ نہ مال ہیں اور نہ ان کی خرید و فروخت کا کوئی فائدہ ہے؛ لیکن جوں جوں اس طرح کی اشیاء قابل انتفاع ہونے لگیں اور ان سے معاشی مفاد متعلق ہوتا گیا، فقہاء نے ان کی خرید و فروخت کی بھی اجازت دے دی؛ اس لیے فی زمانہ جن کارآمد حشرات کی خرید و فروخت مروج ہو جائے، ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (جدید فقہی مسائل)

حرام جانوروں کی بیع

بند، بلی، چوہا، مینڈک، گدھ، سانپ، کیکڑا وغیرہ حرام جانوروں کا کھانا، احتاف کے نزدیک جائز نہیں؛ اگر یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً دوا کے طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں یا ان کی کھال، ہڈی وغیرہ کارآمد ہوں تو ان کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

ریشم کے کیڑوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ دُودِ الْقَزِّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) لِأَنَّهُ مِنَ الْهَوَامِّ، وَعِنْدَ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ
اللَّهُ يَجُوزُ إِذَا ظَهَرَ فِيهِ الْقَزُّ تَبَعًا لَهُ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ كَيْفَمَا كَانَ لِكُونِهِ
مُنْتَفَعًا بِهِ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ بَيْضَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ) لِمَكَانِ

الضَّرُورَةُ .

وَقِيلَ أَبُو يُوسُفَ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ كَمَا فِي ذَوْدِ الْقَرْزِ وَالْحَمَامِ إِذَا عَلِمَ عَدَدَهَا
وَأَمَكَنَ تَسْلِيمَهَا جَازًا بَيْعُهَا لِأَنَّهُ مَالٌ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ریٹم کے کیڑوں کی بیج جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حشرات الارض ہیں۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب ریٹم ظاہر ہو جائے تو اس کے تابع کرتے ہوئے ان کی بیج جائز ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی بیج جائز ہے خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہوں کیونکہ وہ فائدے کے قابل ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ریٹم کے کیڑے کا انڈہ بیچنا جائز نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک ضرورت کے سبب سے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ریٹم کے کیڑوں کی طرح اس مسئلہ میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور جب کیڑوں کی تعداد معلوم ہو اور ان کو حوالے کرنا بھی ممکن ہو تو ان کی بیج جائز ہے کیونکہ ان کو سپرد کرنا ممکن ہے۔

شرح

علامہ محمد امین آئنڈی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ریٹم کے کیڑے اور ان کے انڈوں کی بیج جائز ہے، دو شخص اگر ریٹم کے کیڑوں میں شرکت کریں یہ جب ہو سکتی ہے کہ انڈے دونوں کے ہوں اور کام بھی دونوں کریں اور جتنے جتنے انڈے ہوں انھیں کے حساب سے شرکت کے حصے ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کے انڈے ہوں اور ایک کام کرے اور دونوں نصف نصف یا کم و بیش کے شریک ہوں بلکہ اگر ایسا کیا ہے تو کیڑے اُس کے ہوں گے جس کے انڈے ہیں اور کام کرنے والے کے لیے اُجرت مثل ملے گی۔ اسی طرح اگر گائے بکری مرغی کسی کو آدھے آدھے دی کر وہ کھلائے گا چرائے گا اور جو بچے ہوں گے دونوں آدھے آدھے بانٹ لیں گے جیسا کہ اکثر دیہاتوں میں کرتے ہیں یہ طریقہ غلط ہے بچوں میں شرکت نہیں ہوگی بلکہ بچے اسی کے ہونگے جس کے جانور ہیں اس دوسرے کو چارہ کی قیمت جب کہ اپنا کھلایا ہو اور چرائی اور رکھوالی کی اُجرت مثل ملے گی۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو بیڑ لگانے کے لیے ایک مدت معین تک کے لیے دیدی کہ درخت اور پھل دونوں نصف نصف لے لیں گے یہ بھی صحیح نہیں وہ درخت اور پھل مکمل مالک زمین کے ہونگے اور دوسرے کے لیے درخت کی وہ قیمت ملے گی جو نصب کرنے کے دن تھی اور جو کچھ کام کیا ہے اُس کی اُجرت مثل ملے گی۔ (رہنما کتاب بیوع)

بھاگے ہوئے غلام کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَحْزُرُ بَيْعُ الْآتِقِ) لِنَهْيِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْهُ وَلَا لَأنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيمِهِ (إِلَّا أَنْ يَبِيعَهُ مِنْ رَجُلٍ زَعَمَ أَنَّهُ عِنْدَهُ) لِأَنَّ الْمَنْهَى عَنْهُ بَيْعُ أَبِي مُطَلَّقٍ وَهُوَ أَنْ

يَكُونُ أَتَقَى فِي حَقِّ الْمُتَعَالِقِينَ وَهَذَا غَيْرُ آتِقٍ فِي حَقِّ الْمُشْتَرَى ؛ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ عِنْدَ الْمُشْتَرَى انْتِفَى الْعِزُّ عَنِ التَّسْلِيمِ وَهُوَ الْمَانِعُ ، ثُمَّ لَا يَصِيرُ قَابِضًا بِمَجَرَّدِ الْعَقْدِ إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ وَكَانَ الشَّهَدُ عِنْدَهُ أَخَذَهُ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ عِنْدَهُ وَقَبْضُ الْأَمَانَةِ لَا يُنَوِّبُ عَنْ قَبْضِ نَبِيْعٍ ، وَلَوْ كَانَ لَمْ يُشْهِدْ يَجِبُ أَنْ يَصِيرَ قَابِضًا لِأَنَّهُ قَبْضُ غَضَبٍ ، لَوْ قَالَ هُوَ عِنْدَ فُلَانٍ فَبَعَثَهُ فَبَاعَهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ آتِقٌ فِي حَقِّ الْمُتَعَالِقِينَ وَلِأَنَّهُ لَا يَقْبِضُ عَلَى تَسْلِيمِهِ .
وَلَوْ بَاعَ الْآتِقُ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْإِبَاقِ لَا يَتِمُّ ذَلِكَ الْعَقْدُ ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ بَاطِلًا لِإِبْدَاءِ الْمُحَلِّيةِ كَيْفَ الظُّبُرِ فِي الْهَوَاءِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَتِمُّ الْعَقْدُ إِذَا لَمْ يَفْسَخْ لِأَنَّ الْعَقْدَ الْعَقْدُ لِقِيَامِ الْمَالِيَةِ وَالْمَسْنَعُ قَدْ ارْتَفَعَ وَهُوَ الْعِزُّ عَنِ التَّسْلِيمِ ، كَمَا إِذَا آتِقٌ بَعْدَ النَّبِيْعِ ، وَهَكَذَا يُرْوَى عَنْ مُعَمِّلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ .

ترجمہ

فرمایا: اور بھاگے ہوئے غلام کی بیچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی بیچ سے منع کیا ہے اور اس دلیل کی وجہ سے بھی منع ہے کہ بیچ اس کو سپرد کرنے پر قدرت رکھتے والا نہیں ہے۔ ہاں جب اس نے کسی ایسے شخص کو بیچنا ہو جو بیہوش کرے کہ وہ عدم میرے پاس ہے۔ کیونکہ علی الاطلاق بھاگا ہوا غلام وہ ہے جو مشتری اور بیع دونوں کے ہاں سے بھاگے ہوئے ہے جس پر مشتری کے حق میں بھاگنے والا نہ ہو گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب وہ غلام مشتری کے قبضہ میں ہو گا تو سپرد کرنے والا غیر ختم ہو چکا ہے اور بیچ کو باطل بھی بنی تھا۔

”اور جب غلام مشتری کے قبضہ میں ہو اور اس نے اس کو کڑے وقت گلو دینا لئے ہیں تب بھی عرف عقد کے جب وہ قاضی نہ ہو گا بلکہ یہ عدم اس کے پاس بطور امانت ہے اور امانت کا قبضہ بیچ کے قبضہ کے قیام نہیں ہوتا۔ اور مشتری نے کڑے وقت کو دیکھ کر بھاگے ہوئے مشتری کا قبضہ بتا دیا تو بھاگے گا کیونکہ یہ غصب کا قبضہ ہے۔“

اور جب کسی شخص نے کہا کہ وہ جو غلام غلام آؤں کے قبضہ میں ہے اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اور بیع نے اس کو بیچ دیا تو بیچ بیک پر نہ ہوئی کیونکہ دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں غلام بھاگا ہوا ہے کیونکہ ہاں اس کو حواس سے ہوا ہے۔ اور جب بھاگے ہوئے غلام کو بیچ دے اور اس کے بعد وہ اپنی تمہیاتی یہ عقد مکمل نہ ہو گا کیونکہ یہاں اس عقد کے معدوم ہونے کے سبب یہ عقد باطل ہو چکا ہے جس طرح ہوا میں پرندے کا مسئلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جب عقد منع نہ ہوا ہو تو وہ پورا ہو جائے گا کیونکہ عقد مال کے قائم ہونے کی وجہ سے منع نہ ہونے والا ہے اور اب مانع ختم ہو گیا ہے جس طرح اس حالت میں ہے کہ جب بیع کے بعد غلام ہو گیا ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

آبق غلام کی بیع و آزادی میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ جب آبق غلام مشتبہ بنی سے پاس ہو تو اس بھگورے غلام کی بیع درست نہیں ہے جبکہ اتفاق مذاہب ائمہ اربعہ اس کو آزاد کرنا جائز ہے۔ (فتح القدیر کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بھاگے ہوئے غلام کی بیع جائز ہے اور اگر جس کے ساتھ بیچتا ہے، وہ غلام بھاگ کر اسی کے یہاں چھپا ہو تو بیع صحیح ہے پھر اگر مشتری نے اس غلام پر قبضہ کرتے وقت کسی کو گواہ نہیں بنایا ہے تو بیع کے لیے جدید قبضہ کی ضرورت نہیں، یعنی فرض کر بیع کے بعد ہی مر گیا تو مشتری کو ٹخن دینا پڑے گا اور قبضہ کرتے وقت گواہ کر لیا ہے تو یہ قبضہ بیع کے قبضہ کے قائم مقام نہیں بلکہ یہ قبضہ امانت ہے اس کے بعد پھر قبضہ کرنا ہوگا اور اس قبضہ جدید سے پہلے مرا تو بائع کا مرا مشتری کو کچھ ٹخن دینا نہیں پڑے گا اور اگر مشتری کے یہاں نہیں چھپا ہے مگر جس کے یہاں ہے اس سے مشتری آسانی کے ساتھ بغیر مقدمہ بازی کے لے سکتا ہے جب بھی صحیح ہے۔ (روقتار، کتاب بیوع)

جب مانع زائل ہو جائے تو ممنوع واپس لوٹ آتا ہے امام اعظم کے موقف پر قاعدہ فقہیہ

إذا زال المانع عاد الممنوع. (الاشباه والنظائر)

جب مانع زائل ہو جائے تو ممنوع واپس لوٹ آتا ہے۔

اس قاعدہ کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کا مانع زائل ہو جائے یعنی جس کی وجہ سے وہ حکم ممنوع لگایا گیا تھا وہ وجہ ختم ہو جائے تو اس وجہ کے ختم ہوتے ہی ممنوع واپس لوٹ آئے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی وقوعہ کا آنکھوں بھرا مشاہدہ کیا اس کے بعد اس واقعہ کو عدالت میں پیش کیا گیا اور جب اس مشاہدہ کرنے والے گواہ کو عدالت نے طلب کیا تو وہ اس وقت تائینا ہو چکا تھا، اس پر عدالت نے اس کی گواہی کو کلام قہر قرار دیتے ہوئے کہا کہ تائینا شخص کی گواہی قابل قبول نہیں۔ اور اس کا تائینا ہونا ہی فیصلے اور شہادت کے اندر مانع خلل پیدا ہو گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ تائینا تندرست ہو گیا اور اس کی نظر ٹھیک ہو گئی تو عدالت اس کی شہادت کو قبول کرے گی اور اس کی گواہی اسی طرح کارگر ثابت ہوگی جس طرح گواہوں کی گواہی کا حکم ہوتا ہے۔ لہذا اس کی اہلیت شہادت کا حکم جس تائینا بن ہونے کی وجہ سے مانع تھا اس مانع کے ختم ہوتے ہی حکم ممنوع واپس لوٹ آئے گا اور وہ تائینا شخص گواہی کے قابل سمجھا جائے گا۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اتاج کو خریدے تو وہ اس اتاج کو

وزن کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۵۵ مکتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیع پر قبضہ سے پہلے اور حتیٰ کہ اسکی مقدار یا اس کا وزن کرنے سے پہلے اسکی بیع سے منع کر دیا گیا اور اس کا مانع عدم قبضہ ہے اور جیسے ہی اس کا مانع ختم ہو گا ویسے ہی مشتری کی دوسرے کے ہاں بیع کی اباحت کا حکم لوٹ آئے گا کیونکہ اصل تو اباحت تھی۔

خیار بیع کی مدت میں عیب ظاہر ہونے کا بیان

اگر کسی شخص نے بیع کیلئے تین دن کا اختیار لیا یا بیع کے اندر کوئی عیب نکلا تو وہ بیع مانع کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ انعقاد بیع تو بیع کی سلامتی یا خیار بیع کے حکم سے ساتھ ملحق تھا اور جیسے ہی بیع میں عیب نکلا تو حکم جو کسی بیع میں انعقاد و قبضہ ہو جانے کے بعد واپسی کے مانع ہوتا ہے وہ زائل ہوا اور بیع کو واپس کرنے کا حکم لوٹ آیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں جائز ہے بیع قرض اور بیع فتح اور بیع میں دو شرط مقرر کرنا اور جائز نہیں ہے اس شے کو فروخت کرنا جو کہ تیرے پاس موجود نہیں ہے (یعنی جس پر قبضہ نہیں ہے)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 915)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بیع لازم نہیں ہوتی کہ جس کا انسان مالک نہ ہو (بلکہ اگر دوسرے کی ملک ہو تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گی) اور جو کسی کی ملکیت میں نہ آئی ہو (مثلاً اڑنے والا پرندہ یا تیرتی ہوئی مچھلی کی بیع باطل ہے)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے وہ کوئی شے خریدتا ہے جو کہ میرے پاس نہیں ہوتی میں وہ شے بازار سے خرید کر اس کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس شے کو فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہ ہو (یعنی تم جس چیز کے مالک نہ ہو اس کو فروخت نہ کرو)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 917)

بیالے میں عورت کے دودھ کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَبْعُ كَبْنِ امْرَأَةٍ فِي قَدَحٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجُوزُ بَيْعُهُ لِأَنَّهُ مَشْرُوبٌ طَاهِرٌ، وَلَنَا أَنَّهُ جُزْءُ الْأَدَمِيِّ وَهُوَ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ مُكْرَمٌ مَصُونٌ عَنْ الْإِبْذَالِ بِأَيْبَعٍ، وَلَا فَرْقَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ بَيْنَ كَبْنِ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ .

وَعَنْ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعُ كَبْنِ الْأَمَةِ لِأَنَّهُ يَجُوزُ لِمَرَاةٍ الْعَقْدُ عَلَى نَفْسِهَا

فَكَذَّاهُ عَلَى جُزْلَيْهَا .

قُلْنَا : السَّرِقُ قَدْ حَلَّ نَفْسَهَا ، فَأَمَّا اللَّبَنُ فَلَا رِقَ فِيهِ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِمَحِلِّ يَتَحَقَّقُ فِيهِ الْقُوَّةُ
الَّتِي هِيَ ضِدُّهُ وَهُوَ الْحَيُّ وَلَا حَيَاةَ فِي اللَّبَنِ .

ترجمہ

اور پیالے میں عورت کے دودھ کی بیج جائز نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ بیج جائز ہے کیونکہ وہ پاکیزہ
مشروب ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ دودھ انسان کا حصہ ہے اور انسان اپنے سارے اجزاء و سلطیت معزز ہے اور وہ بیج کی توہین سے
محفوظ ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق آزاد عورت اور باندی کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ باندی کے دودھ کی بیج جائز ہے کیونکہ باندی کی ذات پر عقد کرنا جائز
ہے پس اس کے جز پر بھی عقد کرنا جائز ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ باندی کی ذات میں غلامی سرایت کرنے والی ہے جبکہ دودھ میں کوئی رقیّت نہیں ہے کیونکہ ایسے محل کے ساتھ
خاص ہے جس میں ایسی طاقت ثابت ہے جو رقیّت کی ضد یعنی زندہ ہونا ہے جبکہ دودھ زندگی سے خالی ہے۔

عورت کے دودھ کی بیج میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے پیالے کی قید اس لئے ذکر کی ہے کہ جب وہ عورت
سے جدا ہو جائے تو اس کی بیج کا کیا حکم ہے۔ ائمہ احناف، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک انسانی جز کے مصون ہونے
کے سبب اور کرم ہونے کے سبب اس کی بیج جائز نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نفع مند مشروب ہونے کے سبب اس
کی بیج جائز ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۶۹، بیروت)

عورت کے دودھ کو پینا جائز ہے اگرچہ اسے نکال کر کسی برتن میں رکھ لیا ہو اگرچہ جس کا دودھ ہو وہ باندی ہو۔

خزیر کے بالوں کی بیج کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ شَعْرِ الْخَزِيرِ) لِأَنَّهُ نَجِسٌ الْعَيْنُ فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ إِهَانَةً لَهُ ، وَيَجُوزُ
الِإِنْتِفَاعُ بِهِ لِلْخَزِيرِ لِلضَّرُورَةِ لِإِنَّ ذَلِكَ الْعَمَلَ لَا يَتَكَلَّى بِدُونِهِ ، وَيُوجَدُ مَبَاحُ الْأَصْلِ فَلَا
ضَّرُورَةَ إِلَى الْبَيْعِ ، وَلَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ الْقَلِيلِ أَفْسَدَهُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَفْسِدُهُ لِأَنَّ إِطْلَاقَ الْإِنْتِفَاعِ بِهِ دَلِيلُ طَهَارَتِهِ وَلَآبِي يُوسُفَ
رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِطْلَاقَ لِلضَّرُورَةِ فَلَا يَظْهَرُ إِلَّا فِي حَالَةِ الْإِسْتِعْمَالِ وَحَالَةِ الْوُقُوعِ

تغایرُہا

ترجمہ

فرمایا۔ اور خنزیر کے بالوں کی بیج جائز نہیں ہے کیونکہ وہ نجس الحین ہے پس اس کی توہین کے سبب اس کے بالوں کی بیج جائز نہ ہوئی۔ مضر ضرورت کی وجہ سے سلائی کے طور پر ان کے بالوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے کیونکہ سلائی کا کام اس کے بغیر حاصل نہ ہو سکے گا اور جب مباح الاصل مل جائیں تو تب ان کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب قلیل پانی میں خنزیر کا بال گر جائے تو اس کو فاسد کر دیتا ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ پانی کو فاسد کرنے والا نہیں ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے کا اطلاق اس کے پاک ہونے کی دلیل ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اطلاق نفع ضرورت کی وجہ سے ہے پس ضرورت صرف استعمال کی حالت میں ظاہر ہوگی جبکہ گرنے کی حالت اور استعمال کی حالت یہ دونوں الگ الگ ہیں۔

شرح

خنزیر زندہ ہو یا مردہ یا قاعدہ شریعت کے موافق ذبح کر لیا جائے ہر حال میں حرام ہے اور اس کے تمام اجزاء گوشت پوست چربی ناخن بال ہڈی پٹھانہ پاک اور ان سے نفع اٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے۔ اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اس لئے فقط گوشت کا حکم بتلایا گیا مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ خنزیر جو کہ بے غیرتی اور بے حیائی اور حرص اور رغبت الی الخجاسات میں سب جانوروں میں بڑھا ہوا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت فحاشہ و نجس فرمایا بلا شک نجس الحین ہے نہ اس کا کوئی جزو پاک اور نہ کسی قسم کا انتفاع اس سے جائز جو لوگ کثرت سے اس کو کھاتے ہیں اور اس کے اجزاء سے نفع اٹھاتے ہیں ان تک میں اوصاف مذکورہ واضح طور پر مشاہدہ ہوتے ہیں۔

لپ سنک میں خنزیر کی چربی ہونے کا بیان

لپ سنک جسے سرٹی کہا جاتا ہے (خواہ وہ سیاہی کیوں نہ ہو) اس میں خنزیر کی چربی، اڑنی کا تیل، تیز ترین قسم کے تیزاب جو کہ رگت کو کافی دیر تک قائم رکھنے میں مدد دیتے ہیں استعمال کیے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جدید میڈیکل سائنس لپ سنک کے استعمال کے چھ گھنٹے بعد تک کچھ بھی کھانے پینے سے منع کرتی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت کچھ حرام اس میں استعمال کیا جاتا ہے اور اسکے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر اسے بنانا، خریدنا، فروخت کرنا، استعمال کرنا سب حرام ہے۔ کسی بھی طبقہ کے لوگ اگر حرام کام کو اپنا لیں تو وہ حلال نہیں ہو جاتا بلکہ حرام ہی رہتا ہے۔ لہذا کسی بھی شخصیت سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔

لپ سنک کے نقصان دہ ترکیبی اجزاء کا بیان

لپ اسٹک ہو یا لپ پینٹل دراصل دونوں ایک ہی چیز ہیں صرف لپ پینٹل کے اجزاء میں نمی اور تری کی نسبت کو قدرے کم کر دیا جاتا ہے اس کے اجزائے ترکیبی میں کیا ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اس بارے میں اپنے الفاظ کی بجائے "سکرت ہاؤس" نامی کتاب کا ایک اقتباس آچکی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو سکے گا کہ آپ لپ اسٹک یا لپ پینٹل کے نام پر اپنے ہونٹوں پر دراصل کیا دی اجزاء کا مرکب، مچھلی کے سنے اور کیا کیا کچھ لگا رہی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

"اس وکٹس رنگین نیوب میں کیا کیا شامل ہے جو آپ اپنے ہونٹوں پر ملتی یا لگاتی ہیں، اس میں وہ تمام "بہترین" اجزاء شامل ہیں جو بیسویں صدی کی کاسمیک سائنس اب تک ایجاد کر چکی ہے جدید لپ اسٹک کے مرکز میں تیزاب ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ رنگ کو ہونٹوں پر کافی دیر تک جمایا قائم نہیں رکھا جاسکتا۔

تیزاب کے باعث شروع میں نافرمانی رنگ نظر آتا ہے پھر وہ جلد کے ذی حیات خلیوں پر اثر کرتا ہے اور نافرمانی رنگ کو گہرے سرخ رنگ میں تبدیل کر دیتا ہے جو ہونٹوں پر چمک جاتا ہے۔ لپ اسٹک میں بر دوسری چیز صرف اس لیے ہوتی ہے کہ تیزاب اپنی جگہ بنالے۔ پہلے تو اسے پھیلنا ہوتا ہے۔ غذا کو چکنا اور ملائم کرنے والا بنا سیتی تیل بڑی آسانی سے پھیلتا ہے اور اسی لیے وہ بازار میں فروخت ہونے والی تمام لپ اسٹکوں میں ایک لازمی جزو کی حیثیت سے شامل ہوتا ہے، صابن بھی اچھی طرح ملا جاسکتا ہے اس لیے کچھ صابن بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے نہ تو صابن اور نہ ہی بنا سیتی تیل تیزاب کے اثر کو قبول کرنے کے لیے اچھے ہیں جو رنگ لانے کے لیے ضروری ہے صرف ایک چیز ہی کسی حد تک ایسا کر سکتی ہے اور وہ ہے ارٹھی کا تیل۔ اچھا اور سستا ارٹھی کا تیل جو رانش اور قبض کشا ادویات میں استعمال ہوتا ہے۔

تیزاب ارٹھی کے تیل میں ڈوب جاتا ہے، ارٹھی کا تیل صابن اور بنا سیتی کے ساتھ ہونٹوں پر پھیل جاتا ہے، یہاں تک کہ تیزاب وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں اس کے پہنچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر لپ اسٹک ارٹھی کی بوتلوں میں فروخت ہو سکتی تو اس دوسرے بڑے جزو کی ضرورت نہ ہوتی لیکن اس کے سچر کو ایک دوسری دیدہ زیب شکل میں فروخت کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ حساس صارفین یعنی خواتین کے ہاتھ فروخت کیا جاسکے۔ اس لیے اس کو ایک سخت اسٹیک میں منتقل کرنا ہوتا ہے اور اس کام کے لیے بھاری پٹرولیم سے بنی سوم سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اسٹیک کو اسٹیک کی شکل فراہم کرتی ہے بالآخر ان اشیاء کو یکجا کرنے میں کچھ احتیاطیں برقی ہوتی ہیں۔ اگر لپ اسٹک استعمال کرنے والی کسی خاتون کو معلوم ہو جائے کہ لپ اسٹک کے اندر کیا کچھ شامل ہے تو لپ اسٹک کی فروخت اور قبولیت کے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ اس لیے لپ اسٹک کی تیاری کے مرحلے میں قبل اس کے کہ تمام قسم کے تیل جمنے پائیں خوشبو ڈال دی جاتی ہے جبکہ وہ ابھی پگھلے ہوئے سیال مادہ کی شکل میں ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی غذا کو تحفظ فراہم کرنے والی اشیاء اس مادہ میں شامل کر دی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ تیل کی بدبو کے علاوہ بھی ان تحفظ فراہم کرنے والی اشیاء کے بغیر تیل قابل استعمال ہی نہیں رہے گا۔ (پرانی لپ اسٹک جو

ٹنگ ہونے کے قریب ہوا سے سونگھنے سے اس اعلیٰ قسم کی لپ اسٹک کی بدبودار گواہی دیتی ہے۔

اب لپ اسٹک میں جس چیز کی کمی رہ گئی ہے وہ ہے ”چمک“ جب غذا کو تحفظ فراہم کرنے والی اشیاء اور خوشبو ڈالی جاتی ہے اس وقت کچھ چمکدار اور رنگین چیز بھی جو زیادہ جیتی نہیں ہوتی، لپ اسٹک میں کے کچھ میں ڈال دی جاتی ہے۔ یہ چیز بے پھل کے بنے، انہیں اسونیا میں ڈیوڑیا جاتا ہے اور پھر ہر چیز کے کچھ میں انکو شامل کر دیا جاتا ہے اسی طرح اس میں نارنجی ایسڈ بھی ڈالا جاتا ہے جو ہونٹوں سے ملتا ہے تو ہونٹوں پر لگ کر سرخ ہو جاتا ہے۔ (ازماہ نامہ خواتین میگزین اگست)

انسان کے بالوں کی بیج کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ شُعُورِ الْإِنْسَانِ وَلَا الْإِنْتِفَاعُ بِهَا) لِأَنَّ السَّادِمِيَّ مُكْرَمًا لَا مُبْتَدَلٌ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ مُهَانًا وَمُبْتَدَلًا وَقَدْ قَالَ: عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ) الْحَدِيثُ، وَإِنَّمَا يُرَخَّصُ فِيمَا يَتَّخِذُ مِنَ الْوَبَرِ كَبُرْدٍ فِي قُرُونِ النَّسَاءِ وَذَوَائِبِهِنَّ.

ترجمہ

اور انسان کے بالوں کی بیج اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان مکرم ہے۔ اور وہ حقیر نہیں ہے پس اس کے اجزاء میں سے کسی چیز کی بھی توہین و ذلت جائز نہ ہوگی۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ بال جوڑنے والی اور بالوں جوڑانے والی دونوں عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے اور رخصت صرف ان بالوں میں ہے جو اونٹوں وغیرہ سے لیے ہوئے لگائے جاتے ہیں اور اس سے عورتوں کی مینڈھیوں اور چونٹیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

شرح

انسان کے بالوں کی خرید و فروخت اس کی اہانت و بے توقیری کے مترادف ہے جب کہ تمام مخلوقات میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے عظمت و عزت کا تاج پہنا کر محترم و مکرم قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَكَفَلَهُ كَرَّمًا نَحْنُ أَدْنَىٰ - ترجمہ: اور یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ (الاسراء- 70)

علامہ غلام الدین ہسکلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1988ھ) اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1252ھ) نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ انسان کی عظمت و شرافت کی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے انسانی بالوں کی خرید و فروخت نا پسند رکھی ہے، لہذا آپ اپنے پاس جو کاسمیک پروڈکٹس (cosmetic products) فروخت کے لئے رکھیں گے ان میں انسانی بالوں سے بننے والے لائٹس شامل نہ کریں۔

مصنوعی بال لگوانے کی ممانعت میں فقہی مذاہب

علامہ سبکی بن شرف نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حادث کے صراحت کے سبب ہمارے فقہاء شوافع نے ہر اتفاق بالوں کو جو حرام بتایا ہے۔

خاصی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام طبری اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ بالوں کے ساتھ کسی چیز کو بھی بیوند کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان فقہاء کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورت کو اپنے بالوں کے ساتھ کسی چیز کو بیوند کرنے سے منع کیا ہے۔ (شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۰۴، بکراچی)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بالوں کے ساتھ کسی شخص کے بالوں کو حرام خواہ وہ عورت کے بال ہوں یا کسی دوسرے کے بال ہوں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

انسانی اعضاء کی بیوندکاری میں فقہی مباحث کا بیان

مولانا ندیم الواجدی لکھتے ہیں کہ گزشتہ صفحے ہم نے علیہ خون کے بارے میں شرعی نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کی تھی، اس مضمون میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی تھی کہ ایک انسان کا خون کسی دوسرے انسان کے خون میں اضطراب اور حاجت کے وقت جائز ہے، ہم نے عرض کیا تھا کہ اخبارات نے دارالعلوم دیوبند کے فتوے معنی پھرائے ہیں، مفتی صاحب نے انکے دان یعنی اعضا کے علیہ کو ناجائز قرار دیا تھا، خون دینے کو ناجائز نہیں کہا تھا، دونوں میں فرق ہے، فقہانے خون کو دودھ پر قیاس کیا ہے، کسی انسانی جسم کو دودھ اور خون پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ یہ دونوں چیزیں انسان کے جسم میں حسب ضرورت بنتی ہیں اور ذخیرہ ہوتی ہیں، جب کہ اعضا اگر ایک مرتبہ ضائع ہو جائیں تو دوبارہ پیدا نہیں ہوتے، اس معاملے میں غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بھی سامنے آتی ہے کہ جسم سے اگر کچھ خون نکال لیا جائے تو بہت جلد اس کی کمی پوری ہو جاتی ہے، اور ضائع شدہ خون من سب مقدار میں دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے، غالباً اسی لیے شریعت نے خون دینے کی اجازت دی ہے، اور عضو کا عطیہ دینے سے منع کیا ہے کیوں کہ وہ دوبارہ پیدا نہیں ہوتا۔ آج کل اعضا کی بیوندکاری بڑے پیمانے پر جاری ہے، آنکھیں بدلی جا رہی ہیں، گردے تبدیل کیے جا رہے ہیں، دل اور دماغ تک بدلے جا رہے ہیں، پیچھے دوں اور جگر کی بیوندکاری ہو رہی ہے، کہتے ہیں کہ اعضا کی بیوندکاری کا سلسلہ ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح سے ہے، یقینی طور پر عہد نبوت میں بھی عضو کی تبدیلی کا سلسلہ تھا، روایات میں ہے کہ ایک صحابی حضرت عرفہؓ کی ناک کٹ گئی تھی۔

انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوائی، مگر وہ سڑ گئی، مگر کارو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک بنوا کر لگوانے کی

اجازت مرحمت فرمائی۔ (ترمذی 4: 240؛ رقم الحدیث 1770:)

میڈیکل سائنس کی ترقی نے اعضا کی تبدیلی کو باقاعدہ ایک فن بنا دیا ہے، یہ سلسلہ گزشتہ صدی کے نصف آخر سے شروع ہوا

تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ لگا ہوتا رہتی کر رہا ہے، اب خطرات بھی بہت کم ہو گئے ہیں اور کامیابی کے امکانات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں، پہلے ان اعضا کو محفوظ رکھنے کی ادویات ایسا نہیں ہوتی تھیں اس لیے یہ امکان رہتا تھا کہ مریض کے جسم میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ اعضا بیکار ہو جائیں، یا مریض کے جسم میں داخل ہونے کے بعد پوری طرح کارآمد نہ ہوں، اب ڈاکٹروں نے ان خطرات پر قابو پایا ہے، گردوں کی خرابی کا مرض تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور اسی تیزی کے ساتھ گردے بھی تبدیل کئے جا رہے ہیں، ایک معمولی جائزے کے مطابق اب ہلکے بھگے ایک لاکھ آپریشن گردوں کی تبدیلی کے لیے کئے جا چکے ہیں۔

عام طور پر یہ آپریشن کامیاب رہے اور دنیا گردہ لگوانے کے بعد مریض نے معمول کے مطابق زندگی گزاری، اور یہ دیر تک زندہ رہا، جگر کی پیوند کاری کا بھی یہی حال ہے، چند سال پہلے تک جگر کی تبدیلی کی صورت میں مریض کی بقا کے امکانات سال ڈیڑھ سال تک نہ رہتے تھے، اب ایسے مریض بھی دیکھے جانے لگے ہیں جو دس پندرہ سال سے تبدیل شدہ جگر کے ساتھ زندہ ہیں، بلاشبہ یہ نیک سائنس کی اس عظیم کامیابی نے زبردست انقلاب برپا کیا ہے اور مایوس مریضوں کے دل میں صحت مند زندگی کی امید بکھری ہے، ان حالات میں دین پسند حضرات یقینی طور پر شریعت کی طرف دیکھنے کی ضرورت سمجھتے ہیں، آیا اس عمل کی شریعت میں ممانعت ہے یا نہیں یہ ظاہر ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی بلکہ اس انسانیت نوازی کی اعلیٰ ترین مثال سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے کام آئے، اور اپنے جسم کا کوئی عضو ان کے (عطیہ دے کر) اس کی زندگی محفوظ بنادے، اس سے بڑھ کر کوئی دوسری عطیہ ہو بھی نہیں سکتا جس میں ہمدردی، ایثار اور خیر خواہی کے اعلیٰ ترین جذبات پائے جاتے ہوں، انسان خواہ کیسا بھی ہو، اس کے دل میں زیادہ دیر تک جینے کی تمنا بھی رہتی ہے، اور وہ زیادہ صحت مند بھی رہنا چاہئے، اعضا کے عطیے میں اگرچہ پہلے کے مقابلے میں خطرات کے امکانات بہت کم ہو گئے ہیں پھر بھی مکمل اعضا رکھنے والے کے مقابلے میں کسی عضو سے محروم شخص کی بیماری یا ہلاکت کا کچھ نہ کچھ خطرہ موجود ہے، اگر خطرہ نہ بھی ہو تب بھی یہ کیا کم ہے کہ ایک انسان اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے ایک عضو سے محروم ہو گیا۔

انسانیت نوازی کے اس جذبے کا تقاضا تو یہ ہے کہ شریعت کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے، اور اس بات کی کھلی اجازت ہونی چاہئے کہ جو شخص چاہے جس کو چاہے اپنا کوئی عضو دیدے، لیکن فقہی کتابوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بات صرف ہمدردی، خیر خواہی اور انسانیت نوازی کی نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ اور بھی پہلو ہیں جن کی بنیاد پر شریعت نے پیوند کاری کی اجازت نہیں دی ہے۔ اگر انسان کا کوئی عضو اس حد تک ناکارہ ہو جائے کہ علاج معالجے سے صحیح نہ ہوئی اور حالت یہ ہو جائے کہ اگر بیمار اور ناکارہ عضو الگ کر کے اس کی جگہ دوسرا عضو لگایا جائے تو آدمی کا زندہ رہنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے تو اس تبدیلی عضو کی کئی ممکنہ صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس عضو کی جگہ کسی دھات یا پلاسٹک یا کٹڑی وغیرہ کا عضو بنا کر لگادیا جائے اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے، خود حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک صحابی نے پہلے چاندی کی ناک لگوائی جب وہ کارآمد نہ ہوئی تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دی گئی۔

حالانکہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے قطعاً حرام ہے، اگر کسی کے دانت بٹے گئیں اور ان کو مٹھنہ مغبیوٹی کے ساتھ روکنا دشوار ہو جائے تو ان دانتوں کو سونے کے تاروں کے ساتھ باندھنے کی بھی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں یہ عبارت موجود ہے: **وفلدری غیر واحد من اهل العلم انهم شملوا اسنانهم بالذهب** (ترمذی 4/240، رقم الحديث 1770).

بہت سے اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانت سونے (کے تاروں) سے باندھ دوسری صورت یہ ہے کہ فاسد عضو کی جگہ کسی جانور کا عضو لگا یا جائے، اگر وہ جانور شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو اس کے اعضا استعمال کئے جاسکتے ہیں اور انسانی جسم میں لگائے جاسکتے ہیں فقہی کتابوں میں اس کی وضاحت موجود ہے: **اذا سقطت ثلثہ رجل یا فخذ من شاة ذکیۃ یشدد مکاتبا (در مختار) اگر کسی شخص کے سامنے کے دانت گر جائیں تو وہ ذبح شدہ بکری کے دانت لے کر اس کی جگہ لگائے۔**

قادی عالمگیری میں یہ مسئلہ زیادہ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضا کے فساد اور اس فساد کی وجہ سے تبدیلی کا مسئلہ نیا نہیں ہے، ابتدائی سے یہ مسائل موجود ہیں اور فقہانے ان کے حل بھی پیش کئے ہیں، چنانچہ قادی عالمگیری میں امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: **لا یسأ بالنداءوی بالعظم اذا کان عظم شاة ار بقرة او بعمر او فرس وغیره من الدواب الا عظم الخنزیر و الادمی فانہ یمکرہ النداءوی نہما** (5/354 مطبوعہ دارالکتب).

ہڈیوں سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر وہ ہڈی بکری، گائے اونٹ اور گھوڑے وغیرہ جانوروں کی ہے، خنزیر اور آدمی کی ہڈی نہ ہونی چاہئے کیوں کہ ان دونوں کی ہڈیوں سے علاج کرنا مکروہ (تحریمی) ہے۔ لیکن یہ استعمال بھی ذبح پر موقوف ہے، ایسا نہیں ہے کہ زندہ جانور کی ہڈی توڑ لی جائے اور اسے استعمال کر لیا جائے، یا کسی مردہ جانور کی ہڈی استعمال کی جائے یہ بھی جائز نہیں ہے۔

فقہانے وضاحت کر دی ہے کہ ہڈی مذبح جانور کی ہو: **اذا کان الحيوان ذکیا لانة عظم طاهر رطباً کان او یا بسا یجوز الا شفاع به بشرطیکہ جانور شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو اس لیے کہ ذبح سے ہڈی پاک ہوگئی خواہ تر ہو یا خشک دونوں صورتوں میں اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔** تیسری صورت یہ ہے کہ وہ جانور مردہ ہو، کیا ایسے جانور کے اعضا سے انتفاع جائز ہے، فقہانے اس کے مشروط استعمال کی اجازت دی ہے، اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ ہڈی یا دوسرا کوئی عضو خشک ہو تر نہ ہو، چنانچہ فقہی کتابوں میں لکھ ہے: **واما اذا کان السجوان میتا فانتما یجوز الانتفاع بعظمه اذا کان یا بساو لا یجوز الا اذا کان رطباً (قادی عالمگیری 5/354):** اگر حیوان مردہ ہو تو اس کی ہڈی سے اسی صورت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب وہ خشک ہو، اگر ہڈی تر ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جانور زندہ ہو اور اسی حالت میں اس کا کوئی عضو کاٹ کر استعمال کیا جائے، یہ صورت قطعاً جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ: **ما قطع من الهمة وهي حية فهي ميتة** (ترمذی 4/74، رقم الحديث 1480).

زندہ جانور کے جسم سے کاٹا گیا ٹکڑا مردار ہے۔ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے فقہانے یہ کلیہ اخذ کیا ہے: **المفصل**

من الحي كميته (درختار) زندہ جانور سے جدا کیا گیا حصہ جسم مردار کی طرح ہے اس تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکور جانور کا عضو لگانا بلا کر اہت جائز ہے، اسی طرح پاک و طاہر چیزوں سے بنے ہوئے اعضا بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں، مردہ جانور کے خشک اعضا استعمال کئے جاسکتے ہیں، تر اعضا استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، زندہ جانور کی ہڈی توڑ کر یا کوئی اور عضو الگ کر کے استعمال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ عضو مردار کے حکم میں ہے اور مردار سے انتفاع جائز نہیں ہے۔

اب آخری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ کیا انسان کے جسم میں کسی دوسرے انسان کے جسم کا کوئی حصہ لگانا جائز ہے یا نہیں، یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر یہ عضو جو کسی انسان کے جسم میں لگایا جا رہا ہے خود اسی کے جسم کا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، فقہانے اس کی صراحت بھی کی ہے کہ: المتفصل من الحي كميته الا في حق صاحبه (درختار)

زندہ کے جسم سے الگ ہونے والا حصہ مردار کی طرح ہے مگر عضو دالے کے حق میں مردار نہیں ہے اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا دوسرے انسان کا عضو بھی لگایا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں بھی سب سے پہلے برصغیر پاک و ہند ممتاز علما اور ارباب فتویٰ سے رائے مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اعضا کی پینڈ کاری بہ چند وجوہ جائز نہیں ہے،

عدم جواز کی جو وجوہات بیان کی گئی ہیں ان کا خلاصہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اجزا انسانی کا استعمال اس کی تعظیم و کرم کے خلاف ہے تقریباً تمام قدیم فقہی مراجع میں کرم و تعظیم کے اس پہلو کو بہ طور خاص ذکر کیا گیا ہے، مثلاً فتاویٰ عالمگیری میں ہے: الال تفاع باجزا الادمی لم یجوز قیل للنجامة وقیل للکرامة وهو الصحيح (5/354) آدمی کے اجزائے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، کسی نے کہا نجاست کی وجہ سے فائدہ نہ اٹھانا چاہئے اور کسی نے کہا کہ کرامت اور بزرگی کی وجہ سے بھی دوسری وجہ صحیح ہے۔

شرح السیر الکبیر میں ہے: لا یجوز الانفاع به بحال ولادمی محترم بعد مونه علی ماکار علیہ وی حیاته فکما لا یجوز السداوی بشی من الادی الحی اکراما له فکذا لک لا یجوز السداوی بعظم الممت (1/90): آدمی کے عضو سے فائدہ اٹھانا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیوں کہ آدمی جس طرح اپنی زندگی میں مکرم و محترم تھا اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہے، جس طرح زندہ آدمی کے کسی حصے سے اس کی حرمت و عزت کے پیش نظر علاج کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح میت کی ہڈی (وغیرہ) سے بھی علاج کرنا جائز نہ ہوگا۔ ہر ایسے حصے کے کہ: لا یجوز بیع شعور الانسان ولا الا ستفاع بد لان الادمی مکرم، فلا یجوز ان یکون شیء من اجزا مہانا متدلا (3/39)

انسان کے بالوں کی خرید و فروخت جائز نہیں اور نہ ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے کیونکہ آدمی محترم ہے اس لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے جسم کے کسی حصے کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا جائے اور اسے مال مبتذل سمجھا جائے۔ اسی لیے فقہانے انسانی اجزاء کی بیع کو بیع فاسد قرار دیا ہے، فتاویٰ شامی میں ہے کہ انسان کے احترام کی وجہ سے اس کے اعضا بال وغیرہ کی بیع فاسد قرار دی گئی ہے۔ (فتاویٰ شامی 9/454): یہی بات صاحب فقہ قدیر نے لکھی ہے، بلکہ انہوں نے تو مسلمان عزت و توقیر پر علما کا اتفاق بھی نقل کیا

ہے خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ۔

ایک اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہوتا، اصل مالک اللہ ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے، کیونکہ وہ مالک نہیں ہے اسی لیے اس کو اپنے جسم میں یا کسی دوسرے کو اس کے جسم میں زندگی میں یا موت کے بعد اس طرح کے تصرف کا اختیار نہیں ہے، اسی لیے اسلام میں خودکشی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، اگر انسان اپنے جسم و روح کا مالک ہوتا تو خود خودکشی کی اجازت ہوتی جس طرح اسے اپنے مال میں تصرف کرنے کی اجازت کرنے کی اجازت ہے، فقہانے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت اضطرار میں ہے، یعنی کھانے کو کچھ نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ اگر کھانے کو کچھ نہ ملا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے، ایسی صورت میں اگر وہ یہ چاہے کہ اپنے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر کھالے اور اس کے ذریعے اپنی زندگی بچالے تو اس کی اجازت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی زندگی بچانے کے لیے اپنے جسم کا گوشت کھانے کی پیش کش کرے (فتاویٰ قاضی خاں، ص 365: کتاب اظہار الاباحہ)

گوشت کی طرح آنکھ، ناک، کان، گردہ، جگر وغیرہ بھی انسانی جسم کے حصے ہیں، جب شریعت نے گوشت کی اجازت نہیں دی تو باقی دوسرے حصوں کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

پھر اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ آدمی اپنا کوئی جزیں کسی کو قینا فروخت کرے یا بلا قیمت ہدیہ کرے، جب وہ مالک ہی نہیں ہے تو اسے بلا قیمت یا قینا بھی کسی طرح دینے کا کوئی حق بھی نہیں ہے، روایات میں ہے کہ ایک خاتون سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیٹی کے بال ٹوٹ کر گر جاتے ہیں، کیا میں اس کے بالوں میں دوسرے بال جوڑ سکتی ہوں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لعن اللہ الواصلہ والمستوصلہ (بخاری: 5/2217، رقم الحدیث 5590: مسلم 3/1676، رقم الحدیث 2122) اللہ تعالیٰ نے واصلہ اور مستوصلہ دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ واصلہ اس عورت کو کہتے ہیں جو دوسروں کے بال عورتوں کے بالوں میں لگاتی ہے اور مستوصلہ وہ عورت ہے جس کے بالوں میں دوسروں کے بال لگائے جائیں، اس حدیث سے فقہانے یہ مسئلہ مستحب کیا ہے: وصل الشعر بشعر الاذنی حرام سوا کان شعرھا او شعر غیرھا (فتاویٰ شامی کتاب اظہار الاباحہ 9/454: مطبوعہ دارالکتب دیوبند)

آدمی کے بالوں سے اپنے بال جوڑنا حرام ہے خواہ وہ خود اسی عورت کے بال ہوں یا کسی دوسری عورت کے بال ہو۔ علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی انسان کے جسم سے اس کی کوئی عضو جدا کر لیا جائے تو اس کا مثلہ کہا جاتا ہے جس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے، علامہ بدرالدین عینی نے شرح بخاری میں مثلہ کی حقیقت پر تفصیلی کلام کیا ہے اور جہور کی رائے بھی نقل کی ہے۔

بہر حال یہ کوئی عقل مندی ہیں ہے کہ کسی انسان کو ضرر پہنچا کر کسی دوسرے انسان کا ضرر دفع کیا جائے، اس لیے فقہ و فقیہ کی کتابوں میں صاف طور پر لکھا ہے کہ کوئی انسان اپنی زندگی میں کسی دوسرے کی زندگی بچانے کے لیے اپنی آنکھ یا گردہ وغیرہ نہیں دے سکتا، نہ ہدیہ اور نہ قینہ، مرنے کے بعد بھی مسئلہ اپنی جگہ رہتا ہے۔ اسی لیے کسی انسان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی آنکھ نکال کر

مفتوح کرنے کی یا کسی مریض کی آنکھ کی جگہ لگانے کی وصیت کرے،

مولانا عبدالرحیم نے لکھا ہے کہ آنکھ کا لانا مسئلہ ہے اور مسئلہ حرام ہے لہذا زندگی میں یا موت کے بعد بطور نفع یا بہہ کے کسی کراہی آنکھ بنانا وصیت کرنا اور مریض کا اسے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، نفع سے انکار نہیں لیکن، والمہما اکبر من لفہما کے اصول پر حرام ہی ہوگا کہ نقصان نفع سے زیادہ ہے اور اس طریقے میں انسانیت کی توہین بھی ہے، اگر یہ طریقہ چل پڑا تو انسانی اعضا بکری کا ماں بن جائیں گے (فتاویٰ رحمیہ 169/10/171)

انسان کی لاش سے انتفاع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلے میں فقہانے واضح طور پر اس حدیث شریف سے استدلال کیا ہے کسر عظیم السمیت ککسره حیلہ (الروادہ 2/231: رقم الحدیث 2307: سنن ابن ماجہ 1/516: رقم الحدیث 1616) میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ شخص کی ہڈی توڑنا اسی سے یہ اصول سامنے آیا کہ آدمی کے معالے میں اصل اس کی حرمت اور احترام ہے، وہ زندگی میں جس طرح محترم ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی قابل احترام ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو مرنے کے بعد بہ صد احترام زمین کے اندر دفن کر دینا چاہئے۔

اس کی لاش کو جلانا یا چیل کوں کو جلانا جائز نہیں ہے، قبر میں دفن کرنے کا حکم نص قرآنی سے ثابت ہے: لیسلم امامہ فافہرہ (مفسر 2:) پھر اس کو موت دی اور قبر میں دفن کر لیا۔ فقہ فتویٰ کی جتنی بھی مستند کتابیں ہیں خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم ان کی یہی فتویٰ دیا گیا ہے کہ انسانی اعضا کی پیوند کاری حرام ہے،

دارالعلوم دیوبند کا پہلے بھی یہی فتویٰ تھا اور آج بھی یہی فتویٰ ہے، البتہ اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے دوسرے فقہی سیمینار منعقدہ دہلی مورخہ 8 تا 11 دسمبر 1989 میں کچھ شرطوں کے ساتھ پیوند کاری کی اجازت کا فیصلہ کیا ہے، اگرچہ بعض اکابر علم نے اسی وقت اس فیصلے سے اپنا اختلاف بھی درج کر دیا تھا، اس فیصلے کے دو نکات اس طرح تھے۔

اگر کوئی مریض اسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اور سوائے انسان عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کی کوپور نہیں کر سکتا، اور ماہر قابل اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے تو ایسی ضرورت، مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کراہی جان چکے ہیں نہ تدبیر کرنا مریض کے لئے مباح ہوگا۔

اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں ان نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر نہیں بد رہ گیا تو بظاہر حال اسکی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت

اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔ (بحوالہ نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، ص 177: 178)

مگر ابھی تک فقہ اکیڈمی کے اس فیصلے کے مطابق فتویٰ نہیں دیا جاتا ہے، مفتی احمد خاں پوری نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے کہ ایک انسان کے جسم میں دوسرے انسان کے کسی جزیاء عضو کا لگانا جس کو آج کل اعضائے انسانی کی پیوند کاری سے تعبیر کیا جاتا ہے درست نہیں اس پر برصغیر کے تقریباً تمام ممتاز علماء اور مفتیان کا اتفاق ہے علاوہ ازیں برصغیر کے تمام موقر مدرسوں اور اداروں کے دارالافتاء بشمول دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء اور امارت شریعہ بہار انسانی اعضا کے پیوند کاری کے عدم جوازی کے فتوے صادر کرتے آئے ہیں اس سلسلے کی مزید تفصیل مولانا برہان الدین سنہلی کی کتاب موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل از ص 254: 272 دیکھی جاسکتی ہے، البتہ اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے چند شرائط اس کی اجازت دی گئی ہے۔

(بحوالہ عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل اور ان کا حل 2/581/513)

حافظ اشتیاق احمد ازہری لکھتے ہیں کہ انسانی اعضا کی ایسی پیوند کاری جس سے کسی حادثے کی بنا پر انسانی جسم کی خراب ہو جانے والی کارکردگی کو پھر سے بہتر بنایا جاسکے، جائز ہے۔ ایسے اقدامات بھی بعض معاملات میں عند الضرورة جائز اور مباح تصور کئے جاتے ہیں۔ بلا ضرورت محض تعیش کے لیے سرجری کروانا جائز نہیں۔ چنانچہ صورت مسئلہ میں کسی فرد کا اپنے اعضا کے بارے میں وصیت کرنا جائز ہے۔

اسی طرح انسانی اعضا کی خرید و فروخت کلیتاً ناجائز ہے۔ اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ امراء اپنی دولت کے نلی بوتے پر دو وقت کی روٹی کو ترسنے والے غریبوں کے گردے یا دیگر اعضا خرید کر ان کی زندگی کو اجیرن بنادیں۔

(فتویٰ، تاریخ اشاعت: ۲۰۱۲ء، ۲۷)

انسانی اعضا کی پیوند کاری کی ممانعت پر فتویٰ

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ سونے چاندی کی دھات اور پاک جانوروں کے اعضا اور ہڈیوں سے پیوند کاری جائز ہے البتہ پیوند کاری میں کسی مردہ یا زندہ انسان کے اجزاء کسی دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے اور ہم اس کی وجہ لکھ چکے ہیں کہ ہر چند کہ اعضا کا ضرورت مند محتاج اور مضطر ہے لیکن اعضا دینے والے کو کونسا مضطر ارا حق ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حرام کام کر رہا ہے۔ (شرح صحیح مسلم، جلد ثانی، ص ۸۶۳، فرید بک سٹال لاہور)

مردار کی کھالوں کی بیع کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا يَبْعُ جُلُودَ الْمَيِّتَةِ قَبْلَ أَنْ تُذْبَحَ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَتَفِعٍ بِهِ ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيِّتَةِ بِأَهَابٍ) وَهُوَ اسْمٌ لَغَيْرِ الْمَذْبُوحِ عَلَى مَا عَرَفَ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِهَا وَالْإِنْتِفَاعِ بِهَا بَعْدَ الذَّبَاغِ) لِأَنَّهَا قَدْ طَهِّرَتْ بِالذَّبَاغِ ،

وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ عِظَامِ الْمَيِّتَةِ وَعَصَبِهَا وَصُوفِهَا وَقَرْنِهَا
وَسُفْرِهَا وَوَبَرِّهَا وَالِاتِّفَاعِ بِذَلِكَ كُلِّهِ) ؛ لِأَنَّهَا طَاهِرَةٌ لَا يَحِلُّهَا الْمَوْتُ ؛ لِعَدَمِ
الْحَيَاةِ وَقَدْ قَرَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

وَالْفِيلُ كَالْخَنزِيرِ نَجِسٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا بِمَنْزِلَةِ السَّبَاعِ حَتَّى
يُبَاعَ عَظْمُهُ وَيُسْتَفْعَ بِهِ .

ترجمہ

فرمایا: دباغت سے پہلے مردار کی کھال کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ دباغت سے پہلے وہ نفع والی نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے
ارشاد فرمایا: مردار کی ہڈی کھال سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ اور اہاب غیر دہونہ کھال کو کہتے ہیں۔ جس طرح کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔
دباغت کے بعد ان کو بیچنے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دباغت کے بعد وہ پاک ہو جانے والی ہے اور اس
کو ہم کتاب صلوٰۃ میں بیان کرائے ہیں۔

مردار کی ہڈیاں، پٹھے، اڈن، سینگ، بال اور مردار کی اڈن کے بال وغیرہ کو بیچنے اور ان تمام چیزوں سے فائدہ حاصل کرنے
میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں پاک ہوتی ہیں اور زندگی نہ ہونے کے سبب ان میں موت سرایت کرنے والی نہیں ہے۔ اور
اس سے پہلے بھی ہم اس کو بیان کرائے ہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک خنزیر کی طرح ہاتھی بھی نجس العین ہے جبکہ شیخین کے نزدیک ہاتھی درندوں کے حکم میں
ہے اور اس کی دلیل یہی ہے کہ اس کی ہڈی کو بیچا جاتا ہے اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے۔

دباغت کی تعریف

ہر وہ چیز جو بد ہو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مر گئی۔
اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ وہ کہہ کر کام میں لاتے۔ تو لوگوں نے کہا کہ
یا رسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

(ترمذی، بیہق، ۱۱۶، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد و نسائی، بتصرف اندوہ)

امام دارقطنی ۲۹۰ مختلف اسناد سے دباغت کے حلق احادیث لائے ہیں۔

حدیث ابو بکر النیشابوری نا محمد بن عقیل بن خویلد نا حفص بن عبد اللہ نا یبراہیم بن طہمان عن ابیوب

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ اور اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ کیونکہ امام احمد کے نزدیک متن ”شہر او شہرین“ ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو تقدم حاصل ہے کیونکہ وہ حدیث اس کی ناسخ یعنی معارض ہے۔ لہذا قوت والی حدیث حکم کو شامل ہوگی۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

اسی طرح سند میں اضطراب اس طرح ہے۔ کہ عبدالرحمن نے ابن عکیم سے بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے خالد ہذا کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے حکیم بن عتیمہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن اور لوگ عبداللہ بن عکیم کی طرف چلے پس وہ داخل ہوئے میں دروازے پر کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلے تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جہینہ کی طرف مذکورہ حدیث لکھی ہے۔

اس سند میں واضح ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے دروازے سے باہر نکلنے والوں سے حدیث سنی ہے اور دروازے سے نکلنے والے مجبوں ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے کہ ایک روایت میں ایک مہینہ ہے اور ایک میں چالیس دن ہیں۔ اور ایک روایت میں تین دن مع الاختلاف کے ذکر ہے۔ اختلاف بھی ان سے مذکور ہے جو حکیم کی محبت اختیار کرنے والے ہیں لہذا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جس کو امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے وہی ائمہ احناف کے مسک کی دلیل ہوگی۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۶۷، دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح مذہب احناف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے جس کو امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔

عن عائشة قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم استمعوا بجلود البیتہ اذا همی دبغت ترابا کان او رمادا او ملحا، ما کان بعد ان ترید صلاحہ۔ (سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۴۹، دار المعرفہ بیروت)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسے مٹی یا راکھ یا نمک یا تو اس کو بہت عرصے بعد صبح دیکھے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے کے کھال کے بارے کو خنزیر کی کھال پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی اسی طرح کتے کی کھال بھی پاک نہ ہوگی۔

امام شافعی کا یہ قیاس اس لئے درست نہیں ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس الحین ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور ميسوط میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لایکل لحم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہذا امام شافعی نے کتے کو خنزیر پر قیاس کیا ہے حالانکہ اگر لایکل لحم جانوروں پر قیاس کرتے تو درست ہوتا۔

احناف نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافرمان ”قائد جس“ میں حومیر کا مرجع خنزیر ہے۔ لہذا وہ نجس الحین ہوا۔ اور نجس الحین ہونا صرف خنزیر کی تخصیص ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

لَمْ يَظْهَرْ جِلْدُهُ بِاللَّبَاغِ يَظْهَرُ بِالذَّكَاءِ لِأَنَّهَا تَعْمَلُ عَمَلَ اللَّبَاغِ فِي إِذِ الْإِلَةِ الرُّطُوبَةِ النَّجِسَةِ، وَتَحْدِلُكَ يَظْهَرُ لَنَحْمِهِ هُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَا مَحْوًى.

ترجمہ:

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ)

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے بھی پاک ہو جائے گی۔ (ہدایہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح دباغت سے کھال کے اندر سے نجاست اور وہ تمام مادے جو نجاست سے بھرے ہوتے ہیں یا جن میں نجاست حلول کیے ہوتی ہے وہ سب خارج ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ذبح کے ساتھ بھی وہ تمام فاسد مادے خارج ہو جاتے ہیں لہذا جس طرح دباغت سب ذوال نجاست ہو اسی طرح ذبح بھی سب ذوال نجاست ہوا۔

ہر وہ جانور جو بالکل لحم ہے یا بالکل لحم ہے ان کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کسی جانور کو ذبح کرنے سے اس کے جسم کے اندر سے خون اور رطوبات نجاست خارج ہو جاتی ہیں اسی طرح دباغت سے بھی خارج ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ گوشت میں جس قدر رطوبات نجاستہ ملوث ہوتی ہیں اسی طرح کھال میں ملوث نہیں ہوتیں کیونکہ کھال گاڑھی ہوتی ہے اس میں نجاست اسی طرح حلول نہیں کرتیں۔ جس طرح گوشت میں حلول کر جاتی ہے۔ اور جب گوشت ذبح سے پاک ہو جاتا ہے جس میں زیادہ نجاست حلول کیے ہوتی ہے تو کھال بدرجہ اولیٰ دباغت و ذبح سے پاک ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک مردہ بکری پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے چمڑے سے تم لوگوں نے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ تو مردار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردار کا صرف کھانا منع ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۲۱)

مردار کے اجزاء کی حرمت میں فقہی مذاہب

حالانکہ قرآن شریف میں حرمت علیکم العینۃ (المائدہ ۳:) مطلق ہے۔ اس کے سب اجزاء کو شام مل ہے مگر حدیث سے اس کی تخصیص ہو گئی کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے۔ زہری نے اس حدیث سے دلیل لی، اور کہا کہ مردار کی کھال سے مطلقاً نفع اٹھانا درست ہے۔ دباغت ہوئی ہو یا نہ ہو، لیکن دباغت کی قید دوسری حدیث سے نکالی گئی ہے۔ اور جمہور علماء کی وہی دلیل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مرداروں میں کتے اور سور کا استثناء کیا ہے۔ اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہ ہوگی اور

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف سور اور اوی کی کھال کو مستحکم کیا ہے۔

مردار کا دواہ اور اس کے بے جس میں ہوں نجس ہیں امام شافعی کا یہی مذہب ہے اس لئے کہ وہ بھی میت کا ایک جزو ہے، امام مالک، متاثرانہ سے ایک روایت میں ہے کہ تو وہ پاک ہے لیکن میت میں شامل کی وجہ سے نجس ہو جاتا ہے، اسی طرح مردار کی نجس (کھیری) بھی سور مذہب میں ان بزرگوں کے نزدیک ناپاک ہے گو اس میں اختلاف بھی ہے۔

نمک لگائے ہوئے چمڑے کی خرید و فروخت

محمد اندھ چمڑے کی تجارت میں آج بھی مسلمانوں کا بہتر تقاضا ہے، چمڑا اگر ایسے جانور سے حاصل کیا گیا ہو جس کو شرعی طور پر ذبح کیا تھا تب تو کوئی تباہت نہیں ایسے چمڑے پاک اور قابل خرید و فروخت ہیں؛ لیکن اگر مردار کے چمڑے ہوں تو گوشت کی طرح یہ چمڑے بھی ناپاک ہیں اور ان کی خرید و فروخت جائز نہیں، مسلمان تاجرانِ چرم کے لیے یہ پہلو ہندوستان کے، حول میں خاصا دشوار ہے؛ کیونکہ ایک کثیر تعداد شریکین کے ذبحوں سے حاصل ہونے والے چمڑوں کی ہوتی ہے اس لیے مسلمان تاجرانِ چرم کو چاہیے کہ ایسے چمڑوں کو ان کے مالک سے کچھ اجرت لے کر نمک لگا دیں اور پھر انہیں خرید کر لیں؛ کیونکہ مردار کے چمڑے بھی دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں اور دباغت کے لیے نمک کا لگانا کافی ہے، دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسْتَمِيعُوا بِمُجْلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا هِيَ ذُبِثَتْ تَرَابًا كَانِ اَوْ زَمَادًا اَوْ مِلْحًا اَوْ قَامًا كَانَتْ بَعْدَ اَنْ تُرِيْدَ صَلَاتُكُمْ (سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۱۳۹)

مردہ جانوروں کے ایسے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ جن کو نمک، راکھ یا نمک یا کسی اور شئی سے دباغت دے دی جائے؛ بشرطیکہ اس سے اس کے باقی رہنے کی صلاحیت بڑھ جائے۔ (جدید فقہی مسائل)

مشترکہ ملبہ بیچنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَمَّانَ الشَّفَلُ لِرَجُلٍ وَعُلُوُّهُ لِآخَرَ فَسَقَطَا أَوْ سَقَطَ الْغُلُوُّ وَحَدَهُ لِبَاعٍ صَاحِبُ الْغُلُوِّ غَنُوهُ لَمْ يَجْزِ) لِأَنَّ حَقَّ التَّعَالَى لَيْسَ بِمَالٍ لِأَنَّ الْمَالَ مَا يُمْكِنُ إِخْرَازُهُ وَالْغُلَا هُمُ الْمَحِلُّ لِلنَّبِي، بِخِلَافِ الشُّرْبِ حَيْثُ يَجُوزُ بَيْعُهُ تَبَعًا لِلْأَرْضِ بِاتِّفَاقِ الرُّوَايَاتِ وَمُفْرَدًا فِي رِوَايَةٍ، وَهُوَ اخْتِيَارُ مَسَائِيخٍ تَلْخِي رَحْمَتُهُمُ اللَّهُ لِأَنَّهُ حَقٌّ مِنَ الْمَاءِ وَلِهَذَا يُضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ وَلَهُ فَسْطٌ مِنَ الثَّمَنِ عَلَى مَا نَذَرْنَا فِي كِتَابِ الشُّرْبِ.

ترجمہ

فرمایا اور جب گھر کا فست فلور کسی ایک آدمی کا ہے جبکہ یکٹھ فلور کسی دوسرے شخص کا ہے پھر وہ دونوں گرجے یہ صرف یکٹھ فلور گرجا ہے اور اس کے مالک نے اپنا فست فلور والا حصہ دیا ہے تو اس طرح جائز نہ ہوگا کیونکہ بلند ہونا انہیں ہے اس لئے کہ مال

وہ چیز کہلاتی ہے جس کو جمع کیا جائے اور مال ہی کل بیچ ہوتا ہے۔ بخلاف شرب کے کیونکہ وہ زمین کے تابع کر کے اس کو بیچنا تو ساری روایات کے مطابق جائز ہے اور ایک روایت کے مطابق اسکو بھی اکیلے بیچنا جائز ہے اور مشائخ فقہاء کا یہ پسند کردہ قول ہے کیونکہ شرب پانی کا حصہ ہے اسی دلیل کے سبب وہ تلف ہونے کی صورت میں ضمان والا ہے۔ اور ثمن سے بھی اس کا حصہ نکلنے والا ہے جس طرح ہم اس کو کتاب الشرب میں بیان کر دیں گے۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معدوم کی بیچ باطل ہے مثلاً دو منزلہ مکان دو شخصوں میں مشترک تھا ایک کا بیچنے والا تھا دوسرے کا اوپر والا، وہ اگر گریا یا صرف بالا خانہ گر بالا خانہ والے نے گرنے کے بعد بالا خانہ کی بیچ کی تو یہ بیچ باطل ہے کہ جب وہ چیز ہی نہیں کسی بیچ کی چیز کی ہوگی اور اگر بیچ سے مراد اس حق کو بیچنا ہے کہ مکان کے اوپر اس کو مکان بنانے کا حق تھا یہ بھی باطل ہے کہ بیچ مال کی ہوتی ہے اور یہ محض ایک حق ہے مال نہیں اور اگر بالا خانہ موجود ہے تو اس کی بیچ ہو سکتی ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

راستے کی بیچ وہیہ کے جواز کا بیان

قَالَ (وَبَيْعُ الطَّرِيقِ وَهَيْتُهُ جَائِزٌ وَبَيْعُ مَسِيلِ الْمَاءِ وَهَيْتُهُ بَاطِلٌ) وَالْمَسْأَلَةُ تَحْتَسِلُ وَجْهَيْنِ: بَيْعُ رَقَبَةِ الطَّرِيقِ وَالْمَسِيلِ، وَبَيْعُ حَقِّ الْمُرُورِ وَالتَّسْيِيلِ.

فَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ فَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَسْأَلَتَيْنِ أَنَّ الطَّرِيقَ مَعْلُومٌ لِأَنَّهُ لَهُ طَوْلًا وَعَرْضًا مَعْلُومًا، وَأَمَّا الْمَسِيلُ فَمَجْهُولٌ لِأَنَّهُ لَا يُدْرَى قَدْرُ مَا يَسْغُلُهُ مِنَ الْمَاءِ وَإِنْ كَانَ الثَّانِي فَبَيْعُ حَقِّ الْمُرُورِ وَوَيْتَانِ وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى إِحْدَاهُمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ حَقِّ التَّسْيِيلِ أَنَّ حَقَّ الْمُرُورِ مَعْلُومٌ لِتَعَلُّقِهِ بِمَحَلٍّ مَعْلُومٍ وَهُوَ الطَّرِيقُ، أَمَّا الْمَسِيلُ عَلَى السَّطْحِ فَهُوَ نَظِيرُ حَقِّ التَّعْلَى وَعَلَى الْأَرْضِ مَجْهُولٌ لِجَهَالَةِ مَحَلِّهِ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ حَقِّ الْمُرُورِ وَحَقِّ التَّعْلَى عَلَى الرَّوَّائِيَتَيْنِ أَنَّ حَقَّ التَّعْلَى يَتَعَلَّقُ بِعَيْنٍ لَا تَبْقَى وَهُوَ الْبِنَاءُ فَاشْتَبَاهُ الْمَنَافِعَ، أَمَّا حَقُّ الْمُرُورِ يَتَعَلَّقُ بِعَيْنٍ تَبْقَى وَهُوَ الْأَرْضُ فَاشْتَبَاهُ الْأَعْيَانَ.

ترجمہ

فرمایا: اور راستے کی بیچ وہیہ جائز ہے اور پانی گزارنے کے راستے کی بیچ اور اس کا وہیہ باطل ہے اور اس مسئلہ میں دو احتمال ہیں (۱) عین راستے اور عین مسیل کو فروخت کرنا (۲) گزارنے کے حق اور پانی بہانے کے راستے کو فروخت کرنا۔

پہلی صورت میں دونوں مسائل کے درمیان فرق یہ ہے کہ راستہ معلوم ہے کیونکہ اس کی لمبائی و چوڑائی معین ہے جبکہ میل مجہول ہے کیونکہ پتہ ہی نہیں ہے کہ پانی کتنے میل کو مثال کرنے والا ہے۔

دوسری صورت میں یعنی گزرنے کے حق کی بیخ میں دو روایات ہیں۔ ان میں سے ایک روایت کے مطابق گزرنے کے حق اور پانی گزرنے کے درمیان فرق یہ ہے کہ گزرنے کا حق معلوم ہے کیونکہ اس کا تعلق معین جگہ کے ساتھ ہے اور وہ راستہ ہی ہے اور جہاں تک چھت سے پانی گزرنے کا تعلق ہے تو وہ بلندی والے حق کی مثل ہے جبکہ میل علی الارض اپنے مقام کی جہالت کے سبب مجہول ہے اور بلندی حق اور حق مرور کے درمیان دوسری فرق کرنے والی روایت یہ ہے کہ بلندی والے کا حق ایسے عین کی بناء سے متعلق ہے جو باقی رہنے والا نہیں ہے پس یہ منافع کے مشابہ ہو جائے گا البتہ حق مرور تو اس کا تعلق ایسے عین کے ساتھ ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی زمین ہے تو یہ اعیان کے مشابہ ہو جائے گا۔

گزرنے کے حق کو بیان کرنے کا حکم

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین یا مکان کی بیخ ہوئی اور راستہ کا حق مرور جمعاً بیخ کیا گیا مثلاً جمع حقوق یا تمام مرافق کے ساتھ بیخ کی تو بیخ درست ہے اور تنہا راستہ کا حق مرور بیخا گیا تو درست نہیں۔ مکان سے پانی بہنے کا راستہ یا کھیت میں پانی آنے کا راستہ بیخنا درست نہیں یعنی محض حق بیچنا بھی ناجائز ہے اور زمین جس پر پانی گزرے گا وہ بھی بیخ نہیں کی جاسکتی جبکہ اس کا طول و عرض بیان نہ کیا گیا ہو اور اگر بیان کر دیا ہو تو جائز ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ راستہ یعنی اُس کی زمین کی بیخ وہبہ جائز ہے، جب کہ وہ زمین بائع کی ملک ہو نہ کہ فقط حق مرور (حق آسائش) ہو، مثلاً اس کے گھر کا راستہ دوسرے کے گھر میں سے ہو اور راستہ کی زمین اس کی ہو۔ اگر اس زمین راستہ کے طول و عرض مذکور ہیں جب تو ظاہر ہے ورنہ اُس مکان کا جو بڑا دروازہ ہے اتنی چوڑائی اور کوچہ نافذہ تک لمبائی لی جائے گی اور جو راستہ کوچہ نافذہ یا کوچہ سرستہ میں نکلا ہے جو خاص بائع کی ملک میں نہیں ہے، بلکہ اُس میں سب کے لیے حق آسائش ہے مکان خریدنے میں وہ جہاً داخل ہو جاتا ہے خاص کر اُسے خریدنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (روحان، کتاب بیوع)

باندی کو بیچنے کے بعد غلام ہو جانے کی صورت میں ممانعت بیخ کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً فَإِذَا هُوَ غُلَامٌ) فَلَا يَبِيعُ بَيْنَهُمَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ كَبْشًا فَإِذَا هُوَ نَعَجَةٌ حَيْثُ يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ وَيَتَخَيَّرُ.

وَالْفَرْقُ بَيْنِي عَلَى الْأَصْلِ الَّلِي ذَكَرْنَاهُ فِي النِّكَاحِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ أَنَّ الْإِشَارَةَ مَعَ التَّسْمِيَةِ إِذَا اجْتَمَعَتَا فَفِي مُخْتَلَفِي الْجِنْسِ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِالْمَسْمَى وَيَبْطُلُ لِانْعِدَامِهِ، وَفِي مُتَّحِدِي الْجِنْسِ يَتَعَلَّقُ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ وَيَنْعَقِدُ لَوْ جُودَهُ وَيَتَخَيَّرُ لِقَوَاتِ

الْوَصْفِ كَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا عَلَى أَنَّهُ خَبَّازٌ فَإِذَا هُوَ كَاتِبٌ، وَفِي مَسْأَلَتِنَا الْمَأْكُورُ وَلَا
مِنْ بَنِي آدَمَ جِنْسَانِ لِلتَّفَاوُتِ فِي الْأَعْرَاضِ، وَفِي الْحَيَوَانَاتِ جِنْسٌ وَاحِدٌ
فِيهَا وَهُوَ الْمُعْتَبَرُ فِي هَذَا دُونَ الْأَصْلِيِّ كَالْعَلِّ وَالذَّبْسِ جِنْسَانِ
وَالزَّنْدِيجِيِّ عَلَى مَا قَالُوا جِنْسَانِ مَعَ اتِّحَادِ أَصْلِهِمَا.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے باندی کو بیچ دیا ہے اس کے بعد وہ غلام بنی تو عقد کرنے والوں کے درمیان کوئی عقیدہ نہیں ہوگا۔ یہ خلاف
اس صورت کے کہ جب کسی نے مینڈھا بیچا اور اور وہ بیچ بھیڑنگی تو بیچ منعقد ہو جائے گی۔ اور مشتری کو اختیار حاصل ہوگا۔ اور ان
دونوں صورتوں میں فرق اسی اصل کے مطابق ہے جس ہم کتاب نکاح میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے
بیان کرتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ جب اشارہ اور تسمیہ دونوں کی مسئلہ میں جمع ہو جائیں تو اختلاف جنس کی صورت میں عقد مسکمی سے متعلق ہوگا اور
تسمیہ کے معدوم ہونے کے سبب عقد باطل ہو جائے گا۔ اور اتحاد جنس کی صورت میں عقد مشارالیه سے متعلق ہوگا۔ اور اس میں موجود
ہونے کے سبب سے منعقد ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

البتہ وصف کے باقی رہنے کے سبب مشتری کو اختیار کا حق حاصل ہے جس طرح جب کسی نے اس شرط پر غلام کو خریدا کہ روٹی
پکانے والا ہے پھر وہ کا تب نکلا۔ اور ہمارے اس مسئلہ میں اختلاف اعراض کے سبب ابن آدم کے مذکورہ دو علیحدہ علیحدہ
اجناس ہیں۔ جبکہ قلیل فرق کے سبب حیوانات میں مذکورہ دو جنسوں کو ایک ہی جنس شمار کیا جاتا ہے اور اختلاف جنس اور اتحاد جنس
دونوں میں یہی چیز معتبر ہے لہذا اصل ماہیت کا اعتبار نہ ہوگا جس طرح سرکہ اور انگور دو جنس ہیں اور اسی طرح وزری اور زندقہ
کپڑے فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق اصلیت کے متحد ہونے کے باوجود علیحدہ علیحدہ جنس کے ہیں۔

شرح

اور جب کسی شخص نے بیچ کی طرف اشارہ کیا اور نام بھی لے دیا مگر جس کی طرف اشارہ ہے اُس کا وہ نام نہیں مثلاً کہا کہ اس
گائے کو اتنے میں بیچا اور وہ گائے نہیں بلکہ بیل ہے یا اس لونڈی کو بیچا اور وہ لونڈی نہیں غلام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو نام ذکر کیا ہے
اور جس کی طرف اشارہ ہے دونوں کی ایک جنس ہے تو بیچ صحیح ہے کہ عقد کا تعلق اُس کے ساتھ ہے جس کی طرف اشارہ ہے اور وہ
موجود ہے مگر جو چیز مشتری لینا چاہتا ہے چونکہ وہ نہیں ہے لہذا اُس کو اختیار ہے کہ لے یا نہ لے اور جنس مختلف ہو تو بیچ باطل ہے
کہ عقد کا تعلق اس صورت میں اُس کے ساتھ ہے جس کا نام لیا گیا اور وہ موجود نہیں لہذا عقد باطل۔ انسان میں مرد و عورت دو جنس
مختلف ہیں لہذا لونڈی کہہ کر بیچ کی اور نکلا غلام یا بالکس یہ بیچ باطل ہے اور جانوروں میں زردادہ ایک جنس ہے گائے کہہ کر بیچ کی

اور نکلا نکل یا بالکس تو بیع صحیح ہے اور مشتری کو خیار حاصل ہے۔

تبدیلی وصف کے سبب مشتری کے خیار کا بیان

ایک مکان خرید اس شرط پر کہ پختہ اینٹوں سے بنا ہوا ہے وہ نکلا خام، یا باغ خرید اس شرط پر کہ اس کے کل درخت پھل دار ہیں اُن میں ایک درخت پھل دار نہیں ہے یا کپڑا خرید اس شرط پر کہ کسم کارنگا ہوا ہے وہ زعفران کارنگا ہوا نکلا اُن سب صورتوں میں بیع قاسد ہے۔ یا خرچہ اس شرط پر کہ مادہ ہے وہ زرقا تو بیع جائز ہے مگر مشتری کو اختیار ہے کہ لے یا نہ لے اور اگر زکہ کر خرچہ اور مادہ نکلا یا گمہ حایا اونٹ کہہ کر خرچہ اور ٹکلی گدی یا اونٹ تو ان صورتوں میں بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار فسخ بھی نہیں کہ جنس مختلف نہیں ہے اور جو شرط تھی بیع اس سے بہتر ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیع)

خریداری کے بعد اسی بیع کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ خَالَةً أَوْ نَسِيبَةً فَكَبَضَهَا ثُمَّ بَاعَهَا مِنَ الْبَائِعِ بِخَمْسِمِائَةٍ قَبْلَ أَنْ يَنْقُذَ الثَّمَنَ الْأَوَّلَ لَا يَجُوزُ الْبَيْعُ الثَّانِي) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدْ تَمَّ فِيهَا بِالْقَبْضِ فَصَارَ الْبَيْعُ مِنَ الْبَائِعِ وَمِنْ غَيْرِهِ سَوَاءً وَصَارَ كَمَا لَوْ بَاعَ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ أَوْ بِالزِّيَادَةِ أَوْتٍ بِالْعَرَضِ.

وَلَسْنَا قَوْلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَيْسَ لَكَ الْمَرْأَةُ وَقَدْ بَاعَتْ بِسِتْمِائَةٍ بَعْدَ مَا اشْتَرَتْ بِخَمْسِمِائَةٍ: بِنَسْمَا شَرِيتَ وَاشْتَرَيْتَ، أَبْلَغِي زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَبْطَلَ حُجَّتَهُ وَجِهَادَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَمْ يُتَبَّ؛ وَلَئِنْ الثَّمَنَ لَمْ يَدْخُلْ فِي صَمَانِهِ فَإِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ التَّمِيْعُ وَوَقَعَتِ الْمُقَاصَةُ بَقِيَ لَهُ فَضْلُ خَمْسِمِائَةٍ وَذَلِكَ بِمَا عَوِضَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ بِالْعَرَضِ لِأَنَّ الْفَضْلَ إِنَّمَا يَنْظَرُ عِنْدَ الْمُجَانَسَةِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم نقد یا ادھار کے بدلے میں کوئی باندی خرید لی اور اس پر قبضہ بھی کر لیا اس کے قیمت ادا کرنے سے پہلے ہی اسی باندی کو بایع سے پانچ سو درہم میں فروخت کر دیا تو دوسری صورت میں بیع جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ قبضہ کے ذریعے بیع میں ملکیت مکمل ہو چکی ہے پس بیع اور غیر بایع دونوں کو فروخت کرنا برابر ہے اور یہی اس طرح ہو جائے گا۔ جس طرح مشتری نے اس کو پہلی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ یا کسی سامان کے بدلے میں بیع دیا ہے۔

ہماری دلیل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ انہوں نے اس عورت سے کہا تھا جس نے آٹھ سو درہم میں ایک باندی خرید کر اس کو چھ سو درہم میں بیچ دیا تھا۔ کہ تو نے بہت بری خرید و فروخت کی ہے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو مطلع کر دو کہ اگر انہوں نے تو یہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ ان کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے بیچ اور جہاں سب کو ضائع کر دے گا اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت بائع کی ضمان میں داخل نہیں ہوئی ہے اور اس کے بعد جب بیچ اس کے پاس پہنچ گئی ہے تو یہ مقاصد واقع ہوا ہے۔ یا بائع کو پانچ سو زائد ملے ہیں جو بغیر کسی بدلے کے ہیں یہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے سامان کے بدلے میں بیچ دیا ہو کہ نہ اسے زیادتی کا ظاہر ہونا اتحاد جنس کے ساتھ ہوا ہے۔

شرح

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ امام بخاری حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں، اس کے بعد انہیں فقہی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا، بہت برا کیا، جا کا زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی عارت جائے گا جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے، میں نے کہا اگر وہ دوسو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کروں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے (فمن جاء موعظة والی آیت پڑھ کر سنائی۔) (ابن ابی حاتم)

علامہ محمد امین آفندی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ جس چیز کو بیچ کر دیا ہے اور ابھی پورا نہیں وصول نہیں ہوا ہے اس کو مشتری سے کم دام میں خریدنا جائز نہیں اگرچہ اس وقت اس کا رخ کم ہو گیا ہو۔ اسی طرح اگر مشتری مر گیا اس کے وارث سے خریدی جب بھی جائز نہیں۔ مالک نے خود نہیں بیچ کی ہے بلکہ اس کے دیکل نے بیچ کی جب بھی یہی حکم ہے کہ کم میں خریدنا جائز اور اگر اتنے ہی میں خریدی مگر پہلے ادائے ثمن کی معیاد نہ تھی اور اب معیاد مقرر ہوئی یا پہلے ایک ماہ کی معیاد تھی اور اب دو ماہ کی معیاد مقرر کی یہ بھی ناجائز ہے۔ اور اگر بائع مر گیا اس کے وارث نے اسی مشتری سے کم دام میں خریدی تو جائز ہے۔ اسی طرح بائع نے اس سے خریدی جس کے ہاتھ مشتری نے بیچ کر دی ہے یا بہہ کر دی ہے یا مشتری نے جس کے لیے اس چیز کی وصیت کی اس سے خریدی یا خود مشتری سے اسی دام میں یا زائد میں خریدی یا ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد خریدی یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ اور بائع کے باپ یا بیٹے یا غلام یا مکتب نے کم دام میں خریدی تو ناجائز ہے۔ کم داموں میں خریدنا اس وقت ناجائز ہے جب کہ ثمن اسی جنس کا ہو اور بیچ میں کوئی نقصان نہ پیدا ہوا ہو اور اگر ثمن دوسری جنس کا ہو یا بیچ میں نقصان ہوا ہو تو مطلقاً بیچ جائز ہے۔ روپیہ اور اشرفی اس بارہ میں ایک جنس قرار پائیں گے لہذا اگر بیس روپیہ میں بیچی تھی اور اب ایک اشرفی میں خریدی جس کی قیمت اس وقت پندرہ روپے ہے ناجائز ہے اور اگر کپڑے یا سامان کے بدلے میں خریدی جس کی قیمت پندرہ روپے ہے جائز ہے۔ (رہنکار، کتاب بیوع)

خرید کردہ بیع کے ساتھ کوئی چیز ملا کر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِخَمْسِمِائَةٍ ثُمَّ بَاعَهَا وَأُخْرَى مَعَهَا مِنَ الْبَائِعِ قَبْلَ أَنْ يَنْقُذَ الثَّمَنَ بِخَمْسِمِائَةٍ فَالْبَيْعُ جَائِزٌ فِي الْيَتَى لَمْ يَشْتَرِهَا مِنَ الْبَائِعِ وَيَبْطُلُ فِي الْأُخْرَى) لِأَنَّهُ لَا بُدَّ أَنْ يَجْعَلَ بَعْضُ الثَّمَنِ بِمُقَابِلَةِ الْيَتَى لَمْ يَشْتَرِهَا مِنْهُ فَيَكُونُ مُشْتَرِيًّا لِلْأُخْرَى بِأَقْلٍ مِمَّا بَاعَ وَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَنَا، وَلَمْ يَوْجَدْ هَذَا الْمَعْنَى فِي صَاحِبِهَا وَلَا يَشِيعُ الْفَسَادُ لِأَنَّهُ ضَعِيفٌ فِيهَا لِكُونِهِ مُجْتَهِدًا فِيهِ أَوْ لِأَنَّهُ بَاغِتَارٍ شُبْهَةُ الرِّبَا، أَوْ لِأَنَّهُ طَارِءٌ لِأَنَّهُ يَظْهَرُ بِانْقِسَامِ الثَّمَنِ أَوْ الْمَقَاصِ فَلَا يَسْرَى إِلَى غَيْرِهَا ..

ترجمہ

فرمایا: جب کسی شخص نے پانچ سو راہم میں باندی خریدی اور اس کے ساتھ ایک دوسری باندی کو ملا کر دونوں کو شمن کی ادائیگی سے بائع کو پانچ سو راہم میں فروخت کر دی تو جس باندی کو اس نے بائع نے خرید اٹھا اس میں بیع جائز ہے اور دوسری میں بیع باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ مشتری کیلئے ضروری ہے کہ اس نے جس نے باندی کو بائع خرید نہیں ہے اس کے مقابل کچھ قیمت مقرر کرے ورنہ بائع دوسری باندی کو اس کی خرید سے کم قیمت پر خریدنے والا ہوگا جو ہمارے نزدیک فاسد ہے جبکہ دوسری باندی میں یہ حکم نہ ہوگا کیونکہ اس میں فساد بڑھنے والا نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اختلاف کے سبب خریدی ہوئی باندی میں فساد کم ہے یا یہ سبب ہے کہ فساد سود کے اشتباہ کی وجہ سے ہے یا اس لئے کہ فاسد طاری ہونے والا ہے یا اس لئے کہ فساد کا ظاہر ہونا قیمت کی تقسیم یا مقاصد سے ہو جائے گا۔ پس یہ امور دوسری باندی میں مراعات کرنے والے نہیں ہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس چیز کی بیع کر دی ہے اور ابھی پورا شمن وصول نہیں ہوا ہے اس کو مشتری سے کم دام میں خریدنا جائز نہیں اگرچہ اس وقت اس کا نرخ کم ہو گیا ہو۔ اسی طرح اگر مشتری مر گیا اس کے وارث سے خریدی جب بھی جائز نہیں۔ مالک نے خود نہیں بیع کی ہے بلکہ اس کے وکیل نے بیع کی جب بھی یہی حکم ہے کہ کم میں خریدنا ناجائز اور اگر اتنے ہی میں خریدی مگر پیسے ادا نہ ہونے کی معیاد نہ تھی اور اب میعاد مقرر ہوئی یا پہلے ایک ماہ کی میعاد تھی اور اب دو ماہ کی میعاد مقرر کی یہ بھی ناجائز ہے۔ اور اگر بائع مر گیا اس کے وارث نے اسی مشتری سے کم دام میں خریدی تو جائز ہے۔ اسی طرح بائع نے اس سے خریدی جس کے ہاتھ مشتری نے بیع کر دی ہے یا یہ کہ کر دی ہے یا مشتری نے جس کے لیے اس چیز کی وصیت کی اس سے خریدی یا خود مشتری سے اس دام میں یا زائد میں خریدی یا شمن پر قبضہ کرنے کے بعد خریدی یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ ورنہ بائع کے پاپ بیٹے یا غلام یا مکاتب نے کم دام میں خریدی تو ناجائز ہے۔ کم داموں میں خریدنا اس وقت ناجائز ہے جب کہ شمن اسی جنس کا ہو اور بیع میں

کوئی نقصان نہ پیدا ہوا اور اگر شے دوسری جنس کا ہو یا بیع میں نقصان ہوا ہو تو مطلقاً بیع جائز ہے۔ روپیہ اور اشرفی اس بارہ میں ایک جنس قرار پائیں گے لہذا اگر میں روپیہ میں بیچی تھی اور اب ایک اشرفی میں خریدی جس کی قیمت اس وقت چند روپے ہے نا جائز ہے اور اگر کپڑے یا سامان کے بدلے میں خریدی جس کی قیمت چند روپے ہے جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیع)

مشتري کا پیمانے میں شرط لگانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى زَيْتًا عَلَى أَنْ يُوْنَهُ بِطَرَفِهِ فَيَطْرَحَ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ ظَرْفٍ خَمْسِينَ رَطْلًا فَهُوَ فَاسِدٌ، وَلَوْ اشْتَرَى عَلَى أَنْ يَطْرَحَ عَنْهُ يَوْزَنَ الظَّرْفِ جَارٍ) ؛ لِأَنَّ الشَّرْطَ الْأَوَّلَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَالثَّانِي يَقْتَضِيهِ.

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى سَمْنًا فِي رِقِّ قَوْدَ الظَّرْفِ وَهُوَ عَشْرَةُ أَرْطَالٍ) فَقَالَ الْبَائِعُ الزُّبِّيُّ غَيْرُ هَذَا وَهُوَ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ قَالَ الْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرَى، لِأَنَّهُ إِنْ أُغْتَبِرَ اخْتِلَافًا فِي تَعْيِينِ الزُّبِّيِّ الْمَقْبُوضِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْقَائِضِ ضَمِيمًا كَانَ أَوْ أَمِينًا، وَإِنْ أُغْتَبِرَ اخْتِلَافًا فِي السَّمْنِ فَهُوَ فِي الْحَقِيقَةِ اخْتِلَافٌ فِي الثَّمَنِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرَى ؛ لِأَنَّهُ يُنْكَرُ الزِّيَادَةُ.

ترجمہ

اور جس شخص نے زیتون کا تیل اس شرط کے ساتھ بائع سے خریدا کہ وہ مشتری کے پیمانے سے وزن کرے گا مگر ہر برتن کے بدلے مشتری سے پچاس رطل کم کرنا ہے تو یہ بیع فاسد ہے۔ اور جب اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری سے برتن کے وزن کے برابر کم کرے گا تو یہ جائز ہے کیونکہ پہلی شرط کا عقد قاضی کرنے والا نہیں ہے جبکہ شرط ثانی کا قاضی کرنے والا ہے۔
اور جس شخص نے ایک مشک میں گھی خریدا اور برتن کو واپس کر دیا اور وہ دس رطل ہے اس کے بعد بائع نے کہا کہ مشک اس کے سوا بے دہ پانچ رطل کا تھا تو اب مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ جب اس کو قبضہ والے مشک کے تعین میں مختلف مان لیا جائے تو قابض کا قول معتبر ہوگا اگرچہ ضامن ہو یا امانت کے طور پر ہو۔ اور جب گھی کی مقدار میں اختلاف مان لیا گیا تو وہ اصل میں ثمن میں اختلاف ہوگا اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہی زیادتی کا انکار کرنے والا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے تیل بیچا اور یہ ٹھہرا کہ برتن سمیت تو لا جائے گا اور برتن کا اتنا وزن کاٹ دیا جائے مثلاً ایک سیر یا ناجائز ہے اور اگر یہ ٹھہرا کہ برتن کا جو وزن ہے وہ کاٹ دیا جائے گا مثلاً ایک سیر ہے تو ایک سیر اور

ذریعہ سیر ہے تو ذریعہ سیر پر جائز ہے۔ اسی طرح اگر دونوں کو معلوم ہے کہ برتن کا وزن ایک سیر ہے اور یہ ٹھہرا کہ برتن کا وزن ایک سیر جاری کیا جائے گا یہ بھی جائز ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

اور جب کسی شخص نے تیل یا گھی خریدے اور برتن سمیت تو لا گیا اور ٹھہرا یہ کہ برتن کا جو وزن ہوگا بھرا دیا جائے گا مشتری برتن خالی کر کے لا دیا اور کہتا ہے اس کا وزن مثلاً دو سیر ہے بائع کہتا ہے یہ وہ برتن نہیں میرا برتن ایک سیر وزن کا تھا تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اس اختلاف سے اگر مقصود برتن ہے تو مشتری قایض ہے اور قایض کا قول معتبر ہوتا ہے اور اگر مقصود وزن میں اختلاف ہے کہ ایک سیر کی قیمت بائع طلب کرتا ہے اور مشتری منکر ہے۔ تو منکر کا قول معتبر ہوتا ہے۔

مسلمان کا نصرانی کو شراب کی بیع میں وکیل بنانے کا بیان

قَالَ: (وَإِذَا أَمَرَ الْمُسْلِمُ نَصْرَانِيًّا بِبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ شِرَائِهَا فَقَعَلَ جَارَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا يَجُوزُ: عَلَى الْمُسْلِمِ) وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْخِزْيَرُ، وَعَلَى هَذَا تَوْكِيلُ الْمُعْرِمِ غَيْرَهُ بِبَيْعِ صِنْدِهِ.

لَهُمَا أَنَّ الْمُوَكَّلَ لَا يَلِيهِ فَلَا يُؤَلِّهِ غَيْرُهُ؛ وَلَآنَ مَا يَنْبَغُ لِلْوَكِيلِ يَنْتَقِلُ إِلَى الْمُوَكَّلِ فَصَارَ كَأَنَّهُ بَاشَرَهُ بِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ.

وَلَأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْعَاقِدَ هُوَ الْوَكِيلُ بِأَهْلِيَّتِهِ وَلَا يَتَّيَهُ، وَانْتَقَالَ الْمَلِكُ إِلَى السَّامِرِ أَمْرٌ حُكْمِي فَلَا يَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْإِسْلَامِ كَمَا إِذَا وَدَّ قَهُمَا، ثُمَّ إِنْ كَانَ خَمْرًا يُخْلَلُهَا وَإِنْ كَانَ خِزْيَرًا يُسَيِّئُهُ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی مسلمان نے نصرانی کو شراب کی خرید و فروخت میں وکیل بنا دیا اور اس نے یہ کام کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک مسلمان کو اس طرح کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ اور خیزر کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور احرام والے کا اپنا شکار بیچنے میں کسی کو وکیل بنانے کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب خود موکل اس کا اہل نہیں ہے تو دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ وکیل کے لئے ثابت ہونے والی چیز موکل کی جانب منتقل ہونے والی ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح موکل نے خود یہ کام کیا ہو حالانکہ اس کیسے جائز نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل اپنی اہلیت و ولایت سے خود عقد کرنے والا ہے جبکہ حکم دینے والے کی

جانب ملکیت کا انتقال ایک غیر اختیاری معاملہ ہے پس اسلام کے سبب یہ منع نہ ہوگا جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب شراب اور خنزیر مسلمان کو وراثت میں مل جائیں۔ اور اب جبکہ ما مور بہ شراب ہے تو وہ مسلمان اس کا سرکہ بنائے اور خنزیر، دو تو اس کو چھوڑ دے۔

شرح

ابن وعلہ مصری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا انگور کے شیرہ کے بارے میں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شراب کی مشکیں تحفہ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ خداوند قدوس نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے پھر اس نے آہستہ سے ایک آدمی کے کان میں کچھ کہا جس کو میں نہیں سمجھا کہ کیا کہا۔ میں نے ایک اور شخص سے جو کہ اس کے نزدیک بیٹھا تھا دریافت کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے کان میں کیا کہا؟ اس نے کہا میں نے اس سے کہا کہ تم اس کو فروخت کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس کا پتہ حرام فرمایا ہے اس نے اس کا فروخت کرنا بھی حرام فرمایا ہے اس پر اس نے دونوں مشک کا منہ کھول دیا اور اس میں جس قدر شراب تھی وہ سب بہ گئی۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 968)

جو فعل اصل سے نہ ہو سکے اس میں وکالت

ہر وہ فعل جس کا مقصد اصل شخص یعنی موکل کے بغیر پورا نہ ہو سکے، اس میں وکالت جائز نہیں۔ (الفرق)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح نماز میں کسی شخص کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس طرح تو اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے کہ نماز کا مقصد بندگی اور کمال خشوع و خضوع کا اظہار کیا جائے، لیکن وکیل کے خشوع و خضوع سے موکل میں وہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح قسم کھانے کا معاملہ ہے کیونکہ قسم کھانے کا اصل منشاء مقصد یہ ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعوے کی صداقت کا اظہار کرے لیکن دوسرے شخص کی قسم کھانے سے پہلے شخص کی صداقت کا ثبوت نہیں مل سکتا۔

اسی طرح اشد ضرورت کے بغیر شہادت کیلئے بھی کسی دوسرے شخص کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا، البتہ بعض خاص حالات و واقعات اور ضرورت کے موقع پر بعض علماء اس کیلئے بھی وکیل بنانے کے قائل ہیں اور انکی وجہ بھی یہ ہے کہ گواہ کی صداقت کا اظہار نہیں ہو سکتا، گناہ اور معصیت کی بھی وکالت نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ شریعت ہمیں گناہوں سے روکتی ہے۔ اور جبکہ ان میں وکیل بنانے کا مطلب یہ ہے کہ شرعی طور پر انہیں ثابت کیا جائے۔ جو اس کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔ (الفرق)

چوری، زنا اور کئی حدود و قصاص کے بہت زیادہ مسائل ہیں جہاں کسی کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اور نہ ہی حدود کا نفاذ وکیل کی وجہ سے اصل پر جاری کیا جاسکتا ہے۔

خزیر کی بیع میں وکالت غیر مسلم کے عدم جواز میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرمایا: اور جب کسی مسلمان نے نصرانی کو شراب کی خرید و فروخت میں وکیل بنادیا اور اس نے یہ کام کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے۔ جبکہ صاحبین اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک اس طرح کی وکالت درست نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز کو کھانا حرام ہے اس کی بیع بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح شراب کی بیع اور احرام والے شخص کے شکار کا مسئلہ ہے یعنی اس کا اختلاف بھی اسی اختلاف کی طرح ہے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۰۳، بیروت)

غلام کو شرط مکاتبیت یا تدبیر پر بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يُعْتَقَ الْمُشْتَرِي أَوْ يُدَبِّرَهُ أَوْ يُكَاتِبَهُ أَوْ أَمَةً عَلَى أَنْ يَسْتَوْلِدَهَا فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ) ؛ لِأَنَّ هَذَا بَيْعٌ وَشَرْطٌ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ .

ثُمَّ جُمِلَ الْمَذْهَبُ فِيهِ أَنْ يُقَالَ : كُلُّ شَرْطٍ يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ كَشَرْطِ الْمِلْكِ لِلْمُشْتَرِي لَا يُفْسِدُ الْعَقْدَ لِثُبُوتِهِ بِذَوْنِ الشَّرْطِ ، وَكُلُّ شَرْطٍ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَهُوَ مُنْفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَارِفَيْنِ أَوْ لِمُتَعَقُّودٍ عَلَيْهِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْتِحْقَاقِ يُفْسِدُهُ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْمُشْتَرِي الْعَبْدَ الْمَبِيعَ ؛ لِأَنَّ فِيهِ زِيَادَةً عَارِيَّةً عَنِ الْوَعُضِ فَيُؤْدِي إِلَى الرُّبَا ، أَوْ ؛ لِأَنَّهُ يَقَعُ بِسَبَبِهِ الْمُنَازَعَةُ فَيَعْرَى الْعَقْدُ عَنْ مَقْصُودِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُتَعَارِفًا ؛ لِأَنَّ الْعُرْفَ قَاضٍ عَلَى الْقِيَاسِ ، وَلَوْ كَانَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلَا مُنْفَعَةٌ فِيهِ لِأَحَدٍ لَا يُفْسِدُهُ وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنْ الْمَذْهَبِ كَشَرْطِ أَنْ لَا يَبِيعَ الْمُشْتَرِي الذَّابَّةَ الْمَبِيعَةَ لِأَنَّهُ انْعَدَمَتِ الْمُطَابَقَةُ فَلَا يُؤْدِي إِلَى الرُّبَا ، وَلَا إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر غلام کو بیچا کہ وہ اس کو تدبیر بنائے یا اس کو مکاتب بنائے یا اس کو آزاد کرے یا اس نے باندی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو ولد بنائے گا۔ تو ان تمام احوال میں بیع قاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ بیع بھی ہے اور شرط بھی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بیع کو شرط کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے اس بارے میں مذہب کا حاصل یہ ہے ہر وہ چیز جو عقد کا تقاضہ کرنے کے مطابق ہو وہ عقد کو قاسد کرنے والی نہیں ہے۔ (قاعدہ خمیہ) کیونکہ وہ شرط کے بغیر بھی ثابت ہے۔

اور ہر وہ چیز جو عقد کے تقاضہ کے خلاف ہو اور اس میں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کا یا معقود علیہ کا فائدہ بھی ہے تو معقود علیہ حقدار ہونے کا اہل ہوا تو وہ شرط عقد کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ تھمبہ) جس طرح یہ شرط لگانا کہ مشتری بیع غلام کو فروخت نہ کرے گا کیونکہ اس میں ایک ایسی زبردستی ہے جو بدلے سے مجر دے ہیں یہ سود کا سبب بننے والی ہے۔ یا اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ جھگڑے کا ذریعہ بننے والی ہے جبکہ عقد اپنے مقصد سے خالی رہ جائے گا۔

ہاں البتہ جب وہ شرط معروف ہے کیونکہ قیاس پر غالب رہنے والا عرف ہے۔ اور جب شرط تقاضہ عقد کے خلاف نہ ہو اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہ ہو تو ایسی شرط عقد کو فاسد کرنے والی نہیں ہے۔ ظاہر مذہب یہی ہے جس طرح یہ شرط لگانا کہ مشتری بیع میں ٹھہرائی ہوئی سواری کو فروخت نہ کرے گا۔ کیونکہ طلب کرنا معدوم ہے پس ایسی شرط سود اور جھگڑے کا سبب نہ بنے گی۔

شرح

غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ مشتری اُسے آزاد کر دے یا بدیر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو اس شرط پر کہ اسے اُم ولد بنائے یہ بیع فاسد ہے کہ جو شرط عقد کے تقاضہ کے خلاف ہو اور اس میں بائع یا مشتری یا خود بیع کا فائدہ ہو (جب کہ بیع اہل استحقاق سے ہو) وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور اگر جانور کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری اُسے بیع نہ کرے تو بیع فاسد نہیں کہ یہاں وہ تینوں باتیں نہیں اور اگر اس شرط پر سے غلام بیچا گیا کہ مشتری اُسے آزاد کر دے گا اور مشتری نے اس شرط پر خرید کر آزاد کر دیا بیع صحیح ہوگی اور غلام آزاد ہو گیا۔ غلام کو ایسے کے ہاتھ بیچا کہ معلوم ہے وہ آزاد کر دے گا مگر بیع میں آزادی کی شرط مذکور نہ ہوئی بیع جائز ہے۔

بیع میں تقاضہ عقد والی شرط لگانے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں ایسی شرط ذکر کرنا کہ خود عقد اس کا منتفی ہے معز نہیں مثلاً بائع پر بیع کے قبضہ دلانے کی شرط اور مشتری پر شمن ادا کرنے کی شرط اور اگر وہ شرط عقد کے تقاضہ نہیں مگر عقد کے مناسب ہو اس شرط میں بھی حرج نہیں مثلاً یہ کہ مشتری شمن کے لیے کوئی ضامن پیش کرے یا شمن کے مقابل میں غلام چیز رہن رکھے اور جس کو ضامن بتایا ہے اُس نے اسی مجلس میں ضمانت کر بھی لی اور اگر اُس نے ضمانت قبول نہ کی تو بیع فاسد ہے اور اگر مشتری نے ضمانت یا رہن سے گریز کی تو بائع بیع کو خراج کر سکتا ہے۔ اسی طرح مشتری نے بائع سے ضامن طلب کیا کہ میں اس شرط سے خریدتا ہوں کہ غلام شخص ضامن ہو جائے کہ بیع پر قبضہ دلادے یا بیع میں کسی کی کا قتل کئے گا تو شمن واپس ملے گا یہ شرط بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ شرط نہ اس قسم کی ہو نہ اس قسم کی مگر شرع نے اُس کو جائز رکھا ہے جیسے خیار شرط یا وہ شرط ایسی ہے جس پر مسلمانوں کا عام طور پر عمل در آمد ہے جیسے آج کل گھڑیوں میں گارنٹی سال دو سال کی ہوا کرتی ہے کہ اس مدت میں خراب ہوگی تو درستی کا فائدہ دار بائع ہے ایسی شرط بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی نہ ہو یعنی شریعت میں بھی اُس کا جواز نہیں دارد ہو اور مسلمانوں کا تعامل بھی نہ ہو وہ شرط فاسد ہے اور بیع کو بھی فاسد کر دیتی ہے مثلاً کہ آخری دور یا یہ شرط کر لی کہ بائع اس کو قطع کر کے دی دے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

عقد کا تقاضہ تصرف میں آزادی و اختیار ہونے کا بیان

إِذَا بَيَّعْتَ هَذَا قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ الشُّرُوطَ لَا يَفْتَضِيهَا الْعَقْدُ؛ لِأَنَّ قَضِيَّتَهُ الْإِطْلَاقُ فِي التَّصَرُّفِ وَالتَّخْيِيرِ لَا الْإِلْزَامَ حَتْمًا، وَالشَّرْطُ يَقْتَضِي ذَلِكَ وَفِيهِ مَنَعَةٌ لِلْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَالتَّالِيَعِي رَحْمَةُ اللَّهِ وَإِنْ كَانَ يُخَالِفُنَا فِي الْعِنَى وَيَقِيسُهُ عَلَى بَيْعِ الْعَبْدِ نَسَمَةً فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَتَفْسِيرُ الْمَبِيعِ نَسَمَةً أَنْ يَبَاعَ مِنْ يَمَنَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يُعْتَقُ لَا أَنْ يَشْتَرِطَ فِيهِ، فَلَوْ أَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي بَعْدَ مَا اشْتَرَاهُ بِشَرْطِ الْعِنَى صَحَّ الْبَيْعُ حَتَّى يَجِبَ عَلَيْهِ الثَّمَنُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: يَنْقُصُ فَايَسِدًا حَتَّى يَجِبَ عَلَيْهِ الْقِيَمَةُ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ قَدْ رَفَعَ فَايَسِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا كَمَا إِذَا تَلَفَ بَوْجُهُ آخَرَ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ شَرْطَ الْعِنَى مِنْ حَيْثُ ذَاتِهِ لَا يُلْزِمُ الْعَقْدَ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَلَكِنْ مِنْ حَيْثُ حُكْمِهِ يُلْزِمُهُ؛ لِأَنَّهُ مِنْهُ لِلْمَلِكِ وَالشَّيْءُ بِإِنْتِهَائِهِ يَنْقَرُ، وَلِهَذَا لَا يَمْنَعُ الْعِنَى الرَّجُوعَ بِنَقْضِ الْعَيْنِ، فَإِذَا تَلَفَ مِنْ وَجْهِ آخَرَ لَمْ تَحْتَقِقْ الْمَلَاءَمَةُ فَيَنْقَرُ الْفَسَادُ، وَإِذَا وَجِدَ الْعَيْنُ تَحَقُّقَ الْمَلَاءَمَةِ فَيَرْجِعُ جَانِبَ الْجَوَارِ لِكَانَ الْحَالِ قَبْلَ ذَلِكَ مَوْقُوفًا.

ترجمہ

اور جب شرط کے بارے میں یہ اصول ثابت ہو چکا ہے تو ہم نے کہا کہ یہ تمام شرائط کا تقاضہ عقد کے خلاف ہیں۔ کیونکہ عقد تصرف میں آزادی اور اختیار کا تقاضہ کرنے والا ہے نہ کہ الزام کو لازم کرنے والا ہے۔ جبکہ شرط اسی الزام کا تقاضہ کرنے والی ہے اور اس میں معقود علیہ کا نفع بھی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اگرچہ شرط حق میں ہمارے خلاف ہیں اور غلام کی بیع نمہ پر اس کو قیاس کرنے والے ہیں مگر انہی کے خلاف وہ حدیث دلیل ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور بیع نمہ کا مطلب یہ ہے کہ حق کو عقد میں شروع کیے بغیر ایسے آدمی کو نام بیچا جس کے بارے میں پتہ ہو کہ وہ اس کو آزاد کرے گا۔ اس کے بعد جب آزادی کی شرط سے خریدنے کے بعد مشتری نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو بیع درست ہو جائے گی اور امام عظیم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر شکر واجب ہو جائے گی۔

صاحبین نے کہا کہ بیع باقی رہے گی حتیٰ کہ مشتری پر قیمت واجب ہو جائے گی کیونکہ بیع قاسدہ بھی واقع ہونے والی ہے پس وہ جواز میں تبدل نہ ہوگی۔ جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب غلام کی دوسرے سب کے پیش نظر ہلاک ہو گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ آزادی کی شرط اپنی ذات کے اعتبار سے عقد کے مطابق نہیں ہے جس طرح ہم نے ذکر کر دیا ہے جبکہ بطور حکم وہ عقد کے مطابق ہے کیونکہ وہ ملکیت کو پورا کرنے والی ہے کیونکہ کوئی بھی چیز مکمل اور انجام کو پہنچ جانے کے بعد کچی ہو جاتی ہے اسی دلیل کے سبب آزادی سے رجوع نقصان عیب کے ساتھ مانع نہ ہوگا۔ اور اگر غلام کسی دوسرے سبب سے ہلاک ہوا ہے تو مناسبت ثابت نہ ہوگی پس فساد مستحکم ہونے والا ہے اور جب آزادی پائی گئی تو مناسبت بھی ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ جواز کی جانب رافع ہو چکی ہے پس عقد کی حالت اس سے پہلے پر موقوف رہے گی۔

استحکام فساد کے سبب فساد بیع کا بیان

علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر بائع نے کہا میں نے غلام اس کی قیمت کے عوض بھی تو بیع فاسد ہے کیونکہ مختلف قیمت لگانے والوں کے اعتبار سے اس غلام کی قیمت مختلف ہوگی تو اس طرح شمن بھول ہوگا اس طرح اگر غلام بچا اس چیز کے بدلے میں جس کا فیصلہ مشتری یا فلاں شخص کرے گا تو بھی بیع فاسد ہوگی کیونکہ معلوم نہیں فلاں شخص کیا فیصلہ کرے گا اور جہالت شمن صحت بیع سے مانع ہے پھر جب مشتری کو شمن کا علم ہوا اور وہ اس پر رضامند ہو گیا تو بیع جائز ہو جائے گی کیونکہ جہالت مجلس کے اندر ہی زائل ہوگئی تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے گویا کہ عقد کے وقت معلوم تھا اور اگر شمن کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ بائع اور مشتری متفرق ہو گئے تو فساد مستحکم ہو گیا۔ اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بھی ہے کہ اگر حالت عقد میں تمام شمن اس طرح بھول ہوں کہ جہالت جھگڑے تک پہنچاے تو یہ فساد عقد کا موجب بنے گی اور ہمارے نزدیک جب مجلس کے اندر جہالت رفع ہو جائے تو عقد جواز کی طرف پلٹ آتا ہے کیونکہ مجلس اگر چہ طویل ہو اس کا حکم ساعت عقد والا ہی ہوتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ جب کسی نے لکھی ہوئی قیمت کے بدلے میں کپڑا خریدا اور مشتری کو اس لکھی ہوئی قیمت کا علم نہیں ہے حتیٰ کہ بیع فاسد ہوئی پھر اسے لکھی ہوئی قیمت کا علم ہوا اگرچہ تو یہ علم افتراق سے قبل ہو اور اس نے بیع کو اختیار کر لیا تو ہمارے نزدیک بیع جائز ہوگئی اور اگر افتراق کے بعد اسے لکھی ہوئی قیمت کا علم ہوا تو بالا اتفاق بیع جائز نہیں ہوگی۔ (بدائع الصنائع، کتاب بیوع)

تقاضہ عقد نہ ہونے کی علت کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مشتری اس درخت کوئی انی مال کاٹے یعنی جب بائع اپنی ملکیت کی فراغت کا مطالبہ کرے، اور اگر اس کو زمین میں چھوڑے رکھنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگئی جیسا کہ کاٹنے کی ذمہ داری بائع پر عائد کرنے کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، حاوی بحر۔ میں فساد کی علت یوں بیان فرمائی کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا تقاضا عقد نہیں کرتا اور وہ شرط ملک غیر کو مشغول رکھنے کی ہے۔

بیع باطل کے قبیلہ سے ہے اس چیز کی بیع جابائغ کی ملک میں نہ ہو کیونکہ معدوم چیز اور وہ چیز جس کے عدم کا خطرہ ہو اس کی بیع باطل ہے مگر بطور مسلم ان کی بیع باطل نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس چیز کی بیع سے منع فرمایا جو آدمی کے پاس

نہ ہوا اور بیع سلم میں رخصت دی۔ اس سے مراد اس چیز کی بیع ہے جو عتق رب اس کی ملک میں آئے گی اس کی ملک میں ہونے سے قبل۔ پس شیشیاں کہ زید نے خریدیں زید ہی کی ملک تھیں جتنی ٹوئیں اس کی عمرو سے کچھ علائقیں تھیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

شرط پر خریدی گئی باندی سے عدم دلی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے آدمی کو اس لوٹری سے دلی کرنا درست ہے جس پر سب طرح کا اختیار ہو اگر چاہے اس کو بیچ ڈالے چاہے بہرہ کر دے چاہے رکھ چھوڑے جو چاہے سو کر سکے۔
حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص کسی لوٹری کو اس شرط پر خریدے کہ اس کو بیچوں گا نہیں یا بہرہ نہ کر دے گا یا اس کی مثل اور کوئی شرط لگا دی تو اس لوٹری سے دلی کرنا درست نہیں کیونکہ جب اس کو اس لوٹری کے بیچنے یا بہرہ کرنے کا اختیار نہیں ہے تو اس کی ملک پوری نہیں ہوتی اور جو لازم تھے اس کی ملک کے وہ غیر کے اختیار میں رہے اور اس طرح کی بیع مکروہ ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1197)

ایک ماہ کی مدت تک خدمت پر غلام بیچنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ لَوْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يَسْتَعْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا أَوْ ذَارًا عَلَى أَنْ يَسْكُنَهَا أَوْ عَلَى أَنْ يَقْرِضَهُ الْمُشْتَرِي دِرْهَمًا أَوْ عَلَى أَنْ يُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةً) ؛ لِأَنَّهُ شَرَطَ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَلِيهِ مَنَفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ ؛ وَلِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ وَسَلْفٍ ؛ وَلِأَنَّهُ لَوْ كَانَ الْخِدْمَةُ وَالسُّكْنَى يُقَابِلُهُمَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ يَكُونُ إِجَارَةً فِي بَيْعٍ ، وَلَوْ كَانَ لَا يُقَابِلُهُمَا يَكُونُ إِعَارَةً فِي بَيْعٍ . (وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ صَفَقَتَيْنِ لِي صَفَقَةٍ)

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَيْنًا عَلَى أَنْ لَا يُسَلِّمَهُ إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ فَالْبَيْعُ قَاسِدٌ) ؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ فِي الْمَبِيعِ الْعَيْنِ بَاطِلٌ فَيَكُونُ شَرَطًا قَاسِدًا ، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ مُرْعَى تَرْفِيهَا فَيَلْقَى بِالذُّيُونِ دُونَ الْأَعْيَانِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر غلام کو فروخت کیا کہ وہ ایک ماہ تک بائع کی خدمت کرے گا یا اس نے کسی گھر کو اس شرط پر بیچا کہ ایک ماہ تک اس میں رہائش رکھے گا یا اس شرط پر کسی چیز کو بیچا کہ مشتری اس کو ایک درہم قرض دے گا یا مشتری اس کو کچھ ہدیہ دے گا تو ان تمام احوال میں یہ بیع قاسد ہے کیونکہ یہ شرائط تقاضہ عقد کے خلاف ہیں۔ اور ان میں ایک میں عقد کرنے والوں کا

فائدہ بھی ہے اور وہ اس لئے منع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور قرض سے منع کیا ہے۔ ہاں البتہ جب خدمت اور رہائش میں کچھ قیمت ہو تو یہ بیع اجارہ میں تبدیل ہو جائے گی اور جب ان کے مقابلے میں کوئی شمن نہ ہو تو یہ بیع اجارہ ہو جائے گی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کو دو عقدوں میں جمع کرنے سے منع کیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کسی چیز کا عین اس شرط پر بیچا کہ چاند رات وہ بیچ کو مشتری کے حوالے نہ کرے گا تو بیع فاسد ہے کیونکہ بیع عین میں مدت باطل ہے پس یہ شرط فاسد ہوگی اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ مدت کو آسانی کیلئے مشروع کیا گیا ہے پس وہ دوہون کے مناسب ہوگی اعیان کے مناسب نہ ہوگی۔

شرح

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے غلام بیچا اور یہ شرط کی کہ وہ غلام بائع کی ایک مہینہ خدمت کرے گا یا مکان بیچا اور شرط کی کہ بائع ایک ماہ تک اس میں سکونت رکھے گا یا یہ شرط کی کہ مشتری اتنا روپیہ مجھے قرض دے یا طلاں چیز ہدیہ کرے یا عین چیز کو بیچا اور شرط کی کہ ایک ماہ تک بیچ پر قبضہ نہ دے گا ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔

بیع میں شمن کا ذکر نہ ہوا یعنی یہ کہا کہ جو بازار میں اس کا نرخ ہے دیدیا یہ بیع فاسد ہے اور اگر یہ کہا کہ شمن کچھ نہیں تو بیع باطل ہے کہ بغیر شمن بیع نہیں ہو سکتی۔ (در مختار، کتاب بیوع)

باندی کا حاصل ترک کرتے ہوئے صرف باندی کی بیع کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً إِلَّا حَمْلَهَا فَلْيَبِّعْ فَايَسَدَ) وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا لَا يَصِحُّ إِفْرَادُهُ بِالْعَقْدِ لَا يَصِحُّ اسْتِثْنَاؤُهُ مِنَ الْعَقْدِ، وَالْحَمْلُ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ أَطْرَافِ الْحَبَوَانِ لَا تَصَالِيهِ بِهِ خَلْقَةٌ وَبِنِعِ الْأَصْلِ يَتَنَاقَلُهُمَا فَلَا اسْتِثْنَاءَ يُكُونُ عَلَى خِلَافِ الْمَوْجِبِ فَلَا يَصِحُّ فَيَصِيرُ شَرْطًا فَايَسَدًا، وَابِّعْ يُبْطِلُ بِهِ وَالْكِتَابَةُ وَالْإِجَارَةُ وَالرَّهْنُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّهَا تُبْطِلُ الشُّرُوطَ الْفَاسِدَةَ، غَيْرَ أَنَّ الْمُفْسِدَ فِي الْكِتَابَةِ مَا يَتِمَّ كُنْ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ مِنْهَا، وَالْهَبَةُ وَالصَّدَقَةُ وَالنِّكَاحُ وَالْمُخْلَعُ وَالصَّلْحُ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ لَا تُبْطِلُ بِاسْتِثْنَاءِ الْحَمْلِ، بَلْ يُبْطِلُ الْإِسْتِثْنَاءُ؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْمَقْرُودَ لَا تُبْطِلُ الشُّرُوطَ الْفَاسِدَةَ، وَكَذَا الْوَصِيَّةُ لَا تُبْطِلُ بِهِ، لَكِنْ يَصِحُّ الْإِسْتِثْنَاءُ حَتَّى يَكُونَ الْحَمْلُ مِيرَاثًا وَالْجَارِيَةُ وَصِيَّةً؛ لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ أَخَذَ الْمِيرَاثُ وَالْمِيرَاثُ يَجْرِي فِيمَا فِي الْبَطْنِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اسْتَشْنَى خِدْمَتَهَا؛ لِأَنَّ الْمِيرَاثَ لَا يَجْرِي فِيهَا.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے باندی کے حمل کو ترک کرتے ہوئے صرف باندی کو خرید اتو یہ بیچ فاسد ہے اور اس کی دلیل یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس چیز کا اکیسے عقد درست نہیں ہے اس عقد سے استثناء بھی درست نہیں ہے اور حمل اسی حکم سے ہے۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ حمل پیدا کئی طور پر مادہ کے اتصال کے سبب حیوان کے اعضاء کے حکم میں ہے۔ اور اصل کی بیچ اطراف کی بیچ کو شامل ہوتی ہے۔ پس یہ استثناء عقد کے موجب کے خلاف ہے اور درست نہ ہوگا اور اسی طرح یہ استثناء شرط فاسد بن جائے گا اور شرط فاسد سے بیچ باطل ہو جاتی ہے۔

اور اسی طرح کتابت، اجارہ اور رہن بھی بیچ کے حکم میں ہیں کیونکہ یہ اشیاء بھی شرائط فاسدہ کے سبب باطل ہو جاتی ہیں جبکہ کتابت کیلئے مفید کا صلب عقد میں موجود ہونا لازم ہے۔

اور ہبہ، صدقہ، نکاح، خلع اور قسحہ سے صلح کرنے میں یہ چیزیں حمل کا استثناء کرنے سے باطل نہ ہوں گی بلکہ استثناء خود باطل ہونے والا ہے۔ کیونکہ یہ عقود شرائط فاسدہ کے سبب باطل ہونے والے نہیں ہیں۔ اور وصیت بھی استثناء حمل سے باطل نہ ہوگی جبکہ استثناء درست ہو جائے گا اور میراث حمل میں بھی جاری ہو جائے گی۔ اور باندی وصیت میں ہو جائے گی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اور جو کچھ پیٹ میں ہے اس میں میراث جاری ہو جائے گی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب باندی کی خدمت کا استثناء کیا ہے کیونکہ خدمت میں میراث جاری نہ ہوگی۔

شرح

کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خرید اتو بیچ فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیچ اس کو شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرط فاسد ہوا اور بیچ شرط فاسد کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں جاری ہو جاتی ہے جو پیٹ میں ہے۔

استثناء کا عقد میں جواز عدم جواز کا بیان

کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خرید اتو بیچ فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیچ اس کو شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرط فاسد ہوا اور بیچ شرط فاسد کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں جاری ہو جاتی ہے جو پیٹ میں ہے۔

کیونکہ استثناء کے بعد باقی مجہول ہے۔ مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول ہے۔ لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شیء پر بطور انفرادی عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثناء بھی جائز ہوتا ہے۔ ڈھیر میں سے ایک پوری کی بیج جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثناء بھی جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزاء کے، کیونکہ ان کی بیج جائز نہیں، اسی طرح ان کا استثناء بھی جائز نہیں۔

غیر معلوم چیز کے استثناء کی ممانعت کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیج، بخاقہ، غنہ، غنہ، غنہ اور غیر معلوم چیز کے استثناء سے منع فرمایا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے یعنی یونس بن عبید، عطاء سے اور وہ جابر سے روایت کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1310)

فساد کے صلب عقد میں ہونے کا بیان

علامہ ابن محمود باری نقلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس لئے کہ شرط کا معدوم ہونا عقد کو باطل کر دیتا ہے ایسا نہیں کہ وہ عقد صفت فساد کے ساتھ منعقد ہوا کہ مجلس میں اس کی اصلاح ممکن ہو۔

اس پر اعتراض کیا گیا کہ اگر کوئی شخص بغیر گواہوں کے نکاح کرے پھر نکاح کے بعد اس پر گواہ قائم کر دے تو وہ نکاح جواز کی طرف نہیں چلے گا حالانکہ اس صورت میں فساد صلب عقد میں نہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں فلاں عدم شرط کی وجہ سے آیا ہے جو قوی ہے جیسا کہ صلب عقد میں فساد ہو تو قوی ہوتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص بلا طہارت نماز پڑھ لے پھر بعد میں طہارت کر لے تو اس کی نماز جواز کی طرف نہیں چلے گی۔ (عمانیہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، بیروت)

سلوانے کی شرط پر کپڑا خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا عَلَى أَنْ يَقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَيَخِيْطَهُ قَمِيْصًا أَوْ كِبَاءً فَلْيَبِيعْ فَايْسِدَ) ؛ لِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَنْقُضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنَفْعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاكِدَيْنِ ؛ وَلَآئِنَّهُ يَصِيرُ صَفَقَةً فِي صَفَقَةٍ عَلَى مَا مَرَّ) وَمَنْ اشْتَرَى نَعْلًا عَلَى أَنْ يَخْذُلُوْهَا الْبَائِعُ قَالَ أَوْ يُشْرِكْهَا فَلْيَبِيعْ فَايْسِدَ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَا ذَكَرَهُ جَوَابُ الْقِيَاسِ ، وَوَجْهُهُ مَا بَيَّنَّا ، وَفِي الْإِسْتِحْسَانِ : يَجُوزُ لِلتَّعَامُلِ فِيهِ قَصَارٌ كَصَبْغِ الثَّوْبِ ، وَلِلتَّعَامُلِ جَوَازٌ فَالْإِسْتِصْنَاعُ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اس شرط پر کپڑے کو خریدا کہ بائع اس کو سلوا کر یا قمیص بنا کر دے گا یا جب بنوادے گا تو بیع فاسد

ہے کیونکہ یہ شرط عقد کے خلاف ہے اگرچہ اس میں عائدین میں سے ایک فائدہ بھی ہے اور اس کے منع ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ یہ ایک عقد میں ایک دوسرا عقد ہے جس طرح کہ پہلے اس کا بیان کر گیا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اس شرط پر چڑے کو خرید کر یا بائع اس کا جو بیٹا بنوا کر دے گا یا وہ اس میں تسمیہ لگوا دے گا تو یہ بیع فاسد ہے معصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ متن میں ذکر کردہ حکم قیاسی ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں مگر لوگوں کے قول کے سبب بطور احتیاط یہ صورت جائز ہے پس یہ کپڑے کو رنگ دینے کے مشابہ ہو جائے گا اور تعامل کی دلیل وہی ہے جس کو ہم اصناف میں جائز قرار دے آئے ہیں۔

تفاضہ عقد کے خلاف فساد بیع پر اجماع ائمہ اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب کسی شخص نے اس شرط پر کپڑے کو خرید کر یا بائع اس کو سلوا کر یا قیص بنوا کر دے گا یا جب بنوا دے گا تو بیع فاسد ہے کیونکہ یہ شرط تفاضہ عقد کے خلاف ہے۔ اور اس بیع کے فاسد ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۸۸، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں اگر نقصان پیدا ہو گیا اور یہ نقصان مشتری کے فعل سے ہوا یا خود بیع کے فعل سے ہوا یا آفت سادہ سے ہوا یا بائع مشتری سے بیع کو واپس لے گا اور اس نقصان کا معاوضہ بھی لے گا مثلاً کپڑے کو مشتری نے قطع کر لیا ہے مگر ابھی سلوا نہیں تو بائع مشتری سے وہ کپڑے لے گا اور قطع ہو جانے سے جو قیمت میں کمی ہو گئی وہ لے گا اور اگر وہ نقصان دفع ہو گیا تو جو کچھ اس کا معاوضہ لے چکا ہے بائع واپس کرے مثلاً کتھنچی اس کی آنکھ خراب ہو گئی جس کا نقصان لیا پھر اچھی ہو گئی تو واپس کر دے یا لٹری کا ٹکڑا کر دیا تھا پھر بیع ہو گئی اور نکاح کرنے سے جو نقصان ہوا یا بائع نے مشتری سے وصول کیا پھر اس کے شہر سے نقلی دخول طلاق دیدی تو یہ معاوضہ واپس کر دے۔

اور اگر بیع میں نقصان کسی اجنبی شخص کے فعل سے ہوا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس کا معاوضہ اس اجنبی سے لے یا مشتری سے اگر مشتری سے لے گا تو مشتری وہ رقم اس اجنبی سے وصول کرے گا۔ بیع میں نقصان خود بائع نے کیا تو یہ نقصان پہنچا تاہی واپس کرنا ہے یعنی فرض کر دے اگر وہ بیع مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی اور مشتری نے اس کو بائع سے روکا نہ ہو تو بائع کی ہلاک ہوئی مشتری اس کا تاوان نہیں دے گا اور شہن دے چکا ہے تو واپس لے گا اور اگر مشتری کی طرف سے بیع کی واپسی میں بڑکاوٹ ہوئی اس کے بعد ہلاک ہوئی تو دوسروں میں یہ ہلاک ہونا اسی نقصان پہنچانے سے ہوا یعنی یہاں تک اس کا اثر ہوا کہ ہلاک ہو گئی جب بھی بائع کی ہلاک ہوئی مشتری پر تاوان نہیں اور اگر اس کے اثر سے نہ ہو تو مشتری کو تاوان دینا ہوگا مگر وہ نقصان جو بائع نے کیا ہے اس کا معاوضہ اس میں سے کم کر دیا جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

نیر دزد و مہر جان کے عہد پر بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَالْبَيْعُ إِلَى الشَّرْوَ وَالْمُوهَرَجَانِ وَصَوْمِ النَّصَارَى وَلِطَرِ الْيَهُودِ إِذَا لَمْ يَنْفَرِ

الْمُتَبَاعِينَ ذَلِكَ قَابِلَةً لِّجَهَالَةِ الْأَجَلِ) وَهِيَ مُقْضِيَةٌ إِلَى الْمَنَازَعَةِ فِي النَّبِيِّ لَا يَتَبَايَعُونَ عَلَى الْمَمَّاكِسَةِ إِلَّا إِذَا كَانَا يَتَوَلَّاهُ لِكُونِهِ مَعْلُومًا عِنْدَهُمَا، أَوْ كَانَ التَّاجِيلُ إِلَى فِطْرِ النَّصَارَى بَعْدَمَا شَرَعُوا فِي صَوْمِهِمْ ؛ لِأَنَّ مُدَّةَ صَوْمِهِمْ مَعْلُومَةٌ بِالْأَيَّامِ فَلَا جَهَالََةَ فِيهِ .

ترجمہ

فرمایا: نیروز، مہرجان، صوم نصاریٰ اور عید یہود کے وعدے پر بیع کرنا فاسد ہے جبکہ عقد کرنے والوں کو ان کی مدت معلوم نہ ہو لہذا یہ فساد جہالت کے سبب ہوگا۔ اور یہ جہالت نزاع کی طرف لے جانے والی ہے کیونکہ یہ مثال منول کرنے پر مبنی ہے ہاں البتہ جب عقد کرنے والوں کو مدت معلوم ہو کیونکہ اب میعاد کا علم ہوگا یا پھر نصاریٰ کا روزہ شروع ہونے کے بعد ان کی عید کی میعاد ہوگی۔ کیونکہ ایام ہی ذریعے ان کے روزوں کی مدت معلوم ہوتی ہے پس یہ صورت جہالت سے بری ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ادائے ثمن کے لیے کوئی مدت مقرر ہوتی ہے اور کبھی نہیں اگر مدت مقرر نہ ہو تو ثمن کا مطالبہ بالتحجب چاہے کرے اور جب تک مشتری ثمن نہ ادا کرے بیع کو روک سکتا ہے اور دعویٰ کر کے وصول کر سکتا ہے اور اگر مدت مقرر ہے تو قبل مدت مطالبہ نہیں کر سکتا اگر مدت ایسی مقرر ہو جس میں جہالت نہ رہے کہ جھگڑا ہوا اگر مدت ایسی مقرر کی جو یقیناً نہ جانتے ہوں یا ایک کو اس کا علم نہ ہو تو بیع فاسد ہے مثلاً روز روز مہرجان یا ہولی، دیوالی کہ اکثر مسلمان یہ نہیں جانتے کہ کب ہوگی اور جانتے ہوں تو بیع ہو جائے گی (مگر مسلمانوں کو اپنے کاموں میں کفار کے تہواروں کی تاریخ مقرر کرنا بہت قبیح ہے) حجاج کی آمد کا دن مقرر کرنا کھیت کٹنے اور پیر میں سے غلہ اٹھانے کی تاریخ مقرر کرنا بیع کو فاسد کر دے گا کہ یہ چیزیں آگے پیچھے ہوا کرتی ہیں اگر ادائے ثمن کے لیے یہ اوقات مقرر کیے تھے مگر ان اوقات کے آنے سے پہلے مشتری نے یہ میعاد ساقط کر دی تو بیع صحیح ہو جائے گی جب کہ دونوں میں سے کسی نے اب تک بیع کو فتح نہ کیا ہو۔ (در مختار، کتاب بیوع)

کفار کے تہواروں کے موقع پر خرید و فروخت کرنے کا بیان

ان تہواروں کے روز دوکانیں اور سپر مارکیٹ کھولنے کا حکم جو غیر مسلموں کے تہوار ہیں مثلاً : کرسمس، اور یہود و نصاریٰ یا بدھ مت یا دوسرے ہندو تہوار تو اس میں بھی دوکانیں کھولنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ان کے لیے کوئی ایسی چیز فروخت نہ کرے جس سے وہ اپنی اس معامی اور تافرنائی والے کاموں میں معاونت حاصل کر سکیں، مثلاً جھنڈیاں اور تصاویر اور تہنیتی کارڈ اور فانوس، اور پھول، اور رنگ برنگے اٹھے، اور ہر وہ چیز جو اپنا تہوار منانے میں استعمال کرتے ہیں۔

اور اسی طرح وہ مسلمانوں کے لیے کوئی ایسی چیز فروخت نہ کرے جس کے استعمال سے وہ ان تہواروں میں کفار کے ساتھ مشابہت میں مدد و معاون ہوں۔

اس میں اصل اور دلیل یہ ہے کہ مسلمان شخص کو معصیت دینا فرمائی کرنے اور اس کی معاونت کرنے کی بھی ممانعت ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور تم گناہ و ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس کا تقویٰ اختیار کرو یقیناً اللہ تعالیٰ شدید سزا دینے والا ہے۔ (المائدہ: 2)

اور وہ کسی بھی مسلمان شخص کے لیے کوئی ایسی چیز فروخت نہ کرے جو مسلمان ان کے تہوار میں ان کی مشابہت اختیار کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے، چاہے وہ کھانا ہو یا لباس وغیرہ؛ کیونکہ اس میں برائی اور منکر میں معاونت ہوتی ہے۔

(اتقواء الصراط المستقیم) (2) / (520)

اور وہ کہتے ہیں: "اور مسلمانوں کا انہیں (یعنی کفار کو) ان کے تہواروں کے موقع پر وہ اشیاء فروخت کرنا جس سے وہ اپنے تہواروں میں مدد و معاونت لیتے ہوں چاہے وہ کھانا ہو یا لباس یا خوشبو اور پھول وغیرہ، یا انہیں یہ اشیاء بطور ہدیہ دینا، یہ سب کچھ انہیں حرام تہوار منانے میں ایک قسم کی معاونت میں شمار ہوتا ہے"

اور ابن حبیب ماکہ رحمہ اللہ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "کیا آپ دیکھتے نہیں کہ مسلمانوں کے لیے حلال نہیں کہ وہ نصاریٰ کو کوئی بھی ایسی چیز فروخت کریں جو انہیں ان کے تہوار منانے میں مدد و معاون ہو، نہ تو گوشت، اور نہ ہی سائن، اور نہ ہی لباس، اور نہ ہی انہیں کوئی سواری عاریتاً دی جائیگی، اور نہ ہی ان کے تہوار میں ان کی کسی بھی قسم کی مدد و معاونت کی جائیگی؛ کیونکہ یہ سب کچھ ان کے شرک کی تقسیم میں شامل ہوتا ہے، اور ان کے کفر پر ان کی معاونت ہے، مسلمان حکمرانوں کی ایسے کام کرنے سے روکنا چاہیے۔ امام مالک وغیرہ کا بھی یہی قول ہے، اس میں مجھے کسی بھی اختلاف کا علم نہیں"

(اتقواء الصراط المستقیم) (2 / 526) الفتاویٰ الکبریٰ (2 / 489) احکام اہل الذمہ (3 / 1250)

اور اگر وہ اشیاء جو یہ لوگ خریدتے ہیں ان سے حرام کام کا ارتکاب کرتے ہیں، مثلاً صلیب، یا شعی نین (عیسائیوں کا تہوار) یا معمودیہ (انجیل کے حکمت پڑھ کر بچے پر پانی کے چھٹے مار کر عسائی بنانا) یا دھونی کے لیے خوشبو، یا غیر اہل الذمہ کے لیے ذبح کرنا، یا تہ وید وغیرہ، تو بلا شک و شبہ یہ حرام ہیں، مثلاً انہیں شراب پانے کے لیے جو فروخت کرنا، یا ان کے لیے گر جا اور چرچ تعمیر کرنا۔ اور رہا ان اشیاء کا مسئلہ جن سے وہ اپنے ان تہواروں میں کھانے پینے اور لباس میں معاونت حاصل کرتے ہوں، تو احمد وغیرہ کی اصول تو اس کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں، لیکن یہ کراہت تحریمی ہے، جیسا کہ امام مالک کا مسلک ہے، یا کہ کراہت تنزیہی؟

زیادہ شبہ تو یہی ہے کہ اس کے ہاں اس طرح کی دوسری اشیاء کی طرح یہ بھی کراہت تحریمی ہے، کیونکہ فساد اور شرابی قسم کے افراد کے لیے روٹی اور گوشت وغیرہ فروخت کرنی جائز نہیں جو اس کے ساتھ شراب نوش کریں گے، اور اس لیے بھی کہ یہ اعانت باطل دین کے اظہار کی مشق ہے، اور ان کے تہواروں اور اسے ظاہر کرنے میں لوگوں کا زیادہ جمع ہونا ہے، جو کہ کسی ایک معین شخص کی

معذرت سے بھی بڑھ کر ہے۔ (الاتقواء الصراط المستقیم) (2) / (552)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ سے درج ذیل مسئلہ دریافت کیا گیا جس کا فر کے متعلق علم ہو کہ وہ خوشبو اپنے بت کو لگاتا ہے اسے کستوری فروخت کرنے، اور جس کا فر کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ اسے ذبح کیے بغیر کھایا یا جانور فروخت کرنے کا علم کیا ہے؟

ان کا جواب تھا: "دونوں صورتوں میں ہی اسے فروخت کرنا حرام ہے، جیسا کہ ان (یعنی علماء) کے قول میں یہ بات شامل ہے کہ: جس کے متعلق بھی فروخت کرنے والے کو یہ علم ہو جائے کہ خریدار اس چیز کے ساتھ نافرمانی کا ارتکاب کرے گا وہ چیز اسے فروخت کرنی حرام ہے، اور بت کو خوشبو لگانا اور ذبح کیے بغیر اس جانور کا قتل کرنا جسے ذبح کیا جاتا ہو یہ دونوں ہی نافرمانیاں اور عظیم معصیت ہیں، چاہے ان کی طرف بھی نسبت ہو، کیونکہ صحیح بات یہی ہے کہ کفار بھی مسلمانوں کی طرح ہی شریعت اسلامیہ کی فروخت پر عمل پیرا ہونے کے مخاطب ہیں، اس لیے کسی بھی ایسی چیز کو ان کے لیے فروخت کرنا جائز نہیں جو اس عظیم معصیت و نافرمانی میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہو، اور یہاں علم ظن غالب ہے۔ (الفتاویٰ الفقہیہ الکبریٰ ۲/ ۲۷۰)

حاصل یہ ہوا کہ: کفار کے تہواروں میں مسلمانوں کے لیے اپنی دوکانیں اور سپر مارکیٹ دوسرطوں کے ساتھ کھولنی جائز ہیں: پہلی شرط: ان کفار کے لیے کوئی بھی وہ چیز فروخت نہ کی جائے جس سے وہ اپنا تہوار منانے میں معاونت حاصل کریں، اور اسے معصیت و نافرمانی میں استعمال کریں۔

دوسری شرط: مسلمانوں کو بھی وہ اشیاء فروخت نہ کی جائیں جو ان تہواروں میں کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے میں مدد و معاون ہوں۔

بلا شک و شبہ اس وقت ان تہواروں کے لیے کچھ مخصوص اور معلوم اشیاء پائی جاتی ہے جو ان تہواروں میں استعمال ہوتی ہیں: مثلاً تثنیق کارڈ، اور تصاویر، اور مجسمے اور صلیب، اور بعض درخت، تو ان اشیاء کی فروخت جائز نہیں، اور اصل میں انہیں اپنی دوکان اور سپر مارکیٹ میں داخل ہی نہیں کرنا چاہیے۔

اور اس کے علاوہ باقی وہ اشیاء جن کا استعمال ان تہواروں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے، دوکان والے اور سپر مارکیٹ کے مالک کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور وہ جس کی حالت سے علم ہو جائے کہ وہ یہ اشیاء حرام کام میں استعمال کریگا، یا وہ اس تہوار کو منانے میں استعمال کریگا، یا اس کے متعلق اس کا ظن غالب ہو کہ وہ ایسا ہی کریگا مثلاً لباس، خوشبو، اور کھانے والی اشیاء تو وہ اسے یہ اشیاء فروخت نہ کرے۔

ہاڑی سادونی کے وعدے پر بیچ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْبَيْعُ إِلَى قُدُومِ الْحَاجِّ) ، وَكَذَلِكَ إِلَى الْحَصَادِ وَالذِّيَاسِ وَالْقَطَافِ وَالْجِزَارِ ، لِأَنَّهَا تَقْدَمُ وَتَسْأَعُرُ ، وَلَوْ كَفَلَ إِلَى هَذِهِ الْأَوْقَاتِ جَارٌ ، لِأَنَّ الْجَهَالََةَ الْيَسِيرَةَ مَتَحَمِّلَةٌ فِي الْكِفَالَةِ وَهَذِهِ الْجَهَالََةُ يَسِيرَةٌ مُسْتَدْرَكَةٌ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ لِيَبَا وَلَآئِنَّ مَعْلُومَ الْأَصْلِ ، أَلَا يَرَى أَنَّهَا تَحْتَمِلُ الْجَهَالَةَ فِي
أَصْلِ الدَّيْنِ بِأَنْ تَكْمُلَ بِمَا ذَابَ عَلَى فُلَانٍ لَفِي الْوَصْفِ أَوَّلَى ، بِخِلَافِ التَّبَيُّعِ لِأَنَّهُ لَا
يَحْتَمِلُهَا فِي أَصْلِ الثَّمَنِ ، لَكَذَا لِي وَصْفِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ مُطْلَقًا ثُمَّ أَجَلَ الثَّمَنَ
إِلَى هَذِهِ الْأَرْقَافِ حَيْثُ جَازَ ، لِأَنَّ هَذَا تَأْجِيلٌ فِي الدَّيْنِ وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ فِيهِ مُتَحَمِّلَةٌ
بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ ، وَلَا كَذَلِكَ اشْتَرَا طُهُ فِي أَصْلِ الْعَقْدِ ، لِأَنَّهُ يَبْتَطِلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ .

ترجمہ

فرمایا: حجاج کی آمد بھتی کے کاٹنے، گاہ لینے، انگو توڑنے، اور ادوں وغیرہ کاٹ لینے کے اوقات کے وعدوں پر بیع کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں وقت آگے پیچھے ہوتا رہتا ہے اور اگر اس نے انہی اوقات تک قرض کی کفالت لی ہے تو جائز ہے کیونکہ کفالت میں معمولی جہالت کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اور یہ جہالت بھی معمولی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے سبب اس کا ازالہ بھی ممکن ہے کیونکہ قرض کی اصل معلوم ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ کفالت اصل قرض میں جہالت کو برداشت کرنے والی ہے۔ اس لئے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کے قرض کا کفیل بن جائے۔ پس وصف میں بدرجہ اولیٰ جہالت کو برداشت کر لیا جائے گا۔

البتہ بیع میں برداشت نہیں ہوتی کیونکہ بیع اصل ضمن میں جہالت کو برداشت نہیں کرتی پس وہ وصف ضمن میں برداشت نہ کرے گی۔ (قاعدہ فقہیہ) یہ خلاف اس کے کہ جب کسی مطلق طور پر بیچنے کے بعد انہی اوقات تک ضمن کی مدت کو مقرر کر دیا تو وہ جائز ہے کیونکہ یہ قرض میں مدت کی مہلت ہے اور کفالت کی طرح قرض میں بھی اس طرح کی جہالت کو برداشت کر لیا جائے گا جبکہ اصل عقد میں مدت کی شرط اس طریقے سے لگاتا نہیں ہے کیونکہ عقد شرط فاسد سے باطل ہونے والا ہے۔

شرح

غلام محمد امین آفندی مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ادائے ضمن کے لیے کوئی مدت مقرر ہوتی ہے اور کبھی نہیں اگر مدت مقرر نہ ہو تو ضمن کا مطالبہ بائع جب چاہے کرے اور جب تک مشتری ضمن نہ ادا کرے بیع کو روک سکتا ہے اور دعویٰ کر کے وصول کر سکتا ہے اور اگر مدت مقرر ہے تو قبل مدت مطالبہ نہیں کر سکتا مگر مدت ایسی مقرر ہو جس میں جہالت نہ رہے کہ چھٹرا ہوا مگر مدت ایسی مقرر کی جو غریبین نہ جانتے ہوں یا ایک کو اس کا علم نہ ہو تو بیع فاسد ہے مثلاً نو روز اور مہر گمان یا ہولی دیوالی کہ اکثر مسلمان یہ نہیں جانتے کہ کب ہوگی اور جانتے ہوں تو بیع ہو جائے گی (مگر مسلمانوں کو اپنے کاموں میں کفار کے تہواروں کی تاریخ مقرر کرنا بہت قبیح ہے، حجاج کی آمد کا دن مقرر کرنا کھیت کٹنے اور پھر میں سے غلہ اٹھنے کی تاریخ مقرر کرنا بیع کو فاسد کر دے گا کہ یہ چیزیں آگے پیچھے ہوا کرتی ہیں اگر ادائے ضمن کے لیے یہ اوقات مقرر کیے تھے مگر ان اوقات کے آنے سے پہلے مشتری نے یہ بیع

ساتھ کر دی تو بیع صحیح ہو جائے گی جب کہ دونوں میں سے کسی نے اب تک بیع کو منع نہ کیا ہو۔

بیع میں ایسے نامعلوم اوقات مذکور نہیں ہوئے، عقد بیع ہو جانے کے بعد ادائے ثمن کے لیے اس قسم کی میعادیں مقرر کیں، یہ معزز نہیں۔ آمدنی ملنے یا بارش ہونے کو ادائے ثمن کا وقت مقرر کیا تو بیع قاسم ہے اور اگر ان چیزوں کو میعاد مقرر کیا پھر اس میعاد کو اسقاط کر دیا تو یہ بیع اب بھی صحیح نہ ہوگی۔ (روقتارہ کتاب بیع)

مقررہ مدت سے پہلے اسقاط مدت پر رضامند ہونے کا بیان

(وَلَوْ بَاعَ إِلَى هَذِهِ الْأَجَالِ ثُمَّ تَرَاضِيًا بِاسْقَاطِ الْأَجَلِ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّاسُ فِي الْحَصَادِ وَالذِّيَابِ وَقَبْلَ قُدُومِ الْحَاجِّ جَارِ الْبَيْعِ أَيْضًا .

وَقَالَ زُكْرُو رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ فَايِدًا فَلَا يَنْقَلِبُ جَائِزًا وَصَارَ كَمَا اسْقَاطِ الْأَجَلِ فِي النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ) وَلَسْنَا أَنَّ الْفَسَادَ لِلْمَنَازِعَةِ وَقَدْ ارْتَفَعَ قَبْلَ تَقَرُّرِهِ وَهَذِهِ الْجِهَالَةُ فِي شَرْطِ زَائِدٍ لَا فِي صُلْبِ الْعَقْدِ فَيُمْكِنُ اسْقَاطُهُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الذُّرْهَمَ بِالدَّرْهَمَيْنِ ثُمَّ اسْقَطَا الذُّرْهَمَ الزَّائِدَ ؛ لِأَنَّ الْفَسَادَ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ ، وَبِخِلَافِ النِّكَاحِ إِلَى أَجَلٍ ؛ لِأَنَّهُ مُنْعَةٌ وَهُوَ عَقْدٌ غَيْرُ عَقْدِ النِّكَاحِ ، وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ ثُمَّ تَرَاضِيًا خَرَجَ وَفَاقًا ؛ لِأَنَّ مَنْ لَهُ الْأَجَلُ يَسْتَبِيدُ بِاسْقَاطِهِ ؛ لِأَنَّهُ خَالِصٌ حَقٌّ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے مذکورہ مدتوں (ہاڑی، سوانی) کو میعاد بناتے ہوئے کوئی چیز بیچ دی اس کے بعد لوگوں کے کٹائی کرنے اور اس کو گاہ دینے میں مصروف ہونے سے پہلے اور حجاج کے آمد سے قبل دونوں عقد کرنے والے اسقاط مدت پر راضی ہوئے تو یہ بیع جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا وقوع ہی بطور قاسد تھا پس وہ جواز میں تبدیل ہونے والی نہ ہوگی اور یہ نکاح متحدہ میں اسقاط مدت کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد بیع کا سبب نزاع کی وجہ سے تھا جبکہ نزاع اٹھنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے جبکہ جہالت ایک زیادہ شرط میں تھی جبکہ وہ نفس عقد میں نہ تھی پس اس کو اسقاط کرنا ممکن ہو گا۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں فروخت کیا ہے اس کے بعد عقد کرنے والوں نے زائد درہم کو اسقاط کر دیا ہے کیونکہ فساد نفس عقد میں تھا۔ بخلاف کسی مدت تک نکاح کرنے کے کیونکہ وہ متحدہ ہے اور متحدہ عقد نکاح کے سوا دوسرا عقد ہے۔

اور تدری میں ماتن علیہ الرحمہ کا قول ”پھر وہ دونوں راضی ہوئے“ یہ اطلاق ہے کیونکہ صاحب میخدا اکیلا اس کو ساقط کر سکتا ہے کیونکہ یہ معاد کا تقرر اسی کا حق ہے۔

شرح

اور بیع میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ادائے ثمن کے لیے کوئی مدت مقرر ہوتی ہے اور کبھی نہیں اگر مدت مقرر نہ ہو تو ثمن کا مطالبہ بائع جب چاہے کرے اور جب تک مشتری ثمن نہ ادا کرے بیع کو روک سکتا ہے اور دعویٰ کر کے وصول کر سکتا ہے اور اگر مدت مقرر ہے تو قبل مدت مطالبہ نہیں کر سکتا مگر مدت ایسی مقرر ہو جس میں جہالت نہ رہے کہ جھگڑا ہوا اگر مدت ایسی مقرر کی جو فریقین نہ جانتے ہوں یا ایک کو اس کا علم نہ ہو تو بیع فاسد ہے مثلاً نوروز اور صرگان یا ہولی، دیوالی کہ کفار مسلمان یہ نہیں جانتے کہ کب ہوگی اور جانتے ہوں تو بیع ہو جائے گی (مگر مسلمانوں کو اپنے کاموں میں کفار کے تہواروں کی تاریخ مقرر کرنا بہت قبیح ہے) حجاج کی آمد کا دن مقرر کرنا کھیت کٹنے اور پھر میں سے غلہ اٹھنے کی تاریخ مقرر کرنا بیع کو فاسد کر دے گا کہ یہ چیزیں آگے پیچھے ہوا کرتی ہیں اگر ادائے ثمن کے لیے یہ اوقات مقرر کیے تھے مگر ان اوقات کے آنے سے پہلے مشتری نے یہ میخدا ساقط کر دی تو بیع صحیح ہو جائے گی جب کہ دونوں میں سے کسی نے اب تک بیع کو فتح نہ کیا ہو۔

بیع فاسد کے حکم کا فقہی بیان

بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے بیع پر قبضہ کر لیا تو بیع کا مالک ہو گیا اور جب تک قبضہ نہ کیا ہو مالک نہیں بائع کی اجازت صراحۃً ہو یا دلالتاً۔ صراحۃً اجازت ہو تو مجلس عقد میں قبضہ کرے یا بعد میں بہر حال مالک ہو جائے گا اور دلالتاً یہ کہ مثلاً مجلس عقد میں مشتری نے بائع کے سامنے قبضہ کیا اور اس نے منع نہ کیا اور مجلس عقد کے بعد صراحۃً اجازت کی ضرورت ہے، دلالتاً کافی نہیں مگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ کر کے مالک ہو گیا تو اب مجلس عقد کے بعد اس کے سامنے قبضہ کرنا اور اس کا منع نہ کرنا، اجازت ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ قبضہ سے مالک ہو جاتا ہے اس سے مراد ملک غیث ہے کیونکہ جو چیز بیع فاسد سے حاصل ہوگی اسے واپس کرنا واجب ہے اور مشتری کو اس میں تصرف کرنا منع ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی غفرلہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع فاسد میں قبضہ سے چونکہ ملک حاصل ہوتی ہے اگرچہ ملک غیث ہے لہذا ملک کے کچھ احکام ثابت ہوں گے مثلاً 1 اس پر دعویٰ ہو سکتا ہے۔ 2 اس کو بیع کر لیا تو ثمن اسے ملے گا۔ 3 آزاد کر لیا تو آزاد ہو جائے گا۔ 4 اور دلا کا حق بھی اسی کو ملے گا۔ 5 اور بائع آزاد کر لیا تو آزاد نہ ہوگا۔ 6 اور اگر اس کے پڑوس میں کوئی مکان فروخت ہوگا تو شفعہ مشتری کا ہوگا بائع کا نہیں ہوگا اور چونکہ یہ ملک غیث ہے، لہذا ملک کے بعض احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ 7 اگر کھانے کی چیز ہے تو اس کا کھانا۔ 8 پینے کی چیز ہے تو پینا حلال نہیں۔ 9 کینے سے تو دلی کرنا حلال نہیں۔ 10 اور بائع کا اس سے نکاح ناجائز۔ 11 اور اگر مکان ہے تو اس کی پڑوس والے کو یا غلیظ کو شفعہ کا حق نہیں، ہاں اگر مشتری نے اس میں کوئی تعمیر کی تو اب اس کا پردی شفعہ کر سکتا ہے۔ (رہنما، کتاب بیوع)

بیع میں آزاد و غلام وغیرہ کو جمع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ حُرٍّ وَعَبْدٍ أَوْ شَاةٍ ذَكِيَّةٍ وَمَيْتَةٍ بَطَلَ الْبَيْعُ فِيهِمَا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ أَبُو يُونُسَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ : إِنْ سَمِيَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ثَمَنًا جَازًا فِي الْعَبْدِ وَالشَّاةِ الذَّكِيَّةِ (وَإِنْ جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَمُدَبَّرٍ أَوْ بَيْنَ عَبْدِهِ وَعَبْدٍ غَيْرِهِ صَحَّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ بِحَصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ) عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ ، وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَسَدَ فِيهِمَا ، وَتَشْرُوكُ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا كَالْمَيْتَةِ ، وَالْمُكَاتَبِ وَأُمُّ الْوَلَدِ كَالْمُدَبَّرِ لَهُ الْإِعْتِبَارُ بِالْفَضْلِ الْأَوَّلِ ، إِذْ مَحَلِّيَةُ الْبَيْعِ مُتَّفِقَةٌ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْكُلِّ وَلَهُمَا أَنَّ الْقَسَادَ يَقْدِرُ الْمُفْسِدُ فَلَا يَتَعَدَّى إِلَى الْغَرْنِ ، كَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْأَجْنَبِيِّ وَأَخِيهِ فِي النِّكَاحِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُسَمَّ ثَمَنٌ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ؛ لِأَنَّهُ مَجْهُولٌ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْفَرَقُ بَيْنَ الْفَضْلَيْنِ أَنَّ الْحُرَّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْعَقْدِ أَصْلًا ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ وَالْبَيْعُ صَفَقَةٌ وَاحِدَةٌ فَكَانَ الْقَبُولُ فِي الْحُرِّ شَرْطًا لِلْبَيْعِ فِي الْعَبْدِ وَهَذَا شَرْطٌ قَائِدٌ ، بِخِلَافِ النِّكَاحِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْقَائِدَةِ ، وَأَمَّا الْبَيْعُ فِي هَؤُلَاءِ مَوْقُوفٌ وَقَدْ دَخَلُوا تَحْتَ الْعَقْدِ لِقِيَامِ الْمَالِيَّةِ وَلِهَذَا يَنْفُذُ فِي عَبْدٍ غَيْرِ بِإِجَارَتِهِ ، وَفِي الْمُكَاتَبِ بِرِضَاةٍ فِي الْأَصَحِّ ، وَفِي الْمُدَبَّرِ بِقَضَاءِ الْقَاضِي ، وَكَذَا فِي أُمِّ الْوَلَدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُونُسَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ ، إِلَّا أَنَّ الْمَالِكَ بِاسْتِحْقَاقِهِ الْمَبِيعِ وَهَؤُلَاءِ بِاسْتِحْقَاقِهِمْ أَنْفُسَهُمْ رَدُّوا الْبَيْعَ فَكَانَ هَذَا إِشَارَةً إِلَى الْبَقَاءِ ، كَمَا إِذَا اشْتَرَى عَبْدَيْنِ وَهَلَكَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ الْقَبْضِ ، وَهَذَا لَا يَكُونُ شَرْطًا الْقَبُولِ فِي غَيْرِ الْمَبِيعِ وَلَا بَيْعًا بِالْحَصَّةِ انْتِدَاءً وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ ثَمَنِ كُلِّ وَاحِدٍ فِيهِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے غلام، آزاد کو بیع میں جمع کیا ہے یا اس نے ذبح شدہ اور مردار بکری کو جمع کر کے بیچ دیا ہے تو ان دونوں میں بیع باطل ہو جائے گی۔ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔
صاحبین نے کہا کہ جب بائع نے ہر ایک کی قیمت کو بیان کر دیا ہے تو غلام اور مذبحہ بکری میں بیع جائز ہے اور جب اس نے

غلام اور مدبر کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے ایک ساتھ ہی فروخت کر دیا ہے تو ہمارے فقہاء مثلاً کے نزدیک غلام میں اس کے حصہ کی قیمت کے برابر بیع درست ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اور ہر وہ جانور جس پر ارادے کے ساتھ وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ مردار کے حکم میں ہے اور مکاتب اور ام ولد یہ دونوں مدبر کے حکم میں ہیں۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت پر قیاس کرنا ہے کیونکہ سب کی جانب نسبت کرتے ہوئے بیع کا مکمل ختم ہو چکا ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ فساد مفید کی طاقت کے برابر ہوا کرتا ہے پس کامل غلام کی طرف فساد کی نسبت نہ ہوگی جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب کسی شخص نے اجنبی عورت اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کر دیا ہے یہ خلاف اس صورت کے کہ جب ہر ایک کی قیمت بیان نہ کی ہو کیونکہ قیمت مجہول ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل مذکورہ دونوں مسائل میں یہ ہے کہ آزاد عقد میں داخل نہیں ہے لہذا وہ مال نہ ہو اور بیع ایک معاملہ ہے لہذا آزاد میں بیع کو قبول کرنا یہ غلام میں بیع کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے اور یہ شرط، فاسد شرط ہے۔ یہ خلاف نکاح ہے کیونکہ نکاح شرائط فاسدہ سے باطل نہیں ہوا کرتا۔

اور مذکورہ اشیاء میں بیع موقوف ہے اور مالیت کے قائم ہو جانے کے سبب یہ لوگ بھی عقد میں داخل ہوں گے۔ یہی دلیل ہے کہ دوسرے کے غلام میں اس کی اجازت سے بیع نافذ ہو جائے گی۔ اور قول صحیح کے مطابق مکاتب میں اس کی رضا کے ساتھ بیع نافذ ہو جاتی ہے اور مدبر میں قاضی کے فیصلہ کے مطابق بیع نافذ ہو جاتی ہے۔

اور شیخین کے نزدیک اسی طرح ام ولد میں قضائے قاضی کے سبب بیع منعقد ہو جائے گی۔ البتہ مالک نے بیع میں حقدار ہونے کی وجہ سے اور مذکورہ لوگوں یعنی مکاتب وغیرہ نے ذاتی حقدار ہونے کی وجہ سے بیع کو رد کر دیا ہے کیونکہ اس میں بیع کی بقا کا اشارہ ہے۔

اسی طرح جب کسی شخص نے دو غلاموں کو خریدے اور ان میں سے ایک غلام ہلاک ہو گیا ہے جبکہ غیر بیع میں ابھی قبولیت کی شرط بھی تھی اور ابتدائی طور پر بیع چھہ بھی نہیں ہے اسی دلیل کے سبب اس میں ہر ایک کی قیمت کو بیان کرنا شرط نہیں ہے۔

آزاد و غلام کو بیع میں جمع کرنے پر مذہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور جب کسی شخص نے غلام، آزاد کو بیع میں جمع کیا ہے یا اس نے ذبح شدہ اور مردار بکری کو جمع کر کے بیچ دیا ہے تو ان دونوں میں بیع باطل ہو جائے گی۔ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا قول بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح ہے جبکہ امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ دونوں ائمہ دو مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۱۲۳، بیروت)

علامہ علاء الدین خنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آزاد و غلام کو جمع کر کے ایک ساتھ دونوں کو بیچا یا ذبیحہ اور مردار کو ایک عقد میں بیچ کیا غلام اور ذبیحہ کی بھی بیچ باطل ہے اگرچہ ان صورتوں میں خن کی تفصیل کر دی گئی ہو کہ اتنا اس کا خن ہے اور اتنا اس کا۔ اور اگر عقد دو ہوں تو غلام اور ذبیحہ کی صحیح ہے آزاد اور مردار کی باطل۔ مدبر یا ام ولد کے ساتھ ملا کر غلام کی بیچ کی غلام کی صحیح ہے اُن کی نہیں۔ غیر وقف کو وقف کے ساتھ ملا کر بیچ کیا غیر وقف کی صحیح ہے اور وقف کی باطل اور مسجد کے ساتھ دوسری چیز ملا کر بیچ کی تو دونوں کی باطل ہے۔ (در مختار شرح تنویر الابصار، کتاب بیوع)

اور جب دو شخص ایک مکان میں شریک ہیں ان میں ایک نے دوسرے کے ہاتھ پورا مکان بیچ دیا تو اس کے حصے کی بیچ صحیح ہے اور جتنا مکان میں اس کا حصہ ہے اُسی کی بیچ ہوئی اور اُس کے مقابل خن کا جو حصہ ہو گا وہ ملے گا کل نہیں ملے گا۔ دو شخص مکان یا زمین میں شریک ہیں ایک نے اُس میں سے ایک معین نکالا بیچ کر دیا یہ بیچ صحیح نہیں اور اگر اپنا حصہ بیچ دیا تو بیچ صحیح ہے۔ مسلم گاؤں بیچا جس میں قبرستان اور مسجدیں بھی ہیں اور ان کا استثناء نہیں کیا تو علاوہ مساجد و مقابر کے گاؤں کی بیچ صحیح ہے اور مساجد و مقابر کا عادیۃً استثناء قرار دیا جائے گا اگرچہ استثناء مذکور نہ ہو۔ (بحر الرائق) (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

فصل فی احکامہ

﴿یہ فصل بیع فاسد کے احکام کے بیان میں ہے﴾

فصل احکام بیع فاسد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا ہے تو اس وقت اس چیز کا حکم منوط ہوتا ہوئے ثابت ہو جائے گا۔ لہذا اسی سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے بیع فاسد کے ساتھ ہی اس کے احکام کو بیان کیا ہے۔ کہ بیع فاسد پر جب مشتری کا قبضہ ہو جائے تو اب عائدین کیلئے حکم شرعی کیا ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک بیع کی چار اقسام ہیں۔ (۱) صحیح (۲) فاسد (۳) باطل (۴) موقوف۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فاسد و باطل کے سوا اس کی کوئی اقسام نہیں ہیں۔

(عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۱۸۹، بیروت)

فاسد بیع کے حکم کا بیان

بروہ شرط جو ایسی ہو فاسد ہے اور جو شرط فاسد ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور ہر فاسد بیع حرام ہے جس کا فسخ کرنا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے اگر وہ فسخ نہ کریں تو دونوں گنہگار ہوں گے اور قاضی جبراً اس بیع کو فسخ کرائے۔

صحیح، باطل اور فاسد کی تعریفات کا بیان

صحیح کی تعریف یہ ہے۔

حی موافقة أمر الشارع و يطلق و يراد بها ترتب آثار العمل في الدنيا كما تطلق و

يراد بها ترتب آثار العمل في الآخرة

وہ جو شارع کے حکم کے موافق ہو اور اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے مراد اس دنیا میں عمل کے آثار مرتب ہونا ہے، اسی طرح اس کا اطلاق ہوتا ہے جس سے مراد آخرت میں عمل کے آثار کا مرتب ہونا ہے۔

مثال کے طور پر نماز کی تکمیل اس کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے سے صحیح ہوگی یعنی اس کی سزا اور اس کے ذمہ سے بری ہو جائے گا اور اس کی نقسا ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح بیع اپنے تمام ارکان اور شرائط سے پورا کرنے سے صحیح ہوگا، یعنی شرعی طور پر اسے ملکیت حاصل ہوگی اور اس کے لئے اس سے نفع اٹھانا اور اس کا تصرف مباح ہو جائے گا۔ آخرت میں آثار مرتب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسے اس عمل کا آخرت میں ثواب ملے گا۔

باطل کی تعریف

هو عدم موافقة أمر الشارع ويراد بها عدم ترتيب آثار العمل في الدنيا والعقاب

عليه في الآخرة بمعنى أن يكون العمل غير مجز ولا مبريء

وہ جو شارع کے حکم کے موافق نہ ہو جس سے مراد اس دنیا میں عمل کے آثار مرتب نہ ہوتا ہے اور آخرت میں اس پر سزا ہے یعنی عمل پورا نہیں ہوا اور نہ ہی اس سے بری ہوا گیا ہے۔

مثال کے طور پر اگر نماز کو اس کے ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا نہیں کیا گیا، تو یہ نماز باطل ہوگی اور اس وقت تک اس کا ذمہ باقی رہے گا، جب تک اس کی صحیح ادا کی گئی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر حج کو اس کے ارکان کے ساتھ ادا نہیں کیا گیا، تو یہ حج باطل ہوگی، نتیجتاً اس چیز کا مالک نہیں بنایا گیا اور اس لئے اس سے نفع اٹھانا اور اس کا تصرف حرام ہوگا اور آخرت میں وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ مثلاً بیع الملاح، بیع الاطعام، جانور کی فروخت اپنی اساس میں ہی باطل ہے کیونکہ یہ اپنی اصل میں ممنوع ہے۔ پس یہ بیع معقود علیہ کی اصل میں مجھول ہے یعنی یہ بیع غرر ہے۔

فساد کی تعریف

هو يختلف عن البطلان لأن البطلان عدم موافقة أمر الشرع من حيث أصله أي أن

الخلل في أركانه أو ما هو حكمها أو أن الشرط الذي لم يستوفه مغل بأصل الفعل،

بسخلاف الفساد فإنه في أصله موافق لأمر الشرع ولكن وصفه غير المخل بالأصل

هو المخالف لأمر الشارع ولذلك يزول الفساد بإزالة سببه

وہ جو بطلان سے مختلف ہے کیونکہ بطلان اپنی اصل کے اعتبار سے شرع کے حکم کے موافق نہیں ہے یعنی اس کے ارکان میں خلل ہے یا اس میں جو اس کے حکم میں ہے، یا وہ شرط جس کے بغیر فعل پورا نہیں ہوتا تو اس سے بھی عمل کی اصل میں خرابی آتی ہے، برعکس فساد کے، کیونکہ اس کی اصل حکم شرع کے موافق ہے لیکن اس کی کوئی ایسی وصف جو اس کے لئے نہیں ہے، شارع کے حکم کے خلاف ہے اور اس لئے اس کے سبب کو زائل کرنے سے فساد بھی زائل ہو جاتا ہے عبادات میں فساد کا تصور نہیں ہے کیونکہ ان میں سارے ارکان اور شرائط اصل سے متعلق ہیں اور اگر ان میں کوئی بھی ردہ جائے، تو عبادت باطل ہوگی۔ اس کے برعکس عقود میں فساد پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بیع جس میں سامان کی قیمت کے بارے میں لاعلمی ہو، تو چونکہ یہ لاعلمی اس کی اصل کے بارے میں نہیں ہے، اس لئے یہ بیع فاسد ہوگا نہ کہ باطل۔ پس اگر سامان کی قیمت کی لاعلمی دور ہو جائے یعنی قیمت معلوم ہو جائے، تو یہ عقد صحیح ہو جائے گا۔ البتہ شرکت المسہمة joint-stock company اپنی اساس سے باطل ہے کیونکہ یہ کسی شریک بدن سے خالی ہے جو اس کی اصل کے

متعلق ایک شرط ہے۔ اس کے برعکس اگر شرکت میں مال مجہول ہو تو یہ عقد فاسد ہوگا اور اگر یہ جہالت لاعلمی دور ہو جائے غرضی الوصف یعنی مال معروف ہو جائے تو یہ عقد شرکت صحیح ہو جائے گا۔

عقد میں دونوں اعواض کے مال ہونے کا بیان

(وَإِذَا قَبِضَ الْمُشْتَرِي السَّمِيعَ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ بِأَمْرِ الْبَائِعِ وَفِي الْعَقْدِ عَوَضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ مَلَكَ السَّمِيعَ وَلَزِمَتْهُ قِيَمَتُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَمْلِكُهُ وَإِنْ قَبِضَهُ ؛ لِأَنَّهُ مَحْظُورٌ فَلَا يَنَالُ بِهِ نِعْمَةُ الْمَلِكِ ؛ وَلَآنَ النَّهْيُ نَسْخٌ لِلْمَشْرُوعَةِ لِلتَّضَادِّ ، وَلِهَذَا لَا يُفِيدُهُ قَبْضُ الْقَبْضِ ، وَصَارَ كَمَا إِذَا بَاعَ بِالْمَيْتَةِ أَوْ بَاعَ الْخَمْرَ بِالذَّرَاهِمِ .

وَلَمَّا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ . مُضَافًا إِلَى مَحِلِّهِ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِإِنْعَادِهِ ، وَلَا خَفَاءَ فِي الْأَهْلِيَّةِ وَالْمَحَلِّيَّةِ .

وَرُكْنُهُ : مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ ، وَفِيهِ الْكَلَامُ وَالنَّهْيُ يَقَرُّرُ الْمَشْرُوعَةَ عِنْدَنَا لِإِفْتِصَائِهِ التَّضَوُّرَ فَنَفُسُ الْبَيْعِ مَشْرُوعٌ ، وَبِهِ تَنَالُ نِعْمَةُ الْمَلِكِ وَإِنَّمَا الْمَحْظُورُ مَا يُجَاوِرُهُ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَقَتَ السَّدَاءِ ، وَإِنَّمَا لَا يَنْبُتُ الْمَلِكُ قَبْلَ الْقَبْضِ كَمَا لَا يُوْدَى إِلَى تَقْرِيرِ الْفَسَادِ الْمُجَاوِرِ إِذْ هُوَ وَاجِبٌ الرَّفْعِ بِالِاسْتِرْدَادِ قَبْلَ انْتِزَاعِ عَنِ الْمُطَاكِةِ أَوَّلَى ؛ وَلَآنَ السَّبَبُ قَدْ ضَعُفَ لِمَكَانِ اقْتِرَائِهِ بِالْقَبْضِ فَيُشْتَرَطُ اغْتِنَاءُ بَالْقَبْضِ فِي إِفَادَةِ الْحُكْمِ بِسَمْنَةِ الْهَيْئَةِ ، وَالْمَيْتَةِ لَيْسَتْ بِمَالٍ فَانْعَدَمَ الرُّكْنُ ، وَلَوْ كَانَ الْخَمْرُ مُثَمَّنًا فَقَدْ خَرَجَ عَنْهُ وَشَيْءٌ آخَرٌ وَهُوَ أَنَّ فِي الْخَمْرِ الْوَاجِبَ هُوَ الْقِيَمَةُ وَهِيَ تَصْلُحُ ثَمَنًا لَا مُثَمَّنًا

ترجمہ

اور جب بائع کے حکم سے مشتری نے فاسد بیع میں بیع پر قبضہ کر لیا ہے اور عقد میں دونوں اعواض مال ہیں تو وہ بیع کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ بیع کا مالک نہ بنے گا خواہ اس نے قبضہ بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ فاسد بیع منع ہے پس اس سے ملکیت کی نعت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ تضاد کے سبب یہ نئی مشروعیت کو منسوخ کرنے والی ہے اسی دلیل کے سبب قبضہ سے پہلے یہ بیع مفید ملکیت نہیں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح کسی نے مردار کو فروخت کیا یا شراب کو دراہم کے بدلے

میں بیچ دیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بیچ کا کرکن اپنے اہل سے صادر ہوتے ہوئے اپنے محل کی جانب منسوب ہو چکا ہے پس اس کے انعقاد کو ماننا لازم ہوگا۔ جبکہ اہل ہولے اور محل ہونے میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی ہے اور بیچ کو کرکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ہے اور ہماری بیان کردہ دلائل بھی اسی بارے میں ہیں۔ ہمارے نزدیک ملحق عن کی مشروعیت اس کو مستحکم کرنے والی ہے کیونکہ ملحق عن کے وجود ہونے کا تقاضہ کرنے والی ہے۔ پس نفس بیچ مشروع ہے اور بیچ ہی کے سبب سے ملکیت کی منت کو حاصل کیا جاتا ہے جبکہ ممنوع تو وہ چیز ہے جو بیچ سے متصل ہے جس طرح اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرنا ہے۔

اور قبضہ سے پہلے ملکیت اس وجہ سے ثابت نہیں ہوا کرتی کہ کہیں متصل آنے والے فساد کو مستحکم کرنے کا سبب نہ بن جائے۔ اس لئے کہ مشتری سے بیچ کو واپس لیتے ہوئے فساد کو دور کرنا لازم ہے تو مشتری کے مطالبہ سے رکنے کی صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کو دور کرنا لازم ہے کیونکہ سب کے قبیح ہونے کے سبب سے اتصال ہونے کی وجہ سے اس میں نقص آچکا ہے۔ پس حکم کی افادیت کے پیش نظر اس میں قبضہ کے ذریعے اسی سبب کو قوت کے ساتھ شرط کر دیا گیا ہے جس طرح بیہ میں ہوتا ہے۔ اور مردار مال نہیں ہے کیونکہ وہاں بیچ کا کرکن معدوم ہے اور جب بیچ شراب ہے تو اس کی تخریج ہم کر آئے ہیں ہاں البتہ دوسرا معاملہ یہ ہے کہ شراب میں قیمت واجب ہوا کرتی ہے اور قیمت ثمن تو بن سکتی ہے بیچ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیچ فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے بیچ پر قبضہ کر لیا تو بیچ کا مالک ہو گیا اور جب تک قبضہ نہ کیا ہو مالک نہیں بائع کی اجازت صراحتہ ہو یا دلالت۔ صراحتہ اجازت ہو تو مجلس عقد میں قبضہ کرے یا بعد میں بہر حال مالک ہو جائے گا اور دلالت یہ کہ مثلاً مجلس عقد میں مشتری نے بائع کے سامنے قبضہ کیا اور اس نے منع نہ کیا اور مجلس عقد کے بعد صراحتہ اجازت کی ضرورت ہے، دلالت کافی نہیں مگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ کر کے مالک ہو گیا تو اب مجلس عقد کے بعد اس کے سامنے قبضہ کرنا اور اس کا منع نہ کرنا اجازت ہے۔

اور یہ جو کہا گیا کہ قبضہ سے مالک ہو جاتا ہے اس سے مراد ملک خبیث ہے کیونکہ جو چیز بیچ فاسد سے حاصل ہوگی اسے واپس کرنا واجب ہے اور مشتری کو اس میں تصرف کرنا منع ہے۔ بیچ فاسد میں قبضہ ہے چونکہ ملک حاصل ہوتی ہے اگرچہ ملک خبیث ہے لہذا ملک کے کچھ احکام ثابت ہوں گے مثلاً 1 اس پر روٹی ہو سکتا ہے۔ 2 اس کو بیچ کر لیا تو ثمن اسے ملے گا۔ 3 آزاد کر لیا تو آزاد ہو جائے گا۔ 4 اور دل کا حق بھی اسی کو ملے گا۔ 5 اور بائع آزاد کر لیا تو آزاد نہ ہوگا۔ 6 اور اگر اس کے پردوں میں کوئی مکان فروخت ہوگا تو شفعہ مشتری کا ہوگا بائع کا نہیں ہوگا اور چونکہ یہ ملک خبیث ہے، لہذا ملک کے بعض احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ 7 اگر کھانے کی چیز ہے تو اس کا کھانا۔ 8 پہننے کی چیز ہے تو پہننا حلال نہیں۔ 9 کینرے تو دلی کرنا حلال نہیں۔ 10 اور بائع کا اس سے نکاح ناجائز۔ 11 اور اگر مکان ہے تو اس کی پردوں والے کو یا غلیظ کو شفعہ کا حق نہیں، ہاں اگر مشتری نے اس میں کوئی تعمیر کی

تو اب اس پر وہی عقد کر سکتا ہے۔ (رہکار کتاب بیع)

بیع قے سدس قبضہ کا بائع کی اجازت سے ہونے کا بیان

ثُمَّ شَرَطَ أَنْ يَكُونَ الْقَبْضُ بِإِذْنِ الْبَائِعِ وَهُوَ الطَّاهِرُ، إِلَّا أَنَّهُ يَكْفِي بِهِ دَلَالَةٌ كَمَا إِذَا قَبِضَهُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ اسْتِحْسَانًا، وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ تَسْلِيطًا مِنْهُ عَلَى الْقَبْضِ، فَإِذَا قَبِضَهُ بِحَضْرَتِهِ قَبْلَ الْإِفْتِرَاقِ وَلَمْ يَنْهَهُ كَانَ بِحُكْمِ التَّسْلِيطِ السَّابِقِ، وَكَذَا الْقَبْضُ فِي الْعَبْدَةِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ يَصِحُّ اسْتِحْسَانًا، وَشَرَطَ أَنْ يَكُونَ لِي الْقَبْضُ عَوَضًا كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ لِيَتَحَقَّقَ رُكْنُ الْبَيْعِ وَهُوَ مُبَادَلَةُ الْمَالِ فَيَخْرُجَ عَلَيْهِ الْبَيْعُ بِالسَّمِيِّ وَالْدَمِّ وَالْحَرِّ وَالرَّيْحِ وَالْبَيْعُ مَعَ نَفْيِ النَّمَنِ، وَقَوْلُهُ لَزِمَتْهُ قِيمَتُهُ، فِي ذَوَاتِ الْقَيْمِ، فَأَمَّا فِي ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ فَيَلْزَمُهُ الْمِثْلُ؛ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ بِنَفْسِهِ بِالْقَبْضِ لِقِسَابَةِ الْقَبْضِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْمِثْلَ صُورَةً وَمَعْنَى أَغْذَلُ مِنَ الْمِثْلِ مَعْنَى.

ترجمہ

اس کے بعد امام قدوری قدس سرہ نے یہ شرط بیان کی ہے کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو اور ظاہر الروایت سے اسی طرح ہے اور بطور دلالت بھی اجازت کافی ہو جائے گی۔ جس طرح بطور احسان اس صورت میں تسلیم کر لیا جاتا ہے جبکہ مشتری مجلس عقد میں قبضہ کرتا ہے اور بیس صحیح ہے۔ کیونکہ فروخت کرنا یہ بائع کی جانب سے قبضہ پر اختیار دینے کے حکم میں ہے پس جب الگ ہونے سے پہلے بائع کی موجودگی میں مشتری نے بیع پر قبضہ کیا ہے اور بائع نے اس کو منع نہ کیا تو یہ قبضہ سابقہ پروردگی کے حکم میں ہوگا اسی طرح مجلس عقد میں جبکہ قبضہ بھی بطور احسان درست ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ عقد میں دونوں اعماض ہوں اور وہ دونوں مال ہوں تاکہ بیع کارکن مال کا تبادلہ مال کے ساتھ ثابت ہو جائے پس اس شرط کے سبب سے مردار، خون، آزار، دوا، اور شمن کی نفی کے ساتھ والی بیع سب صورتیں اس سے خارج ہو جائیں گی۔

امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول ”لزمته قيمته“ یہ ذوات قیم میں ہے مگر ذوات امثال میں مشتری پر مثلی دینا لازم ہوگا کیونکہ مثلی غیر قبضہ سے بذات خود ختمان والی ہے پس یہ نصب کے مشابہ ہو جائے گا اور یہ حکم اس لئے بھی ہے کہ مثلی صورت اور معنوی دونوں اعتبار سے صرف معنوی قیمت سے زیادہ برہمی کو ثابت کرنے والی ہے۔

شرح

ذوات امثال سے مراد وہ چیزیں جن کے تلف کر دینے سے قیمت کی ادائیگی کے بجائے ویسی ہی چیزیں واپس کرنا لازم ہو۔

مشلی چیز میں قبضہ کے سبب ضامن ہونے کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب بیوی نے ورثہ کی اجازت کے بغیر خاندان کو کفن دیا اور وہ کفن بازاری قیمت کے مساوی تھا تو ترکہ سے اس کی قیمت واپس لے سکی، اور اگر بازاری قیمت سے زائد کیا تو کچھ بھی واپس نہ لے سکی، اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے انہوں نے فرمایا اگر کہا جائے کہ مشلی قیمت میں رجوع کر سکتی ہے تو بعید نہ ہوگا، اور وجہ الکروری میں ہے کہ زائد قیمت کی صورت میں رجوع نہیں کر سکتا اور اگر یہ کہا جائے کہ مشلی قیمت تک رجوع کر سکتا ہے تو اس کی وجہ ہو سکتی ہے۔

(در مختار، باب وصی)

علامہ طاہر بن احمد بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مشلی کفن تک بھی رجوع نہیں کر سکتی اور اگر کوئی یہ کہے کہ مشلی کفن تک رجوع کر سکتی ہے تو اس کی وجہ ہے اھ، اور توہم البصائر اور در مختار کے وصایا کے بیان میں ہے کہ اگر وصی نے کفن کی تعداد میں زیادتی کی تو زائد کا ضامن ہوگا اور یہ عدد مشلی کفن کی قیمت میں خرید ہوا تو خرید اس کی ہوگی اور اس وقت اس کی خرید میں یتیم کا جتنا مال خرچ ہو اس کا ضامن ہوگا۔ (غلامہ فتاویٰ، کتاب وصایا)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کفن کے عدد میں زیادتی کی ہو تو صرف زیادتی کا ضامن ہوگا اور اگر قیمت زائد کی ہو تو کل قیمت کا ضامن ہوگا، ایسے ہی سراجیہ میں ہے، میں کہتا ہوں اس کی علت انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ قیمت جب زائد کی تو وہ خریدار اپنے لئے ہوا اور میت کے مال کا ضامن ہوا، نفع النجاة من الوصایا۔ اس کے ذاتی خریدار بننے کی وجہ یہ ہے کہ وصی نے جب قیمت زائد کی تو اس مقدار میں وہ متعدد ہوا جبکہ اس مقدار کا قیمت میں اہتمام نہیں تو تمام قیمت اس کی ذاتی خریداری میں صرف ہوئی، اور یہ کفن اس کی طرف سے بطور تبرع ہوگا بخلاف کہ جب عدد میں زیادتی کرے تو صرف زائد عدد کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ زائد ممتاز ہے۔ (عتود الدریہ، کتاب وصایا)

مشلی اجرت دینے سے متعلق قاعدہ فقہیہ

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر عقد کسی خارجی وجہ سے فاسد ہو جائے تو مشلی اجرت لازم ہوتی ہے، اور مقررہ اجرت سے زائد نہ ہونی چاہئے حتیٰ کہ اگر مقررہ اجرت پانچ درہم ہے اور مشلی اجرت دس درہم ہے تو پانچ ہی دئے جائیں گے، زائد نہیں، مشلی اجرت مقررہ سے کم ہونے کی صورت میں کم ہی دی جائیگی، مثلاً مشلی اجرت پانچ روپے ہے اور مقررہ اجرت دس درہم ہو تو پانچ دئے جائیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب اجارات)

غصب شدہ چیز کی بیع کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

علامہ عبد الرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں کہ غصب کردہ چیز کی بیع کرنا درست نہیں ہے ہاں ابنتہ جب اس کی بیع مالک اسلی خود کرنے والا ہے تو تب جائز ہے۔ اور وہ اس بات پر بھی قادر ہو کہ وہ غاصب سے لیکر سپرد کر دے گا۔

فتہاء شرافت لکھتے ہیں کہ غصب شدہ چیز کی بیع کسی طرح بھی جائز نہیں ہے خواہ مالک خود بیچے یا کوئی اور بیچنے والا ہو۔ ہاں البتہ جب مالک مشتری کو سپرد کرنے پر قادر ہو جائے۔

فتہاء حنابلہ لکھتے ہیں کہ غصب شدہ کی بیع کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مالک خود بھی اس کو حوالے کرنے کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔

فتہاء احناف لکھتے ہیں کہ غصب شدہ مال کی بیع درست نہیں ہے مگر جب غاصب بیچ دے اور اس کا مالک اس کی ذمہ داری لینے والا ہو یا مالک بیچنے والا ہو اور غاصب اس بیع کو تسلیم کرنے والا ہو۔ (مذہب اربعہ، کتاب بیوع)

دونوں عقد کرنے والوں کیلئے ثبوت اختیار کا بیان

قَالَ (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَعَاذِلَيْنِ قَسْحُهُ) رَفْعًا لِلْفَسَادِ ، وَهَذَا قَبْلَ الْقَبْضِ ظَاهِرٌ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُفْعَلْ حُكْمُهُ فَيَكُونُ الْقَسْحُ امْتِنَاعًا مِنْهُ ، وَكَذَا بَعْدَ الْقَبْضِ إِذَا كَانَ الْفَسَادُ فِي صُلْبِ الْعَقْدِ لِقَوْلِهِ ، وَإِنْ كَانَ الْفَسَادُ بِشَرْطٍ زَالٍ فَلَيْمَنْ لَهُ الشَّرْطُ ذَلِكَ دُونَ مَنْ عَلَيْهِ لِقَوْلِهِ الْعَقْدُ ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ الْمَرَاصَةُ فِي حَقِّ مَنْ لَهُ الشَّرْطُ .

ترجمہ

فرمایا: عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ وہ فساد کو ختم کرنے کیلئے بیع فسخ کر دے اور قبضہ سے پہلے تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ قبضہ سے پہلے اس بیع میں حکم کا کوئی قائلہ نہیں ہے پس فسخ کرنا حکم سے رکنا ہے اور اسی طرح قبضہ کے بعد ہے مگر شرط یہ ہے فساد عقد کی صلب میں ہو کیونکہ وہی قوی ہے اور جب فساد شرط زائد میں ہے تو جس کیلئے شرط لگائی گئی ہے اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اور جس پر شرط لگائی گئی ہے اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس حالت میں عقد قوی ہے ہاں البتہ جب وہ شخص جس کیلئے شرط لگائی گئی ہے اس کے حق رضامندی ثابت نہ ہوگی۔

شرح

علامہ علاؤ الدین خفنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فساد کو ختم کرنے کے لئے قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد جب تک بیع مشتری کے پاس اپنے حال میں موجود ہے بیع قاسد کو فسخ کرنا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے کیونکہ یہ معصیت ہے اس لئے اس کو دور کرنا واجب ہے، مگر، اور اگر ان میں سے کوئی ایک اس کو برقرار رکھنے پر اصرار کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو تو وہ حق شرع کے لئے ان دونوں پر جبر کرتے ہوئے فسخ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد پھر چاہیں تو آپس میں صحیح بیع کر لیں جتنے شمن پر راضی ہو۔

(در مختار، کتاب المبیوع باب المبیع الفاسد، مطبع مہجائی دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی خفنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بائع اور مشتری دونوں پر فسخ کرنا واجب ہے تاکہ فساد ختم ہو سکے، کیونکہ وہ

مناہ ہے جس کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک اس کو قائم رکھے پھر مصرعہ اور قافیہ کو ملا دم نہ دے گا تو وہ جبراً ختم کر دے تاکہ شرعی حق قائم ہو، (عتق والدیریہ، کتاب اجارات)

بائع کا بیع کو بیچنے سے انعقاد بیع کا بیان

قَالَ (فَبِإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرِي فَقَدْ بَيَّعَهُ) ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ قَبْلَ أَنْ تَنْصَرِفَ إِلَيْهِ وَسَقَطَ حَقُّ الْإِمْرِئِ ذَاكَ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْعَبْدِ بِالثَّانِي وَنَقِضَ الْأَوَّلَ لِحَقِّ الشَّرْعِ وَحَقِّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ وَلِأَنَّ الْأَوَّلَ مَشْرُوعٌ بِأَصْلِهِ ذَوْنٌ وَصْفِهِ، وَالثَّانِي مَشْرُوعٌ بِأَصْلِهِ وَوَصْفِهِ فَلَا يُعَادِرُهُ مُجَرَّدُ الْوَصْفِ ؛ وَلِأَنَّهُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ، بِخِلَافِ تَنْصَرِفِ الْمُشْتَرِي فِي الدَّارِ الْمَشْفُوعَةِ ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقٌّ الْعَبْدِ وَيَسْتَوِيَانِ فِي الْمَشْرُوعِيَّةِ وَمَا حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنَ الشَّفِيعِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب بائع نے بیع کو بیچ دیا ہے تو بیع نافذ ہو جائے گی کیونکہ وہی اس کا مالک ہے اور اس میں تصرف کرنے کا مالک بھی وہی ہے۔ اور دوسری بیع کے سبب بیع کے ساتھ بندے کے حق متعلق ہونے کی وجہ سے پہلے بائع کیلئے رد کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی بیع کو ساقط کرنا شرعی حق کے سبب سے تھا۔ کیونکہ بندے کی ضرورت کے سبب سے اس کا حق مقدم ہوتا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیع اول صرف اپنی اصل کی وجہ سے شروع ہوئی تھی نہ کہ وصف سے شروع ہوئی جبکہ بیع ثانی اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے شروع ہوئی ہے پس صرف وصف کی مشروعیت اس سے معارضہ کرنے والی نہ ہوگی کیونکہ پہلی بیع بائع کی جانب سے طاقت کے واسطے سے حاصل ہوئی ہے برخلاف شفیع والے گھر میں مشتری کے تصرف کے کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں بندے کا حق ہے اور مشروعیت میں بھی دونوں برابر ہیں اور یہ شفیع کی طرف سے تسلیط کے سبب حاصل نہ ہوئی ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر بیع فاسد کے مشتری نے بیع فاسد کو غیر بائع کے ہاتھ بیع صحیح تام کے ساتھ فروخت کر دیا یا ہبہ کر کے قبضہ دے دیا یا وقف صحیح کے ساتھ وقف کر دیا یا کسی کو کسی کے پاس رہن رکھ دیا یا کسی کے لئے اس بیع فاسد کی وصیت کر دی یا صدقہ کر دیا تو ان تمام تصرفات مذکورہ میں وہ بیع فاسد نافذ ہو جائے گی اور بیع صحیح ہو جائے گا بسبب حق عبد کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کے، اور یہی حکم ہے تمام تصرفات قولی کا سوائے اجارہ اور نکاح کے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بیع فاسد میں مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد اس چیز کو بائع کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا اور یہ بیع صحیح بات ہو۔ یا ہبہ کر کے قبضہ لا دیا۔ یا آزاد کر دیا۔ یا مکتبہ کیا یا کنیز تھی مشتری کے اس سے بچ

پیدا ہوا۔ یا غلام تھا اسے پسوایا۔ یا اس کو دوسرے غلام میں غلط کر دیا۔ یا جانور تھا تو اس کو کڑا لیا۔ یا بیع کو وقف کر دیا۔ یا زمین رکھ دیا اور قبضہ دے دیا۔ یا وصیت کر کے مر گیا۔ یا صدقہ دے ڈالا غرض یہ کہ کسی طرح مشتری کی ملک سے نکل گئی تو اب وہ بیع فاسد نافذ ہو جائے گی اور اب بیع نہیں ہو سکتی۔ اور اگر مشتری نے بیع فاسد کے ساتھ بیچا یا بیع میں خیار شرط تھا تو بیع کا حکم باقی ہے۔

(روحشمار، کتاب بیوع)

شراب یا خمر کے بدلے میں غلام خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ فَقَبْضُهُ وَأَعْتَقَهُ أَوْ بَاعَهُ أَوْ وَهَبَهُ وَسَلَّمَهُ فَهُوَ جَائِزٌ وَعَلَيْهِ الْقِيَمَةُ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْقَبْضِ فَتَنَفَّذَ تَصَرُّفَاتِهِ، وَبِالْإِعْتِقَاقِ قَدْ هَلَكَ قَسْلُومُهُ الْقِيَمَةُ، وَبِالْبَيْعِ وَالْهَبَةِ انْقَطَعَ الْاِسْتِزَادُ عَلَى مَا مَرَّ، وَالْكِتَابَةُ وَالرَّهْنُ نَظِيرُ الْبَيْعِ لِأَنَّهُمَا لَا زِمَانٍ. إِلَّا أَنَّهُ يُعَوِّدُ حَتَّى الْاِسْتِزَادِ بِعَجْزِ الْمُكَاتَبِ وَلَكَ الرَّهْنُ لَزْوَالِ الْمَنَاعِ. وَهَذَا بِخِلَافِ الْبِإِجَارَةِ لِأَنَّهَا تَفْسُخُ بِالْاَعْدَارِ، وَدَفْعُ الْفَسَادِ عُدْرٌ، وَلَئِنَّهَا تَنْقِطُ شَيْئًا فَشَيْئًا لَيْكُونَ الرُّدُّ امْتِنَاعًا.

ترجمہ

فرمایا: اور جس شخص نے شراب یا خمر کے بدلے میں غلام خرید لیا پھر اس پر قبضہ کیا اور اس کو آزاد کر دیا یا اس نے بیع کر دیا یا اس نے ہبہ کرتے ہوئے موبوب لے کے حوالے کر دیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ جب مشتری اس کا مالک بن جائے۔ تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔ اور آزادی کے ساتھ غلام ہلاک ہوا تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ اور بیع اور ہبہ سے حق رجوع ختم ہو جائے گا جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور کتابت درہن بھی بیع کی مثل ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی لازم ہونے والے ہیں۔ مگر مکاتب کے عاجز ہونے اور رہن چھڑوانے کی صورت میں مانع ختم ہو جانے کی وجہ مسترد کرنے کا حق لوٹ کر آ جاتا ہے۔ جبکہ یہ حکم اجارہ کے خلاف ہے کیونکہ عذروں کے سبب اس کو بیع کر دیا جاتا ہے اور فساد کو دور کرتا یہ بھی ایک عذر ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اجارہ تصور انقضاء مستحق ہو جاتا ہے پس اجارے میں واپسی منع ہوگی۔

شرح

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی کہ سورت مائدہ نازل ہوئی تو میں نے نبی کریم سے اس کے متعلق پوچھا اور عرض کیا کہ وہ ایک یتیم لڑکے کی ہے آپ نے فرمایا اس کو بہا دو۔ اس باب میں حضرت انس بن مالک سے بھی روایت ہے ابو سعید کی روایت حسن ہے اور کئی سندوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

بعض علماء اسی کے قائل ہیں ان کے نزدیک شراب کو سرکہ بنانا حرام ہے شاید اس لیے کہ واللہ علم مسلمان شراب سے سرکہ بنانے کے لیے اپنے گھروں میں نہ رکھنے لگیں بعض اہل علم خود بخود سرکہ بن جانے والی شراب کو رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1283)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ "شریعت میں جو کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصلاً حقیقتاً ایک شخص کو بلا وجہ اس کے مال سے محروم کر دینے کی ایک صورت ہے اور ہارنے والے شخص کا سکوت غصہ اور ناامیدی کے ساتھ ہوتا ہے جو اکیلے والا سہل پسندی کا عادی ہو جاتا ہے اور کسب معاش کے جائز ذرائع اختیار کرنے اور باہمی ہمدردی و ایثار جو اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے، سے اعراض برتا ہے، سود کی حرمت کی وجہ بھی یہ ہے کہ سودی کاروبار کے رائج ہو جانے کی صورت میں ہمدردی اور عسکری اٹھ جاتی ہے اور اس کی جگہ بڑے بڑے جھگڑے اور فطرتیں ختم ہوتی ہیں، شراب سازی اور شراب فروشوں اور جوتوں وغیرہ کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان چیزوں کا کاروبار جائز قرار دے دیا جائے تو اس سے وہ برائی روکنا ممکن نہیں جن کے پیدا ہونے کے احتمال کی وجہ سے انہیں حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ شراب پینے کے لیے اور بت پرستی کے لیے بنایا جاتا ہے۔ لہذا جب یہ امور حرام ہیں تو ان کی بیع بھی حرام ہونی چاہئے۔ (حجۃ اللہ الباقہ)

بیع فاسد میں شمن واپس کرنے سے پہلے بیع لینے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَيْسَ لِلْبَائِعِ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ أَنْ يَأْخُذَ الْمَبِيعَ حَتَّى يُوَدَّ الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ مُقَابِلَ بِهِ فَيَصِيرُ مَحْبُوسًا بِهِ كَالرَّهْنِ (وَإِنْ مَاتَ الْبَائِعُ فَلَا مَشْتَرِيَ أَحَقُّ بِهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ) ؛ لِأَنَّهُ يَفْقَدُ عَلَيْهِ فِي حَيَاتِهِ، فَكَذَا عَلَى وَرَثَتِهِ وَغُرْمَائِهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ كَالرَّاهِنِ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ ذَرَاهِمُ الثَّمَنِ قَائِمَةً يَأْخُذُهَا بِعَيْنِهَا ؛ لِأَنَّهَا تَتَعَيَّنُ فِي الْبَيْعِ الْفَاسِدِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ ؛ لِأَنَّهُ يَمْتَنِزِلُ الْقَضْبُ، وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَهْلَكَةً أَخَذَ مِثْلَهَا لِمَا بَيَّنَّا.

ترجمہ

فرمایا: اور بائع کیلئے یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیع فاسد میں شمن کی واپسی سے پہلے بیع کو پکڑے حتیٰ کہ شمن کو لوٹا دیا جائے۔ کیونکہ بیع شمن کے مقابلے میں ہے پس رہن کی طرح بیع شمن کی وجہ سے محبوس ہوگی۔ اور جب بائع فوت ہو جائے تو پورا شمن وصول کرنے سے پہلے مشتری بیع کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ مشتری بائع کی زندگی میں بیع پر سب سے زیادہ مقدم تھا۔ پس بائع کی موت کے بعد وہ اس کے وارثوں اور قرض خواہوں پر مقدم ہوگا۔ جس طرح راہن ہوتا ہے اور اگر شمن کے درابم موجود ہیں تو مشتری وہی وصول کرے گا۔ اس لئے کہ فاسد بیع میں درابم کا قی نہیں ہو چاہا کرتا ہے۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے کیونکہ فاسد بیع غصب کی مثل ہے اور جب شمن کے درابم خرچ ہو چکے ہوں تو مشتری ان کی مثل وصول کرے گا اسی دلیل کے سبب جو پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے بیع فاسد کو فسخ کر دیا تو بائع بیع کو واپس نہیں لے سکتا جب تک ثمن یا قیمت واپس نہ کرے مگر اگر بائع کے پاس وہی روپے موجود ہیں تو یقیناً انھیں کو واپس کرنا ضروری ہے اور خراج ہو گئے تو اسے ہی روپے واپس کرے۔ بیع فسخ ہو چکا ہے اور بائع نے ابھی ثمن واپس نہیں کیا ہے اور مر گیا تو مشتری اس بیع کا حقدار ہے یعنی اگر بائع پر لوگوں کے دیون تھے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس بیع سے دوسرے قرض خواہ اپنے مطالبات وصول کریں بلکہ اس کا حق قہین و عقیق پر بھی مقدم ہے۔ مثلاً فرض کرو بیع کپڑا ہے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اسی کا کفن دیدیا جائے یہ کہہ سکتا ہے جب تک ثمن واپس نہیں ملے گا میں نہیں دوں گا۔ اسی طرح اگر بائع کے مرنے کے بعد اس کے وارث یا مشتری نے بیع کو فسخ کیا تو مشتری بیع کو اپنا حق وصول کرنے کے لیے روک سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

بیع فاسد ہونے کے بعد گھر بنا لینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ ذَارًا بَيْعًا فَاسِدًا فَبَنَاهَا الْمُشْتَرِي فَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ وَرَوَاهُ يَعْقُوبُ عَنْهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ ثُمَّ شَكَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الرُّوَايَةِ .
(وَقَالَ : يُنْقَضُ الْبِنَاءُ وَتُرَدُّ الذَّارُ) وَالْعَرَسُ عَلَى هَذَا الْإِخْتِلَافِ . لَهُمَا أَنَّ حَقَّ
الشَّفِيعِ أَضْعَفُ مِنْ حَقِّ الْبَائِعِ حَتَّى يَحْتَاجَ فِيهِ إِلَى الْقَضَاءِ وَيَبْطُلُ بِالتَّأَخِيرِ ، بِخِلَافِ
حَقِّ الْبَائِعِ ، ثُمَّ أَضْعَفُ الْحَقِّينِ لَا يَبْطُلُ بِالْبِنَاءِ فَاقْوَاهُمَا أُولَى ، وَلَهُ أَنَّ الْبِنَاءَ وَالْعَرَسَ
مِمَّا يُقْصَدُ بِهِ الدَّوَامُ وَقَدْ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَةِ الْبَائِعِ فَيَنْقَطِعُ حَقُّ الْإِسْتِرَادِ
كَالتَّبْعِ ، بِخِلَافِ حَقِّ الشَّفِيعِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ مِنْهُ التَّسْلِيطُ وَلِهَذَا لَا يَبْطُلُ بِهَيْئَةِ
الْمُشْتَرِي وَيَبْقَى كَذَلِكَ بَيْنَانِهِ وَشَكَ يَعْقُوبُ فِي حِفْظِ الرُّوَايَةِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ
وَقَدْ نَصَّ مُحَمَّدٌ عَلَى الْإِخْتِلَافِ فِي كِتَابِ الشُّفْعَةِ فَإِنَّ حَقَّ الشُّفْعَةِ مَبْنِيٌّ عَلَى انْقِطَاعِ
حَقِّ الْبَائِعِ بِالْبِنَاءِ وَثُبُوتِهِ عَلَى الْإِخْتِلَافِ .

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص پر قیمت واجب ہوگی جس نے بیع فاسد کے طور کوئی گھر خرید اور اس کے بعد مشتری نے اس میں گھر کی عمارت بنا ڈالی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی روایت بیان کی ہے اس کے بعد ان کو حفظ روایت میں شک واقع ہوا۔

صاحبین نے کہا کہ عمارت کو توڑتے ہوئے بائع کو گھر واپس کر دیا جائے گا اور درخت لگانا بھی اس اختلاف کے مطابق ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شفع کا حق بائع کے حق سے کمزور ہوا کرتا ہے کیونکہ شفعہ میں فقہاء کی ضرورت ہوتی ہے اور تاخیر سے وہ حق باطل بھی ہو جاتا ہے۔ یہ خلاف حق بائع کے کیونکہ جب ان میں سے کمزور حق عمارت بنوانے کے سبب باطل نہ ہوا تو دونوں حقوق میں سے زیادہ مضبوط حق بدرجہ اولیٰ باطل نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عمارت بنوانے اور درخت لگانے سے مقصد دوام ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں بائع کی جانب سے دیئے گئے اختیار کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ بائع کو مسترد کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔ جس طرح کہ جب مشتری بیع کو فروخت کر دے تو بھی حق بائع ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خلاف حق شفعہ کے کیونکہ شفعہ کی طرف تسلیہ نہیں پائی گئی اسی سبب سے مشتری کے ہر کرنے اور بیع کو بیچ ڈالنے سے شفعہ کا حق باطل نہیں ہوتا پس اس عمارت بنوانے میں بھی شفعہ کا حق باطل نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کے متعلق حفظ میں شک ہے حالانکہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب شفعہ میں اختلاف کی توضیح کر دی ہے کیونکہ شفعہ کا حق عمارت سے بائع کے حق کے ختم ہونے پر ختم ہے جبکہ اس کے ثبوت میں اختلاف ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین خفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے زمین بطور بیع فاسد خریدی تھی اُس میں درخت نصب کر دیے یا مکان خرید اٹھا اُس میں تعمیر کی تو مشتری پر قیمت دینی واجب ہے اور اب بیع فتح نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بیع میں زیادت مقصد غیر متولدہ مانع فتح ہے مثلاً کپڑے کو رنگ دیا ہی دیا، ستوں میں گھل دیا، گیہوں کا آکا پھولایا، روٹی کا سوسٹ کات دیا اور زیادت متصل متولدہ جیسے مونا یا زیادت منفصلہ متولدہ مثلاً جانور کے بچہ پیدا ہوا یہ مانع فتح نہیں، بیع اور زیادت دونوں کو واپس کرے۔

(در مختار، کتاب بیوع)

بیع فاسد میں باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بَيْنَ بَيْعَيْنِ فَاصِيدًا وَتَقَابَصًا فَبَاعَهَا وَزَبَحَ فِيهَا تَصَدَّقَ بِالرَّبْحِ وَيَطِيبُ لِلْبَائِعِ مَا رُبِحَ فِي الثَّمَنِ) وَالْفَرْقُ أَنَّ الْجَارِيَةَ مِمَّا يَتَعَيَّنُ فَيَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِهَا فَيَتِمَّ الْخُبْرُ فِي الرَّبْحِ، وَالذَّكَاءُ وَاللِّدْنَانِ لَا يَتَعَيَّنَانِ عَلَى الْعَقْدِ فَلَمْ يَتَعَلَّقِ الْعَقْدُ الثَّانِي بِعَيْنِهَا فَلَمْ يَتِمَّ الْخُبْرُ فَلاَ يَجِبُ التَّصَدُّقُ، وَهَذَا فِي الْخُبْرِ الَّذِي سَبَبُهُ فَسَادُ الْمِلْكِ، أَمَّا الْخُبْرُ لِعَدَمِ الْمِلْكِ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ يَشْمَلُ النُّوَاعِينَ لَتَعَلَّقِ الْعَقْدُ فِيمَا يَتَعَيَّنُ حَقِيقَةً، وَفِيمَا لَا يَتَعَيَّنُ شُبُهَةً مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِدَسَلَامَةِ الْمَبِيعِ أَوْ

تَقْدِيرُ الثَّمَنِ، وَعِنْدَ فَسَادِ الْمِلْكِ تَنْقِلُ الْحَقِيقَةُ شُبْهَةً وَالشُّبْهَةُ تَنْزِلُ إِلَى شُبْهَةِ الشُّبْهَةِ، وَالشُّبْهَةُ هِيَ الْمَعْتَبَرَةُ ذَوْنِ النَّازِلِ عَنْهَا.

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے بیع فاسد میں کوئی باندی خریدی اور ان دونوں نے احواض پر قبضہ بھی کر لیا ہے اس کے بعد مشتری نے اس باندی کو بیع کر بیع کیا تو وہ بیع کو صدقہ کر دے۔ جبکہ بیع کیلئے شمن میں حاصل ہونے والا نفع حلال ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باندی متعین ہونے والی اشیاء میں سے ہے پس عقد اسی سے متعلق ہوگا جبکہ بیع میں خیانت سرایت کرنے والی ہے۔ درامہ و دنانیر یہ عقود میں متعین نہیں ہوا کرتے پس دوسرا قلعی طور پر ان درامہ سے متعلق نہ ہوگا اور ان میں خیانت بھی سرایت کرنے نہ ہوگی۔ لہذا بیع کو صدقہ کرنا واجب نہ ہوگا۔ اور یہ فرق اس خیانت میں ہے جس کے سبب سے ملکیت میں فساد ہوتا ہے البتہ وہ خیانت جو عدم ملکیت کی وجہ سے ہوتا ہے طرفین کے نزدیک وہ دونوں اقسام کو شامل ہے۔ کیونکہ عقد کا تعلق حقیقت میں انہی سے متعین ہو چکا ہے جبکہ غیر متعین میں بطور شبہہ متعلق ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کی سلامتی یا پھر شمن کا اندازہ کرنا متعلق ہوا کرتا ہے اور ملکیت میں فساد کے سبب حقیقت شبہہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اب یہ شبہہ، شبہہ در شبہہ میں پہنچ چکا ہے۔ اور شبہہ کا اعتبار کر لیا جاتا ہے جبکہ شبہہ در شبہہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔

شرح

جو بیع شرع میں بالکل ہی غیر معتبر اور لغو ہوا اور ایسا سمجھیں کہ اس نے بالکل خریدی نہیں۔ اور اس نے بیچا ہی نہیں اس کو بطول کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا اس کا مالک نہیں ہوگا۔ وہ چیز اب تک اسی بیچنے والے کی ملک میں ہے اس لیے خریدنے والے کو نہ تو اس کا کھانا جائز نہ کسی کو دینا جائز۔ کسی طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔ اور جو بیع ہو تو گئی ہو لیکن اس میں کچھ خرابی گئی ہے اس کو بیع فاسد کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدنے والی کے قبضہ میں نہ آئے تب تک وہ خریدی ہوئی چیز اس کی ملک میں نہیں تھی۔ اور جب قبضہ کر لیا تو ملک میں تو آ گئی لیکن حلال طیب نہیں ہے۔ اس لیے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔ بلکہ اسی بیع کا توڑ دینا واجب ہے۔ لینا ہو تو پھر سے بیع کریں اور منول میں۔ اگر یہ بیع نہیں توڑی بلکہ کسی اور کے ہاتھ وہ چیز بیع ڈالی تو گناہ ہوا اور اس دوسرا خریدنے والے کے لیے اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا جائز ہے اور یہ دوسری بیع درست ہوگئی۔ اگر نفع لے کر بیچا ہو تو نفع کا خیرات کر دینا واجب ہے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔

محض دوسرے کے مال پر دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَلِكَ إِذَا ادَّعَى عَلَى آخَرَ مَالًا فَقَضَاهُ إِنَّمَا، ثُمَّ تَصَادَقَا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَدْ رَجَعَ الْمُدَّعَى فِي الذَّرَاهِمِ يَطِيبُ لَهُ الرُّبُحُ) ؛ لِأَنَّ الْخُبْتَ لِفَسَادِ الْمِلْكِ هَاهُنَا ؛

لَآ اِنَّ الدِّينَ وَاجِبٌ بِالتَّسْمِيَةِ ثُمَّ اُسْتُحِقَّ بِالتَّصَادُقِ، وَبَدَلُ الْمُسْتَحِقِّ مَمْلُوكٌ فَلَا يَفْعَلُ
فِيْمَا لَا يَتَعَيَّنُ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ویسے ہی دوسرے کے مال پر دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے وہ مال اس مدعی کو دے دیا اس کے بعد دونوں نے چپائی کو واضح کیا کہ مدعی علیہ پر تو کوئی مال ہی نہ تھا۔ اور مدعی نے ان درابم سے فائدہ کمالیا ہے تو اس کیلئے نفع حلال ہوگا کیونکہ یہاں خباثت نفاذ ملکیت کی وجہ سے ہے کیونکہ مدعی کے دعویٰ سے قرض واجب ہوا ہے اس کے بعد آپس کی چپائی سے وہ مستحق ٹھہرا ہے اور اس کا بدلہ ملکیت ہوتا ہے پس غیر متعین درابم میں خباثت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص نے دوسرے پر ایک مال کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے دیدیا اس مال سے مدعی نے کچھ نفع حاصل کیا پھر دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ وہ مال نہیں چاہیے تھا تو جو کچھ نفع اٹھایا ہے مدعی کے لیے حلال ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے کہ مدعی کے خیال میں یہی حکم تھا کہ یہ مال میرا ہے اور اگر قصداً غلط طور پر مطالبہ کیا اور لیا تو یہ لینا حرام ہے اور اس کا نفع بھی ناجائز و خبیث۔ غاصب نے مقصوب سے جو کچھ نفع اٹھایا ہے حرام ہے۔ (فتح القدر، کتاب بیوع)

وَلَا تَأْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِاِلْطَافٍ وَلْتَذَلُّوا بِهَا اِلَى الْحُكْمِ لَتَأْكُلُوا مِنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (البقرہ، ۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھاؤ، جان بوجھ کر۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا خواہ لوث کر یا چھین کر چوری سے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی یا چغل خوری سے یہ سب ممنوع و حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز فائدہ کے لئے کسی پر مقدمہ بنانا اور اس کو حکام تک لے جانا ناجائز و حرام ہے اسی طرح اپنے فائدہ کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لئے حکام پر اثر ڈالنا رشوتیں دینا حرام ہے جو حکام دن لوگ ہیں وہ اس آیت کے حکم کو پیش نظر رکھیں حدیث شریف میں مسلمانوں کے ضرر پہنچانے والے پر لعنت آئی ہے۔

(خزان العرفان، بقرہ، ۱۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس پر کسی اور کا مال چاہئے اور اس حقدار کے پاس کوئی دین نہ ہو تو یہ شخص اس کا انکار کر جائے اور حاکم کے پاس جا کر بری ہو جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اس پر اس کا حق ہے

وہ اس کا مال بار ہا ہے اور حرام کھار ہا ہے اور اپنے تئیں گنہگاروں میں کر رہا ہے،

حضرت مجاہد سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ، سدی، مقاتل بن حیان، عبد الرحمن بن زید، اسلم بھی یہی فرماتے ہیں کہ باوجود اس علم کے کہ تو ظالم ہے جھگڑا نہ کر، بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں انسان ہوں میرے پاس لوگ جھگڑالے کر آتے ہیں شاید ایک دوسرے سے زیادہ جھگڑا باز ہو اور میں اس کی چکنی چیز کی تقریر سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ درحقیقت میرا فیصلہ واقعہ کے خلاف ہو) تو سمجھ لو کہ جس کے حق میں اس طرح کے فیصلہ سے کسی مسلمان کے حق کو میں دلوادوں وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اٹھا لے خواہ نہ اٹھا لے، میں کہتا ہوں یہ آیت اور حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ حاکم کا حکم کسی معاملہ کی حقیقت کو شریعت کے نزدیک بدلنا نہیں، فی الواقع بھی نفس الامر کے مطابق ہو تو خیر نہ حاکم کو تو اجر ملے گا، لیکن اس فیصلہ کی بنا پر حق کو ناحق کو حق لینے والا اللہ کا جرم ٹھہرے گا اور اس پر وبال باقی رہے گا، جس پر آیت مندرجہ بالا گواہ ہے، کہ تم اپنے دعوے کو باطل ہونے کا علم رکھتے ہوئے لوگوں کے مال مار کھانے کے لئے جھوٹے مقدمات بنا کر جھوٹے گواہ گزار کر ناجائز طریقوں سے حکام کو غلطی کھلا کر اپنے دعووں کو ثابت نہ کیا کرو، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگو! سمجھ لو کہ قاضی کا فیصلہ تیرے لئے حرام کو حلال نہیں کر سکتا اور نہ باطل کو حق کر سکتا ہے، قاضی تو اپنی عقل سمجھ سے گواہوں کی گواہی کے مطابق ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھی آخر انسان ممکن ہے خطا کرے اور ممکن ہے خطا سے بچ جائے تو جان لو کہ اگر فیصلہ قاضی کا واقعہ کے خلاف ہو تو تم صرف قاضی کا فیصلہ اسے ناجائز مال نہ سمجھ لو یہ جھگڑا باقی ہی ہے یہاں تک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں جمع کرے اور باطل والوں پر حق والوں کو غلبہ دے کر ان کا حق ان سے دلوائے اور دنیا میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کے خلاف فیصلہ صادر فرما کر اس کی نیکیوں میں اسے بدلہ دلوائے۔

باطل طریقوں سے دوسروں کا مال ہضم کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً چوری، خیانت، دغا بازی، ڈاکہ، جوا، سود اور تمام ناجائز قسم کی تجارتیں اور سودے بازیاں ہیں اور اس آیت میں بالخصوص اس ناجائز طریقہ کا ذکر ہے جو حکام کی وساطت سے حاصل ہو۔ کئی ایک عام صورت تو رشوت ہے کہ حاکم کو رشوت دے کر مقدمہ اپنے حق میں کرالے اور اس طرح دوسرے کا مال ہضم کر جائے اور دوسری یہ کہ مثلاً جنہیں معلوم ہے کہ فلاں جائیداد یا فلاں چیز زید کی ہے۔ لیکن اس کی ملکیت کا کوئی ثبوت اس کے پاس موجود نہیں ہے اور تم مقدمہ کی صورت میں اسے بیچنے کے ذریعہ وہ چیز زید سے چھینا سکتے ہو تو اس طرح عدالت کے ذریعہ تم اس چیز کے مالک بن سکتے ہو۔ اس طرح بھی دوسرے کا مال ہضم کرنا حرام ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا "میں ایک انسان ہی ہوں۔ تم میرے پاس جھگڑے لے لے رہے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے کی نسبت اپنی دلیل اچھی طرح پیش کرتا ہو اور میں جو کچھ سنوں اسی کے مطابق فیصلہ کر دوں اور اگر میں کسی کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو اسے چاہیے کہ نہ لے۔ کیونکہ میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔ (بخاری، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الامام للنخوص)

فصل بیادگرہ

﴿یہ فصل بیع میں مکروہ اشیاء کے بیان میں ہے﴾

فصل بیع میں کراہت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکروہ فاسد سے درجے میں کم تر ہوتا ہے۔ لیکن مکروہ ہوتا فاسد کے شعبہ سے ہے۔ پس اس کو فاسد کے ساتھ ہی ملا دیا گیا ہے اور اس سے منزع کیا گیا ہے۔ اور غالباً اس کی تحقیق یہ بھی ہے کہ اصول فقہ میں یہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ جب قباحۃ امر بخاور میں ہو اس کو مکروہ کہتے ہیں اور جب وہ وصف اتصالی کے ساتھ ہو تو وہ فاسد ہے اور اس کی ہم بیان کر چکے ہیں۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۲۸۰، بیروت)

بیع نجش کا فقہی مفہوم اور اس کی حرمت پر اجماع

’نجش‘ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بکنا ہو یا دیکھے تو خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھا دے۔ اس قیمت بڑھانے والے کا مقصد اس چیز کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ یہ چیز بیٹے داموں بک جائے۔ بعض اوقات یہ قیمت بڑھانے والے دکان دار کے ساتھ مل کر گاہک کو پھسانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں دکان دار اور ایسی بولی لگانے والا دونوں اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ بعض اوقات دکان دار تو اس فعل میں شریک نہیں ہوتا لیکن قیمت بڑھانے والا اس نیت سے قیمت بڑھاتا رہتا ہے کہ خریدار کو نقصان ہو۔ ایسی صورت میں صرف قیمت بڑھانے والا ہی گناہ گار ہوگا۔ امام نووی شافعی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

هَذَا حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ 'وَالْبَيْعُ صَحِيحٌ' وَالْإِثْمُ مُخْتَصٌّ بِالنَّاجِشِ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ الْبَائِعُ 'فَإِنْ وَاطَّاهُ عَلَى ذَلِكَ الْعَامِ جَمِيعًا'۔ (شرح مسلم)

بیع نجش کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے، لیکن یہ بیع ہو جاتی ہے، اگرچہ ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا، اور گناہ اس کو ہوگا جس نے قیمت بڑھائی بشرطیکہ دکان دار کو اس کا علم نہ ہو، اگر دکان دار بھی ساتھ ملا ہو تو دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اس بیع کے حرام ہونے کا وجہ یہ ہے کہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اور دھوکے کی اسلام میں قطعی ممانعت ہے۔

بیع نجش سے ممانعت کا بیان

قَالَ (وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ) وَهُوَ أَنْ يَزِيدَ فِي الثَّمَنِ وَلَا يُرِيدُ الشِّرَاءَ لِيُرْغَبَ غَيْرُهُ وَقَالَ " (لَا تَنَاجَشُوا) . "

ترجمہ

فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بیچ بخش سے منع کیا ہے اور بخش یہ ہے کہ انسان خرید و فروخت کے بغیر دوسرے کو راغب کرنے کیلئے قیمت میں اضافہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بخش نہ کرو۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ بخش کر وہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا بخش یہ ہے کہ بیچ کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقت خریدار کو دھوکا دیتا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے بیچ کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی بخش ہے۔ جس طرح ایسا کرنا بیچ میں ممنوع ہے نکاح اجارہ وغیرہ میں بھی ممنوع ہے۔ اس کی ممانعت اُس وقت ہے جب خریدار واجبی قیمت دینے کے لیے تیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہے۔ اور اگر خریدار واجبی قیمت سے کم دیکر لینا چاہتا ہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لیے دام بڑھا رہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو بیع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

(فتح القدیر، کتاب بیع)

حضرت ابن ابی اوفی نے کہا کہ تاجہ سودخوار اور خاتن ہے۔ اور بخش فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

دھوکے کی بیع یہ ہے کہ مثلاً پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا چھل دریا میں جاری ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے۔ اس کو چکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے، اسی طرح اس غلام یا لونڈی کو جو بھاگ گیا ہو اور اسی میں داخل ہے بیع معدوم اور مجہول کی اور جس کی تسلیم پر قدرت نہیں۔ اور جبل الحبلہ کی بیع جاہلیت میں مروج تھی۔ اس کی تفسیر آگے خود حدیث میں آ رہی ہے۔ باب کی حدیث میں دھوکے کی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جبل الحبلہ کی ممانعت سے نکال لیا۔ اس لیے کہ وہ بھی دھوکے کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ اونٹنی نہ جے یا اس کا جو بچہ پیدا ہو وہ نہ جے۔ اور شاید امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد نے ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں صاف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ بعض نے جبل الحبلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اونٹنی کے تمل کے حمل کو فی الحال بیچ ڈالے مثلاً یوں کہے کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کے پیٹ بچہ کو میں نے تیرے ہاتھ بچا۔ یہ بھی منع ہے اس لیے کہ یہ معدوم اور مجہول کی بیع ہے۔ اور بیع غریبی دھوکے کی بیع میں

داخل ہے۔ (صحیح بخاری، ص ۱۰، بیٹ نمبر 2142)

عن ابن عمر - رضی اللہ عنہما - قال لہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النجش
ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ تعنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا تھا۔

نجش خاص طور پر شکار کو بھڑکانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں ایک خاص مفہوم شرعی کے تحت یہ مستعمل ہے۔ وہ مفہوم یہ کہ
کچھ تو جراسنے غلط گواہی دینے میں جن کا کام یہی ہوتا ہے کہ ہر ممکن صورت میں خریدنے والوں کو دھوکہ دے کر زیادہ قیمت
وصول کرائیں۔ ایسے ایجنٹ بعض دفعہ گاہک کی موجودگی میں اس چیز کا دام بڑھا کر خریدار بنتے ہیں۔ حالانکہ وہ خریدار نہیں ہیں۔
گاہک دھوکہ میں آکر بڑھے ہوئے داموں پر وہ چیز خرید لیتا ہے۔ الغرض بیچ میں دھوکہ فریب کی جملہ صورتیں سخت ترین گناہ کبیرہ کا
درجہ رکھتی ہیں۔ شریعت نے سختی سے ان کو روکا ہے۔

دوسرے کے ریٹ پر ریٹ لگانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَعَنْ السَّوْمِ عَلَى سَوْمٍ غَيْرِهِ) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (: لَا يَسْتَمِ الرَّجُلُ
عَلَى سَوْمٍ أُخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أُخِيهِ) " : وَلَآئِي هِيَ ذَلِكْ إِيحَاشًا وَإِضْرَارًا ،
وَهَذَا إِذَا تَرَاخَى الْمُتَعَارِفَانِ عَلَى مَبْلَغٍ تَمَنَّا فِي الْمُسَاوَمَةِ ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَزْكُنْ أَحَدُهُمَا
إِلَى الْآخَرِ فَهَوَ بَيْعٌ مِّنْ بَيْدٍ وَلَا بَأْسَ بِهِ عَلَى مَا نَذَكُرُهُ ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ مَحْمَلُ النَّهْيِ فِي
النِّكَاحِ أَيْضًا .

ترجمہ

فرمایا: اور کوئی شخص دوسرے کے ریٹ پر ریٹ نہ لگائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی انسان اپنے بھائی کے ریٹ پر ریٹ نہ
لگائے اور نہ ہی اس کے پیغام پر اپنا پیغام نکاح دے۔ کیونکہ اس میں وحشت اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے
جب دونوں عقد کرنے والے کُن کے مقدار پر ریٹ کرنے میں باہم راضی ہوں۔ مگر جب عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک راضی
نہ ہو تو یہ بیچ میں بیلای ہے اور بیچ میں بیلای کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ہم اس کو بیان کر دیں گے۔ اور جو ہم نے بیان
کر دیا ہے۔ نکاح میں بھی اس نئی کا وہی حمل ہے۔

شرح

یعنی پہلا بائع اگر اجازت دے کہ تم بھی اپنا مال اس خریدار کو بٹلاؤ، پھر دوسرا بیچنا درست ہے۔ اسی طرح اگر پہلا خریدار اس چیز کو
چھوڑ کر چلا جائے نہ خریدے تو دوسرے کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ حرام ہے۔

امام اوزاعی نے کہا یہ امر مسلمان بھائی کے لیے خاص ہے اور مجہور نے اس کو عام کر رکھا ہے۔ کیوں کہ یہ امر اخلاق سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہے یا کوئی شخص کچھ خرید رہا ہے ہم بیچ میں جا کو دیں اور اس کا فائدہ نہ ہونے دیں۔

(حدیث نمبر 2139)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔ (حدیث نمبر 2140)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی، بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

یعنی باہر والے جو غلہ یا اشیاء باہر سے لاتے ہیں، وہ اکثر بستی والوں کے ہاتھ سنا بیچ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اب کوئی شہر والا ان کو بھگائے، اور کہے ابھی نہ بیچو، یہ مال میرے سپرد کر دو، میں اس کو مہنگا بیچ دوں گا۔ تو اس سے منع فرمایا، کیوں کہ یہ بستی والوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ محض بھاؤ بگائے کے لیے بولی چڑھا دیتے ہیں۔ اور ان کی نیت خریدنے کی نہیں ہوتی۔ یہ سخت گناہ ہے اپنے دوسرے بھائی کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے لیے کسی مرد نے پیغام نکاح دیا ہے تو کوئی دوسرا اس کو پیغام نہ دے کہ ابھی اپنے بھائی کی حق تلفی ہے۔ اسی طرح کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کو یہ چاہئے کہ اس کی پہلی موجودہ بیوی کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے کہ یہ اس بہن کی سخت حق تلفی ہے۔ اس صورت میں وہ عورت اور مرد مردود نہ بگا رہوں گے۔

بیچ تلقی جلب کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَعَنْ تَلْقَى الْجَلْبِ) وَهَذَا إِذَا كَانَ يَصُرُّ بِأَهْلِ الْبَلَدِ فَإِنْ كَانَ لَا يَصُرُّ فَلَا بَأْسَ بِهِ، إِلَّا إِذَا لَبَسَ السَّعْرَ عَلَى الْوَارِدِينَ فَحِينَئِذٍ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْغُرُورِ وَالضَّرَرِ .

ترجمہ

فرمایا: اور بیچ تلقی جلب سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم تب ہے جب تلقی اہل مکر کے لیے نقصان دہ ہو اور اگر وہ نقصان دہ نہیں ہے تو ہرچیز میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں البتہ جب تلقی آنے پر ریت کو چھپانے والا ہو تو وہ مکر وہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں دھوکہ اور نقصان ہے۔

اصو کے لئے سبب بیع کی ممانعت کا بیان

عہدہ ابن ماجہ نقلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلقی سبب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی بازار سے باہر جو غنہ دے جسے ان کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لیں ان کی وہ صورتیں ہیں ایک یہ کہ مال غنہ والوں نے وہ صورتیں اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غنہ ہمارے قبضہ میں ہوگا نرخ زیادہ کرنے نہیں گئے وہ یہی صورت ہے کہ غنہ والے اسے تھپاؤں کا نرخ غلط کر خریدے مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گدھوں بکتے ہیں اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر میں اس کا مال غنہ دے گا یہ تو سبب ممانعت نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: کہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع کرے۔ یعنی یہاں کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے سستی بیچ ڈالے گا شہری کہتا ہے تو سستی بیچ میں آئے وہ اس بیع کو مانگا۔ یہ دال بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہانے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں جتا ہوں ان کو خود غنہ کی حاجت دہی صورت میں شہرہ غنہ باہر والوں کے ہاتھ کر اس کے بیع کرنا ممنوع ہے کہ اس نے اہل شہر کو ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو اتنا بیع نہ ہو تو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتح القدیر کتاب بیوع)

جب کہیں باہر سے غلہ کی رسد آتی ہے تو بعض ہستی والے یہ کرتے ہیں کہ ایک دو کوس ہستی سے آگے نکل کر راہ میں ان بیوپاریوں سے ملتے ہیں اور ان کو غنہ اور دھوکا دے کر ہستی کا نرخ اترا ہوا بیان کر کے ان کا مال خرید لیتے ہیں۔ جب وہ ہستی میں آتے ہیں تو وہاں کا نرخ زیادہ پاتے ہیں اور ان کو چکمہ دیا گیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیع باطل اور فاسد ہے۔ بعض نے کہا ایسا کرنا حرام ہے۔ لیکن صحیح ہو جائے گی۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ ہستی میں آکر وہاں کا نرخ دیکھ کر اس بیع کو قائم رکھیں یا نسخ کر ڈالیں۔ حنفیہ نے کہا کہ اگر قافلہ والوں سے آگے جا کر ملنا ہستی والوں کو نقصان کا باعث ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2162)

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجار قافلہوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا ہے اور ہستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2163)

آگے قافلہوں کے پاس خود بیچ کر لے آتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سوداگر آیا کرتے تھے) اور یہ بات عبد اللہ کی حدیث سے نکلے ہوئے ہے۔

اس روایت میں جو مذکور ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قافلہ والوں سے آگے جا کر ملتے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہستی سے

نکل کر، یہ تو حرام اور منع تھا۔ بلکہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں آ جانے کے بعد اس کے کنارے پر ہم ان سے ملتے۔ کیوں کہ اس روایت میں اس امر کی ممانعت ہے کہ غلہ کو جہاں خریدیں وہاں نہ بیچیں اور اس کی ممانعت اس روایت میں نہیں ہے کہ قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا منع ہے۔ ایسی حالت میں یہ روایت ان لوگوں کی دلیل نہیں ہو سکتی جنہوں نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنا درست رکھا ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 2167)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔ معلوم ہوا کہ جب قافلہ بازار میں آجائے تو اس سے آگے بڑھ کر ملنا درست نہیں۔ بعض نے کہا بستی کی حد تک آگے بڑھ کر ملنا درست ہے۔ بستی سے باہر جا کر ملنا درست نہیں۔ مالکپہ نے کہا کہ اس میں اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے کہ ایک میل سے کم آگے بڑھ کر ملنا درست ہے کوئی کہتا ہے کہ چھ میل سے کم پر، کوئی کہتا ہے کہ دو دن کی راہ سے کم پر۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے کسی غلہ بیچنے والے قافلے سے شہر کے باہر جا کر ملنے سے منع فرمایا اور اگر کوئی شخص ان سے کچھ خریدے تو شہر میں داخل ہونے کے بعد غلے والوں کو اختیار ہے۔ یہ حدیث ابویوب کی روایت سے حسن غریب ہے۔ ابن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کی ایک جماعت نے شہر سے باہر جا کر تجارتی قافلے سے ملاقات کو مکروہ کہا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے امام شافعی اور ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1237)

شہری کا دیہاتی سے بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَعَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي) فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَبِيعُ الْحَاضِرُ لِلْبَادِي) وَهَذَا إِذَا كَانَ أَهْلُ الْبَلَدِ فِي قَحْطٍ وَعَوَزٍ، وَهُوَ أَنْ يَبِيعَ مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ طَمَعًا فِي السَّمَنِ الْعَالِي لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِحْضَارِ بِهِمْ أَمَّا إِذَا كُنْ كَذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ لَا نَعْدَامِ الصَّرِيحِ.

ترجمہ

فرمایا: اور شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شہری کیلئے فروخت نہ کرے۔ اور یہ حکم حب ہے جب شہر والے قحط اور تنگی میں مبتلا ہیں اور شہری بدمعہ دیہاتی کو زیادہ قیمت کے لالچ میں بیچ ڈالے۔ کیونکہ اس کے سبب سے اہل بلد کو تکلیف ہوگی مگر جب اس طرح کی صورت حال نہ ہو تو اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نقصان ختم ہو چکا ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی

کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۱۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اوپر گزرا کہ ہستی والے اپروالے کا دلال نہ بنے۔ یعنی اجرت لے کر اس کا مال نہ بکوائے اور باب کا بھی یہی مطلب ہے۔ و اعلم انه کما لا یجوز ان لا یبیع الحاضر للمبادی كذلك لا یجوز ان یشتري له الخ یعنی جیسے کہ شہری کے لیے دیہاتی کا مال بیچنا منع ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے کوئی مال اس کی اطلاع اور پسند کے بغیر خریدے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لیے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے لیے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ عرب کہتے ہیں بیع لی ثوبا یعنی کپڑا خرید لے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جو لا بیع حاضر لہاد ہے، یہ بیع اور شراء دونوں کو شامل ہے۔ جیسے شراء بار کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے و شروه بمن یبئس دراهم یعنی باعوا ایسا ہی بار بھی شری کے معنوں میں آتا ہے اور دونوں صورتیں منع ہیں۔

اذان جمعہ کے وقت بیچ سے ممانعت کا بیان

قَالَ: (وَالْبَيْعُ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَذَرُوا الْبَيْعَ) ثُمَّ فِيهِ إِخْلَالٌ بِوَجِبِ السَّغْيِ عَلَى بَعْضِ الْوُجُوهِ، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْأَذَانَ الْمُتَعَبَّرَ فِيهِ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ. قَالَ (وَكُلُّ ذَلِكَ يُكْرَهُ) لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْبَيْعُ، لِأَنَّ الْفَسَادَ فِي مَعْنَى خَارِجٍ زَائِلٍ لَا فِي صُلْبِ الْعَقْدِ وَلَا فِي شَرَايِطِ الصَّحَةِ. قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِبَيْعٍ مَنْ يَزِيدُ) وَتَفْسِيرُهُ مَا ذَكَرْنَا.

وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَاعَ قَدَحًا وَجَلَسًا بِبَيْعٍ مَنْ يَزِيدُ)؛ وَلِأَنَّهُ بَيْعُ الْفُقَرَاءِ وَالْحَاجَةِ مَأْسَا إِلَى نَوْعٍ مِنْهُ.

ترجمہ

فرمایا: اور اذان جمعہ کے وقت بیچ کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم بیچ کو بھی چھوڑ دو، کیونکہ بعض اوقات اس کی وجہ سے سنی میں خلل اندازی ہوتی ہے اور کاب صلوٰۃ میں ہم اذان کے اعتبار کو بیان کرتے ہیں۔

ہماری بیان کردہ سابقہ تمام صورتوں میں بیچ مکروہ ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرتے ہیں اور اس سے بیچ فاسد نہیں ہوگی کیونکہ فساد ایک عقد سے خارج اور زائد چیز ہے جو صلب عقد اور صحت عقد کی شرائط میں نہیں ہے۔

بیچ میں نیلہ می کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی وضاحت ہم بیان کرتے ہیں اور صحیح حکم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ

اور ایک کبل کو نیلامی کے طور فروخت کیا اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ غریبوں کی بیع ہے اور اس سے ضرورت ثابت ہے۔

شرح

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ
ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الجمعة، ۹)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ ہر پیشہ (اور مشغل) حرام ہو جاتا ہے۔ (بخاری، کتاب الجمعة، باب المشی الی الجمعة)

جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے علماء کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے، اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا واللہ اعلم، پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق میں دین دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور اللہ کے فضل کی تلاش میں لگ جانا تمہارے لئے حلال ہے۔

عراق بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھا یا، اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے (ابن ابی حاتم)

اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید و فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کر دینا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخروی نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بازار جائے اور وہاں (ترجمہ) پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں محاف فرماتا ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں بندہ کو کثیر الذکر اس وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا رہے۔

جمعہ کیلئے سعی میں دیگر کاموں کو ترک کرنے کا بیان

خرید و فروخت چھوڑ دو کا مطلب صرف خرید و فروخت ہی چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ نماز کے لیے جانے کی لگرو ہتھام کے سوا ہر دوسری مصروفیت چھوڑ دینا ہے، بیع کا ذکر خاص طور پر صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ جمعہ کے روز تجارت خوب چمکتی تھی، آس پاس کی بستوں کے لوگ سمت کرایک جگہ جمع ہو جاتے تھے، تاجر بھی اپنا مال لے لے کر وہاں پہنچ جاتے تھے۔ لوگ بھی اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے میں لگ جاتے تھے۔ لیکن ممانعت کا حکم صرف بیع تک محدود نہیں ہے، بلکہ دوسرے تمام مشاغل بھی اس کے تحت آ جاتے ہیں، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ان سے منع فرما دیا ہے، اس لیے فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان کے

بعد بیچ اور بر قسم کا کاروبار حرام ہے۔

یہ حکم قطعی طور پر نماز جمعہ کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اول تو اذان سنتے ہیں اس کے لیے دوڑنے کی تاکید بجائے خود اس کی دلیل ہے۔ پھر بیچ جیسی حلال چیز کا اس کی خاطر حرام ہو جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ فرض ہے۔ مزید برآں ظہر کی فرض نماز کا جمعہ کے روز ساقط ہو جانا اور نماز جمعہ کا اس کی جگہ لے لینا بھی اس کی فرضیت کا صریح ثبوت ہے۔ کیونکہ ایک فرض اسی وقت ساقط ہوتا ہے جبکہ اس کی جگہ لینے والا فرض اس سے زیادہ اہم ہو۔ اسی کی تائید بکثرت احادیث کرتی ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی سخت ترین تاکید کی ہے اور اسے صاف الفاظ میں فرض قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دوں اور جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے۔ (مسند احمد، بخاری)

حضرت ابو مرثدہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے جمعہ کے خطبہ میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دے گا اور وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے۔ (مسند احمد، مسلم، نسائی)

حضرت ابو الجعد طخرفی، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کی روایات میں حضور ﷺ کے جو ارشادات منقول ہوئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حقیقی ضرورت اور جائز عذر کے بغیر، محض بے پروائی کی بنا پر مسلسل تین دفعے چھوڑ دے، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں تو الفاظ یہ ہیں کہ اللہ اس کے دل کو منافق کا دل بنا دیتا ہے (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، حاکم، ابن حبان، یزاد، طبرانی فی الکبیر)

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا آج سے لے کر قیامت تک جمعہ لوگوں پر فرض ہے۔ جو شخص اسے ایک معمولی چیز سمجھ کر یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑے، خدا اس کا حال درست نہ کرے، نہ اسے برکت دے۔ خوب سن رکھو، اس کی نماز نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں، اس کا حج حج نہیں، اس کا روزہ روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی نیکی نہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے اللہ اسے معاف فرماتے والا ہے۔ (ابن ماجہ، بزار)

اسی سے قریب ائمہ کی ایک روایت طبرانی نے اوسط میں ابن عمرؓ سے نقل کی ہے۔ علاوہ بریں بکثرت روایات ہیں جن میں حضور ﷺ نے جمعہ کو الفاظ صریح فرض اور حق واجب قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی اذان سنے (ابوداؤد، دارقطنی)

جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا۔ جان لو کہ اللہ نے تم پر نماز جمعہ فرض کی ہے۔ (بخاری)

البتہ آپ نے عورت، بچے، غلام، مریض اور مسافر کو اس فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حضرت خضہ کی روایت ہے کہ

ختم جلیقہ نے فرمایا۔ جہد کے لیے لکنا ہر بالغ پر واجب ہے (نسائی)۔ حضرت طارق بن شہاب کی روایت میں آپ کا ارشاد یہ ہے کہ جہد ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ سوائے غلام، عورت، بچے، اور مریض کے (ابوداؤد، حاکم) حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں: جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جہد فرض ہے۔ قرآن یہ کہ عورت ہو یا مسافر ہو، یا غلام ہو، یا مریض ہو (دارقطنی، بیہقی) قرآن وحدیث کی ان ہی تشریحات کی وجہ سے جہد کی فرضیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

"نودی" سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی ہے۔ لیکن حرمت بیچ میں اس اذان کا حکم بھی اذان قدیم کے ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے۔ البتہ اذان قدیم میں یہ حکم منصوص و قطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور قطعی رہے گا۔ اس تقریر سے تمام علمی اشکالات مرتفع ہو گئے۔ نیز واضح رہے کہ "یا ایہا الدین امنوا" یہاں "عام مخصوص منہ البعض" ہے۔ کیونکہ بالا جماع بعض مسلمانوں (مثلاً مسافر و مریض وغیرہ) پر جہد فرض نہیں۔

نیلام کی بیچ کے جواز کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر اور ایک پیالہ بیچنے کا ارادہ کیا تو فرمایا یہ چادر اور پیالہ کون خریدے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا میں نہیں ایک درہم میں خریدتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا تو ایک شخص نے دو درہم دے دیے اس طرح آپ نے یہ دونوں چیزیں اسے دو درہم کے عوض دیدیں۔ یہ حدیث حسن ہے ہم اسے صرف اخضر بن عجلان کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

عبداللہ شلی جو یہ حدیث انس سے نقل کرتے ہیں۔ وہ ابو بکر حنفی ہیں بعض اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ غنیمت اور وراثت کے مال کو نیلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ حدیث معمر بن سلیمان اور کئی راوی بھی اخضر بن عجلان سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول: حدیث نمبر 1234)

ذی رحم محرم دو چھوٹے غلاموں کو خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ مَلَكَ مَمْلُوكَيْنِ صَغِيرَيْنِ أَحَدُهُمَا ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْآخَرِ لَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَهُمَا، وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحَبِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ).

(وَوَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغُلَامَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ صَغِيرَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا فَعَلَ الْغُلَامَانِ؟ فَقَالَ: بَعْتَ أَحَدَهُمَا، فَقَالَ: أَذْرَكَ أَذْرَكَ،

وَيُرَوَّى : رُدَّةُ رُدَّةٍ ، وَلَئِنْ الصَّغِيرَ يَسْتَأْذِنُ بِالصَّغِيرِ وَبِالْكَبِيرِ يَتَعَاهَدُهُ فَكَانَ
فِي بَيْعِ أَحَدِهِمَا قَطْعُ الْإِسْتِئْذَانِ ، وَالْمَنْعُ مِنَ التَّعَاهُدِ وَلَيْهِ تَرْكُ الْمَرْحَمَةِ عَلَى
الْبُصَارِ ، وَقَدْ أَوْعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ الْمَنْعُ مَقْلُوبٌ بِالْقَرَابَةِ الْمُحَرَّمَةِ لِلنَّكَاحِ حَتَّى لَا يَدْخُلَ فِيهِ
مَحْرَمٌ غَيْرُ قَرِيبٍ وَلَا قَرِيبٌ غَيْرُ مُحَرَّمٍ ، وَلَا يَدْخُلُ فِيهِ الزَّوْجَانِ حَتَّى جَازَ التَّفْرِيقُ
بَيْنَهُمَا ؛ لِأَنَّ النَّصَّ وَرَدَ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَوْرِدِهِ ، وَلَا يَنْبَغُ مِنْ اجْتِمَاعِهِمَا
فِي مِلْكِهِ لِمَا ذَكَرْنَا ، حَتَّى لَوْ كَانَ أَحَدُ الصَّغِيرَيْنِ لَهُ وَالْآخَرُ لغيرِهِ لَا بَأْسَ بِبَيْعِ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا ، وَلَوْ كَانَ التَّفْرِيقُ بِحَقِّ مُسْتَحَقٍّ لَا بَأْسَ بِهِ كَذَلِكَ أَحَدِهِمَا بِالْجَنَابَةِ وَبَيْعِهِ
بِالَّذَيْنِ وَرَدَّ بِالْعَلَبِ ؛ لِأَنَّ الْمَنْظُورَ إِلَيْهِ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنْ غَيْرِهِ لَا الْإِضَارَةَ بِهِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کوئی بندہ ایسے دو چھوٹے غلاموں کا مالک ہو کہ ان میں سے ایک دوسرے کا ذریعہ محرم ہے تو مالک ان کے
درمیان علیحدگی نہ کرائے۔ اور اگر ان میں سے ایک بڑا ہے جب بھی جدائی نہ کرائے اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث
دہل ہے کہ جس نے شخص سے مال اور اس کے بیٹے میں جدائی کر لی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے دوستوں سے جدا
کر دے گا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دو چھوٹے غلام بھائی بھائیہ کے طور عنایت فرمائے اور پھر ان سے
دریافت فرمایا کہ ان دونوں کا کیا کیا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ان میں سے ایک کو بیچ دیا ہے تو آپ
ﷺ نے فرمایا: اس کو واپس لے آؤ، اس کو واپس لے آؤ۔ جبکہ دوسری روایت میں بھی اس کو واپس لے آؤ، اس کو واپس لے آؤ کے
الفاظ ہیں۔ کیونکہ چھوٹا، چھوٹے اور بڑا دونوں سے محبت نہ کرتا ہے اور بڑا اس کی نگرانی کرتا ہے۔ پس ان میں سے کسی ایک کو فروخت
کرنے کی وجہ سے محبت ختم ہو جاتی ہے جس سے نگرانی سے روکنا اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنا لازم آئے گا جبکہ ترک رحم پر وعید بیان ہوئی
ہے۔ اسی طرح جدائی کی ممانعت کی علت وہ قرابت ہے جو نکاح کو حرام کرنے والی ہے حتیٰ کہ اس ممانعت میں محرم کے غیر قرابتی اور
غیر محرم قرابتی شخص شامل نہ ہوگا اور اس میں شوہر و زوجہ بھی داخل نہ ہوں گے کیونکہ ان کے درمیان تفریق جائز ہے کیونکہ نص خلاف
قیاس ہے۔ پس وہ نص اپنے درود پر رہے گی۔

آقا کی ملکیت میں دونوں کا اکٹھا ہونا لازم ہے حتیٰ کہ جب وہ صغیرین میں کسی ایک کا مالک بنا جبکہ دوسرے کا کوئی اور مالک بنا
ہے تو ان میں سے کسی ایک کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب تفریق کی طاعت شدہ حق کے سبب سے ہے تو بھی اس
میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح صغیرین میں سے کسی ایک کو جنایت میں دینا ہے، یا قرض میں اس کو بیچنا ہے یا عیب کے سبب اسکو
واپس کرنا ہے کیونکہ تفریق روکنے کا مقصد دوسرے سے نقصان کو دور کرنا ہے نقصان دینا نہیں ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو مملوک جو آپس میں ذی رحم محرم ہوں مثلاً دونوں بھائی یا چچا بھتیجے یا باپ بیٹے یا ماں بیٹے ہوں خواہ دونوں نابالغ ہوں یا ان میں کا ایک نابالغ ہو ان میں تفریق کرنا منع ہے مثلاً ایک کو بیچ کر دے دوسرے کو اپنے پاس رکھے یا ایک کو ایک شخص کے ہاتھ بیچ دوسرے کو دوسرے کے ہاتھ یا بہن میں تفریق ہو کہ ایک کو بہن کر دے دوسرے کو بانی رکھے یا دونوں کو دو شخصوں کے لیے بہن کر دے یا وصیت میں تفریق ہو بہر حال انکی تفریق ممنوع ہے۔

ایسے دو غلاموں کو جن میں تفریق منع ہے اگر ایک کو آزاد کر دیا دوسرے کو نہیں تو ممانعت نہیں اگرچہ آزاد نہ کرنا مال سے بدست ہو بلکہ ایسے کے ہاتھ بیچ کر ناجہی منع نہیں جس نے اس کی آزادی کا حلف کیا ہو یعنی یہ کہنا ہو کہ اگر میں اس کا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے۔ اسی طرح ایک کو بدست رکھا تب ام ولد بنانے میں تفریق بھی ممنوع نہیں۔ اسی طرح اگر ایک غلام اس کا ہے دوسرا اس کے بیٹے کا تب یا مضارب کا جب بھی تفریق ممنوع نہیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

ترک رحم پر وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو ایک صحابی اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہا کہ میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان سے کسی کا بھی بوسہ نہیں لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں جاتا یعنی جو شخص اپنی اولاد یا مخلوق خدا پر لطف و شفقت نہیں کرتا اس پر اللہ کی رحمت و شفقت نہیں ہوتی۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 615)

غلاموں کے درمیان تفریق کی کراہت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ فُرِّقَ كُرْهًا لَهُ ذَلِكَ وَجَارَ الْعَقْدُ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي قَرَابَةِ الْوِلَادَةِ وَيَجُوزُ فِي غَيْرِهَا . وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِمَا رَوَيْنَا ، فَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْإِذْرَافِ وَالرَّذَا لَا يَكُونُ إِلَّا فِي الْبَيْعِ الْقَائِدِ .

وَأَلْهَمَا أَنَّ رُكْنَ الْبَيْعِ صَدْرَ مَنْ أَهْلِيهِ فِي مَعْلِيهِ ، وَإِنَّمَا الْكَرَاهَةُ لِمَعْنَى مُجَاوِرِ قَسَابَةِ كَرَاهَةِ الْأَسْتِيَامِ (وَإِنْ كَانَا كَثِيرَيْنِ فَلَا تَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فُرِّقَ بَيْنَ مَارِيَّةَ وَبِسْرِينَ وَكَانَتَا أُمَّتَيْنِ اخْتَيْنِ) .

ترجمہ

فرمایا۔ اور اگر اس نے ان میں تفریق کرا دی تو یہ مکروہ ہے لیکن عقد جائز ہوگا۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ولادت والی قرابت میں عقد جائز نہیں ہے۔ اور اسکے غیر میں جائز ہے۔ اور آپ علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسی میں بھی عقد جائز نہیں ہے۔ اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ حصول کا حکم اور دلچسپی کو حکم صرف بیع فاسد میں ہوتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن اس کے اہل سے صادر ہوا ہے اور وہ اپنے محل میں منسوب بھی ہے جبکہ کراہت ایک ایسے حکم کی وجہ سے ہے جو عقد سے متصل ہے پس یہ ریث پر ریث کرنے والی کراہت کے مشابہ ہو جائے گی۔

اور جب مملوک غلام بڑے ہیں تو ان کے درمیان تفریق کر دانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ نص میں وارد ہونے والے حکم میں آنے والے نہیں ہیں۔ اور یہ حکم درست ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور سیرین کے درمیان تفریق کی تھی۔ اور یہ دونوں باندیاں نہیں تھیں۔

شرح

اگر دونوں بالغ ہوں یا رشتہ دار غیر محرم ہوں مثلاً دونوں چچا زاد بھائی ہوں یا محرم ہوں مگر رضاعت کی وجہ سے حرمت ہو یا دونوں زن و شوہر ہوں تو تفریق ممنوع نہیں۔ دو مملوک جو آپس میں ذی رحم محرم ہوں مثلاً دونوں بھائی یا چچا بھتیجے یا باپ بیٹے یا ماں بیٹے ہوں خواہ دونوں نابالغ ہوں یا ان میں کا ایک نابالغ ہو ان میں تفریق کرنا منع ہے مثلاً ایک کو بیچ کر دے دوسرے کو اپنے پاس رکھے یا ایک کو ایک شخص کے ہاتھ بیچ دے دوسرے کے ہاتھ یا بہہ میں تفریق ہو کہ ایک کو کہہ کر دے دوسرے کو باقی رکھے یا دونوں کو دو شخصوں کے لیے بہہ کر دے یا وصیت میں تفریق ہو بہر حال انکی تفریق ممنوع ہے۔

اگر دو بڑے چھوٹے غلام آپس میں محرمیت کی قرابت رکھتے ہوں تو ان کی علیحدہ علیحدہ بیع کرنا مکروہ و ممنوع ہے اسی طرح اگر ایک ان میں سے چھوٹا ہو اور دوسرا بڑا تب بھی مکروہ و ممنوع ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک تو یہ بیع ہی جائز نہیں ہوگی۔

مردار کی چربی بیچنا جائز نہیں ہے جس کا تیل بیچنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں تو جائز ہے لیکن دوسرے ائمہ کے ہاں جائز نہیں ہے انسان کی غلاظت کی بیع جب کہ اس میں کچھ ملانہ ہو حضرت حضرت امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اور اگر رکھ غیر ملی ہوئی ہو تو جائز ہے حضرت امام اعظم کے ہاں گوبر کا بیچنا بھی جائز نہیں اس سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں ہے۔ بادشاہ و حاکم کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ اشیاء کے نرخ متعین کر دیں ہاں اگر تاجر غلہ و دیگر اشیاء کی گرائی میں حد سے تجاوز کرنے لگیں اور عوام پریشانی میں مبتلا ہو جائیں تو پھر حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ تجربہ کار اور ماہرین کے مشورہ سے متعین کرے۔

۷۷۷ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے لیے شاہان وقت کو جو خطوط لکھے تھے، ان میں ایک خط مقتوس عزیز مصر کے نام بھی تھا، جس کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہا ابن بلتعہ لیکر مصر گئے تھے، مقتوس نے اسلام قبول نہیں کیا؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیام اور پیامبر کی بڑی پذیرائی کی اور قیمتی ساز و سامان کے علاوہ دوا لیاں جن کے ساتھ ان کے بھائی مایور بھی تھے، خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحفہ بھیجیں ان لڑکیوں میں ایک تو سیرین رضی اللہ عنہا تھیں جن کا ابھی ذکر آچکا ہے، دوسری یہی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ (اصابہ ۲: ۲۵ ص ۲۵)

بَابُ اِقَالَةِ

﴿یہ باب اقالہ کے بیان میں ہے﴾

باب اقالہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ فاسد بیع اور مکروہ بیع کی خباثت سے بچنا ہے۔ اور یہ بیع فاسد و مکروہ کے ساتھ خاص ہے لہذا اس باب کو بیع فاسد اور بیع مکروہ کے باب کے ساتھ ہی ذکر کیا ہے کیونکہ یہ اقالہ قبل سے ہے نہ کہ قول سے ہے۔ اور اس میں ہمزہ سلب کا ہے جس طرف اہل لغت گئے ہیں کہ بیع کو قاف کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ (اقالہ یہ ایک طرح بیع فاسد و بیع مکروہ سے بچانے کا سبب یا ذریعہ ہے اس لئے اس جیلے کو محیل علیہ کے بعد ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جیلہ ہمیشہ محیل علیہ کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔ (رضوی مفتی عنہ)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۲۲۹، بیروت)

اقالہ کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ ایک خاص شرعی طریقے سے معاملہ فسخ کرنے کو اقالہ کہتے ہیں جس میں دونوں خریدار اور بیچنے والے اتفاق کر لیں۔ دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا ہے اس کے اٹھا دینے کو اقالہ کہتے ہیں یہ لفظ کہ میں نے اقالہ کیا، چھوڑ دیا، فسخ کیا یا دوسرے کے کہنے پر بیع یا شمن کا پھیر دینا اور دوسرے کا لے لینا اقالہ ہے۔ نکاح، طلاق، عتاق، ایام، قلعہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں میں سے ایک اقالہ چاہتا ہے تو دوسرے کو منظور کر لینا، اقالہ کر دینا مستحب ہے اور یہ مستحق ثواب ہے۔ اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے یعنی تب ایک شخص اقالہ نہیں کر سکتا کہ یہ بھی ضرور ہے کہ قبول اسی مجلس میں ہو لہذا اگر ایک نے اقالہ کے الفاظ کہے مگر دوسرے نے قبول نہیں کیا یا مجلس کے بعد کیا اقالہ نہ ہوا۔ مثلاً مشتری بیع کو بائع کے پاس واپس کرنے کے لیے لایا اس نے انکار کر دیا اقالہ نہ ہوا پھر اگر مشتری نے بیع کو نہیں چھوڑ دیا اور بائع نے اس چیز کو استعمال بھی کر لیا اب بھی اقالہ نہ ہوا یعنی اگر مشتری شمن واپس مانگتا ہے یہ شمن واپس کرنے سے انکار کر سکتا ہے کیونکہ جب صاف طور پر انکار کر چکا ہے تو اقالہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر ایک نے اقالہ کی درخواست کی دوسرے نے کچھ نہ کہا اور مجلس کے بعد اقالہ کو قبول کرتا ہے یا پہلے کوئی ایسا فعل کر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے منظور نہیں اس کے بعد قبول کرتا ہے تو قبول صحیح نہیں۔ (رحمۃ، کتاب بیوع)

اقالہ کے جواز کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کو واپس کرے یا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا (ابوداؤد ابن ماجہ) اور شرح السنہ میں یہ روایت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جو مصابیح میں شرح شامی سے بطریق ارسال اقالہ جائز ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 106)

اقالہ کا مطلب ہے بیع کو واپس کر دینا یعنی بیع کر دینا شرح السنہ میں لکھا ہے کہ بیع اور سلم میں قبل قبضہ بھی اور بعد قبضہ بھی اقالہ جائز ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے متصل نقل کیا ہے اسی طرح حاکم نے بھی اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ سے متصل ہی نقل کیا ہے لیکن مصابیح میں یہ روای بطریق ارسال ان الفاظ میں منقول ہے حدیث (من اقال اخاه المسلم صفقة کرہا اقال اللہ عشرہ یوم القیامۃ) جو شخص مسلمان کی کسی ناپسندیدہ بیع کو واپس کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا پانچ سو نصف مشکوٰۃ نے روایت کے آخری الفاظ کے ذریعہ گویا مصابیح کے مصنف علامہ بغوی پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب مصابیح میں اولیٰ کو ترک کیا ہے بایں طور کہ ابوداؤد و ابن ماجہ کی نقل کردہ یہ متصل روایت تو نقل نہیں کی بلکہ حدیث مرسل نقل کی ہے۔

ثمن اول پر اقالہ کے جواز کا بیان

(اَلْاِقَالَةُ جَائِزَةٌ فِی الْبَيْعِ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَقَالَ نَادِمًا بَيْعَهُ اَقَالَ اللّٰهُ عَشْرَةَ يَوْمٍ الْقِيَامَةِ) وَلَآ اَنَّ الْعَقْدَ حَقُّهُمَا لِمِثْلِ الْاَنْ لَقِيَ رَفَعَهُ دَلَعًا لِحَاجَتِهِمَا (فَإِنْ شَرَطَا أَكْثَرَ مِنْهُ أَوْ أَقَلَّ فَالْشَّرْطُ بَاطِلٌ وَيَرُدُّ مِثْلَ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ الْاِقَالَهَ فُسْخٌ فِی حَقِّ الْمُتَعَاقدَيْنِ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِی حَقِّ غَيْرِهِمَا إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ جَعْلُهُ فُسْخًا فَتَبْطُلُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ بَيْعٌ إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ جَعْلُهُ بَيْعًا فَيُجْعَلُ فُسْخًا إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ فَتَبْطُلُ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ فُسْخٌ إِلَّا إِذَا تَعَدَّرَ جَعْلُهُ فُسْخًا فَيُجْعَلُ بَيْعًا إِلَّا أَنْ لَا يُمَكِّنَ فَتَبْطُلُ

ترجمہ

اور ثمن اول کی مثل پر بیع میں اقالہ کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی عداوت والے کی بیع کا اقالہ کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو دور کر دے گا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقد عائدین کا حق ہے پس وہ اپنی ضرورت کو دور کرنے کیلئے عقد کو ختم کرنے کے مالک بھی ہیں۔ اور اگر پہلی ثمن سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائی تو یہ شرط لگانا باطل ہوگا۔ اور بائع ثمن اول کی مثل کو واپس کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عائدین کے حق میں اقالہ فسخ ہے اور ان کے سوا میں فسخ ہے مگر جب اس کو فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور یہ وضاحت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ بیع ہے جبکہ اس کو بیع قرار دینا ممکن نہ ہو تو فسخ ہے مگر جب فسخ بھی ممکن نہ ہو تو

بیع باطل ہو جائے گی۔
حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقالہ فسخ ہے اور اگر اس کو فسخ قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ بیع ہے مگر جب بیع قرار دینا بھی ممکن نہ ہو تو وہ باطل ہو جائے گی۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو بیع میں تھا اسی پر یا اُس کی مثل پر اقالہ ہو سکتا ہے اگر کم یا زیادہ پر اقالہ ہو تو شرط باطل ہے اور اقالہ صحیح یعنی اتنا ہی دینا ہوگا جو بیع میں تھا۔ مثلاً ہزار روپے میں ایک چیز خریدی اُس کا اقالہ ہزار میں کیا صحیح ہے اور اگر دیکھ ہزار میں کیا جب بھی ہزار دینا ہوگا اور پانسو کا ذکر لغو ہے اور پانسو میں کیا اور بیع میں کوئی نقصان نہیں آیا ہے جب بھی ہزار دینا ہوگا اور اگر بیع میں نقصان آ گیا ہے تو کمی کے ساتھ اقالہ ہو سکتا ہے۔ اقالہ میں دوسری جنس کا ضمن ذکر کیا گیا مثلاً بیع ہولی ہے روپے سے اور اقالہ میں اشرفی یا نوٹ واپس کرنا قرار پایا تو اقالہ صحیح ہے اور وہی ضمن واپس دینا ہوگا جو بیع میں تھا دوسرے ضمن کا ذکر لغو ہے۔ (تاویلی ہندیہ، کتاب بیوع)

اسم ثلاثہ کے نزدیک اقالہ کی توضیح کا بیان

لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ اللَّفْظَ لِلْفَسْخِ وَالرَّفْعِ. وَمِنْهُ يُقَالُ: أَقْبَلْنِي عَشْرَتَيْنِ فَنَوَقِرْ عَلَيْهِ قَضِيَّتَهُ. وَإِذَا تَعَدَّرَ يُحْمَلُ عَلَى مُحْتَمَلِهِ وَهُوَ الْبَيْعُ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ بَيْعٌ فِي حَقِّ الثَّالِثِ: وَلَا يَبِي يُوَسِّفُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضَى. وَهَذَا هُوَ حَدُّ الْبَيْعِ وَلِهَذَا يُطْلَقُ بِهَلَاكِ السَّلْعَةِ وَيُرَدُّ بِالْعَيْبِ وَتَثْبُتُ بِهِ الشَّفْعَةُ وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْبَيْعِ.

وَلَا يَبِي حَقِيقَةً رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ اللَّفْظَ يُبَيِّنُ عَنِ الرَّفْعِ وَالْفَسْخِ كَمَا قُلْنَا، وَالْأَصْلُ إِعْمَالُ الْأَلْفَاطِ فِي مُفْصَلَاتِهَا الْحَقِيقِيَّةِ، وَلَا يُحْتَمَلُ ابْتِدَاءُ الْعَقْدِ لِيُحْمَلَ عَلَيْهِ عِنْدَ تَعَدُّرِهِ؛ لِأَنَّهُ حَيْثُ وَاللَّفْظُ لَا يَحْتَمِلُ حَيْثُ فَتَعَيَّنَ الْبَطْلَانُ، وَكَوْنُهُ بَيْعًا فِي حَقِّ الثَّالِثِ أَمْرٌ ضَرُورِيٌّ؛ لِأَنَّهُ يَنْبَغُ بِهِ مِثْلُ حُكْمِ الْبَيْعِ وَهُوَ الْمِلْكُ لَا مُفْتَضَى الصَّيْغَةِ، إِذْ لَا وَلا يَنْبَغُ لَهُمَا عَلَى غَيْرِهِمَا.

ترجمہ

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ لغت میں فسخ اور رفع دونوں کیلئے آتا ہے ورنہ اسی سے کہا جاتا ہے کہ میری

موت کو اور کرے۔ اس اقالہ کو لکھنی معنی جو تکفہ کر رہا ہے وہی دیا جائے گا۔ اور جب یہ معنی ناممکن ہو تو پھر اس کو احتمال والے معانی میں سے پائے گا۔ اور اس کا احتمال بیع ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اقالہ تیسرے آدمی کے حق میں بیع ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یا ہی رضا کے ساتھ مال کے بدلے مال کے تبادلہ کا نام اقالہ ہے اور بیع کی تریف بھی یہی ہے اور اسی دلیل کے سبب سامان کے ہلاک ہونے سے اقالہ باطل ہو جاتا ہے اور عیب کے سبب واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہ سبب بیع کے احکام ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اقالہ رفع و فتح دونوں کی خبر دینے والا ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔ اور قانون یہ ہے الفاظ کو ان کے معانی کا لباس پہنایا جائے۔ اور لفظ اقالہ ابتدائے عقد کا احتمال رکھنے والا نہیں ہے اس کو قطع کے نام سے ہونے کے وقت اپنایا جاتا ہے کیونکہ عقد کا فتح ہونا یہ بیع کی ضد ہے اور لفظ اپنی ضد کا احتمال رکھنے والا نہیں ہوتا اس اقالہ کا باطل ہونا معین ہو چکا جبکہ اس کا تیسرے آدمی کے حق میں بیع ہونا ایک امر ضروری ہے کیونکہ اقالہ سے مثل بیع یعنی ملکیت ثابت ہوتی ہے جبکہ صیغہ اقالہ کا تکفہ کرنے والا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ عاقدین کو اپنے غیر پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اقالہ عقد کرنے والے دونوں کے حق میں بیع ہے جبکہ ان کے دونوں کے سوا میں ایک نفی بیع ہے۔ البتہ اس صورت میں فتح نہ ہوگا کہ جب کسی باندی نے بیچے کو حرم دے دیا ہے تو دو بیع باطل ہو جائے گی۔ اور کافی میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

علامہ مال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عاقدین کے حق میں اقالہ فتح بیع ہے اور دوسرے کے حق میں یہ ایک بیع جدید ہے لہذا اگر اقالہ کو فتح نہ قرار دے سکتے ہوں تو اقالہ باطل ہے مثلاً بیع لوٹری یا جانور ہے جس کے قبضہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس کا اقالہ نہیں ہو سکتا۔ کچرا خرید اور اس کو واپس کرنے گیا اس نے لفظ اقالہ زبان سے نکالا ہی تھا کہ بائع نے فوراً کپڑے کو قطع کر ڈالا اقالہ صحیح ہے یہ فعل قبول کے قائم مقام ہے۔ بیع کا کوئی جز ہلاک ہو گیا اور کچھ باقی ہے تو جو کچھ باقی ہے اس میں اقالہ ہو سکتا ہے اور اگر بیع متینہ ہو یعنی دونوں طرف غیر نفوذ ہوں اور ایک ہلاک ہوگئی تو اقالہ ہو سکتا ہے دونوں جاتی رہیں تو نہیں ہو سکتا۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع)

ثبوت اقالہ کے بعد شرائط کا بیان

إِذَا بَيْتَ هَذَا نَقُولُ: إِذَا شَرَطَ الْأَكْثَرُ فَإِلَّا قَالَهُ عَلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ لِتَعَدُّرِ الْفَسْخِ عَلَى الزِّيَادَةِ، إِذْ رَفَعَ مَا لَمْ يَكُنْ ثَابِتًا مُحَالًا فَيَسْطُلُ الشَّرْطُ، لِأَنَّ الْإِقَالََةَ لَا تَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدَةِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ يُمْكِنُ إِبْنَاتُهَا فِي الْعَقْدِ فَيَحَقِّقُ الرَّبَا أَوْ لَا يُمْكِنُ

إِبْتِهَا فِي الرَّفْعِ، وَكَذَا إِذَا شَرَطَ الْأَقْلَ لِمَا بَيَّنَّاهُ إِلَّا أَنْ يَحْدُثَ فِي الْمَبْعِ عَيْبٌ
فَحَبْسُهُ جَارِثُ الْإِقَالَةِ بِالْأَقْلِ؛ لِأَنَّ الْحَطَّ يُجْعَلُ بِلِزَاءِ مَا قَاتَ بِالْعَيْبِ، وَعِنْدَهُمَا فِي
شَرْطِ الرِّيَادَةِ يَكُونُ بَيْعًا؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ الْبَيْعُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَ
مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ جَعَلَهُ بَيْعًا مُمَكِّنًا فَإِذَا زَادَ كَانَ قَاصِدًا بِهِذَا ابْتِذَاءِ الْبَيْعِ، وَكَذَا فِي
شَرْطِ الْأَقْلِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ
اللَّهُ هُوَ فَسَخَّ بِالنَّمَنِ الْأَوَّلِ لَا سُكُوتٍ عَنْ بَعْضِ النَّمَنِ الْأَوَّلِ، وَلَوْ سَكَتَ عَنِ الْكُلِّ
وَأَقَالَ يَكُونُ فَسَخًا فَهَذَا أَوَّلِي، بِخِلَافِ مَا إِذَا زَادَ، وَإِذَا دَخَلَهُ عَيْبٌ فَهُوَ فَسَخٌ بِالْأَقْلِ
لِمَا بَيَّنَّاهُ.

ترجمہ

اور جب اقالہ کی اصل ثابت ہو چکی ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب اس نے ثمن اول سے زائد کی شرط لگائی تو اقالہ ثمن اول پر
ہو گا کیونکہ زیادتی پر فسخ ناممکن ہے۔ اور غیر ثابت شدہ چیز کو فسخ کرنا بھی ناممکن ہے پس شرط باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اقالہ شرط
فاسد کے سبب باطل ہونے والا نہیں ہے۔ یہ خلاف بیچ کے۔ کیونکہ بیچ کے متعلق زیادتی کا ثابت ممکن ہے جس سے سورت ہو
جائے گا۔ جبکہ بیچ کو فسخ کرنے میں زیادتی کا ثبوت ممکن نہیں ہے۔ اور اسی طرح کا حکم ہے جب ثمن اول سے کم قیمت لگائی گئی اس
دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ہاں البتہ جب بیچ میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اب ثمن اول سے کم پر اقالہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ کسی عیب کے سبب سے فسخ
شدہ بیچ کے مقابلے میں ہوئی ہے۔

صاحبین کے نزدیک زیادتی کی شرط میں اقالہ بیچ بن جائے گا۔ کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اصل بیچ ہی ہے اور
امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اس کو بیچ قرار دینا ممکن ہے پس جب ثمن اول پر اضافہ کیا ہے تو اس نے کے سبب وہ بیچ کا رد
کرنے وال ہے۔ اور اسی طرح امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک کم قیمت کی شرط پر بھی اقالہ بیچ درست ہو جائے گا کیونکہ ان کے
دیکھنا اصل بیچ ہی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ثمن اول سے کم کرنا بیچ ہو جائے گا کیونکہ اس ثمن کی بعض مقدار سے سکوت ہے کیونکہ
ثمن اس میں اس کی اصل تھی۔ اور جب سارے سکوت کرتے ہوئے کسی نے اقالہ کیا تو یہ بیچ ہو گا تو یہ بدرجہ اولیٰ فسخ ہو گا۔ بخلاف اس
صورت کے کہ جب وہ زیادتی کرے اور جب بیچ میں کوئی عیب پیدا ہو تو یہ اقل کے ساتھ فسخ ہو گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان
کر آئے ہیں۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقالہ کی شرائط یہ ہیں 1: دونوں کا رضی ہونا۔ 2: محسوس ایک ہونا۔ 3: اُترتے
صرف کا اقالہ ہو تو اسی محسوس میں تقابض بدلیں ہو۔ 4: جمع کا موجود ہونا شرط ہے ثمن کا باقی رہنا شرط نہیں۔ 5: جمع ایک چیز ہو جس
میں خیر شرط اختیار رویت خیار عیب کی وجہ سے بیع فسخ ہو سکتی ہو، اگر جمع میں ایسی زیادتی ہوگی جو جس کی وجہ سے فسخ نہ ہو سکے تو اقالہ بھی
نہیں ہو سکتا۔ 6: بائع نے ثمن مشتری کو قبضہ سے پہلے جبہ نہ کیا ہو۔ اقالہ کے وقت جمع موجود تھی مگر واپس دینے سے پہلے بدک ہو گئی
اقالہ باطل ہو گیا۔ (ریختار، کتاب بیوع)

ثمن اول کے خلاف جنس پر اقالہ کرنے کا بیان

وَلَوْ أَقَالَ بَعِيرٌ جَنْسَ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ فَهُوَ فَسَخٌ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ
وَيَجْعَلُ التَّسْمِيَةَ لَعَوًّا عِنْدَهُمَا بَيْعٌ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ وَلَدَتْ الْمَبِيعَةُ وَلَدًا ثُمَّ تَقَايَلَا قَالَ لِقَالَهُ
بَاطِلَةٌ عِنْدَهُ لِأَنَّ الْوَلَدَ مَانِعٌ مِنَ الْفَسْخِ، وَعِنْدَهُمَا تَكُونُ بَيْعًا وَالْإِقَالَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِي
الْمَنْقُولِ، وَغَيْرِهِ فَسَخٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ كَذَا عِنْدَ أَبِي
يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْمَنْقُولِ لِتَعَدُّ الْبَيْعِ، وَفِي الْعَقَارِ يَكُونُ بَيْعًا عِنْدَهُ لِإِمْكَانِ الْبَيْعِ،
فَإِنْ بَيْعَ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ عِنْدَهُ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ثمن اول کے خلاف جنس کے ساتھ اقالہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثمن اول پر فسخ ہو جائے گا
جبکہ تسمیہ کو لغو قرار دیں گے، اور صاحبین کے نزدیک بیع ہو جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے۔

اور جب بیع باندی نے بچے کو جنم دیا اس کے بعد عاقبتین نے اقالہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اقالہ باطل ہے
کیونکہ یہ بچہ فسخ کو روکنے والا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اقالہ بیع ہے۔

منقول اور غیر منقول دونوں میں قبضہ سے پہلے اقالہ کرنا طر فین کے نزدیک فسخ ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک
منقول میں فسخ ہے کیونکہ اس میں بیع ناممکن ہے جبکہ ان کے نزدیک عقار میں اقالہ بیع ہوگا کیونکہ بیع ممکن ہے کیونکہ امام ابو یوسف علیہ
الرحمہ کے نزدیک قبضہ سے پہلے زمین کی بیع کرنا جائز ہے۔

شرح

اقالہ میں دوسری جنس کا ثمن ذکر کیا گیا مثلاً بیع ہوئی ہے روپے سے اور اقالہ میں اشرفی یا نوٹ واپس کرنا قرار پایا تو اقالہ صحیح
ہے اور وہی ثمن واپس دینا ہوگا جو بیع میں تھا دوسرے ثمن کا ذکر لغو ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

شرکت و تولیہ میں اقالہ کے درست ہونے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی قسم کا کپڑا بیچا اور چند رقم کے کپڑے مستثنیٰ کر لینے کی شرط کر لی تو کچھ قباحت نہیں اگر شرط نہیں کی تو وہ ان کپڑوں میں شریک ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ایک رقم کے کپڑوں میں بھی کم و بیش ہوتی ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح حکم ہے کہ شرکت اور تولیہ اور اقالہ کھانے کی چیزوں میں درست ہے ہے خود اہوان پر قبضہ ہوا ہو یا نہ ہو اگر یہ ضروری ہے کہ نقد ہو یا عداۃ ہو اور کی بیشی نہ ہو اگر اس میں کی بیشی ہوگی یا معاہدہ ہوگی تو یہ معاملے بیع صحیحہ جائیں گے شرکت اور تولیہ اور اقالہ نہ ہوں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی اسباب جیسے کپڑا یا غلام یا لونڈی خرید کیا پھر ایک شخص نے اس سے کہا کہ مجھ کو بھی اس میں شریک کر لو اس نے قبول کیا اور دونوں نے مل کر بائع کو قیمت ادا کر دی پھر وہ اسباب کسی اور کا نکلا تو جو شخص شریک ہو وہ اپنے دام پہلے مشتری سے لے لے گا۔ اور وہ بائع سے لے گا مگر جس صورت میں مشتری نے خریدتے وقت بائع کے سامنے اس شریک سے کہہ دیا ہو کہ اگر مجھ میں فور نکلے تو اس کی جواب دہی بائع پر ہوگی تو اس صورت میں وہ شریک اپنا نقصان بائع سے لے گا اگر ایسا نہ ہو تو مشتری کی شرط کچھ کام نہ آئے گی اور تادان کا نقصان اسی پر ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زید نے عمرو سے یہ کہا تو اس شے کو خرید کر لے میرے اور اپنے ساتھ میں بنوا دوں گا۔ تو میری طرف سے بھی دام دے دے تو زید درست نہیں کیونکہ یہ سلف (فرض) ہے کہ وہ اپنے کی شرط پر اگر وہ شے تلف ہو جائے تو عمرو زید سے اس کے حصہ کے دام لے لے گا البتہ اگر عمر دیک شے خرید کر چلا پھر زید نے کچھ مجھے بھی اس میں شریک کر لے نصف کار میں بنوا دوں گا تو یہ درست ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1267)

ہلاکت شمن کا صحت اقالہ کے مانع نہ ہونے کا بیان

(قَالَ وَهَٰذَا النَّعْمَنُ لَا يَمْنَعُ صَحَّةَ الْإِقَالَةِ وَهَٰذَاكَ الْمَيْبِعُ يَمْنَعُ مِنْهَا) لِأَنَّ رَفْعَ النَّبِيعِ يَمْتَدِّعِي قِيَامَهُ وَهُوَ قَائِمٌ بِالنَّبِيعِ ذَوْنِ النَّعْمَنِ (فَإِنْ هَلَكَ بَعْضُ الْمَيْبِعِ جَارَتْ الْإِقَالَةُ فِي الْبَاقِي) ؛ لِقِيَامِ النَّبِيعِ فِيهِ ، وَإِنْ تَقَايَضَا تَجَوَّزُ الْإِقَالَةُ بَعْدَ هَلَكَ أَحَدِهِمَا وَلَا تَبْطُلُ بِهَلَكَ أَحَدِهِمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَيْبِعٌ فَكَانَ الْمَيْبِعُ بَاقِيًا ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ بِالْصَّوَابِ

ترجمہ

فرمایا: شمن کا ہلاک ہو جائے یا صحت اقالہ کو روکنے والا نہیں ہے جبکہ بیع کی ہلاکت صحت اقالہ کو روکنے والی ہے کیونکہ بیع کو رفع کرنا یہ بیع کرنے کا قصہ نہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ بیع، بیع سے قائم ہونے والی ہے شمن سے قائم ہونے والی نہیں ہے۔ اور جب کچھ بیع ہلاک ہوئی تو بقیہ میں اقالہ جائز ہے کیونکہ بیع کا رفع قیام اس میں بیع کو قائم کرتا ہے اور جب عقد کرنے والوں نے بیع معاہدہ کی تو

یعنی جہاں فی القوم ماعلا (ای وقت معاً و زلہ) لاینداً۔ اور اس کی ضمیر کا مرجع حسب سابق ہوگا۔ حاشا کا کما کے بعد آتا قبل ہے۔

نیز خیال رہے کہ مذکورہ صورت میں ان الفاظ کی فعلیت ہی مستفاد ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ماصدریہ ہے یا زائدہ۔ تیسرے احتمال کا کوئی چل نہیں۔ چل صورت میں تین فعلیت کی وجہ یہ ہے کہ ماصدریہ فعل ہی پر داخل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں سبب یہ ہے کہ مازائدہ حروف کے آخر میں آتا ہے، ابتداء میں نہیں، جیسے النما کا نما وغیرہ۔ جب ان کا حروف نہ ہوتا ثابت ہو گیا، بقا انحال ہونا مسلم ہے، کیونکہ ان کی اسیت کا کوئی چل نہیں۔

ترکیب :- ﴿و﴾ حرف عطف..... ﴿اذا﴾ ظرف زمان، متضمن بمعنی شرط، مفعول فیہ مقدم..... ﴿وقعت﴾ مینہ واحد مؤنث غائب، فعل ماضی مثبت معروف..... ﴿خلا﴾ معطوف علیہ..... ﴿و﴾ حرف عطف..... ﴿عدا﴾ معطوف..... معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر قائل..... ﴿بعد﴾ مضاف..... ﴿ما﴾ مضاف الیہ..... مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ..... وقعت فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ مقدم و مؤخر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ.....

﴿او﴾ حرف عطف..... ﴿فی﴾ حرف جار..... ﴿صلو﴾ مضاف..... الف لام برائے تعریف..... ﴿کلام﴾ مضاف الیہ..... مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور..... ﴿فی﴾ حرف جار اپنے مجرور سے مل کر ”وَقَعْنَا“ فعل مقدر کا ظرف مستقر..... ﴿وقعتا﴾ مینہ ثنیۃ مؤنث غائب، فعل ماضی مثبت معروف، اس میں الف ضمیر مرفوع متصل بارز، اس کا قائل..... وقعتا فعل اپنے قائل اور ظرف مستقر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف..... معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط..... ﴿تعینتا﴾ مینہ ثنیۃ مؤنث غائب، فعل ماضی مثبت معروف، اس میں الف ضمیر مرفوع متصل بارز اس کا قائل..... ﴿لام﴾ حرف جار..... الف لام برائے تعریف..... ﴿فعلیہ﴾ مجرور..... ﴿لام﴾ حرف جار اپنے مجرور سے مل کر تعینتا فعل کا ظرف لغو..... تعینتا فعل اپنے قائل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء..... شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

مثل ما خلا زیدا و ما عدا زیدا

ترکیب (۱)۔ ﴿مثل﴾ مضاف..... ﴿ما خلا زیدا﴾ معطوف علیہ..... ﴿و﴾ حرف عطف..... ﴿ما عدا زیدا﴾ معطوف..... معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مراد اللفظ مضاف الیہ..... مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مثالہ مقدر کی خبر..... اس میں ﴿مثال﴾ مضاف..... ﴿و﴾ ضمیر واحد مذکر غائب، مجرور متصل، راجع بسوئے مفہوم ”خلا اور عدا کا ما کے

باب المزارع والحدود

یہ باب بیع مراہمہ وتولیہ کے بیان میں ہے

باب مراہمہ وتولیہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اصل سے فارغ ہوئے ہیں اور اصل اسکی بیع ہے جو بیع لازمہ اور بیع غیر لازمہ سے ہو۔ اب اس کے بعد ان دونوں کی انواع و شروع کیا ہے جو جن سے متعلق ہیں اور وہ مراہمہ وتولیہ وغیرہ ہیں۔ پس اس کو ہم بیع کے شروع میں ذکر کرتے ہیں اور وہاں ہم نے اس کی تفصیل کا وعدہ کیا تھا اور اب یہ وہی مقام آگیا ہے کہ جہاں کی تفصیل کو ذکر کر رہے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، کتاب بیع، ج ۹، ص ۲۴۱، بیروت)

بیع مراہمہ وتولیہ کا مقبوض

تولیہ یہ ہے کہ جس قیمت میں کوئی چیز خریدی جائے اسی میں بیچ دی جائے۔ مراہمہ اس بیچ کو کہتے ہیں کہ جس میں اپنی قیمت خرید پر بیع لے کر فروخت کیا جائے، مثلاً ایک چیز دس روپے میں لے اور چند روپے میں فروخت کر دے۔

مراہمہ ایک مخصوص قسم کی تجارت ہے، جو تابع شریعت ہے۔ اس میں ایک فروخت کنندہ اپنا مال بیچنے سے پہلے صاف طور پر یہ کہہ دیتا ہے کہ اس نے اس شے کو کس قیمت پر خریدا تھا اور یہ فروخت کنندہ اس شے پر اس کو حاصل ہونے والے منافع کا اظہار بھی خریدنے والے پر کر دیتا ہے۔ اسلامی مالیاتی اداروں کے زیر عمل ایک انتہائی مقبول طریقہ ہے جس کے ذریعہ سود سے پاک رقم لین و دین کو فروغ دیا جاتا ہے اس طریقہ کو باعوم، اناشجات و جائیداد کے لیے مالیک کی فراہمی، مائیکرو وٹنس اور اشیاء کی رد و برآمد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ زائد 100 کھرب ڈالر مالیاتی اشیاء کا مراہمہ بحالت موجودہ خلیج اور دیگر علاقوں میں سب سے زیادہ مقبول اور زیر استعمال اسلاک رقمی مارکیٹ پراؤٹ ہے

بیع مراہمہ وتولیہ کے جواز کا بیان

قَالَ (الْمُرَابَحَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَه بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، وَالتَّوَلُّيَةُ نَقْلُ مَا مَلَكَه بِالْعَقْدِ الْأَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْأَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ) وَالْبَيْعَانِ جَائِزَانِ لَا شَيْخَمَاعَ شَرِطُ الْجَوَازِ، وَالْحَاجَةُ مَأْتِي إِلَى هَذَا النَّوعِ مِنَ الْبَيْعِ، لِأَنَّ الْبَيْعَ الَّذِي لَا يَهْتَدِي فِي التَّجَارَةِ يَخْتِاجُ إِلَى أَنْ يَتَّعَمِدَ فِعْلَ الدَّيْمِيِّ الْمُهْتَدِي وَتَطْلُبُ نَفْسُهُ بِمِثْلِ مَا اشْتَرَى وَبِزِيَادَةِ رِبْحٍ فَوَجِبَ الْقَوْلُ بِجَوَازِهِمَا، وَلِهَذَا كَانَ مَبْنَاهُمَا عَلَى الْأَمَانَةِ

وَالْأَخِيرَ إِذْ عَنِ الْحَبَابَةِ وَعَنْ شَهْبِيهَا، وَلَقَدْ صَعِدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا
أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَصَلَّى اللَّهُ عَنْهُ بَعِيرَيْنِ لَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
وَلَيْسَ أَحَدُهُمَا، لَقَالَ : هُوَ لَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، لَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : أَمَّا بَغِيرُ نَعْبٍ
فَلَا .

ترجمہ

فرمود اور نبیؐ کو یہ ہے کہ پہلے عقد کے ساتھ کسی ملکیت والی چیز کو شمن اول پر اضافہ کے ساتھ منتقل کر دینا ہے۔ اور تو یہ یہ ہے کہ اپنی میت والی چیز کو شمن اول پر اضافہ کے بغیر منتقل کر دینا ہے۔ ان کے جواز کی شرائط جامع ہیں اس لئے یہ بیچ جائز ہے۔ اور اس میں ہر قسم کی ضرورت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ وہ جاہل سے تجارت سے واقف نہیں ہے اس کو اس امر کی ضرورت ہے کہ وہ عقل مند تاجر کے ہنس پر بھروسہ کرے۔ کیونکہ جاہل کا دل شمن اول اور اس میں زیادتی دونوں پر خوش ہونے والا ہے پس ان کے جائز ہونے کو تسلیم کرنا ضروری ہوا۔

اور یہی وجہ ہے کہ بیچ مرا بھ دو لیہ ان دونوں کا دار و مدار امانت، خیانت اور شبہ خیانت سے بچنے کیلئے ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دواونت خریدے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے ایک اونٹ مجھے بطور تولیہ دے دو تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کیلئے تو وہ بغیر کسی قیمت کے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیمت کے بغیر میں اس کو نہ لوں گا۔

شرح

علامہ کمال الدین ابن حامد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں پر عرض اور صلح سے فقہاء کی مراد ہر وہ چیز ہے جو متعین ہو اگرچہ نقدین میں سے کوئی ایک ہو اور عقد صرف سے ان کی مراد وہ بیچ ہے جس میں وہ بدل متعین نہ ہو جو اس شخص کی ملکیت میں حاصل ہو جو بطور مرا بھ اس کو بیچنے کا ارادہ کرے، اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ شیخ کا قول اولیٰ ہے یعنی مراد یہ ہے کہ اس مع متعین کو منتقل کرنا جس کا وہ مالک ہو اس پر دلیل اس کا قول "شمن اول" ہے اس لئے کہ اس کے متبادل شمن مطبق ہونا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ جس چیز کا وہ مالک ہو وہ ضروری طور پر بیچ مطلق ہے۔ (فتح القدر کی کتاب بیوع)

حامد ابن محمود برقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے اس اعتراض کا ساقط ہونا ظاہر ہو گیا جو ہدایہ کی تعریف پر عنایہ میں وارد کیا گیا اور بحر نے اس کی اتباع کی اختصار اللفظ اکمل کے یہ ہیں کہ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعریف، (تعریف ہدایہ) ابہام پر مشتمل ہے جس سے تعریف کا خالی ہونا واجب ہے اس لئے صاحب ہدایہ کے قول "شمن اول" سے مراد شمن اول کا معین ہے یا اس کی مثل، اول کی طرف کوئی راہ نہیں کیونکہ معین اول تو بالبع اول کی ملک ہو گیا اور نہ ہی ثانی کی طرف کوئی راہ ہے کیونکہ ثانی (شمن

کی مثل) دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد جس کے اعتبار سے شمن اول کا مثل ہونا ہے یا مقدار کے اعتبار سے جس کے اعتبار سے شلیح تو اس دلیل کی وجہ سے شرط نہیں جو ایضاح اور محیط میں ہے کہ جب اس نے بطور مراحمہ کسی چیز کی بیج کی اگر اس چیز کی مثل موجود نہیں کے بدلے میں اس نے اس کو خرید لیا تھا تو یہ بیج مراحمہ جائز ہے چاہے اس نے نفع راں المال یعنی دراہم کی جنس یعنی دراہم سے رکھا یا اس کے غیر بھی یعنی دیناروں سے رکھا ہو یا اس کے برعکس صورت ہو (یعنی راں اماں بجائے درہموں کے دینار ہوں) جب یہ یقین ہو تو اس کے بدلے خریداری جائز ہے کیونکہ یہ سب شمن ہیں اور اگر مقدار کے اعتبار سے شلیح مراد ہو تو یہ متفقہی ہے اس امر کو کہ راں المال کے ساتھ دھوبی، رنگریز اور نقش و نگار وغیرہ کی اجرت نہ ملانی جائے بلکہ اگلے نے اگر چاہے اس کا جواب دیتے ہوئے آخری شق کو اختیار کیا مگر صاحب بحر اس پر راضی نہیں بلکہ اس کو رد کر دیا جو کہ اعتراض میں بعد کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ (عمایہ شرح الہدایہ، تعرف، میردت)

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اقوال: (میں کہتا ہوں) تعجب ہے مقرر نے صحر کرتے ہوئے تو مشقوں کو باطل قرار دیا ہے تو اس پر ابہام کا اعتراض کیسے ہو ابطال کا حکم کیوں نہیں لگایا گیا پھر شدید ترین تعجب اس استاد پر ہے جو ایضاح اور محیط سے منقول عبارت پر کیا گیا کیونکہ اس کا مدعا ہے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ علامہ سعدی آفندی نے یہ کہتے ہوئے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اے مخاطب! تجھ پر پوشیدہ نہیں کہ اگلے نے ان دونوں کتابوں سے جو نقل کیا ہے وہ تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نفع کا اعتبار جس کے راں المال کی مثل ہونا شرط نہیں اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ شمن ثانی کا اعتبار جس کے شمن اول کی مثل ہونا شرط نہیں۔ (حاشیہ سعدی آفندی علی ہاشم فتح القدر، باب المراحمہ والٹولید، مکتبہ نور، یہ رضویہ سکر)

اقول: (میں کہتا ہوں) دراہم و دنانیر سے صورت بیان کرنا جس و ہم کو پیدا کرتا ہے علامہ آفندی کو ملحوظ ہے نہ ہی وہ تعصیب جو اگلے نے یہ کہہ کر بیان کی کہ یہ سب شمن ہیں اس لئے کہ نفع تو مطلقاً جائز ہے چاہے کسی بھی جنس سے ہو یعنی چاہے کپڑا ہو یا تمام ہو یا زمین وغیرہ و بشرطیکہ وہ مقدار معین ہو جیسا کہ ہم عتایہ سے نکال چکے ہیں اور اس کی مثل عام ساروں میں ہے یہ قیہ ہے۔

اقول: (میں دوبارہ کہتا ہوں) اگر ہم اس سے قطع نظر کر لیں تو بھی اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جو شرعاً نجس سے مانع دہنی ہو چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چند گھنوں میں درہم اور دینار جنس واحد شمار ہوتے ہیں، ان میں سے مراد کچھ بھی ہو جیسا کہ غرر اور وغیرہ میں ہے، (فتاویٰ رضویہ، کتاب بیوع)

جامع الرموز میں کہا تو یہ ہے کہ شرط لگائی جائے بیج میں یعنی سامان کی بیج میں یہ بیج صرف سے احتراز ہے چنانچہ قولہ و مراحمہ دونوں دراہم و دنانیر کی بیج میں نہیں ہوتے جیسا کہ کلمہ میں ہے۔ و غلار میں کہا کہ مراحمہ یہ ہے کہ سامان نمک کو اتنے کے بدلے جتنے میں اس کو پڑا ہے اور کچھ دانی کے ساتھ فروخت کرنا ہے۔ (جامع الرموز، کتاب بیوع)

مراجمہ و تولیہ کے صحیح ہونے کیلئے ثمن مثلی کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصِحُّ الْمُرَابَحَةُ وَالْتَوَلِيَةُ حَتَّى يَكُونَ الْعَوَضُ مِمَّا لَهُ بِمِثْلٍ) ؛ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ بِمِثْلٌ لَوْ مَلَكَهُ مَلَكَهُ بِالْقِيَمَةِ وَهِيَ مَعْهُوْلَةٌ (وَلَوْ كَانَ الْمُشْتَرِي بَاعَهُ مُرَابَحَةً يَمْنُنُ بِمِثْلِكَ ذَلِكَ الْبَدَلُ وَقَدْ بَاعَهُ بِرَبْحٍ ذَرَاهِمٍ أَوْ بِشَيْءٍ مِنَ الْمَكِيلِ مَوْصُوفٍ بِجَارٍ) لِأَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى الْوَقَاءِ بِمَا التَزَمَ (وَإِنْ بَاعَهُ بِرَبْحٍ الْإِلَاحَ يَزِدُّهُ لَا يَحُورُ) لِأَنَّهُ بَاعَهُ بِرَأْسِ الْمَالِ وَبِمَنْعُصٍ قِيَمَتِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ ، (وَيَحُورُ أَنْ يُضَيَّفَ إِلَى رَأْسِ الْمَالِ أَجْرَةُ الْقَصَارِ وَالطَّرَازِ وَالصَّنْعِ وَالْقَتْلِ وَأَجْرَةُ حَمْلِ الطَّعَامِ) لِأَنَّ الْعُرْفَ جَارٍ بِالْحَقِ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ بِرَأْسِ الْمَالِ فِي عَادَةِ التَّجَارِ ؛ وَلَئِنْ كُلُّ مَا يَزِيدُ فِي الْمَبِيعِ أَوْ فِي قِيَمَتِهِ يَلْحَقُ بِهِ هَذَا هُوَ الْأَصْلُ ، وَمَا عَدَدَنَاهُ بِهَذِهِ الصَّفَةِ ؛ لِأَنَّ الصَّنْعَ وَأَخَوَاتِهِ يَزِيدُ فِي الْعَيْنِ وَالْحَمْلُ يَزِيدُ فِي الْقِيَمَةِ إِذَا الْقِيَمَةُ تَخْتَلَفُ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ (وَيَقُولُ قَامَ عَلَى بَكْدَا وَلَمْ يَقُلْ اشْتَرَيْتَهُ بِكْدَا) كَمَنْ لَا يَكُونُ كَادِبًا وَسَوْفَى الْقَنَمِ بِمَنْزِلَةِ الْحَمْلِ ، بِخِلَافِ أَجْرَةِ الرَّاعِي وَكَرَّاءِ بَيْتِ الْحِفْظِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَزِيدُ فِي الْعَيْنِ وَالْمَعْنَى ، وَبِخِلَافِ أَجْرَةِ التَّعْلِيمِ لِأَنَّ ثُبُوتَ الزِّيَادَةِ لِمَعْنَى فِيهِ وَهُوَ حَدَاقَتُهُ .

ترجمہ

فرمایا: اور بیع مراجمہ و تولیہ درست نہیں ہے حتیٰ کہ ثمن مثلی ہو کیونکہ جب ثمن مثلی نہ ہو تو اب اگر کوئی شخص اس مال کا مالک بنتا ہے تو وہ قیمت کے ذریعے سے ہوگا اور قیمت مجہول ہے اور جب مشتری نے بیع کو ایسے آدمی سے بطور مراجمہ خرید لیا جو اس بدل کا مالک ہے۔ اور وہ اس کو ایک درہم یا کسی معین کیل والی چیز سے بیع پر اس کو بیچ چکا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ وہ چیز کو پورا کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے جو اس نے لازم کیا تھا۔

اور جب اس نے اسی بیع یا زیادہ بیع میں بیچا تو جائز نہیں ہے کیونکہ بائع نے اس مال اور اس کے کچھ قیمت کے بدلے میں بیچ دیا ہے اس لئے کہ وہ ذوات امثال میں سے نہیں ہے۔ اور اس مال کے ساتھ وصولی کی اجرت، ڈرائنگ بنانے والے کی اجرت، پیٹنگ کرنے والے کی اجرت، دسی بنانے کی اجرت اور اناج کو پہنچانے کی اجرت ملا دینا جائز ہے کیونکہ اہل تجارت کے عرف میں ان چیزوں کی اجرت و اس مال کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو بیع یا اس کی قیمت میں زیادتی کرے اس کو اس مال کے ساتھ معاویہ جائے گا۔ اور ہماری بیان کردہ اشیاء اس صفت میں واقع ہیں۔ کیونکہ رنگ اور اس کی ہم مثل اشیاء کے سبب

عین میں اضافہ ہوتا ہے اور بوجھ اٹھانے سے بھی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ مکان کے تبدیل کے سبب قیمت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

اور مشتری اس کے گما کہ مجھے یہ چیز اتنے میں پر مٹی ہے اور وہ اس طرح نہ کہے کہ میں نے یہ چیز اتنے کی خریدی ہے اس لئے کہ وہ جھوٹا نہ بنے۔ اور کبریوں کو بائک کر لے جانا یہ غلط اٹھانے کے حکم میں ہے۔ یہ خلاف چرواہے کی اجرت اور سیکورٹی گارڈ کے کرائے کے کیونکہ ان میں ہر ایک نہ عین متبع میں اضافہ کرنے والا ہے اور نہ ہی قیمت میں اضافہ کرتا ہے۔ اور یہ خلاف سپرد کرنے کی اجرت کے کیونکہ زیادتی کا حکم ایسے مفہوم کے سبب سے ہے جو متبع میں ہے یعنی اس کا ذہن ہوتا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مراہجہ یا تولیہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ جس چیز کے بدلے میں مشتری اول نے خریدی ہے وہ مٹی ہو یا مشتری ثانی وہ ٹمن قرار دیکر خرید سکے ہو اور اگر ٹمن نہ ہو بلکہ قیمت والی ہو تو یہ ضرور ہے کہ مشتری ثانی اُس چیز کا مالک ہو مثلاً زید نے عروسے کپڑے کے بدلے میں غلام خرید لیا پھر اس غلام کا بکر سے مراہجہ یا تولیہ کرنا چاہتا ہے اگر بکر نے وہی کپڑا عروسے خرید لیا ہے یا کسی طرح بکر کی ملک میں آچکا ہے تو مراہجہ یا تولیہ ہو سکتا ہے یا بکر نے اُس کپڑے کے عوض میں مراہجہ کیا اور ابھی وہ کپڑا عروسے کی ملک ہے مگر بعد عقد عروسے نے عقد کو جائز کر دیا تو وہ مراہجہ بھی درست ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس المال جس پر مراہجہ یا تولیہ کی بنا ہے (کہ اس پر بیع کی مقدار بڑھائی جائے تو مراہجہ اور کچھ نہ بڑھے وہی ٹمن رہے تو تولیہ) اس میں دھوبی کی اجرت مثلاً تھان خرید کر ڈھولوا یا ہے۔ اور تنس و نگار ہوا ہے جیسے چکن کڑائی ہے، حاشیہ کے پھندے بنے گئے ہیں، کپڑا رنگا گیا ہے، بار برداری دی گئی ہے، یہ سب مصارف راس المال پر اضافہ کیے جاسکتے ہیں۔

اور جب اس نے جانور کو کھلایا ہے اُس کو بھی راس المال پر اضافہ کیا جائے گا مگر جب کہ اُس کا دودھ بھی وغیرہ حاصل کیا ہے تو اس کو اُس میں سے کم کریں اگر چارہ کے مصارف کچھ بچ رہے تو اس باقی کو اضافہ کریں۔ اسی طرح مرغی پر کچھ خرچ کیا اور اُس نے انڈے دیے ہیں تو ان کو بچر اوکیر باقی کو اضافہ کریں۔ جانور یا غلام یا مکان کو اجرت پر دیا ہے کہ راکہ کی آمدنی کو مصارف سے منہا نہیں کریں گے بلکہ پورے مصارف کھانے وغیرہ کے اضافہ کریں گے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

مراہجہ میں مشتری کا کسی خیانت پر مطلع ہونے کا بیان

(قَابَانَ أَطْلَعَ الْمُشْتَرِيَ عَلَى خِيَانَتِهِ فِي الْمُرَابَحَةِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ عَنْهُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ
إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِجَمِيعِ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَّهُ وَإِنْ أَطْلَعَ عَلَى خِيَانَتِهِ فِي التَّوَلِيَةِ أَسْقَطَهَا
مِنْ الثَّمَنِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُحْطُ فِيهِمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُخَيَّرُ

فِيهِمَا) لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِغْتِيَارَ لِلتَّسْوِيَةِ؛ لِكَوْنِهِ مَعْلُومًا، وَالتَّوْلِيَةَ وَالْمُرَابَحَةَ نَزْرِيحٌ وَتَرْغِيبٌ فَيَكُونُ وَضْعًا مَرْغُوبًا فِيهِ كَوْضُفِ السَّلَامَةِ فَيَتَخَيَّرُ بِفَوَائِدِهِ، وَلَا يَبَى يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ كَوْنُهُ تَوْلِيَةً وَمُرَابَحَةً وَلِهَذَا يَتَعَقَّدُ بِقَوْلِهِ وَلَيْتَكَ بِالتَّمَنِ الْأَوَّلِ أَوْ بِعُتْكَ مَرَابَحَةً عَلَى التَّمَنِ الْأَوَّلِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ مَعْلُومًا فَلَا بُدَّ مِنَ الْبِنَاءِ عَلَى الْأَوَّلِ وَذَلِكَ بِالْحَطِّ، غَيْرَ أَنَّهُ يُحْطُ فِي التَّوْلِيَةِ قَدْرَ الْحَيَاةِ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ وَفِي الْمُرَابَحَةِ مِنْهُ وَمِنْ الرِّبْحِ، وَلَا يَبَى حَيْفَةً رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يُحْطُ فِي التَّوْلِيَةِ لَا تَبْقَى تَوْلِيَةٌ، لِأَنَّهُ يَزِيدُ عَلَى التَّمَنِ الْأَوَّلِ فَيَتَغَيَّرُ النَّصْرُفُ فَتَعَيَّنَ الْحَطُّ وَفِي الْمُرَابَحَةِ لَوْ لَمْ يُحْطُ تَبْقَى مُرَابَحَةً وَإِنْ كَانَ يَتَفَاوَتْ الرِّبْحُ فَلَا يَتَغَيَّرُ النَّصْرُفُ فَاِمْكَنْ الْقَوْلُ بِالتَّخْيِيرِ، فَلَوْ هَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَزِدَهُ أَوْ حَدَثَ فِيهِ مَا يَمْنَعُ الْفَسْخَ يَلْزَمُهُ جَمِيعُ التَّمَنِ فِي الرُّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ، لِأَنَّهُ مُجَرَّدُ خِيَارٍ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ التَّمَنِ كَخِيَارِ الرُّوْيَةِ وَالسَّرْطِ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ، لِأَنَّهُ الْمُطَابَقَةُ بِتَسْلِيمِ الْفَائِدِ فَيَسْقُطُ مَا يُقَابِلُهُ عِنْدَ عَجْزِهِ.

ترجمہ

اور بیچ مراحہ میں جب مشتری کسی خیانت پر مطلع ہوا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو پوری قیمت کے بدلے میں اس کو حاصل کر لے اور اگر وہ چاہے تو اس کو ترک کر دے۔ اور جب وہ بیع تولیہ میں کسی خیانت مطلع ہوا ہے تو وہ خیانت کی مقدار کے برابر قیمت کو ساقط کر دے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ دونوں بیوع میں خیانت کی مقدار کے برابر قیمت کو ساقط کر دے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں اس کو بیع لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قیمت اسی کا اعتبار کیا جائے گا جو بیان ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ معدوم ہے جبکہ تولیہ و مراحہ کا مقصد رغبت دلاتا ہے پس ان کو ذکر کرنا یہ سلامتی کے وصف کے ساتھ مرغوب فرمیں ہوگا جس کے فوت ہونے پر مشتری کو اختیار مل سکتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں بیوع کا ذکر کرنا یہ ان کی اصل ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب قیمت معلوم ہو تو بالغ کا قول ”میں نے تمہیں اول کے ساتھ تیرے ساتھ تولیہ کیا“ سے تولیہ اور میں نے تجھے بیچ دیا ہے سے مراحہ منعقد ہو جائے گی۔ پس پہلے عقد پر دوسرے عقد کی بناء لازم ہوئی اور ایسا کم کرنے سے ہی ہوتا ہے جبکہ بیع تولیہ میں رأس المال سے مقدار

خیانت کم کی جائے گی اور بیع مراہمہ میں اس المال اور نفع دونوں میں کم کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جب بیع تولیہ میں خیانت کی مقدار کم نہ کیا جائے تو وہ بیع تولیہ نہ رہے گی کیونکہ یہ مقدار شمن اول سے بڑھ جائے گی اور اس کا تصرف بھی بدل جائے گا پس کم کرنا مبین ہو جائے گا اور بیع مراہمہ میں جب مقدار کو تصور نہ کیا گیا تو وہ پھر بھی مراہمہ باقی رہے گی خواہ اس کے نفع میں فرق ہے مگر پھر بھی تصرف نہیں بدلے گا۔ پس اس میں مشتری کو اختیار دینا ممکن ہے۔

اور جب وہ واپس کرنے سے پہلے بیع ہلاک ہو جائے یا اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جو مانع بیع ہے تو ظاہر روایات کے مطابق مشتری کو ساری شمن ادا کرنا ضروری ہوگی۔ کیونکہ وہ فوت ہونے والی چیز کے حصے کو حوالے کرنے کا مطالبہ کرنے والا ہے پس فوت ہونے والے حصے کو حوالے کرنے سے عاجز آنے کے وقت اس کے بدلے کی قیمت ساقط ہو جائے گی۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو مصارف اضافہ کرنے کے ہیں انھیں اضافہ کرنے کے بعد مانع بیع نہ کہے میں نے اسے کو خریدی ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے بلکہ یہ کہے مجھے اسے میں پڑی ہے۔ بیع مراہمہ میں اگر مشتری کو معلوم ہوا کہ مانع نے کچھ خیانت کی ہے مثلاً اسلی شمن پر ایسے مصارف اضافہ کیے جن کو اضافہ کرنا ناجائز ہے یا اس شمن کو بڑھا کر بتایا دس میں خریدی تھی بتائے گیا رہ تو مشتری کو اختیار ہے کہ پورے شمن پر لے یا نہ لے یہ نہیں کر سکتا کہ جتنا غلط بتایا ہے اسے کم کر کے شمن ادا کرے۔ اس نے خیانت کی ہے اسے معلوم کرنے کی تین صورتیں ہیں خود اس نے اقرار کیا ہو یا مشتری نے اس کو گواہوں سے ثابت کیا یا اس پر حلف دیا گیا اس نے قسم سے انکار کیا۔ تولیہ میں اگر مانع کی خیانت ثابت ہو تو جو کچھ خیانت کی ہے اسے کم کر کے مشتری شمن ادا کرے مثلاً اس نے کہا میں نے دس روپے میں خریدی ہے اور ثابت ہوا کہ آٹھ میں خریدی ہے تو آٹھ دیکر بیع لے لے گا۔ مراہمہ میں خیانت ظاہر ہوئی اور پھر نہ چاہتا ہے پھر نہ سے پہلے بیع ہلاک ہو گئی یا اس میں کوئی ایسی بات پیدا ہو گئی جس سے بیع کو ختم کرنا درست ہو جاتا ہے تو پورے شمن پر بیع کو رکھ لینا ضروری ہوگا اب واپس نہیں کر سکتا نہ نقصان کا معاوضہ مل سکتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تولیہ و مراہمہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ عوض یعنی شمن اول مثلی ہو اور علت بیان کرنے والوں جیسے ہدایہ اور اس کی شروحات عنایہ، تبیین اور بحر وغیرہ اس کی علت یوں بیان کی لفظ عنایہ کے ہیں کران دونوں (تولیہ و مراہمہ) کی بناء خیانت اور شہ خیانت سے اعتبار پر ہے جبکہ قیمتی چیزوں میں اگرچہ خیانت سے اعتبار ممکن ہے مگر شہ خیانت سے اعتبار کبھی ممکن نہیں ہوتا کیونکہ مراہمہ میں مشتری بیع کو اس قیمت کے بدلے ہی خرید سکتا ہے جس میں شمن واقع ہوا نہ کہ عین شمن کے بدلے کیونکہ جب وہ اس کا مالک ہی نہیں تو اس کا دینا اس کے لیے ناممکن ہے اور نہ ہی مثل شمن کے بدلے کیونکہ مفروض اس کا عدم ہے تو قیمت ہی متعین ہوئی اور وہ جہول ہے جو کہ ٹکن و تخمینہ سے پہچانی جاتی ہے لہذا اس میں شہ خیانت پایا جاتا ہے۔ وائے اس کے کہ جب مشتری اول بیع کو اس شخص کے ہاتھ بطور مراہمہ بیچے جو اس مانع اول سے اس بیع کے

بدل کا کسی سب سے مالک بن چکا ہے کیونکہ اس صورت میں مشتری ثانی اس بیچ کو دراہم یا کسی کیل دوزنی شے میں سے معین و معلوم نفع پر خرید رہا ہے یہ اس لئے ہے کہ مشتری ثانی نے جس چیز کا التزام کیا ہے وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہے۔

(عناویہ شرح الہدایہ، کتاب بیع، بیروت)

کپڑے کو خرید کر نفع میں بیچ کر پھر خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَبَاعَهُ بِرَبْحٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ، فَإِنْ بَاعَهُ مُرَابَحَةً طَرَحَ عَنْهُ كُلَّ رِبْحٍ كَانَ قَبْلَ ذَلِكَ، فَإِنْ كَانَ اسْتَفْرَقَ الثَّمَنَ لَمْ يَبِعْهُ مُرَابَحَةً، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الثَّمَنِ الْآخِرِ).

صورتہ: إِذَا اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشْرَةٍ وَبَاعَهُ بِخَمْسَةِ عَشَرَ ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِعَشْرَةٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً بِخَمْسَةٍ وَيَقُولُ قَامَ عَلَيَّ بِخَمْسَةٍ، وَلَوْ اشْتَرَاهُ بِعَشْرَةٍ وَبَاعَهُ بِعِشْرِينَ مُرَابَحَةً ثُمَّ اشْتَرَاهُ بِعَشْرَةٍ لَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً أَصْلًا، وَعِنْدَهُمَا يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى الْعَشْرَةِ فِي الْفُضْلَيْنِ، لَهُمَا أَنْ الْعَقْدَ الثَّانِيَّ عَقْدٌ مُتَجَدِّدٌ مُنْقَطِعٌ الْأَحْكَامُ عَنِ الْأَوَّلِ فَيَجُوزُ بِنَاءُ الْمُرَابَحَةِ عَلَيْهِ، كَمَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَلَاثٌ، وَلَا يَبِيعُهُ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْ شَبَّهَ حُصُولَ الرِّبْحِ بِالْعَقْدِ الثَّانِي ثَابِتًا لِأَنَّهُ يَتَأَكَّدُ بِهِ بَعْدَمَا كَانَ عَلَى شَرَفِ السَّقُوطِ بِالظُّهْرِ عَلَى غَيْبِ الشُّبْهَةِ كَمَا الْحَقِيقَةُ فِي بَيْعِ الْمُرَابَحَةِ اخْتِيَاظًا وَلِهَذَا لَمْ تَحْزَ الْمُرَابَحَةُ فِيمَا أُخِذَ بِالضَّلَاحِ لِشُبْهَةِ الْحَطِيطَةِ فَيَصِيرُ كَأَنَّهُ اشْتَرَى خَمْسَةً وَثَوْبًا بِعَشْرَةٍ فَيَطْرُحُ عَنْهُ خَمْسَةً، بِخِلَافِ مَا إِذَا تَخَلَّلَ ثَلَاثٌ لِأَنَّ التَّائِيْدَ حَصَلَ بِغَيْرِهِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی کپڑا خرید کر پھر اس کو بیچ دیا اور پھر اسی کپڑے کو خرید کر دوبارہ اس کو مرابحہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو اس سے پہلے لیے گئے سارے منافع کو دشمن سے ساقط کر دے اور جب نفع دشمن کو گھیرنے والا ہے تو اب وہ اس کو بیع مرابحہ کے طور نہیں بیچ سکتا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صالحین نے کہا ہے کہ بائع اول کو دوسری قیمت پر بطور مرابحہ بیچ سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی جب کسی شخص نے دس دراہم میں کوئی کپڑا خرید کر اس کو پندرہ دراہم میں بیچ دیا اور اس نے دوبارہ اسی کپڑے کو دس دراہم میں خرید لیا تو وہ اس کپڑے کو دوبارہ پانچ دراہم کے مرابحہ کے ساتھ بیچ سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہے گا کہ مجھے پانچ دراہم میں پڑا ہے۔

اور جب کسی دس درہم میں کپڑا خرید کر اس کو بیس درہم میں بیچ دیا اور اس کے بعد پھر اسی کو دس درہم میں خرید لیا تو وہ اب اس کپڑے کو بیع مراہیہ کے طور نہیں فروخت کر سکتا۔ صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں پہلے بائع اس کپڑے کو دس درہم پر بطور مراہیہ بیچ سکتا ہے۔ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا عقد ایک نیا عقد ہے اور پہلے عقد سے الگ حکم رکھنے والا ہے۔ پس اس عقد پر بیع مراہیہ کی بناء کرنا جائز ہے جس طرح اس صورت میں ہوگا جب کوئی تیسرا شخص درمیان میں آجائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے عقد کے سبب نفع حاصل کرنے میں شبہ ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ دوسرے عقد کے سبب وہ نفع مؤکد ہو چکا ہے جبکہ عیب ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ نفع غرنے کے قریب تھا۔ پس احتیاط کے پیش نظر بیع مراہیہ میں شبہ کو حقیقت کا حکم دیا جائے گا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قیمت کم کرنے کے شبہ کے سبب صلہ میں لی جانے والی چیز میں بیع مراہیہ جائز نہیں ہے۔

پس پہلا بائع تو اس طرح ہو جائے گا کہ گویا اس نے دس درہم کے بدلے میں پانچ درہم اور کپڑا دونوں چیزوں کو خرید لیا ہے کیونکہ اس سے پانچ درہم ساقط کر دیئے گئے ہیں۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کوئی تیسرا آدمی درمیان میں آگیا ہے کیونکہ اب نفع عقد ثانی کے سواے مؤکد ہونے والا ہے۔

کپڑا خرید کر نفع کے ساتھ فروخت کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی کپڑا خرید کر پھر اسکو نفع کے ساتھ بیچ دیا اور پھر اسی کپڑے کو خرید اتوا ب اگر اس کو مراہیہ کے طور پر فروخت کرنا چاہے تو اس سے پہلے لیے گئے سارے منافع کو خشن سے ساقط کر دے اور جب نفع خشن کو گھیرنے والا ہے تو اب وہ اس کو بیع مراہیہ کے طور نہیں بیچ سکتا۔ اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ بائع اول کو دوسری قیمت پر بطور مراہیہ بیچ سکتا ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۲۳۳، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک چیز خرید کر مراہیہ بیچ کی پھر اس کو خریدے اگر پھر مراہیہ کرنا چاہے تو پیسے مراہیہ میں جو کچھ نفع ملا ہے دوسرے خشن سے کم کرے اور اگر نفع اتنا ہوا کہ دوسرے خشن کو مستغرق ہو گیا تو اب مراہیہ بیع ہی نہیں ہو سکتی اس کی مثال یہ ہے کہ ایک کپڑا دس میں خرید اتھا اور پندرہ میں مراہیہ کیا پھر اسی کپڑے کو دس میں خرید اتھا تو اس میں سے پانچ روپے پیسے کے نفع والے ساقط کر کے پانچ روپے پر مراہیہ کر سکتا ہے اور یہ کہنا ہوگا کہ پانچ روپے میں پڑا ہے اور اگر پیسے تیس روپے میں بیچا تھا پھر اسی کو دس میں خرید اتو گویا کپڑا مفت ہے کہ نفع نکالنے کے بعد خشن کچھ نہیں چھتا اس صورت میں پھر مراہیہ نہیں ہو سکتا یہ اس صورت میں ہے کہ جس کے ہاتھ مراہیہ بیچا ہے اب تک وہ چیز اُسی کے پاس رہی اس نے اُسی سے خریدی اور اگر اُس نے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دی اس نے اُس سے خریدی غرض یہ کہ درمیان میں کوئی بیچ آ جائے تو اب جس خشن سے خریدایا ہے اُسی پر مراہیہ کر کے نفع کم

کرنے کی ضرورت نہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

جس چیز کو جس شخص سے خریدا اُسے دوسری جنس سے بیچا مثلاً دس روپے میں خریدی پھر کسی جانور کے بدلے میں بیچ کر پھر دس روپے میں خریدی تو دس روپے پر مرا بچ ہو سکتا ہے اگرچہ وہ جانور جس کے بدلے میں پہلے بیچی تھی دس روپے سے زیادہ کا ہو۔ ایک تیسری صورت شخص ثانی پر مرا بچ جائز ہونے کی یہ ہے کہ اس امر کو ظاہر کر دے کہ میں نے دس روپے میں خرید کر پندرہ میں بیچی پھر اسی مشتری سے دس میں خریدی ہے اور اس دس روپے پر مرا بچ کر تا ہوں، صلح کے طور پر جو چیز حاصل ہو اُس کا مرا بچ نہیں ہو سکتا مثلاً زیادہ کے عمرو پر دس روپے چاہیے تھے اُس نے مطالبہ کیا عمرو نے کوئی چیز دسے کر صلح کر لی یہ چیز زیادہ کو اگرچہ دس روپے کے معاوضہ میں لی ہے مگر اس کا مرا بچ دس روپے پر نہیں ہو سکتا۔

عبدالماذن سے مرا بچ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَى الْعَبْدُ الْمَأْذُونُ لَهُ فِي التَّجَارَةِ ثَوْبًا بِعَشْرَةٍ وَعَلَيْهِ ذَنْبٌ يُحِيطُ بِرَقَبَتِهِ فَبَاعَهُ مِنَ الْمَوْلَى بِخَمْسَةِ عَشَرَ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً عَلَى عَشْرَةٍ، وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ الْمَوْلَى اشْتَرَاهُ فَبَاعَهُ مِنَ الْعَبْدِ لِأَنَّ فِي هَذَا الْعَقْدِ شُبْهَةَ الْعَدَمِ بِجَوَازِهِ مَعَ الْمُنَافَى فَاغْتَبَرَ عَدَمًا فِي حُكْمِ الْمُرَابَحَةِ وَبَقِيَ الْإِغْتِبَارُ لِلْأَوَّلِ فَيَصِيرُ كَأَنَّ الْعَبْدَ اشْتَرَاهُ لِلْمَوْلَى بِعَشْرَةٍ فِي الْفَضْلِ الْأَوَّلِ، وَكَانَتْهُ يَبِيعُهُ لِلْمَوْلَى فِي الْفَضْلِ الثَّانِي فَيُغْتَبَرُ الشَّمْنُ الْأَوَّلُ.

ترجمہ

فرمایا: اور تجارت میں اذن دینے کے غلام نے جب دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا جبکہ اس پر اتنا قرض ہے جو اس کی ذات کو گھیرے ہوئے ہے اس کے بعد اس نے یہ کپڑا اپنے آقا کو پندرہ درہم کے بدلے میں بیچ دیا تو آقا اس کو کپڑے کو دس درہم پر بطور مرا بچ بیچ سکتا ہے۔ اور اسی طرح جب آقا نے دس درہم میں کپڑا خریدا کہ اس کو اپنے عبدالماذن کو پندرہ درہم میں بیچ دیا۔ منافی بیچ کے ہوتے ہوئے بھی اس عقد کے جائز ہونے میں عدم جواز شبہ کا حکم ہے۔ پس مرا بچ کے حکم میں اس کو معدوم سمجھ جائے گا۔ پس پہلے عقد کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ پس یہ اسی طرح ہو چکا ہے کہ جب پہلی صورت میں غلام نے دس درہم کے بدلے آقا کیلئے خریداری کی ہے اور دوسری صورت میں دس درہم پر آقا کو بیچ رہا ہے پس پہلی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

شرح

علامہ ابن ہبہ حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب یا غلام ماذن نے ایک چیز دس روپے میں خریدی تھی اُس کے مولیٰ نے اُس سے پندرہ میں خرید لیا مولیٰ نے دس میں خریدا کہ غلام کے ہاتھ پندرہ میں بیچی تو اس کا مرا بچ اسی بیچ اول کے شخص پر نہیں دس پر ہو سکتا

ہے، پندرہ پرنسپس ہو سکتا۔ اسی طرح جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو جیسے اس کے اصول ماں، باپ، دادا، دادی یا اس کی فروغ بیٹا، بیٹی وغیرہ اور میاں بی بی اور دو شخص جن میں شرکت معاوضہ ہے ان میں ایک نے ایک چیز خریدی پھر دوسرے نے نفع دیکر اُس سے خرید لی تو مراحہ دوسرے میں پرنسپس ہو سکتا ہاں اگر یہ لوگ ظاہر کر دیں کہ یہ خریداری اس طرح ہوئی ہے تو جس شخص سے خود خریدی ہے اُس پر مراحہ ہو سکتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

مضارب کے نصف منافع پر اقالہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَكَنَّاهُ مَعَ الْمُضَارِبِ عَشْرَةَ ذَرَاهِمَ بِالنِّصْفِ فَاشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشْرَةٍ وَبَاعَهُ مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِحَمْسَةِ عَشْرٍ فَإِنَّهُ يَبِيعُهُ مُرَابَحَةً بِأَتْنِي عَشْرٍ وَنِصْفٍ) لِأَنَّ هَذَا الْبَيْعَ وَإِنْ قُضِيَ بِجَوَازِهِ عِنْدَنَا عَدَمُ الرَّبْحِ خِلَافًا لِزُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ مَعَ أَنَّهُ اشْتَرَى مَالَهُ بِمَالِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ اسْتِفَادَةٍ وَلَا يَلِي التَّصَرُّفَ وَهُوَ مَقْصُودٌ وَالْإِنْعِقَادُ يَتَّبِعُ الْفَائِدَةَ فَفِيهِ شُبْهَةٌ الْعَدَمِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ وَكَيْلٌ عَنْهُ فِي الْبَيْعِ الْأَوَّلِ مِنْ وَجْهِ فَاغْتِبِ الْبَيْعَ الثَّانِي عَدَمًا فِي حَقِّ نِصْفِ الرَّبْحِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب مضارب کے پاس آدھا نفع پورے دراہم ہوں اور اس نے دس دراہم سے کوئی کپڑا خرید کر رب المال سے پندرہ دراہم میں اس کو فروخت کر دیا ہے تو رب المال اس کپڑے کو ساڑھے بارہ دراہم میں بطور مراحہ بیچ سکتا ہے کیونکہ نفع ہونے کی حالت اگرچہ اس کو ہمارے نزدیک بیچ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ امام زفر کا وہی اختلاف ہے۔

اور جب رب المال مال کے بدلے میں اپنا ہی مال خریدنے والا ہے کیونکہ اس میں ولایت تصرف کا فائدہ دینے والی ہے اور بیع میں مقصد یہی ہوتا ہے اور فائدہ انعقاد بیع کے بعد ہوتا ہے مگر اس میں بھی عدم جواز کا شبہ ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ مضارب پہلی بیچ میں ایک طرح رب المال کا وکیل ہوتا ہے کیونکہ آدھے نفع کے حق میں دوسرے بیع کو کالعدم سمجھا گیا ہے۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی طرح بیع کے ضمن اس شخص کے پاس پہنچ جائیں جس کے ہاتھ اب یہ بیع بطور مراحہ بیچ رہا ہے اور اس شخص پر مبین نفع لگائے مثلاً یوں کہے کہ میں یہ چیز بطور مراحہ بیچ کر فروخت کرتا ہوں اس کپڑے کے عوض جو تیرے قبضے میں ہے اور ایک درہم کے نفع پر یا ایک درہم کے نفع پر یا اس کپڑے کے نفع پر تو یہ بیچ مراحہ جائز ہے چنانچہ بیع کے کلی اصول و ذیلی اشیاء میں اقتصاد کا کوئی مفہوم نہیں، اور ظاہر ہے ضمن اول کے مثل ہونے کی شرط اس بات کو واجب کرتی ہے کہ ضمن اول اور ضمن ثانی کے درمیان جس کے اعتبار سے مماثلت ہو اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ امر مقصود پر بطور نقض لوٹنے کا کیونکہ کوئی شے

اگر چہ شے ہو جب غیر جنس سے بدلی جائے تو مماثلت درمیان سے نکل جاتی ہے اور معاملہ قیمت لگانے کی طرف لوٹ آتا ہے، وہاں تم نے کہا کہ ثمن اول کی مثل دینا ممکن نہیں کیونکہ مفروض اس کا عدم ہے تو یہاں ہم کہتے ہیں کہ اس کی مثل دینا ممکن نہیں کیونکہ مفروض یہ ہے کہ بیع کا ثانی اس کی جنس کے غیر بدلے میں ہے یہ انتہائی واضح چیز ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

علامہ ابن عابدین رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مضارب نے ایک چیز دس روپے میں خریدی اور مال والے کے ہاتھ پندرہ روپے میں بیع دی اگر مضارب نصف نفع کے ساتھ ہے تو رب المال اس چیز کو ساڑھے بارہ روپے پر مرا بچ کر سکتا ہے کیونکہ نفع کے پانچ میں ڈھائی روپے اس کے ہیں، لہذا بیع اس کو ساڑھے بارہ میں پڑی۔ بیع میں کوئی عیب بعد میں معلوم ہوا اور یہ راضی ہو گیا تو اس کا مرا بچ کر سکتا ہے یعنی عیب کی وجہ سے ثمن میں کمی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر اس نے مرا بچنے پر چیز خریدی تھی اور بعد میں مال کی خیانت پر مطلع ہوا تو مرا بچ کر واپس نہیں کیا بلکہ اسی بیع پر راضی رہا تو جس ثمن پر خریدی ہے اسی پر مرا بچ کر لے گا۔

(روقتار، کتاب بیوع)

باندی کا خرید کے بعد کا نا ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَاعْوَرَّتْ أَوْ وَطَنَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ يَبِيْعُهَا مُرَابِحَةً وَلَا يَبِيْعُ) لِأَنَّهُ لَمْ يَخْتَسِبْ عِنْدَهُ شَيْئًا يَقَابِلُهُ الثَّمَنُ ؛ لِأَنَّ الْأَوْصَافَ تَابِعَةً لَا يَقَابِلُهَا الثَّمَنُ ، وَلِهَذَا لَوْ قَاتَتْ قَبْلَ التَّسْلِيمِ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ ، وَكَذَا مَنَافِعُ الْبُضْعِ لَا يَقَابِلُهَا الثَّمَنُ ، وَالْمَسْأَلَةُ فِيمَا إِذَا لَمْ يَنْفُضْهَا الْوُطْءُ ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْفَضْلِ الْأَوَّلِ أَنَّهُ لَا يَبِيْعُ مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ ، كَمَا إِذَا اخْتَسِبَ بِفِعْلِهِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ (فَأَمَّا إِذَا لَفَقًا عَيْنَهَا بِنَفْسِهِ أَوْ فَقَّاهَا أَجْنَبِيٌّ فَأَخَذَ أَرْضَهَا لَمْ يَبِعْهَا مُرَابِحَةً حَتَّى يَبِيْعَ) لِأَنَّهُ صَارَ مَقْضُودًا بِالْإِتْلَافِ فَيَقَابِلُهَا شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ ، وَكَذَا إِذَا وَطَنَهَا وَهِيَ بَكْرٌ لِأَنَّ الْعُدْرَةَ جُزْءٌ مِنَ الْعَيْنِ يَقَابِلُهَا الثَّمَنُ وَقَدْ حَسِبَهَا .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے باندی کو خریدا اور اس کے بعد کانی ہو گئی یا اس نے اس سے وٹلی کی جبکہ وہ ٹیپہ تھی تو وہ اس کو بطور مرا بچ بیچ سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز رکھنے والی نہیں ہے جس کے بدلے میں قیمت ہو کیونکہ اوصاف تابع ہوتے ہیں اور ان کے بدلے میں ثمن نہیں آتا۔ اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ جب مشتری کی طرف حوالہ کرنے سے پہلے ہی اس کی آنکھ ختم ہو جائے تو ثمن سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا۔ اور اسی طرح نفع بیع کے بدلے میں بھی ثمن نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جب باندی سے وٹلی کرنے کے سبب اس میں کوئی نقص نہ آیا ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے پہلے مسئلہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مشتری وضاحت کرنے کے بغیر اس کو نہ بیچے جس طرح اس صورت میں ہے جب اسی عمل سے کوئی چیز محبوس ہوگئی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ہاں البتہ جب مشتری نے خود باندی کی آنکھ نکال دی یا کسی دوسرے نے پھوڑی اور مشتری نے اس سے جرمانہ وصول کر لیا تو اب بغیر وضاحت مشتری اس کو بطور مراہج نہیں بیچ سکتا کیونکہ تلف کے سبب ایسا مقصود آگیا ہے جس کے بدلے میں قیمت ہے۔ اور اسی طرح جب مشتری نے باندی سے وٹلی کی حالانکہ وہ باکرہ تھی کیونکہ دوشیزہ ہونا یہ باندی کی ذات کا ایک حصہ ہے جس کے بدلے میں قیمت ہے جبکہ مشتری نے اس کو روک رکھا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع میں اگر عیب پیدا ہو گیا مگر وہ عیب کسی کے فعل سے پیدا نہ ہوا چاہے آفت ساویہ سے ہو یا خود بیچ کے فعل سے ہو، ایسے عیب کو مراہج میں بیان کرنا ضروری نہیں یعنی بائع کو یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں نے جب خریدی تھی اُس وقت عیب نہ تھا میرے یہاں عیب پیدا ہو گیا ہے اور بعض فقہاء اس کو بیان کرنا ضروری بتاتے ہیں۔ کپڑے کو جو بے نقص لیا یا آگ سے کچھ جل گیا اس کا بھی وہی حکم ہے۔ اگر عیب کو بیان کرنا اس کو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ بیچ کے عیب پر مطلع ہو تو اس کا ظاہر کر دینا ضروری ہے چھپا کر حرام ہے۔ لوٹنی عیب تھی اُس سے وٹلی کی اور اس سے نقصان پیدا نہ ہوا تو اس کا بیان کرنا بھی ضرور نہیں اور نقصان پیدا ہوا تو بیان کرنا ضروری ہے اور اگر بیع میں اس کے فعل سے عیب پیدا ہو گیا یا دوسرے کے فعل سے، چاہے اُس نے اس کے حکم سے فعل کیا یا بعیر حکم کے، چاہے اس نے اُس نقصان کا معاوضہ لے لیا ہو یا نہ لیا ہو، یا کنیز باکرہ تھی اُس سے وٹلی کی ان باتوں کا ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ (رہنما، کتاب بیع)

کپڑے کے جلنے کے بعد مراہج کرنے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى ثَوْبًا فَأَصَابَهُ قَرَضٌ فَأَرَادَ أَنْ يَبْعَهُ مُرَابَحَةً مِنْ غَيْرِ بَيَانٍ، وَلَوْ تَكَسَّرَ بَشِيرُهُ وَطَبَّهَ لَا يَبْعُهُ مُرَابَحَةً حَتَّى يُبَيِّنَ) وَالْمَعْنَى مَا بَيَّنَّاهُ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کپڑا خرید لیا تو اس کو جوہر نے کاٹ دیا یا اس کو آگ نے جلا دیا تو مشتری بغیر کسی وضاحت اس کو بیچ سکتا ہے اور جب مشتری کے کھولنے اور تہہ لگانے کے سبب کپڑا پھٹ جائے تو بغیر کسی وضاحت کے اس بطور مراہج بیچنا درست نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرتے ہیں۔

شرح

جب خرید چکا تو دیکھا اس میں کوئی عیب ہے جیسے تھان کو جوہر ہوں نے کتر ڈالا ہے یا دوشالے میں کپڑا لگ گیا ہے یا اور کوئی

عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے رکھ لے اور لے لیوے چاہے پھیر دے لیکن اگر رکھ لے تو پورے دام دینا پڑیں گے اس عیب کے عوض میں کچھ دام کاٹ لینا درست نہیں البتہ اگر دام کی کمی پر وہ بیچنے والا بھی راضی ہو جائے تو کم کر کے دینا درست ہے۔

کسی نے کوئی تھان خرید کر رکھا تھا کہ کسی لڑکے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا قینچی سے کتر ڈالا۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے جا بجا جو ہے کتر گئے ہیں تو اب اس کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ ایک اور عیب تو اس کے گھر میں پیدا ہو گیا ہے البتہ اس عیب کے بدلے میں جو کہ بیچنے والا کے گھر کا ہے دام کم کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں کو دکھایا جائے جو وہ تجویز کریں اتنا کم کر دو۔

اسی طرح اگر کپڑا قطع کیا ہو اور اپنے سب دام لے لوٹیں دام کم نہیں کرتی تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے خریدنے والی انکار نہیں کر سکتی۔ اگر قطع کر کے بھی لیا تھا پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے دام کم کر دیئے جائیں گے اور بیچنے والی اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتی۔ اور اگر اس خریدنے والی نے وہ کپڑا بیچ ڈالا یا اپنے نابالغ بچے کے پہنانے کی نیت سے قطع کر ڈالا بشرطیکہ بالکل اس کے دے ڈالنے کی نیت کی ہو اور پھر اس میں عیب نکلا تو اب دام کم نہیں کیے جائیں گے۔ اور اگر نابالغ اولاد کی نیت سے قطع کیا تھا اور پھر عیب نکلا تو اب دام کم کر دیئے جائیں گے۔

اور جب کسی شخص نے کپڑا خریدنے سے قطع کر لیا اور ابھی سلاٹیں اس میں عیب معلوم ہوا اسے واپس نہیں کر سکتا بلکہ نقصان لے سکتا ہے ہاں اگر نابالغ قطع کیے ہوئے کو واپس لینے پر راضی ہے تو اب نقصان نہیں لے سکتا اور خرید کر بیچ کر دیا ہے تو کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اگر قطع کے بعد بدل بھی گیا اور عیب معلوم ہوا تو نقصان لے سکتا ہے نابالغ نقصان دینے کے واپس لینا چاہے تو واپس نہیں لے سکتا۔

اور اسی طرح جب کپڑا خرید کر اپنے نابالغ بچے کے لیے قطع کر لیا اور عیب معلوم ہوا تو نہ واپس کر سکتا ہے نہ نقصان لے سکتا ہے۔ اور اگر نابالغ لڑکے کے لیے قطع کر لیا تو نقصان لے سکتا ہے۔

ادھار غلام خرید کر اس میں مراجمہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى غُلَامًا بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ نَيْسَةً قَبَاعُهُ بِرَبْحٍ مِائَةٍ وَلَمْ يُبَيِّنْ فَعَلِمَ الْمُشْتَرَى، فَإِنْ شَاءَ رَدُّهُ، وَإِنْ شَاءَ قَبْلَ) ؛ لِأَنَّ لِالْأَجْلِ شَهًا بِالْمَبِيعِ ؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُزَادُ فِي الثَّمَنِ لِأَجْلِ الْأَجَلِ، وَالشَّهَادَةُ فِي هَذَا مُلْحَقَةٌ بِالْحَقِيقَةِ فَصَارَ كَأَنَّهُ اشْتَرَى شَيْنَيْنِ وَبَاعَ أَحَدَهُمَا مَرَابَحَةً بِثَمَنِيهِمَا، وَالْإِفْقَادُ عَلَى الثَّمَرِ ابْتِغَاءً يُوْجِبُ السَّلَامَةَ عَنْ مِثْلِ هَذِهِ الْحَبَابَةِ، فَإِذَا ظَهَرَتْ يُعَيَّرُ كَمَا فِي الْعَنْبِ (وَإِنْ اسْتَهْلَكَهُ ثُمَّ عَلِمَ لَزِمَهُ بِأَلْفٍ وَمِائَةٍ) ؛ لِأَنَّ الْأَجَلَ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، قَالَ (فَإِنْ كَانَ وَلَاهَ إِيَّاهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ

رَدَّهٖ (إِنْ شَاءَ) لِأَنَّ الْخِيَانَةَ فِي التَّوَلِّيَةِ مُثْلُهَا فِي الْمُرَآبَحَةِ؛ لِأَنَّهُ بِنَاءٌ عَلَى التَّمَنِ
 الْأَوَّلِ (وَإِنْ كَانَ اسْتَهْلَكَهُ ثُمَّ عَلِمَ لَزِمَهُ بِالْفِ حَالَةٍ) لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ
 رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَرُدُّ الْقِيَمَةَ وَيَسْتَرِدُّ كُلَّ التَّمَنِ، وَهُوَ نَظِيرُ مَا إِذَا اسْتَوْفَى الزُّبُوفَ مَكَانَ
 الْجِيَادِ وَعَلِمَ بَعْدَ الْإِتْفَاقِ، وَسَيَأْتِيكَ مِنْ بَعْدِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَقِيلَ يَقُومُ بِشَمَنِ حَالٍ
 وَبِشَمَنِ مُوَجَّلٍ فَيَرْجِعُ بِفَضْلِ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ الْأَجَلُ مَشْرُوطًا فِي الْعَقْدِ وَلَكِنَّهُ
 مُنْجَمٌ مُعْتَادٌ قِيلَ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانِهِ؛ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ كَالْمَشْرُوطِ، وَقِيلَ يَبِيعُهُ وَلَا يَبِيعُهُ؛
 لِأَنَّ التَّمَنَ حَالٌ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے بدلے میں ادھار غلام خرید کر اس کو وضاحت کیے بغیر سود راہم سے نفع پراس
 کو بیچ دیا اس کے بعد مشتری کو پتہ چل گیا تو اس کو اختیار وہ چاہے تو جمع کر واپس کرے اور چاہے تو اس کو قبول کرے۔ کیونکہ معاہدہ
 کے مشابہ ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ معاہدہ کے سبب شمن میں زیادتی کر دی جاتی ہے اور اس باب میں شبہ حقیقت کے ساتھ ملنے
 والا ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا کہ مشتری نے دو چیزوں کو خرید کر ان میں سے ایک کو دونوں کی قیمت پر مراہم کر دے تو بچ دیا
 اور مراہم پر اقدام کرنا ایسی سلاحتی کو واجب کرنے والا ہے جو اس کی مثل خیانت سے بچانے والا ہے اور خیانت ظاہر ہو جائے تو
 مشتری کو اختیار دیا جائے گا جس طرح عیب میں ہوتا ہے اور جب دوسرے مشتری نے بیچ کو ہلاک کیا اس کے بعد اس کو پتہ چلا تو اس
 پر گیارہ سو درہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ معاہدہ کے بدلے میں کچھ بھی شمن نہیں ہوتی۔

اور جب پہلے مشتری نے دوسرے مشتری کو وہ غلام بطور تولیہ دیا اور اس کی وضاحت نہ کی تو اب اگر دوسرا مشتری چاہے تو در
 کر دے۔ کیونکہ تولیہ کی خیانت مراہم کی طرح ہے اور تولیہ بھی پہلی قیمت پر مبنی ہے اور جب بیچ کو ہلاک کر دینے کے بعد دوسرے
 مشتری کو خیانت کا پتہ چلا تو اس پر ایک ہزار نقد واجب ہوں گے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا مشتری پوری قیمت لیکر اس غلام کی قیمت دیدے۔ اور یہ حکم اس
 مسئلہ کی مثل ہے جب قرض خواہ نے اپنے مدیون کھرے دراہم کی جگہ پر کھونے دراہم وصول کر لیے ہوں اور خرچ کرنے کے بعد
 اس کو پتہ چلا ہے اور غفر رب ان شاء اللہ یہ مسئلہ بھی آجائے گا۔

ایک قول کے مطابق نقد اور ادھار شمن پر بیچ کا اندازہ کیا جائے گا اور جب دوسرا مشتری ان کے درمیان فرق کو واپس سے لیتا
 ہے۔ اور جب معاہدہ میں بطور شرط نہ ہو اور بطور قسط ادا کرنا بھی معتاد ہے تو کہا گیا ہے کہ اس صورت میں وضاحت ضروری ہے
 اور ایک دوسرے قول کے مطابق بغیر کسی وضاحت کے اس کو فروخت کر سکتا ہے کیونکہ شمن نقد ہے۔

شرح

دہ یازدہ کے نفع پر مرابحہ ہوا (یعنی ہر دس پر ایک روپیہ نفع دس کی چیز ہے تو گیارہ، بیس کی ہے تو بائیس مثلاً بذالقیاس) اگر من اول نمبی ہے مثلاً کوئی چیز ایک گھوڑے کے بدلے میں خریدی ہے اور وہ گھوڑا اس مشتری ثانی کو مل گیا جو مرابحہ خریدنا چاہتا ہے اور وہ یازدہ کے طور پر خرید اور مطلب یہ ہوا کہ گھوڑا دے گا اور گھوڑے کی جو قیمت ہے اس میں فی دہائی ایک روپیہ دینا یہ بیع درست نہیں کہ گھوڑے کی قیمت بھول ہے لہذا نفع کی مقدار بھول اور اگر بیع اول کا ضمن مثلی ہو مثلاً پہلے مشتری نے سو روپے کے عوض میں خریدی اور دہ یازدہ کے نفع سے بچی اس کا محصل ایک سو دس روپے ہوا اگر یہ پوری مقدار مشتری کو معلوم ہو جب تو صحیح ہے اور معلوم نہ ہو اور اسی مجلس میں اسے ظاہر کر دیا گیا ہو تو اسے اختیار ہے کہ لے یا نہ لے اور اگر مجلس میں بھی معلوم نہ ہوا تو بیع فی سدد ہے۔ آج کل عام طور پر تاجروں میں آن روپیہ، دو آن روپیہ نفع کے حساب سے بیع ہوتی ہے اس کا حکم وہی دہ یازدہ کا ہے کہ وقت عقد معلوم ہو یا مجلس عقد میں معلوم ہو جائے تو بیع صحیح ہے ورنہ فاسد۔

تسٹوں پر خریداری میں فقہی مذاہب اور بعد

بیع التسلط میں فروخت کردہ چیز فوری طور پر دی جاتی ہے اور اس کی مکمل یا کچھ قیمت معلوم مدت اور تسطوں میں ادا کی جاتی ہے۔

اس کا حکم جاننے کی اہمیت

بیع التسلط ان مسائل میں سے ہے اس دور میں جن کا حکم معلوم کرنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے اس لیے کہ اس وقت دوسری جگہ عقیم کے بعد یہ مسئلہ بہت سی امتوں اور افراد میں پھیل چکا ہے۔

کمپنیاں اور ادارے سامان بنانے اور باہر سے لانیوالوں سے تسطوں میں خریداری کرتے اور اپنے گاہکوں کو بھی تسطوں میں فروخت کرتے ہیں، مثلاً گاڑیاں، جائیداد، اور مختلف قسم کی آلات وغیرہ۔

اور بینک وغیرہ بھی اسے پھیلانے کا باعث بنے ہیں، اس طرح کہ بینک سامان نقد خرید کر اپنے ایجنٹوں کو ادھار قیمت (تسطوں پر) فروخت کرتے ہیں۔

بیع التسلط کے جواز میں نص وارد ہے، اور یہ قیمت کو مؤخر کرنے والی بیع کا نام ہے۔ بخاری اور مسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھو دی سے ادھار غلہ خرید لیا اور اس کے پاس اپنی ٹوہ کی در در بن رکھی صحیح بخاری حدیث نمبر (2068) صحیح مسلم حدیث نمبر (1603)

یہ حدیث قیمت ادھار کرنے کی بیع پر دلالت کرتی ہے، اور تسطوں کی بیع بھی قیمت ادھار کرنے کی بیع ہے، اس میں غایت یہ ہے کہ اس میں قیمت کی تسطیں اور ہر تسط کی مدت مقرر ہوتی ہے۔

اگر حکم شرعی میں اس کا کوئی فرق نہیں، ادھار کردہ قیمت کی مدت ایک ہو یا کئی ایک مدتیں مقرر کی ہوں حضرت عائشہ رضی

خرید و فروخت میں مدت کا قیمت میں حصہ ہے، اور خرید و فروخت میں اس کا کوئی حرج نہیں۔ (المغنی (6 / 385)۔

ادھار کے عوض میں قیمت زیادہ کرنا مسلمانوں کا مکمل بن چکا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں، لہذا اس صورت کی بیع پر یہ اجماع کی مانند ہے۔

اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ نقد کی بیع ادھار کے علاوہ ہے، اور آج تک مسلمان اس طرح کے معاملات کر رہے ہیں، اس کے جواز پر ان کی جانب سے یہ اجماع کی مانند ہی ہے، اور بعض شاذ اہل علم نے مدت کے عوض قیمت زیادہ کرنا منع قرار دیا ہے اور ان کا گمان ہے کہ یہ سود ہے، اس قول کی کوئی وجہ نہیں بنتی، اور نہ ہی سود ہے، اس لیے کہ تاخر نجیب ادھار سامان فروخت کیا تو وہ مدت کی وجہ قیمت زیادہ کر کے نفع حاصل کرنے پر متفق ہوا اور خریدار بھی مہلت اور مدت کی بنا پر قیمت زیادہ دینے پر متفق ہوا کیونکہ وہ نقد قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو اس طرح دونوں فریق اس معاملہ سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لشکر تیار کرنا حکم دیا، تو وہ ادھار میں ایک اونٹ کے بدلے دو اونٹ خریدتے تھے، پھر یہ معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں بھی داخل ہوتا ہے: (اے ایمان والو! جب تم آہل میں میعاد مقرر تک کیلئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو) البقرة (282) اور یہ معاملہ بھی جائز قرضوں میں سے اور مذکورہ آیت میں داخل ہے اور یہ بیع مسلم کی جنس میں سے ہی ہے۔ (فتاویٰ اسلامیہ (2 / 331)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مغنی میں کہتے ہیں۔ اور اگر وہ یہ کہے: میں نے تجھے یہ چیز اس المال میں جو کہ ایک سو ہے میں فروخت کر دی، اور ہر دس درہم پر ایک درہم نفع لیا ہے، تو امام احمد نے اسے مکروہ جانا ہے، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی کراہت مروی ہے، ہمارے علم کے مطابق صحابہ کرام میں ان دونوں کا کوئی مخالف نہیں، اور یہ کراہت تنزیہ ہے یعنی یہ حرام نہیں) (المغنی ابن قدامہ (6 / 266)

جی ہاں جائز ہے۔ اگرچہ نقد پر قیمت کچھ اور ہو اور قسطوں کی صورت میں کچھ اور، یعنی زیادہ ہو تب بھی جائز ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

أَنْ يَقُولَ أبيعَكَ هَذَا الثَّوْبَ بِسَقْدٍ عَشْرَةَ وَبِئْسَنِيَّةٍ عَشْرِينَ وَلَا يَفَارِقُهُ عَلَى أَحَدٍ

البيعين فاذا فارقَهُ عَلَى أَحَدِهِمَا فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعَقْدُ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا.

یوں کہیں کہ میں آپ کے ہاتھ یہ کپڑا (مثلاً) نقد قیمت پر دس (10) روپے پر اور ادھار قیمت پر بیس (20) روپے میں بیچتا

ہوں اور کسی ایک سودے کو متعین کر کے جدا نہ ہو اگر ایک سودے کا فیصلہ کر کے جدا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ترمذی (147 : 1)

اصل میں یہ تشریح اس حدیث پاک کی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا۔

جب ٹخن (روپے) اور چیز مدت متعین ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

شمن مجبول ہونے کے سبب بیع فاسد ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ وَلَّى رَجُلًا شَيْئًا بِمَا قَامَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَعْلَمْ الْمُشْتَرِي بِكَم قَامَ عَلَيْهِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ لِبُجْهَالَةِ النَّمَنِ) فَإِنْ أَعْلَمَهُ الْبَائِعُ، يَعْنِي فِي الْمَجْلِسِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ، لِأَنَّ الْفَسَادَ لَمْ يَتَقَرَّرْ، فَإِذَا حَصَلَ الْعِلْمُ فِي الْمَجْلِسِ جُعِلَ كَأَنَّهُ عَادَ الْعَقْدُ وَصَارَ كَأَخِيرِ الْقَبُولِ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ وَبَعْدَ الْإِفْتِرَاقِ قَدْ تَقَرَّرَ فَلَا يُقْبَلُ الْبِإِصْلَاحُ، وَنَظِيرُهُ بَيْعُ الشَّيْءِ بِرُفْقِهِ إِذَا عِلِمَ فِي الْمَجْلِسِ، وَإِنَّمَا يَتَخَيَّرُ، لِأَنَّ الرِّضَا لَمْ يَتِمَّ قَبْلَهُ لِعَدَمِ الْعِلْمِ فَيَتَخَيَّرُ كَمَا فِي خِيَارِ الرُّوْيَةِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی سے اس قیمت پر کوئی چیز تولیہ کے طور پر فروخت کی جتنے کی وہ اس کو پڑی تھی۔ اور مشتری کا اس علم نہیں ہے کہ وہ چیز بائع کو کتنے میں پڑی تھی تو شمن کی جہالت کے سبب بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بائع مشتری کو شمن عقد میں باخبر کرنے والا ہے تو مشتری کو اختیار ہو گا خواہ وہ اس کو لے یا چھوڑ دے۔ کیونکہ ابھی تک فساد پکا نہیں ہوا۔

اور جب مجلس عقد میں شمن کا چل پل گیا تو یہ ابتدائے عقد میں علم کی طرح ہے اور آخر مجلس تک قبولیت میں تاخیر کرنے کی طرح ہو جائے گا اور مجلس سے الگ ہونے کے بعد فساد پکا ہو چکا ہے کیونکہ اب وہ اصلاح کو قبول کرنے والا نہیں ہے اور اس کی مثال کھد دی گئی قیمت کسی چیز کو بیچنا ہے مگر شرط یہ ہے کہ مجلس عقد میں ہی قیمت کا علم ہو اور مشتری کو اختیار اس لئے دیا جائے گا کہ شمن کی مقدار جاننے سے پہلے علم نہ ہونے کی وجہ سے رضامندی مکمل ہونے والی نہ تھی۔ پس خیار رویت کی طرح اس میں اختیار دے دیا جائے گا۔

شرح

علامہ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صحت بیع کی شرائط میں سے شمن کا اس طرح معلوم ہونا ہے کہ جھگڑا پیدا نہ ہو لہذا مجبول بیع ایسی جہالت کے ساتھ جو جھگڑے کا باعث بنے صحیح نہیں جیسے کسی شے کو اس کی قیمت کے بدلے فروخت کرنا ہے۔ اور اسی میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کے ساتھ کسی شے کی تولیہ کی اتنے کے بدلے میں جتنے میں اس کو پڑی دراصل ایک مشتری کو معلوم نہیں کہ بائع کو کتنے میں پڑی ہے تو بیع فاسد ہوگی، پھر اگر بائع نے مجلس کے اندر مشتری کو بتا دیا ہے تو بیع صحیح ہو جائے گی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو لے لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے، اسی طرح کافی میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

ماہد ابن حکیم مسمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وہ مکان زمین دینے میں اتنا ناظر و روی ہے کہ نرخ بازار مر و وزن کا معلوم نہیں تو پہلے نرخ دریافت کر لیں، اس کے فتن کے ساتھ بیع واقع ہو کہ بازار کے بھاد سے یہ چیز ہزار روپے کی ہے تو شہر عورت سے کہے میں نے اپنی یہ زمین و مکان تیرے ہزار روپے کے عوض میں تجھے دی۔ وہ کہے میں نے قبول کی، یہ نہ ہو کہ پہلے بیع ہو لے

اس کے بعد تجدید کرنے ہائیں کہ بازار کا نرخ کیا ہے کہ اس صورت میں بوجہ جہالت ٹخن بیع فاسد ہو جائے اور اگرچہ ان
 امر: اور بوجہ اس کتاب عقد فاسد گنہگار ہو گئے پھر اس بیع کا بیع بوجہ فساد واجب ہو گا ہاں اگر اسی جلسہ ایجاب و قبول میں نرخ
 بازار معلوم ہو جائے تو انہ بیع صحیح ہو جائے گی۔ اور مشتری کو بعد علم قیمت اس شیء کی لینے نہ لینے کا اختیار ہو گا مگر یہ امر معلوم و مشہور
 ہے ہذا پہلے ہی دریافت کر کے بیع بطریق مذکور کریں۔ (الاشیاء والظاہر، فن ثالث)

فصل

﴿یہ فصل مراجعہ و تولیہ کے مسائل متفرقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل مراجعہ و تولیہ کے مسائل متفرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس فصل کو الگ ذکر کرنے کا سبب ظاہر ہے اور وہ یہ ہے بعض مسائل ایسے ہیں جو مراجعہ کے باب میں سے نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ مسائل مراجعہ سے مطرد ہیں کیونکہ وہ تعریف مراجعہ سے باہر ہیں اور وہ کسی قید کے ساتھ متعین ہیں۔ لہذا وہ ان اوصاف سے خالی ہوئے ہیں جو مراجعہ و تولیہ میں ہوتے ہیں پس اسی سبب سے ان مسائل کو مصنف علیہ الرحمہ نے ایک الگ فصل میں ذکر کیا ہے اور ان مسائل کو بیع مراجعہ و تولیہ سے مؤخر ذکر کرنے کا سبب مسائل شکی کی طرح بعض قیود کے ساتھ یہ بھی مراجعہ و تولیہ میں ملنے والے ہیں۔

(عمانیہ شرح الہدایہ، تحریف، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۲۶۷، بیروت)

منقولات و محولات کو قبضہ سے پہلے بیچنے کی ممانعت کا بیان

وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يُنْقَلُ وَيَحْوِلُ لَمْ يَجْزْ لَهُ يَبِعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يَقْبِضْ وَلَا لَنْ فِيهِ عَوَرٌ انْفِصَاخِ الْعَقْدِ عَلَى اغْتِبَارِ الْهَلَاكِ .

ترجمہ

اور جس شخص نے منقولات اور محولات میں سے کسی چیز کو خریدا تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا منع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قبضہ میں نہ ہونے والی اشیاء کی بیع سے منع کیا ہے۔ اور اس دلیل سے بھی منع ہے کہ ہلاکت کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں فسخ عقد کا دھوکہ ہے۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بازار کے اس حصے میں جو جانب ہندی واقع تھا لوگ غلہ خریدتے اور پھر اس کی اسی جگہ قبضہ میں لینے سے پہلے بیچ ڈالتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس بات سے منع فرمایا کہ جب تک غلہ کو خریدنے کے بعد وہ اس سے منتقل نہ کیا جائے اس کو اسی جگہ فروخت نہ کیا جائے اس روایت کو ابو داؤد نے نقل کیا اور مجھے یہ روایت بخاری و مسلم میں نہیں ملی۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 79)

وہاں سے منتقل نہ کیا جائے "کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لیا جائے اور اشیاء منقولہ کا قبضہ میں لینا

ہے کہ اس خریدنے کے بعد اس کی جگہ سے اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا جائے چاہے وہ دوسری جگہ کتنی ہی قریب ہو۔
یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر اس چیز کو بیچنے یا وزن کے ذریعے لیا ہے تو بیچنے میں ہوا کر یا وزن کرانے سے جدی اسے
اٹھائے اور اگر بلا پیمانہ وزن لیا ہے تو پھر اس کے بغیر ہی اٹھا کر رکھ دے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اشیاء منقولہ میں سے کوئی چیز
خریدے اور پھر اسے کسی دوسرے کو فروخت کرنا چاہیے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اس چیز کو اپنے قبضے میں لے لے اس کے
بعد اسے فروخت کرے کیونکہ بیع اشیاء منقولہ میں قبل قبضہ دوسری بیع جائز نہیں ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے "مجھے یہ روایت بخاری و مسلم میں نہیں ملی ہے۔ کے ذریعے دراصل صاحب مصابیح پر اعتراض کیا ہے کہ
اس روایت کو پہلے فصل میں ذکر کیا گیا ہے جب کہ یہ روایت نہ تو بخاری میں ہے اور نہ مسلم میں بلکہ ابوداؤد میں ہے اس لئے یہ
روایت قاعدہ کے اعتبار سے دوسری فصل میں نقل کی جانی چاہئے تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے تو اس کو اس وقت تک
فروخت نہ کرے جب تک کہ اسے پوری طرح نہ لے لے اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب تک اس کو ناپ
نہ لے (بخاری و مسلم)

اشیاء منقولہ کی بیع میں فقہی مذاہب اربعہ

جب تک کہ اسے پوری طرح نہ لے لے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کہ اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے اس کی وضاحت
گذشتہ حدیث کے ضمن میں کی جا چکی ہے اس موقع پر اس بارے میں فقہی اختلاف بھی جان لیجئے کہ حضرت امام شافعی اور حنفیہ میں
سے حضرت امام محمد کے نزدیک کسی چیز کو خرید کر پھر اسے کسی دوسرے کے ہاتھ قبضہ سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے وہ چیز خواہ اشیاء منقولہ
میں سے ہو جیسے غلہ وغیرہ یا عتقار یعنی زمین ہو۔

حضرت امام مالک کے نزدیک قبل قبضہ صرف غلہ کا بیچنا تو جائز نہیں ہے اور سب چیزوں کا بیچنا جائز ہے حضرت امام ابوحنیفہ
اور حضرت امام ابو یوسف کے ہاں قبل قبض عتقار یعنی زمین کا بیچنا تو جائز ہے لیکن اشیاء منقولہ میں سے کسی بھی چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے
حضرت امام احمد کا مسلک بھی بظاہر یہی ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت کے الفاظ جب تک کہ اس کو ناپ نہ لے "سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر بیچنے والے
خریدار کے سامنے غلہ کو ناپ کر یا وزن کر کے دے تو یہ کافی نہیں ہے بلکہ خریدار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کو اپنے قبضے میں لے
لیئے کے بعد پھر دوبارہ خود بھی ناپے یا وزن کرے لیکن اس بارے میں زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ خریدار کے سامنے بیچنے والے کا ناپنا یا
وزن کرنا کافی ہے کیونکہ خریدار کے سامنے بیچنے والے کا ناپنا یا وزن کرنا یہی سب سے جیسا کہ خود خریدار اپنے قبضہ میں لے کرے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو منع کیا ہے وہ غلہ ہے کہ اس کو قبضے میں لانے سے
پہلے فروخت کرنا ممنوع ہے حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اس بارے میں ہر چیز غلہ کی مانند ہے (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباسؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نلکہ کو قتل قبضہ پہنچانا جائز نہیں ہے اسی طرح کسی بھی چیز کو اس وقت تک پہنچانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ قبضہ میں نہ آ جائے یہ گویا حضرت ابن عباسؓ کا اپنا گمان و خیال ہے کہ انہوں نے اس مسئلے میں غلطی پر غور نہیں کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آگے جا کر غلہ وغیرہ اٹانے والے کٹاف سے خرید و فروخت کے لئے نہ ملو اور تم میں سے کوئی شخص کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور بخش نہ کرو اور شہر کا آدمی کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے اور اونٹ و بکری کے ختنوں میں دودھ جمع نہ کرے اور اگر کوئی شخص ایسا جانور خریدے جس کے ختنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو تو دودھ دہنے کے بعد اسے اس جانور کو رکھ لینے یا پھیر لینے کا اختیار ہوگا اگر اس کی مرضی ہو تو اس جانور کو رکھ لے اور مرضی ہو تو اس کو پھیر دے اور اس کے ساتھ ہی صاع (ساز) دے تین سیر (کھجوریں دیدے) (بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص ایسی بکری خریدے جس کے ختنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو تو اس بکری کو رکھ لینے یا پھیر دینے کا تین دن تک اختیار رہتا ہے چنانچہ اگر وہ ان تین دنوں میں اس بکری کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں دیدے مگر گھبوں نہ دے۔

پہلی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً تمہیں معلوم ہو کہ بیوپاریوں کا کوئی گروہ غلہ وغیرہ لے کر شہر آ رہا ہے تو قبل اس کے کہ وہ بیوپاری شہر میں پہنچیں اور وہاں بازار کا بھاؤ وغیرہ معلوم کریں تم راستے میں جا کر ان سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ نہ کرو یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے دیا کہ تاکہ ان بیوپاریوں اور تاجروں کو فریب دینے یا ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع پیدا نہ ہو جائے۔

تم میں سے کوئی شخص کسی کی بیع پر بیع نہ کرے یعنی دو شخصوں میں خرید و فروخت کا کوئی معاملہ ہو رہا ہو تو تم اس میں دخل نہ دو یا اس طور کہ نہ تو چیز کے دام بڑھا کر یا کسی اور ذریعے سے اس کو خریدنے کا اظہار کر اس میں خریدار کا نقصان ہوگا اور نہ اپنا مال دکھا کر کم قیمت پر اسے بیچ کر اس میں بیچنے والے کو نقصان ہوگا یا مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کوئی چیز بشرطِ اختیار خریدے تو تم اس خریدار کے پاس جا کر یوں کہو کہ تم اس معاملے کو بیچ کر کے اسے واپس کر دو میں ایسی ہی چیز تمہیں اس سے سنے دو میں دیدوں گا اس طرح اپنے فائدے سے لئے کسی کا معاملہ بگاڑنا برا ہے اگر مقصد خود خریدنا یا فروختنا نہ ہو بلکہ محض معاملہ بگاڑنا ہی منظور ہو تو یہ بہت ہی برا ہے۔ بعض یہاں کہتے ہیں کہ اس مخالفت کا تعلق اس چیز سے ہے کہ جس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو اور اگر کسی چیز میں کوئی شرعی قبح ہو جیسے کوئی شخص کسی کو نہیں یا بدی کا مال پہنچاؤ تو اس صورت میں معاملہ کو بیع کر دینا جائز ہے۔

بخش ۱۰۰۰ میں یہی روایت دلائی اور فریب ۱۱۱۱ میں اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں کے درمیان معاملہ ہو رہا ہو تو تیسرا شخص آ کر اس چیز کی تعریف کرنے لگے جس کا معاملہ ہو رہا ہے یا اس چیز کی قیمت زیادہ لگادے اور اس سے اس کا مقصد خریداری نہ ہو بلکہ منظور یہ کہ یہ دیکر یہ میری دیکھا دیکھی اس چیز کی خریداری کی طرف زیادہ راغب ہو جائے یا اس چیز کی قیمت اور زیادہ لگادے آخر حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ اصل خریدار کو فریب میں مبتلا کرنے کی ایک بدترین صورت ہے۔

شہری آدمی کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے مثلاً کوئی دیہاتی اپنا مال جیسے غلہ وغیرہ بازار کے بنی و فروخت کرنے کے لئے شہر لائے اور کوئی شہری اس سے آ کر یہ کہے کہ تم اپنا یہ مال میرے پاس چھوڑ جاؤ میں اس کو بڑی آسانی کے ساتھ مٹاں نرخ پر بیچ دوں گا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا ہے کہ اس میں مخلوق خدا کو نفع سے باز رکھنا ہے چنانچہ یہ حضرت امام شافعی کے نزدیک حرام ہے اور حنفی مسلک کے مطابق مکروہ ہے۔

اونٹ و بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کر مثلاً ایک شخص کے پاس دودھ والا کوئی جانور جیسے بکری و بھینس وغیرہ ہے وہ اس کو بیچنا چاہتا ہے اس جانور کی زیادہ قیمت وصول کرنے کے لئے وہ یہ کرتا ہے کہ بیچنے سے دو تین دن یا دو تین وقت پہلے اس جانور کا دودھ دوہتا نہیں بلکہ اس کے تھن میں چھوڑے رکھتا ہے تاکہ تھن میں زیادہ دودھ جمع ہو جائے اور خریدار یہ سمجھ کر کہ یہ جانور زیادہ دودھ دینے والا ہے اس کی زیادہ قیمت دیدے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا کہ یہ فریب دہی کا معاملہ ہے اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسئلہ بیان فرمایا اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا جانور خرید لائے جس کا کئی دن یا کئی وقت کا دودھ اس کے تھن میں جمع رکھا گیا اور پھر اس کا دودھ دوہنے کے بعد معلوم ہو کہ یہ جانور کم دودھ دیتا ہے تو اسے اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے تو اس جانور کو واپس کر دے اور چاہے رکھے مگر جب جانور کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع بھجوریں اس دودھ کے عوض میں دے جو اس نے دوہا ہے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس دودھ کے عوض میں ایک صاع بھجوروں کا تعین کیوں کیا گیا ہے جب کہ اس دودھ ہی کو واپس کر دیا، یا اس دودھ کی قیمت دے دینے کا حکم بھی دیا جاسکتا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خریدار نے اس جانور کا جو دودھ دوہا ہے اس میں کچھ حصہ تو وہ ہوگا جو خریدار کی ملکیت میں آنے کے بعد جانور کے تھن میں پیدا ہوا ہے اور کچھ حصہ وہ ہے جو جانور کی خریداری کے وقت اس کے تھن میں تھا اور جانور کے ساتھ اس دودھ کی بھی بیع ہوئی تھی نہ ہر ہے کہ اس صورت میں دودھ کے ان دونوں حصوں کا تعین امتیاز ناممکن ہونے کی وجہ سے نہ تو دودھ واپس کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی قیمت ہی متعین کر کے دی جاسکتی ہے لہذا شارع نے اس کا حل یہ نکالا کہ طرفین میں فتنہ و فساد کے دفعیہ کے لئے شارع نے خون ناحق کی دیت یعنی قتل کا مالی معاوضہ ایک سواونٹ مقرر کیا ہے حالانکہ مراتب و حیثیت کے اعتبار سے ہرجان اور بر خون یکساں نہیں ہوتا لیکن اس بارے میں شریعت نے اس تفاوت کو بنیاد نہیں بنایا۔

اس حدیث پر امام شافعی نے عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح کے جانور کی بیع میں خیار (یعنی بیع کو فسخ کر دینے یا بقی رکھنے کا اختیار) حاصل ہوتا ہے لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اس میں خیار نہیں ہے ان کے نزدیک حدیث میں مذکورہ بالا حکم متروک ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم ربا کے حرام ہونے سے پہلے تھا جب کہ معاملات میں اس قسم کی چیزیں جائز تھیں اب یہ منسوخ ہو گیا ہے۔

حدیث کے آخری جملے ایک صاع غلہ دیدے مگر گھیسوں ندوے کے بارے میں علامہ ابن حجر شافعی کہتے ہیں کہا اس سے معلوم ہوا کہ جانور داپس کرتے ہوئے اس کے دودھ کے عوض میں بھجوروں کے علاوہ اور کچھ دینا جائز نہیں ہے اگرچہ بیچنے والا کوئی بھی چیز لینے پر راضی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کی غذا کا زیادہ تر تعلق بھجور اور دودھ ہی سے تھا اس لئے دودھ کی بجائے بھجور دینا مقرر کیا گیا لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر بیچنے والا راضی ہو تو بھجور کے علاوہ اور کوئی چیز بھی دی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آگے جا کر غلہ وغیرہ لانے والے قافلے سے نہ لو اگر کوئی شخص جا کر ملا اور کچھ سامان خرید لیا اور پھر سامان کا مالک بازار میں آیا تو اس کو اختیار ہوگا (کہ چاہے بیچ کو تو تم رکھے چاہے نہ) (مسلم)

لفظ جلب اور لفظ رکبان جو گذشتہ حدیث میں منقول تھا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور ان کی وضاحت گذشتہ حدیث کی تشریح میں کی جا چکی ہے۔

علامہ لکھتے ہیں کہ اس ممانعت کا تعلق اس صورت میں ہے جب کہ آنوالے بیوپاریوں سے راستے ہی میں خریداری کرنے کی وجہ سے اہل شہر کو نقصان و ضرر پہنچے اور خریدار شہر و بازار کے نرخ کو پوشیدہ رکھ کر بیوپاریوں کو فریب دے اور اگر اہل شہر کو نقصان و ضرر نہ ہو نیز نہ تو خریدار، بیوپاریوں سے شہر کا نرخ چھپائے اور نہ ان کو فریب میں مبتلا کرے تو اس صورت میں یہ ممانعت نہیں ہوگی۔

حدیث میں جس اختیار کو ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں شافعیہ تو یہ کہتے ہیں کہ جب مالک (یعنی باہر سے مال لانے والا بیوپاری) شہر میں آئے اور اسے یہ معلوم ہو کہ خریدار نے اس شہر کی نسبت سستایا ہے تو اس صورت میں اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیع کو فسخ کر کے اپنا مال داپس لے لے اور چاہے بیع کو باقی رکھے اور اگر اسے یہ معلوم ہو کہ خریدار نے شہر کے بھاء سے گراں لیا ہے یا شہر کے بھاء کے مطابق لیا ہے تو پھر اس صورت میں بیوپاری کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

اس مسئلے میں فقہ حنفی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوپاری کو یہ اختیار اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اسے شہر میں آنے کے بعد معلوم ہو کہ خریدار نے اس سے کھلا ہوا فریب کیا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامان لانے والوں سے ان کے شہر پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں جا کر نہ لو اور اس وقت تک ان سے کوئی معاملہ نہ کرو جب تک کہ ان کا سامان بازار میں آ کر اتار نہ جائے (بخاری و مسلم)

پاس نہ ہونے والے بیع کی بیع کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلف اور بیع حلال نہیں اور ایک بیع میں دو شرطیں بھی جائز نہیں جس چیز کا وہ خاسن نہ ہو اس کا نفع بھی حلال نہیں اور جو چیز اس کے پاس نہ ہو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ سلف کیساتھ بیع کی ممانعت کا کیا مطلب ہے انہوں نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو عرض دے اور پھر کوئی چیز اسے قیمت سے زیادہ کی فروخت کرے

سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ کوئی شخص کسی چیز کی قیمت قرض چھوڑ دے اور اس سے یہ کہے کہ اگر تم یہ قیمت ادا نہ کر سکتے تو میرے ہاتھ فروخت ہوگئی اسحاق کہتے ہیں کہ پھر میں نے امام احمد سے اسی کا معنی پوچھا کہ (جن کا ضامن ہو اس کا منافع بھی نہیں) انہوں نے فرمایا میرے نزدیک یہ صرف غلے وغیرہ میں ہے یعنی جب تک قبضہ نہ ہو اسحاق کہتے ہیں جو چیزیں تولی یا بانی ہیں ان کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی قبضے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے ہاتھ ہارے ہاتھ فروخت کیا کہ سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ ایک بیع میں دو شرطوں کی طرح ہے۔ لیکن اگر یہ کہے کہ تمہیں فروخت کرتا ہوں اس کی سلائی بھی مجھ پر ہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر صرف دھلائی کی شرط ہو تب بھی جائز ہے اس لیے کہ یہ ایک ہی شرط ہے اسحاق نے اسی طرح کچھ کہا ہے۔ حکیم بن حزام ہی سے کئی سندوں سے مردی ہے یہ حدیث ابوب تبتالی اور ابو البشر بھی یوسف بن ماکہ سے اور وہ حکیم بن حزام سے نقل کرتے ہیں پھر عوف اور ہشام بن حسان، ابن سیرین سے اور وہ حکیم بن حزام سے مرسل نقل کرتے ہیں ابن سیرین ابوب، سختیانی سے وہ یوسف بن ماکہ سے اور وہ حکیم بن حزام سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1251)

حکیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ چیز فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے جو میرے پاس نہ ہو وکعبہ میں حدیث یزید بن ابراہیم سے اور وہ ابن سیرین سے وہ ابوب سے وہ حکیم بن حزام سے نقل کرتے ہیں اور اس میں یوسف بن ماکہ کا ذکر نہیں کرتے عبدالصمد کی حدیث زیادہ صحیح ہے یحییٰ بن ابی کثیر بھی یہی حدیث یحییٰ بن حکیم سے وہ یوسف بن ماکہ سے وہ عبداللہ بن عاصم سے وہ حکیم بن حزام سے اور وہ نبی سے نقل کرتے ہیں اکثر اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے پاس جو چیز نہ ہو اس کا فروخت کرنا حرام ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1252)

۱۔ القبض سے پہلے زمین بیچنے کا بیان

(وَيَجُوزُ بَيْعُ الْعَقَارِ قَبْلَ الْقَبْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ) رُجُوعًا إِلَى إِبْطَالِ الْحَدِيثِ وَاعْتِبَارًا بِالْمَنْقُولِ وَصَارَ كَالْإِجَارَةِ، وَلَهُمَا أَنَّ رُكْنَ التَّبَيُّعِ صَدْرُ مَنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ، وَلَا غَرَرٌ فِيهِ؛ لِأَنَّ الْهَلَكَ فِي الْعَقَارِ نَادِرٌ، بِخِلَافِ الْمَنْقُولِ، وَالْغَرَرُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ غَرَرُ انْفِصَاحِ الْعَقْدِ، وَالْحَدِيثُ مَعْلُومٌ بِهِ عَمَلًا بِدَلَالِ الْجَوَازِ وَالْإِجَارَةِ، قِيلَ عَلَى هَذَا الْخِلَافِ؛ وَلَوْ سَلِمَ فَالْمَعْقُودُ عَلَيْهِ فِي الْإِجَارَةِ الْمَنَافِعُ وَهَلَكَتْهَا غَيْرُ نَادِرٍ.

ترجمہ

بیعتین کے نزدیک قبضہ سے پہلے زمین کو بیچنا جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث

ن (First Party) یعنی مالک زمین سے اسٹامپ بھالیتے ہیں اور اس اسٹامپ کی بنیاد پر قحڑ پارٹی کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا:

کیا اس اسٹامپ کی حیثیت انتقال ملک کی ہے؟ یعنی کیا اس اسٹامپ کے ذریعہ خریدار زمین کا مالک بن جاتا ہے، اور زمین، زمین دار کی ملک سے نکل کر خریدار کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے؟ تو ان کا جواب یہ تھا کہ نہیں، ایسا نہیں ہے، بلکہ اسٹامپ کی حیثیت محض اتنی ہے کہ اس میں مذکور مدت پوری ہونے کے بعد خریدار رجسٹر کی ادائیگی، اور زمین دار خریدی دینے کا مکلف و پابند ہوتا ہے۔

ان کے اس جواب کے لحاظ سے اسٹامپ پیپر (Stamp Paper) محض وعدہ بیع (Agreement to sale) ہوا، نہ بیع، اور وعدہ بیع سے نہ توقع پوری ہوتی ہے اور نہ ہی بیع (زمین) پر خریدار کی ملک ثابت ہوتی ہے، تو اسے قحڑ پارٹی کے ہاتھوں فروخت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، جب کہ شریعت غیر ملوک و غیر مقبوضہ (Without Owned and Possessed) کی بیع سے منع کرتی ہے، جب بیع کی یہ شکل جائز نہیں ہے، تو اس کے منافع بھی جائز نہیں ہوں گے، کیوں کہ نقد کا وعدہ ہے: الحراج بالضمان۔ خراج ضمان کے سبب ہے۔ یعنی کسی بھی چیز کے منافع کا جواز، ضمان اور رسک کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے، جب کہ بیع کی اس صورت میں زمین خریدار کے ضمان اور رسک میں داخل ہی نہیں ہوتی، اور وہ اس سے پہلے ہی اسے قحڑ پارٹی کے ہاتھوں بیع کر منافع کماتا ہے، تو یہ منافع کیسے جائز ہوں گے!!

اسی طرح بعض سرمایہ دار مشارکت (Partnership) میں اپنا سرمایہ اس شرط پر لگاتے ہیں کہ وہ ہر مہینہ ایک متعین رقم کے بطور نفع حقدار ہوں گے، خواہ نفع کچھ بھی ہو، یا یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کاروبار میں ہونے والے نقصان کے ذمہ دار نہیں ہوں گے، پارٹنرشپ کی یہ صورت بھی درست نہیں ہے؛ کیوں کہ پارٹنرشپ کے درست ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی ایک فریق کے لیے نفع کی ایک خاص مقدار متعین نہ کی جائے (بلکہ متوقع نفع میں فیصد کو متعین کیا جائے)، اور شریک و پارٹنر کاروبار میں ہونے والے نقصان میں بھی اپنے سرمایہ کے تناسب سے شریک ہو۔ (فتاویٰ عثمانی)

دوسرے کے مال میں تصرف کی حرمت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى مَكِيلًا مَّكَائِلَةً أَوْ مَوْزُونًا مَّوَازِنَةً فَاصْطَلَهُ أَوْ اتَّزَنَهُ ثُمَّ بَاعَهُ مَكِيلًا أَوْ مَوْازِنَةً لَمْ يَجْزْ لِلْمُشْتَرِي مِنْهُ أَنْ يَبِيعَهُ وَلَا أَنْ يَأْكُلَهُ حَتَّى يُعِيدَ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ) (لَاَنْ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْعَلَ فِيهِ صَاعَانِ: صَاعُ الْبَائِعِ، وَصَاعُ الْمُشْتَرِي) ؛ وَلَآَنَّهُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَزِيدَ عَلَى الْمَشْرُوطِ وَذَلِكَ لِلْبَائِعِ وَالتَّصَرُّفِ فِي مَالِ الْغَيْرِ حَرَامٌ فَبِحَبِّ التَّحَرُّزِ عَنْهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَهُ مُجَازِلَةً ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ أَوْ

وَبِخِلَافٍ مَا إِذَا بَاعَ الثَّوْبَ مُدَارَعَةً؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ لَهُ إِذَا الذَّرْعُ وَصَفَ فِي الثَّوْبِ،
بِخِلَافِ الْقَدْرِ، وَلَا مُعْتَبَرٌ بِكَيْلِ الْبَائِعِ قَبْلَ الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ بِحَضْرَةِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّهُ
لَيْسَ صَاعُ الْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي وَهُوَ الشَّرْطُ، وَلَا بِكَيْلِهِ بَعْدَ الْبَيْعِ بِغَيْبَةِ الْمُشْتَرِي؛ لِأَنَّ
الْكَيْلَ مِنْ بَابِ التَّسْلِيمِ؛ لِأَنَّ بِهِ بَصِيرُ الْمَبِيعِ مَعْلُومًا وَلَا تَسْلِيمَ إِلَّا بِحَضْرَتِهِ، وَلَوْ
كَمَّالَهُ الْبَائِعُ بَعْدَ الْبَيْعِ بِحَضْرَةِ الْمُشْتَرِي لَفَقْدَ قَبْلِ لَا يُكْتَفَى بِهِ لِظَاهِرِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّهُ
أُغْتَبِرَ صَاعَيْنِ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يُكْتَفَى بِهِ؛ لِأَنَّ الْمَبِيعَ صَارَ مَعْلُومًا بِكَيْلِ وَاحِدٍ وَتَحَقُّقِ
مَعْنَى التَّسْلِيمِ، وَمَحْمَلُ الْحَدِيثِ اجْتِمَاعُ الصَّفَقَتَيْنِ عَلَى مَا لَبِثَ فِي بَابِ السَّلَامِ إِنْ
شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَلَوْ اشْتَرَى الْمَعْدُودَ عَدًّا فَهُوَ كَالْمَعْدُودِ لِيَمَّا يُرْوَى عَنْهُمَا لِأَنَّهُ
لَيْسَ بِسَالِ الرِّبَا، وَكَالْمَوْزُونِ لِيَمَّا يُرْوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ لَا تَحِلُّ لَهُ
الزِّيَادَةُ عَلَى الْمَشْرُوطِ.

ترجمہ

اور جس شخص نے کوئی کیل والی چیز ناپ کر خریدی یا اس نے کوئی موزون چیز کو وزن کر کے خرید لیا پھر اس نے اس کو ناپ لیا یا
اس کا وزن کر لیا اور اس کے بعد ناپ یا وزن کے مطابق اس کو بیچ دیا تو اس کو خریدنے والے کیسے باپے کرنے یا وزن کرنے کا وہ وہ
کیے بغیر اس چیز کی فروخت یا اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے غلہ کی بیچ سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری
ہوں ایک صاع بائع کا جبکہ دوسرا مشتری کا ہے۔ اور اس لئے بھی ہے کہ ملکیتی موزون چیز میں مشروط سے مقدار کے بڑھ جانے کا
احتمال ہے اور یہ زیادہ چیز بائع کی ہے کیونکہ دوسرے کے مال میں تصرف کرنا حرام ہے۔ پس اس سے اجتناب ضروری ہوگا بخلاف
اس صورت کے کہ جب اس نے اندازے کے ساتھ بیچ دیا ہو کیونکہ اب زیادتی مشتری کی ہے بخلاف اس کے کہ جب کسی نے کپڑے
کو وزن کے ساتھ بیچا ہے کیونکہ اب بھی زیادتی مشتری کی ہے کیونکہ گز کپڑے کا صاف ہے بخلاف مقدار کے، اور بیچ سے پہلے بائع
کا ناپ کرنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ خواہ دوسرے مشتری کی موجودگی میں ایسا کیا ہے کیونکہ یہ بائع اور مشتری کا صاع نہیں ہے جبکہ
شرط بھی نہیں ہے۔

اور بیچ کے بعد مشتری کے موجود نہ ہونے کے وقت میں کیل کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ کیل یہ پروا کرنے کے حکم سے ہے کیونکہ اسی
سے بیچ کا پتہ چلتا ہے۔ جبکہ مشتری کے موجود نہ ہونے کی صورت میں پروا کرنا ممکن نہیں ہے اور جب بیچ کے بعد بائع نے مشتری کی
موجودگی میں بیچ کا ناپ کیا ہے تو کہا گیا ہے کہ حدیث کے ظاہری حکم کے مطابق یہ کیل کرنا کافی نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو

سار کا اعتبار کیا ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ یہی کافی ہو جائے گا کیونکہ ایک ہی کیل سے میٹھ کا پتہ چل چکا ہے اور سپرد کرنے کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے اور حدیث کا محمل دو عقدوں کا اجتماع ہے جس طرح ہم باب مسلم میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب کسی شخص نے عدو والی چیز کو کتنی کے ساتھ خرید لیا تو صاحبین کے نزدیک وہ مذکور کی طرح ہے کیونکہ یہ مال سود نہیں ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ چیز موزون کی طرح ہے کیونکہ مشروط پر زیادتی مشتری کیلئے حلال نہیں ہے۔

غلہ کو وصول کرنے سے قبل بیچنے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام شافعی علیہم الرحمہ کا مذہب وہی ہے جو فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ اور ان سب ائمہ کی دلیل یہ درج ذیل حدیث ہے جس کو کئے مضبوط طرق درواۃ سے روایت کیا گیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۲۷۱، بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے جب تو کوئی غلہ خریدے تو اسے بیچ جب تک تو اس کو پورا پورا وصول نہ کر لے۔

ابوزبیر اور سعید بن یزید سے روایت ہے کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ، مزید سے اور معاوضہ سے اور غابہ سے منع فرمایا ہے۔ (راویوں میں سے ایک نے کہا کہ معاوضہ سے مراد یہ ہے کہ اپنے درخت کا پھل کئی سال کے لئے بچ دیا جائے) اور آپ نے استثناء کرنے سے منع کیا (یعنی ایک مجہول مقدار نکال لینے سے جیسے یوں کہے کہ میں نے حیرے ہاتھ یہ غلہ بیچا مگر تھوڑا اس میں سے نکال لوں گا یا یہ باغ بیچا مگر اس میں سے بعض درخت نہیں بیچے کیونکہ اس صورت میں بیچ باطل ہو جائے گی اور جو استثناء معلوم ہو جیسے یوں کہے کہ یہ ذخیر غلہ کا بیچا مگر اس میں سے چوتھائی نکال لوں گا تو بالاتفاق صحیح ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرایا کی اجازت دی۔

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا مال میں تصرف کرنے میں مذاہب اربعہ

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ عاقل بالغ اور آزاد اور تصرفات کر سکا ہو کو اپنی زندگی میں اپنے ذاتی مال میں تصرف کرنے کا حق ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ چاہے خرید و فروخت کرے یا کرایہ وغیرہ پر دے یا پھر حبہ اور وقف کرے اور اسی طرح باقی تصرفات بھی اس کے لیے جائز ہیں، اور اہل علم کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور اہل علم کے مابین اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ خاوند کو اپنی بیوی کے ذاتی مال میں کوئی امتزاض کرنے کا حق نہیں جبکہ اس کا تصرف کسی عوض میں ہو یعنی خرید و فروخت، اور کرایہ وغیرہ۔

اور جب وہ عورت عقل مند اور تصرف کرنے میں بھی جائز ہو اور پھر وہ عادتاً دھوکہ باز بھی نہ ہو اس کے لیے تصرف جائز ہے۔

(مراتب الاجتماع لابن حزم (162)، الاجماع فی الفقہ الاسلامی تالیف ابو جیب (2 / 566)

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا عورت اپنا سارا مال یا اس میں کچھ حصہ اپنے خاوند کی اجازت کی بغیر بہہ کر سکتی ہے،

ذیل میں ہر مختلف مذاہب بیان کرتے ہیں:

پہلا قول: نکلیہ اور حنا بلکہ کی ایک روایت ہے کہ: ثلث سے زیادہ مال کے بہرہ میں خاوند کو روکنے کا حق ہے، اس سے کم میں خاوند کو روکنے کا حق نہیں۔ (شرح المغرشی (7 / 103) المغنی لابن قدامہ (4 / 513) نیل الاوطار (6 / 22) ان کے دلائل میں قیاس اور منقول دونوں ہی شامل ہیں۔ منقول میں سے دلائل یہ ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی خیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا زور لے کر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: عورت کو اپنے مال میں سے خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ بھی جائز نہیں، تو کیا تو نے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اجازت لی ہے، اس نے کہا جی ہاں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ ان سے پوچھو کہ کیا تو نے خیرہ کو اپنا زور صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے، تو انہوں نے جواب میں کہا جی ہاں میں نے اجازت دی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبول کر لیا۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2380) اس حدیث کی سند میں عبداللہ ابن حبیبی اور اس کا والد دونوں راوی مجھول ہیں۔

عمرہ بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا: (کسی بھی عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں) سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب نمبر (84)، سنن نسائی الزکاة باب (58) مسند احمد (2 / 179) سنن ابن ماجہ (2 / 798)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب خاوند بیوی کی عصمت کا مالک بن جائے تو اس کے لیے اپنے مال میں کچھ بھی جائز نہیں) ترمذی کے علاوہ باقی پانچ نے اسے روایت کیا ہے۔

یہ اور اس سے قبل والی حدیث اس کی دلیل ہے کہ بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کرے، اور اس میں یہ ظاہر ہے کہ عورت کیلئے اپنے مال میں تصرف کرنے کے لیے خاوند کی اجازت شرط ہے، اس قول کے قائلین نے ثلث سے زیادہ کی شرط دوسری تصوف کی وجہ سے لگائی ہے، جن میں یہ ہے کہ مالک کے لیے صرف ثلث اور اس سے کم میں وصیت کرنے کا حق حاصل ہے اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا لیکن اگر دو تا چار اجازت دیں تو پھر کر سکتا ہے۔

جیسا کہ محدث ابنی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ میں میں جو کہ مشہور ہے اس میں ہے کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سارے مال کے صدقہ کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے اجازت نہ دی اور ب دو ٹکٹ کا پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی نہیں ہی کہا اور جب انہوں نے ثلث کے بارہ میں پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثلث ٹھیک ہے اور پھر ثلث بہت ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اور قیاس میں ان کی دلیل یہ ہے کہ: خاوند کا حق اس کے مال سے بھی متعلق ہے جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (عورت سے اس کے مال اور اس کی خوبصورتی و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے) اسے ساتوں نے روایت

کیا ہے۔

اور عادت ہے کہ بیوی کے مال کی وجہ سے خاوند اس کا مہر بھی زیادہ کرتا ہے اور اس میں دلچسپی لیتا اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے، اور جب اسے تنگی پیش آ جائے تو وہ اسے مہلت دے دیتا ہے، تو اس طرح یہ مریض کے مال سے داروں کے حقوق کی جہد ہوا۔
(المغنی لابن قدامہ) (4 / 514)

دوسرا قول: خاوند کو مطلق طور پر بیوی کو تصرف سے روکنے کا حق حاصل ہے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ لیکن صرف خراب اور ضائع ہونے والی اشیاء میں یہ حق نہیں۔ یہ قول لیث بن سعد کا قول ہے۔ (نیل الاوطار) (6 / 22)

تیسرا قول: عورت کو اپنے مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق نہیں۔ یہ طاووس رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں کہتے ہیں طاووس رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن شعیب والی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: عورت کیلئے اپنے مال خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ جائز نہیں۔ ابو داؤد اور نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے، ابن بطلان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: باب کی احادیث صحیح ہیں۔

چوتھا قول: عورت اپنے مال میں مطلقاً تصرف کا حق حاصل ہے چاہے وہ عوض کے ساتھ یا بغیر عوض کے، چاہے وہ سارے مال میں یہ کچھ میں۔

یہ قول جہور علما کرام کا ہے، جن میں شافعیہ، حنابلہ کا ایک مذہب، اور ابن منذر شامل ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ) (4 / 513) الانصاف (5 / 342) اور شرح معانی الآثار (4 / 354) فتح الباری (5 / 318)، نیل الاوطار (6 / 22)

کتاب وسنت اور نظر کے اعتبار سے سب سے زیادہ عامل اور صحیح قول یہی ہے۔ کتاب اللہ سے دلائل:

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور عورتوں کو ان کے مہر پورے کے پورے ادا کرو، اگر تو وہ تمہیں اپنی مرضی اور خوشی سے کچھ معاف کر دیں تو اسے بڑی خوشی سے کھاؤ)۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاوند کے لیے بیوی کے مال سے جس پر وہ راغبی ہو مباح قرار دیا ہے۔ اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا: (اور اگر تم انہیں چھونے سے قبل ہی طلاق دے دو اور ان کا مہر مقرر کر چکے ہو تو جو تم نے مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف ادا کرو لیکن اگر وہ معاف کر دیں)۔

تو اللہ تعالیٰ نے خاوند کے طلاق دینے کے بعد عورت کو اپنا مال معاف کرنے کی اجازت دی ہے اور اس میں کسی کو بھی دخل نہیں کہ اس سے اجازت طلب کی جائے جو کہ عورت کے اپنے مال میں تصرف کرنے کی دلیل ہے، اور اس پر بھی دلیل ہے کہ اپنے مال میں اسی طرح ہے جس طرح کہ مرد اپنے مال میں تصرف رکھتا ہے۔ دیکھیں کتاب: شرح معانی الآثار (4 / 352)۔
اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا ہے: (اور تمہیں کو ان کے بالغ ہونے تک سدھارتے

اور آزما تیر ہو پھر اگر ان میں تم ہو شیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سوئپ دو (النساء 6)۔

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر تہنیم بچی ہو شیاری اور بالغ ہو جائے تو اس کے لیے اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے خطبہ میں وعظ و نصیحت کرنے کے بعد عورتوں نے اپنے زیورات صدقہ کر دیے، تو یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کا اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اور کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

(اتحاف الخلائق بتقویٰ الزوین فی الاسلام تالیف ڈاکٹر فیضان بن قتیق السطری ص 96 - 92)

نیل الاوطار میں ہے کہ: جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ: جب عورت بے وقوف نہ ہو تو اس کے لیے مطلقاً اپنے مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز ہے، اور اگر وہ بے وقوف ہو تو پھر جائز نہیں۔

فتح الباری میں کہا ہے کہ: جمہور علماء کرام کی اس پر کتاب وسنت میں سے بہت سے دلائل ہیں۔ جمہور علماء کرام نے اس حدیث: عورت کے لیے اپنے مال میں خاوند کی عصمت میں رہتے ہوئے بہ جائز نہیں۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر (3079) صحیح الجامع حدیث نمبر (7265) اور بعض روایات کا بیان ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کا رد کرتے ہوئے جمہور علماء کرام کہتے ہیں: یہ ادب اور حسن معاشرت اور خاوند کے بیوی پر حق اور مقام مرتبہ اور اس کی قوت رائے اور عقل پر محمول ہے کہ خاوند ان اشیاء میں پختہ ہوتا ہے۔

امام سندھی نے نسائی کی شرح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ: یہ حدیث اکثر علماء کرام کے نزدیک حسن معاشرت اور خاوند کو رضی و خوش کرنے کے معنی پر ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں تو ہم کس طرح ایسا کہیں اور قرآن مجید اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے، قرآن مجید کعبہ سنت اور پھر آثار اور اس کے بعد معقول کا درجہ ہے۔

میسوند رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بغیر ہی علماء آزاد کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ہونے پر انہیں کوئی عیب نہیں لگایا، تو یہ اس کے علاوہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ حدیث اگر ثابت ہو تو پھر ادب و احسان اور اختیار پر محمول ہوگی۔

تو اس طرح مسلمان عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے خاوند سے اجازت طلب کرے اور اجازت لینا اس پر واجب تو نہیں بہتر ہے، اسے اس کا اجر بھی ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا عورتوں میں سے کوئی عورت بہتر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت اچھی اور بہتر ہے جب اس کی طرح خاوند دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اور جب اسے کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے، اور وہ اپنے مال اور نفس میں خاوند کی مخالفت نہ کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

(سنن نسائی حدیث نمبر (3179) صحیح الجامع حدیث نمبر (3292))

تفسیر سے پہلے میں تصرف کا بیان

قَالَ (وَالتَّصَرُّفُ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ الْقَبْضِ جَائِزٌ) لِقِيَامِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلَيْسَ فِيهِ غَرَرُ الْإِنْفِسَاحِ بِالْهَلَاكِ لَعَدَمِ تَعَيُّنِهَا بِالْعَيْنِ، بِخِلَافِ الْمَبِيعِ، قَالَ (وَيجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع، ويجوز أن يحط من الثمن ويتعلق الاستحقاق بجميع ذلك) فالزيادة والحط يلتحقان بأصل العقد عندنا، وعند زفر والشافعي رحمه الله لا يصحان على اعتبار الإلتحاق، بل على اعتبار ابتداء الضلّة، لهما أنه لا يمكن تصحيح الزيادة ثمناً؛ لأنه يصير ملكه عوضاً ملكه فلا يلتحق بأصل العقد، وكذا الحط؛ لأن كل الثمن صار مقابلاً بكل المبيع فلا يمكن إخراجاً فصار براً مبتدأً، ولنا أنهما بالحط والزيادة يغيران العقد من وصف مشروع إلى وصف مشروع وهو كونه رابحاً أو خاسراً أو عدلاً، ولهما ولأية الرفع فأولى أن يكون لهما ولأية التغير، وصار كما إذا أسقطا الخيار أو شرطاه بعد العقد، ثم إذا صح يلتحق بأصل العقد؛ لأن وصف الشيء يقوم به لا بنفسه، بخلاف حط الكل؛ لأنه تبديل لأصله لا تغيير لوصفه فلا يلتحق به، وعلى اعتبار الإلتحاق لا تكون الزيادة عوضاً عن ملكه، ويظهر حكم الإلتحاق في التولية والمرابحة حتى يجوز على الكل في الزيادة ويباشر على الباقي في الحط وفي الشفعة حتى يأخذ بما بقي في الحط، وإنما كان للشفيع أن يأخذ بذون الزيادة لما في الزيادة من إبطال حقه الثابت فلا يملكها، ثم الزيادة لا تصح بعد هلاك المبيع على ظاهر الرواية؛ لأن المبيع لم يبق على حاله يصح الإعتراض عنه والشيء يثبت ثم يستند، بخلاف الحط لأنه بحال يمكن إخراج البذل عما يقابله فيلتحق بأصل العقد استناداً.

ترجمہ

فرمایا: تفسیر سے پہلے میں تصرف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تصرف کو جائز قرار دینے والی چیز کلیت موجود ہے اور اس میں ملک ثمن کے سبب غرر کا دھوکہ بھی نہیں ہے کیونکہ اثمان کو متعین کرنے سے متعین نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ مع میں ایسا نہیں ہے۔

مشری کیلئے جائز ہے کہ بائع کیلئے ثمن میں اضافہ کر دے بائع کیلئے بھی مشتری کیلئے بیع میں اضافہ کرنا جائز ہے اور قیمت میں سے کچھ کم کرنا بھی جائز ہے ان سب میں حقدار ہونا متعلق ہو جائے گا اگرچہ زیادتی اور کمی ہمارے نزدیک دونوں اصل عقد کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام زعفران امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک الحاق کے اعتبار سے دونوں درست نہ ہوں گے ہاں البتہ ابتداء سے حقدار سے صحیح ہوں گے اور ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ زیادتی کو بطور ثمن قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح مشتری کی ملکیت اس کے ملک ہونے کے بدلے ہو جائے گی کیونکہ یہ اصل عقد کے ساتھ تو لاقح نہیں ہے اور اسی طرح کم کرنا یہ بھی اصل عقد کے ساتھ لاقح نہ ہوگا کیونکہ مکمل ثمن مکمل صحیح کے بدلے میں ہے پس اس کا خروج ممکن نہ ہوگا اور یہ ابتداء کی صورت پر احسان ہے۔

ہر کی دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والے کی اور زیادتی کو ایک شروع وصف سے دوسرے شروع وصف کی طرف تبدیلی کرنا چاہتے ہیں اور وہ وصف بیع میں نفع ہونا یا نقصان دہ ہونا یا برابر ہونا ہے اور عائدین کو عقد صحیح کرنے کی ولایت حاصل ہے۔ یہ تبدیلی کی ولایت تو بدبدجہ اولیٰ ان کیلئے ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح عائدین نے اختیار کو ساقط کر دیا ہو یا انہوں نے عقد کے بعد اختیار شرط کر دیا ہے۔

اور کی تبدیلی درست ہے تو وہ اصل عقد کے ساتھ لاقح ہوگی کیونکہ کسی چیز کے وصف کا قیام چیز کے قائم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وصف بذات خود قائم ہونے نہیں ہے۔ بخلاف مکمل ثمن کے کیونکہ وہ اصل عقد میں تبدیلی ہے وصف میں تبدیلی نہیں ہے۔ پس وہ اصل عقد کے ساتھ لاقح نہ ہوگی۔

اور اگر الحاق کا اعتبار کر لیا جائے جب بھی زیادتی مشتری کی ملکیت کا بدلہ نہ ہوگی اور بیع مراہقہ و قولیہ میں الحاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ زیادتی کی صورت میں کل قیمت پر مراہقہ اور قولیہ جائز ہے جبکہ کمی کی صورت میں بقیہ پر ہوگا۔ اور شفیعہ میں بھی الحاق کے ظاہر ہونے کا حکم واضح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ شفیعہ کمی کی صورت میں بقیہ پر لے گا۔ جبکہ زیادتی کی صورت میں شفیعہ کیلئے زیادتی کے بغیر لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ زیادتی کی صورت میں شفیعہ کیلئے ثابت شدہ حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ پس عقد کرنے والے اس کے مالک نہ ہوں گے۔

ظہر اور روایت کے مطابق ہلاکت بیع کے بعد ثمن میں زیادتی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہلاکت ہونے کے بعد بیع ایک صورت میں بیکہ ہے کہ اس کا بدلہ لینا درست ہو۔ کیونکہ چیز پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے بعد فک کے کیونکہ کمی کی حالت پہ ہوتی ہے اس کے بدلے میں مقابل کا خروج ممکن ہے پس وہ اصل میں عقد کی جانب منسوب ہو کر اس کے ساتھ حق ہو جائے گی۔

بقیہ سے پہلے تصرف ثمن میں فقہی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلف اور بیع حلال نہیں اور ایک بیع میں دو

شرطیں بھی جائز نہیں جس چیز کا وہ ضامن نہ ہو اس کا نفع بھی حلال نہیں اور جو چیز اس کے پاس نہ ہو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ سلف کیساتھ بیع کی ممانعت کا کیا مطلب ہے انہوں نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قرض دے اور پھر کوئی چیز اسے قیمت سے زیادہ کی فروخت کرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ کوئی شخص کسی چیز کی قیمت قرض چھوڑ دے اور اس سے یہ کہے کہ اگر تم یہ قیمت ادا نہ کر سکتے تو یہ چیز میرے ہاتھ فروخت ہوگئی اسحاق کہتے ہیں کہ پھر میں نے امام احمد سے اسی کا معنی پوچھا کہ (جن کا ضامن ہو اس کا منافع بھی حلال نہیں) انہوں نے فرمایا میرے نزدیک یہ صرف غلے وغیرہ میں ہے یعنی جب تک قبضہ نہ ہو اسحاق کہتے ہیں جو چیزیں تولی یا ناپی جاتی ہیں ان کا حکم بھی اسی طرح ہے یعنی قبضے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے یہ کپڑا تمہارے ہاتھ فروخت کیا کہ سلائی اور دھلائی میرے ذمہ ہے تو یہ ایک بیع میں دو شرطوں کی طرح ہے لیکن اگر یہ کہے کہ تمہیں کپڑا فروخت کرتا ہوں اس کی سلائی بھی مجھ پر ہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر صرف دھلائی کی شرط ہو تب بھی جائز ہے اس لیے کہ یہ ایک ہی شرط ہے اسحاق نے اسی طرح کچھ کہا ہے۔ حکیم بن حزام سے کئی سندوں سے مروی ہے یہ حدیث ایوب سختیانی اور ابوالبرکات یوسف بن یوسف بن ماکہ سے اور وہ حکیم بن حزام سے نقل کرتے ہیں پھر عرف اور ہشام بن حسان، ابن سیرین سے اور وہ حکیم بن حزام سے مرسل نقل کرتے ہیں ابن سیرین، ایوب، سختیانی سے وہ یوسف بن ماکہ سے اور وہ حکیم بن حزام سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1251)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طعام خریدے پھر اسکو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1230)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے پھر اس کو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1231)

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حکیم بن حزام نے غلہ خریدا جو حضرت عمر نے لوگوں کو دلوایا تھا پھر حکیم بن حزام نے اس غلہ کو بیچ ڈالا قبضہ سے پہلے جب حضرت عمر کو اس کی خبر پہنچی آپ نے وہ غلہ حکیم بن حزام کو پھردا دیا اور کہا جس غلہ کو تو خریدا ہے پھر اس کو مت بیچ جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مروان بن حکم کے عہد حکومت میں لوگوں کو سندیں ملیں چار کے غلہ کی لوگوں نے ان سندوں کو بیچا ایک دوسرے کے ہاتھ قبل اس بات کے کہ غلہ اپنے قبضہ میں لائیں تو زید بن ثابت اور ایک اور صحابہ مروان کے پاس گئے اور کہا کیا تو راہ کو درست جانتا ہے مروان مروان نے کہا ماضی اللہ کیا کہتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ سندیں جن لوگوں نے خریدا پھر خریدا کر دوبارہ بیچا قبل غلہ لینے کے مروان نے چونکہ راہ کو سمجھا کہ وہ سندیں لوگوں سے چھین کر سند والوں کے حوالے کر دیں۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص نے اناج خریدا چاہا ایک شخص سے وعدے پر تو بائع مشتری کو بازار میں

لے گیا اور اس کو بورے دکھا کر کہنے لگا کون سے غلہ میں تمہاری واسطے خرید کروں مشتری نے کہا کیا تو میرے ہاتھ اس چیز کا بیچتا ہے جو خود تیرے پاس نہیں ہے پھر بائع اور مشتری دونوں عبداللہ بن عمر کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا عبداللہ بن عمر نے مشتری سے کہا تم خریدو اس چیز کو جو بائع کے پاس نہیں ہے اور بائع سے کہا تم بیچو اس چیز کو جو تیرے پاس نہیں ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1233)

جلیل بن عبدالرحمن نے سعید بن مسیب سے کہا میں ان غلوں کو جو سرکاری طرف سے لوگوں کو مقرر ہیں بار میں خرید کرتا ہوں پھر میں چاہتا ہوں کہ غلہ کو میعاد لگا کر لوگوں کے ہاتھ بیچوں سعید نے کہا تو چاہتا ہے ان لوگوں کو اسی غلہ میں سے ادا کرے جو تو نے خرید اسے جلیل نے کہا ہاں سعید بن مسیب نے اس سے منع کیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے جو شخص اتانج خرید کرے جیسے گہوں جو جوار باجرہ ڈالیں وغیرہ جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا روٹی کے ساتھ کھانے کی چیزیں جیسے زیتون کا تیل یا گھی یا شہد یا سرکہ یا خیر یا دودھ یا تیل کا تیل اور جو اس کے مشابہ ہیں تو ان میں سے کوئی چیز نہ بیچے جب تک ان پر قبضہ نہ کر لے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1234)

قبضہ سے پہلے تصرف کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ جب فقہاء شوافع کے نزدیک جب کسی شخص نے بیع شدہ چیز میں قبضہ سے پہلے تصرف کیا تو یہ جائز نہیں ہے اگر خریدنے والے قیمت وصول کر لی ہو اور مال اٹھانے کی اجازت بھی دے چکا ہے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ خریدنے والا جب خرید کردہ مال پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس کو بیچ دے تو اس کا یہ تصرف درست ہوگا اگرچہ وہ مال منقول ہو یا غیر منقول ہو جس طرح زمین اور درخت وغیرہ ہیں۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیچ دی گئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں بیچ کا تصرف درست ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ چیز بیٹانے، دوڑنے یا گزرنے سے تپ لی جانے والی نہ ہو۔ اور اگر وہ ایسی چیز ہے تو پھر اس میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اگر منقول چیز کی بیع قبضہ سے پہلے کی جائے تو وہ بیع فاسد ہو جائے گی۔ ہاں ابتہ جب وہ بائع کے ہاتھ سے یا اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچا جائے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

نقدشن کے بدلے کسی چیز کو بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ بِشَيْءٍ حَالٍ ثُمَّ أَجَلَهُ أَجَلًا مَعْلُومًا صَارَ مَوْجِلًا) ؛ لِأَنَّ الشَّيْءَ حَقُّهُ فَلَهُ أَنْ يُؤَخِّرَهُ تَبْسِيرًا أَعْلَى مِنْ عَلَيْهِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَمْلِكُ إِبْرَاءَهُ مُطْلَقًا فَكَيْدًا مَوْقِلًا، وَلَوْ أَجَلَهُ أَلْسَى أَجَلٍ مَجْهُولٍ إِنْ كَانَتْ الْجَهْلَاءُ مَتَّحِحَةً كَهَوْبِ الرِّيحِ لَا يَجُوزُ، وَإِنْ كَانَتْ

مُقَارِبَةً كَالْحَصَادِ وَالذِّيَّاسُ يَجُوزُ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْكِفَالَةِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے نقد ثمن کے ساتھ کسی چیز کو بیچا اور اس نے معلوم مدت تک اس کا ادھار کر دیا ہے تو ثمن ادھار ہو جائے گی کیونکہ ثمن بائع کا حق ہے پس مشتری کی سہولت کے سبب اس کو ثمن موخر کرنے کا اختیار دیا جائے گا کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ بائع مشتری کو ساری ثمن سے بری کرنے کا بھی مالک ہے اسی طرح وہ ثمن کو ادھار کرنے کا بھی مالک ہوگا اور جب بائع کسی بھول مدت تک ادھار کی اور اب اگر جہالت فاحش ہے جس طرح ہوا چلنا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر جہالت قریبی ہے جس سختی کا کاٹنا ہے یا گہنا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ کفالہ کے حکم میں ہوگا اور اس کو اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

شرح

حضرت عاتقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر قطر کے بنے ہوئے دو موٹے کپڑے تھے جب آپ بیٹھے اور پسینہ آتا تو یہ آپ کی طبیعت پر گر کر گزرتے۔ اسی اثنا میں ایک یہودی کے پاس شام سے جتنی کپڑا آیا میں نے عرض کیا کہ آپ کسی کو بھیجیں کہ وہ آپ کے لیے اس سے دو کپڑے خرید لائے۔ جب ہمیں سہولت ہوگی ہم ان کی قیمت ادا کر دیں گے آپ نے ایک شخص کو بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ جانتا ہوں کہ آپ چاہتے ہیں کہ میرا کپڑا اور پیسے دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیں۔ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے اسے معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ پرہیزگار بھی ہوں اور امانت دار بھی اس باب میں حضرت ابن عباس، انس، اسامہ بنت زید سے بھی احادیث منقول ہیں حدیث عاتقہ حسن صحیح غریب ہے شعبہ بھی اس حدیث کو عمارہ بن ابی حفصہ سے نقل کرتے ہیں محمد بن فراس بصری، ابو داؤد، طیالسی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شعبہ سے کسی نے اس حدیث کے مخرج پوچھا تو وہ فرمانے لگے کہ میں اس حدیث کو اس وقت تک بیان نہیں کروں گا جب تک تم کھڑے ہو کر حری بن عمارہ کے سر کا پوسٹیں لو گے اور حری اس وقت وہاں موجود تھے (اس سے برادر حری کی تعظیم ہے کیونکہ شعبہ نے یہ حدیث حری بن عمارہ سے سنی ہے)۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1229)

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کچھ قباحات نہیں اگر ایک مرد دوسرے مرد سے سلف کرے اتنا ج میں جب اس کا وصف بیان کر دے نرغ مقرر کر کے میعاد معین پر جب وہ مسلم کسی ایسے کیت میں نہ ہو جس کی بہتری کا حال معلوم نہ ہو یا ایسی کجیور میں نہ ہو جس کی بہتری کا حال معلوم نہ ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے جو شخص سلف کرے اتنا ج میں نرغ مقرر کر کے مدت معین پر تو جب مدت گزرے اور خریدار بائع کے پاس وہ اتنا ج نہ پائے اور سلف کو رخ کرے تو خریدار کو چاہیے اپنی چاندی یا سونا دیا ہو۔ قیمت دی ہوئی بعینہ پھیر لے یہ نہ کرے کہ ان کے بدلے میں دوسری شئی بائع سے خرید لے جب تک اپنے ثمن پر قبضہ نہ کر لے کیونکہ اگر خریدار نے جو قیمت دی ہے اس کے سوا کچھ لے آیا اس کے بدلے میں دوسرا سبب خرید لے تو اس نے اتنا ج کو قبل قبضہ

کے بیچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا سلف کو فسخ کر ڈال اور من واپس کرنے کے لیے میری چیز کو مہلت دیتا ہوں تو یہ جائز نہیں اور اہل علم اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ جب میعاد گزر گئی اور اناج بائع کے ذمہ واجب ہو اب مشتری نے اپنے حق وصول کرنے میں دیر کی اس شرط سے کہ بائع مسلم کو فسخ کر ڈالے تو گویا مشتری نے اپنے اناج کو ایک مدت پر بیچنا قبول کیے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ جب مدت پوری ہوئی اور خریدار نے اناج لینا پسند نہ کیا تو اس اناج کے بدلے میں کچھ روپے ٹھہرا لیے ایک مدت پر تو یہ اقالہ نہیں ہے اقالہ وہ ہے جس میں کسی بیشی بائع یا مشتری کی طرف سے نہ ہو اگر اس میں کسی بیشی ہوگی یا کوئی میعاد بڑھ جائے گی یا کچھ فائدہ مقرر ہوگا بائع کا یا مشتری کا تو وہ اقالہ ہی سمجھا جائے گا اور اقالہ اور شرکت اور تولیہ جب تک درست ہیں کہ کسی بیشی یا میعاد نہ ہو اگر یہ چیزیں ہوں گی تو وہ نئی بیع سمجھیں گے۔ جن وجوہ سے بیع درست ہوتی ہے یہ بھی درست ہوں گی اور جن وجوہ سے بیع نادرست ہوتی ہے یہ بھی نادرست ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص سلف میں عمدہ گیہوں ٹھہرائے پھر میعاد گزرنے کے بعد اس سے بہتر یا بری لے لے تو کچھ قباحت نہیں بشرطیکہ وزن وہی ہو جو ٹھہرا ہو یہی حکم انکسور اور کھجور میں ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1237)

مجبور مدت تک ادھار کی ممانعت

حضرت سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار منع کرتے تھے اس بات سے کوئی شخص گیہوں کو سونے کے بدلے میں بیچے میعاد کا کر پھر قبل سونا لینے کے اس کے بدلے میں کھجور لے لے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1235)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کثیر بن فرقہ نے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے پوچھا کوئی شخص اناج کو سونے کے بدلے میں میعاد لگا کر بیچے پھر قبل سونا لینے کے اس کے بدلے میں کھجور خرید لے انہوں نے کہا یہ مکروہ ہے اور منع کیا اس سے ابن شہاب سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار ابو بکر بن محمد اور ابن شہاب نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی آدمی گیہوں کو سونے کے بدلے میں بیچے پھر اس سونے کے بدلے کھجور خرید لے اسی شخص نے جس کے ہاتھ گیہوں بیچے قبل اس بات کے کہ۔ نے پر قبضہ کرے اگر اس سونے کے بدلے میں کسی اور شخص سے کھجور خریدے سوائے اس شخص کے جس کے ہاتھ گیہوں بیچے ہیں اور کھجور کی قیمت کا حوالہ کر دے اس شخص پر جس کے ہاتھوں گیہوں بیچے ہیں تو درست ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1236)

قرض کے سوا دین کو مؤجل کرنے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ ذَيْنِ حَالٍ إِذَا أَجَلُهُ صَارَ مُؤَجَّلًا) ؛ لِمَا ذَكَرْنَا (إِلَّا الْقَرْضَ) فَإِنْ تَأَجَّلَ لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّهُ إِعَارَةٌ وَصَلَةٌ فِي الْإِنْتِدَاءِ حَتَّى يَصِحَّ بِلَفْظَةِ الْإِعَارَةِ ، وَلَا يَمْلِكُهُ مِنْ لَا يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ كَالْوَصِيِّ وَالصَّبِيِّ وَمُعَاوَضَةً فِي الْإِنْتِهَاءِ ، فَعَلَى اغْتِبَارِ الْإِنْتِدَاءِ لَا يَلْزَمُ التَّاجِيلُ فِيهِ كَمَا فِي الْإِعَارَةِ ، إِذْ لَا جَبَرُ فِي التَّبَرُّعِ ، وَعَلَى اغْتِبَارِ الْإِنْتِهَاءِ لَا يَصِحُّ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ بَيْعُ الدَّرَاهِمِ بِالْأَدْرَاهِمِ نَيْسِنَةً وَهُوَ رَبًّا ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا أَوْصَى أَنْ يُقْرِضَ مِنْ مَالِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَلَنَا إِلَى سَنَةٍ حَيْثُ يَلْزَمُ الْوَرَكَةُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَنْ يُقْرِضَهُ وَلَا يُطَالِبُهُ قَبْلَ الْمُدَّةِ ؛ لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِالتَّبَرُّعِ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ بِالْخِدْمَةِ وَالسَّكْنَى فَيَلْزَمُ حَقًّا لِلْمُوصِي ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

ترجمہ

فرمایا: ہر دین جس کو صاحب دین مؤجل کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے جس طرح ہم ذکر کرائے ہیں جبکہ قرض میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ قرض کو مؤجل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قرض ابتداء میں اعادہ اور صلہ رحمی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اعادہ کے لفظ سے درست ہو جاتا ہے۔ اور جو احسان کا مالک نہیں ہے وہ قرض کا مالک بھی نہ ہوگا جس طرح وصی اور وصی ہے اور قرض انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ ہے پس ابتداء کی وجہ سے اس میں تاخیر لازم نہ ہوگی جس طرح اعادہ میں ہوتا ہے کیونکہ احسان میں جبر نہیں ہے۔ اور انتہاء کے اعتبار سے بھی اس میں تاخیر درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح دراہم کے بدلے میں دراہم کی بیع ادھار کے ساتھ ہو جائے گی جو سود ہے اور یہ حکم اس حکم کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کے مال سے فلاں آدمی کو ایک سال کیلئے ایک ہزار دراہم بطور قرض دیئے جائیں پس وراثہ کیلئے حکم ہوگا کہ وہ موصی کے تہائی مال سے موصی کو قرض دے دیں اور عدت سے قبل اس کو طلب بھی نہ کریں کیونکہ خدمت اور رہائش کی طرح یہ وصیت بھی احسان ہے پس موصی کیلئے بطور حق یہ لازم ہو جائے گی۔

قرض جلد ادا کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس سے تیس سارے جو قرض لیے تھے اور اس حکم بدلے آپ ﷺ نے اپنی زرہ میں من رکھی تھی۔ (سنن ابن ماجہ)

اس لیے کہ قرض کی ادائیگی واجب اور ضروری ہے اور عدم ادائیگی باعث گناہ ہے۔

قرض ادا نہ کرنے والے کے سلسلے میں حدیث پاک میں وعید آئی ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بفس المعومن

معلقة بدینہ حتی یقضی عنہ (سنن ابن ماجہ)

علامہ عراقی نے اس حدیث کا یہ مطلب نقل کیا ہے کہ مقروض میت کے بارے میں نہ نجات کا فیصلہ ہوگا اور نہ ہلاکت کا یہاں تک کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی طرف سے قرض ادا کیا گیا یا نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی)

علامہ خطیب شرنبلہؒ نے اس حدیث کا مطلب اس طرح بیان کیا کہ جب کوئی شخص مقروض ہونے کی حالت میں مرتا ہے تو اس کی روح قبر میں محبوس ہوتی ہے اور عالم برزخ میں دیگر دعوں کے ساتھ اسے کشادگی حاصل نہیں ہوتی، اور اسے جنت کی میر سے محروم رکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی طرف سے قرض ادا کیا جائے (معنی الحج)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس پر ایک دینار یا درہم قرض باقی ہو تو اس وقت جب درہم و دینار کام نہیں آئے گا، اس کی نیکیوں کے ذریعے قرض ادا کیا جائیگا۔

(سنن ابن ماجہ)

اسی طرح ایک حدیث میں بغیر قرض کے مرنے والے کو اللہ کے رسول ﷺ نے دخول جنت کی بشارت سنائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی روح اس کے جسم سے اس حال میں جدا ہو کہ اس پر کسی کا قرض نہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے قرض ادا نہ کرنے والوں کو اس فعل سے بچنے اور اس سے باز آنے کی طرف توجہ دلانے اور اس فعل کے سخت گناہ ہونے کو بتانے کے لئے ایک مقروض پر نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ محابہ کو یہ حکم دیا کہ تم پڑھ لو۔ (شرح مسلم)

اس کے علاوہ شریعت اسلامیہ میں کئی مقامات پر قرض کی ادائیگی کا وقت ہونے پر قرض ادا نہ کرنے والے کے حق میں سختی کا معاملہ کیا گیا ہے۔ جن جملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا وقت ہونے کے بعد دائن قرض دینے والے کو اس بات کا مکمل اختیار ہے کہ وہ مقروض کو سفر کرنے سے روکے، یہاں تک کہ وہ قرض ادا کرے پھر سفر کرے۔ (لفقہ الاسلامی واولاد)

اسی طرح باوجود دین کی ادائیگی پر قدرت کے جو دین ادا نہ کرے یا مال منول کرے تو اسے قاضی کے حکم سے قید کیا جائے۔ اسلام میں چوری کی سزا یہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں لیکن جب مقروض قرض کے ادا نہ کرے جس کی بناء پر قرض دینے والا مقروض کا مال اپنے قرض کی بقدر چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے نہیں جائیں گے۔ (لفقہ اسلامی واولاد)

اسلام میں جہاد جیسے اہم و عظیم کام کی فضیلت و اہمیت سے کسی کو انکار نہیں لیکن قرض کی ادائیگی کو جہاد پر مقدم کیا گیا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں والدین الحال یحرم سفور جہاد وغیرہ الا باذنه غریمہ کہ قرض کی ادائیگی کا وقت ہونے کے بعد قرض دینے والے کی اجازت کے بغیر جہاد کی غرض سے سفر کا حرام ہے۔ (منہاج الطالبین)

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شیء الا الدین کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، سوائے قرض کے۔ (مسلم)

لہذا قرض کی ادائیگی اس پر لازم ہونے کے بعد جہاد جیسے کام کے لئے ادائے قرض کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ بھی

اس طرح کے کئی مسائل ہیں جن کا احاطہ اس وقت نامکن ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرض ادا نہ کرنے کا گناہ کتنا سخت ہے اور مذہب اسلام میں قرض ادا نہ کرنے والے کے ساتھ کس طرح سخت رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ لہذا قرض لینے والوں کو چاہیے کہ وعدے کے مطابق قرض کو ادا کرنے کو کوشش کریں۔ تاکہ قرض دینے والے آئندہ بخوشی قرض دے سکیں، آج اگر سارے قرض لینے والے پوری ایمانداری و دیانت داری کے ساتھ قرض ادا کرنے لگیں تو مالداروں کو بھی قرض دینے میں کوئی پریشانی نہ ہوگی، اور سود جیسے بڑے گناہ سے حفاظت بھی ہوگی۔ البتہ قرض دینے والوں کو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ مقروض اگر حقیقت میں قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو اسے کچھ دنوں تک مہلت دیں۔ اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة الله ميسرة کہ اگر وہ تنگ دست ہیں تو انھیں خوشحال ہونے تک مہلت دو۔ (البقرہ)

بائع کا قرض خواہوں سے زیادہ حقدار ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا مال بچا کسی کے ہاتھ بھر مشتری مفلس ہو گیا اور بائع نے اپنی چیز بعید مشتری کے پاس پائی تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔
حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے کوئی اسباب بچا پھر مشتری مفلس ہو گیا اور بائع نے اپنی چیز بعید مشتری کے پاس پائی تو بائع اس کو لے لے گا اگر مشتری نے اس میں سے کچھ بیچ ڈالا ہے تو جس قدر باقی ہے اس کا بائع زیادہ حقدار ہے بہ نسبت اور قرض خواہوں کے۔ اگر بائع تھوڑی سی شے بیچا ہے پھر بائع یہ چاہے کہ اس شے کو پھر کر جس قدر اسباب اپنا باقی ہے اس کو لے لے اور جو کچھ باقی رہ جائے اس میں اور قرض خواہوں کے برابر ہے تو ہو سکتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے سوت یا زمین خریدی پھر سوت کا کپڑا بن لیا اور زمین پر مکان بنایا بعد اسکے مشتری مفلس ہو گیا اب زمین کا بائع یہ کہے کہ میں زمین اور مکان سب لیے لیتا ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا بلکہ زمین کی اور عملے کی قیمت لگائیں گے پھر دیکھیں گے اس قیمت کا حصہ زمین پر کتنا آتا ہے اور عملے پر کتنا آتا ہے اب بائع اور مشتری دونوں اس میں شریک رہیں گے زمین کا مالک اپنے حصہ کے موافق اور باقی قرض خواہ عملے کے موافق۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی مثال یہ ہے جیسے زمین اور عملے کی قیمت پندرہ سو ہوئی اس میں سے زمین کی قیمت پانچ سو ہے اور عملے کی ہزار ہے تو زمین والے کا ایک ٹکٹ ہو گا اور باقی قرض خواہوں کے دو ٹکٹ ہوں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہی حکم سوت میں ہے جب کہ مشتری نے اس کو بن لیا بعد اس کے قرضدار ہو کر مفلس ہو گیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مشتری نے اس چیز میں تصرف نہیں کیا مگر اس چیز کی قیمت بڑھ گئی اب بائع یہ چاہتا ہے کہ اپنی شے پھیر لے اور قرض خواہ چاہتے ہیں کہ وہ شے بائع کو نہ دیں گو قرض خواہ ہوں کو اختیار ہے خواہ بائع کی شے پوری

پوری حواسے کر دیں۔ اگر اس چیز کی قیمت گھٹ گئی تو بآلحان کو اختیار ہے خواہ اپنی چیز لے لے پھر اس کو مشتری کے مال سے کچھ غرض نہ ہوگی خواہ اپنی چیز نہ لے اور قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہو جائے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے لوٹری خریدی یا جانور خرید یا پھر اس لوٹری یا جانور کا مشتری سے پاس آن کر بچہ پیدا ہوا بعد اس کے مشتری مفلس ہو گیا تو وہ بچہ بائع ہوگا البتہ اگر قرض خواہ بائع کی پوری ضمانت داکر دیں تو بچہ کو اور اس کی ماں کو دونوں کو رکھ سکتے ہیں۔ (مولانا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1269)

مرحبہ اساسی بینک کاری نظام پر بحث و نظر کا بیان

پہلی شہادت: مرحبہ اساسی بینکوں کے مجوزین علماء کرام اور مرحبہ اساسی بینکاری سے وابستہ حضرات یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کی حقیقی اور اصلی بنیادیں شرکت اور مضاربت ہیں اور مرحبہ مراہجہ و اجارہ محض حیلے ہیں، جنہیں محدود وقت اور عبوری دور کے لئے مشروط طور پر جائز اور قابل عمل قرار دیا گیا تھا، مرحبہ مراہجہ و اجارہ بالافتاح اسلامی بینکاری کی مستقل مثالی بنیادیں ہرگز نہیں ہیں، بلکہ انہیں مستقل بنیاد بنانا بھی سودی حیلہ ہونے کی بناء پر ناجائز اور خلاف شرع ہے، مگر اس کے باوجود ہمارے بینکار حضرات شرکت و مضاربت کی بجائے مرحبہ اجارہ و مراہجہ پر جم کر بیٹھ چکے ہیں اور ان کے خطرناک ہونے اور سودی حیلہ ہونے اور روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال ہونے نیز مادی طور پر سودی معاملہ ہونے کے باوجود ان حیلوں کو ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں، کیونکہ مرحبہ اجارہ و مراہجہ کو روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال کرنے سے جو عینہ روایتی بینکاری کی شکل و صورت اور خاصیت و افادیت کا نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو ہر بینکار کے لئے قابل قبول ہے اس کے مقابلہ میں شرکت و مضاربت کا عنصر اسلامی بینکوں میں قلیل کا معدوم کے درجہ میں ہے اور نفع و نقصان میں شرکت کے اسلامی اصول کی وجہ سے شرکت و مضاربت مرحبہ بینکوں کے لئے کسی قسم کی دلچسپی کا ذریعہ نہیں ہیں اس لئے بجا طور پر یہ کہہ جاسکتا ہے کہ مرحبہ اساسی بینکاری اپنی اہم کردہ اصلی بنیادوں سے ایسی بنی ہوئی ہے کہ اس کا اصل بنیادوں کی طرف براہ حال کے درجہ میں صاف نخر آ رہا ہے۔ کیونکہ اسلامی بینک کی حقیقی بنیادیں ایک طرف جب کہ مرحبہ اساسی بینکاری کا رخ مخالف سمت میں ہے۔

دوسری شہادت: یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری کے پشتیبان محمد تقی عثمانی جن کے فتویٰ اور شخصیت پر اس سلسلہ میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ اس بینکار کی نظام سے سخت ہلال اور مایوس ہیں جس کا اظہار انہوں نے مختلف تحریروں اور بیانات میں فرمایا ہے، نبی ماحیوں کے نتیجہ میں وہ اس نظام سے رفتہ رفتہ دور ہونے کا عقد یہ بھی دے رہے ہیں اور برطانیہ ارشاد بھی فرم چکے ہیں کہ مرحبہ اساسی بینکاری کا پیرواب الٹا چلے گا ہے۔ (مولانا کے اس بیان کی کیسٹ اور سی ڈی ہمارے پاس محفوظ ہے۔)

جس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں بیان کیا جاسکتا کہ مرحبہ اساسی بینکاری کو شروع سے غیر اساسی کہنے دے حضرت کے خدشات اور اندیشے تو بالکل درست ہی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ جو رشتہ بینکوں کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگ ہونے کی توقع کر رہے تھے اور اسلامی بینکاری سے نیک خواہشات وابستہ کئے ہوئے تھے، وہ بھی اس کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگی کا تصور اب

محض ایک ادھر ا خواب سمجھنے پر مجبور ہو رہے ہیں، اگر مروجہ اسلامی بینک اپنے مجوزہ مطلوبہ شرعی معیار پر کام کر رہے ہوتے تو ہر سال بزرگوں کو مایوسیوں کا سامنا ہوتا، نہ ہمارے بینکار حضرات کو ان کے شکوے سننے پڑتے۔

تیسری شہادت: ان لا تعدوا عوام الناس اور دانشوروں کی ہے جنہوں نے روایتی اور مروجہ اسلامی دونوں بینکوں سے اپنے معاملات رکھے، مگر وہ کسی بھی طور پر دونوں کے درمیان کوئی افونی سے افونی فرق بھی تلاش بسیار کے باوجود محسوس نہیں کر پائے حالانکہ اس طبقہ میں ایک عام کاؤنٹنر، بولڈر سے لے کر بڑے سے بڑے اقتصادی ماہرین اور تاجر بینکار حضرات تک بھی شامل ہیں جن کے بارے میں بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بینکاری نظام، اس کی باریکیوں اور کانیوں سے اتنی گہرائی اور گیرائی کا تعلق رکھتے ہیں کہ اس میدان میں ان کی معلومات کا پیمانہ زینہ ہمارے جدید اسلامی بینکاروں کی آخری منزل کے بعد شروع ہوتا ہے، ان ماہرین نے بینکاری نظام، صرف رسائل و جرائد یا اسباق و دروس سے ذریعہ نہیں سیکھا، بلکہ ان کی زندگی کا کارآمد عرصہ ان بینکوں میں گزرا ہے اس کے باوجود انہیں روایتی اور اسلامی بینکوں کے درمیان چند اسلامی اصطلاحوں کے علاوہ کوئی فرق محسوس نہیں ہو سکا، جو اس بات پر شہادت ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا عملی طریقہ، فراہم کردہ اسلامی بنیادوں کی بجائے روایتی بینکوں کے سرمایہ کاری کے طریقوں پر چل رہا ہے اس لئے روایتی اور اسلامی بینکوں میں صرف چند اصطلاحوں کا لفظی فرق ہے، عملی طریقہ کار اور اہداف و اغراض میں دونوں یکساں ہیں۔

دوسری وجہ: مروجہ اسلامی بینکاری وضع، فاساد، کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے فراہم کردہ بنیادیں بھی، یہیں طور سقم سے خالی ہیں کہ ان بنیادوں کی تطبیق، تشریح، تعبیر، استدلال اور طرز استدلال میں مروجہ بینکاری کے مجوزین حضرات نے شرعی اعتبار سے خطبات، تسمین، تخریریں کھائی ہیں۔ مثلاً:

ان حضرات کے استدلال اور طرز استدلال میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ بینکاری کے لئے مفید تجارتی شکلوں کو اسلامائز کرنے کے لئے کسی فقہی اصطلاح میں قطع و برید کی گئی ہے، خلاف ضابطہ ضعیف اور مرجوح اقوال پر اعتماد و انحصار کیا گیا ہے، ایک ہی معاملہ میں شرعی ثنائیت پورے کئے بغیر مذہب غیر کی طرف جانے کی روش کو مباح سمجھا گیا، جو کہ تمام مذاہب کے ہاں تعلقِ قزم (مختلف اقوال کو ماننے کی حرمت) ہو کر بالا جماع باطل ہے، اسی طرح حسبِ فتناء کسی تجارتی شکل کو اسلامی شکل ثابت کرنے کے لئے اور اسلامی نہادہ پہنانے کیلئے صحیح، صریح اور واضح شرعی احکام سے علم صرف نظر کرتے ہوئے، دوراز کار تاویل و تراویل کا طریقہ کار اختیار فرمایا گیا۔ جسے علماء شریعت نے، شریعت کی توہین، تعطیل اور شرعی احکام کا مذاق قرار دیا ہے کیونکہ یہ طرز عمل تاویل نامہ کے زمرے میں آتا ہے۔

بینکوں میں مانگ کردہ مراہجہ و اجارہ محض حیلے ہیں، یہ اسلامی تمویل طریقے بالا اتفاق نہیں اس کے باوجود ان حیلوں کو مستعمل نظام بنانا ناجائز ہے۔ ایسے حیلوں کے ذریعے انجام پانے والا معاملہ بھی ناجائز ہی کہلاتا ہے۔ جیسے امام محمد علیہ الرحمہ کے ہاں بیع عینہ کا حیلہ ناجائز ہے اسی طرح مروجہ مراہجہ و اجارہ کے حیلے اور ان کو ذریعہ تمویل بنانا بھی ناجائز ہے۔ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے اس طرح

کے واضح احکام کو تاویل و تزییل کے ذریعے نظر انداز فرمایا جبکہ دوسری طرف اسلامی بینکوں کے مالی جرمانہ کے جواز سے لئے ابن عربیہ، مالکی رحمہ اللہ کے مرجوح متروک کا بعد وہ قول پر اعتماد کیا گیا حالانکہ اس قول پر عمل کرنا شرعاً و اصولاً جائز بھی نہیں تھا، انسانی بینکاری کے تجویزین نے ان شرعی اصولی نزاکتوں سے قصداً چشم پوشی فرمائی ہے ورنہ یہ واضح احکام اسلام سے نہ کڑ پشیدہ نہیں تھے۔

اسلامی بینکاری میں مراہجہ و تولیہ کی عدم ممانعت کا بیان

مرجہ اسلامی بینکوں میں رائج مراہجہ اور مراہجہ فقہیہ میں کوئی شک نہیں، مراہجہ فقہیہ میں ابتدا سے قیمت و ثمن کا متعین ہونا ضروری ہے، اس لئے مراہجہ فقہیہ میں رائج مراہجہ میں بینک ٹرن کی ایسی پینٹ نہیں ہونا یا اس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے مراہجہ بینکیہ، اصطلاحی مراہجہ تو درکنار، عام کسی بیع کے تحت بھی نہیں آتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے معاملہ و مراہجہ کا نام دینا شرعاً خیانت کہلاتا ہے اور ناجائز شمار ہوتا ہے، مگر مرجہ اسلامی بینکاری میں اس خیانت و مراہجہ نام نہاد رواج دیا گیا ہے۔

مرجہ اسلامی بینکوں میں رائج مراہجہ میں بینک کا نقدی حوالہ جس پر پیشکش دیتا ہو چاہے بینک اس سے اس کے نقدی وکالت کے مختلف مراحل شرعی اعتبار سے وکالت ہو، بینک بینک سے بدین دین کی ذمہ داری ایک شخص سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہے۔ صراحۃً وکالت فاسدہ ہے۔ اس لئے وکالت کا یہ طریقہ کار شرعاً محض کا نقدی کی نگاہ میں اور فنی بیرونی ہے۔ حقیقت میں ایک ہی فرد بائع اور مشتری بن رہا ہے جو کہ صراحۃً خلاف شرع ہے۔ اس مراہجہ کا شرعی اصطلاحی مراہجہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس مراہجہ کو کہ خالص سودی حیلہ ہے۔ اداران بینکوں کا فتنہ رائج نہیں رہا ہے۔

مرجہ اجارہ میں عائدین کا بنیادی مقصد اجارہ کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ خریداری کا معاملہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ قاعدہ و قانون کی رو سے حکم، اصل مقصد (بیع) پر ہی لگے گا نہ کہ الفاظ (اجارہ) پر اس سے اس معاملہ کو اگر بیع کہا جائے تو یہ بیع متروکہ و اجارہ ہے جو کہ خلاف شریعت ہے۔

مرجہ اجارہ میں اجرت کی شرح کی تعیین اور تناسب کے لئے روایتی سود کی شرح کو معیار بنانا ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ یہ سودی معاملات کے ساتھ اولاً مشابہت، ثانیاً اشتباہ بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ روایتی سود کی شرح مختلف اوقات میں بدلتی رہتی ہے یہ افراط زر کی وجہ سے کسی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ایسا اجارہ جس میں اجرت کی شرح و تناسب پیشگی طور پر پیشگی معلوم نہ ہو وہ ناجائز ہوتا ہے۔ مگر ہمارے اسلامی بینکار حسب عادت یہاں بھی اصل احکام کو چھوڑ کر خلاف شریعت طریقہ کو شرعی جو زفر نام نہاد کی تک دو میں لگے دے گئے ہیں۔

اسی طرح مرجہ اجارہ کی کسی بھی عقد میں قسطوں کی ادائیگی یا تاخیر کی صورت میں جب کہ اسے اجاریہ صدقہ کرنا اور لینا دونوں شرعاً ہر ناجائز و ناجائز صدقہ نہیں بلکہ جرمانہ ہے جو کہ بلاشبہ ناجائز ہے اور خالص سودی ہے، بلکہ جس فقہی مہارت سے بعض اہل علم نے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے خود اسی مہارت سے اس جرمانے کا صریح سود ناجائز ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ صدقہ بینک کے

یق مد کے لئے بینک کی شرائط اور ترجیحات کی لازمی رعایت کے ساتھ اس کے مجبور کرنے پر گاہک کو بینک کے لئے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس سسٹم میں بھی مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین کو سہوایا عدا بہت بڑا مقابلہ لگا ہے کہ انہوں نے بینک کی ایک غیر شرعی ضرورت کو شرعی ثابت فرمانے کے لئے بہت دوش کی بات بہت دور سے ثابت فرمانے کی کوشش فرمائی ہے جس کی بالکل گنجائش نہیں تھی حالانکہ صاف ظہر ہے کہ جہاں جبر و وہ صدقہ نہیں۔ جہاں اصطلاحی صدقہ ہو وہاں جبر نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح اجارہ اور مروجہ بینکوں کے دیگر حقوق میں سیکورٹی ڈپازنگی قانون شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اصطلاحی شرکت و مضاربہ، اجارہ، مراہجہ وغیرہ یہ سب امانات کے قبیل سے ہیں نہ کہ منہات کے قبیل سے، جبکہ سیکورٹی (رہن) صرف منہات پر ہی چاہتی ہے وہ بھی سیکورٹی (رہن) کے احکام کے مطابق۔ جبکہ ہمارے اسلامی بینکوں میں راج سیکورٹی نہ رہن ہے نہ قرض ہے نہ ہانت ہے۔ بلکہ دوسرے کے مال سے فائدہ اٹھانے کے لئے خلاف شرع حیلہ اور بہانہ اور تلفیق بھی ہے جو کہ جائز اور حرام ہے۔ مروجہ اسلامی بینک شرکت و مضاربہ کو اصلی حقیقی بنیادیں تسلیم کر لینے کے باوجود وہ بھی ان اصلی بنیادوں پر سر مایہ کاری بھی نہیں کر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرکت و مضاربہ کا تناسب، اجارہ و مراہجہ کے مقابلے میں ایک سروے اور محظوظ اندازے کے مطابق زیادہ سے زیادہ صرف پندرہ سے بیس فیصد ہے، بالفرض اگر پچاس فیصد بھی مان لیا جائے تو معاہدہ اجتماع حلال و حرام الا طلب الحرام الحلال (حلال و حرام جب بھی جمع ہوئے حرام حلال پر غالب رہا) کے پیش نظر نیز احوال واقعی کے مطابق سروے کاری کے حلال طریقے قلیل کا تعدد ہوں۔ اور غیر شرعی طریقوں کا عنصر زیادہ ہو تو ایسا ملحوظ طریقہ و تمویل غیر شرعی ہی کہلاتا ہے۔ اس لئے مروجہ اسلامی بینکوں کے طریقے و تمویل کو شرعاً جائز کہنے کی کوئی اصولی گنجائش موجود نہیں اس کے باوجود اسے جائز کہہ جاتا ہے اور اس کا جواز جلد یا بھی جاتا ہے۔

مشارکت و مضاربہ کے خلاف معاہدات کا بیان

مروجہ مشترکہ مضاربہ میں خلاف شرع معاہدات طے ہوتے ہیں، مثلاً ایک اسلامی بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے والے کو جو فارم پُر کرنا پڑتا ہے اس میں بینک کی شرائط، پالیسی اور بینک سے متعلق وہ سارے قوانین و اعلانات بلا تفصیل ماننے ہوں گے جو بینک کرے گا۔ نیز جو تعداد امانات بینک دولت آف پاکستان جاری کرے اس کی پابندی کا عہد بھی لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی بینک کے اعلانات اور پالیسیاں بدلتے رہتے ہیں، یکساں نہیں ہوتے۔ ایسے جمہول اور غیر معلوم اعلانات کا گاہک و بینک کے معاہدے کے زیر پابند بننا شرعاً جائز نہیں اور جمہول و غیر معلوم شرائط اور ذمہ داریوں والا معاملہ شرعاً فاسد کہلاتا ہے نہ کہ صحیح اور جائز۔

اسی طرح مسلمان گاہک کو بینک دولت آف پاکستان کے اعلانات اور پالیسیوں کا پابند بنانا بھی بالکل ناجائز ہے کیونکہ انسٹی بینک کے غیر اسلامی مزاج اور شرعی احکام کی خلاف ورزی کا معاملہ سورج کی طرح واضح ہے۔

فائدہ:

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بینک دولت آف پاکستان نے اسلامی بینکوں کو اپنی پالیسیاں، اسلام کے مطابق بنانے اور

سایہ کاری کرنے کے لئے تحریری اور قانونی طور پر عملی چھوٹ۔۔۔ بھی ہے۔ انرا اثبات ایسا ہے۔ یہ اسلامی دین کی بات ہے۔ لیکن اگر ہم ان مضمرات کی اس بات کو تسلیم کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ہم وہ اسلامی بینک اپنی اسلامی اور حقیقی بنیادوں پر نہ بنائیں تو اس کے لئے نما و قانون آزاد ہونے کے باوجود اسلامی بینکاری کی اصلی بنیادوں یعنی مشارکہ و مضامینہ پر نہ بنائیں۔ یہ قانون قصہ و عہد نامہ وسعت نہیں دے رہا ہے۔ اگر بینک دولت آف پاکستان کی طرف سے نکالتے ہیں یا حاکم و حاکمات کی طرف سے یا سماجی بینکاروں کو مجبور تسلیم کرنے کی گنجائش ہو سکتی تھی، جیسا کہ اب تک بعض علماء نے اس مجبوری سے پیش قدمی کی ہے۔ لیکن ان کے انتقاد کرتے رہے ہیں۔

مضاربہ میں کماتہ دار رب المال اور بینک مضارب ہوتا ہے، مال مضاربہ میں بینک حصہ شریعتیہ حاصل کرے گا۔ یہ مفاد حاصل شدہ نفع کی طے شدہ شریعت ہے، اس کے علاوہ بینک کے لئے شرعی اپنے ذاتی انتظامی اخراجات کی حد میں رقم لینا، اسی طرح مختلف ٹیکس لینا کسی قسم کا معاوضہ اور ان ٹیکس، مال مضاربہ سے منہا کرنا ناجائز ہے۔ مگر اسلامی بینک مضاربہ سے فیصلہ و فیصلہ وصول کرتے ہیں۔ اس کے باوجود درجہ ٹیکوں کو اسلامی کہا جاتا ہے جو کہ خلاف اسلام کو اسلام کہنے کے مترادف ہے۔

شرکت و مضاربہ میں منافع کی تقسیم کا مجوزہ طریقہ و کار بھی، اسلامی تقاضے پر نہیں کرتا بلکہ منافع کی حقیقی شریعت کے بجائے روزانہ پیداوار کی بنیاد پر یا وزن دینے کے نام سے فرضی اور حقیقی شریعت طے اور ادا کی جاتی ہے جو کہ شرکت و مضاربہ سے اساسی اصولوں کے سرخلاف ہے۔

شرکت متنازعہ شرعی اعتبار سے ممنوع و مکاسب اور ناجائز بیوع کے زمرے میں داخل ہے۔ اس عقد میں صفقتہ فی صفقتہ (معاملہ در معاملہ) بیع و شرط اور بیع خیار جیسی متعدد خدایاں پائی جاتی ہیں اس لئے ناجائز ہے۔ مگر اس کے باوجود ان خصوص شرعیہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شرکت متنازعہ کا جواز بیان فرمایا گیا اور اسلامی بینکوں نے اسے ذریعہ، تمویل کا اہم ستون بنایا، خواہے۔ شرکت متنازعہ کو اسلامی دستور کی طریقہ تمویل کہنے کی بجائے خلاف اسلام کہنا علماء کا فرض منصبی تھا مگر بعض لوگوں نے اپنے اس فرض سے قصداً غفلت برتی ہے۔

واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ اور فقہ اسلامی کے ماہرین کی امانت و دیانت اور تدبیر و تقویٰ اس بات پر گواہ ہے کہ فقہ اسلامی کے ذمہ مردہ واضح احکام ایسے ہیں کہ ان کو رد کرنے کے لئے کوشش کرنا یا کسی قسم کی تاویل کرنا، تاویل قاسدہ کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ یہ خصوص شرعیہ کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے۔

مروجہ اسلامی بینکوں میں شخص قانونی (Juristic Person) اور اس کی محدود ذمہ داری کا خالمانہ، غیر منفعلانہ، اور اختصاصی تصور بھی کارفرما ہے، بلکہ ریاضی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ شخص قانونی اور اس کی محدود ذمہ داری کا تصور، بینک (شخص قانونی) و اس نے اعضاء و جوارح کو غیر محدود نفع پہنچانے اور نقصان کی بیماری ذمہ داریوں سے بچانے کے لئے تیار اور خلاف شریعت تصور ہے، اس تصور میں شخص قانونی کے اعضاء و جوارح کے لئے بہترین فائدہ اور دائیں کا بدترین استحصال پایا جاتا



اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بخوانی کا اور بد فرما تا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

(حدیث شریف)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

بَابُ الرِّبَا

یہ باب سود کے بیان میں ہے

سود کے باب کی فقہی مباحثت کا بیان

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب مصنف علیہ الرحمۃ ان دیون کے باب سے فارغ ہوئے ہیں جن کی اجابت یا جن کی خرید و فروخت کی شارح نے اجازت دی ہے تو کچھ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "تم اللہ کا فضل تلاش کرو" تو اب مصنف علیہ الرحمۃ نے ان ابواب و شروع کیا ہے جن سے شارح نے منع کیا ہے۔ (حاشیہ شرح مہدایہ ج ۹ ص ۲۹۰، بیروت)

فقہاء مرام عام طور پر بیع اور تجارت کے مسائل کے ساتھ روایتی سود کے مسائل بھی ذکر کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ سخی نکاہ سے دیکھنے والا شخص روکو بھی تجارت ہی سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے جب سود کے حرام ہونے کا حکم دیا تو اس دور کے علمبردارین کو اس نئے بین الاقوامی معاشرے میں بیع مثل الربو یعنی تجارت اور سود ایک ہی جیسے ہیں لہذا اگر تجارت و اسلام نے حلال قرار دیا ہے تو سود کو بھی حلال قرار دینا چاہئے اسے حرام کیوں کہا ہے؟

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں تجارت (بیع) کے ذریعہ عام طور پر مال میں اضافہ ہوتا ہے جسے نفع کہتے ہیں اور سود کے ذریعہ بھی مال میں اضافہ ہوتا ہے جسے رو کہتے ہیں مگر دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ تجارت کی شکل میں ماحصل ہونے والا منافع رش حلال ہے اور سود کی شکل میں حاصل ہونے والا رو حرام ہے۔ لہذا فقہاء کرام سمجھتے ہیں کہ اللہ جب تجارت کی حلال صورت و بیان کر کے اس کے مسائل ذکر کرتے ہیں تو اس کی حرام صورت اور اس کے مسائل بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ چونکہ اصل ملت ہے اس لئے حلال کا پہلے ذکر کیا جاتا ہے اور حرام کا ذکر بعد میں کیا جاتا ہے۔

(فتح القدیر شرح مہدایہ، باب ربو)

سود کی لغوی تعریف کا بیان

مہلت کے متنازعہ رہنے پر کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی دوسال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپے قرض دے تو اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

سود عربی زبان میں رہا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا، پر وہ ان چیز ہنا اور بلندی کی طرف جانا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں رہا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی دوسال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپے قرض دے تو اس سے یہ شرط کر لی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

سود کی حرمت کا بیان

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَاتَّبَعَهَا فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ، ۲۷۵)

ترجمہ

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر محبوط بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے۔ اور جواب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدد توں رہیں گے۔ (کنز الایمان)

علامہ مناوی لکھتے ہیں۔ ربوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق ربنا الفضل اور ربنا النسیئہ پر ہوتا ہے۔ ربنا الفضل اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیا میں کسی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے (جس کی تفصیل حدیث میں ہے) مثلاً گندم کا تارہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اس میں کسی بیشی ہوگی جب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کے بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں تب بھی سود ہے) ربنا النسیئہ کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) چھ مہینے کے لیے اس شرط پر سو روپے دینا کہ واپسی روپے ہوگی۔ روپے چھ مہینے کی مہلت کے لیے دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے "کل قرض جو منفعۃ فہو ربا"۔

(فیض القدر شرح الجامع الصغیر ج ۵، ص ۲۸)

دیتا ہے، وہ بھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے، پوچھا تو معلوم ہوا یہ سوخوروں کا گروہ ہے، ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سودی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الہی پر تھا وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے، جبکہ بیع پر سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکین تو تجارت کا شرعاً جائز ہونے کے قائل نہیں ورنہ یوں کہتے کہ سود حلال ہے، ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جہتی چیزیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ طاعت و حرمت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جوابا کہا گیا اس میں مصلحت البیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیسا؟ عظیم حکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ کس کی ہستی ہے؟ اس سے باز پرس کرنے کی، تمام کاموں کی حقیقت کو ماننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے، تو نفع الی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں حرام کرتا ہے، کوئی مال اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے، وہ دودھ دے گا تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے، اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کئے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں، حبیب فرمایا علی اللہ غا سلف اور جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان قدموں سے دفن کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دست بردار ہوتا ہوں وہ عباس کا سود ہے، پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا،

ایک روایت میں ہے کہ ام حبہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں، حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں، اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا، حضرت صدیقہ نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا، بہت برا کیا، جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی عارت جائے گا جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے، میں نے کہا اگر وہ دوسو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں، پھر آپ نے (فمن چاہو معطہ والی آیت پڑھ کر سنائی) (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے جو عید کے مسئلے کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں، واللہ اعلم۔

پھر فرمایا کہ حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ سزا کا مستحق ہے ہمیشہ کیلئے جہنمی ہے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جو بخارہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کیلئے تیار ہو جائے (ابوداؤد)

"خبرہ" اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسروں کی زمینیں کھیتی ہوئے اور اس سے یہ ملے ہو کہ زمین کے اس محد و دیگرے سے

جنت اناج لکے وہ میرا باقی تیرا اور "حزینہ" اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری ہیں اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اپنی اپنی کھجوریں تیار دیتا ہوں، اور "محرقہ" اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خرید، ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تاکہ سود کی جڑیں کٹ جائیں، اس لئے کہ ان صورتوں میں کس طرح پرکشت تیار کیا اندازہ نہیں ہو سکتا، پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی، بعض نے کچھ، ایک جماعت نے اس کی اس پرانیے تمام کاروباروں کو دوسری جماعت نے رد کر دیا، لیکن دوسری علت کی بنا پر حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ڈرامٹکل ہے۔

یہاں تک کہ حضرت عمر فرماتے ہیں انہوں نے کہ جن سے کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا کلام اور سود کی صورتوں کے بغیر بعض کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے، اور وہ ذرائع جو سود کی ممانعت تک لے جاتے ہیں جب یہ حرام ہیں تو وہ بھی حرام ہی نہیں ہوں گے، جیسا کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو،

بخاری و مسلم حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے، اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے لیکن کچھ کہ سود میں بی بی شہ والے بھی ہیں، ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پرادہ حرام میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس پر وہ اس کی طرح جو کسی کی چراگا دے اس پاس اپنے جانور چراگا تو ممکن ہے کوئی جانور اس چراگا میں بھی منہ مارے،

سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے، دوسری حدیث میں ہے جتنا وہ ہے جو دل میں شک طبعیت میں تردد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہوتا ہے برا لگتا ہو، ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ چھوڑ لو لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی (بخاری)

حضرت عمر فرماتے کہ کہتے ہیں انہوں نے کہ اس کی پوری تفسیر بھی سمجھ نہ پہنچ سکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس چیز کو بھی جس میں سود کا بھی شائبہ ہو (مسند احمد) حضرت عمر نے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے رک دوں جو تمہارے لئے نقص والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت بخلاف ہوں، سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرما، پس تم یہ اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تبرکات ہیں جن میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، سب سے بڑا سود مسلمان کی جنت عزت کرتا ہے (مسند حاکم)

فرماتے ہیں ایمان زنت بھی آنے کا کہ لوگ سوکھائیں گے، صحابہ نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا کتباً، (مسند احمد)

ہے نہر سے نیچے کیلئے ان اسباب کے پاس بھی نہ پہنچنا چاہئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں، حضرت یونسؑ سے مروی ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا،

بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک پہنچانے والے ہیں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کئے ہیں، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لئے کی کہ جب ان پر چڑھا حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے اور موجب لعنت ہے، اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین حلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ پہلے خاندان کیلئے حلال ہو جائے اس پر اور اس خاندان پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے، آیت حتی تسکح زوج غیرہ کی تفسیر میں دیکھ لیجئے، حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر، سب پر اللہ کی لعنت ہے، ظاہر ہے کہ تب و شاہد کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ خواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے، اسی طرح ظاہر مفقہ شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بدلتا تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

سود کے سبب معیشت کی تباہی کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو بر باد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت بنادیتا ہے علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب، جیسے ہے آیت قُلْ لَا يَسْمُوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ اَحَدٌ، یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا جو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا آیت وَيَجْعَلُ الْخَبِيثُ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبُ فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ مِثْرَ حَبِّ كَوْسٍ مِّن مَّاءٍ لَّيْسَ بَاقِيًا (روم ۳۹)۔ یعنی سود کے کر جول مال تم برباد کرنا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں،

اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کی بوتلی ہے (مسند احمد)

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ مسجد سے نکلے اور امام چھیلا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کیلئے آیا ہے، آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گرام بھاؤ بیچنے کیلئے پہلے ہی جمع کر لیا تھا، پوچھ کس نے جمع کیا تھا، لوگوں نے کہا ایک تو فروغ نے جو حضرت عثمان کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے، آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب

چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے، آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے ذیل سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا، یہ سن کر حضرت فردخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور بچ رہا ہوں کہ بھریہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور غنہ اٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟

راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جدام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھرتا تھا، ابن ماجہ میں ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کیلئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔ پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے۔

یربلی کی دوسری قرأت یربلی بھی ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی داہنے ہاتھ لیتا ہے پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے بچڑوں کو پالتے ہو) اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے، اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے، پس تم صدقہ خیرات بیا کرو، پھر فرمایا ناپسندیدہ کافروں، منافران زبان زور اور منافران فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کے وعدہ کی پروا نہ کئے بغیر دنیا کا مال دنیا جمع کرتے پھریں اور بدترین اور خُذف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔ پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں، مخلوق کے ساتھ سلوک و احسان قائم کریں، نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں رہیں گے کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

علم معیشت کے مطابق سود سے مال کم ہونے کا بیان

بندہ بر معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں دولت مندوں کی تعداد غریبوں کی تعداد کی نسبت بہت قلیل ہوتی ہے اور سود لینے والے دولت مند ہوتے ہیں اور دینے والے غریب اور محتاج۔ اب سود سے فائدہ تو ایک شخص اٹھاتا ہے اور نقصان سینکڑوں غریبوں کا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی نظروں میں اس کی سب مخلوق یکساں ہے بلکہ سے دو ہندوں کے مفاد سے غریبوں کے مفادات زیادہ عزیز ہیں۔ اور سود خورد سود کے ذریعہ بے شمار غریبوں کا مال کھینچ کر نہیں مزید معس اور کنگال بنانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو اسی حقیقت کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ سود کے ذریعہ ماں بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے۔

یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہوا اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ علم معیشت کا یہ ایک مسلہ اصول ہے کہ جس معاشرہ میں دولت کی گردش

بہت زیادہ ہوئی اتنی ہی دوسرا شرف و شہال ہوگا اور اس کی قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر دولت کا بھاء غریب سے امیر کی طرف ہوگا تو یہ روش بہت کم ہو جائے گی۔ کیونکہ امیر طبقہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی سود قومی معیشت پر تباہ کن اثر ڈالتا ہے۔ اور اگر دولت کا بھاء امیر سے غریب کی طرف ہو اور یہ بات صرف زکوٰۃ و صدقات کی صورت میں ہی ممکن ہوتی ہے، تو دولت کی گردش میں تیز ہو جائے گی۔ کیونکہ ایک تو غریبوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے دوسرے ان کی ضروریات محض پیر نہ ہونے کی وجہ سے انگی ہوتی ہیں۔

ہر ملک و موزون چیز میں سود کا بیان

قَالَ الرَّبُّ مُحَرَّمٌ فِي كُلِّ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ إِذَا بَاعَ بِجَنْسِهِ مُتَفَاضِلًا فَالْعِلَّةُ عِنْدَنَا الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ وَالْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ. قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَيُقَالُ الْقَدْرُ مَعَ الْجِنْسِ وَهُوَ أَشْمَلُ. وَالْأَصْلُ فِيهِ الْحَدِيثُ الْمَشْهُورُ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلِ يَدَايِي، وَالْفَضْلُ رَبًّا) وَعَدَّ الْأَشْيَاءَ السَّتَّةَ: الْحِنْطَةُ وَالشَّعِيرَ وَالْتَّمْرَ وَالْمِلْحَ وَالذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ عَلَى هَذَا الْمِثَالِ. وَيُرْوَى بِرَوَاتَيْنِ بِالرَّفْعِ مِثْلَ وَبِالنَّصْبِ مِثْلًا.

وَمَعْنَى الْأَوَّلِ بَيْعُ التَّمْرِ، وَمَعْنَى الثَّانِي بَيْعُوا التَّمْرَ، وَالْحُكْمُ مَعْلُومٌ بِإِجْمَاعِ الْقَائِسِينَ لِكُنْ الْعِلَّةُ عِنْدَنَا مَا ذَكَرْنَاهُ. وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الطَّعْمُ فِي الْمَطْعُمَاتِ وَالثَّمَنِيَّةُ فِي الْأَثْمَانِ، وَالْجَنَسِيَّةُ شَرْطًا، وَالْمَسَاوَةُ مُخَلَّصٌ.

وَالْأَصْلُ هُوَ الْحُرْمَةُ عِنْدَهُ لِأَنَّهُ نَصَّ عَلَى شَرْطَيْنِ التَّقَابُضِ وَالْمُمَاثَلَةِ وَكُلُّ ذَلِكَ يُشِيرُ بِالْعِزَّةِ وَالنَّحْطِ كَأَشْرَاطِ الشَّهَادَةِ فِي النِّكَاحِ، فَيَعْلَلُ بِلَعْلَةٍ تَنَاسُبُ إِظْهَارِ الْخَطَرِ وَالْعِزَّةِ وَهُوَ الطَّعْمُ لِقَاءِ الْإِنْسَانِ بِهِ وَالثَّمَنِيَّةُ لِقَاءِ الْأَمْوَالِ الَّتِي هِيَ مَنَاطُ الْمَصَالِحِ بِهَا، وَلَا أَثَرُ لِلْجَنَسِيَّةِ فِي ذَلِكَ فَجَعَلْنَاهُ شَرْطًا وَالْحُكْمُ قَدْ يَدُورُ مَعَ الشَّرْطِ.

وَلَنَا أَنَّهُ أَوْجَبَ الْمُمَاثَلَةَ شَرْطًا فِي الْبَيْعِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِسَوْقِهِ تَحْقِيقًا لِمَعْنَى الْبَيْعِ، إِذْ هُوَ يُنْسَبُ عَنِ التَّقَابِلِ وَذَلِكَ بِالْمِثَالِ، أَوْ صِيَانَةِ الْأَمْوَالِ النَّاسِ عَنِ التَّوَرِ، أَوْ تَتَمِيمًا لِلْقَانِدَةِ بِاتِّصَالِ التَّسْلِيمِ بِهِ، ثُمَّ يَلْزَمُ عِنْدَ قَوْلِهِ حُرْمَةُ الرَّبَا وَالْمُمَاثَلَةُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ

بِاعْتِبَارِ الصُّورَةِ وَالْمَعْنَى، وَالْمَعْيَارُ يَسُوَّى الذَّاتِ، وَالْجِنْسِيَّةُ تَسُوَّى الْمَعْنَى فَيُظْهِرُ
الْفَضْلُ عَلَى ذَلِكَ فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا، لِأَنَّ الرِّبَا هُوَ الْفَضْلُ الْمُسْتَحَقُّ لِأَحَدِ الْمُتَعَاذِلِينَ فِي
الْمُعَاوَضَةِ الْحَالِي عَنْ عَوَضٍ شَرْطِيٍّ فِيهِ، وَلَا يُعْتَبَرُ الْوُصْفُ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ تَفَارُغًا عَرَفًا، أَوْ
لِأَنَّهُ فِي اعْتِبَارِهِ سَدَّ بَابِ الْبَيَاعَاتِ، أَوْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (جَدُّهَا وَوَرْدِيْنَهَا
سَوَاءٌ) وَالطَّعْمُ وَالنَّعِيَّةُ مِنْ أَعْظَمِ وُجُوهِ الْمَنَافِعِ، وَالسَّبِيلُ فِي مِثْلِهَا الْإِبْطَالُ بِأَبْلَغِ
الْوُجُوهِ لِشِدَّةِ الْإِحْتِيَاجِ إِلَيْهَا دُونَ التَّضْيِيقِ فِيهِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِمَا ذَكَرَهُ.

ترجمہ

فرمایا: ہر پہل و موزونی چیز میں سود حرام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو اس کی ہم جنس کے بدلے خریدنے کے ساتھ فراغت پا جائے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سود کی علت کیل مع جنس ہے یا وزن مع جنس ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمہ نے قدرت مع جنس کو علت قرار دیا ہے اور یہ زائد مثال کرنا ہے اس کے بارے میں دلیل وہی حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے چھ اشیا کو شریعہ (۱) گندم (۲) جو (۳) چھوہارہ (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔ اور نبی کریم ﷺ سے دو طرح روایت کیا گیا ہے ایک میں مش و رفع سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت میں لام کے نصب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق کھجور کی بیج جبکہ دوسرے دوسری روایت کے مطابق تم کھجور کو فروخت کرو۔

حدیث میں بیان کردہ حکم عامہ کے اتفاق کے مطابق علت پر مبنی ہے جبکہ ہمارے نزدیک علت وہی ہے جس کو ہم بین کر آئے

ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کھانے کی چیزوں میں طعم اور اثمان میں شلعت علت ہے جبکہ جنس کا ہونا شرط ہے اور برابر کی کا ہونا سود سے بچنے کا سبب ہے اور ان کے نزدیک حرمت اصل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دو اشیا کی وضاحت فرمائی ایک قبضہ اور دوسری مماثلت ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک معزز ہونے کی خبر دینے والی ہے جس طرح کاج گواہ کا ہونا شرط ہے پس سود کو بھی ایسی علت کے ساتھ حلال کیا جائے گا جو معزز و حرمت کو ظاہر کرنے میں مناسب ہو اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز طعم سے کیونکہ اس سے انسان کا باقی رہنا متعلق ہے اور اثمان میں جنس کا ہونا ہے کیونکہ وہ اسواہل جن پر مصداق کا مدار ہے نہ کی قاعہ جنس پر ہے پس جنس اس کا پیش کوئی دخل نہیں ہے پس ہم نے اس کو شرط بنا دیا ہے۔ کیونکہ حکم شرط کے ساتھ لاگو ہوا کرتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بیج میں مماثلت کو شرط کے طور پر ذکر کیا ہے اور بیج کا حکم ثابت کرنے کیسے حدیث شریف کے بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کیونکہ بیج برابر کی خبر دینے والی ہے اور مقابلہ برابر ہی سے ہوتا ہے یا پھر حدیث لوگوں کے اسواہل کو ہلاکت سے بچانے کی غرض سے ہے یا پھر بیج کو حلال کرنے کے ساتھ اتصال کے سبب نفع کیسے بین ہوتی ہے۔ پس مماثلت

کے ختم ہو جانے کی صورت میں دوحسرت لازم آئے گی۔ اور دو چیزوں کے درمیان صوری و معنوی دونوں طرح مماثلت ہو کر تکی ہے۔

معیارات میں برابری کا ہے جبکہ جنس کے سبب معنی میں برابری ہوتی ہے پس معنی اور صورت دونوں کے اعتبار سے مماثلت کی صورت میں زیادتی ظاہر نہ ہو جائے گی اور سود ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو قدرین میں سے کسی ایک کیلئے معاونہ کے حق کے طور پر ہوا بدل سے خالی و اور عقد میں بطور شرط کے ہو۔

اور وصف کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ عرف میں وصف کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یا پھر اس کیلئے وصف کو متغایات تسلیم کر لینے کی صورت میں بیون سے احکام و روکنا لازم آئے گا۔ یہ اس حدیث کی وجہ سے ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سودی اموال میں حراصوں پر اثر ہے اور ظم اور شمن ہوتا ہے نفع کے بڑے اسباب میں سے ہے اور ان اشیاء میں ضرورت کے سبب عام طور پر اطلاق کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان میں تقبی درست نہیں ہے۔ پس امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ علت و تفصیل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

سودی حرمت پر اعتبار علت میں فقہی مذاہب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گہیوں گہیوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے اگر لیا دیا جائے تو ان کا لین دین (مقدار) میں مثل بمثل یعنی برابر برابر درست ہوتا چاہئے۔ اگر یہ قسمیں مختلف ہوں مثلاً گہیوں کا تبادلہ جو کے ساتھ یا جو کا تبادلہ گہیوں کے ساتھ ہو تو پھر اجازت ہے کہ جس طرح چاہئے۔ ذریعہ فروخت کرو (یعنی برابر برابر ہونا ضروری نہیں ہے) البتہ لین دین کا درست درست ہونا (اس صورت میں بھی) ضروری ہے (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 49)

میں وہ حدیث ہے جس نے رہائے مفہوم کو وسعت دے کر خرید و فروخت اور لین دین کے بعض معاملات کو رہا اور سود قرار دیا ہے چنانچہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہاں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اگر ان کا باہمی تبادلہ یا ان کی باہمی خرید و فروخت کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ لین دین برابر برابر بھی ہو اور درست درست بھی ہو برابر برابر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا گہیوں بطور تبادلہ بیچ دے تو اس سے اتنا ہی لین دین چاہئے خود۔ درست درست کا مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں معاملہ طے ہو اس مجلس میں دونوں فریق اپنا اپنا ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے ہی اپنے قبضے میں لے لیں یہ نہ ہونا چاہئے کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا یہ دھرمے کہ میں بعد میں دے دوں گا اس قسم کے برخلاف ہو گا کہ لین دین برابر نہ ہو یا درست درست نہ ہو تو اس صورت میں وہ معاملہ باہمی سود کے حکم میں داخل ہو جائیگا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے آیا یہ کاظم انہی چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چیزیں بطور مثال کے بیان فرمائی گئی ہیں اور دوسری چیزیں مثلاً بھی اس حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اجناس بھی داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے۔

چنانچہ ائمہ مجتہدین کا یہ فیصلہ ہے کہ حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض مثال کے طور پر ہیں اور انہوں نے اپنے

اجتہاد سے کچھ اور چیزوں مثلاً لوہے چوئے اور دیگر اجناس کو ان چھ چیزوں پر قیاس کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک ضابطہ بنانے کے لئے ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چھ چیزوں میں ربا کی علت الگ الگ متعین کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے :

حضرت امام مالک کے نزدیک ان چھ چیزوں میں سے سونے اور چاندی میں ربا کی علت تو ثمنیت (یعنی کسی چیز کی قیمت ہونے کی ملاحت) ہے اور باقی چار چیزوں میں ربا کی علت قوت مذخر (یعنی محفوظ رہنے والی غذا) ہونا ہے اس اعتبار سے ان چھ چیزوں کے علاوہ بھی جن چیزوں میں ثمنیت پائی جائے گی یا جو چیزیں قوت مذخر ہوں گی ان سب میں ربا حرام ہوگا۔

لہذا حضرت امام مالک کے مسلک میں ترکاریاں پھل اور کھانے کی ایسی اشیاء جو (کافی عرصے تک) محفوظ نہ رہ سکتی ہوں وہ چیزیں ہیں۔

جن کے باہمی تبادلہ اور خرید و فروخت حضرت امام شافعی کے نزدیک بھی سونے اور چاندی میں تو ربا کی علت ثمنیت ہے لیکن باقی چار چیزوں میں ربا کی علت محض قوت (یعنی صرف غذایت) ہے۔ لہذا ان کے مسلک میں ترکاریوں پھلوں اور ادویات کی چیزوں میں ربا کا حکم جاری ہوگا کہ ان چیزوں کے باہمی تبادلہ میں برابر برابر لینا دینا تو جائز ہوگا مگر کسی بیشی کے ساتھ لین و دین کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اسی طرح حضرت امام شافعی کے ہاں لوہا تانبا پیتل دھات چونا اور اسی قسم کی دوسری اشیاء وہ چیزیں ہیں جن کے باہم تبادلہ میں ربا کا حکم جاری نہیں ہوگا مثلاً ایک پیانہ چوئے کے بدلے میں دو پیانے چوئے کا لینا دینا درست ہے اسی طرح ایک سیر لوہے یا ایک سیر تانبے کے بدلے میں دو سیر لوہا یا دو سیر تانبا لینا دینا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں اصولی طور پر ربا کی علت قدر مع الکنس ہے اس اعتبار سے حنفی مسلک میں سونے اور چاندی میں ربا کی علت چونکہ مکمل ہے اس لئے ہر اس چیز کے باہمی لین و دین میں ربا کا حکم جاری ہوگا جو مکمل (یعنی پیانے کے ذریعہ لی دی جائیداد) ہو جیسے چونا وغیرہ اور یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ شریعت نے جس چیز کے مکمل یا موزون ہونے کا حکم صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں تبدیلی روا نہیں ہے مثلاً سونے اور چاندی کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو وزن کے ذریعہ لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ دونوں موزون کے حکم میں ہیں اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو اسی طرح گہیوں جو گھوڑا وزنک کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو مکمل یعنی پیمانے کے ذریعہ لی دی جاتی ہیں اس لئے یہ چیزیں مکمل کے حکم میں ہیں اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو لہذا سونے یا چاندی کے باہم لین و دین کے جائز ہونے میں وزن اور کیل ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے لیا دیا جائے تو وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہے وزن میں کمی بیشی قطعاً جائز نہیں ہوگی اسی طرح باقی چار چیزوں کے باہم لین و دین کے جائز ہونے میں کیل کا اعتبار ہوگا کیونکہ اگرچہ عام رواج کے مطابق ان چیزوں کا لین و دین وزن کے ذریعہ ہوتا ہے لیکن شرعی طور پر یہ چیزیں مکمل ہی کے حکم میں ہوں گی۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی کو ایک من گہیوں کے بدلے میں ایک من گہیوں دے تو تو یہ لین و دین جائز نہ ہوگا تاہم دینکے دونوں طرف کے گہیوں پیمانے کے

اقتدارت برابر سرائے اول۔

لیکن یہ بات بھی پہلے صاف کی جا چکی ہے کہ خفیہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقاً ہر چیز کے مکمل یا موزون ہونے میں عام رواج کا اعتبار ہے اور خفیہ کے ہاں اس پر عمل ہے) جو کچھ اور نمک کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں جس چیز کا موزون یا مکمل ہونا شریعت نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے اس کے بارے میں عام رواج ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر وہ چیز عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہوگی تو وہ شرعی طور پر بھی موزون ہی کے حکم میں ہوگی کہ اس کے باہم لین دین میں وزن کا برابر سرائے ہونا ضروری ہوگا۔ اس لئے لوہا اور تانبا چونکہ عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لیا دیا جاتا ہے اس لئے ان کے باہم لین دین میں وزن کا برابر سرائے ہونا ضروری ہے اگر وزن میں کمی بیشی ہوگی تو یہ باکے حکم میں داخل ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گیسوں گیسوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے میں اگر دیا جائے تو ان کا لین دین برابر سرائے درست ہوتا چاہئے۔ لہذا جس نے ایسا نہیں کیا بلکہ زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اور لیا تو گویا اس نے سود لیا اور سود دیا اور لینے دینے والے دونوں اس میں برابر ہیں (مسلم)

شرط جواز کے سبب بیع کے جائز ہونے کا بیان

إِذَا ثَبَتَ هَذَا نَقُولُ إِذَا بَيِّعَ الْمَسْكِيْلُ أَوْ الْمَوْزُونُ بِجِنْسِيهِ مِثْلًا بِمِثْلٍ جَازَ الْبَيْعُ فِيهِ لِوُجُوبِ شَرْطِ الْجَوَازِ، وَهُوَ الْمُمَاتَلَّةُ فِي الْبَيْعَارِ؛ أَلَا تَرَى إِلَى مَا يُرَوَى مَكَانَ قَوْلِهِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ كَيْلًا بِكَيْلٍ، وَفِي الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَزَنًا بِوَزْنٍ (وَأِنْ تَفَاضَّلَا لَمْ يَجُزْ) لِيَحْقُقِ الرِّبَا وَلَا يَجُوزَ (بَيْعُ الْحَبِّدِ بِالرَّيْدِ عَرِمًا فِيهِ الرِّبَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ) لِإِهْدَارِ التَّفَاوُتِ فِي الْوُصْفِ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْحَفْنَةِ بِالْحَفْنَتَيْنِ وَالتَّفَاحَةِ بِالتَّفَاحَتَيْنِ) لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ بِالْبَيْعَارِ وَلَمْ يُوجَدْ فَلَمْ يَحْقُقِ الْفَضْلُ، وَلِهَذَا كَانَ مَضْمُونًا بِالْقِيَمَةِ عِنْدَ الْإِتْلَافِ.

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ الْعِلَّةُ هِيَ الطَّعْمُ وَلَا مُخْلَصٌ وَهُوَ الْمُسَاوَاةُ فَيَحْرُمُ، وَمَا ثُرُونُ نَصْفِ الصَّاعِ فَهُوَ فِي حُكْمِ الْحَفْنَةِ لِأَنَّهُ لَا تَقْدِيرَ فِي الشَّرْعِ بِمَا دُونَهُ، وَلَوْ تَبَايَعَا مَكِيلًا أَوْ مَوْزُونًا غَيْرَ مَطْعُومٍ بِجِنْسِيهِ مُتَفَاضِلًا كَالْحَبِّصِ وَالْحَبِيدِ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا لِوُجُودِ الْقَدْرِ وَالْجِنْسِ. وَعِنْدَهُ يَجُوزُ لِعَدَمِ الطَّعْمِ وَالثَّمَنِ.

ترجمہ

اور جب یہ حکم ثابت ہو چکا ہے تو ہم کہیں گے کہ جب کل والی چیز یا موزون چیز اس کے ہم جنس کے بدلے میں نقد بہ نقد اور برابر برابر بیچ دیا جائے تو شرط جواز کے پائے جانے کے سبب یہ بیچ جائز ہے۔ اور وہ شرط جواز مماثلت کا معیار ہے۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ ایک روایت میں مثلاً بمثل کہ جگہ پر کیلا بمیل اور سونے کا سونے کے بدلے فروخت کرنے میں وزن بادلن یا بٹ اور سوزنی چیزوں کو خراب کے بدلے میں برابر ہی بیچنا جائز ہے کیونکہ نصف میں فرق ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور اناج کی بھرتی ایک مٹھی کو دو مٹھیوں کے بدلے میں فروخت کرنا اور ایک سیب کو دو سیبوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ برابر کا بدلہ دینا ہے۔ اور وہ موجود نہیں ہے۔ جس زیادتی ثابت نہ ہوگی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ہلاک ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضمان بھی ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سوئی نمت طعام اور حرمت کے ذریعے سے برأت یعنی بری موجود نہیں ہے کیونکہ زیادتی حرام ہے اور ایک صاع سے کم مقدار بھی مٹھی کے حکم میں ہوتی تینکہ شریعت کے مطابق ایک صاع سے کم کو کوئی پینہ نہیں ہوتا۔

اور جب عقد کرنے والوں نے غیر معلوم چیز و اشیاء جنس سے کسی یا زیادتی کے ساتھ خرید یا بھرتی و فروخت یہ بھی طریق چونا اور لوہا ہے تو ہمارے نزدیک قدر اور جنس کے پائے جانے کے سبب یہ بیچ جائز نہ ہوگی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ نہ طعام ہے اور نہ جنس ہے۔

شرح

حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیر کا مال بنا کر بھیجا چنانچہ جب وہ شخص وہاں سے واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں دیکھ کر اس سے پوچھا کہ کیا خیر کی سب کھجوریں ایسی ہی اچھی ہوتی ہیں اس سے کہہ کر نہیں خدا کی قسم سب کھجوریں ایسی نہیں ہوتیں بلکہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ دو صاع (خراب) کھجوروں کے بدلے میں ایک صاع اچھی کھجوریں اور تین صاع (خراب) کھجوروں کے بدلے دو صاع اچھی کھجوریں لے لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہ کرو بلکہ پیسے تمام کھجوروں کو ملا کر دو ہموں کے عوض فروخت کرو اور پھر ان دو ہموں کے عوض اچھی کھجوریں خریدو اور پھر ان دو چیزیں ترا دو یعنی وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے (بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم، حدیث نمبر 53)

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کھجور اور ان چیزوں کے بارے میں کہ جو کس میں پینے کے ذریعے لی دی جاتی ہیں یہ تمہیں بیان کیا گیا ہے اسی طرح ان چیزوں کے بارے میں بھی کہ جو وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہیں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ میں قسم ہے کہ اگر ان میں سے ایسی دو ہم جنس چیزوں کا یا بھی اتنا دلہا کیا جائے جن میں سے ایک اچھی ہو اور دوسری خراب

تو اس صورت میں یہ طرہ اختیار کرنا چاہئے کہ پہلے تو شراب چھوڑ دوں گا اور پھر یہ کہ ہمیں فدا کر دیا جائے اور پھر اس قسم یا روپیہ سے انہی چیز خرید لی جائے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں انہی قسمی سہارے لائے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے لائے؟ وہ انہوں نے عرض لیا کہ یہ۔۔۔ پاؤں پینچ کر شراب سمجھ کر تھیں اس میں سے میں نے دو سارے سمجھ کر اس کے بدلے میں ایک سارے انہی سمجھ کر لے لی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ تو ہاقل سود ہے ایسا نہ کرو البتہ جب تم انہی سمجھ کر بدلنا چاہو تو یہ طرہ اختیار کر دو کہ پہلے اپنی شراب سمجھ کر درہم یا روپیہ سے عوض فروخت کر دو پھر ان درہموں یا روپیوں کے ذریعے انہی سمجھ کر خرید لو (بخاری و مسلم)

عزت رباً میں فقہی مذاہب اربعہ

ہدایہ رافع میں ہے کہ یہود کو معاملات میں شراب، خنزیر اور دیگر حرام چیزوں کا معاملہ کرنا بھی اجازت تھی مگر سودی لین دین کی یہود کو بھی اجازت نہیں تھی سود کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ سودی کاروبار کرنا اپنی ماں سے زنا کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔

سود کو حرام قرار دینے پر آج بھی اعتراض کیا جاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کے معترضین خود کو مسلمان کہلاتے ہیں جن کے ظاہر پر قرآن کریم کا پیکر سارنگ چڑھا ہوا ہے مگر ان کے دلوں میں اسلام دشمنی (عناد بلا اسلام) کا مرض ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم منافقین کی صفوں میں شمار کرتا ہے۔ انکا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ دور کی اقسام ربو کا کتب فقہ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور جو اقسام ربو کتب فقہ میں مذکور ہیں انکا حاشیہ میں کہیں رواں نہیں ہے۔

اسی وجہ سے بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ اور بہت سے دیندار کے دعوے دار بھی منگوں کے ربو کو جائز کہتے ہیں انکا کہنا یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں ربو خاص قسم کا ہوتا تھا اور اب وہ مروج نہیں رہا کیونکہ اس زمانے میں ربو میں جبر ہوتا ہے تھا جو کہ اب نہیں ہے۔ دوسری صورت کہ تیسوں کو گھیسوں یا چاول کو گھیسوں یا چاول کے بدلہ میں دے اور جس کو جس کے ساتھ بیچے تو زیادتی ربو ہوگی حالانکہ آج کل ایسا نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے سمجھ لیا گیا کہ موجودہ دور میں ربو نہیں ہے۔

ربو کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا ذکر قرآن مجید میں ہے لا تأکلوا الربو اضعافاً مضاعفةً اور دوسری جگہ احل اللہ البیع وحرم الربو اور یہ ربو آسان ہے اسکو ربو السنیہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ قرض اور بیع کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس کی شرح مفسرین نے کی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ضمناً قرآن میں بیان شدہ ربو کی شرح بھی ہو جاتی ہے۔ حدیث کے ربو کی صورت بیع مسلم وغیرہ ہیں۔ اسکو ربو الفضل بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس ربو کا ذکر ہے وہ مفرد ہوگا یا مرکب یعنی یہ ہوگا کہ ہر مہینہ اصل رقم پر اتنا رو ہوگا یہ ربو مفرد ہے۔ دوسرا ربو مرکب ہے کہ لا تأکلوا الربو اضعافاً مضاعفةً یعنی سود پر بھی سود ہوتا ہے بھی حرام ہے۔ تو یہ سود اٹھان (ٹمن کی جمع) بیع اور

قرض میں ہے۔

اثمان کی مثل : ایک چیز بیچی۔ مشتری پر قرض ہو گیا اور کہا کہ اگر ایک مہینہ تک ادا کر لیا تو اتنی رقم اتنی رقم ادا کرنی ہوگی اور اگر ایک مہینہ کے بعد ادا کر لیا تو اتنی رقم ادا کرنی ہوگی۔ اور اس قسم کے سود تمام ادیان میں حرام تھے۔ بائبل میں تصریح ہے اور جدید و قدیم دونوں میں یہ موجود ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق میں اخلاق کو مکمل کرنے آیا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے سودی ان دو قسموں (مفرد اور مرکب) کے علاوہ ہتھیلہ روٹی کی اقسام کو بھی حرام قرار دیا اور وہ دہنو السکبل بالسکبل والحسن بالحسن مثلاً بمثل والفصل رفو ہے۔ اس طرح ایک بات یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ تجارت (بیع) میں جو سود کے ریشے تھے انکو بھی نکال دیا جائے۔ دوسری بات یہ کہ پہلے ادیان میں صرف رفو حرام تھا اور شہدہ حرام نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے شہدہ کو بھی حرام قرار دیا اور فقہاء کرام نے اس حدیث مشہور کو، جو کہ روٹی حرمت کی حدیث ہے، لیکن مختلف نقل نکالی ہیں۔ مہاجرین اس قسم کا قرض لیتے تھے۔ اس لئے منع فرمایا۔ بیکوں کا نظام بھی اسی قسم کا ہے۔ لوگ بیکوں سے ڈرتے ہیں۔ اگر کاروبار کرتا ہے تو حکومت نہیں لگاتی ہے تو یہ سوچ کر کہ مہینوں کی حفاظت بھی ہوگی اور سال کے بعد اضافہ بھی ہوتا رہیگا۔ اور ایک یہ رقم دوسرے لوگوں کو دینے منافع (سود) پر دیتا ہے جس میں بینک کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا یعنی دوسرے کے مال پر نفع کھاتا ہے۔

یہ نفسہ مارن نامی یہودی نے لکھا تھا۔ اس نے سوچا کہ آدمی اپنے پیسے سے تو نفع اٹھاتا ہی ہے لیکن دوسرے کے مال سے کیسے نفع اٹھائے؟ بینکوں کا یہ سارا نظام اسی (یہودیانہ) سوچ کا نتیجہ ہے۔

روزیادتی کا نام ہے۔ قرآن کریم میں ہے واحل الله البيع وحرم الربو۔ روزیادتی بھی اور روزیادتی میں ہے دونوں و قرآن حکیم نے اسکا ذکر کیا۔ بیع کے معنی مبادلۃ المال بالمحال الخ اور رو میں بھی زیادتی ہے لیکن ایک زیادتی (تجارتی منفع) حلال ہے اور دوسری زیادتی (سود) حرام ہے۔

جن مشرکین مکہ کے بارے میں یہ آیات قرآنیہ براہ راست نازل ہوئی تھیں وہ ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے بلکہ کہتے تھے اسما البیع مثل الربو۔ تو بیع اور رو کے لفظ کا ذکر کر کے یہ بیان کر دیا کہ کون سی زیادتی عدل ہے اور کون سی زیادتی حرام ہے۔ جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں ہوگا تو وہ حلال ہوگا اور جب نفع کسی چیز کے عوض اور مقابلہ میں نہیں ہوگا تو وہ حرام ہوگا۔ (مثلاً دس ہزاری گندم خرید کر بارہ ہزار روپے میں فروخت کر دی تو یہ پوری رقم لیکر وہ پوری گندم کے عوض اور مقابلہ میں ہے اور اگر کسی کو دس ہزار روپے دیکر کچھ عرصہ کے بعد بارہ ہزار روپے وصول کئے تو دس ہزار روپے کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لفظ (بیع اور رو) استعمال کئے جن سے فرق خود بخود واضح ہو جائے۔ کیونکہ تادلہ کی صورت میں اگرچہ مقابلہ سے ہٹ جائے تو یا صرف اجل (مدت) مقابلہ پر ہوگی یا صرف پیسے (رقم) مقابلہ پر ہوں گے اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے مقابل زیادتی وصول کرنا غیر معقول ہے۔ اس لئے یہ زیادتی رو شمار ہوتی

ہے اور یہ حرام ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (اس ضمن میں) لغت کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اس صورت سے حاصل شدہ اموال کو اموال ربوی (بکسر الراء) کہا جاتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں ربو نام ہے هو الفضل الخالی عن المعاوضہ یعنی جس کے مقابلہ میں شے نہ ہو اور وہ غنود معاوضہ سے ہو اگر زیادتی نہیں یا زیادتی ہے مگر اس کے مقابل معاوضہ ہے تو یہ ربو نہیں ہے۔ (اسکا مطلب یہ ہو کہ غنود معاوضہ کے قبیل سے آئے عقد کیا اور اس میں چیز وصول کر لی اور اسکا معاوضہ ادا نہیں کیا تو یہ ربو کہلائیگا اگرچہ اس صورت میں زیادتی یا کمی کا تصور نہیں ہے۔ یا آئے عقد وہ معاوضہ ادا کیا مگر جو مقدار چیز کی ملے ہوئی تھی اس سے زیادہ آئے وصول کیا۔ لیکن اگر زیادتی کے بالقابل آپ کی طرف سے ادا نہ ہوئی ہوئی ہے تو یہ ربو نہیں ہے البتہ اگر کوئی چیز پانچ روپے کی لنگر دس روپے کی بچی ہو تو یہ ربو نہیں ہے۔ (ربو کی مذکورہ تعریف، قرآن وحدیث والے دونوں ربو (ربو النسیئہ۔ ربو الفضل) پر چل سکتی ہے۔

احل النہ البیع وحرم الربو کی تشریح حدیث نے کی ہے۔ پھر آگے حدیث کی تشریح فقہاء نے کی ہے۔ اصل مسئلہ حدیث میں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تمام اصحاب صحاح ستہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ محدثین کے اعتبار سے بھی مشہور ہے۔ بعض نے کہا کہ فقہاء کے اعتبار سے مشہور ہے۔ فقہاء کی مشہور یہ ہے کہ قرن اول میں خبر واحد ہو لیکن قرن ثانی و بعد میں مشہور ہو جائے۔ تو وہ بھی مشہور سمجھی جائیگی۔ بعض قاسمین (قیاس کی دلیل شرعی تسلیم کر لیا ہوں) نے ربو الفضل کی حدیث کو نیکر کہا کہ اس پر قیاس کے جائیگا اور یہ مستحکم ہوگا۔ اور وہ ائمہ اربعہ اور ائمہ کے متبعین ہیں۔

بعض اصحاب ظواہر نے اس کو صرف چھ چیزوں تک محدود رکھا ہے۔ جنکا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے۔ وہ اصحاب ظواہر محمد سلیمان بھی تھے اور موجودہ دور کے غیر مقلدین ہیں۔ غیر مقلدین سے ہمارا اختلاف اصولی ہے وجہ یہ ہے کہ اصحاب ظواہر نفث قیاس (قیاس کے حجت شرعی ہونے کی نفی کر نیوالے) ہیں۔ اور غیر مقلدین بھی قیاس کے منکر ہیں۔ چونکہ اصحاب ظواہر ان چھ چیزوں میں تعدی نہیں مانتے لہذا ان کے نزدیک نوٹوں میں بھی ربو نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نوٹ اشیاء ستہ (ان چھ چیزوں) میں سے نہیں ہے۔

قاسمین نے کہا ہے کہ تمام ائمہ متفق ہیں کہ ان اشیاء میں تعدی ہوگا۔ یہ حدیث اشیاء ستہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ البتہ عدت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک علت کل مع الجہنس اور وزن مع الجہنس ہے۔ دوسرے الفاظ میں القدر مع الجہنس ہے۔ بعض جگہ علت بسیط اور بعض جگہ مرکب ہوتی ہے۔ اور یہاں پر علت مرکب ہے اور قدر کہنہ کیونکہ اس میں تمام قسمیں آ جاتی ہیں۔

ہدایہ کی شرح فتح القدیر کے مصنف امام کمال الدین بن الحصام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے معدود اور مذکور اشیاء

بھی ایکس داخل ہو جائے گی۔ حالانکہ ان میں زیادتی رہے گی۔ ایک کم مقدار کا تھان دوسرے زیادہ مقدار کے تھان کے بدلے میں اور دن اندر سے بیس اندر کے بدلے میں بچ سکتے ہیں۔ سوئی اشیاء صرف وہ ہوں گی جن میں کپل مع الجھس اور وزن مع الجھس پایا جائیگا۔ حاشیہ چٹکی میں لکھا ہے کہ اقدار میں الف لام عہدی ہے کیونکہ وہ قدر کپل اور وزن ہی سے غیر نہیں ہے۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی جہما اللہ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ ہر حکم کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حکم کے پس منظر میں علت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر وہ علت بعض منصوص ہوتی ہے اور بعض منصوص نہیں ہوتی فقہاء غور و خوض کر کے علت کا استخراج کرتے ہیں۔ علت منصوص کی مثال: حدیث شریف میں آتا ہے اِذَا اسْتَبَقِظَ احَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ فِي الْاَنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا فَانَّهُ لَا يَدْرِي اَيْنَ بَالَتْ يَدُهُ۔ جہاں نجاست متوہم ہو وہاں ہاتھ دو حونا سنت ہے اور جہاں یقین ہو اور نجاست ظاہر ہو تو وہاں ہاتھ دو حونا فرض ہوگا۔ یہاں علت منصوصہ امین بمانت بدہ ہے اسی طرح الطوفین والطوافات علت منصوصہ ہے مگر مکروہ یا حرام قرار دیں تو حرج ہوگا۔

دوسری علت مستنبطہ ہے یہ صراحت نہ کوئی نہیں ہوتی بلکہ حدیث میں حکم بیان کیا گیا ہے اس میں ایسے اشارات ہوتے ہیں کہ ان سے علت کا استنباط کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب فقہاء کرام کسی حکم میں غور کر کے اس کی علت نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو فطری طور پر مختلف نقطہ ہائے نظر کی بناء پر علت مختلف ہو سکتی ہے اور ہر امام حدیث میں موجود ارشادات کی روشنی میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق علت تجویز کر سکتا ہے اور یہ ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں۔

دونوں اوصاف سود نہ ہونے پر جواز بیع کا بیان

قَالَ (وَإِذَا عَدِمَ الْوُصْفَانِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُونُ إِلَيْهِ حَلَّ النَّفَاضِ وَالنِّسَاءُ لِعَدَمِ الْعِلَّةِ الْمُحَرِّمَةِ وَالْأَصْلُ فِيهِ الْإِبَاحَةُ. وَإِذَا وَجِدَا. حَرَّمَ النَّفَاضُ وَالنِّسَاءُ لَوُجُودِ الْعِلَّةِ.

وَإِذَا وَجِدَ أَحَدَهُمَا وَعَدِمَ الْآخَرَ حَلَّ النَّفَاضِ وَحَرَّمَ النَّسَاءُ مُثَلَّ أَنْ يُسَلَّمَ هَرَوِيًّا فِي هَرَوِيٍّ أَوْ جَنْطَةً فِي شَعْبَرٍ، فَحَرْمَةُ رَبَا الْفَضْلِ بِالْوُصْفَيْنِ وَحَرْمَةُ النَّسَاءِ بِأَحَدِهِمَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْجِنْسُ بِاتِّفَاقِهِ لَا يُحَرِّمُ النَّسَاءَ لِأَنَّ بِالْقَدَرِ وَعَدَمِهَا لَا يُبْنَى إِلَّا شَبْهَةُ الْفَضْلِ، وَحَقِيقَةُ الْفَضْلِ غَيْرُ مَانِعٍ فِيهِ حَتَّى يَجُوزَ بَيْعُ الْوَاحِدِ بِالْآخَرِ قَالُوا شَبْهَةُ أُولَى.

وَلَنَا أَنَّهُ مَالُ الرَّبَا مِنْ وَجْهِ نَظَرٍ إِلَى الْقَدْرِ أَوْ الْجِنْسِ وَالْقَدَرِ أَوْ جَبَتْ فَضْلًا فِي

الْمَالِيَّةِ فَتَحَقَّقُ شُبُهَةُ الرِّبَا وَهِيَ كَالْحَقِيقَةِ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا أَسْلَمَ النُّقُودُ فِي الزَّعْفَرَانِ وَنَحْوِهِ بِجُورٍ، وَإِنْ جَمَعَهُمَا الْوُزْنُ لَأَنَّهُمَا لَا يَتَفَقَّانِ فِي صِفَةِ الْوُزْنِ، فَإِنَّ الزَّعْفَرَانَ يُوزَنُ بِالْأَمَاءِ وَهُوَ مُثَمَّنٌ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، وَالنُّقُودُ تُوزَنُ بِالسَّنَجَاتِ وَهُوَ ثَمَنٌ لَا يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ.

وَلَوْ تَبَاعَ بِالنُّقُودِ مُوَازَنَةٌ وَقَبَضَهَا صَحَّ التَّصَرُّفُ فِيهَا قَبْلَ الْوُزْنِ، وَفِي الزَّعْفَرَانِ وَأَشْبَاهِهِ لَا يَجُوزُ، فَإِذَا اخْتَلَفَا فِيهِ صُورَةٌ وَمَعْنَى وَحُكْمًا لَمْ يَجْمَعْهُمَا الْقُدْرُ مِنْ كُلِّ وَجْهِ فَتَنْزِلُ الشُّبُهَةُ فِيهِ إِلَى شُبُهَةِ الشَّيْءِ وَهِيَ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب دونوں اوصاف سود یعنی جنس و قدر نہ پائے جائیں تو حرام کرنے والی علت کے نہ پائے کی وجہ سے کمی بیشی کے ساتھ اور ادھار کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ کیونکہ بیع میں اصل اباحت ہے (قاعدہ فقہیہ) اور جب دونوں اوصاف پائے جائیں تو کمی بیشی یا ادھار سب طرح سے بیع حرام ہے کیونکہ حرمت کی علت موجود ہے اور جب ان میں سے ایک وصف پیا جائے اور دوسرا وصف نہ پایا گیا تو کمی بیشی حلال ہو جائے گی اور ادھار حرام رہے گا جس طرح کسی آدمی نے بروی کپڑے کو دود بروی کپڑوں میں بیع سہم کی یا غنیم کا جوئے ساتھ مسلم کرے۔ سود کی حرمت دونوں اوصاف کے ساتھ ہوگی جبکہ ادھار کی حرمت ایک وصف کے ساتھ ثابت ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ محض ایسی جنس ادھار و حرام کرنے والی نہیں ہے کیونکہ من وجہ نقدی ہونے اور من وجہ نقدی نہ ہونے کی وجہ سے صرف زیادتی کا شبہ ثابت ہو سکتا ہے حالانکہ جنس کا پایا جانا یہ حقیقت میں اضافہ کے مانع نہ ہے۔ کیونکہ جب ایک بروی کپڑے کو دود بروی کپڑوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے تو شبہ اضافہ میں بدرجہ اولیٰ مانع نہ ہوگا اور ادھار فروخت کرنا صحیح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ادھار فروخت کرنا یہ اکیلے ہی قدر یا جنس کے سبب سے سود ہے جبکہ نقدی سے مال میں اضافہ ہوتا ہے پس سود کا شبہ ثابت ہو جائے گا اور حقیقت سود کی طرح شبہ سود بھی جواز کے مانع ہے ہاں البتہ جب کسی شخص نے زعفران وغیرہ میں نقدی کے ساتھ بیع مسلم کی تو یہ جائز ہے خواہ ان دونوں کا وزن ایک ہی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں وصف وزن کے محمد نہ ہوئے کیونکہ زعفران کا وزن من کے اعتبار کیا جاتا ہے اور من بھی شمس والا ہوتا ہے اور معین کرنے سے معین بھی ہو جاتا ہے اور نقدی سنگ ترازو سے وزن کیے جاتے ہیں اور نقدی پال شمس ہوتی ہیں جو معین کرنے سے معین نہیں ہوتیں۔

اور جب کسی شخص نے نقدی کے بدلے میں وزن کر کے زعفران کو بیچ دیا تو نقدی میں وزن سے پہلے تصرف صحیح ہے جبکہ

مفران میں وزن سے پہلے مشتری کیلئے تعریف کرتا درست نہیں ہے کیونکہ جب زعفران اور نقد کا وزن کے بارے میں صورت معنی اور حکم سب مختلف ہیں تو قدان کو ہر طرح جمع کرنے والی نہیں ہے لہذا ان میں شہد یہ شہدہ در شہدہ کے حکم میں پہنچا دینا ناہی ہے اور شہدہ در شہدہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اشیاء میں اختلاف جنس کے سبب کمی بیشی کے جواز کا بیان

حضرت عبد بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو سونا سونے کے بدلے میں شہدہ چاندی چاندی کے بدلے میں نہ گیہوں گیہوں کے بدلے میں نہ جو جو کے بدلے میں نہ کھجور کھجور کے بدلے میں اور نہ نمک نمک کے بدلے میں ہاں برابر برابر نقد بہ نقد یعنی دست بدست لین دین جائز ہے چنانچہ سونا چاندی کے بدلے میں اور چاندی سونے کے بدلے میں گیہوں جو کے بدلے میں اور جو گیہوں کے بدلے میں اور کھجور نمک کے بدلے میں اور نمک کھجور کے بدلے میں دست بدست جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو (نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 58)۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کرو جو ہم جنس ہوں (جیسے گیہوں گیہوں کے بدلے میں تو اس صورت میں برابر برابر اور دست بدست ہونا ضروری ہے اور اگر ایسی دو چیزوں کا آپس میں لین دین کیا جائے جو ہم جنس نہ ہوں بلکہ الگ الگ جنس کی ہوں (جیسے گیہوں جو کے بدلے میں) تو اس صورت میں صرف دست بدست ہونا ضروری ہے برابر برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔

ہم جنس اشیاء کے باہمی تباد لے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کا سونے کے ساتھ (برابر برابر بھی) تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو (یعنی اگر دونوں طرف سے برابر برابر اور دست بدست لین دین ہو تو پھر سود نہیں ہے) اسی طرح چاندی کا چاندی کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو گیہوں کا گیہوں کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو جو کا جو کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو کھجور کا کھجور کے ساتھ تبادلہ سود ہے الا یہ کہ لین دین دست بدست ہو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 52)

ہم جنس چیزوں میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تبادلے کے معاملے میں تین صورتیں ہوتی ہیں۔

1- یا تو دونوں طرف سود نہ ہوں یا کمیل ہوں۔

2- دونوں طرف اشیاء نقد ہوں یا دونوں طرف ادھار ہوں۔

3- ایک طرف نقد ہو اور دوسری طرف کچھ نفوں کے لئے یا زیادہ دونوں کے لئے ادھار ہو ان تین صورتوں میں سے پہلی

صورت کے مطابق تو لین دین جائز ہوگا بشرطیکہ دونوں طرف مقدار برابر ہو کہ اگر وہ دونوں چیزیں سود نہ ہوں تو وزن میں

برابر ہوں اور اگر مکمل ہوں تو پیمانہ میں برابر ہوں اور یہ کہ دونوں طرف کی اشیاء نقد ہوں اور بعد کی دونوں صورتوں کے مطابق یعنی دونوں طرف ادھار یا ایک طرف ادھار ہونے کی صورت میں لین دین کا معاملہ جائز نہیں ہوگا اگرچہ مقدار کے اعتبار سے دونوں ہم جنس چیزیں برابر سر برابر ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے کسی ایسے ڈھیر کو کہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو ایک معین پیمانے کی کھجوروں کے بدلے میں لینے دینے سے منع فرمایا ہے (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 55)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کی اس صورت سے منع فرمایا ہے کہ ایک طرف تو کھجوروں کی بغیر معین مقدار کا ڈھیر ہو اور دوسری طرف کھجوروں کی ایک مقدار مثلاً دس یا بیس پیمانے (یا دس یا بیس من) ہو کیونکہ ایسی صورت میں اس ڈھیر کی کھجوروں کی مقدار غیر معلوم ہوتی ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ ڈھیر دوسری طرف کی معین مقدار سے کم رہ جائے یا اس سے زیادہ ہو جائے اس کی وجہ سے ان دونوں ہی صورتوں میں سود کی شکل ہو جائے گی تاہم یہ ملحوظ رہے کہ لین دین کی یہ صورت باہم تبادلہ کی جانیوالی ایسی دو چیزوں کے درمیان منور ہے جو ایک ہی جنس سے ہوں جیسا کہ اوپر کھجور کی مثال دی گئی ہے ہاں مختلف اجنس چیزوں کے لین دین میں یہ صورت ممنوع نہیں ہے کیونکہ مختلف اجنس چیزوں کا باہمی لین دین کی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے۔

ادھار کے لین دین میں سود کے ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادھار لین دین میں سود ہو جاتا ہے ایک اور روایت میں یوں ہے کہ اس لین دین میں سود نہیں ہوتا جو دست بدست ہو۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 63)

ادھار لین دین میں سود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سود کی صورت ایسے معاملے میں پیدا ہوتی ہے جس میں دو ہم قدر چیزوں کا باہمی تبادلہ ادھار کی شکل میں ہو کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا بعد میں دینے کا وعدہ کرے اگرچہ دونوں میں چیزوں کی جنسیں مختلف ہوں اور برابر سر برابر ہوں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو جو دے کر اس سے گےہوں لے تو اس لین دین میں کمی بھی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست لین دین ہو اگر کسی ایک طرف سے بھی ادھار ہوگا تو پھر یہ معاملہ جائز نہ ہوگا اور سود کی صورت ہو جائے گی اسی طرح اس لین دین میں سود نہیں ہوتا جو دست بدست ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی دو چیزوں کا باہمی تبادلہ کیا جائے جو ایک جنس کی ہوں اور برابر سر برابر ہوں نیز دونوں فریق اپنی اپنی چیز اسی مجلس میں اپنے اپنے قبضے میں کر لیں تو یہ جائز ہوگا اور سود کی صورت نہیں ہوگی اور اگر دونوں چیزیں ایک جنس کی ہوں تو پھر کمی بیشی کے ساتھ لین دین میں بھی یہ معاملہ جائز ہوگا اور سود کی صورت نہیں ہوگی بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو۔

شبہ کے سبب ترک بیع کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حلال بھی دانا

اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں کہ آیا وہ حلال چیزوں سے ہیں یا حرام چیزوں سے جس نے ان کو چھوڑ اس نے اپنا دین اور اپنی عزت محفوظ کر لی اور جو ان چیزوں میں بیجا ہو گیا وہ حرام کام میں پڑنے سے قریب ہے جیسے کوئی چیز ابا اپنے جانوروں کو سرحد کے قریب چھوڑ دے تو اسے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حد پار کر جائے جانور یا بے بدشاہی حدود ہو تو کی حد اور اللہ کی حرام کی ہو تو کی چیز میں ہیں۔ (جامع ترمذی، جلد اول، حدیث نمبر 1218)

ادھار کی بیع ادھار سے ممانعت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار کو ادھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا ہے۔
(رواہ الدارقطنی، مشکوٰۃ، صفحہ ۱۱۵، جلد سوم، حدیث نمبر ۹۱)
لفظ کا لفظی معنی دے گا تو یہ بھی لکھا پڑھا جا رہا ہے اور بغیر ہمزہ یعنی کالی بھی استعمال ہوتا ہے دونوں کا، سے مشتق ہیں جس سے معنی میں تاخیر یا ادھار۔

ادھار و ادھار کے ساتھ بیچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے کوئی چیز ایک متعین مدت کے بعد پر خریدے۔ یہ طے ہو جائے کہ خریدار اس چیز کی قیمت جب اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو ادھر کرے گا تو بیچنے والا وہ چیز اسے دے گا مگر جب وہ متعین تاریخ آجائے اور اس وقت بھی خریدار قیمت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو بیچنے والے سے یہ کہہ کر اب اس چیز کو ایک اور مدت سے لے کر کچھ زیادہ قیمت پر فروخت کر دے مثلاً اس نے وہ چیز دس روپے میں خریدی تھی اب یہ کہہ کر اس چیز کو گیارہ روپے میں بیچ دے اس اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو گیارہ روپے ادا کر دوں گا بیچنے والا کہے کہ میں نے بیچ دی اس طرح یہ معاملہ ایسے کے قبضہ کے بغیر طے ہو جائے کہ نہ تو بیچنے والا بیچے والا صحیح ہے۔ اور نہ خریدار اس کی قیمت ادا کرنے بلکہ بیچنے والے کے پاس رہے اور قیمت خریدار کے پاس اور خریدار فروخت کا معاملہ طے ہو جائے اس طرح کی بیع کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیونکہ یہ ایک ایسی بیع ہے جس میں قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔

یہاں حضرت نے اس کی ایک دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ مثلاً تم لوگ پاس زید کا ایک کچہ لے آئے اور تمہاری سے ذمہ دہر لے دوں روپے ہیں اب زید تمہارے یہ کہہ کر تمہارے پاس یہ اجو کچہ لے آئے اسے تمہارے ساتھ ان دس روپوں کے عوض کہ جو تمہارے ذمہ دہر ہیں بیچنا۔ ان میں تمہارے دس روپے لے لوں گا تم اس سے کچہ لے لینا اور تمہارے کچھے سے منظور ہے یہ بیع بھی صحیح ہے نہ کہ اس میں بھی قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔

منسوس مایہ اشیاء کی حرمت کے دائمی ہونے کا بیان

فَإِنْ (وَكُلَّ حَسْبٍ نَفْسٍ رَّسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ كَيْلًا قَبْلَهُ مَكِيلًا أَبَدًا، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْكَيْلَ فِيهِ مِثْلَ الْحَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالنَّمْرِ وَالْمِلْحِ

وَحُلُّ مَا نَصَّ عَلَى تَحْرِيمِ التَّفَاضُلِ فِيهِ وَزَنَا فَهُوَ مَوْزُونٌ أَبَدًا، وَإِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْوَزْنَ فِيهِ مِثْلُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (لَآنَ النَّصَّ أَقْوَى مِنَ الْعُرْفِ وَالْأَقْوَى لَا يُتْرَكُ بِالْأَدْنَى) وَمَا لَمْ يَنْصُ عَلَيْهِ فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى عَادَاتِ النَّاسِ (لَآنَهَا دَلَالَةٌ).

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ الْعُرْفُ عَلَى خِلَافِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ أَيْضًا لَآنَ النَّصَّ عَلَى ذَلِكَ لِمَكَانِ الْعَادَةِ فَكَانَتْ هِيَ الْمَنْظُورُ إِلَيْهَا وَقَدْ تَبَدَّلَتْ، فَعَلَى هَذَا لَوْ بَاعَ الْحِنْطَةَ بِجِنْسِهَا مُتَسَاوِيًا وَزَنًا، أَوْ الذَّهَبَ بِجِنْسِهِ مُتَمَاثِلًا كَيْلًا لَا يَجُوزُ عِنْدَهُمَا، وَإِنْ تَعَارَفَا ذَلِكَ لِنَوَظِهِمِ الْفَضْلَ عَلَى مَا هُوَ الْعِمَارُ فِيهِ، كَمَا إِذَا بَاعَ مُجَارِفَةً إِلَّا أَنَّهُ يَجُوزُ الْإِسْلَامُ إِلَى الْحِنْطَةِ وَتَحْوِيهَا وَزَنَا لِوُجُودِ الْإِسْلَامِ فِي مَعْلُومٍ.

ترجمہ

اور ہر وہ چیز جس میں زیادتی کی حرمت رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دی ہے وہ مکملی چیز ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے خواہ لوگوں نے اس میں کیل کرنا ترک کر دیا ہو جس طرح گندم، جو تک اور چھوڑا ہوا ہے اور ہر وہ چیز جس میں وزن کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نے حرمت قدس کو بیان کر دی ہے تو وہ ہمیشہ موزون رہے گی خواہ لوگوں نے اس کے وزن کو چھوڑ دیا ہو جس طرح سونا چاندی ہے۔ کیونکہ نص عرف سے قوی ہے اور ادنیٰ کے سبب زیادہ قوی کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے اور جس چیز کے بارے میں حدیث میں کوئی صراحت بیان نہیں ہوئی ہے وہ لوگوں کی عادت پر محمول کی جائے گی کیونکہ جواز حکم کیلئے عادت دلیل ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام بو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے مخصوص علیہ کے خلاف بھی عرف کا اعتبار کیا ہے کیونکہ مکملی و موزون میں کیل و وزن کی تصریح عرف کے سبب سے ہے پس اس بارے میں عادت کا ہی اعتبار کیا جائے گا اور عادت کبھی کبھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ لہذا اس اصول کے مطابق جب کسی نے گندم کو گندم کے بدلے میں وزن کر کے برابر فروخت کیا یا سونے کو سونے کے بدلے میں پتھر دیا تو طرفین کے نزدیک بیع درست نہ ہوگی خواہ لوگوں میں اسی کا عرف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں جو معیار ہے وہ اس پر زیادتی کا وہم ہے جس طرح اس صورت میں ہے جب کسی نے اندازے سے بیع دیا ہے جبکہ گندم وغیرہ کو بیع مسلم کر کے بیچا درست ہے کیونکہ بیع مسلم معلوم چیز میں پائی جا رہی ہے۔

مخصوص علیہ اشیاء میں مساوات پر بیع میں مذہب اربعہ

حضرت عبد بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے سونے برابر بیچنا اور اسی طرح چاندی کے عوض چاندی، کھجور کے بدلے کھجور، گھیوں کے بدلے گھیوں، نمک کے بدلے نمک، اور جو کے عوض جو برابر

فروخت کرو جس نے زیادہ لیا یا دیا اس نے سود کا معاملہ کیا۔ پس سونا چاندی کے عوض، گہیوں بھجور کے عوض اور جو بھجور سے بڑے جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔

اس باب میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور ابوالریاضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے بعض راوی یہ حدیث اسی سند سے خالد سے بھی روایت کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں بھجور کے بدلے جو کہ جس طرح چاہو فروخت کرنا لیکن نقد و نقد ہونا شرط ہے۔ بعض راوی یہ حدیث خالد سے وہ ابوقلظہ سے وہ ابوالاشعث سے وہ عبادہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ الفاظ زیادہ کرتے ہیں کہ خالد ابوقلظہ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ گہیوں جو کہ عوض جیسے چاہو فروخت کرو۔

اہل علم کا اسی پر عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ گند کو گندم کے عوض برابر ہی بچا جاسکتا ہے اور اسی طرح جو کہ عوض جو بھی برابر برابر فروخت کیے جاسکتے ہیں یعنی اگر جنس مختلف ہو تو کی بیشی سے بچنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ سودا نقد ہو، اکثر صیہ بہ کرام اور دیگر معامہ کا یہی قول ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کہ عوض گندم جس طرح چاہو فروخت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ نقد و نقد ہو اہل علم کی ایک جماعت نے جو کہ بدلے گندم بڑھا کر بچے کو کھرو کہا ہے امام مالک بن انس کا یہی قول ہے پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1257)

سود و شراب کے معاوضین کے بارے میں وعید کا بیان

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی پہلی ایمنٹ بھی نہیں رکھی جاتی جب تک جاہلیت سے کلی علیحدگی اور بے زاری نہ ہو جائے۔ اسلام کی بنیاد تو حید پر ہے۔ اس عقیدہ تو حید کا اظہار جان لفظوں میں کیا جاتا ہے وہ قُلْ اِلٰهٖ اِلَّا اللّٰهُ، اللّٰهُ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کا جائزہ لیجیے اور ان کے معانی پر غور کیجیے۔ بات یوں نہیں فرمائی گئی کہ اللہ ایک ہے۔ اللّٰهُ اَحَدٌ، بلکہ اس صرح کہی گئی ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم اسلام کی بنیاد رکھنے سے پہلے جاہلیت کی بیخ کنی ضروری سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اثبات پر ہر غیر اللہ کی نفی کو مقدم ٹھہراتا ہے۔ ٹھیک یہی بات ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ (البقرہ)

جو شخص طاغوت سے کفر کرتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔

حقیقت تو حید کی ان قرآنی تعبیرات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بتائے اسلام و ایمان میں طاغوت سے کفر یعنی جاہلیت سے کنارہ کشی کی کیا اہمیت ہے۔ اگر کوئی حقیقی حقیقت کسی مثبت شے کی بنیاد ہو سکتی تو بلا خوف و تردید کہا جاسکتا تھا کہ اسلام کی حقیقت، اول جہل و طاغوت کا یہی انکار ہے۔ کیوں کہ ایمان باللہ کا ذکر بھی قرآن مجید بکھر بکھر طاغوت کے بعد کرتا ہے اور یہ ٹھیک اس کلی خد بیلے کے مطابق ہے۔ جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے۔ یعنی یہ کہ کسی شے کے وجود کے لیے اس کی ضد کا معدوم ہونا ضروری ہے۔ اس لیے

ایمان باللہ کا وجود اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ ایمان بالطاغوت کی نجاستوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔

یہ تو ہوا اسلام اور جاہلیت کے مکمل تضاد فطری کا اجمالی بیان، اسی پر تفصیلات کو بھی قیاس کر لیجیے۔ یہ ایک نہایت موٹی سی بات ہے کہ جن دو چیزوں میں بنیادی اختلاف اور فطری تضاد ہوا ان کے لوازم، تفصیلات اور جزئیات کے اندر بھی ہم آہنگی نہیں ہو سکتی۔ بنیاد کا اختلاف جتنا گہرا اور سنگین ہوگا، فروغ میں ہم آہنگی اتنی ہی زیادہ ناممکن ہوگی۔ اسلام اور جاہلیت میں جو بر دست فطری تضاد ہے وہ آپ پر روشن ہے۔ ایسی صورت میں یہ کیوں کر باور کیا جاسکتا ہے کہ اسلام جاہلیت کی مختلف صورتوں میں سے کسی صورت کو اور اس کے بے شمار لوازم میں سے کسی لازم کو اپنی مرضی سے زندہ رہنے کا اذن دے گا۔ چنانچہ اس نے نہ صرف یہ کہا ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان کے ارتکاب میں معاونت تک نہ کرو، کہ جنہیں ایمانی پر یہ ایک شرمناک داغ ہوگا:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ)

اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کام اور جاہلیت کے کام، دونوں ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔ بقول امام بخاری **أَلْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ** معاصی جاہلیت کے کام ہیں (بخاری کتاب الایمان) اس لیے اگر اس آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا جائے تو کوئی فرق نہ واقع ہو جائے گا جاہلیت کے کاموں میں سکی کے ساتھ تعاون نہ کرو۔

اس پالیسی کی عملی مثالیں -

گناہ یا زیادتی کے کاموں میں یا جاہلیت کے کاموں میں تعاون نہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اس کی عملی شرح کیا ہے؟ اسے مثالوں کے ذریعے اور خود ارشاد است رسول ﷺ کی روشنی میں دیکھئے۔ سود خوری، جو ایک گناہ کا کام ہے اور جاہلیت کا لازمہ، اس کے بارے میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَلَ الرِّبَا وَمُوجِلَهُ وَكَحْبَتَهُ وَشَاهِدِيَهُ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ

(صحیح مسلم کتاب الساقاة)

اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے سود لینے والے پر، سود دینے والے پر، سودی دستاویز لکھنے والے پر اور سودی معاملے کے گواہوں پر اور فرمایا کہ یہ سب اس گناہ میں یکساں شریک ہیں۔ ایک دوسرے گناہ شراب خوری کے متعلق آنحضرت کا ارشاد ہے:

لَعَنَ اللَّهُ الْحُمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَخَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهَا

(صحیح مسلم، کتاب الاثرب)

اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے چلانے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے نبھانے والے پر، اس کے نبھوانے والے پر، اس کے اٹھا کر لے جانے والے پر اور اس شخص کے اوپر جس کے یہاں لے جا کر رکھی جائے۔

”ان اللہ لے اندازہ کیجئے کہ گناہ تو گناہ، اما عتدائیکہ تھی، بلکہ جی ہے اور امانت بھی تھی امانت ان میں سے ایک ہے۔“
 کا پرالہ تھا، کیجئے یا۔ اور سے فرید کر لا کیجئے، یا کشید کر کیجئے، کسی سوئی، تاویز، لولہ، لڑ، کیجئے یا ان پر کوئی، ہا، چھو، یاں، یہ نام جسے
 نشان ہی دے کیجئے۔ لہذا معاذ اللہ، نظام پر نہیں ہے، رسول خدا ﷺ کا مزاج و شہادت تھا، جو آپ نے شراب اور... سندن
 ایسے تیز و تند گھمات ارشاد فرمائے ہیں؟ حاشا و خدا، کہ کسی ایسی بدگمانی کا کوئی سلطان تصور بھی نہ کرے۔ چنانچہ آپ نے ان عبادت میں
 دین کی دسی اصولی حقیقت بے نقاب فرمائی ہے، جس کا آیت مذکور بالا سے ابتدائی تعارف: ”والتی“۔ حقیقت ان وہاں، حدیث میں
 کی حیثیت اسی آیت ”وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَ الْأَثَمِ وَالْعُدْوَانِ“ کی مثال کی سی ہے، اور ان میں پورا... سندن، حدیث و قیاس پر مبنی ہے۔
 یہ مان نہ ہو کہ چوں کہ دوسرے معاصی کا آپ نے اس طرح ذکر نہیں فرمایا ہے، اس لیے کیا عجب، جو یہ، میرا بھی، چنانچہ اس
 کے حق میں مخصوص ہو۔ کیوں کہ یہ مان اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ اذکار، شرع اور ہدایات رسول میں نفی ہدایت
 یا غلط و نقصان کا کوئی بنیادی فلسفہ قائم نہیں کر رہا ہوتا ہے اور وہ اپنی تہ میں نہ کوئی نماز رکھتے ہیں نہ کوئی غلت، مگر وہ سب سے بڑا غلط
 اور اس کے رسول سے ہارے میں اس گستاخی اور ردیدہ دیتی کی تاب لاسکتا ہے۔ پس یہ حقیقت سب سے بہت بعید ہے یہ شدت و میر
 صہ نہ لگتی اور چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ یہ کسی متعین اصول کے تحت ہے نہ کسی خاص غلت کی، نہ آپ... بل کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ
 جو فرمایا گیا تو اسی ”وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَ الْأَثَمِ وَالْعُدْوَانِ“ کے اصول کے تحت فرمایا گیا، اور سوئی، معاملت میں دستاویز نہیں اور وہی
 جیسی بلکہ ہر بالکل معصوم ہاتھوں کو اُسمر اور لعنت، نایا کیا تو اسی لیے کہ اگرچہ وہ چھوٹا ہے، خود معصیت نہیں مگر ان میں ارتکاب معصیت
 کی معاونت پائی جاتی ہے اور جب حقیقت نفس الامری یہ ہے تو کھلی بات ہے، جہاں بھی یہ غلت پائی جائے گی اور جس جگہ بھی یہ
 اصول حق و ان مضبوط ہوتا نظر آئے گا، وہاں لازماً یہی حکم لگایا جائے گا جو سود و شراب کے سلسلے میں لگایا گیا ہے۔ یہی خوبی نہیں ہے کہ
 نہایت بھی قیاس ہوگا۔ ہاں نہ مارے گناہ ہی ایک درجے کے گناہ ہیں نہ ان کی اعانت ہی یکساں درجے کی معصیت ہے، حتیٰ کہ خود
 ایک گناہ کی اعانت کی جو مختلف شخصیں ہوتی ہیں، ان سب کی شاعت بھی، ہر مرتبہ نہیں۔ شراب پینے والے کے حصے میں جو لعنت
 آئے گی وہ پانے والے کے حصے میں نہیں ہو سکتی، مودود اور جس غضب الہی کا مستحق ہے گواہ اس کا سزاوار نہیں بن سکتا۔ اس مرتبہ جو
 گناہ و شراب نوشی اور سود و خوار سے نسبتاً ہلکے گناہ ہیں ان کی سزا بھی ان کے ارتکاب کا تعاون ہے۔ مگر یہاں ہم یہ بات اپنی جگہ
 ناقابل اتکار رہے کہ گناہ خود کوئی ہو اس کے ارتکاب میں معمولی سے معمولی تعاون بھی بجا ہے خود ایک گناہ ہے، باجلی حرکت ہے،
 جرم ہے اور اسلام کے خلاف جرم ہے۔

امثلہ مذکورہ کا سبب انتخاب کا بیان

لیکن اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ ضرور قابل غور ہے کہ وہ کیا خاص بات تھی، جس کی بنا پر حضرت ﷺ نے تعاون علی
 الاثم کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بطور مثال انھی دو امور معصیت کو منتخب فرمایا؟ تو اس کے دراصل یہ تھی یہ وہ جرائم ہیں جو ہر حرب
 کی گھٹن میں پڑے ہوئے تھے، ہمسوں سے لوگ ان کے برپا چلے آ رہے تھے، ان کے نظام حاش و تمدن میں یہ پڑ چوکا بہی بن چکے

تھے اور نہ یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان کی بابت فسق و معصیت ہونے کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہو چکا تھا۔ سود کے بارے میں ان کا یہ معاشی تبرہ قرآن میں اس تک محفوظ ہے کہ **إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا** و شراب سود ہی کے ہم مثل ہیں۔ (البقرہ)

ربا شراب کا معنی وہ تو چھوٹا پونجیہ ہے کہ یہ ائمہ انبیاؑ ان کی نگاہ میں کتنے بے شمار اخلاقی اور مادی محاسن کا پیکر تھی۔ ربا تو خیر حد اباحت کے اندر ہی تھا اور اسے صرف ایک ناگزیر تمدنی و معاشی ضرورت کا نام دے کر مقبول عام بنادیا گیا تھا۔ مگر اس جام و سرخرنے تو دینی تقدس پر بھی چھاپے مار رکھے تھے۔ شراب خوری عربی اخلاقیات میں اباحت کے مقام سے اٹھ کر امتحان کے مقام تک جا پہنچی تھی۔ بل کہ اس سے بھی آگے کسی اور بلند درجے پر فائز تھی۔ یعنی وہ ان کے خیال میں مکارم اخلاق کا سرچشمہ تھی، اس سے سخاوت، دریادلی اور غربا پروردی کے سوتے پھونٹتے تھے، وہ جسم میں شہامت اور جاں بازی کی بجلیاں بھردیتی تھی۔ بھلا ایسی مقوی بدن ہی نہیں، بل کہ مقوی، خلاق شے بھی قابلِ نفرت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ جب قرآن نے ابتداً اس کے مفاسد کی طرف اشاروں ہی اشاروں میں کچھ کہا تو اہل جاہلیت کو نہیں، خود اہل اسلام کو ایک تعجب سا ہوا اور جناب رسالت ﷺ میں یہ سوال پیش کر ہی دیا گیا کہ شراب کے بارے میں آخر شریعت کیا کہتی ہے۔ **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ** (البقرہ) مطلب یہ تھا کہ شراب صفات عالیہ کا ایک زبردست ذریعہ ہے، خالص دینی نقطہ نگاہ سے بھی اس میں غیر معمولی فائدے ہیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے حق میں وحی کے تیور بد لے ہوئے کیوں نظر آتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اس میں بلاشبہ بہت سے خیر و منفعت کے پہلو ہیں، دنیوی اور مادی حیثیت ہی سے نہیں، بل کہ خالص اخلاقی اور دینی حیثیت سے بھی، مگر ان وجود خیر کے مقابلے میں ان کے اندر جو جو شر ہیں، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس لیے اس کو ایک مستحسن فعل اور عادت سمجھنے کے فریب میں نہ رہو۔ اسے آج نہیں تو کل چھوڑنا ہی پڑے گا۔

فُلْ فِيهِمَا أَتَمَّ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ط (البقرہ)

تو کہہ، ان میں گناہ بڑا ہے، اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ فائدے سے بڑا ہے۔ جو بُرائیاں بھلائیوں کا روپ اختیار کر لیتی ہیں اور سوسائٹی میں ان کو بے نظر استحسان دیکھا جانے لگتا ہے، ان کا رشتہ جذبات سے کتنا گہرا اور مستحکم ہوتا ہے اور وہ کس طرح لوگوں کے دُگ و پے میں مراہت کر جاتی ہیں۔ اس لیے ایسی بُرائیوں کا مٹانا بڑا ہی دشوار کام ہے اور بڑی حکمتوں سے انجام پاتا ہے۔ چنانچہ شراب اور سود کے بارے میں جو یہ خاص رویہ شارعِ حکیم نے اختیار فرمایا کہ بتدریج اسے حرام کیا، وہ دراصل اسی وجہ سے تھا اور جب پوری سوسائٹی کی اچھی طرح دشمنی تربیت کر لینے کے بعد ان اشیاء کی قطعی حرمت کا آخری فرمان جاری ہو گیا تو ضروری تھا کہ آئندہ کے لیے ان خیر نما مفاسد کی طرف جانے کے سارے دروازے انتہائی مضبوطی کے ساتھ بند کر دیے جائیں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے، جو معلمِ حکمت بھی تھے اور مہر کی نفوس بھی، وہ الفاظ فرمائے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اور اس طرح کی وغیرہیں سنائیں، جن کی نظیر نہیں ملتی۔

خصوص طور پر شراب اور سو کے بارے میں شارع علیہ السلام کی یہ شدت تکبر اصولی تشریح کے ایک اہم نکتے کا ہادی بنی ہے اور وہ یہ کہ بعض گناہوں کی شاعت اگرچہ بجاے خود بہت زیادہ نہ ہو، مگر بعض خارجی مصالح اور عوارض ایسے ہو سکتے ہیں، جن کی بنا پر شاعت المنافع ہو جائے، یہاں تک کہ وہ ضرب المثل بن جائے۔ مخصوص مصالح سے قطع نظر شراب اور سو کا اپنا ذاتی مفید فائدہ اور زنا جیسے گناہوں سے بہت ہلکا ہے۔ لیکن ان خاص اسباب و عوارض کی وجہ سے، جن کا اوپر ذکر ابھی گزرا، شراب نوشی اور سو خوردگی کو ایسے مفسد گناہوں سے بھی بدتر معصیت قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ ایک درہم سو دکھانا چھتیس بار زنا کرنے سے بھی زیادہ قبیح فعل ٹھہرایا گیا۔ عادی سے نوش کی موت کو اگر اس نے توبہ نہ کی ہو، بت پرست کی موت سے تشبیہ دی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ محض اس بنا پر کہ ان چیزوں کی بابت یہ تصور ہی بھلا دیا گیا تھا کہ وہ کوئی گناہ کے کام میں اور ایک مدت سے ان کے بارے میں یہ گمان کیا جا رہا تھا کہ یہ تو ناگزیر تمدنی اور معاشی ضرورتیں ہیں اور فی الواقع دین و دیانت کے دائرہ بحث میں ہیں بھی نہیں، یا پھر یہ مکارم اخلاق کا ذریعہ ہیں۔

گویا اصول یہ ٹھہرا کہ خواہ کوئی اپنی جگہ کم وزن ہی کیوں نہ ہو مگر جب اس کو قبول عام حاصل ہو جائے، اس کو معاشرت اور معاش کی ناگزیر ضرورت کی حیثیت دے دی جائے، اس کو اخلاقی فضائل کا موجب قرار دے دیا جائے تو اس کا وزن اپنی فطری مقدار سے کہیں زیادہ ہو جائے گا۔ یہی حال نیکیوں کا بھی ہے، ایک چھوٹی سی نیکی بھی بسا اوقات مدار ایمان نظر آنے لگتی ہے۔ جب اس کو عام طور سے عمل ہے وہ قدر سمجھ لیا جائے۔ ایک مٹی ہوئی سبب رسول ﷺ کا از سر نو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کا ثواب پاتے۔ سنایا ہے تو اسی بنیاد پر اور اگر کبھی علیٰ الغنیم تک کو ایمانیات کے بیان میں شامل فرست کیا گیا ہے، تو اسی اصول کے تحت۔ ورنہ نہ جاسے خود کہاں راوی میں جان عزیز کا سو بار شمار کرنا اور کہاں کسی ایک جزوی سنت کا اتباع، کہاں ایمان اور کہاں موزوں کا۔

رطل سے فروخت ہونے والی چیز کے وزنی ہونے کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ مَا يُنْسَبُ إِلَى الرُّطَلِ فَهُوَ وَزْنِي) مَعْنَاهُ مَا يَبْعُ بِالْأَوَاقِي لَا نَتَاهَا قَدْرُ ثَبَطَ بِطَرِيقِ الْوَزْنِ حَتَّى يُنْحَسَبَ مَا يَبْعُ بِهَا وَزْنًا بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَكَابِيلِ ، وَإِذَا كَانَ مَزُورًا فَلَوْ بَاعَ بِمِثْكَالٍ لَا يُعْرَفَ وَزْنُهُ بِمِثْكَالٍ وَفِيهِ لَا يَجُوزُ لَوْ هُمُ الْفَضْلُ فِي الْوَزْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاوِزَةِ .

ترجمہ

فرمایا: اور ہر وہ چیز جس کو رطل کی منسوب کیا جائے تو وہ وزن والی ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اوقیہ کے ساتھ

روایت یہ ہے کہ وہ زنی ہے لیکن اذیہ کا اندازہ وزن سے کیا جاتا ہے اذیہ سے فروخت ہونے والی چیزوں کو زنی شمار کیا جائے گا۔ یہ خلاف تمام بیہ نلوں کے اور جب رطل کی جانب منسوب ہونے والی چیز موزنی ہوگی تو اس چیز کو ایستہ ہونے سے جس کا وزن معصوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یا اسی جیسے بیانے کے بدلے میں بیچا گیا تو بھی جائز نہ ہوگی کیونکہ اندازے سے فروخت کرنے کی طرح وزن میں بھی زیادتی کا احتمال رہ جاتا ہے۔

شرح

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دینار، دینار کے بدلے میں اور درہم، درہم کے بدلے میں (بیچا جائے گا) اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویٰ نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اہل بیت مجھے اس امر رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ بیع اس صورت میں ہوتا ہے جب ایک طرف ادھار ہو۔ اگر نقد ایک درہم، دو درہم کے بدلے میں بیچے تو یہ درست ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دلیل یہ حدیث ہے لا ریسوا الا فی النسیئہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ پر جب اعتراضات ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ کی کتاب میں میں نے یہ مسئلہ پایا ہے، نہ یہ کہتے ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کیونکہ میں اس زمانہ میں بچہ تھا اور تم جوان تھے۔ رات دن آپ کی صحبت بابرکت میں رہا کرتے تھے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے کے خلاف اب اجماع ہو گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ محمول ہے اس پر جب جنس مختلف ہوں۔ جیسے ایک طرف چاندی دوسری طرف سونا، یا ایک طرف گہوؤں اور دوسری طرف جوہر ہا، ایسی حالت میں کمی بیشی درست ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حدیث لا ریسوا الا فی النسیئہ منسوخ ہے مگر صرف احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نہیں ہے سود اس بیع میں جو باتوں ہاتھ ہو۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

شوکانی لکھتے ہیں کہ حازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس سے رجوع اور استغفار نقل کیا ہے جب انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سے اس بیع کی حرمت میں فرمان رسالت ﷺ سنا تو افسوس کے طور پر کہا کہ آپ لوگوں نے فرمان رسالت ﷺ یاد رکھا، لیکن افسوس کہ میں یاد نہ رکھ سکا۔ اور بروایت حازی انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو کہا تھا وہ صرف میری رائے تھی، اور میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نبوی ﷺ سن کر اپنی رائے کو چھوڑ دیا۔

عقد صرف کے سوا میں تعین رکھنا کا بیان

قَالَ (وَعَقْدُ الصَّرْفِ مَا وَقَعَ عَلَى جِنْسِ الْأَثْمَانِ يُعْتَبَرُ فِيهِ قَبْضُ عِرْضِهِ فِي الْمَجْلِسِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (وَالْفِضَةُ بِالْفِضَةِ هَاءٌ وَهَاءٌ) " مَعْنَاهُ يَدًا بِيَدٍ، وَسَبِّحُ الْفَقْهُ فِي الصَّرْفِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

قَالَ (وَمَا سِوَاهُ مِمَّا فِيهِ الرِّبَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّعِينُ وَلَا يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّقَابُضُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ). لَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ (يَدًا بِيَدٍ) وَلِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَقْبُضْ فِي الْمَجْلِسِ فَيَتَقَابَضِ الْقَبْضُ وَلِلنَّقْدِ مَرْيَّةٌ فَتَبْتُ شُبْهَةَ الرِّبَا. وَلَسْنَا أَنَّهُ مَبِيعٌ مَتَعَيْنٌ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْقَبْضُ كَالثَّوْبِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْفَالِدَةَ الْمَطْلُوبَةَ إِنَّمَا هُوَ التَّمَكُّنُ مِنَ التَّنَصُّفِ وَيَتَرْتَّبُ ذَلِكَ عَلَى التَّعِينِ، بِخِلَافِ الصَّرْفِ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِيهِ لَيَسَعَيْنِ بِهِ؛ وَمَعْنَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (يَدًا بِيَدٍ) " عَيْنًا بِعَيْنٍ، وَكَمَّا رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتَقَابُضُ الْقَبْضِ لَا يُعْتَبَرُ تَفَاوُتًا فِي الْمَالِ عُرْفًا، بِخِلَافِ النَّقْدِ وَالْمَوْجَلِ.

ترجمہ

فرمایا: عقد صرف کے سوا وہ اموال جن میں سود ہے ان میں تعین کرنے کا اعتبار ہوگا جبکہ باہم قبضے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ در تاج کی بیع تاج کے بارے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور ان کی دلیل حدیث مشہور جس میں یہ اید فرمایا گیا ہے کیونکہ قبضہ جب مجلس میں نہ ہوگا تو وہ اس کے بعد واقع ہوگا جبکہ نقد کا ایک طرح سے فرق حاصل ہے پس سود کا شہد ثابت ہو جائیگا تاہم دلیل یہ ہے کہ عقد صرف کے سوا جو چیز بھی صحیح ہے وہ متعین ہے پس اس میں قبضہ شرط نہیں ہے جس طرح کپڑے میں ہے اور یہ اس دلیل کے سبب ہے کہ بیع سے جو فائدہ مطلوب ہے وہ تصرف پر قدرت رکھنا ہے اور یہ تصرف متعین کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائے گا۔ یہ خلاف بیع صرف کے کیونکہ عقد صرف میں قبضہ اسی لئے ہوتا ہے کہ اس سے جنس متعین ہو جائے ورنہ کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی یہ اید کا حکمی سینا ہمیں ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح روایت کیا ہے اور قبضہ کو بعد میں واقع ہونا یہ عرف کے مطابق مال میں کسی قسم کا فرق ثابت کرنے والا نہیں ہے جبکہ نقد اور مَوْجَل میں یہ نہیں ہے۔

شرح

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عبد الرحمن بن اسود کے جانور کا چارہ تمام ہو گیا انہوں نے اپنے غنم سے کہہ گھر

سے گیہوں لے جا اور اس کے برابر جو تکوالا۔ ابن معین دوسری سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ نہ بیچا جائے گا گیہوں کے بدلے میں گیہوں اور کھجور کے بدلے کھجور اور گیہوں کے بدلے میں کھجور اور کھجور کے بدلے میں انگوڑی نقد انقد کی طرف میعاد نہ ہو اگر میعاد ہوگی تو حرام ہو جائے گا اسی طرح جتنی چیزیں روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اگر ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ بدلے تو نقد انقد لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جتنی کھانے کی چیزیں ہیں یا روٹی کے ساتھ لگانے کی جب جنس ایک ہو تو ان میں کمی بیشی درست نہیں۔ مثلاً ایک مد گیہوں کو دو مد گیہوں کے بدلے میں یا ایک مد کھجور کو دو مد کھجور کے بدلے میں یا ایک مد انگوڑی کو دو مد انگوڑی کے بدلے میں نہ بیچیں گے اسی طرح جو چیزیں ان کے مشابہ ہیں کھانے کی یا روٹی کے ساتھ لگانے کی جب ان کی جنس ایک ہو تو ان میں کمی بیشی درست نہیں اگرچہ نقد انقد ہو جیسے کوئی چاندی کو چاندی کے بدلے میں اور سونے کو سونے کے بدلے میں اور بیچے تو کمی بیشی درست نہیں بلکہ ان سب چیزوں میں ضروری ہے کہ برابر ہوں۔ اور نقد انقد ہوں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب جنس میں اختلاف ہو تو کمی بیشی درست ہے مگر نقد انقد ہونا چاہیے جیسے کوئی ایک صاع کھجور کو دو صاع گیہوں کے بدلے میں یا ایک صاع کھجور کو دو صاع انگوڑی کے بدلے یا ایک صاع گیہوں کے دو صاع گھی کے بدلے میں خریدے تو کچھ قباحت نہیں جب نقد انقد ہوں میعاد نہ ہو اگر میعاد ہوگی تو درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ درست نہیں کہ ایک گیہوں کا بورادے کر دوسرا گیہوں کا بورا اس کے بدلے میں لے یہ درست ہے کہ ایک گیہوں کا بورادے کر کھجور کا بورا اس کے بدلے میں لے نقد انقد کیونکہ کھجور کو گیہوں کے بدلے میں ڈھیر لگا کر انکل سے بیچنا درست ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جتنی چیزیں کھانے کی یا روٹی کے ساتھ لگانے کی ہیں جب ان میں جنس مختلف ہو تو ایک دوسرے کے بدلے میں ڈھیر لگا کر بیچنا درست ہے جب نقد انقد ہو اگر اس میں میعاد ہو تو درست نہیں جیسے کوئی چاندی سونے کے بدلے میں ان چیزوں کا ڈھیر لگا کر بیچے تو درست ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص نے گیہوں تول کر ایک ڈھیر بنایا اور وزن چھپا کر کسی کے ہاتھ بیچے تو یہ درست نہیں۔ اگر مشتری یہ چاہے کہ وہ گیہوں بائع کو واپس کر دے اس وجہ سے کہ بائع نے دیا ہوا سنتہ وزن کو اس سے چھپایا اور دھوکا دیا تو ہو سکتا ہے، اسی طرح جو چیز بائع وزن چھپا کر بیچے تو مشتری کا اس کے پھیر دینے کا اختیار ہے اور ہمیشہ اہل علم اس بیع کو منع کرتے رہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک روٹی کو دو روٹیوں سے بدلنا یا بڑی روٹی کو چھوٹی روٹی سے بدلنا یہ نہیں البتہ اگر دو روٹی کو دوسری روٹی کے برابر سمجھ کر بدلنا درست ہے اگرچہ وزن نہ کرے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک مدزبہ اور ایک مدلبن کو دو مدزبہ کے بدلے میں لینا درست نہیں کیونکہ اس نے اپنے زبدہ کی عمدگی لبین کے شریک کر کے برابر کر لی اگر علیحدہ لبین کو بیچنا تو کبھی ایک صاع لبین کے بدلے میں ایک صاع زبدہ نہ آتی۔ اس قسم کا مسکد اور بیان ہو چکا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سعید بن مسیب سے محمد بن عبداللہ بن مریم نے پوچھا میں غلہ خرید کر تا ہوں جاہار کو کبھی میں ایک دینار اور نصف درہم کو خرید کر تا ہوں کیا نصف درہم کے بدلے میں اتنا ج دے دوں سعید نے کہا نہیں بلکہ ایک درہم دے دے اور جس قدر باقی رہے اس کے بدلے میں بھی اتنا ج لے لے۔ (مسوط امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1239)

غیر معین پیمانوں کے سبب گندم کی بیج میں مراہجہ کرنے کا بیان

نہ بیج کا صرف ہونا مطلقاً اس کی ممانعت کو سترم، سونا کہ دس روپے کو خریدنا تھا یا گیارہ روپے کو بیچنا یا دس روپے بھر چاندی کا کنگن کا ایک اشرفی کو مول لیا تھا یا ڈیڑھ اشرفی یا ایک اشرفی اور ایک روپے کو بیچنا، یہ سب صرف ہی ہے اور مراہجہ اور جائز، نہ صرف نہ ہونا مطلقاً جواز مراہجہ کو کافی، من بھر گیہوں، من بھر گیہوں کو خریدے، ان کی بیج مراہجہ حرام ہے کہ سود ہے حاکم صرف نہیں۔ غصہ بنے مٹتی شے کو غائب کر دیا، قاضی کی طرف سے اس پر اس کی شل دینے کا فیصلہ صادر ہوا تو اب وہ منصوب کا، لک بن گیا اس کے لئے جائز نہیں کہ اس چیز کو اس سے زائد پر فروخت کرے کیونکہ یہ سود ہے۔

(نہیۃ ذوی الاحکام فی غیۃ درر الاحکام، باب المراءۃ والتولیۃ، میر محمد کتب خانہ کراچی) اگر کسی نے گندم کا ایک مختوم جو کہ دو غیر معین مختوموں کے بدلے میں خرید یا بھریا ہی قبضہ بھی کر لیا تو گندم کو بطور مراہجہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی ہر کیلی اور دزنی چیزوں کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے۔ ہندیہ کے قول بصنف اخر (یعنی دوسری قسم کے ساتھ) کے مفہوم نے یہ فائدہ دیا کہ اگر جنس کا مقابلہ جنس سے ہو تو بیج مراہجہ ناجائز ہے، ہم غریب ان شاء اللہ تعالیٰ تجھے اس کی دلیل دیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب البیوع) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ جو شے مراہجہ بیچی جائے اس میں دو شرطیں ہیں۔

شرط اول: وہ شے معین ہو یعنی عقد معاوضہ اس کی ذات خاص سے متعلق ہوتا ہے نہ یہ کہ ایک مطلق چیز ذمہ پر لازم آتی ہو، ثمن جیسے روپیہ اشرفی عقود معاوضہ میں متعین نہیں ہوتے، ایک چیز سو روپے کو خریدی یا کچھ ضرور نہیں کہ یہی سو روپے جو اس وقت سامنے تھے ادا کرے بلکہ کوئی سودے دے، اور اگر مثلاً سونے کے کنگن بیچو تو خاص یہی کنگن دیئے ہوں گے، یہ نہیں کر سکتے کہ ان کو بدل کر دوسرے کنگن دے اگرچہ وزن ساخت میں ان کے شل ہوں یہ شرط مراہجہ و تولیۃ و وضعیۃ تینوں میں ہے یعنی اول سے نفع پر بیچے یا برابر کو یا کپڑا، یہاں اس شے کا معین ہونا اس لئے ضرور ہے کہ یہ عقد اشئی و مملوک سابق پر وارد کا جاتا ہے اور جب وہ معین نہیں تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ دہی شے ہے، وہاں اگر روپوں سے اشرفیاں خریدیں تو ان کو مراہجہ نہیں بیچ سکتے۔

سیوگ اکاؤنٹ میں سود ہونے کا بیان

اول: دو چیزوں کی بنا پر سیوگ اکاؤنٹ نامی اکاؤنٹ میں رقم رکھنی حرام ہے۔

جہلی: یہ ایسا معاہدہ ہے جس میں اس المال پر فکس تناسب سے نفع دیا جاتا ہے، اور پھر اس المال کے ضائع نہ ہونے کی ضمانت بھی ہوتی ہے۔

جو درحقیقت فائدہ پر قرض دینا ہے، اور علماء کرام کا اجماع ہے کہ ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے، اور یہاں قرض دینے والا کھاتہ دار ہے، اور قرض لینے والا اس اکاؤنٹ کو کھولنے والا (یعنی ڈاکھانہ) ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور ہر وہ قرض جس میں زیادہ ہونے کی شرط لگائی جائے وہ بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے۔ ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: سب علماء اس پر جمع ہیں کہ ادھار دینے والا جب ادھار لینے والے پر یہ شرط رکھے کہ وہ زیادہ دینگا، یا دیر دینگا، اور اس شرط پر رقم ادھار دے تو اس رقم سے زیادہ لینا سود ہے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ: ابی بن کعب، اور ابن عباس، اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہر اس قرض سے منع کیا ہے جو نفع لائے۔ (المغنی ابن قدامہ 8 ر. 436)

دوسری: ڈاکھانہ اس کے پاس رقم جمع کرانے والوں کی رقم سودی بینکوں میں رکھتا اور اس پر فکس اور معلوم تناسب سے نفع لے کر اس کا کچھ حصہ کھاتہ داروں میں تقسیم کرتا ہے، اور یہ ایک اور سودی معاہدہ ہے جو ڈاکھانہ کر رہا ہے۔

تو اس طرح پہلی صورت میں ڈاکھانہ خود سود پر قرض لیتا ہے، اور دوسری صورت میں ڈاکھانہ سود پر قرض دیتا ہے، اور ان معاملات کی جانچ پرکھ کرنے والے شخص پر اس کے جتنی حرام ہونے میں کسی بھی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں رہتا، اور بلا شہد اس میں لکھنے، یا گواہی دینے یا کسی بھی صورت میں اس کی معاونت کرنے کی ملازمت وغیرہ کرنا حرام ہے۔

موسوعہ فتاویٰ ازہر میں درج ہے۔

"شیخ الانزہر جناب جاد الحق علی جاد الحق رحمہ اللہ کے سامنے درج ذیل سوال پیش کیا گیا: بینک یا کمپنیوں کو دی گئی رقم یا اس میں سرمایہ کاری کردہ رقم پر بینک یا کمپنیوں کی جانب سے دیے جانے والے فوائد کے متعلق کیا حکم ہے، آیا یہ سود شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں سود کی حرمت کے بیان میں وارد شدہ دلائل اور تفصیلات بیان کرنے کے بعد درج ذیل کلام درج ہے: "قرآن و سنت کی ان اور ان کے علاوہ دوسری تفصیلات سے سود کی تمام قسموں کی حرمت ثابت ہوتی ہے، چاہے وہ اصل قرض پر زیادہ رقم لینے کی شکل میں ہو، یا پھر قرض کی تاخیر کے بدلے زیادہ رقم حاصل کی جائے، اور اس کی ادائیگی میں تاخیر ہونے پر، یا پھر معاہدہ میں اس المال کی ضمانت کے ساتھ اس زیادہ فوائد کی شرط رکھی جائے، جب ایسا ہو اور جن فوائد کے متعلق دریافت کیا گیا ہے وہ بینکوں میں رکھی جانے والی رقم کے معاہدہ جات میں ہو، اور ڈاکھانہ اور بینکوں میں سیوگ اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم کے معاہدہ جات میں، اور یہ رقم فائدہ پر قرض کے باب میں ہو تو یہ زیادہ سود (ربا الفضل) یا فقہاء کے نام میں زیادہ سود ہے جو کہ دین اسلام میں

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی نصوص، اور مسلمانوں کے اجماع سے حرام ہے۔

کسی بھی مسلمان شخص کے لیے اس کا لین و دین کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی وہ اس کا تقاضہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے کہ اس نے مال کہاں سے کمایا، اور کیسے خرچ کیا۔

جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: روز قیامت اس وقت تک آدمی کے قدم نہیں جھکتے جب تک اس سے اس کی عمر کے متعلق سوال نہ کر لیا جائے کہ اس نے عمر کیسے بسر کر، اور اس کے عمل کے متعلق سوال نہ کر لیا جائے کہ اس نے کیا عمل کیا، اور اس کے مال کے متعلق در یافت نہ کر لیا جائے کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے متعلق دریافت نہ کر لیا جائے کہ اس نے اس کے ساتھ کیا کیا۔

دوم: سیونگ اکاؤنٹ کے کھاتہ داروں کا کیپیوٹر میں حساب و کتاب رکھنا اور شامل کرنے کی عازمت کرنا یہ سود لکھنے میں شامل ہوتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے، اور سود کھلانے، اور سود لکھنے، اور سود کی گواہی دینے والے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں" صحیح مسلم حدیث نمبر (1598)

اس لیے آپ پر اس عمل سے توبہ کرنا اور اس ملازمت کو جتنی جلدی ہو سکے ترک کر کے کسی اور محکمہ میں منتقل ہونا جو سود سے دور و لازم اور ضروری ہے، یا پھر آپ یہ کام بالکل ہی ترک کر دیں، تا کہ اس عظیم فتنہ اور گناہ میں شامل نہ ہوں۔ اور آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ جو شخص بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے اس بھی بہتر اور اچھی چیز عطا فرماتا ہے، اور جو شخص بھی اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور بھی زیادہ دیتا ہے، اور اس پر انعام کرتا ہے، اور سے روزی وہاں سے دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اور جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے، اور اسے روزی بھی وہاں سے دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ (الطلاق)۔ (3-2)

اب انڈے کی بیج دواٹروں سے کرنے کا بیان

قَالَ (وَبَحْوَزٌ بَيْعُ الْبَيْضَةِ بِالْبَيْضَتَيْنِ وَالتَّمْرَةِ بِالتَّمْرَتَيْنِ وَالْمَجْوَرَةِ بِالْمَجْوَرَتَيْنِ) لَا يُعَادِمُ الْمُعَادِمِ فَلَا يَنْتَحَقُّ الرَّبَا . وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِيهِ لَوْ جُودَ الطَّعْمُ عَلَى مَا مَرَّ .

ترجمہ

فرمایا: اور ایک انڈے کی بیج دو انڈوں کے ساتھ کرنا، ایک چھوہارے کو دو چھوہاروں کے اور ایک اخروٹ کو دو اخروٹوں کے بدلے میں بیچنا جائز ہے کیونکہ ان میں معیار نہیں پایا گیا پس سود ثابت نہ ہوگا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے ظعم پائے جانے کا اعتبار کیا ہے اور ہمارے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ جس طرح اسکایان گزر چکا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین خلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شریعت میں ماپ کی مقدار کم سے کم نصف صاع ہے اگر کوئی کبلی چیز نصف صاع سے کم ہو مثلاً ایک دو لپ اس میں کی بیشی یعنی ایک لپ دو لپ کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔ اسی طرح ایک سیب دو سیب کے بدلے میں، ایک سمجھورو کے بدلے میں، ایک انڈا دو انڈے کے عوض، ایک اخروٹ دو کے عوض، ایک گوار دو گوار کے بدلے میں، ایک دو روٹ دو روٹ کے بدلے میں، ایک سوئی دو کے بدلے میں، ایک بیشی دو کے عوض بیچنا جائز ہے، جب کہ یہ سب معین ہوں اور اگر دونوں جانب یا ایک غیر معین ہو تو بیع ناجائز۔ ان صورتوں میں کی بیشی اگرچہ جائز ہے مگر ادھار بیچنا حرام ہے، کیونکہ جس ایک ہے۔ (دروغی، کتاب بیوع)

معین پیسہ کی دو معین پیسوں کے بدلے میں بیع کا بیان

قَالَ (وَبِجُورٍ بَيْعُ الْفُلْسِ بِالْفُلْسَيْنِ بِأَعْيَانِهِمَا) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجُوزُ لِأَنَّ التَّمَنِيَّةَ تَثْبُتُ بِاصْطِلَاحِ الْكُلِّ فَلَا تَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِ هُمَا، وَإِذَا بَقِيَ أَثَمَانًا لَا تَتَعَيَّنُ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَا بِغَيْرِ أَعْيَانِهِمَا وَكَبِيعَ الدَّرْهَمِ بِالْدَّرْهَمَيْنِ . وَلَهُمَا أَنَّ التَّمَنِيَّةَ فِي حَقِّهِمَا تَثْبُتُ بِاصْطِلَاحِهِمَا إِذْ لَا وَلَايَةَ لِلغَيْرِ عَلَيْهِمَا فَتَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِهِمَا وَإِذَا بَطَلَتْ التَّمَنِيَّةُ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ وَلَا يَعُودُ وَزَنًا لِقَاءِ الْإِصْطِلَاحِ عَلَى الْعَدِّ إِذْ فِي نَفْصِهِ فِي حَقِّ الْعَدِّ فَسَادُ الْعَقْدِ فَصَارَ كَالْجُورَةِ بِالْجُورَتَيْنِ بِخِلَافِ النُّقُودِ لِأَنَّهَا لِلتَّمَنِيَّةِ حِلْقَةٌ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَا بِغَيْرِ أَعْيَانِهِمَا لِأَنَّهُ كَالِءِ بِالْكَالِءِ وَقَدْ نَهَى عَنْهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا بِغَيْرِ عَيْنِهِ لِأَنَّ الْجِنْسَ بِاتِّفَاقِهِ يُحَرِّمُ النِّسَاءَ .

ترجمہ

شعین کے نزدیک ایک معین پیسے کی بیج دو معین پیسوں کے بدلے میں کرنا جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پیسوں کا شمن ہونا یہ سب لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہو چکا ہے پس عقد کرنے والوں کی اصطلاح سے وہ باطل نہ

ہوگی۔ پس جب فلوس ٹخن باقی رہے تو وہ متعین نہ ہوں گے جس طرح اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں ہی غیر معین ہوں جس طرح ایک درہم کا دو درہم کے بدلے میں فروخت کرنا ہے۔

تثنیین کی دلیل یہ ہے کہ عاقدین کے حق میں فلوس کا ٹخن ہونا ان کے اپنے اتفاق سے ہے کیونکہ دوسرے کو ان پر واپس حاصل نہیں ہے۔ پس یہ ثنیت ان کے اتفاق کے سبب باطل ہو چکی ہے تو فلوس معین کرنے سے معین ہو جائیں گے۔ اور یہ موزونی ہو کر لوٹ کر آنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کے عددی ہونے کا اتفاق باقی ہے۔ کیونکہ عددی ہونے سے اتفاق ٹوٹنے کی صورت میں عقد میں نساؤ لا زم آئے گا پس یہ ایک اخروٹ کو دو اخروٹوں کے بدلے میں بیچنے کی طرح ہو جائے گا یہ خلاف نقود کے، کیونکہ عقد باں تو پیدا انہی اعتبار سے بنائی ہی ثنیت کیلئے گئی ہیں۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب فلوس کے دونوں احواض غیر معین ہوں کیونکہ یہ ادھار کے بدلے میں بیع ہے جبکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور یہ خلاف اس کے کہ جب ایک عوض معین نہ ہو کیونکہ اکیلا جس ہونا بھی ادھار کو حرام کر دیتا ہے۔

شرح

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پیسوں میں گنتی سے بدلی جائز ہے، اسی طرح امام محمد نے جامع میں ذکر فرمایا اور کسی خلاف کا نام نہ لیا، تو یہی امام محمد سے روایت مشہور ہوئی، اور بعض نے کہا یہ قول ثنیت کا ہے امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس دلیل سے کہ وہ دو پیسوں کو ایک پیسے سے بیچنا منع فرماتے ہیں کہ وہ ٹخن ہیں اور جب وہ ٹخن ہوئے تو ان میں بدلی جائز نہ ہوئی مگر روایت مشہورہ میں امام محمد سے بھی جواز ہے اور بیع اور بدلی میں وہ یہ فرق کرتے ہیں کہ بدلی میں تو یہ امر ضرور ہے کہ جو چیز وعدہ پر لے لی ٹھہرے وہ ٹخن نہ ہو تو جب انہوں نے پیسوں کی بدلی پر اقدام کیا تو ضمناً ان کی اصطلاح ثنیت کو باطل کر دیا اور ان کی بدلی اسی طور پر جائز ہے جس طرح ان میں معاملہ کیا جاتا ہے یعنی گن کر بخلاف بیع کہ وہ ٹخن پر بھی وارد ہو سکتی ہے تو بیع میں ان کو ثنیت سے خارج کرنے کا کوئی موجب نہیں تو کی بیشی جائز نہ ہوئی اور ایک پیسہ کی دو پیسے سے بیع منع ٹھہری۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع)

علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف نے جو چیز کہا اولیٰ یہ ہے کہ پیسے کہیں اس لئے کہ فلوس واحد کا صیغہ ہے، اسم جنس نہیں، بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام محمد کا خلاف ہے اس لئے کہ وہ دو پیسوں کو ایک پیسے سے بیچنا منع فرماتے ہیں مگر روایت مشہورہ ان سے بھی مثل قول امام اعظم اور ابو یوسف کے ہے اور فرق کا بیان صہر وغیرہ میں ہے اسی کو گویا منہر نے یہ بات فتویٰ قاری الہدایہ کی تاویل کے لئے ظاہر کی تا کہ اس کے لئے کوئی سند ہو جائے اگرچہ نو اور میں اور اس سے اس پر اعتد کرنا نہ چاہا، اور ہدایہ میں ہے جو پیسوں پیسوں میں بدلی جائز ہے ان کی گنتی مقرر کر کے، اور کہا گیا کہ یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کہ پیسے ٹخن ہیں اور ثنیت کی دلیل یہ ہے کہ ٹخن ہونا بائع و مشتری کے حق میں ان کی اصطلاح کی بناء پر ہے تو ان کی اصطلاح سے باطل بھی ہو جائے گا۔ (مختار، کتاب بیوع)

اصطلاح کے سبب ثمن ہونے سے جواز بیع کا بیان

راج بیسوں کے ساتھ بیع جائز ہے اگرچہ متعین نہ ہوں کیونکہ وہ اموال معلومہ ہیں جو کہ اصطلاح کے سبب سے ثمن بنے ہیں تو ان کے ساتھ بیع جائز ہوگی اور یہ وہ ہے جو بے گئے جیسا کہ درہم و دنانیر کا حکم ہے اگر ان کو متعین کرے تب بھی یہ متعین نہ ہونگے کیونکہ یہ وہوں کے اصطلاح سے ثمن بنے ہیں اور تعین کے باوجود اس کو دوسرے شے دینے کا اختیار ہے کیونکہ ان کی تعین سے شعیہ باطل نہیں ہوتی کیونکہ تعین میں احتمال ہے کہ وہ واجب کی مقدار اور وصف کو بیان کرنے کے لئے ہواور یہ بھی ممکن ہے حکم و ان متعین چیزوں کی ذات سے متعین کرنے کے لئے ہو چنانچہ محض احتمال سے اصطلاح باطل نہیں ہوتی جب تک بائع اور مشتری اس کو باطل کرنے کی تصریح نہ کریں بایں طور کہ وہ یوں کہیں کہ ہم نے خاص انہی چیزوں سے حکم کو مطلق کرنے کا ارادہ کیا ہے اس وقت خاص ان ہی متعین چیزوں سے عقد متعلق ہوگا بخلاف اس صورت کے جب کسی نے دو متعین چیزوں کے عوض ایک پیسہ فروخت کیا کیونکہ یہاں بغیر تصریح کے وہ متعین ہو جائیں گے اس لئے کہ اگر اس صورت میں وہ متعین نہ ہوں تو بیع کا فاسد ہوگی اس وجہ سے جو ہم نے پہلے بیان کر دی ہے تو اس میں تلاش جواز کی ضرورت ہوئی اور یہاں دونوں صورتوں میں بیع جائز ہوگی ہذا مقام کی اصطلاح کو باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (تجربین المتقانی، کتاب بیوع) ۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں بیع میں (جو بدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) اونٹوں کو دیناروں کے عوض بیچا کرتا تھا اور دیناروں کے بدلے درہم لے لیا کرتا تھا اسی طرح جب اونٹوں کو درہم کے عوض بیچا تو درہم کے بدلے دینار لے لیا کرتا تھا پھر جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم دینار کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار لے لو جب کہ نرخ اس دن کے مطابق ہو اور تم دونوں ایک دوسرے سے اس حال میں جدا ہو کہ تمہارے درمیان کوئی چیز نہ ہو (ابوداؤد نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 97)

درہم اور دینار دو سکوں کے نام ہیں درہم چاندی کا ہوتا ہے اور دینار سونے کا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی سے کوئی چیز روپے کے عوض خریدے اور روپے کے بدلے اشرفیاں دے دے یا کوئی چیز اشرفیوں کے عوض خریدے اور اشرفیوں کے بدلے روپے دے دے تو جائز ہے۔

اس دن کے نرخ کی قید احتیاطی ہے یعنی مستحب و مناسب یہ ہے کہ اس دن کے نرخ کا لحاظ رکھا جائے ورنہ تو جہاں تک فقہی مسئلہ کا تعلق ہے یہ جائز ہے کہ جس نرخ سے چاہے۔

تمہارے درمیان کوئی چیز نہ ہو "میں" کوئی چیز سے مراد بیع یا قیمت اور یا دونوں پر قبضہ نہ ہونا ہے مطلب یہ ہے کہ درہم دینار کو آپس میں بدلنا بایں شرط جائز ہے جس مجلس میں خرید و فروخت کا معاملہ ہوا اسی مجلس میں فریقین اپنی اپنی چیز پر قابض ہو جائیں تاکہ اس کے برخلاف ہونے کی صورت میں نقد کی بیع ادھار کے ساتھ لازم نہ آئے جو رباً کی ایک شکل

ہر ایک وجہ سے حرام ہے چنانچہ حضرت شیخ علی متقی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جب مکہ معظمہ میں اپنے خدام کو بازار بھیجتے تو اسی حدیث کے پیش نظر اسے بطور خاص یہ نصیحت کرتے کہ خریدار باہمی قبضہ کرنے میں معاملہ دست بدست کرنا درمیان میں فرق واقع نہ ہو۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ درہم مکہ فلتی ہونکی وجہ سے چونکہ غیر متعین ہے اس لیے اگر کوئی شخص دکاندار کو ایک درہم رکھ کر کہے کہ اس کے عوض فلاں چیز میرے ہاتھ بیچ دو اور پھر جب دکاندار وہ چیز اسے بیچ دے تو اس درہم کی بجائے دوسرا درہم دے دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ دونوں درہم مالیت میں یکساں ہوں

وہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں یعنی نوٹ یہ تو خالص بیع ہے اس میں قرض اصدا نہیں، نہ ابتدا میں نہ بعد کو، تو اس کا بالاتفاق بلا خلاف و بلا نزاع جائز ہونا زیادہ لائق و مناسب ہے، اور اگر تو مسئلہ حیلہ میں زیادت چاہے تو یہ ہے ہمارا رب عزوجل تبارک و تعالیٰ اپنے بندہ ابوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہوا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے لے اس سے مارا اور قسم نہ توڑا اور یہ ہیں ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ انہوں نے رب سے بچے کا حیلہ اور ایسے طریقہ کہ مقصود حاصل ہو جائے اور حرام سے محافظت رہے تعلیم فرمایا اسے بخاری و مسلم نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خرمائے برنی لائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ تم نے کہاں سے لئے، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ہمارے پاس خراب چھوہارے تھے ہم نے اس کے دو صاع کے بدلے ان کا ایک صاع خرید لیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اف خاص رہا ہے خاص رہا ہے ایسا نہ کر۔ مگر جب ان کو خریدنا چاہا تو اپنے چھوہاروں کو کسی اور چیز سے بیچ کر اس شے کے بدلے ان کو خرید و بیخاری و مسلم نے ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیر پر عامل صوبہ کر کے بھیجا وہ خدمت القدس میں خرمائے حبیب لے کر حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیر کے سب چھوہارے یہی ہیں، عرض کی نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ ہم اس میں ایک صاع دو صاع کو، دو صاع تین صاع کو لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کرو اپنے چھوہارے روپیوں سے بیچ کر روپیوں سے یہ چھوہارے خرید لو۔

نوٹ کی بیع کی دیشی کے ساتھ جائز نہیں

مذکورہ مسئلہ میں فتویٰ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے موقف پر ہے کہ نوٹ کی بیع کی دیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ متاخرین فقہاء نے نوٹ کی بیع کی دیشی کے ساتھ منع کیا ہے کیونکہ اس میں سود ہے۔ اور جب کوئی حکومت درہم نوٹ کی دیشی کے حکام جاری کر دیتی ہے تو دلیل عرف کے سبب اس کو اس حیثیت سے حلیم کر لیا جائے گا۔

ہمارے استاد دگرانی شیخ اظہر ریث مفتی محمد عبدالعظیم سیالوی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ حلت و حرمت کے معاملہ میں احتیاط کو ترجیح ہوتی ہے نوٹ کو مستادین اور سید قراوی نے کا قاضیہ ہے کہ اس کی بیع درست ہو مگر شرم عرفی کا قاضیہ ہے کہ کی دیشی کے ساتھ

بیج حرام ہو کہ ترجیح حرمت ہی کو ہوگی۔ (فتاویٰ نعیمیہ، جلد اول، ص ۹۵، ادارہ مشورات نعیمیہ لاہور)

گندم کو آنے کے بدلے بیجیے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ بِالدَّقِيقِ وَلَا بِالسَّوِيقِ) لِأَنَّ الْمُجَانَسَةَ بَاقِيَةً مِنْ وَجْهِ
لَا تَهْتَمُّ مِنْ أَجْزَاءِ الْحِنْطَةِ وَالْمِغْيَارُ فِيهِمَا الْكَيْلُ، لَكِنَّ الْكَيْلَ غَيْرُ مُسَوٍّ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ
الْحِنْطَةِ لِاخْتِلَافِ هَمَا فِيهِ وَتَخَلُّلِ حَبَاتِ الْحِنْطَةِ فَلَا يَجُوزُ وَإِنْ كَانَ كَيْلًا بِكَيْلٍ
(وَيَجُوزُ بَيْعُ الدَّقِيقِ بِالدَّقِيقِ مُتَسَاوِيًا كَيْلًا) لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ (وَبَيْعُ الدَّقِيقِ بِالسَّوِيقِ
لَا يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ مُتَفَاضِلًا وَلَا مُتَسَاوِيًا) لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُ الدَّقِيقِ بِالْمَقْلِيَّةِ وَلَا
بَيْعُ السَّوِيقِ بِالْحِنْطَةِ، فَكَذَا بَيْعُ أَجْزَائِهِمَا لِقِيَامِ الْمُجَانَسَةِ مِنْ وَجْهِ. وَعِنْدَهُمَا يَجُوزُ
لِأَنَّهُمَا جِنْسَانِ مُخْتَلِفَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ.
قُلْنَا: مُعْظَمُ الْمَقْصُودِ وَهُوَ التَّغْدَى يَشْمَلُهُمَا فَلَا يَبَالِي بِفَوَاتِ التَّمْنِصِ كَالْمَقْلِيَّةِ مَعَ
غَيْرِ الْمَقْلِيَّةِ وَالْعِلَاقَةِ بِالْمُسَوْمَةِ.

ترجمہ

فرمایا: اور گندم کو آنے کو بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ستو کے بدلے میں جائز ہے کیونکہ ایک طرح جنس ہونا پابا جا رہا ہے کیونکہ آٹا اور ستویہ دونوں گندم کے اجزاء میں سے ہے جبکہ ان میں مماثلت کا معیار کیل کرنا ہے مگر کیل ان دونوں میں اور گندم میں برابری کرنے والا نہیں ہے کیونکہ ستو اور آٹا کیل میں ٹھک کر بھر جاتے ہیں جبکہ گندم کے دانہ جات میں خلاء باقی رہنے والا ہے پس ان کی بیج چ نزنہ ہوگی خواہ یہ کیل بہ کیل ہی کیوں نہ ہو۔

آنے کو آنے کو بدلے میں کیل کر کے بیچنا جائز ہے جبکہ وہ برابر ہو کیونکہ شرط ثابت ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آنے کو ستو کے بدلے میں کیل بیچی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی برابر کر کے بیچنا جائز ہے اور آنے کو بیچی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ستو کو گندم کے بدلے میں بیچنا جائز ہے لہذا اسی طرح ان کے اجزاء کو بیچنا بھی چ نزنہ ہوگا کیونکہ ایک طرح سے جنس موجود ہے۔

صاحبین کے نزدیک ان کی بیج جائز ہے کیونکہ ستو اور آٹا مقصود کے اختلاف کے سبب دو مختلف اجناس میں سے ہوئے ہم جواب دیتے ہیں کہ سب سے عظیم مقصد دونوں سے غذا حاصل کرنا ہے جو دونوں کو شامل ہے اور مقصد کے کچھ حصہ کے نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا جس طرح بھی ہوئی گندم کو بغیر بھی ہوئی گندم کے بدلے میں فروخت کرے اور اچھی گندم کو کیزا لگی گندم

کے بدلے میں فروخت کرتا ہے۔

گندم کو ستو کے برابر یا کمی بیشی کے ساتھ بیچنے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آئے کو ستو کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی برابر کر کے بیچنا جائز ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول ظاہری بھی یہی ہے۔ حضرت سفیان ثوری اور ایک روایت امام احمد علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح ہے جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ نے اور ظاہر روایت کے مطابق امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اس سے اختلاف کیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۲۳۵، بیروت)

گندم کی بیع ستو کے بدلے میں جواز کا بیان

گیہوں کی بیع آنے یا ستو سے یا آنے کی بیع ستو سے مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ پاپ یا وزن میں دونوں جانب برابر ہوں یعنی جب کہ آٹا یا ستو گیہوں کا ہو اور اگر دوسری چیز کا ہو مثلاً جو کا آٹا یا ستو ہو تو گیہوں سے بیع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح گیہوں کے آنے کو جو کے ستو سے بھی بیچنا جائز ہے۔ آنے کو آٹے کے بدلے میں برابر کر کے بیچنا جائز ہے بلکہ بھٹے ہوئے آنے کو بھٹے ہوئے کے بدلے میں برابر کر کے بیچنا بھی جائز ہے۔ اور ستو کو ستو کے بدلے میں بیچنا بھٹے ہوئے گیہوں کے بھٹے ہوئے گیہوں کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔ چھنے ہوئے آنے کو بغیر چھنے کے بدلے بیع کرنے میں دونوں کا برابر ہونا ضروری ہے۔

(رہنما، کتاب بیوع)

اور اناج گوشت لوہا تانہ تار کاری نمک وغیرہ اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اس قسم کی چیز سے بیچنا اور بدلنا چاہو مثلاً ایک گیہوں دے کر دوسرے گیہوں لیے یا ایک دھان دے کر دوسرے دھان لیے یا آنے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز غرضیکہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے ایک تو یہ کہ دونوں طرف بالکل برابر ہو ورنہ کسی طرف کمی بیشی نہ ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت ہاتھ در ہاتھ دونوں طرف سے لین اور قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گیہوں الگ کر کے رکھ دیے جائیں تم اپنے گیہوں تول کر الگ رکھ دو کہ دیکھو یہ رکھے ہیں جب تمہارا جی چاہے لے جانا۔ اسی طرح وہ بھی اپنے گیہوں تول کر الگ کر دے اور کہہ دے کہ یہ تمہارے الگ رکھے ہیں جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہ کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو سود کا گناہ ہوا۔

خراب گیہوں دے کر اچھے گیہوں لینا منظور ہے یا برا آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہے اس لیے اس کے برابر کوئی نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس گیہوں یا آنے وغیرہ کو بیسوں سے بیچ دو کہ ہم نے اتنا آٹا دو آنے کو بیچا۔ پھر اسی دو نے کے عوض اس سے وہ اچھے گیہوں یا آٹا لے لے لے جائز ہے۔

اور اگر ایسی چیزوں میں جو تول کر کمیتی ہیں ایک طرح کی چیز نہ ہو جیسے گیہوں دے کر دھان لیے یا جو۔ چنا۔ جوار۔ نمک۔

مشت، ترکاری وغیرہ کوئی اور چیز لی غرضیکہ ادھر اور چیز ہے، اور ادھر اور چیز دونوں طرف ایک چیز نہیں تو اس صورت میں دونوں کا وزن برابر ہونا واجب نہیں۔ میر پھر گیسوں و سے کر چاہے دس، سو، صان وغیرہ لے لویا چھٹا تک ہی بھر لے تو سب جائز ہے۔ البتہ وہ دوسری بات یہاں بھی واجب ہے کہ سامنے رچے رچے دونوں خرب سے لین دین ہو جائے یا کم سے کم اتنا ہو کہ دونوں کی چیزیں ایک کر کے رکھ دی جائیں اگر ایسا نہ کیا تو سود کا گناہ ہو گیا۔

گوشت کو حیوان کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: إِذَا بَاعَهُ بِلَحْمٍ مِنْ جَنْسِهِ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا كَانَ اللَّحْمُ الْمَفْرُوزَ أَكْثَرَ لِيَكُونَ اللَّحْمُ بِمُقَابَلَةِ مَا فِيهِ مِنَ اللَّحْمِ وَالْبَاقِي بِمُقَابَلَةِ السَّقِطِ، إِذْ لَوْ لَمْ يَكُنْ كَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ الرِّبَا مِنْ حَيْثُ زِيَادَةُ السَّقِطِ أَوْ مِنْ حَيْثُ زِيَادَةُ اللَّحْمِ فَصَارَ كَالْخَلِّ بِالسَّمِيسِ. وَلِهَذَا أَنَّهُ بَاعَ الْمَوْزُونَ بِمَا لَيْسَ بِمَوْزُونَ، لِأَنَّ الْحَيَوَانَ لَا يُوزَنُ عَادَةً وَلَا يُمَكِّنُ مَعْرِفَةَ نَقِيلِهِ بِالْوَزْنِ لِأَنَّهُ يَخَفَّفُ نَفْسَهُ مَرَّةً بِصَلَاتِيهِ وَيَتَقَلَّلُ أُخْرَى، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ لِأَنَّ الْوَزْنَ فِي الْحَالِ يَعْرِفُ قَدْرَ الدُّهْنِ إِذَا مِيزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّجِيرِ، وَيُوزَنُ النَّجِيرُ.

ترجمہ

فرمایا: شیخین کے نزدیک گوشت کی بیچ حیوان کے ساتھ جائز ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب گوشت حیوان کی جس سے بدلے میں بیچا ہے تو جائز نہ ہوگا مگر جب یہ الگ کردہ گوشت زیادہ ہے تاکہ کچھ گوشت حیوان پر موجود گوشت کے بدلے میں ہو جائے اور باقی غیر گوشت کا بدل بن جائے کیونکہ جب اس طرح نہ ہو تو غیر گوشت یا پھر حیوان میں زیادہ گوشت زیادتی کے اعتبار سے سود کا گناہ بت کرنے والا ہے۔ پس یہ تیل کے بدلے میں تیل بیچنے کی مشابہ ہو جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بائع نے موزوں کی چیز کو غیر موزوں کی چیز کے بدلے میں بیچا ہے کیونکہ عرف کے مطابق حیوان کا وزن نہیں کیا جاتا اور وزن سے اس کے بھاری ہونے کی پہچان بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ کبھی حیوان اپنے آپ کو ہلکا کرنے والا ہے اور کبھی بوجڑی کرنے والا ہے بخلاف مسکمل کے کیونکہ جب کھلی اور تیل میں علیحدگی کر کے وزن کیا جائے تو اس حالت میں تیل کی مقدار معلوم ہو جاتی ہے۔

جانور کے بدلے گوشت کے لین دین میں فقہ شافعی وحنفی کا اختلاف

حضرت سعید بن مسیب بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے بدلے میں گوشت کا لین دین کرنے سے منع فرمایا ہے نیز حضرت سعد کا بیان ہے کہ جانور کے بدلے میں گوشت کا لین دین زمانہ جاہلیت کے جوئے کی قسم سے تھا۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 60)

زمانہ جاہلیت کے جوئے کی قسم سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جوئے کی صورت میں غلط ذرائع سے لوگوں کا مال کھایا جاتا ہے اسی طرح اس میں بھی ایسی ہی صورت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ طریقہ کے اعتبار سے دونوں صورتیں مختلف ہیں کیونکہ اس میں جو کھیل جاتا ہے اور اس میں لین دین کا ایک معاملہ کیا جاتا ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جانور کے عوض گوشت کے لین دین کا معاملہ حرام ہے خواہ گوشت اس جانور کی جنس کا ہو یا کسی دوسری جنس کے جانور کا ہو نیز چاہے وہ جانور کھایا جاتا ہو چاہے نہ کھایا جاتا ہو جبکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں یہ معاملہ جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس معاملے میں ایک موزوں چیز (یعنی گوشت) کہ اس کا لین دین وزن کے ذریعے ہوتا ہے (کا تبادلہ ایک غیر موزوں چیز یعنی جانور کا اس کا لین دین وزن کے ذریعے نہیں ہوتا کے ساتھ کیا جاتا ہے جس میں دونوں طرف کی چیزوں کا برابر برابر ہونا ضروری نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ لین دین اور خرید و فروخت کی یہ صورت جائز ہے ہاں اس صورت میں چونکہ لین دین کا دست بدست ہونا ضروری ہے اس لئے حدیث میں مذکور بالا ملامت کا تحقق دراصل گوشت اور جانور کے باہم لین دین کی اس صورت سے ہے جبکہ لین دین دست بدست نہ ہو بلکہ ایک طرف توخت ہو اور دوسری طرف وعدہ یعنی ادھا رہے۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ گوشت کو جانور کے بدلے میں بیع کر سکتے ہیں کیونکہ گوشت وزنی ہے اور جانور عددی ہے وہ گوشت اسی جنس کے جانور کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے عوض میں بکری خریدی یا دوسری جنس کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے بدلے میں گائے خریدی۔ یہ گوشت اتنا ہی ہو جتنا اُس جانور میں گوشت ہے یا اُس سے کم یا زیادہ بہر حال جائز ہے۔ ذبح کی ہوئی بکری کو زندہ بکری یا ذبح کی ہوئی کے عوض میں بیع کرنا جائز ہے اور اگر دونوں کی کھالیں اتار لی ہیں اور اونچھری وغیرہ ساری اندرونی چیزیں الگ کر دی ہیں بلکہ پائے بھی جدا کر لیے ہیں تو اب ایک کو دوسری کے عوض میں تول کے ساتھ بیچ سکتے ہیں کہ یہ گوشت کو گوشت سے پہنچا ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

زندہ جانور تول کر بیچنے کا مفصل و مدلل حکم

اگر خریدار اور فروخت کنندہ زندہ جانور کو وزن کر کے خرید و فروخت پر راضی ہوں تو زندہ جانور کو وزن کر کے نقد رقم یا غیر جنس کے ذریعہ خرید کر اور فروخت کرنا دونوں جائز ہیں بشرطیکہ متعین جانور کا کافی کلو کے حساب سے نرخ کر لیا گیا ہو نیز جانور کا وزن کرنے کے بعد اس کی قیمت بھی متعین کر لی گئی ہو، جس کی صورت یوں ہوگی کہ خریدار کو مثلاً ایک بکرے کی ضرورت ہے، تاجر کے

پاس جا کر وہ بکروں میں ایک بکرہ منتخب کر لیتا ہے اور تا جرات اس کو تیار کرتا ہے کہ اس بکرے کا خرچ پچاس روپے کلو ہے اور اس بکرے کو خریدار کے سامنے وزن کر کے تیار کرتا ہے کہ مثلاً یہ بیس کلو ہے، اب اگر خریدار اس کو قبول کر لے تو بیع منعقد ہو جائیگی اور اس طرح کی گئی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کو ذہن نشین کر لیتا ضروری ہے کہ یہاں دو باتیں الگ الگ ہیں: (۱) ایک یہ کہ جانور کو وزن کر کے پچنا اور خریدنا۔

(۱) دوسری بات یہ کہ جانور کو موزوں قرار دینا اور اس پر موزوں اشیاء کے فقیہی احکامات جاری کرنا، جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے کہ جانور کو وزن کر کے پچنا اور خریدنا، یہ تو بلاشبہ جائز ہے اس لیے کہ عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں؛ لیکن دوسری بات کہ جانور کو موزوں قرار دینا اور اس پر موزوں اشیاء پر جاری ہونے والے تمام احکام قبہ جاری کرنا تو یہ دو وجہ سے درست نہیں ہے۔

(۲) پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جانوروں کا عددی ہونا معلوم ہے اور جن کی حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منصوص یا معلوم ہوا ان کی وہ حیثیت تبدیل نہیں ہوا کرتی ہے۔

(۳) دوسری وجہ یہ ہے کہ جانور کو دیگر اشیاء کی طرح حسبِ نشانہ یا زیادہ کر کے وزن کرنا ناممکن ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح دیگر اشیاء موزوں نہ کی جتنی مقدار مطلوب ہوتی ہے، اتنی مقدار کو بلا تکلف وزن کر کے الگ کیا جاسکتا ہے، مثلاً چینی بیس کلو پندرہ گرام کی ضرورت ہے تو بلا تکلف چینی کی یہ مقدار وزن کے ذریعہ الگ کی جاسکتی ہے، بخلاف جانور کے کہ اس میں یہ بات ممکن ہی نہیں، مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ بیس کلو پندرہ گرام کا بکرا چاہیے، کچھ کم یا زیادہ نہ ہو تو بظاہر یہ محال ہے؛ لہذا معلوم ہوا کہ جانور کو موزوں قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (حاشیہ نقادین عثمانی)

امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک گوشت کے بدلے حیوان خریدنا

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خبر دی ہمیں مالکؒ نے کہ ہمیں خبر دی ابو ابراہیم نے سعید بن مسیب سے کہ انہوں نے کہا گوشت کے عوض جانور فروخت کرنا منع ہے۔ میں نے سعید بن مسیب سے کہا اگر کوئی شخص ایک اونٹ دس بکریوں کے عوض خریدے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا اگر اسے ذبح کرنے کے لئے خریدتا ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ ابو ابراہیم کہتے ہیں میں نے لوگوں کو گوشت کے عوض جانور خریدنے سے منع کرتے ہوئے دیکھا۔ ابان اور ہشام کے زمانے میں عمال کے پروانوں میں اس کی ممانعت لکھی جاتی تھی۔ (حدیث 777)

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ خبر دی ہمیں مالکؒ نے کہ ہمیں خبر دی داود بن حصین نے کہ انہوں نے سعید بن مسیب کو یہ کہتے سنا کہ گوشت کو ایک یا دو بکریوں کے عوض خرید و فروخت کرنا دورِ جاہلیت کا جواب ہے۔ (حدیث 778)

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ زید بن اسلم نے سعید بن مسیب سے کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے بدلے جانور فروخت کرنے کو منع کیا۔

حضرت ابو محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ اگر کسی شخص نے بکری کا گوشت زندہ بکری کے عوض فروخت کیا تو اسے عمر نہیں کہ وہ گوشت جو بکری سے ملے گا زیادہ ہے۔ لہذا یہ سودا فاسد اور مکروہ ہے۔ اور یہ عزائد اور محافلہ کی طرح ہے۔ اسی طرح زیتون کا روغن زیتون کے عوض اور اس کا محل کے تیل کے عوض فروخت کرنا فاسد ہے۔ (موطا امام محمد، حدیث 779)

سعید بن مسیب کہے تھے جو نور کو گوشت کے بدلے میں بیچنا منع ہے ابولہذا نے کہا میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا اگر کوئی بکرہ کے بدلے میں ایک اونٹ خرید کر لے تو کیسا ہے؟ میں نے کہا اگر ذبح کرنے کے لئے خرید کر لے تو کیسا ہے؟ سعید نے فرمایا اگر ذبح کرنے کے لئے خرید کر لے تو بہتر نہیں ابولہذا نے کہا میں نے سب عالموں کو جانور کی بیچ سے گوشت کے بدلے میں منع کرتے ہوئے پایا اور ابان بن عثمان اور ہشام بن اسماعیل کے زمانے میں عاملوں کے پروانوں میں اس کی ممانعت لکھی جاتی تھی۔ (موطا امام محمد، جداول: حدیث نمبر 1250)

گوشت کے بدلے حیوان کی بیچ میں مذہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد عہم الرحمہ کے نزدیک گوشت کے بدلے میں حیوان کی بیچ طریق اعتبار اور غیر اعتبار کی طرح بھی جائز نہیں ہے جبکہ امام حنفی علیہ الرحمہ جو اصحاب شوافع میں سے ہیں انہوں نے وہی کہا ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۳۳، بیروت)

ترکھجور کی خشک کھجور کے ساتھ بیچ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَ لَا يَجُوزُ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ حِينَ سُئِلَ عَنْهُ أَوْ يَنْقُصُ إِذَا جَفَّ؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ: لَا إِذَا) "وَلَهُ أَنَّ الرُّطْبَ تَمَرٌ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ حِينَ أَهْدَى إِلَيْهِ رُطْبٌ أَوْ كُلُّ تَمَرٍ خَيْرٌ مَكْدًا) " سَمَاءُ تَمَرًا.

وَبَيْعُ التَّمْرِ بِمِثْلِهِ جَائِزٌ لِمَا رَوَيْنَا، وَلَآتَهُ لَوْ كَانَ تَمَرًا جَاوِزَ الْبَيْعِ بِأَوَّلِ الْحَدِيثِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ تَمَرٍ فَيَاخِرُهُ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ إِذَا اخْتَلَفَ النَّوعَانِ فَيَبْعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ وَمَذَارُ مَا رَوَيْنَاهُ عَلَى زَيْدِ بْنِ عِيَّاشٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ النَّقْلَةِ.

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترکھجور کی بیچ خشک کھجور کے ساتھ برابر کرنا جائز ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ترکھجور کو جانے کے بعد کم ہو جاتی ہے یا وہ خشک ہونے پر کم

ہو جاتی ہے کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تر بھی کھجور ہے کیونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں ربط تنقہ کے طور پر بھیجی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خبیری ہر کھجور اسی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہاں ربط کا نام نہ بیان کیا ہے اور ترکہ کو ترکہ کے بدلے میں بیچنا جائز ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب ربط تر ہے تو پہلی حدیث کے مطابق اس کی بیع جائز ہوگی اور جب یہ تر نہ ہوگی تو دوسری حدیث کے مطابق آپ ﷺ کا پیرا شاگرد اسی اذاعتسلف سے بیع جائز ہوگی جبکہ صاحبین کی بیان کردہ حدیث کا مد اور بدین عیاش پر ہے جو حدیث نقل کرنے والوں کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

شرح

علامہ کمال الدین ابن ہمام غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تر کھجور کو تر یا خشک کھجور کے بدلے میں بیع کرنا جائز ہے جبکہ دونوں جانب کی کھجوریں ماپ میں برابر ہوں۔ وزن میں برابر یا اس میں اعتبار نہیں۔ اسی طرح انگور کو مٹے یا کشش کے بدلے میں بیچنا جائز ہے جبکہ دونوں برابر ہوں۔ اسی طرح جو پھل خشک ہو جاتے ہیں اُن کے ترکہ خشک کے عوض بھی بیچنا جائز ہے اور ترکے بدلے میں بھی جیسے انجیر۔ آلو، کھار، اخرواتی وغیرہ ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

تازہ کھجور کے بدلے خشک کو خریدنے میں مذہب اربعہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب تازی کھجور کے بدلے میں خشک کھجور خریدنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تازہ کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے عرض کیا گیا کہ جی ہاں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لین دین سے منع فرمایا۔

(مالک ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 59)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک اور تازہ کھجوروں کے باہم لین دین سے اس لیے منع فرمایا کہ اس صورت میں برابر برابر ہونے کی شرط فوت ہو جائے گی جس کی وجہ سے وہ سودی معاملہ ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت امام، لک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد رحمہم اللہ اور دیگر اکثر علماء و علماء حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ نے بھی اس حدیث پر عمل کیا ہے اور کہا کہ ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے ہم جنس خشک اور تازہ پھلوں کے باہمی لین دین کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ دونوں طرف کے پھل مقدار و وزن میں برابر برابر ہوں انہوں نے اس حدیث کو نسبیہ کی صورت پر محمول کیا ہے یعنی امام اعظم کے نزدیک حدیث میں مذکورہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جبکہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا فریق بعد میں دینے کا وعدہ کرے چنانچہ مذکورہ بالا حدیث سے امام اعظم نے جو مواخاتہ رکھی ہے اس کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجور کے بدلے میں خشک کھجور کا لین دین ادھار کی صورت میں ممنوع قرار دیا ہے نیز اس مسئلہ میں جو حکم خشک و تازہ کھجوروں کا ہے وہی حکم دیگر پھلوں مثلاً

انگور وغیرہ کا بھی ہے نیز خشک و تازہ گوشت کا معاملہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَكَذَا الْعُسْبُ بِالزَّرْبِيبِ) يَعْنِي عَلَى الْخِلَافِ وَالْوَجْهَ مَا بَيَّنَّاهُ . وَقِيلَ لَا يَجُوزُ
بِالِاتِّفَاقِ اغْتِبَارًا بِالْحِنْطَةِ الْمُقْلِيَةِ بِغَيْرِ الْمُقْلِيَةِ ، وَالرُّطْبُ بِالرُّطْبِ يَجُوزُ مُتَمَازِلًا كَيْلًا
عِنْدَنَا لِأَنَّهُ بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ ، وَكَذَا بَيْعُ الْحِنْطَةِ الرُّطْبِيَةِ أَوْ الْمَبْلُوءَةِ بِمِثْلِهَا أَوْ بِالْبَابِسَةِ
أَوْ التَّمْرِ أَوْ الزَّرْبِيبِ الْمُنْقَعُ بِالْمُنْقَعِ مِنْهُمَا مُتَمَازِلًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ
رَحِمَهُمَا اللَّهُ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ جَمِيعُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ يُعْتَبَرُ الْمَسَازِيرُ فِي أَغْذَلِ الْأَحْوَالِ
وَهُوَ الْمَالُ ، وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُعْتَبِرُهُ فِي الْحَالِ ، وَكَذَا أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ
عَمَلًا بِإِطْلَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّهُ تَرَكَ هَذَا الْأَصْلَ فِي بَيْعِ الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ لِمَا رَوَيْنَاهُ
لَهُمَا .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ بَيْنَ هَذِهِ الْفُصُولِ وَبَيْنَ الرُّطْبِ بِالرُّطْبِ أَنَّ التَّفَاوُتَ
فِيمَا يَظْهَرُ مَعَ بَقَاءِ الْبَدَلَيْنِ عَلَى الْإِسْمِ الَّذِي عُقِدَ عَلَيْهِ الْعُقُودُ ، وَفِي الرُّطْبِ بِالتَّمْرِ مَعَ
بَقَاءِ أَحَدِهِمَا عَلَى ذَلِكَ فَكَوْنُ تَفَاوُتًا فِي عَيْنِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ، وَفِي الرُّطْبِ بِالرُّطْبِ
التَّفَاوُتُ بَعْدَ زَوَالِ ذَلِكَ الْإِسْمِ فَلَمْ يَكُنْ تَفَاوُتًا فِي الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَلَا يُعْتَبَرُ .

ترجمہ

اور انگور کو کشمش کے بدلے میں بیچنا اسی اختلاف پر ہے اور اس کی دلیل بھی وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ ایک
قول یہ ہے کہ جس طرح بھی ہوئی گندم بغیر یعنی ہوئی گندم کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے
یہ بھی بہ اتفاق جائز نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک رطب کو رطب کے بدلے میں کیل کرتے ہوئے برابر کر کے بیچنا جائز
ہے کیونکہ یہ بیع قائم رہتا ہے اور اسی طرح تازہ گندم کو کھٹکی ہوئی گندم کے ساتھ اسی کی مثل یا خشک گندم کو بیچنا جائز ہے۔ یہ
خشک بیکے ہوئے چھو ہاروں کو چھو ہاروں کے بدلے میں یا خشک کشمش کو تو چھو ہاروں اور تر کشمش کے بدلے میں
برابر بن کے ساتھ بیچنا جائز ہے یہ شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا یہ سب ناجائز ہیں۔ کیونکہ وہ احوال میں پھرنے کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور وہ انہی کی حالت

ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ اسی حالت میں برابر کی کا اعتبار کرتے ہیں اور حدیث کے مطابق امام ابو یوسف علیہ الرحمہ بھی فی الحال برابر کی کا اعتبار کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے بیع رطب بدتمروا کے مسئلہ میں صاحبین کے استدلال میں ہماری بیان کردہ روایت سے اس اصول کو ترک کر دیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع رطب بد رطب اور ان مسائل میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ ان صورتوں میں معقود علیہ پر عروض کی بقاء ہوتے ہوئے بھی فرق ظاہر ہونے والا ہے پس یہ معقود علیہ کے عین میں فرق ہو جائے گا جبکہ رطب بد رطب کے مسئلہ میں زائل ہو جانے کے بعد فرق ظاہر ہونے والا ہے پس یہ معقود علیہ کا فرق نہ ہوگا پس اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا۔

شرح

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہم سے بیان کیا نافع نے کہ سلیمان بن یسار نے انہیں خبر دی کہ عبدالرحمن بن اسود بیوٹ کے چالور کا چارہ ختم ہو گیا تو اس نے اپنے غلام کو کہا گھر سے گیسوں لے جائے اور اس کے بدلے برابر برابر جو خریدے، کم یا زیادہ نہ ہوں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص دست بدست ایک قفیز گیسوں کے بدلے دو قفیز جو خرید لے۔ اس بارے میں عبادہ بن صامت کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیسوں گیسوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے برابر برابر فروخت کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص سونا زیادہ چاندی کے عوض اور گیسوں زیادہ جو کے عوض دست خریدے۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث ہیں۔ اور یہی ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ (مؤطا امام محمد، حدیث ۷۶۶)

گدائے ہوئے چھو ہاروں کی کفری چھو ہاروں سے بیع کرنے کا بیان

وَلَوْ بَاعَ الْبُسْرَ بِالتَّمْرِ مُتَفَاضِلًا لَا يَجُوزُ لِأَنَّ الْبُسْرَ تَمْرٌ، بِخِلَافِ الْكُفْرَى حَيْثُ يَجُوزُ
بَيْعُهُ بِمَا هَسَاءَ مِنَ التَّمْرِ اِثْنَانِ بَوَاحِدٍ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَمْرٍ، فَإِنَّ هَذَا اِلِاسْمَ لَهُ مِنْ أَوَّلِ مَا
تَنَقَّدَ صَوْرَتُهُ لَا قَبْلَهُ، وَالْكُفْرَى عَدَدِيٌّ مُتَفَاوِتٌ، حَتَّى لَوْ بَاعَ التَّمْرَ بِهِ نَسِيئَةً لَا يَجُوزُ
لِلْجَهَالَةِ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے گدائے ہوئے چھو ہاروں کی بیع خشک چھو ہاروں کے ساتھ کی پیشی سے کی تو جائز نہیں ہے کیونکہ ہر بھی تر ہے۔ بخلاف غنچے کے کیونکہ اس کو بیع جس طرح چاہیں چھو ہاروں کے بدلے میں جائز ہے۔ خواہ ایک کے بدلے میں دو ہوں کیونکہ غنچہ تر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا یہ نام اس کی ابتدائی صورت پر ہے جبکہ اس سے پہلے نہیں ہے اور غنچہ عددی میں فرق ہے

یہاں تک کہ جب چھو باروں کو غنچے کے بدلے میں ادھار فروخت کیا تو جہالت کے سبب بیع جائز نہ ہوئی۔

شرح

حضرت ابو عیاش زید نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا کہ سفید بیوں جو کے عوض خریدنا کیسا ہے؟ تو سعد نے ان سے کہا کہ میں بہتر چیز کو نہ ہی ہے؟ میں نے کہا سفید گیہوں۔ آپ نے مجھے اس سے منع فرمایا اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ سے پوچھا گیا کہ تازہ کھجور چھو بارہ کے عوض خریدنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا تازہ کھجور جب خشک ہوگی تو کم ہو جائے گی؟ بیوں کے عوض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 422)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزائد سے منع فرمایا اور مزائد یہ ہے کہ آدمی اپنے بارگ کی کھجور کو بیوی کھجور سے بدلے میں اندازے سے بیچے اور اپنے انگوڑوں کو تاپی ہوئی کشمش کے بدلے میں اندازے سے بیچے اور کھیتی کو تاپے ہوئے اثاثے بدلے اندازے سے بیچے۔ آپ نے ان سب سے منع فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 423)

زیتون کو زیتون کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الزَّيْتُونِ بِالزَّيْتِ وَالسَّمِيسِ بِالشَّجِيرِ حَتَّى يَكُونَ الزَّيْتُ وَالشَّجِيرُ أَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُونِ وَالسَّمِيسِ فَيَكُونَ الدُّهْنُ يَمِيلُهُ وَالزَّيَادَةُ بِالشَّجِيرِ) لِأَنَّ عِنْدَ ذَلِكَ يَغْمُرِي عَنِ الرَّبَا إِذْ مَا فِيهِ مِنَ الدُّهْنِ مُوزُونٌ ، وَهَذَا لِأَنَّ مَا فِيهِ لَوْ كَانَ أَكْثَرَ أَوْ مُسَاوِيًا لَهُ ، فَالْتَّجِيرُ وَبَعْضُ الدُّهْنِ أَوْ التَّجِيرُ وَحَدَهُ فَضْلٌ ، وَلَوْ لَمْ يُعْلَمْ مَقْدَارُ مَا فِيهِ لَا يَجُوزُ لِاحْتِمَالِ الرَّبَا ، وَالشُّبْهَةُ فِيهِ كَالْحَقِيقَةِ ، وَالْجُوزُ بِدُهْنِهِ وَاللَّبَنُ بِسَمْنِهِ وَالْعِنَسُ بِعَصِيرِهِ وَالتَّمْرُ بِدَبْسِهِ عَلَى هَذَا الْإِعْتِبَارِ . وَاخْتَلَفُوا فِي الْقُطْنِ بِغَزَلِهِ ، وَالْكَرْبَاسِ بِالْقُطْنِ يَجُوزُ كَيْفَمَا كَانَ بِالْإِجْمَاعِ

ترجمہ

فرمایا: زیتون زیت کے بدلے میں بیچنا اور تل کو اس کے تل کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ روغنی زیتون اور س کا تیل میں موجود تیل سے زائد ہو کر تیل کا بدلہ بن جائے اور زیادتی مکمل کے بدلے میں ہو جائے کیونکہ اب عقد سود سے بچ جائے گا۔ کیونکہ زیتون میں موجود تیل بھاری ہے اور یہ قسم اس سبب سے ہے کہ جب زیتون وغیرہ میں موجود تیل، خالص تیل سے زیادہ ہو یا نہ ہو برابر ہو تو مکمل اور کچھ تیل یا مکمل تیل زائد ہوگی۔ اور جب زیتون وغیرہ میں موجود تیل کی مقدار معمول سے ہو تب بھی سود کے احتمال کے سبب بیع جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ سود کے باب میں شبہ حقیقت کی طرح ہوتا ہے۔ اور اخروٹ، اس کے روغن کے

بدلے میں بیچنا، دودھ کو اس کے تھی کے بدلے میں بیچنا، انگور کو اس کے شیرہ کے بدلے میں بیچنا اور چھو بارے کو اس کے نیشہ کے ساتھ بیچنا بھی اسی اعتبار پر ہے اور روٹی کو سوت کے بدلے میں بیچنے میں ان کے اختلاف ہے جبکہ سوتی کپڑے و روٹی کے بدلے میں بیچنا اجماع جائز ہے چاہے کس طرح بھی ہو۔

شرح

ماہر ابن نجیم مصری دخی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے نفلوں کو ان کے تیل کے بدلے میں یا زیتون کو روغن زیتون کے بدلے میں بیچنا اس وقت جائز ہے کہ ان میں جتنا تیل ہے وہ اس تیل سے زیادہ ہو جس کے بدلے میں اس کو بیچ کر رہے ہیں یعنی کھلی کے مقابلہ میں تیل کا کچھ حصہ ہونا ضرور ہے ورنہ ناجائز۔ اسی طرح سرسوں کو کڑوتے تیل کے بدلے میں یا کسی دوسرے تیل کے بدلے میں بیچ کرنے کا حکم ہے غرض یہ کہ جس کھلی کی کوئی قیمت ہوتی ہے اس کے تیل کو جب اس سے بیچ لیا جائے تو جو تیل مقابل میں ہے وہ اس سے زیادہ ہو جو اس میں ہے

اور اگر کوئی ایسی چیز اس میں ملی ہو جس کی کوئی قیمت نہ ہو جیسے سونار کے یہاں کی راکھ کہ اسے نیارے خریدتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ جس سونے یا چاندی کے عوض میں اسے خرید اگر وہ زیادہ یا کم ہے بیچ فاسد ہے اور برابر ہو تو جائز اور معلوم نہ ہو کہ برابر ہے یا نہیں، جب بھی نہ جائز نہ۔ (بحر الرائق، کتاب بیوع)

مختلف انواع کے گوشت کی ایک دوسرے سے بیچ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ اللَّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضُهُمَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلًا) وَمُرَادُهُ لَحْمُ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ ؛ فَأَمَّا الْبَقَرُ وَالْجَوَامِيسُ جِنْسٌ وَاحِدٌ ، وَكَذَا الْمَعَزُ مَعَ الضَّأْنِ وَكَذَا الْعَرَابُ مَعَ الْبَحَائِشِ . قَالَ (وَكَذَلِكَ الْبَاقُونَ الْبَقَرُ وَالْغَنَمُ) وَعَنْ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُمَا جِنْسٌ وَاحِدٌ لِاتِّحَادِ الْمَقْصُودِ .

وَلَسْنَا أَنَّ الْأَصُولَ مُخْتَلِفَةٌ حَتَّى لَا يَكْمُلُ نَصَابُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ فِي الزَّكَاةِ ، فَكَذَا أَجْزَاؤُهَا إِذَا لَمْ تَبْدَلْ بِالصَّنْعَةِ .

قَالَ (وَكَذَا حَلُّ الدَّقْلِ بِعَلِّ الْعِنَبِ) لِلاِخْتِلَافِ بَيْنَ أَصْلَيْهِمَا ، فَكَذَا بَيْنَ مَاءِ يَهُمَّا وَلِهَذَا كَانَ عَصِيرَاهُمَا جِنْسَيْنِ . وَشَعَرُ الْمَعَزِ وَصُوفُ الْغَنَمِ جِنْسَانِ لِاخْتِلَافِ الْمَقَاصِدِ .

قَالَ (وَكَذَا شَحْمُ الْبُطْنِ بِالْأَلْيَةِ أَوْ بِاللَّحْمِ) لِأَنَّهَا أَجْنَاسٌ مُخْتَلِفَةٌ لِاخْتِلَافِ الصُّوَرِ

وَالْمَعَانِی وَالْمَنَافِعِ اخْتِلَافًا لِّمَاجِشًا .

ترجمہ

مختلف انواع کے گوشت کی بعض کے بعض کے ساتھ کی بیشی کے ساتھ بیچ کرنا جائز ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ کی مراد یہاں سے اونٹ، گائے، بکری کا گوشت ہے جبکہ گائے اور بھینس یہ دونوں ایک ہی جنس سے ہیں۔ اسی طرح بکری اور بھیڑ بھی ایک جنس سے ہیں اور اسی طرح عربی اور نجابی بھی ایک جنس سے ہیں۔ اسی طرح گائے اور بکری کا دودھ ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ مقصود کے اتحاد کے سبب دودھ ایک ہی جنس کے ہوں گے۔

ہماری دلیل یہ ہے دودھ کے اصول میں اختلاف ہے اسی دلیل کے سبب زکوٰۃ کے اندران میں سے ایک دوسرے کا نصاب دوسرے کے ذریعے سے پورا نہیں کیا جاتا۔ پس ان کے اجزاء بھی مختلف ہوں گے۔ ہاں البتہ کسی مصنوعی طریقہ کار سے میں ان کو بغیر تبدیل نہ کیا گیا ہو۔

اسی طرح کھجور کے سر کو انگوڑ کے سر کے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ ان اصل میں اختلاف ہے پس ان کے پانی میں اختلاف ہوگا اسی دلیل کے سبب ان دونوں کے شیرے الگ الگ جنس ہیں اور مقاصد کے اختلاف کے سبب بھیڑ کی اُون اور بکری کے پال دو الگ جنس ہیں۔

اسی طرح پیٹ کی چربی کو سرین کے گوشت یا مطلق طور پر گوشت کے بدلے میں کی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ شکل و معنی اور نفع میں بہت زیادہ اختلاف کے ان کی جنس بھی مختلف ہو چکی ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مختلف قسم کے گوشت کی بیشی کے ساتھ بیچ کیے جاسکتے ہیں، مثلاً بکری کا گوشت ایک سیر گائے کے دو سیر سے بیچ سکتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ دست بدست ہوں اودھار جائز نہیں اگر ایک قسم کے جانور کا گوشت ہو تو کی بیشی جائز نہیں۔ گائے اور بھینس دو جنس نہیں بلکہ ایک جنس ہیں۔ اسی طرح بکری، بھیڑ، دنبہ، یہ تینوں ایک جنس ہیں۔ گائے کا دودھ بکری کے دودھ سے، کھجور یا گنے کا سر کہ انگوڑی سر کہ سے، پیٹ کی چربی و دنبہ کی چکنی یا گوشت سے بکری کے بال کو بھیڑ کی اُون سے کم دیش کر کے بیچ کر سکتے ہیں۔

اور پرندہ اگر چاہیک قسم کے ہوں ان کے گوشت کم دیش کر کے بیچ کیے جاسکتے ہیں مثلاً ایک بئیر کے گوشت کو دو کے گوشت کے ساتھ۔ اسی طرح مرغی و مرغابی کے گوشت بھی کہ یہ وزن کے ساتھ نہیں کتے۔ (رہکار، کتاب بیوع)

گوشت کی بیج دوسری جنس کے گوشت سے ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے گوشت کی بیج دوسری جنس کے گوشت سے کی جس طرح گائے کے گوشت کی بیج بکری کے گوشت کے ساتھ کی تو ان کے نزدیک جائز ہے۔ اور اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے دو قول ہیں۔ جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ نبی کے عوم کے سبب گوشت کے بدلے حیوان کی بیج درست نہیں ہے جبکہ امام اعظم اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ کے قول کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے یہاں حکم کو مطلق قرار دیا ہے۔ جو ان کے مذہب کیلئے دلیل و حجت ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۳۵، بیروت)

جالور کی بیج جانور کے بدلے پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انٹیں اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبھی ایک اونٹ، دو اونٹوں کے مقابلے میں بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا تھا، اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل ان شاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں میں سو نہیں چلتا۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے، اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار بیجی جاسکتی ہے ابن سیرین نے کہا کہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۲۲۷)

ربذہ ایک مقام کہہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ بیج کے وقت یہ شرط ہوئی کہ وہ اونٹنی بائع کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں رہے گی۔ اور بائع ربذہ پہنچ کر اسے مشتری کے حوالے کر دے گا۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام شافعی نے وصل کیا ہے۔ حاکم کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ جانور سے جانور کے بدلے میں کی اور بیٹھی اسی طرح ادھار بھی جائز ہے۔ اور یہ سو نہیں ہے گو ایک ہی جنس کا دونوں طرف ہو اور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے منع کیا ہے۔ ان کی دلیل سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے اصحاب سنن نے نکالا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ وجیہ کلی رضی اللہ عنہ کو بیس پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۲۲۸)

اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ جانور سے جانور کا تبادلہ درست ہے۔ اسی طرح غلام کا غلام سے، لونڈی کا لونڈی سے، کیوں کہ یہ سب حیوان ہی تو ہیں۔ اور ہر حیوان کا یہی حکم ہوگا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث میں کی اور زیادتی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ادھار کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے

طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو امام مسلم نے نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو سات لوندیاں دے کر خریدا۔ ابن بطلان نے کہا جب آپ نے وحیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو صفیہ رضی اللہ عنہا کے بدل میں اور کوئی لوندی قیدیوں میں سے لے لے تو یہ بیع ہوئی لوندی کی عوض لوندی کے ادھار اور اس کا یہی مطلب ہے۔

روٹی کو گندم کے بدلے میں بیچنے کا بیان

قَالَ (وَيَحْجُوزُ بِبَيْعِ الْخُبْزِ بِالْحِنْطَةِ وَالذَّقِيقِ مُتَفَاضِلًا) لِأَنَّ الْخُبْزَ صَارَ غَدِيدًا أَوْ مَوْزُونًا فَخَرَجَ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَكِيلًا مِنْ كُلِّ وَجْهِ وَالْحِنْطَةُ مَكِيلَةٌ.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِيهِ، وَالْفَتَوَى عَلَى الْأَوَّلِ، وَهَذَا إِذَا كَانَا نَقْدَيْنِ؛ فَإِنْ كَانَتْ الْحِنْطَةُ نَسِيمَةً جَارًا أَيضًا، وَإِنْ كَانَ الْخُبْزُ نَسِيمَةً يَحْجُوزُ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعَلَيْهِ الْفَتَوَى، وَكَذَا السَّلَامُ فِي الْخُبْزِ جَائِزٌ فِي الصَّحِيحِ، وَلَا خَيْرَ لِي أَسْقِرَاضِهِ عَدَدًا أَوْ زَرْنَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتُ بِالْخُبْزِ وَالْحَبَّازِ وَالنُّورِ وَالنَّقْدِ وَالنَّخْرِ.

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يَحْجُوزُ بِهِمَا لِلتَّعَامِلِ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَحْجُوزُ زَرْنَا وَلَا يَحْجُوزُ عَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ فِي أَحَادِهِ.

ترجمہ

روٹی کو گندم اور آنے کے بدلے میں کسی چیز کے ساتھ بیچنا جائز ہے کیونکہ روٹی عددی اور موزونی ہے پس یہ بھی ایک طرح کیں والی ہونے سے خارج ہوگئی ہے جبکہ گندم مکلی ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے جبکہ فتویٰ پہلے قول کے مطابق ہے۔ اور یہ جواز اس حالت میں ہے جب دونوں اعماش نقد ہوں۔ اور جب گندم ادھر رہے تب بھی جائز ہے۔

اور اسی طرح صحیح روایت کے مطابق روٹی میں بیع مسلم جائز ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عددیہ وزن کے ذریعے روٹی کو قرض پر لینے میں کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ پکانے، پکانے والے، تھورا اور تقدیم تاخر کے سبب روٹی مختلف ہو جاتی ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک لوگوں معومن کے سبب روٹی کو قرض پر لینا جائز ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وزن سے جائز ہے عدہ سے جائز نہیں ہے کیونکہ افراد میں فرق ہوا کرتا ہے۔

مقدم کی بیع آنے سے کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان المعروف طاعلی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ روئی کی بیع مقدم اور جو کے ساتھ جائز کی بیعی کے ساتھ ہر ہے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ خواہ وہ روئی عدوی ہو یا نہ ہو اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک یہی روایت ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ روئی اسی کا حصہ ہے۔ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی اور امام احمد علیہما رحمہما کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جنس ہونے کا شبہ ہے جبکہ فتویٰ پہلے قول پر ہے۔

ایک روایت کے مطابق امام مالک اور امام احمد علیہما رحمہما کے نزدیک مقدم کی بیع جو کے بدلے میں جائز ہے جبکہ وزن یا سکل کے ساتھ ہو۔ (شرح الوفاق فی مسائل الہدایہ، کتاب بیوع)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک غلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کی یعنی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا کہ میں اپنے وطن کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہاں رہوں گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ غلام ہے کچھ دنوں کے بعد جب اس کا لگ اس کو تلاش کرتا ہوا آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس غلام کو میرے ہاتھ چھوڑ دینا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو دو یا دو گ کے غلاموں کے بدلے میں خرید لیا اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے بیعت نہ لی جب تک کہ یہ معلوم نہ کر لیا کہ وہ غلام ہے یا آزاد (مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 54)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں لینا دینا جائز ہے نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو چیزیں مال رہا میں داخل نہیں ان کا لین دین اس طرح کرنا کہ ایک طرف کم ہو اور دوسری طرف زیادہ ہو جائز ہے چنانچہ شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ علماء نے اسی بنیاد پر یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ ایک جانور کو دو جانوروں کے بدلے میں دست بدست لینا دینا جائز ہے خواہ دونوں طرف سے ایک ہی جنس کے جانور ہوں یا دو جنس کے۔ البتہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا جانور کا جو نور کے بدلے میں ادھار لین دین جائز ہے یا نہیں چنانچہ صحابہ میں سے ایک جماعت اس کے عدم جواز کی قائل تھی نیز حضرت عطاء ابن ابی رباح بھی اسی کے قائل تھے اور حضرت امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کا جانور کے بدلے میں ادھار لین دین کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن بعض صحابہ اس کے جواز کے قائل تھے اور حضرت امام شافعی کے مسلک میں بھی یہ جائز ہے۔

بیع کو قرض کی شرط سے مشروط نہ کرنے کا بیان

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یبطل

سَلَفٌ وَبَيْعٌ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرض کی شرط پر کسی چیز کی بیع حلال نہیں۔ (اسنن لابن داؤد، باب فی الرہل بیع مالیس عنہ)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قرض لینے والا بضرورت قرض، قرض کے ساتھ کم مالیت کی شئی زیادہ قیمت کو اگر اس طرح خریدے کہ وہ بیع اس قرض پر بشرط ہو تو بالا اتفاق حرام ہے۔ اور اگر عقد قرض پہلے ہو اور یہ بیع اس میں نصایا دلالت مشروط نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء اجازت دیتے ہیں کہ یہ بیع بشرط قرض نہیں۔ بلکہ قرض بشرط بیع ہے۔ اور قرض بشرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔ اور رائج یہ ہے کہ یہ بھی منوع ہے کہ اگرچہ بشرط عقد قرض نہیں مگر یہ وہ قرض ہے جس کے ذریعہ سے ایک منفعت قرض دینے والے نے حاصل کی اور یہ ناجائز ہے۔ لہذا ان صورتوں کو ترک کیا جائے۔ اور قرض کا نام ہی نہ لیا جائے۔ بلکہ خالص بیع ایک وعدہ معینہ پر ہو۔ اب نوٹ کی بیع روپے کے عوض جائز ہوگی اگرچہ جس کا نوٹ سو کو بیچے۔ اور دونوں صورتوں میں فرق وہی ہے جو قرآن عظیم نے فرمایا: وَاَحِلَّ لَآلِہِ الْبَیْعِ وَحَرَّمَ الرِّبَا مگر چاندی سونے کی بیع اب بھی جائز نہ ہوگی اور نوٹ کی جائز ہوگی۔ قال البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم۔ اور یہ زیادہ قیمت دینا اگرچہ بحالت قرض ہے لیکن بوجہ بیع جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ نہیں۔ درمختار میں ہے شراء شیء بشمن غسال لحاجة القرض، یعوز ویکوہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب بیوع)

آقا اور غلام کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا رِبَا بَيْنَ الْمَوْلَىٰ وَعَبْدِهِ) لِأَنَّ الْعَبْدَ وَمَا فِي يَدِهِ مِلْكٌ لِّمَوْلَاهُ فَلَا يَتَحَقَّقُ الرِّبَا، وَهَذَا إِذَا كَانَ مَأْذُونًا لَهُ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ذَيْنٌ، فَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ ذَيْنٌ لَا يَجُوزُ لِأَنَّ مَا فِي يَدِهِ لَيْسَ مِلْكُ الْمَوْلَىٰ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْغُرَمَاءِ فَصَارَ كَأَنَّ جَنْبِي فَيَتَحَقَّقُ الرِّبَا كَمَا يَتَحَقَّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُكَاتِبِهِ.

ترجمہ

فرمایا۔ غلام اور آقا کے درمیان سود ثابت نہ ہوگا کیونکہ غلام اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے وہ سارے کا سارا اس کے مالک کا ہے۔ پس ان کے درمیان سود ثابت نہ ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہے جب غلام تجارت میں مآذون ہو اور اس پر دین محیط بھی نہ ہو اور جب اس پر دین ہے تو درست نہیں ہے کیونکہ جو مال اس کے قبضہ میں ہے امام عظیم رضی اللہ عنہ کے وہ مال، لگ کا نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کا حق غلام سے متعلق ہے پس یہ غلام انہی کی طرح ہو جائے گا اس سود ثابت ہو جائے گا جس طرح مکاتب اور آقا کے درمیان سود ثابت ہو جاتا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آقا اور غلام کے مابین سود نہیں ہوتا اگرچہ بری امام ولد ہو کہ یہاں ہیئت بیع ہی نہیں
اس امر غلام ہوتا تا ذین ہو جو اس کے مال اور ذات کو مستغرق ہو تو اب سود ہو سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)
دار الحرب میں مسلم و حربی کے درمیان سود ثابت نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ) خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ وَالشَّافِعِيِّ -
رَحِمَهُمَا اللَّهُ. لَهُمَا الْإِغْتِبَارُ بِالْمُسْتَأْمِنِ مِنْهُمْ فِي دَارِنَا .
وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ) "
وَلَا نَمَالَهُمْ مَبَاحٌ فِي دَارِهِمْ قَبَائِي طَرِيقِ أَخَذَهُ الْمُسْلِمُ أَخَذَ مَالًا مَبَاحًا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ
عَدُوٌّ، بِخِلَافِ الْمُسْتَأْمِنِ مِنْهُمْ لِأَنَّ مَالَهُ صَارَ مَحْظُورًا بِعَقْدِ الْأَمَانِ .

ترجمہ

فرمایا: دار الحرب میں مسلمان اور حربی میں سود ثابت نہ ہو گا جبکہ اس میں امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے اختلاف
کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ امن لیتے ہوئے دار الاسلام میں آنے والے حربی قیاس کرتے ہیں جبکہ ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا
پیرا شدہ گرامی ہے کہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں ہے کیونکہ دار الحرب میں اہل حرب کا مال مباح ہے۔ پس
مسلمان اس کو جس طرح بھی حاصل کرنے کا وہ مباح ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی عذر نہ ہو۔ جبکہ مسلمان حربیوں کے بارے
میں ایسا حکم نہیں ہے کیونکہ ان عہد امن کے سبب ان کا مال منع قرار دیا گیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مسلم اور کافر حربی کے مابین دار الحرب میں جو عقد ہو اس میں سود نہیں ہے۔
مسلمان اگر دار الحرب میں امان لیکر گیا تو کافروں کی خوشی سے جس قدر اُن کے اسواں حاصل کرے جائز ہے اگرچہ ایسے طریقہ سے
حاصل کیے کہ مسلمان کا مال اس طرح لینا جائز نہ ہو مگر یہ ضرور ہے کہ وہ کسی بد عہدی کے ذریعہ حاصل نہ کیا گیا ہو کہ بد عہدی کفار کے
ساتھ بھی حرام ہے مثلاً کسی کافر نے اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی اور یہ دینا نہیں چاہتا یہ بد عہدی ہے اور درست نہیں۔
عقد قاسد کے ذریعہ سے کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر حربی کے ساتھ کیا
جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو مثلاً ایک روپیہ بیکے بدلے میں دو روپے خریدے یا اس کے ساتھ مردار کو
فکرا کہ اس طریقہ سے مسلمان کا روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے۔

(در مختار، کتاب بیوع)

دارالحرب میں سود سے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک دارالحرب میں مسلمان و کافر حربی کے درمیان سود نہ ہوگا جبکہ ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک دارالحرب میں نجس سودی چیز نہ ہوگا۔ احناف کے مذہب کو ترجیح حاصل ہے کہ ان کا استدلال حدیث اور عقلی استدلال کہ دارالحرب میں حربی کی غنہ و مال قویہ سے ہی مباح ہے تو سود میں وہ کیونکر مباح نہ ہوگا۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۵۹، بیروت)

دارالحرب میں مسئلہ سود پر مذہب احناف پر بحث و نظر کا بیان

شیخ نے اس حدیث مرسل کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے کہ دارالحرب کے اندر حربیوں کے لئے سود کی ممانعت نہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو قریظہ کو جلا وطن کیا اور لوگوں کے پاس ان کے قرضے باقی تھے اس موقع سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ شیخ کا نظریہ ہے سود کی اجازت دی اور لوگوں سے کہا کہ دیوید یا جلدی کرو شیخ نے قس کے مطابق یہ سود کی ہی ایک قسم ہے جس کی اجازت اہل حرب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

شیخ نے اس رقم سے بھی استدلال کیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے تین ہرتہ زیر کرنے کے بعد یہ قرضہ جب کہ آپ ﷺ مکہ میں تھے اور رکانہ کافر تھے جو مکہ کے رہنے والے تھے اور مکہ اس وقت دار لکھ تھا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو مکہ میں سود کی رقم لینے کی غرض سے چھوڑ دیا جو دارالحرب تھا۔ سود کی حرمت حجۃ الوداع کے سال ہوئی ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے مغلوب ہونے کے سلسلے میں مشرکین سے بڑی لگائی تھی چنانچہ ان سے بھروسہ لیے جاز تھا کہ وہ لوگ مشرک تھے اور مکہ دار لکھ تھا۔

انہوں نے امام ابو حنیفہ، محمد بن الحسن، امام سرخسی کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ حربیوں سے دار الحرب کے اندر سودی معاملات میں کوئی چیز مباح نہیں ہے۔

ان محرمات کی فروخت اور تجارت کے سلسلے میں شیخ کے جواز کے موقف پر میں آگے بحث کروں گا لیکن فی الحال میں اس کلیدی مسئلہ پر گفتگو کروں گا کہ کیا یورپ، امریکہ، جاپان، آسٹریلیا وغیرہ ان ممالک میں مقیم مسلمانوں کے لیے دار الحرب ہیں یا نہیں؟

میں تفصیلی گفتگو شروع کرنے سے پہلے اس مسئلہ کی وضاحت کروں کہ یہ ممالک ان میں مقیم مسلمانوں کے لیے دار الحرب سمجھے جائیں گے یا نہیں۔ میں اسرائیل کے تین فلسطینیوں کے موقف کی بات نہیں کر رہا ہوں جس نے ان کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور نہ ہی کشمیریوں کی بات کر رہے ہیں کہ جن علاقے پر ہندو قابض ہیں بلکہ یہاں موضوع بحث اس ملک کے

جس میں شرعی حکم ہے جن میں مغرب کے اندر مسلمان مقیم ہیں جن کی اقامت امن و امان کے جہد و شوق ویز اور دیگر اصول قرآن کی تحت ہوتی ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ امور کا ملحوظ خاطر رکھا جانا ضروری ہے:

الف۔ جنگ اس کے ساتھ ہوتی ہے جو جنگ کرنا ہو یعنی جہاں جان و مال محفوظ نہ ہو کیونکہ جنگ کے اندر جان و مال ہی پر حملہ ہوتا ہے اور دارالحرب اس ملک کو کہیں گے جہاں مسلمان اور غیر مسلموں کے درمیان جان و مال پر حملہ جائز کر لیا گیا ہو اس ملک کے باشندے مسلم علاقوں میں اور مسلم علاقوں کے باشندے ان کے ملکوں میں غیر محفوظ ہوتے ہیں۔

ب۔ قرن اول کے اندر فقہ اسلامی میں دارالحرب کی اصطلاح کا چلن نہیں تھا بلکہ یہ بہت بعد میں سامنے آیا پھر یہ ایک فقہی اصطلاح ہے نہ کہ شرعی جسے اختیار کیا جانا ضروری نہیں ہے۔ اس سلسلے میں صراحت کے ساتھ نصوص وارد نہیں ہوئی ہیں اور نہ ہی صحیح احادیث نبویہ کے اندر اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

ج۔ اسی امر کی وضاحت شیخ ڈاکٹر طہ جابر العلوانی نے اپنی کتاب مسلم اقلیتوں کے مسائل کے اندر کی ہے وہ کہتے ہیں ہمارے جن فقہاء نے دارالحرب کی اصطلاح استعمال کی ہے انہوں نے اس سنی ہوئی دنیا کی زندگی نہیں گذاری ہے جن میں باہمی گذر ہر کا تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ جنگ کے مسائل اس زمانہ کی صورت حال کا احاطہ کرتے ہیں جب کہ آج ہمیں باہمی معیشت زندگی کے لیے مسائل استنباط کی ضرورت ہے جو آج کثرت و نوعیت کی صورت حال کے مطابق ہو (ص) وہ مزید کہتے ہیں کہ جو وہ نے گزرے ہوئے ماضی پر قیاس کرنا درست نہیں کو یکساں آج کے مسائل کی نوعیت میں زبردست فرق کی مطابقت نہیں ہو سکے گی۔ موصوف نے دارالحرب کی تعریف کے سلسلہ میں اہلہ احناف کے درمیان اختلاف کیا ہے جبکہ علامہ کاسانی جو کہ حنفی ہیں بدائع الصنائع کے اندر لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دارالکفر اسلامی نظام کے نفاذ کے بعد دارالسلام ہو جاتا ہے اور دارالاسلام کفریہ نظام کے نفاذ کے بعد دارالکفر بن جاتا ہے۔

جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ کہ دارالاسلام کفریہ نظام کے نفاذ کی وجہ سے دارالکفر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ کمیزم اور سیکولرزم کے بعض ماننے والے دارالاسلام پر غلبہ حاصل کر کے غیر اسلامی نظام کو فذ کر دیں جیسا کہ ترکی کے اندر ہے لیکن اس کے باوجود وہ مسلم ملک ہے اسی طرح محض جمعہ اور عیدین کے قیام کی وجہ سے دارالکفر دارالاسلام میں تبدیل نہیں ہو جاتا۔

ابن عابدین شہابی رد اختیار کے حاشیہ کے اندر اسی کے قائل ہیں اور علامہ ابن حجر نے فتح البخاری میں ۔ ورنہ کی کا یہی موقف بیان کیا ہے کہ اگر مسلمان کو کسی غیر اسلامی ملک کے اندر دین کو عام کرنے کی اجازت ہو تو وہ اس بنا پر دارالاسلام ہوگا اور وہاں رہائش پذیر ہونا شہرکانی سے بہتر ہے، کیونکہ غیر مسلموں کے مشرف یا اسلام ہونے کی توقع ہوتی ہے۔

فقہ کی تاریخ اور موجودہ زمانے کے اندر ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام کو ناقص قیادت و سیاست اور مسلمانوں کو نامکمل بالادستی حاصل ہے، لیکن انہیں بحیثیت اقلیتی طبقے کے اپنے دینی شعائر کو برتنے اور دینی سرگرمی اختیار

کرنے کے لیے مکمل اسن و ایمان کا ماحول فراہم ہے وہ مساجد دینی مدرسے، علمی معاشرتی اور سیاسی ادارے قائم کر سکتے ہیں بلکہ آئینی طور پر انہیں ایک مغربی باشندے کی ہی طرح مکمل سیاسی اقتصادی اور معاشرتی طور پر شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں، خواہ وہ مسلمان یا ہر سے آئے ہوں یا وہاں کے اصل باشندے ہوں انہیں مغرب کے اندر مکمل شہریت حاصل ہوتی ہے نیز ان کی اولاد کو ان کی رہائش کے پہلے دن سے ہی اس ملک کی قومیت حاصل ہو جاتی ہے جہاں وہ پیدا ہوتے ہیں اور انہیں جملہ قومی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

کیا ان تمام باتوں کے باوجود بھی ان ممالک کو دارالحرب قرار دیا جائے گا؟

ان ممالک کو دارالعداوت یا دارالدعوت کہنا ہی بہتر ہوگا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہی صحیح رائے ہے کیونکہ ان ممالک کے اندر مسلمانوں کی سکونت پذیر آئینی نظام کے تحت ہوتی ہے جس سے وہ متفق ہوتے ہیں یا اس کی پاسداری کا عہد و پیمان کرتے ہیں اور عہد و پیمان کی پاسداری ان امور کے اندر واجب ہے جس کے اندر شرعاً کوئی قباحت نہ ہو اس کے علاوہ ان ممالک کے اندر مخلصانہ دعوت کے لیے زر خیر میدان اور بھرپور مواقع موجود ہیں جس کی بنا پر انہیں دارالدعوت کہا جاسکتا ہے امریکہ، یورپ، آسٹریلیا، جاپان اور چین میں حلقہ جگوش اسلام ہونے والوں کی یومیہ تعداد سیکڑوں میں ہوتی ہے۔ ان ملکوں میں تہذیب و مذہب کی آزادی حاصل ہے جو مصر کے اندر مشرف بہ اسلام ہونے والی ان طالبات کو حاصل نہیں تھی جنہیں چرچ اور مصری نظام حکومت نے دوبارہ عیسائی بننے پر مجبور کر دیا بلکہ یہ کہنا نا انصافی نہیں ہوگی کہ گیارہ ستمبر کے بعد افغانستان اور عراق کے اندر امریکہ کی ظالمانہ کارروائیوں نیز اسرائیل کی سفارتی سطح پر بھرمانہ معاونت کے باوجود اس کی زیادتیوں کا موازنہ مصر کے گذشتہ دو انتخابات کے موقع سے ہونے والی زیادتیوں سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جمال عبدالناصر کے دور حکومت میں چند مقتول کے اندر ایک لاکھ ساٹھ ہزار افراد کی گرفتاری، حافظ اسد کے ہاتھوں چند لوگوں کے اندر وحشت میں تیس ہزار مسلمانوں کا قتل، ایک سال کے عرصے میں صدام کے حسین کے جبر و استبداد کی جھینٹ چڑھنے والے مسلمان، نوئس وہابی کے ابتدائی سالوں میں پارلیمانی انتخابات کے بعد قتل کیے جانے والے مسلمان یا اس کے علاوہ آج کل جو کچھ تیونس وغیرہ کے اندر مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے اس کے سامنے امریکی زیادتیوں کا پتہ نہیں۔ کسی یورپین ملک کے اندر کام کرنے کے لیے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت کے جواز کے لئے کوہجہ جواز بنایا گیا ہے اس سے اس بات کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر اس نظریے کو قبول کر لیا گیا اور ہم اس پر عمل پیرا بھی ہو گئے جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے تو مندرجہ ذیل نتیجہ کیا ملے گا؟

دارالحرب کے اندر اقامت اختیار کرنا ناجائز ہوگا چنانچہ مغرب سے جملہ مسلمانوں پر خواہ وہ وہاں کے حقیقی باشندے ہوں یا ہجرت کر کے پہنچے ہوں، ہجرت کرنا واجب ہوگا جیسا کہ الاشباہ والنظائر کے اندر ابن نجیم نے لکھا ہے کہ جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے بھی دارالحرب میں رہے وہاں سے ہجرت نہ کرے وہ حربی کے حکم میں ہوگا۔ مسلمانان مغرب پر یہ فتویٰ جاری کر کے انہیں امرِ محل کا مکلف بنانا ہے کیونکہ روئے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں جو ان کو قبول کرے۔

ان کے جان و مال اور آبرو کے ساتھ تعارض جائز سمجھا جائے گا بلکہ علامہ جصاص نے جو کہ خفی ہیں اپنی کتاب احکام القرآن کے اندر دار الحرب کے اندر قیام کرنے والے مسلمان کی جان و مال اور آبرو کے ساتھ تعارض کو جائز قرار دیا بھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ دار الحرب کے اندر اسلام لانے کے بعد مسلمان ملکوں کی طرف ہجرت سے پہلے وہاں متیم شخص کی جان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر کوئی دار الحرب کی جانب ہجرت کرتا ہے تو زن و شوہر کے درمیان ازدواجی رشتے کا فسخ ہونا لازم آئے گا جیسا کہ صاحب ہدایہ کا موقف ہے۔

ممکن ہے کہ اس طرح کے فیصلے سے نو جوانوں کے اندر تشدد و پند اندہ مزاج پیدا ہو جائے جن کی ایک بڑی تعداد ہے اس پر مزید طرح کہ انہیں اہل علم کے ذریعہ درست اسلامی تعلیم و تربیت حاصل نہیں ہے اتنی بات تو طے ہے کہ اس فیصلے سے مغرب کی ہر چیز کے خلاف عداوت کی آگ بجڑ اٹھے گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ شراب اور خنزیر کے گوشت کی فروخت کی جگہ پر نو جوانوں کے کام کی تلاش زیادہ بڑے اور تنگ بین مسائل کے سامنے آنے کا ذریعہ بنیں۔

یورپ، امریکہ اور ہندوستان کے اندر لقمی اکیڈمیوں اور کونسل نے بحیثیت ایک مسلم اقلیت کے اپنے ملک کے سلسلے میں دارالعبادہ اور دارالدعوہ کی رائے قائم کی ہے۔ انہوں نے دار الحرب اور دالاسلام کی رائے کو مسترد کر دیا ہے بہتر یہ ہے کہ ہم اس درست لقمی نقطہ نظر کی ہم نوائی کریں جو حسن سلوک کرنے والے کے ساتھ احسان کی پاسداری کے تقاضے کے عین مطابق ہے جیسا کہ علامہ شیخ یوسف القرضاوی نے یورپین کونسل برائے اختتام و تحقیق کے فیصلوں اور فتاویٰ پر مقدمے کے اندر لکھا ہے کہ کیا اس طرح کے فتوؤں کے صادر کرنے کو جواز فراہم کیا جاسکتا ہے جس میں مسلمانوں کو ان ممالک کے ساتھ مالی خیانت پر ابھارا گیا ہو جنہوں نے انہیں پناہ دے رکھی ہے، بھوک کی حالت میں انہیں کھانا کھلایا اور خوف و ڈر سے انہیں محفوظ رکھا؟ کیا وہ اپنے مصروف میں آنے والی چیزوں کی قیمت اور خدمت گذاری کی اجرت ادا نہیں کریں گے اور جھوٹ بول کر ایسی معاونتیں طلب کریں گے جس کے دوستحق نہیں ہیں۔ وہ اپنے ساتھ معاملت کرنے والے کے ساتھ خیانت کے مرتکب ہوں گے؟ اس طرح کے جواز کے فیصلے اسلام کی پیشانی پر دھبہ ہیں۔

مغرب میں مقیم مسلمان کا یہ یقین دن بدن پختہ ہوتا رہتا ہے کہ اس کا یہ ملک دعوت کا وسیع ترین میدان ہے اور اس کے باشندگان مسلمانوں کے حقوق کی سب سے زیادہ پاسداری کرنے والے ہیں جس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ برطانوی نظام کے سلسلے میں لوگوں کی نیارائے ہو سکتی ہے جس نے علامہ یوسف القرضاوی اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے صوبائی دباؤ کو مسترد کر دیا۔ یہ واقعہ اس موقع سے پیش آیا جب لندن کے میئر نے یورپین کونسل سمیت انہیں مدعو کیا تھا۔ علامہ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف وادو یا چلایا گیا جس کا دفاع میئر نے کیا اور عین اس ہال کے اندر انہیں خوش آمدید کہا جس کے اندر امریکی صدر بش کو خوش آمدید کہنے سے انکار کر دیا تھا۔ جولائیء میں برطانوی حکومت نے ہمارے خلاف کیے جانے والے پروپیگنڈے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک دوسری مثال صومالی نژاد دو سو یون مسلمانوں کا سو یون حکومت کی جانب سے کیا جانے والا دفاع ہے جنہیں امریکی

حکومت نے گرفتار کر لیا تھا، ایک تیسری مثال وہ امریکی ہیں جنہوں نے گیارہ جنبر کے واقعات کے بعد مساجد، دینی مدارس اور اداروں کے جہلاء کی حماقت اور بگڑت میں بے سوچے کی جانے والی احمقانہ کارروائیوں سے بچانے کے لیے پھریداری کی تو کیا ہم اس کے بعد بھی ان سے کہہ سکتے ہیں تم لوگ حربی ہو اور تمہارا ملک دارالحرب ہے؟ یا مناسب یہ ہے کہ ہم اس نئے نقطہ نظر کی ہم نوائی کریں جسے ڈاکٹر طہ جابر علوانی نے قوموں کی تقسیم کے سلسلے میں پیش کیا ہے کہ ایک قوم وہ ملت اسلامیہ ہے جس نے مذہب اسلام کو قبول کیا ہے دوسری قوم وہ ہے جو دعوت کا میدان ہے (اور جس کے سامنے ہم داخل اسلام ہونے کی دعوت پیش کرنے کے مکلف ہیں) حوالے کے لیے دیکھیں طہ علوانی کی کتاب فقہ الاقليات (اقلیتوں کے مسائل) اسی طرح انہوں نے دارالمدعوۃ اور دارالاحکام کی ایک دوسری علاقائی تقسیم بھی پیش کی ہے۔

میں مغرب کے ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ جس ملک کے اندر وہ رہائش پذیر ہے اس ملک کے ساتھ اس کا معاملہ اسی قرآنی اور نبوی نظریے کے مطابق ہو جو بنیادی طور پر تین نظریاتی نکات پر قائم ہے۔

پہلی بنیاد: روئے زمین ہے جس کا مالک اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے اور اسی نے ہم پر اس کی آبادکاری کی ذمہ داری ڈالی ہے چنانچہ دنیا کے جس خطے میں بھی مسلمان جاسے وہاں اس کی ذمہ داری آبادکاری ہے نہ کہ تحریب کاری، ارشاد باری ہے ہو انشاء حکم من الارض واستعمر کم فیہا (سورہ ہود)۔

دوسری بنیاد: دو قوم ہے جن کے درمیان اور ان کے ملک میں ہم رہتے ہیں ہم نماز کی فرضیت سے دس سال، زکوٰۃ اور روزے کی فرضیت سے پانچ سال اور حج کی فرضیت سے آٹھ سال پہلے سے ہی، اس قوم کے اندر دعوتی حکمت و دانائی دعوت اور تبادلہ خیال کے بہترین اسلوب کے ذریعہ اسلام کی دعوت پیش کرنے کے مکلف ہیں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم تعلقات کو استوار کریں اور باہمی اعتماد پیدا کریں۔ باہمی گفتگو و فروغ دیں ہر طرح کی برائی سے بچنے اور ہر اچھے کام میں تعاون کے لیے بنیاد فراہم کریں۔ تیسری بنیاد: حکومتیں ہیں جو یا تو مثبت نظریات کی حامل ہوتی ہیں اور ان کی معاونت و تائید لازماً نہ ہوتی ہے یا پھر وہ منفی نظریات رکھتی ہیں اور اس صورت میں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم بحیثیت ایک شہری اور داعی و مصلح کے، برائیوں کے روکنے اور درست مشورہ کے لیے جملہ قانونی و مسائل اختیار کریں۔ نہ یہ کہ ہم خود وارد انقلابیوں کا طریقہ اختیار کریں۔ اس سلسلے میں ہم اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں اپنے لیے اسوہ اور نمونہ پاتے ہیں جب آپ کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو آپ اس بشارت میں گم نہ ہو کر قوم کو طوط کے لیے مہلت طلب کی، تا کہ ان کے اصلاح کی کوشش کر سکیں، اسی طرح اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے اندر بھی ہم نے اسوہ موجود ہے کہ انہوں نے اپنی امانت داری اور تجربات پیش کر کے اس غیر مسلم معاشرے کو مستفید فرمایا جس نے آپ کی پرورش و پرداخت کی اور آپ کا بہتر طریقے سے خیال رکھا ایک بہترین نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حلم و بردباری کے اندر بھی ہے جس کا منہ ہر وہ آپ نے اہل مکہ پر اس کے دونوں پانوں کے ملا دیے جانے کی پیش کش کو ٹھکرا کر تیزان کے لیے ہدایت کی دعا کر کے فرمایا اللہم

اہل لومۃ فافہم لا یعلمون اسے بار الٰہی تو میری قوم کو ہدایت نصیب فرما دے مجھے نہیں جانتی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ جب کہ آپ کو اہل مکہ پر مکمل قبضہ و کنٹرول حاصل تھا کہ اذہبوا انتم الطلقاء جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔ اس باب میں ایک بہترین مثال سلطان صلاح الدین ایوبی کی سوانح ملتی ہے کہ جب انہوں نے صلیبی قیدیوں کو مدینہ کو مدینہ میں لے کر بعض مسلمان ہو گئے اور بعض یورپ واپس لوٹے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے محاسن کا خوب خوب چرچا کیا جیسا کہ جزمین مشرقی خاتون ریکارڈ بانک نے اپنی کتاب اللہ لیس کڈ لک (خدا ایسا نہیں ہے) کے اندر کیا ہے۔

سوم: دین اسلام سے باہر حرکات کے جواز کے فتوے کے دلائل سند اور متین دونوں اعتبار سے ضعیف ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں لازماً جمہور امت اور داعیان اسلام کے موقف کا اختیار کر لینا چاہیے کہ مذہب اسلام سے قرآنی و نبوی اخلاق و اقدار کے اندر قرآنی نصوص کے عموم کی وجہ سے رد و بدل نہیں ہوتا جس کی ایک مثال حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ترمذی کی وہ روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم جہاں نہیں بھی رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر برے عمل کے بعد اچھا عمل کرو تا کہ برائی کے اثرات زائل ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ بہت اخلاق کا مظاہرہ کرو (سنن ترمذی کتاب البر والصلہ: باب ما جاء فی العاشرۃ الناس)

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم لوگوں کو ذمیوں کے مال میں سے مال لٹی میں مرغی اور بکری ملی ہم نے کہا کہ اس کے استعمال میں (تقسیم سے پہلے اور امیر کی اجازت کے بغیر) کوئی حرج نہیں ہے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی بات اہل کتاب نے بھی کہی تھی کہ لیس علیا فی الامیین سبیل۔

(الجامع لاحکام القرآن)

سورہ آل عمران کی آیت میں اس حقیقت کو بیان کر دیا گیا ہے و من اهل الكتاب من ان تامنه بقطار یودہ الیک

ومنہم من ان تامنہ بدینار لا یودہ الیک الا ما دمت علیہ قائماً ذلک بانہم قالوا لیس علیا فی الامیین

سبیل و یقبولون علی اللہ الکذب و ہم یعلمون (اور اہل کتاب میں کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس پر اعتماد پر مال و دولت کا ایک ڈیڑھ بھی دیدو تو تمہارا مال تمہیں ادا کر دے گا اور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملہ میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا مگر جب کہ تم اس کے اوپر سوار ہو جاؤ تم ان سے اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امیوں (غیر یہودیوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی موانعہ نہیں ہے اور یہ بات وہ محض جھوٹ اور گھڑ کر اللہ کی طرف جان بوجھ کر منسوب کرتے ہیں) یہ کہ کسی چیز کو دیگر لوگوں کے عداوہ لوگوں کی کسی خاص جماعت کے لیے حلال کرنا خدا تعالیٰ کی طرف غلط بات منسوب کرنا ہے۔ پھر اس آیت کے بعد اگلی آیت کے اندر عہد و پیمان اور امانتوں کی حفاظت و پاسداری کی ترغیب دی گئی ہے ساتھ ہی خشیت الہی پر بھی زور دیا گیا ہے، ارشاد: ہر نبی تعالیٰ سے پہلے من اوفیٰ بعہدہ و اتقی فان اللہ یحب المتقین (آل عمران) :

آخر کیوں ان سے باز پرس نہ ہوگی جو بھی اپنے عہد کو پورا اور برائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا) یہ ان کے

استدلال کا عمومی پہلو تھا۔ پیش کیے گئے تفصیلی دلائل کے سند و متن پر ہم آئندہ سطروں میں بحث کر رہے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔
پہلی دلیل شراب اور نریر کا گوشت فروخت کرنے والے کی دکانوں پر کام کرنے کا جواز کے سلسلے میں شیخ علی جوہر نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل و موصولاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دارالحرب کے اندر مسلمانوں اور حربیوں کے درمیان کوئی رہائشیں (سودی لین دین ناجائز نہیں ہے)، چونکہ شیخ فطرنایک ذبیحہ اشتر اور امانت دار شخص ہیں چنانچہ انہوں نے ابن قدامہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان روایات نے ارسال کیا ہے اور اس حدیث کی صحت معروف نہیں ہے (معنی)

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ضعف اور متن میں اضطراب ہے جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:
الف۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہ تو پایہ ثبوت کو پہنچتی اور نہ ہی اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے (دیکھیے: معرفۃ السنن والآثار بتبیین باب بیع الدار بالدر زمین فی الارض الحرب)

ب۔ امام سرخسی نے مسموط کے اندر لکھا ہے: اور یہ حدیث مرسل کھول اور ثقہ ہے اور اس طرح کا ارسال مقبول ہے۔
ج۔ حافظ ابن حجر درایہ کے اندر لکھتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث نہیں ملی امام زبیری کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

د۔ امام نووی نے مجموع کے اندر لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل اور ضعیف ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔

الف۔ اس روایت کے متن کے اندر اضطراب ہے لا یمابین المسلم و اهل الحرب فی دار الحرب (دارالحرب کے اندر مسلمان اور حربی کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے) اور لا یمابین اهل الاسلام (دارالحرب کی مانند مسلمانوں کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے) دونوں کی طرح باتیں کہی گئی ہیں اور ایک روایت میں بین المسلمین کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔

ب۔ ابن قدامہ نے مفتی کے اندر اور امام نووی نے مجموع کے اندر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح تسلیم کر لی جائے تو اس کا مقبوم مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ سودی لین دین کی ممانعت بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ایک قائل قول تشریح ہے کیونکہ اس کی نظیر قرآنی آیت سے پیش کی گئی ہے: فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل کوئی بد عملی کوئی لڑائی جھگڑا کی بات سرزد نہ ہو) (بقرہ)

ج۔ امام نووی نے مجموع میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مرسل ہے جسے حجت نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

د۔ ہمیں ایک بھی کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے دارالحرب کا ذکر پایا جاتا ہو اس سے اس حدیث کے ضعیف اور ناقابل حجت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

ہ۔ اگر اس مرسل و کھول حدیث کو ہم قائل قبول تسلیم بھی کر لیا تب بھی بہتر یہی ہے کہ لفظ کا مقوم اگر غلطی ہو تو اسے حرمت سودی

عمومی کی موافقت پر محمول کیا جائے جیسا کہ ابن قدامہ اور مالوی کا موقف ہے۔

وہاں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ احناف کا بھی یہی اصول ہے کہ عام حکم کو کسی نفی دلیل کے ذریعہ خاص نہیں کیا جاسکتا (مگر چودہ دلیل سنداً صحیح کیوں نہ ہو اسی بنیاد پر آیت کریمہ وَلَا تَسْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ يَدًا كَرِيمًا اللہ علیہ و آلہ و سلم نے انعام ۱۰۱) کے عمومی حکم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مروی بخاری کی روایت کی بنا پر خاص نہیں کیا یہ روایت یہ ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگوں کے پاس ایسا گوشت آتا ہے جس کے بارے میں ہمیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آیا جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے یا نہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس پر اللہ کا نام پڑھ لیا کرو اور پھر کھایا کرو (مسروایت بخاری کتاب البیوع باب من لملک بر الوسواس و نحوها من الشبهات) اس صحیح حدیث و دیگر احادیث کے باوجود احناف آیت کریمہ کے عمومی حکم کو ان احادیث کی بنا پر خاص نہیں کیا ہے تو پھر کیسے سودی لین دین کی حرمت پر دال آیت کریمہ کے عمومی مفہوم کو خاص کیا جاسکتا ہے کہ ایک ضعیف اور مرسل حدیث کی بنا پر اہل کتاب کے ساتھ سودی لین دین کو جائز قرار دیا جائے؟

ز۔ شیخ یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب و کیف تعامل مع السنۃ کے اندر صفحہ پر تحریر کیا ہے: بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے احادیث ضعیفہ کو قابل قبول نہیں سمجھا ہے حتیٰ کہ تریب و تریب، غلاموں کی آزادی اور زہد و تقویٰ کے باب میں بھی انہیں قابل اعتناء نہیں سمجھا ہے جن میں ابن رجب بھی ہیں جس کی وضاحت انہوں نے شرع ملل کے اندر کی ہے اور یہی موقف ہے ائمہ حدیث میں سے امام مسلم و بخاری یحییٰ ابن معین، ابن زحزم ظاہری، قاضی ابن العربی، ابوشامہ شافعی کا ہے اور معاصرین میں سے شیخ احمد شاہ، شیخ محمد ناصر الدین البانی بھی اسی کے قائل ہیں۔ شیخ یوسف القرضاوی نے علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے ان کا یہی قول نقل کیا ہے ضعیف احادیث کے قبول کیے جانے میں یہ اختلاف ہے تو وہ کیسے غیر مسلموں کے ساتھ سود کے جواز کے استثنائی حکم کے لیے سودی حرمت کے صریح نصوص کے مقابلہ ک طور پر پیش کی جاسکتی ہیں؟

دوسری دلیل: شیخ علی جمہ نے بیان کیا ہے کہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کو جلا وطن کی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے قرضے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وقت سے پہلے رقم وضع کر کے ادا کر دو اور جب بنو نضیر کو جلا وطن کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ جلدی ادا کر دو، اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے مسلمانوں کے مابین یہ معاملہ سودی نوعیت کا ہوتا تھا۔

حدیث، سند کے اعتبار سے:

یہ حدیث حاکم نے مستدرک کے اندر بیان کیا ہے، بیہقی نے ۱۰۰ پر اور دارقطنی نے ۱۰ بیان کیا ہے یہ تمام روایات بنی نضیر کی جلا وطنی کے واقعہ کے ساتھ خاص ہیں بنو قریظہ سے متعلق روایت کے راوی واقدی ہیں۔ ان تمام روایات کے اندر ایک راوی مسلم بن خالد الخزنجی ہیں جو ضعیف ہیں جیسا کہ علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ بلکہ سنن دارقطنی کی ایک روایت اس کے لحد مسلم بن خالد کزور

حافظہ والا اور ضعیف کہا گیا ہے ساتھ ہی اس حدیث کے اندر اضطراب بھی پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس حدیث سے استدلال مندرجہ ذیل سے نہیں ہے۔

حدیث متسن کے اعتبار سے: اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اسے مندرجہ ذیل مفادیم پر محمول کیا جاسکتا ہے۔
الف۔ سودا کا وقت حرام نہیں تھا۔

ب۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حدیث کے اندر مذکورہ معاملہ سود کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ اہل علم کے مابین اس کے سودی ہونے پر اتفاق نہیں پایا جاتا ہے، فقہی اسکیلو پیڈیا کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ متعینہ وقت سے پہلے قرض سے عوض کے طور پر کچھ قرض جمع کر کے واپس لینے کا حناف، مالکیہ، شافعی اور حنبلیہ کے جمہور فقہاء، ناجائز قرار دیتے ہیں کیونکہ وقت کے عوض میں چھوڑ دی گئی بقرہ وقت کے عوض میں لٹی گئی رقم کی مانند ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہی موقف ابراہیم نخعی اور ابو ثور کا ہے، کیونکہ قرضہ دینے والے نے اپنی رقم کا بعض حصہ لے لیا اور بعض حصہ چھوڑ دیا یہ ایک طرح رقم کے بعض سے دستبردار ہونا ہے جو کہ جائز ہے اور بالکل وہی شکل۔ جیسے کہ بیوی اپنی مہر کی رقم مجھ سے شوہر کے حق میں دستبردار ہو جاتی ہے۔ (دستبردار مہر سے متعلق ڈاکٹر احمد حلیب کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ)

یاد رکھیں کہ یہ حدیث کی کمی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ڈاکٹر استاذ صلاح الصاوی شیخ علی جمعہ نے اسی فتوے کی تردید کے اندر یہ نام دیا ہے (amyayonline.com) کا فاضل محترم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اسلامی کا غرض کی تنظیم کے فقہی اکیڈمی نے متعینہ وقت تک دین کے اندر وقت سے پہلے بھجوت ادائیگی کو خواہ وہ قرض خواہ کی مرضی سے ہو یا قرض دار کی مرضی سے شرعاً جائز قرار دیا ہے جو شرعاً ممنوع سود کے دائرے میں نہیں آتا، یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اگر خریکے ہمارے شیخ نے اپنے فتوے کے اندر اس دوسری رائے کے سلسلے میں اجمال سے کام لیا اور تحریر کر دیا کہ لفظ قرض و قرض (وضع کر کے متعینہ وقت سے پہلے جلدی سے ادا کر دو) کا تعلق سودی لین دین سے ہی ہے کیونکہ انھوں نے لکھا ہے: یہ بات عام طور پر معلوم ہی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان یہ معاملات سودی لین دین سے متعلق ہے کہ جو غناسہ اس طرح وہ غیر مسلموں کے ساتھ سودی لین دین کے سلسلے میں حنفیہ کے جواز کے موقف کو مضبوط بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند اندر مذکورہ سقم پایا جاتا ہے لہذا اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تیسری دلیل: شیخ علی جمعہ نے اپنے فتوے کے اندر بیان کیا ہے کہ احناف کا استدلال وہ حدیث بھی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے خطبے کے اندر ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت کے سودی معاملات کا سودی نفع ساقط کیا جائے اور سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سودی نفع ساقط کیا جاتا ہے، شیخ کے نزدیک وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے موقع سے قید کیے جانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور انہیں

تشریحات ہدایہ

نہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی لین دین سے روکا نہیں تھا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حربیوں کے ساتھ سودی معاملت کی جاسکتی ہے کیونکہ (اس زمانہ میں) اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طرح پرکار تھے۔

حدیث سند کے اعتبار سے

یہ حدیث سنداً صحیح ہے جس کو امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا۔ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا جیکہ زمانہ جاہلیت کا سودی نفع ساقط کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کے جملہ سودی نفع ساقط کرتا ہوں

حدیث متین کے اعتبار سے:

اس حدیث کے متن سے حربی کے ساتھ سودی معاملت کا جواز ثابت نہیں ہوتا صحیح بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر نزہ حنا اس دلیل دلائل کو اپنی کتاب احکام التعامل بالربا بین المسلمین وغیر المسلمین کے اندر غلط ٹھہرایا ہے۔

ان کے اہم تردیدی پہلو مندرجہ ذیل ہیں: الف سود قطعی طور پر حرام اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد ہوا ہے۔ ۱۔

ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ وان کنتم لفلکم وروس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (بقرہ: ۲۷۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اب بھی توجہ کرو تو تم اپنے سر یہ لینے کے حقدار ہو نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے) اور یہ آیت کریمہ منہ جبری میں نازل ہوتی ہے۔

ب۔ احتاف کے لیے دارالحرب کے اندر سود کے جواز کی کوئی دلیل اس حدیث کے اندر موجود نہیں ہے کیونکہ منہ جبری میں فتح ہونے کے بعد دارالحرب نہیں تھا جب کہ حجتہ الوداع کا خطبہ منہ جبری کیا خرمیں دیا گیا ہے۔

ج۔ درحقیقت قبول اسلام کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سودی معاملت ثابت ہی نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی جانب سے سودی نفع کے چھوڑے جانے کا اعلان اس لیے کیا ہوتا کہ بہتر طریقہ پر اس حکم کی پیروی کی جائے۔

د۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سود کی حرمت کا علم تھا اور اسلام لانے کے بعد بھی سودی لین دین انھوں نے کیا تو ممکن ہے کہ انہیں اس کی خاص اجازت ہوتا کہ وہ اپنا اسلامی مخفی رکھیں اور سود لینا یہ شرک کی ادنیٰ درجے کی علامت ہے تاکہ ان کا مسلمان ہونا ظاہر نہ ہو سکے۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات سامنی آتی ہے کہ احتاف کے استدلال کے اندر شدید قسم کا ضعف ہے جو ایسے احتیاط کے غیرے میں ہے جس نے انہیں بے وقعت بنا دیا ہے اور اسی بنیاد پر شیخ علی جمعہ کے فتویٰ پر احتجاجی درجے کی رد و تدرج کی گئی ہے

شیخ علی جمہ نے احناف کے حوالے سے دو اور دلیل پیش کی ہیں، ایک یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رضی اللہ عنہ کو مشرک سے بازی کے اندر جوئے کی رقم لینے کی اجازت دیدی اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی رمانہ سے ساتھ رکھا اور اس کی بکریاں لے لیں صحیح بات تو یہ ہے کہ شیخ صلاح الصاوی نے شیخ علی جمہ کے فتوے کی تردید کا حق ادا کر دیا ہے لیکن میں یہاں دو احتمالات کا ذکر کرنا چاہوں گا:

الف۔ بہت ممکن ہے کہ سود کی حرمت سے پہلے کے واقعات ہوں بطور خاص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اللہ عزوجل سے ہجرت سے پہلے ہے۔

ب۔ اس سلسلہ میں دوسری روایات بھی ہیں جو اسیر الکبیر اور تفسیر ابن کثیر کے اندر (باب ما یکرمہ وادخالہ فی دارہ) میں مذکور ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے بازی میں جیتے گئے مال کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور خود حضرت رمانہ رضی اللہ عنہ کی بکریاں لو، دیں اور اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا اگر یہ درست ہوتا تو آپ سے صدوقے کے طور پر لوٹاتے نہیں اور نہ ہی صدقہ کرنے کا حکم فرماتے۔

بہر حال شیخ علی جمہ کے یہ تمام دلائل صریح نصوص کے سامنے نہیں نکلتے جو شراب اور محرمات کی حرمت سے متعلق وارد ہوئے ہیں ان نصوص میں وہ متفق علیہ روایت بھی ہے جسے حضرت جابر بن عبد اللہ کے حوالے سے شیخین نے نقل کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی فروخت کو حرام کر دیا ہے (متفق علیہ) ہونا صحت حدیث کا اعلیٰ درجہ ہے جس کے برعکس کوئی ثابت کرنے کے لیے اسی درجہ کی صحیح احادیث درکار ہوں گی، جیسا کہ اصول فقہ میں بقائل کے اندر ترجیح کا عام اصول اور امر صحت کے اعتبار سے دوسری نصوص کے اندر تقارض پایا جائے تو بہتر یہ ہے کہ دونوں کے درمیان جمع و تطبیق کی شکل اختیار کی جائے ہم نے جو مذکورہ بالا احتمالات ذکر کئے ہیں وہ اگر صحیح اور مرسل کے درمیان جمع و تطبیق ہو سکتی ہے تو ان کے اندر جمع و تطبیق کی جانی چاہئے (نہ یہ کہ نصوص صریح کو ہی ترک کر دیا جائے)

امریکہ، یورپ، ہندوستان، جاپان اور آسٹریلیا سے آپ کی خدمت پہنچنے والے سوالات کے سلسلے میں آپ ان ملکوں کے کونسل برائے قومی و تحقیقات صلاح و مشورہ اور آئینی پیدا کر لیں ہم ان ممالک کے اندر آئے دن ہونے والے آپ کے دورے سے واقف ہیں لیکن اس کثرت باجود یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اہل مکہ ہی اس کی گھاٹی کے شہاد ہیں

یہ ممکن ہے ہم کسی فرد کو مجبوراً محرمات کی دکان میں کام کرنے کی اجازت دیدیں تا آنکہ اسے کوئی دوسرا کام مل جائے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہمیں مسلمانوں کو اس بات پر بھی ابھارنا چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں باہمی معاونت پیش کریں تاکہ مغرب کے مسلمانوں کے رگ و پے میں شراب، سود، جوا اور خنزیر کی فروخت کا خون جاری و ساری نہ رہے بشرطہ لوگ جو ان محرمات کی تجارت کرتے ہیں وہ عموماً بے نمازی ہوتے ہیں اور اکثر ان کی اولاد فسق و فجور میں مبتلا ہوتی ہے اللہ کا خاص کر ان پر یہ ہے کہ بعض مغربی

تشریحات ہدایہ

مسلمان ایسے لڑاے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو انہیں مسلسل اپنی دکانیں کھولنے پر ابھارے جو مہربانیت سے پاک ہوں اور
اللہ تعالیٰ لوگوں کی ایک تعداد کو جو ہے جو یورپ اور امریکہ کے اندر بھی حلال چیزوں کی بی فروخت کرتے ہیں اور انہیں خوب
کامیابی اور منفعت حاصل ہوتی ہے۔

ان میں بعض سے میں واقف ہوں جو اور آپ کی جانب سے بہت اعزائی کے چند جملوں سے تاجر حضرات کی اس بات پر
بہت وجہات بڑھ گئی کہ وہ سودی نظام کیسے کی شہرت نہ بنے رہیں لیکن دین، بیع و شراء کے اندر نفس شرمی سے ثابت مہربانیت کی تجارت
سے اپنی زندگی پاک رکھنا سب سے زیادہ جذبہ ان کے اندر پیدا ہو جائے حتیٰ کہ وہ اس انگوڑ کی فروخت سے بھی بچیں جس کے
بارے میں فروخت کرنے والے یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس سے شراب بنائے گا اور قدیم و جدید اہل کے درمیان اس سلسلے میں کوئی
اختلاف نہیں سنا گیا ہے۔

یورپ و امریکہ کے اندر جرائم کی جملہ تحقیقات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قتل و تشدد و نشر کی حالت میں ڈرامیوری اور زنا کاری کی
وجوہات میں سب سے بڑا تناسب نشر کا ہے مغرب کے اندر مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ شراب کے استعمال کو کم سے کم کرنے
پھر ممنوع قرار دینے میں موثر کردار ادا کریں جیسا کہ اس سلسلے کا قانون نافذ کیا جا چکا ہے لیکن شراب کے تاجروں اور دی حضرات
دونوں کے دباؤ کی وجہ سے شراب نوشی کی اجازت دی گئی ہے۔

۔۔۔ سے کا اثر ان ہزاروں چھوٹے بڑے دوکانداروں پر پڑے گا جن کے سلسلے میں ہم کوشاں ہیں کہ وہ اپنی دنیا و آخرت
اور بچوں کی خاطر مہربانیت کی فروخت سے چھٹکارا حاصل کریں آپ کے اس طرح کے فتوے سے انہیں اپنی حالت پر جوں کا توں
برقرار رہنے کا بہت بڑا ذریعہ فراہم ہو جائے گا اس مفروضے پر تکیہ کرتے ہوئے کہ یہ اہل علم کا معاملہ ہے انہیں پر چھوڑ دو اور جین کا
سانس لو۔

اس فتوے میں غیر مسلم حضرات پر انتہائی سنگین نوعیت کا اثر مرتب ہوگا جو فتوے کے اندر دیکھیں گے کہ ان کے ملک کو
دارالحرب قرار دیا گیا ہے اس سے ایک ایسے وقت میں دوریاں اور کشیدگیاں بڑھیں گی جب کہ ہم غیر مسلم قوموں سے دور کم کرنے
میں لگے ہوئے ہیں تاکہ وہ اسلام کی صدائے حق بازگشت پر کان دھریں، اسی طرح بعض پر جوش و جوانوں کے لیے بسا اوقات یہ
فتویٰ ان کے اسی معاشرے کے خلاف جرائم کے ارتکاب کا سبب بنے گا جس میں کہ وہ قیام پذیر ہیں وہ لوٹ پائٹ اور زنا کے
مرکب ہوں گے۔ (کیونکہ زنا سودا و شراب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے) ساتھ ہی تشدد میں کس قدر اضافہ ہوگا اس کا اندازہ
لگانا مشکل ہے اس سے آج ہر کس و نا کس دوچار ہے۔

مذکورہ بالا خطوط کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے اس فتوے پر نظر ثانی کریں یا آپ اس کی ویسی ہی وضاحت کریں
جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قاضی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی ہم نے اگر آج کوئی فیصلہ کیا ہے
پھر راست موقف اس کے علاوہ میں نظر آئے تو تم میرے فیصلے کی وجہ سے رک مت جانا بلکہ میرے فیصلے پر نظر ثانی کرنا کیونکہ حق

ایک اذلی شئی ہے اور اس پر تفکر غائی پرانی روش پر گامزن رہنے سے بہتر ہے۔

مذہب الواقیین، ابن القیم الجوزیہ اور اخیر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میرے اور آپ کے بہت سے دیگر لوگوں کے دل میں آپ کی جو قدر و منزلت ہے خدا اس کا گواہ ہے میں نے یہ طریق مخالفت میں نہیں بلکہ معاونت میں اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت لکھا ہے میری آرزو ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو ہدایت سے نوازے اور اپنی بہترین پیروی کی توفیق نصیب فرمائے۔ خدا تعالیٰ ہی بزرگ و برتر اور جاننے والا ہے۔

حدیث دار الحرب میں عدم سود کی ثقاہت

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بمسوط میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور محمول ثقہ ہیں کیونکہ ان سے کئی ایک روایات کو قبول کیا گیا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، باب ربا)

مذہب احناف کی یہ خصوصیت ہمیشہ سے رہی ہے کہ وہ عقلی دلائل و استدلال پر نقلی دلائل و استدلال کو ترجیح دیتے ہیں یہی سبب ہے دار الحرب میں مسند میں احناف کا مذہب نقلی دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ جس کی توثیق و قوت کا اندازہ ان سے استدلال اور نقل کردہ روایت کو اہمیت دینے کے سبب سے ہے۔

بَابُ الْحَقُوقِ

﴿یہ باب حقوق کے بیان میں ہے﴾

باب حقوق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب مسائل کے حق میں یہ مرتبہ رکھتا ہے کہ اس کو شروع ہی کتاب بیوع کے ساتھ ذکر کیا جائے مگر مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی ترتیب میں جامع صغیر والی ترتیب کا التزام کیا ہے کیونکہ جامع صغیر میں اسی طرح یہ باب ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ حقوق تو ابلغ ہوتے ہیں پس ان کو مقبوع کے مسائل ذکر کرنے کے بعد ملایا گیا ہے۔ (کیونکہ تو ابلغ مقبوع سے مؤخر ہوا کرتے ہیں)۔ عتایہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۳۴۵، ہیروت

حقوق کا فقہی مفہوم

حقوق جمع ہے حق کی جس کا مطلب ہے لازمی اور ضروری۔ حقوق دو قسموں کے ہوتے ہیں۔ (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق

العباد

(۱) حقوق اللہ

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے ذریعے اپنے سارے حقوق بندوں کو بتا دیے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور تمام وہ کام کرو جس کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا۔

(۲) حقوق العباد

عہد جمع ہے عہد کی جس سے مراد ہے انسان یا بندہ۔ اس طرح حقوق العباد کا مطلب ہے بندوں کے لئے ضروری یعنی حقوق۔ حقوق العباد میں دنیا کے ہر مذہب، ہر ذات و نسل، ہر درجہ اور ہر حیثیت کے انسانوں کے حقوق آ جاتے ہیں۔ اگر ہم عزیزوں کے حقوق ادا کریں تو اس کے ساتھ غیروں کے حقوق بھی ادا کریں۔ غلام اگر مالک کی خدمت کرے تو مالک بھی غلام کا پورا پورا خیال رکھے۔ والدین اگر اولاد کے لئے اپنی زندگی کی ہر آسائش ترک کر دیں تو اولاد بھی ان کی خدمت اور عزت میں کمی نہ کرے۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے پوری انسانیت کے لئے۔ حقوق العباد میں مختلف حیثیت اور درجات کے لوگوں کے حقوق آ جاتے ہیں۔

گھر کی خرید پر دوسری منزل شامل نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَى مَنْزِلًا فَلَوْ لَهُ مَنْزِلٌ فَلَيْسَ لَهُ الْأَعْلَى إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ أَوْ بِمَا أَفِيقَهُ أَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ هُوَ فِيهِ أَوْ مِنْهُ).

وَمَنْ اشْتَرَى بَيْتًا فَوْقَهُ بَيْتٌ بِكُلِّ حَقٍّ لَمْ يَكُنْ لَهُ الْأَعْلَى، وَمَنْ اشْتَرَى دَارًا بِحُدُودِهَا فَلَهُ الْعُلُوُّ وَالْكَيْفُ (جَمَعَ بَيْنَ الْمَنْزِلِ وَالْبَيْتِ وَالِدَّارِ، فَاسْمُ الدَّارِ يَنْتَظِمُ الْعُلُوَّ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا أُدِيرَ عَلَيْهِ الْحُدُودُ، وَالْعُلُوُّ مِنْ تَوَابِعِ الْأَصْلِ وَأَجْزَائِهِ فَيَدْخُلُ فِيهِ.

وَالْبَيْتُ اسْمٌ لِمَا يَبْتَاعُ فِيهِ، وَالْعُلُوُّ مِثْلُهُ، وَالشَّيْءُ لَا يَكُونُ تَبَعًا لِمِثْلِهِ فَلَا يَدْخُلُ فِيهِ إِلَّا بِالتَّصْيِصِ عَلَيْهِ، وَالْمَنْزِلُ بَيْنَ الدَّارِ وَالْبَيْتِ لِأَنَّهُ يَتَأْتِي فِيهِ مَرَاتِقُ الشُّكْنَى مَعَ ضَرْبِ قُصُورٍ إِذَا لَا يَكُونُ فِيهِ مَنْزِلُ الدَّوَابِّ، فَلِشَبْهِهِ بِالدَّارِ يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِيهِ تَبَعًا عِنْدَ ذِكْرِ التَّوَابِعِ، وَلِشَبْهِهِ بِالْبَيْتِ لَا يَدْخُلُ فِيهِ بِدُونِهِ.

وَقَبْلُ فِي غُرْفَتِنَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ لِأَنَّهُ كُلُّ مَسْكَنِ يُسَمَّى بِالْفَارِسِيَةِ خَانَهُ وَلَا يَخْلُو عَنْ عُلُوٍّ، وَكَمَا يَدْخُلُ الْعُلُوُّ فِي اسْمِ الدَّارِ يَدْخُلُ الْكَيْفُ لِأَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِهِ، وَلَا تَدْخُلُ الظُّلَّةُ إِلَّا بِذِكْرِ مَا ذَكَرْنَا عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ وَرَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ مُنْتَهَى عَلَى هَوَاءِ الطَّرِيقِ فَأَخَذَ حُكْمَهُ.

وَعِنْدَهُمَا إِنْ كَانَ مِفْتَاحُهُ فِي الدَّارِ يَدْخُلُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِهِ فَشَابَهُ الْكَيْفُ.

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کوئی ایسا مکان خریدا جس کے اوپر بھی کوئی منزل ہے تو وہ منزل اس کی نہ ہوگی ہاں البتہ جب وہ منزل اس کے حق کے ساتھ ملی ہوئی ہے یا اس کے ساتھ ہے یا اس نے ہر گز اس کے ساتھ خریدا ہے یا جو کچھ قلیل و کثیر میں ہے اس نے کو خریدا ہے۔ اور جب کسی نے ایسا مکان خریدا جس کے اوپر بھی کوئی مکان ہے اور ہر حق کے ساتھ اس کو خریدا ہے تو مشتری کو اوپر دیا مگر نہ ملے گا اور جب کسی نے حدود سمیت کسی گھر کو خریدا تو اس بلندی اور بیت الخلاء دونوں دیئے جائیں گے۔

حضرت ام محمد علیہ الرحمہ نے بیت منزل اور داریتوں کا اکٹھا کر دیا ہے پس در اوپر والے پورشن کو شامل ہے۔ کیونکہ دار اس چیز کا نام ہے جس کو حدود نے گھیرا ہوا ہے اور بلندی اصل کے تابع اور اس کے حصوں میں سے ہے پس اصل میں وہ داخل ہو جائے گا اور بیت ایسے گھر کو کہتے ہیں جس میں رات بسر کی جاسکتی ہو اور بلندی گھر کی طرح ہے۔ اور کوئی چیز اپنی ہم مثل کے تابع نہیں ہوا کرتی پس بغیر کسی وضاحت کے بلندی بیت میں داخل نہ ہوگی۔ جبکہ منزل بیت اور دار کے درمیان کو چیز کو کہتے ہیں۔ کیونکہ منزل میں تمام رہائشی سہولیات میسر ہوتی ہیں البتہ کسی کے ساتھ ہوتی ہیں کیونکہ اس میں جانوروں کیلئے کوئی جگہ نہیں ہوتی تو منزل دار کے

مشابہ ہونے کے سبب سے توابع کے ذکر کے بغیر بلندی والی جگہ اس میں داخل ہوگی اور منزل بیت کے مشابہ ہونے کے سبب سے ذکر کرنے کے بغیر اوپر والا حصہ اس میں داخل نہ ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق ان تمام صورتوں میں بلندی داخل ہوگی کیونکہ قاری زبان میں ہر گھر کو خانہ کہا جاتا ہے جبکہ خانہ بلندی سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ جس طرح بلندی والی جگہ ان تمام احوال میں داخل ہے اسی طرح بیت الخلاء بھی اس میں داخل ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی گھر کے توابع میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ان تمام صورتوں میں بغیر کسی وضاحت کے سائبان بیچ میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ہوا کی راہ میں بنایا گیا ہے پس اس پر راستے والا حکم ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک جب سائبان کا راستہ دار میں ہے تو مذکورہ بالا اشیاء میں ذکر کے بغیر داخل ہو جائے گا کیونکہ وہ دار توابع میں سے ہے پس وہ بیت الخلاء کے مشابہ ہو جائے گا۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے دو منزلہ مکان خریدا ہے اس میں نیچے کی منزل خریدی بالاحاقہ عقد میں داخل نہ ہوگا مگر جب کہ جمیع حقوق یا جمیع مرافق یا ہر قلیل و کثیر کے ساتھ خریدا ہو۔ مکان کی خریداری میں پاخانہ اگرچہ مکان سے باہر بنا ہوا درگواں اور اس کے محکم میں جو درخت ہوں وہ اور پائین باغ سب بیچ میں داخل ہیں ان چیزوں کی بیع نامہ میں مراحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ مکان سے باہر اس سے ملا ہوا باغ ہوا در چھوٹا ہو تو بیچ میں داخل ہے اور مکان سے بڑا یا برابر کا ہو تو داخل نہیں جب تک خاص اس کا بھی نام بیچ میں نہ لیا جائے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

مکان سے متصل باہر کی جانب کبھی ٹین وغیرہ کا چھپر ڈال لیے ہیں جو نشست کے لیے ہوتا ہے اگر حقوق و مرافق کے ساتھ بیع ہوئی ہے تو داخل ہے ورنہ نہیں۔ راستہ خاص اور پانی پہننے کی نالی اور کھیت میں پانی آنے کی نالی اور دو گھاٹ جس سے پانی آئے گا یہ سب چیزیں بیچ میں اس وقت داخل ہوں گی جب کہ حقوق یا مرافق یا ہر قلیل و کثیر کا ذکر ہو۔ مکان کا پہلے ایک راستہ تھا اس کو بند کر کے دوسرا راستہ جاری کیا گیا اس کی خریداری میں پہلا راستہ داخل نہیں ہوگا اگرچہ حقوق یا مرافق کا لفظ بھی کہا ہو کیونکہ وہ اب اس کے حقوق میں داخل ہی نہیں دوسرا راستہ البتہ داخل ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

دار میں کسی بیت کو خریدنے کا بیان

قَالَ: مَنْ اشْتَرَى بَيْتًا فِي دَارٍ أَوْ مَنْزِلًا أَوْ مَسْكَنًا لَمْ يَكُنْ لَهُ الطَّرِيقُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَهُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهُ أَوْ بِمَرَاثِقِهِ أَوْ بِكُلِّ قَلِيلٍ وَكَثِيرٍ، (وَكَذَا الشُّرْبُ وَالْمَسِيلُ) لِأَنَّهُ خَارِجُ الْحُدُودِ إِلَّا أَنَّهُ مِنَ التَّوَابِعِ فَيَدْخُلُ بِذِكْرِ التَّوَابِعِ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ لِأَنَّهَا تَعْقُدُ

لِلْإِنْفَاعِ فَلَا يَنْحَقُّ إِلَّا بِهِ، إِذَا الْمُسْتَأْجِرُ لَا يَشْتَرِي الطَّرِيقَ عَادَةً وَلَا يَسْتَأْجِرُهُ قَبْلَ ذَلِكَ
تَخَصُّبًا لِلْفَائِدَةِ الْمَطْلُوبَةِ مِنْهُ، أَمَّا الْإِنْفَاعُ بِالْمَبِيعِ مُمَكِّنٌ بَدْوِيهِ لِأَنَّ الْمُسْتَرِي عَادَةً
يَشْتَرِيهِ، وَقَدْ يَتَجَرَّوْهُ لِيَهِيَ قَبِيضُهُ مِنْ غَيْرِهِ فَحَصَلَتِ الْفَائِدَةُ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص نے دار میں کسی بیت کو خرید لیا منزل خریدی یا کوئی رہنے کی جگہ خریدی تو مشتری کو راستہ نہ ملے گا۔ بہت
البتہ جب وہ بیت کے اس کو ہر حق، یا ہر فائدے، ہر قلیل و کثیر کے ساتھ خریدے اور یہی حال پانی اور اس کے بہنے کا حکم ہے کیونکہ ان
میں سے ہر ایک حد سے باہر ہیں مگر یہ توابع میں سے ہیں۔ کیونکہ توابع کے ذکر سے یہ بیع میں داخل ہو جائیں گے برخلاف اجارہ
کے۔ کیونکہ وہ فائدے کیلئے منقطع ہوتا ہے پس وہ راستے کے بغیر حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ عام طور پر مشتری راستے کو نہ ہی خریدتا ہے اور
نہ اس کو اجرت پر لینے والا ہے پس اجارہ کے فائدے کی وجہ سے راستہ اس میں داخل ہوگا مگر راستے کے بغیر بھی بیع میں نفع اٹھانے
ہے کیونکہ عرف کے مطابق مشتری اس کو خرید لیتا ہے اور کبھی مشتری تجارت کرتے ہوئے اس کو دوسرے کے ہاں بیچ بھی دیتا ہے
پس یہاں فائدہ حاصل ہو جائے گا۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکان کا پہلے ایک راستہ تھا اس کو بند کر کے دوسرا راستہ جاری کیا گیا اس کی
خریداری میں پہلا راستہ داخل نہیں ہوگا اگرچہ حقوق یا مرافق کا لفظ بھی کہا ہو کیونکہ وہ اب اس کے حقوق میں داخل ہی نہیں دوسرا
راستہ البتہ داخل ہے۔ ایک مکان خریداجس کا راستہ دوسرے مکان میں ہو کر جاتا ہے دوسرے مکان والے مشتری کو آنے سے
روکتے ہیں اس صورت میں اگر بائع نے کہہ دیا کہ اس مسیحہ کا راستہ دوسرے مکان میں سے نہیں ہے تو مشتری کو راستہ حاصل کرنے
کا کوئی حق نہیں البتہ یہ ایک عیب ہوگا جس کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے۔ اگر اس کی دیواروں پر دوسرے مکان کی کڑیاں لگی ہیں
اگر وہ دوسرا مکان بائع کا ہے تو حکم دیا جائے گا اپنی کڑیاں اٹھالے اور کسی دوسرے کا ہے تو یہ مکان کا ایک عیب ہے مشتری کو واپس
کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

اور ایک شخص کے دو مکان ہیں ایک کی چیت کا پانی دوسرے کی چیت پر سے گزرتا ہے دوسرے مکان کو جمع حقوق کے ساتھ بیچ
کیا اس کے بعد پہلے مکان کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ کیا تو پہلا مشتری اپنی چیت پر پانی بہانے سے دوسرے کو روک سکتا ہے اور
اگر ایک شخص کے دو باغ تھے ایک کا راستہ دوسرے میں ہو کر تھا دوسرا باغ اس نے اپنی لڑکی کے ہاتھ بیچ کیا اور یہ شرط رہی کہ حق
مُزور (4) اس کو حاصل رہے گا پھر لڑکی نے اپنا باغ کسی اجنبی کے ہاتھ بیچ کیا تو یہ اجنبی اس کے باپ کو باغ میں گزرنے سے روک
نہیں سکتا۔ (رجحان، کتاب بیوع)

مامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکان یا کھیت کرایہ پر لیا تو راستہ اور مالی اور گھاٹ اجارہ میں داخل ہیں یعنی اگرچہ حقوق و مرافق نہ کہا ہو جب بھی ان چیزوں پر تصرف کر سکتا ہے وقف و زمین، اجارہ کے حکم میں ہیں۔ کسی کے لیے اقرار کیا کہ یہ مکان اس کا ہے یا مکان کی وصیت کی یا اس پر مصالحت ہوئی یہ سب بیع کے حکم میں ہیں کہ بغیر ذکر حقوق و مرافق رستہ وغیرہ داخل نہیں ہوتے۔ دو شخص ایک مکان میں شریک تھے باہم تقسیم ہوئی ایک کے حصہ کا راستہ یا مالی دوسرے کے حصہ میں ہے اگر ہوتے تقسیم حقوق کا ذکر تھا جب تو کوئی حرج نہیں اور ذکر نہ تھا تو دوسرے کو راستہ وغیرہ نہیں ملے گا پھر اگر وہ اپنے حصہ میں نیا راستہ اور مالی وغیرہ نکال سکتا ہے تو نکال لے اور تقسیم صحیح ہے ورنہ تقسیم غلط ہوئی تو ڈوی جائے جبکہ تقسیم کے وقت راستہ وغیرہ کا خیال سیاسی نہ گیا ہو۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

بیع کی بیع میں حجر کے داخل ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان المعروف بالعلی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رچی سے نیچے والا حجر مکان کی بیع میں شامل ہوگا۔ کیونکہ عام طور پر بائع راستہ اور مالی سے منع کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ انہیں وہ راستہ دینے والا ہوتا ہے۔ اور حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ اور ان ائمہ کی دلیل استحسان ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا ظاہر مذہب بھی یہی ہے۔ (شرح الوکایہ فی مسائل الہدایہ، کتاب بیوع)

بَابُ الْإِسْتِحْقَاقِ

﴿یہ باب استحقاق کے بیان میں ہے﴾

باب استحقاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کا حق تو یہ تھا کہ اس کو بیوع کے بعد ذکر کر کے جاتا لیکن اس سے پہلے باب حقوق کو ذکر کر دیا گیا ہے لہذا اس کی مناسبت کے سبب اس کو بھی اسی کے ساتھ یعنی عقب میں ہی ذکر کر دیا ہے تاکہ مناسبت و موافقت ترتیب میں رہ جائے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۳۲۷، بیروت)

باندی کا مشتری کے ہاں بچے کو جنم دینے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَوَلَدَتْ عِنْدَهُ فَاسْتَحَقَّهَا رَجُلٌ بِبَيْتَةٍ فَإِنَّهُ يَأْخُذُهَا وَوَلَدَهَا، وَإِنْ أَفْرَبَهَا لِرَجُلٍ لَمْ يَنْعَمْهَا وَلَدَهَا) وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْبَيْتَةَ حُجَّةٌ مُطْلَقَةٌ فَإِنَّهَا كَأَسْمِهَا مُبَيَّنَةٌ فَيُظْهِرُ بِهَا مِلْكُهُ مِنَ الْأَصْلِ وَالْوَلَدُ كَانَ مُتَصِلًا بِهَا فَيَكُونُ لَهُ، أَمَّا الْإِفْرَاءُ حُجَّةٌ قَاصِرَةٌ يَنْبَغِي الْمِلْكُ فِي الْمُعْجَرِ بِهِ ضَرُورَةٌ صَحَّةُ الْإِخْبَارِ، وَقَدْ انْدَلَعَتْ بِإِتِّبَانِهِ بَعْدَ الْإِنْفِصَالِ فَلَا يَكُونُ الْوَلَدُ لَهُ.

ثُمَّ قِيلَ: يَدْخُلُ الْوَلَدُ فِي الْقَضَاءِ بِالْأَمِّ تَبَعًا، وَقِيلَ يُشْتَرَطُ الْقَضَاءُ بِالْوَلَدِ وَإِلَيْهِ تُشِيرُ الْمَسَائِلُ، فَإِنَّ الْقَاضِيَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِالزَّوْائِدِ، قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا تَدْخُلُ الزَّوْائِدُ فِي الْحُكْمِ، فَكَلَّا الْوَلَدُ إِذَا كَانَ فِي يَدِ غَيْرِهِ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ بِالْأَمِّ تَبَعًا

ترجمہ

فرمایا: جب کسی شخص نے باندی کو خریدا اور اس نے مشتری کے ہاں بچے کو جنم دے دیا اس کے بعد کوئی دوسرا شخص گواہی پیش کرتے ہوئے اس باندی کا حقدار نکل آیا تو وہ باندی کے ساتھ اس بچے کو بھی حاصل کرنے کا حقدار ہوگا۔ اور جب مشتری نے کسی آدمی سے اسی باندی کے بارے میں اقرار کر لیا تو بچہ اس کے تابع نہ ہوگا اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ گواہی مطلق دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے نام کی طرح ظاہر ہے پس گواہی کے سبب سے اصل سے حقدار میں آدمی کی ملکیت ظاہر ہو جائے گی اور بچہ جو باندی سے متصل ہے لہذا وہ بھی حقدار کا ہوگا۔

اور اقرار کا مسئلہ تو وہ حجت کا صر ہے۔ اور وہ خبر کے صحیح ہونے کی صورت میں صرف خبر میں ملکیت کو ثابت کرنے والا ہے اور

ایک کے مطابق فقہاء کے حکم کے مطابق بچہ مان کے تابع ہو کر حقدار کیلئے ہوگا جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ بچہ کیلئے الگ فیصلہ شرط ہے۔ اور جامع مفید میں اسی کا اشارہ دیا گیا ہے کیونکہ کوزواند کا پتہ ہی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زواند حکم میں داخل نہیں ہوا کرتے اور اسی طرح جب بچہ کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے تب بھی ماں کے تابع ہوتے ہوئے وہ حکم میں داخل نہ ہوگا۔

شرح

مشتری کو خریداری کے وقت یہ معلوم ہے کہ چیز دوسرے کی ہے یا بچہ کی نہیں ہے باوجود اس کے خرید لی اب مستحق نے دعویٰ کر کے وہ چیز لے لی تو بھی مشتری یا بچہ سے شے واپس لے سکتا ہے وہ علم رجوع سے مانع نہیں لہذا اگر لوٹنے کی کو خرید کر ام ولد بنایا تھا اور جانتا تھا کہ بچہ ہے اسے غصب کیا ہے تو اس کا بچہ آزاد نہ ہوگا بلکہ غلام ہوگا اور شے کی واپسی کے وقت اگر بچہ نے گواہوں سے یہ ثابت بھی کیا کہ خود مشتری نے ملک مستحق کا اقرار کیا تھا تو بھی شے کی واپسی پر اس کا کچھ اثر نہ پڑے گا جبکہ مستحق نے گواہوں سے اپنی ملک ثابت کی ہو۔ (در الاحکام، کتاب بیوع)

خریداری کے بعد غلام کے آزاد نکل آنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَإِذَا هُوَ حُرٌّ وَقَدْ قَالَ الْعَبْدُ لِلْمُشْتَرِي اشْتَرَيْتَنِي فَلَيْتَ عَبْدٌ لَهُ ، فَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ حَاضِرًا أَوْ غَائِبًا غَيْبَةً مَعْرُوفَةً لَمْ يَكُنْ عَلَى الْعَبْدِ شَيْءٌ ، وَإِنْ كَانَ الْبَائِعُ لَا يُلْذَرُ أَنَّهُ هُوَ رَجَعَ الْمُشْتَرِي عَلَى الْعَبْدِ وَرَجَعَ هُوَ عَلَى الْبَائِعِ وَإِنْ ارْتَهَنَ عَبْدًا مُقَرَّرًا بِالْعَبْدِيَّةِ فَوَجَدَهُ حُرًّا لَمْ يَرْجَعْ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ فِيهِمَا لِأَنَّ الرُّجُوعَ بِالْمُعَاوَضَةِ أَوْ بِالْكَفَالَةِ وَالْمَوْجُودُ لَيْسَ إِلَّا بِالْإِخْبَارِ كَأَدْبَا لَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ الْأَجْنَبِيُّ ذَلِكَ أَوْ قَالَ الْعَبْدُ ارْتَهَنِي فَإِنِّي عَبْدٌ وَهِيَ الْمَسْأَلَةُ الثَّانِيَّةُ . وَهَلُمَّا أَنَّ الْمُشْتَرِي شَرَعَ فِي الشَّرَاءِ مُعْتَمِدًا عَلَى مَا أَمَرَهُ وَإِقْرَارِهِ أَنِّي عَبْدٌ ، إِذَا الْقَوْلُ لَهُ فِي الْحُرِّيَةِ فَيَجْعَلُ الْعَبْدَ بِالْأَمْرِ بِالشَّرَاءِ ضَامِنًا لِلشَّمْنِ لَهُ عِنْدَ تَعَدُّرِ رُجُوعِهِ عَلَى الْبَائِعِ دَفْعًا لِلْعُرُورِ وَالضَّرَرِ ، وَلَا تَعْدُّرُ إِلَّا فِيمَا لَا يَعْرِفُ مَكَانَهُ ، وَالْبَيْعُ عَقْدٌ مُعَاوَضَةٌ فَأَمَّا أَنْ يُجْعَلَ الْأَمْرُ بِهِ ضَامِنًا لِلْسَّلَامَةِ كَمَا هُوَ مُوجِبُهُ ، بِخِلَافِ الرَّهْنِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُعَاوَضَةٍ بَلْ هُوَ وَثِيقَةٌ لَا سَتِيقَاءَ عَيْنٍ حَقِّهِ حَتَّى يَجُوزَ الرَّهْنُ بِبَدْلِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلِمُ فِيهِ مَعَ حُرْمَةِ الاسْتِئْذَالِ فَلَا يُجْعَلُ الْأَمْرُ بِهِ ضَامِنًا لِلْسَّلَامَةِ ، وَبِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ لِأَنَّهُ لَا يُعْبَأُ بِقَوْلِهِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْعُرُورُ . وَنَظِيرُ مَسْأَلَتِنَا قَوْلُ الْمُؤَلَّى بِأَمْرٍ عِبْدِي

نہی ہوئی ہے اس کو ام ولد کیا اور قاضی نے ان باتوں کا علم صادر کر دیا تو اب کوئی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا۔

ملک مورخ میں جب حق تاریخ سے پہلے ثابت ہو گیا اور قاضی نے حق کا حکم دیا تو اس تاریخ کے وقت سے اس کے متعلق ملک کا جوی نہیں ہو سکتا اس سے پہلے کی ملک کا دعویٰ ہو سکتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے بکرت کہا تو میرا نام ہے پانچ برس سے تو میری ملک میں ہے بکرت نے جواب میں کہا میں فلاں شخص کا غلام تھا چھ برس ہوئے اس نے مجھے آزاد کر دیا اور اس پر گواہوں سے ثابت کیا زید کا دعویٰ بیکار ہو گیا پھر مرد نے بکر پر دعویٰ کیا کہ میں سات برس سے تیرا مالک ہوں اور اب بھی تو میری ملک میں ہے اس کو اس نے گواہوں سے ثابت کیا تو گواہ قبول ہوں گے اور پہلا فیصلہ منسوخ ہو جائے گا۔

(دور ۱۱ حکام آکتاب بین)

غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط پر اشکال کا بیان

لَمْ يَلِ وَضْعُ الْمَسْأَلَةِ ضَرْبُ اشْكَالٍ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الدَّعْوَى
شَرْطٌ فِي حُرِّيَةِ الْعَبْدِ عِنْدَهُ، وَالتَّقَاضُ يُفْسِدُ الدَّعْوَى.

وَقِيلَ إِذَا كَانَ الْوَضْعُ فِي حُرِّيَةِ الْأَصْلِ فَالدَّعْوَى فِيهَا لَيْسَ بِشَرْطٍ عِنْدَهُ لِتَضَمُّنِهِ
تَحْرِيمَ فَرْجِ الْأَمِّ.

وَلَيْسَ هُوَ شَرْطٌ لَكِنَّ التَّقَاضَ غَيْرُ مَانِعٍ لِحِفَاءِ الْعُلُوقِ وَإِنْ كَانَ الْوَضْعُ فِي الْإِعْتَاقِ
فَالْتَقَاضُ لَا يَسْتَعْرِضُ لاسْتِثْنَاءِ الْمَوْلَى بِهِ فَصَارَ كَالْمُخْتَلَعَةِ يُقِيمُ الْبَيْتَةَ عَلَى الطَّلَاقِ
الثَّلَاثِ قَبْلَ الْخُلْعِ وَالْمُكَاتَبِ يُقِيمُهَا عَلَى الْإِعْتَاقِ قَبْلَ الْكِتَابَةِ.

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس مسئلہ میں ایک اشکال ہے کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام کی آزادی میں دعویٰ شرط ہے۔ حالانکہ تقاضا دعویٰ کو فاسد کرنے والا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت حریت کے اہل ہونے میں ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اس میں دعویٰ شرط نہ ہوگا کیونکہ اصل میں حریت کا دعویٰ فرجِ ام کی حرمت کو لازم کیے ہوئے ہے۔ اور ایک قول کے مطابق دعویٰ شرط ہے مگر علوق کے پوشیدہ ہونے کے سبب تقاضا مانع نہ ہوگا اور جب مسئلہ وضعِ آزادی میں ہو تو تقاضا مانع نہ ہوگا کیونکہ آقا آزادی میں مستقل ہوتا ہے۔ تو یہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح خلع بینہ و بیعت سے پہلے طلاق شامہ پر گواہی قائم کر دے اور کتابت سے پہلے مکاتبِ آزادی پر گواہی قائم کر دے۔

شرح

تقاضا یعنی پہلے ایک کلام کہنا پھر اس کے خلاف بتانا مانعِ دعویٰ ہے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ ۱ پہلا کلام کسی شخص معین سے

متعلق ہو۔ ورنہ مانع نہیں مثلاً پہلے کہا تھا فلاں شہر والوں کے ذمہ میرا کوئی حق نہیں پھر اسی شہر کے کسی خاص آدمی یا ان کے بیٹے یا ان کے مسووم ہے۔

2 یہ بھی ضرور ہے کہ پہلا کلام بھی اس نے قاضی کے سامنے بولا ہو یا قاضی کے حضور اس کا ثبوت نہ ہو۔ ورنہ تامل ضرور نہیں۔

3 یہ بھی ضرور ہے کہ خصم نے اس کی تصدیق نہ کی ہو، مگر اس نے تصدیق کر دی تو تاقض کا نتیجہ اڑ نہیں۔ 4 یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی نے اس کی تکذیب نہ کی ہو، بلکہ یہ سے تاقض اٹھ جاتا ہے۔ (در مختار در الحکام)

کسی کو بیوی کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری منکوحہ ہے پھر یہ کہتا ہے کہ میری ملک ہے یہ تاقض ہے اور دعویٰ ملک مسووم نہیں جس طرح تاقض اس کے لیے مانع ہے دوسرے کے لیے بھی مانع ہے، مثلاً کہتا ہے یہ چیز فلاں کی ہے اس نے مجھے دیکھ رکھا ہے (دیکھ مقدمہ) کیا ہے پھر کہتا ہے کہ یہ چیز فلاں کی ہے (دوسرے کا نام لے کر) اس نے مجھے دیکھ رکھا ہے خصوصاً یہ ہے، یہ تاقض ہے اور مانع دعویٰ ہے۔ ہاں اگر اس کی دونوں باتوں میں قطعی ممکن ہو تو مسووم ہوگا مثلاً اسی مثال مفروض میں وہ بیان دیتا ہے کہ جب پہلے میں مدعی ہو کر آیا تھا اس وقت وہ چیز اسی کی تھی اور اس نے مجھے دیکھ رکھا تھا اور اب یہ چیز اسی کی نہیں بلکہ اس کی ہے اور اس نے مجھے دیکھ رکھا ہے۔ تاقض کی بہت سی صورتیں ہیں اس کی بعض مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

1 ایک شخص کی نسبت دعویٰ کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی ہے اور میں حاجت مند ہوں میرا فقہ اس سے بدلو دی جائے اس نے جب دیا کہ یہ میرا بھائی نہیں ہے اس کے بعد مدعی مر گیا اور مدعی علیہ آتا ہے اور میراث مانگتا ہے اور کہتا ہے میرے بھائی کا ترکہ مجھے دیا جائے یہ مسووم ہے۔

2 پہلے ایک چیز کی نسبت کہا یہ وقف ہے پھر کہتا ہے میری ملک ہے مسووم ہے۔

3 پہلے کوئی چیز دوسرے کی بتائی پھر کہتا ہے میری ہے یہ مسووم ہے اور اگر پہلے اپنی بتائی پھر دوسرے کی تو مسووم ہے کہ اپنی کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس چیز کو خصوصیت کے ساتھ برتا تھا۔ (2) (در مختار در الحکام)

یہ جو کہ گیا کہ تاقض مانع دعویٰ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیز میں تاقض ہو جس کا سبب ظاہر تھا اور جو چیزیں ایسی ہیں جن کے سبب غائب ہوتے ہیں اس میں تاقض مانع دعویٰ نہیں مثلاً ایک مکان خرید لیا کرایہ پر لیا پھر کسی مکان کی نسبت دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرے باپ نے میرے لیے خریدا جب میں بچہ تھا یا میرے باپ کا مکان ہے جو بطور وراثت مجھے ملنا چاہیے (تاقض 3) موجب ہے مگر مانع دعویٰ نہیں ہو سکتا ہے کہ پہلے اُسے علم نہ تھا اس بنا پر خرید اب جب کہ معلوم ہوا یہ کہتا ہے اگر اپنی کچھلی بات گواہوں سے ثابت کر دے تو مکان اس سے مل جائے گا۔ ورنہ مال میں لینا ہوا کپڑا فریاد پھر کہتا ہے یہ تو میرا حق تھا میں نے بچہ نہ تھا یہ بات معتبر ہے۔ ۱۱ ہمایوں نے ترکہ تقسیم کیا پھر ایک نے کہا فلاں چیز والد نے مجھے دیدی تھی اگر یہ بات اپنے بچنے کی بتاتا ہے قبول ہے ورنہ نہیں۔ (در مختار)

نہ وطلاق، حریت میں تناقض کے عدم نقصان کا بیان

نہ وطلاق، حریت ان کے اسباب مخفی ہیں ان میں تناقض نقصان دہ نہیں مثلاً کہتا ہے یہ میرا بیٹا نہیں پھر کہا میرا بیٹا ہے نہایت بولیا اور اگر پہلے کہا یہ میرا لڑکا ہے پھر کہتا ہے نہیں ہے تو یہ دوسری بات نامعتبر ہے کیونکہ نہایت ہو جانے کے بعد نفی نہیں ہو سکتا۔ یہ اُس وقت ہے کہ لڑکا بھی اُس کی تصدیق کرے اور اگر اس نے اُس کو اپنا لڑکا بتایا مگر وہ انکار کرتا ہے تو نہایت نہیں باں لڑکے نے انکار کے بعد پھر اقرار کر لیا تو ثابت ہو جائے گا۔ پہلے کہا میں فلاں کا وارث نہیں پھر کہا وارث ہوں اور میراث پانے کی وجہ بھی بتاتا ہے تو بات مان لی جائے گی۔ یہ بات کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے یہ اقرار معتبر نہیں یعنی اس کہنے کی وجہ سے اس کے باپ سے اُس کا نسب ثابت نہ ہوگا کہ غیر پر اقرار کرنے کا اسے کوئی حق نہیں۔ یہ کہا کہ میرا باپ فلاں شخص ہے اُس نے بھی مان لیا نسب ثابت ہو گیا پھر وہ شخص دوسرے کا نام لے کر کہتا ہے میرا باپ فلاں ہے یہ بات نامسوع ہے کہ پہلے شخص کے حق کا ابطال ہے اور اگر پہلے شخص نے اس کی تصدیق نہیں کی ہے مگر تکذیب بھی نہیں کی ہے جب بھی دوسرے کو اپنا باپ نہیں بتا سکتا۔ طلاق میں تناقض کی صورت یہ ہے کہ عورت نے اپنے شوہر سے خلع کر لیا اس کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ شوہر نے تین طلاقیں خلع سے پہلے ہی دیدی تھیں ہذا بدل خلع واپس کیا جائے یہ دعویٰ مسوع ہے اگر گواہوں سے ثابت کر دے گی بدل خلع واپس ملے گا کیونکہ طلاق میں شوہر مستقل ہے عورت کی موجودگی یا عدم ضرور نہیں پہلے عورت کو معلوم نہ تھا اس لیے خلع کر لیا اب معلوم ہوا تو بدل خلع کی واپسی کا دعویٰ کیا۔ عورت نے شوہر کے ترکہ سے اپنا حصہ لیا دیگر ورثہ نے اس کی زوجیت کا اقرار کیا تھا پھر یہی لوگ کہتے ہیں کہ اس کے شوہر نے حالت صحت میں تین طلاقیں دیدی تھیں اگر معتبر گواہوں سے ثابت کر دیں عورت سے ترکہ واپس لے لیں۔ حریت کی دوسروں میں ہیں ایک اصلی، دوسری عارضی، اصلی تو یہ کہ آزاد پیدا ہو، رقیق اُس پر طاری ہوئی اس کی بنا غلوک (نطفہ قرار پانے) پر ہی ہو سکتا ہے کہ اس کے ماں باپ آزاد ہیں مگر اسے علم نہیں یہ لوگوں سے اپنا غلام ہونا بیان کرتا ہے پھر اسے معلوم ہوا کہ اس کے والدین آزاد تھے اب آندادی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور حریت عارضی کی بنا حق پر ہے حق میں مولے مستقل و متفرق ہو سکتے ہیں کہ اس نے آزاد کر دیا اور اسے خبر نہ ہوئی اس لیے اپنے کو غلام بتاتا ہے جب معلوم ہوا کہ آزاد ہو چکا ہے آزاد کہتا ہے۔

(درمختار، کتاب بیوع)

غلام نے خریدار سے کہا تم مجھے خرید لو میں فلاں کا غلام ہوں خریدار نے اس کی بات پر بھروسہ کیا اسے خرید لیا اب معلوم ہوا کہ وہ غلام نہیں بلکہ آزاد ہے اگر بائع یہاں موجود ہے یا غائب ہے مگر معلوم ہے کہ وہ فلاں جگہ ہے تو اس غلام سے مطالبہ نہیں ہوگا بائع کو پکڑیں گے اُس سے شمن وصول کریں گے۔ اور اگر بائع لا پتہ ہے یا مر گیا ہے اور ترکہ بھی نہیں چھوڑا ہے تو اُس غلام سے مطالبہ وصول کیا جائے گا اور ترکہ چھوڑا ہے تو ترکہ سے وصول کریں گے۔ مولے یہ ہے کہ وہ جب بائع کو پائے اُس سے وصول کرے۔ اور اگر اُس نے صرف اتنا کہا ہے کہ میں غلام ہوں یا یہ کہا مجھے نہ خریدتا ہے نہ بیعت ہو سکتا۔

(درمختار، کتاب بیوع)

گھر میں حق مجہول کا دعویٰ کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ ادَّعَى حَقًّا فِي دَارٍ) مَعْنَاهُ حَقًّا مَجْهُولًا (فَصَالَحَهُ الَّذِي فِي يَدِهِ عَلَى مَائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْتَحَقَّتْ الدَّارُ إِلَّا ذِرَاعًا مِنْهَا لَمْ يَرْجِعْ بَشَىءٌ) لِأَنَّ لِلْمُدَّعِي أَنْ يَقُولَ دَعَوَايَ فِي هَذِهِ الْبَاقِي .

قَالَ (وَإِنْ ادَّعَاهَا كُلَّهَا فَصَالَحَهُ عَلَى مَائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْتَحَقَّتْ مِنْهَا شَيْءٌ رَجَعَ بِحِسَابِهِ) لِأَنَّ التَّوْفِيقَ غَيْرُ مُضْمِنٍ فَوَجَبَ الرُّجُوعُ بِبَدَلِهِ عِنْدَ قَوَائِمِ سَلَامَةِ الْمُبْدِلِ ، وَذَلِكَ الْمَسْأَلَةُ عَلَى أَنَّ الصُّلْحَ عَنِ الْمَجْهُولِ عَلَى مَعْلُومٍ جَائِزٌ لِأَنَّ الْجَهَالََةَ لَيْمَّا يَسْقُطُ لَا تَقْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ .

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے کسی کے گھر میں حق مجہول کا دعویٰ کر دیا ہے اس کے بعد گھر پر قبضہ والے شخص نے ایک سو درہم پر مدعی سے صلح کر لی اور اس کے بعد سوائے ایک گز کے سارا گھر کسی حقدار میں کے حق میں نکل آیا تو اب قابض مدعی سے ایک درہم بھی واپس نہ لے سکے گا کیونکہ مدعی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اسی بقیہ گھر میں ہے اور جب مدعی نے پورے گھر کا دعویٰ کیا اس کے قابض نے سو درہم پر اس کے ساتھ صلح کر لی اور اس کے بعد گھر کے ایک حصہ کا مالک نکل آیا تو مشتری اسی کے حساب صلح کے بدلہ میں واپس لے گا۔ کیونکہ موافقت ممکن نہیں ہے پس مبدل کے سلامتی کے فوت ہونے کے سبب بدل ثابت ہو جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) اور یہ مسئلہ اس اصول کا بھی تقاضہ کرتا ہے کہ مجہول کے بدلے میں معلوم پر صلح کرنا جائز ہے کیونکہ ماقط ہونے والی اشیاء میں جہالت جھگڑے کی جانب لے جانے والی نہیں ہوا کرتی۔

شرح

مکان کے متعلق حق مجہول کا دعویٰ ہوا یعنی مدعی نے اتنا کہا کہ میرا اس میں حصہ ہے یہ نہیں بتایا کہ کتنا مدعی عید نے سو روپے دیکر اس سے مصالحت کر لی پھر ایک ہاتھ کے علاوہ سارا مکان دوسرے مستحق نے اپنا ثابت کیا تو پہلے جس سے صلح ہو چکی ہے اس سے کچھ نہیں لے سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہاتھ جو بیچا ہے وہی اس کا ہو۔ اور اگر پہلے مدعی نے پورے مکان کا دعویٰ کیا اور سو روپے پر صلح ہوئی تو جتنا مستحق لے گا اس کے حصہ کے مطابق سو روپے میں سے واپس لیا جائے گا اور مستحق نے کل یا تو پورے سو روپے واپس لے گا۔

اسلام کا نظام معیشت سود سے بچانے والا ہے

ہم اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام اور اس کے اصولوں سے نا آشنا ہیں، اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ چونکہ اسلام نے بینکنگ سسٹم نہیں دیا، تو وہ اچھے معاشی نظام سے بھی محروم ہے، دراصل ہمارے ذہنوں میں یہودی سودی نظام اور بینکاری سسٹم ہی اچھا معاشی نظام ہے، اور ہر صاحب فہم جانتا ہے کہ بینکاری نظام یہودی سودی نظام کا تسلسل ہے چونکہ اسلام یہودی نظام اور سودی سسٹم کا مخالف ہے اور اسلام اس سودی سسٹم کے خاتمہ کے لئے آیا ہے، اس لئے یہود و نصاریٰ اور ان کے ہمنوا اسلام اور اسلام کے معاشی نظام میں کیزے نکالنے میں تو مسلمان بھی اس سے متاثر ہو گئے، ورنہ کیا کوئی باور رکھتا ہے کہ کسی غلط کام سے روکنے کے ساتھ ساتھ اس کا متبادل حل پیش نہ کرنا، قابل توجہ ہو سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اگر ہم کسی غلط کاری کو محض زبانی کلامی، دعوؤں اور کاغذی گھوڑوں سے غلط باور نہیں کرا سکتے تو اللہ تعالیٰ کسی غلط نظام کی جگہ متبادل صحیح نظام دیئے بغیر اس کی تغلیط کیونکر فرما دیں گے؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر سود اور سودی نظام سے انسانوں کو روکا ہے تو ضرور اس کا متبادل نظام بھی فراہم کیا ہوگا۔ اب سوال پیدا ہوگا کہ وہ کون سا نظام ہے؟ اور اس کے کیا اصول و فروع ہیں؟ یا اس کے کیا خدوخال ہیں؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جس طرح دنیا کا کوئی علم فن اور نظام بغیر محنت اور جستجو کے حاصل نہیں ہو سکتا، ٹھیک اسی طرح اسلام کا معاشی نظام بھی خود بخود حاصل نہیں ہوگا، بلکہ ہماری محنت و جستجو کرنے پر ہی معلوم ہوگا، چونکہ ہم نے یہودی سودی نظام پڑھا ہے اور اس پر محنت کی ہے تو وہ ہمارے سامنے ہے، اگر ہم اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام پر محنت کرتے، اس کا مطالعہ کرتے اور اس کی جزئیات کی تلاش و جستجو میں صلاحیتیں صرف کرتے تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو جاتا لیکن افسوس! کہ ہم نے اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی، بتلایا جائے کہ اس میں قصور ہمارا ہے یا اسلام کا؟ آپ خود ہی بتلائیں کہ ہم نے اس پر کتنا محنت و جستجو کی ہے؟ یا قرآن و سنت اور فقہائے امت کے مرتب کردہ ذخیرہ علم و فقہ کو کتنے پڑھا ہے؟ اگر نہیں پڑھا اور یقیناً نہیں پڑھا تو اس میں قصور کس کا ہے؟

چلئے اس کو بھی چھوڑیے صرف اس کو ہی پیش نظر رکھئے کہ اس یہودی بینکاری نظام سے قبل بھی اسلامی دنیا قائم تھی، اس کے امور و مملکت بھی خیر و خوبی سے چلتے تھے، پوری دس، گیارہ صدیوں تک مسلمانوں نے آباد دنیا کے اکثر حصوں پر حکومت کی ہے تو کیسے اور کیونکر؟ آ خر ان کے پاس کوئی تو نظام معیشت تھا، جس کی بدولت ان کا نظام حکومت کامیابی سے چل رہا؟ اب بڑی شدت سے آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھر رہا ہوگا کہ آ خر وہ کون سا نظام ہے؟ اور اس کی کیا تفصیلات ہیں؟ میرے مخدوم! اللہ تعالیٰ نے جہاں سودی نظام کو ممنوع قرار دیا ہے، وہاں اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اس کے متبادل جائز نظام کی طرف راہ نمائی بھی فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقْوَمُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا

الْبَيْعُ مِثْلَ الرِّبَا، وَاحِلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ (القرم)

ترجمہ: جو لوگ کہتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے قیامت کے دن مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں

جن نے پت کر، یہ حالت اس کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سودا گری بھی تو ایسے ہی ہے جیسا سودین، حالانکہ تندر نے حلال کیا ہے سودا گری کو درجہ۔ م کیا ہے سود کو، پھر جس کو کچنی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود کے متبادل نظام کی بھی نشاندہی فرمادی ہے اور وہ ہے حلال طریقہ پر بیع وشر اور فروہ فروخت کا نظام۔

ری یہ بات کہ سود کو کیوں حرام قرار دیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دولت چند افراد اور خاندانوں میں مرکوز ہو جاتی ہے، جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، اور یہ بات کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں بلکہ دو دروچا کی طرف نہایت آسان اور عام فہم ہے۔

مثلاً: اگر ایک غریب آدمی کسی مال دار کے پاس جا کر اپنی بے بسی اور بے کسی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس سے قرض مانگے اور مال دار اس کی مدد کرنے یا قرض حسد دینے کے بجائے یہ کہے کہ میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں، مگر اس شرط پر کہ تمہیں قرض پر ماہانہ یا سالانہ اتنا، اتنا فیصد اضافی رقم دینا ہوگی، مگر تا کیانہ کرتا کے مصداق، غریب نے قرض لے لیا، اب ایک طرف مال دار کا سرمایہ محفوظ ہو گیا اور دوسری طرف اس کو اس پر ماہانہ یا سالانہ اضافہ شکل سود بھی ملتا شروع ہو گیا، یوں امیر، امیر تر ہوتا شروع ہو گیا، دوسری طرف غریب مقرر قرض زندگی بھر کا، کم کر سود خور قرض خواہ کو تیار ہے گا، یوں وہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔ کیا دنیا بھر میں جاری موجودہ بینکاری نظام اور سود گریج اسی طرح کا نہیں؟

اس کے مقابلہ میں اسلام نے مسلمانوں کو اس کی تلقین فرمائی ہے کہ: وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة وان تصدقوا خير لكم ان كنتم تعلمون۔ (البقرہ)

ترجمہ: اگر تمہارا (مقرض) تنگدست ہے تو اس کو کشاکش ہونے تک مہلت دینی چاہئے اور بخش دو قرعہ معاف کر دو تو بہت بہتر ہے، تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس کی تعلیم دی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو قرض کی ضرورت ہو اور اسے قرض دے دیا جائے تو اس قرض کا ثواب صدقہ سے بھی زیادہ ہے، دوسرے یہ کہ جتنا قرض دیا جائے اتنا ہی واپس لیا جائے، اگر اس پر اضافہ کا مطالبہ کیا گیا تو وہ سود ہوگا، بلکہ مقرض سے قرض کے عوض کسی بھی قسم کا نفع حاصل کرنا بھی سود اور بارے کے زمرہ میں آئے گا۔

اب آئیے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ رب اور سود کی کون کون سی شکلیں ہیں؟ اس کی تمام تفصیلات قرآن، حدیث و رفقہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئیں ہیں۔ مثلاً: جو چیزیں ناپ کر یا تول کر فروخت کی جاتی ہیں، جب ان کا تبادلہ ان کی جنس کے ساتھ کیا جائے تو ضروری ہے کہ دونوں چیزیں برابر، برابر ہوں اور یہ معاملہ دست بدست کیا جائے۔ اس میں ادھر ابھی اور کمی بیشی بھی ناجائز ہے، چنانچہ اگر گیدوں کا تبادلہ گیدوں کے ساتھ کیا جائے تو دونوں باتیں ناجائز ہوں گی، یعنی کمی، بیشی بھی ناجائز اور

اور اسی کا جائز اور اگر یہوں کا تبادلہ مثلاً جو کے ساتھ کیا جائے تو کسی بیشی جائز ہے، مگر ادھار ناجائز ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں بطور اصول ان چھ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو برابر، برابر اور دست بدست فروخت کیا جائے، ان کے آپس کے تبادلہ کے وقت کسی بیشی کی گئی یا ادھار کیا گیا تو ناجائز ہوگا، وہ حدیث شریف یہ ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سونا، چاندی، گہیوں، جو، کھجور اور نمک۔ فرمایا کہ جب سونے کے بدلے، چاندی، چاندی کے بدلے، گہیوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے فروخت کیا جائے تو برابر ہونا چاہئے اور ایک ہاتھ سے لے اور دوسرے ہاتھ سے دے، کسی بیشی سوو ہے۔ (مشکوٰۃ، ص: ۱۰۰)

چونکہ بیگوں میں بھی نقد رقم یا چیک دے کر اس کے بدلے میں نقد رقم پر اضافہ وصول کیا جاتا ہے، اس لئے سود اور ناجائز ہے۔ دراصل اسام میں غریبوں، کمزوروں اور پے ہوئے افراد کے مفادات اور ان کی حیثیت و استعداد کو پیش نظر رکھ کر احکام مرتب کئے گئے ہیں، اس لئے بیع و شرا اور خرید و فروخت کی ان تمام شکلوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس میں غریب کا احتساب ہوتا ہو۔ دیکھا جائے تو سودی نظام کی ممانعت میں بھی اسی احتساب کے خاتمہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اسلام دشمن، یہود و نصاریٰ نے اللہ کے حرام کردہ سود اور بائ کے طریقہ کا کو اپنا کر اس پر اتنا سختی کی ہے کہ اس کو پرکشش اور جاذب نظر بنادیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سود خور سے اعلان جنگ فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ، فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِن تُبْتِغُوا فَلَئِمَّا رَأْسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلُمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔ (البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اور اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود، اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا، پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو اور اگر تو پہنچتے ہو، تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر۔

جس طرح ہوؤ ہوس پرستوں نے زنا، چوری، ڈکیتی، بدکاری، عیاشی، فحاشی، بد معاشری میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دین کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کا ساتھ دیا ہے، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ نظام تجارت و معیشت کو چھوڑ کر ابائے شیطان نے سود اور ربا کو اختیار کیا ہے، جس طرح ہوس پرستوں کو زنا کاری، بدکاری، چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری اچھی لگتی ہے، ٹھیک اسی طرح انہیں سود اور ربا بھی اچھا اور پرکشش معلوم ہوتا ہے، جس طرح وہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام نے اس کا تبادلہ نہیں دیا؟ اسی طرح یہاں بھی نہیں کہا جاسکتا، جس طرح وہاں تبادلہ نظام کے ہوتے ہوئے ہوا پرست بدکاری و بد کرداری کی طرف راغب ہیں ٹھیک اسی طرح یہاں بھی تبادلہ نظام ہونے کے باوجود یہ نفس اسی شیطانی نظام کی طرف جاتے ہیں۔

صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سود کی اخروی ہلاکت آفرینی کے علاوہ اس کے دنیاوی نقصانات سے بھی

آگاہ فرمایا، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

یَسْمَحُ اللَّهُ لِلرَّيْبِ وَالرَّيْبِ الصَّدَقَاتِ۔ (البقرہ:) مَنَّا تَابِعَ اللَّهُ سَوْدُكَوَادِرْ بَحَا تَابِعَ خَيْرَاتِ كَوَا س تَدْرُ وَفَتْ سَ سَ سَ
کی قباح و شاعت اور اس کے دنیاوی و اخروی نقصانات کو بیان کرنے کے باوجود بھی کوئی بد بخت سود کو اپنا تابیہ نہ بنا جائے کہ
اس میں اسلام اور فقہ اسلام کا قصور ہے؟ یا ان کا جو اس میں ملوث ہوتے ہیں؟

: جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر اس کے متبادل کسی ایک آدھ صورت پر اکتفا نہیں
سینکڑوں چ نزو حل اور نفع بخش صورتیں عطا فرمائی ہیں۔

مثلاً ارشاد الہی ہے: اَحْلِلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا (البقرہ:) یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حل قرار دیا اور ربوہ کو حرام
قرار دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بیع، شرأ یعنی خرید و فروخت کے احکام، مسئل، اس کی چ نزو و چ نز
صورتیں، بیع کے اصول، بیع کے ارکان، بیع کی شرائط، اس کے منقذ ہونے کی شرائط، شرائط صحت، شرائط لزوم وغیرہ کے علاوہ باعتبار
حکم کے بھی بیع کی تمام اقسام کو بیان کر دیا۔

چنانچہ ذخیرہ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں مذکور بیع کی اقسام، مثلاً: بیع صحیح اور باطل و فاسد اور س کی تمام جائز و ناجز
صورتیں اور ان کے احکام اور شرائط کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، چنانچہ آپ نے اگر فقہ کا مطالعہ کیا ہو تو آپ کو اندزہ ہوتا کہ
فقہاء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہ صرف بیع کی جائز صورتیں لکھی ہیں، بلکہ اس کی ناجز صورتوں میں سے بھی ایک ایک کی
نشاندہی فرمائی ہے۔ مثلاً بیع باطل، فاسد، مکروہ، بیع غرر، بیع حمل، الحبلہ، بیع ملامہ، بیع منابذہ، بیع حصاة، بیع مزانہ اور محقہ۔ بیع
المضمن والمسلح، بیع منجز، اسی طرح خرید و فروخت کی جو جائز صورتیں ہیں، ان کی بھی تفصیلات کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، مثلاً بیع
کے ارکان کیا ہیں؟ اس کی شرائط کیا ہیں؟ پھر شمن اور ادائیگی کی مدت کے اعتبار سے بیع کی قسمیں وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک کی ایک
الگ شرائط۔ پھر ان میں سے ہر ایک کا جدا حکم بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس ساری تفصیل عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کی ہر ہر مرحلہ پر راہ نمائی فرمائی اور چ نزو و چ نز کی
نشاندہی فرمائی ہے، گو یہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک پورا معاشی نظام دیا ہے، جو لوگ ان خطوہ پر کام کریں گے وہ عدل و
پاک رزق کمائیں گے اور جو اس کے خلاف عمل کریں گے، ان کا عمل ناجائز و حرام ہوگا اور ان کی دنیا و آخرت خراب ہوگی۔

ابتداءً، سام سے لے کر گیارہ سو سال تک مسلمان اس نظام پر چلتے رہے تو ان کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔
رہی یہ بات کہ سہم نے مسلمانوں کو بینکاری کا متبادل کیا دیا ہے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مضاربہ و مشارکہ و راصل، سما
بینکاری ہی ہے، جس میں ایک ایسا مسلمان جو مال دار تو ہے مگر محنت و مشقت یا تجارتی کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یا اس کا
تجربہ نہیں، بشا بدہ اپنا سرمایہ کسی ایسے مسلمان کو، جو محنت و مشقت یا تجارتی کام کرنے کی صلاحیت و تجربہ رکھتا ہو، لیکن اس کے پاس

مصنوعات (Product) مثلاً : کوئی چیز جس کی قیمت بازار میں پچاس روپے ہیں، تو وہ چیز اسے چالیس روپے میں ملتی ہے، اور اس پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ مزید پانچ نمبر تیار کریں، اگر وہ ایک آدمی کو نمبر بنادے تو ادارہ اس کو دوسروں سے دیتا ہے، اور جب پانچ نمبر ہو جائیں تو اسے مزید آٹھ سو روپے یعنی کل ایک ہزار روپے ملتے ہیں، اسی طرح ادارہ ہر نئے نمبر سے پانچ سو روپے نمبر کی فیس وصول کرتا ہے، اور اس پر بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ پانچ نمبر بنائے، اور اس نمبر بنانے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے، اب جب بھی ادارہ میں نئے نمبر کا اضافہ ہوتا ہے، ادارہ کو بلا محنت و مشقت مفت میں تین سو روپے، اور پہلے نمبر کو بلا عوض دوسو روپے کا فائدہ ہوتا ہے، اس طرح کی اسکیم کھلم کھلا قمار بازی (جوا) ہے، اور اس میں سود بھی پایا جاتا ہے، اس لیے یہ بھی شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

تجارتی انعامی اسکیمیں

(۱) کبھی کوئی کمپنی یہ طے کرتی ہے کہ جو ہم سے اتنے اتنے روپے کا سامان خریدے گا، ہم اس کو عمرہ کرائیں گے، یا ہم اس کو ڈرائیور سمیت گاڑی فراہم کریں گے، جس پر وہ فلاں فلاں مقامات کی سیر و تفریح کے لیے جاسکتا ہے۔

(۲) اسی طرح کبھی کوئی کمپنی اپنی مصنوعات (Product) فروخت کرنے والے دکانداروں سے، یا کوئی دکاندار اپنے خریداروں سے یہ کہتا ہے کہ اگر اتنا اتنا سامان خریدو گے، تو ہم تم کو کوپن دیں گے، پھر ان دکانداروں اور خریداروں کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی ہے، جن کے نام قرعہ نکلتا ہے وہ انعام کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

(۳) کبھی کوئی کمپنی یا دکاندار اپنے خریداروں سے یہ کہتا ہے کہ جو بھی ہم سے اتنا سامان خریدے گا، ہم سب کو انعام دیں گے، لیکن یہ انعام مائیتوں کے اعتبار سے مختلف ہوں گے، جن کا تعین قرعہ اندازی سے ہوگا۔

اس طرح کی تجارتی انعامی اسکیموں کے ذریعے خریداروں کو انعام کی لالچ دے کر انہیں بے چاروں خرچی اور غیر ضروری خریداری کی طرف راغب کیا جاتا ہے، اور متعلقہ کمپنی اور دکاندار پوری ہوشیاری کے ساتھ ایسے حربے اپناتے ہیں کہ لاکھوں خریداروں میں سے محض کچھ خریداران کے اس انعام کے مستحق قرار پاتے ہیں، اور دوسرے خریداروں کے لیے سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا، نیز کاروبار کے اس طریقہ کے پیچھے جوئے اور قمار ہی کی روٹ کا فرما ہوتی ہے، اس لیے شرعاً یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ عثمانی، ج ۲، ج ۲، فقہی مسائل)

گولڈ مائن انٹرنیشنل اسکیم

اسی طرح کی ایک اسکیم گولڈ مائن انٹرنیشنل (Gold mine international) نامی کمپنی نے پوری دنیا میں پھیلا رکھی ہے، اس کمپنی کا طریقہ کار روپائیٹ ورک مارکیٹنگ کی طرح ہے، جو مختلف مصنوعات اور سونے کے سکے بھی تیار کر کے فروخت کرتی ہے، کمپنی اپنی تمام مصنوعات کی تشہیر لوگوں میں لوگوں ہی کی زبانی کراتے ہوئے اپنے سنے گا ہک (Customers) بنانے کا کام بھی معقول معاوضے کے عوض لوگوں سے لیتی ہے، اس طرح لوگ کمپنی کو سنے گا ہک فراہم کرتے ہیں اور کمپنی لوگوں کو

اس کے بدلے کمیشن ادا کرتی ہے۔ مگر یہ دلالی ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس دلالی کے لیے GMI کمپنی کی کوئی چیز مثلاً گھڑی یا کوئی اور پراڈکٹ (Product) خریدنا ضروری ہے، یا یہ ادارے میں شرط قاعدہ ہے، اس کے علاوہ اس اسکیم میں اور دوسری خرابیاں بھی موجود ہیں، جن کی وجہ سے شرعاً یہ ناجائز ہے۔

جبوتاکمپنی اسکیم

آج کل جیونانا نام سے ایک کمپنی قائم ہے، جس کی اسکیم یہ ہے کہ پینتیس سو روپے دیکر اس کے ممبر بن جائیں اور ان ماڑھے تین ہزار کے عوض کمپنی کوئی شے نہیں دیگی، لیکن اگر یہ ممبر کم سے کم مزید دو ممبر کمپنی کے لیے بنا دیتا ہے، یعنی یوں کہیے کہ کمپنی کو سات ہزار روپے دوسرے دو فردوں سے لا دیتا ہے، تو کمپنی اسے اس میں سے بطور کمیشن چھ سو روپے ادا کرے گی اور اگر ان دو ممبروں میں سے ہر ممبر دو ممبر بنا تا ہے، تو جہاں ان دو ممبروں کو چھ سو روپے بطور کمیشن ملیں گے، وہیں پہلے ممبر کو مزید بارہ سو روپے ملیں گے، یعنی کل اٹھارہ سو روپے ملیں گے اور اگر یہ چار ممبروں میں سے ہر ممبر دو ممبر بنا تا ہے، تو ان میں سے ہر ایک کو چھ سو روپے پہلے کو گزشتہ کے اٹھارہ سو میں مزید چوبیس سو روپے ملا کر، یعنی کل پچاس سو روپے دیئے جائیں گے اور جیسے جیسے یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا ویسے ویسے پہلے ممبر کو کبھی ہر ممبر پر کمیشن ملتا رہے گا۔ اسکیم کی یہ صورت جو اور باطل طریقہ سے لوگوں کے اموال کھانے کی حرمیت صریحہ پر مشتمل ہے، اس لیے اس طرح کی اسکیموں کا ممبر بننا اور بنانا دونوں عمل شرعاً ناجائز و حرام ہے اور اس پر ملنے والا کمیشن بھی حرام ہے، اس لیے اس طرح کی اسکیموں میں شرکت سے کلی اجتناب ضروری ہے۔

غرو قمار پر مشتمل ایک ممبر ساز اسکیم

آج کل عموماً تاجریا کمپنی وغیرہ ممبر سازی کے ذریعہ فرنج، کولر، واشنگ مشین، سائیکل، موٹر سائیکل وغیرہ اسکیم کے تحت فروخت کرتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی چیز کی اصل قیمت بازار میں مثلاً: پانچ ہزار روپے ہیں، تو وہ لوگ پوری رقم یکبارگی لینے کے بجائے، سو روپے ماہانہ ادا کرنے والے سو ممبر بنیں تالیس ماہ کے لیے بنالیتے ہیں، اور ہر ماہ پابندی کے ساتھ قرضہ اندازی کی جاتی ہے، اگر پہلے ہی ماہ میں کسی ممبر کا نام قرضہ اندازی سے نکل آتا ہے تو اس کو صرف سو روپے میں پانچ ہزار کی چیز مل جاتی ہے، اور اگر کسی کا نام دوسرے ماہ میں نکلا تو پانچ ہزار کی چیز اسے صرف دو سو مل جاتی ہے، اسی طرح ہر قرضہ اندازی میں نام نکلنے والے کو وہ چیز جمع شدہ رقم کے عوض ملتی رہتی ہے، اب بیٹھالیسویں ماہ میں جتنے ممبر باقی رہیں گے، سب کو وہ چیز دیدی جائے گی، اس طرح کی اسکیم شرعاً قمار (جو) کو شامل ہے، نیز بوقت عقد، شمن، مجبول ہوتا ہے، لہذا یہ اسکیم چلانا، اس میں حصہ لینا، اور قرضہ اندازی سے ملے شدہ اشیاء کا حاصل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

کی بیشی کے ساتھ چیک کی خرید و فروخت

بہاوقات تاجر حضرات آپس میں نقد روپیوں کی بجائے چیک سے لین دین کیا کرتے ہیں، چیک کے بھنانے میں چونکہ

وقت لگ جاتا ہے اور تا جر کو فوری نقد روپیوں کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ، چیک میں لکھی ہوئی رقم سے کم میں، کمی اور کے ساتھ اس چیک کو فروخت کر دیتا ہے، خریدار وقت مقررہ پر اس چیک کو بھنا لیتا ہے، اور اپنی اصل رقم اضافہ کے ساتھ رکھ لیتا ہے۔ شرعاً اس طرح چیک کی خرید و فروخت ریوا اور سود ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے۔

مروجہ لائری

حالیہ زمانے میں بازار کے اندر لائری کی مختلف صورتیں مروج ہیں، جن میں سے ایک مشہور صورت یہ ہے کہ بازاروں میں مخصوص جگہ پر لائری کی مختلف ٹکنیس، مختلف قیمتوں میں فروخت ہوتی ہیں، خریدار کسی ایک قیمت یا الگ الگ قیمتوں کے کچھ ٹکن خرید لیتا ہے، پھر جب خریدار کا ریکارڈ اصل مرکز میں پہنچتا ہے، اور اس کے نام لائری نکل آتی ہے تو اسے معینہ رقم ملتی ہے، جو اکثر اوقات روپیہ ہی کی صورت میں ہوتی ہے، اور ٹکن کی رقم سے زیادہ ہی ہوتی ہے، یہ سود ہے جو شرعاً حرام ہے، نیز اس میں لطف و نقصان بہم اور خطرے میں رہتا ہے، کہ نام نکل آیا تو نفع ہوگا، اور اگر نہ نکلا تو اصل پونجی بھی ڈوب جائے گی، علاوہ ازیں یہ ٹکن خریدنے والے کی محنت کا نتیجہ نہیں، بلکہ محض بخت (قسمت) و اتفاق پر مبنی ہوتا ہے کہ اس کا نام نکل بھی سکتا ہے اور نہیں بھی نکل سکتا ہے، ایسے ہی بہم اور پر خطر نفع و نقصان کو قرار کہتے ہیں، جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کا وہ طبقہ جو ملازمت کرتا ہے، خواہ وہ حکومت کے ملازم ہوں یا کسی نجی وپرائیویٹ کمپنی کے، وہ اپنی ملازمت کے اوقات کی پابندی نہیں کرتے، اوقات ملازمت میں دیانت داری و ایمانداری کے ساتھ اپنے مفوضہ کاموں کو انجام نہیں دیتے، جب کہ انہیں جو تنخواہیں دی جا رہی ہیں، وہ ان کی خدمات کا ہی عوض ہیں، تو وہ اپنی تنخواہوں کی محض اتنی ہی مقدار کے حقدار ہیں جس کے مقابل انہوں نے خدمات انجام دی ہیں، وہ مقدار جس کے مقابل خدمات انجام نہیں دی گئیں، اس کے وہ حقدار نہیں، تو تنخواہوں کا وہ حصہ حلال کہاں ہوا، جب کہ اس کو حلال سمجھ کر استعمال کیا جا رہا ہے، یہی کچھ حال ادارہ اور کمپنیوں کے ذمہ داروں کا ہے کہ وہ ملازمین سے بھرپور خدمات وصول کرتے ہیں اور خدمات کے عوض (تنخواہ) کی ادائیگی میں ان کا احتیصال کرتے ہیں، تو روپیوں کی وہ قدر جو انہوں نے اپنے ملازمین کا احتیصال کر کے پس پشت ڈال دی، وہ ان کے لیے کیسے حلال ہوگی!! اب رہا عام مسلمان جو نہتا جیسے اور نہ ملازم؛ بلکہ وہ محنت و مزدوری کر کے یا کھیتی باڑی کر کے، یا مال مویشی کے ذریعے اپنے گھر کے اخراجات پورے کرتا ہے، اس کے پاس بھی حلال و حرام کی تیز باقی نہیں رہی، یا ہے بھی تو وہ اس کا پاس دلی کا نہیں کرتا، یہ لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی وہ بالکل آچکا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ اس نے جو چیز وہ حلال ہے یا حرام۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

فصل فی بیع القبولی

یہ فصل فضولی کی بیع کے بیان میں ہے ﴿

فصل فضولی کی بیع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود ہارثی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس باب کی فقہی مطابقت استحقاق والے باب کے ساتھ ظاہر ہے کیونکہ فضولی بھی استحقاق صورتوں میں سے ہی ایک صورت ہے۔ کیونکہ مستحق جس طرح دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ملکیت میں تھی اور اس نے بغیر میری اجازت کے فروخت کی ہے اور اسی طرح فضولی بھی اجازت مالک کے بغیر فروخت کرنے وار ہے۔ اور فضولی کو نہ کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ وکیل نہیں ہوتا جبکہ اس کو فاء کے فتح کے ساتھ پڑھنا غلط ہے۔]

(عنا یہ شرح الہدایہ، کتاب بیوع، ج ۹، ص ۳۶۲، بیروت)

فضولی کی بیع کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عروہ بن ابی الجعد ہارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیا تھا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے بکری خرید لائیں۔ انھوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خرید کر ایک کو ایک دینار میں بیچ ڈالا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لاکر پیش کیا، ان کے لیے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دعا کی کہ ان کی بیع میں برکت ہو۔ اس دعا کا یہ اثر تھا کہ کئی بھی خریدتے تو اس میں نفع ہوتا۔ (صحیح بخاری شریف، رقم الحدیث ۳۶۴۳)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انھوں نے ایک دینار میں مینہا خرید کر دینار میں بیچ ڈالا پھر ایک دینار میں ایک جانور خرید کر یہ جانور اور ایک دینار لاکر پیش کیا۔ دینار کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے صدقہ کرنے کا حکم دیا (کیونکہ یہ قربانی کے بنو کی قیمت تھی) اور ان کی تجارت میں برکت کی دعا کی۔

(جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۳۸۶-۳۳۸۷، مکتب بیوع)

فضولی کے فقہی منہج کا بیان

علامہ عروہ بن ابی الجعد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فضولی اس کو کہتے ہیں، جو دوسرے کے حق میں بغیر اجازت تصرف کرے۔ فضولی نے جو کچھ تصرف کیا اگر وقت عقد اس کا مجیز ہو یعنی ایسا شخص ہو جو جائز کر دینے پر قادر ہو تو عقد منعقد ہو جاتا ہے مگر مجیز کی اجازت پر توقف رہتا ہے اور اگر وقت عقد مجیز نہ ہو تو عقد منعقد ہی نہیں ہوتا۔ فضولی کا تصرف کبھی از قسم تسلیم ہوتا ہے جیسے بیع نکاح اور کبھی

استطاعت ہوتا ہے جیسے طلاق عتاق مثلاً اُس نے کسی کی عورت کو طلاق دیدی غلام کو آزاد کر دیا دین کو معاف کر دیا اُس نے اس کے تصرفات جائز کر دیے نافذ ہو جائیں گے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

فضولی کی بیع کے فقہی حکم کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فضولی کی بیع کا حکم مالک کی اجازت کو قبول کرنا ہے جبکہ بائع، مشتری، بیع، بیع، بیع ہو اور اسی طرح ثمن بھی جبکہ بصورت سامان ہوں اور ثمن سامان نہ ہوں تو وہ مالک مجیز کی ملک ہیں اور فضولی کے قبضہ میں بطور اجازت ہیں، ملحق، اگر مالک ثمن وصول کرے یا مشتری سے ثمن طلب کرے تو یہ اجازت ہے، غمادیہ، نہ کہ یہ کہ نہ ہونے پر ایسا نہیں، یا جو تو نے کیا ہر اسے یا تو نے اچھا کیا یا تو نے درست کیا قول مختار کے مطابق، فتح القدیر، اور مشتری کو ثمن بیہ کر دینا یا اس پر صمدہ کر دینا اجازت ہے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

فضولی کی بیع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ مِلْكًا غَيْرَهُ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَالْمَالِكُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَجَارَ الْبَيْعِ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَنْعَقِدُ لِأَنَّهُ لَمْ يَصُدَّرْ عَنْ وِلَايَةِ شَرْعِيَّةٍ لِأَنَّهَا بِالْمِلْكِ أَوْ يَأْذِنُ الْمَالِكُ وَقَدْ فُقِدَا، وَلَا انْعِقَادَ إِلَّا بِالْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ. وَلَكِنَّا أَنَّهُ تَصَرَّفَ تَمْلِيكًا وَقَدْ صَدَرَ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ، إِذْ لَا ضَرَرَ فِيهِ لِلْمَالِكِ مَعَ تَخْيِيرِهِ، بَلْ فِيهِ نَفْعٌ حَيْثُ يَكْفِي مُؤَنَةُ طَلَبِ الْمُشْتَرِي وَقَرَارُ الثَّمَنِ وَغَيْرِهِ، وَفِيهِ نَفْعُ الْعَاقِدِ لِصَوْنِ كَلَامِهِ عَنِ الْإِلْغَاءِ، وَفِيهِ نَفْعُ الْمُشْتَرِي فَهَبَتْ لِلْقُدْرَةِ الشَّرْعِيَّةِ تَحْصِيلًا لِهَذِهِ الْوُجُوهِ، كَيْفَ وَإِنْ الْإِذْنَ ثَابِتٌ دَلَالَةً لِأَنَّ الْعَاقِلَ يَأْذِنُ فِي التَّصَرُّفِ النَّافِعِ، قَالَ (وَلَهُ الْإِجَارَةُ إِذَا كَانَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ بَاقِيًا وَالْمُسْتَعَاقِدَانِ بِحَالِهِمَا) لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَصَرَّفٌ فِي الْعَقْدِ فَلَا بُدَّ مِنْ قِيَامِهِ وَذَلِكَ بِقِيَامِ الْعَاقِدَيْنِ وَالْمَعْقُودِ عَلَيْهِ.

ترجمہ

ملاحظہ فرمائیے کہ فقہ حنفی کے دوسرے کے حکم کے بغیر بیع دیا ہے تو اب مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بیع کو فسخ کر دے یا وہ چاہے تو بیع کو قائم کر دے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایسی بیع کا انعقاد ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ شرعی ولایت کے ساتھ یہ بیع صادر نہیں ہوئی ہے

کیونکہ شرعی ولایت، ملک سے یا اس کی اجازت سے ثابت ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور یہاں پردوں طرح سے ولایت کا واقع ہونا معدوم ہے۔ جبکہ قدرت شرعیہ کے بیخ متفقہی نہیں ہوا کرتی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فضولی کی بیخ کرنا یہ مالک بنانے کا تصرف ہے اور یہ ایسا تصرف ہے جو اپنے اہل سے اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ پس کے انعقاد کو ماننا ضروری ہوگا کیونکہ مالک کے اختیار ہونے کے سبب اس کیلئے کوئی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس عقد میں مالک کیلئے فائدہ ہے۔ کیونکہ یہ عقد کو مشتری کو تلاش کرنے اور اس کے ساتھ شمن معین کرنے کی محنت سے بچانے والا ہے۔ اور اس میں عقد کرنے والے کیلئے بھی فائدہ ہے کیونکہ اس کے کلام کو بطلان سے بچایا جا رہا ہے اور اس میں مشتری کیلئے بھی فائدہ ہے پس ان اسباب کے حصول کی وجہ سے شرعی قدرت حاصل ہو چکی ہے اور ایسی بیخ کیونکر نافذ نہ ہوگی۔ جبکہ اس کی ولایت سے اجازت ثابت ہے۔ کیونکہ ایک عقل مند آدمی فائدہ بخش تصرف کی اجازت دینے والا ہے۔

فرمایا: اور مالک کیلئے بیخ کے اختیار کا حق باقی ہے جب تک معقود علیہ باقی ہے۔ اور عقد کرنے والے اپنی حالت پر باقی رہیں گے کیونکہ اجازت دینا یہ عقد میں تصرف ہے پس اس عقد کو قائم کرنا ضروری ہے۔ جبکہ قیام عقد یہ عائدین اور معقود علیہ کے قیام کے سبب ہوگا۔

شرح

علامہ علاء الدین خفنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو تصرف فضولی سے صادر ہوا اور راسخا لیکہ اس تصرف کے وقوع کے وقت کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اس تصرف کی اجازت دے سکا ہو تو اس کا انعقاد اس شخص کی اجازت پر موقوف ہو جائے گا اور اگر بوقت تصرف فضولی کوئی ایسا اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو یہ تصرف سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔ اسی میں ہے کہ مال غیر کی بیخ موقوف ہوتی ہے اگر وہ غیر عاقل و بالغ ہو اور اگر وہ غیر نابالغ یا مجنون ہو تو بیخ سرے سے منعقد نہ ہوگی جیسا کہ حاوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے زواہر میں ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

بیخ موقوف: وہ بیخ ہے جس میں بیخ (جس چیز کو بیجا جا رہا ہے اس) سے کسی اور کا حق متعلق ہو جیسے کوئی نابالغ و نا سمجھ بچہ کوئی چیز بیخ دیا تو بحیثیت دل باپ کا حق اس سے متعلق ہے تو جب تک باپ اجازت نہ دے وہ بیخ موقوف رہے گی اجازت دیدے تو بیخ نافذ و لازم ہو جائے گی۔

فضولی کی بیخ کا اپنے لئے باطل ہونے کا بیان

علامہ حموی میں باتن کے اس قول "فضولی کی بیخ موقوف ہے مگر تین صورتوں میں باطل ہے، جب مالک کے لئے اس میں شرط خیار رکھے اور یہ تلقین میں ہے، اور جب وہ اپنے لئے بیچے اور یہ بدلے میں ہے جس کے تحت مذکور ہے، باتن کا قول کہ جب فضولی اپنے لئے بیخ کرے (تو باطل ہے) یعنی مالک کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگی، بعض فضلاء نے کہا کہ اس پر مشائخ کے اس قول اشکال وارد ہوتا ہے کہ بیخ میں اگر استحقاق ثابت ہو جائے تو قاضی کے استحقاق کا فیصلہ

کر دینے کے باوجود بیع منع نہیں ہوتی اور مالک مستحق کو اسکی اجازت کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اشکال کی وجہ یہ ہے کہ بیع نے اپنی ذات کے لئے بیچا بیعہ کو اس مالک کے لئے جو مستحق ہے۔ (غزیمون الہما شرح اشباہ والنظائر، کتاب بیوع)

فضولی کی بیع کے اختیار منع میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب کسی بندے نے دوسرے کی ملکیت میں اس کے حکم کے بغیر بیع دیا ہے تو اب مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو بیع کا فائدہ کرے یا وہ چاہے تو بیع کو ختم کر دے گا۔ حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایسی بیع کا انعقاد ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ شرعی ولایت کے ساتھ یہ بیع صادر نہیں ہوتی ہے کیونکہ شرعی ولایت مالک سے یا اس کی اجازت سے ثابت ہوا کرتی ہے۔

اگر اختلاف اور امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کی دلیل یہ ہے۔ کہ فضولی کی بیع کرنا یہ مالک ہانے کا تصرف ہے اور یہ ایسا تصرف ہے جو اپنے اہل سے اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ پس اس کے انعقاد کو ماننا ضروری ہوگا کیونکہ مالک کے اختیار ہونے کے سبب اس کیلئے کوئی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس عقد میں مالک کیلئے فائدہ ہے۔ کیونکہ یہ عقد کو مشتری کو تلاش کرنے اور اس کے ساتھ مشن معین کرنے کی محنت سے بچانے والا ہے۔ اور اس میں عقد کرنے والے کیلئے بھی فائدہ ہے کیونکہ اس کے کلام کو بطمان سے بچایا جا رہا ہے اور اس میں مشتری کیلئے بھی فائدہ ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع ج ۱۵ ص ۲۸۷، بیروت)

فضولی کی بیع میں مالک کی اجازت کا بیان

وَإِذَا أَحْزَرَ الْمَالِكُ كَمَا كَانَ الثَّمَنُ مَمْلُوكًا لَهُ أَمَانَةً فِي يَدِهِ بِمَنْزِلَةِ الْوَكِيلِ، لِأَنَّ الْإِجَارَةَ
الْأَحْقَقَةَ بِمَنْزِلَةِ الْوَكَاةِ السَّابِقَةِ، وَلِلْفُضُولِيِّ أَنْ يَفْسَخَ قَبْلَ الْإِجَارَةِ دَفْعًا لِلْحَقُوقِ عَنْ
نَفْسِهِ، بِخِلَافِ الْفُضُولِيِّ فِي النَّكَاحِ لِأَنَّهُ مُعْتَبَرٌ مُحَضَّ، هَذَا إِذَا كَانَ الثَّمَنُ دَيْنًا، فَإِنْ
كَانَ عَرْضًا مُعَيَّنًا إِنَّمَا تَصَحُّ الْإِجَارَةُ إِذَا كَانَ الْعَرْضُ بَاقِيًا أَيْضًا.

ثُمَّ الْإِجَارَةُ إِجَارَةٌ نَقْدٌ لَا إِجَارَةٌ عَقْدٌ حَتَّى يَكُونَ الْعَرْضُ الثَّمَنُ مَمْلُوكًا لِلْفُضُولِيِّ،
وَعَلَيْهِ مِثْلُ الْمَبِيعِ إِنْ كَانَ مِثْلًا أَوْ قِسْمَتُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِثْلًا، لِأَنَّهُ شِرَاءٌ مِنْ وَجْهِ
وَالشِّرَاءُ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى الْإِجَارَةِ.

(وَلَوْ هَلَكَ الْمَالِكُ) لَا يَنْفَعُ بِالْإِجَارَةِ الْوَارِثُ فِي الْفَضْلِيِّ لِأَنَّهُ تَوَقَّفَ عَلَى إِجَارَةِ
الْمُورِثِ لِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ بِالْإِجَارَةِ غَيْرُهُ.

وَلَوْ أَحْزَرَ الْمَالِكُ فِي حَيَاتِهِ وَلَا يَعْلَمُ حَالِ الْمَبِيعِ جَارَ الْمَبِيعِ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ

اللَّهُ أَوْلَىٰ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْأَصْلَ بَقَاؤُهُ، ثُمَّ رَجَعَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ: لَا يَصِحُّ حَتَّى يَتَلَمَّ قِيَامَهُ عِنْدَ الْإِجَازَةِ لِأَنَّ الشَّكَّ وَقَعَ فِي شَرْطِ الْإِجَازَةِ فَلَا يَنْبُتُ مَعَ الشَّكِّ.

ترجمہ

اور جب مالک نے بیع کی اجازت دے دی ہے تو اب ثمن اس کی ملکیت ہو کر فضولی کے قبضہ میں وکیل کی طرح بطور امانت ہو جائے گی۔ کیونکہ اجازت لاحقہ وکالت سابقہ کی طرح ہے۔ (قاعدہ تہنیہ)

اور جب مالک کی اجازت سے پہلے ہی فضولی اپنے آپ سے حق کو دور کرنے کیلئے بیع کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ جبکہ فضولی نکاح میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف تعبیر کرنے والا اور بطور ترجمان ہوتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب ثمن قرض ہو۔ ہاں البتہ جب ثمن کوئی معین سامان ہے تب بھی اسی وقت اجازت صحیح ہوگی۔ جب سامان باقی ہے اس کے یہ اجازت نقد کی اجازت ہوگی یہ عقد کی اجازت نہ ہوگی یہاں تک کہ ثمن والا سامان فضولی کی ملکیت میں چلا جائے۔ اور فضولی پر بیع کی طرح (مثلاً) لازم ہو جائے گی یا اسکی قیمت لازم ہو جائے گی۔ جبکہ وہ مثلاً ہو یا پھر اس کی قیمت لازم ہوگی جب وہ چیز مثلاً نہ ہو۔ کیونکہ یہ بیع ایک طرح کا شراء ہے اور فضولی کا شراء کرنا یہ اجازت پر موقوف نہ ہوگا۔ اور جب مالک فوت ہو گیا ہے تو اب دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی کیونکہ یہ بیع خود ہی مورث کی اجازت پر موقوف تھی پس اس کے سوا کسی کی اجازت وہ جائز نہ ہوگی۔ اور جب مالک اپنی زندگی میں بیع کی اجازت دے دی ہے حالانکہ بیع کی حالت بھی معلوم نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول اول کے مطابق بیع جائز ہے اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ بیع کا باقی رہنا ہی اس کی اصل ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اسی طرح فرمایا کہ جب تک قیام کے وقت بیع کا علم نہ ہوگا اس وقت تک بیع درست نہ ہوگی کیونکہ اجازت کی شرط میں شک واقع ہو چکا ہے۔ کیونکہ شک کے ساتھ اجازت ثابت نہیں ہوا کرتی

شرح

اگر بوقت خریداری عمرو کی طرف نسبت کرنا ثابت ہو جائے تو یہ شراء موقوف ہوئی جو کہ عمرو کی قبول از اجازت موت کے سبب سے باطل ہو چکی، اور میں فضولی کی بیع کے بارے میں فرمایا کہ اس کے وارث کی اجازت سے جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ بیع اس (صاحب متاع) کی موت کی وجہ سے باطل ہو چکی ہے اور اسی طرح عام کتابوں میں ہے تو یقیناً اسی طرح فضولی کی شراء کا حکم ہوگا، اشباہ میں کہا کہ موقوف بیع اس شخص کی موت سے باطل ہوتی ہے جس کی اجازت پر وہ موقوف تھی اور اس کا وارث اس کے قائم مقام نہیں ہوتا سوائے قسمت کے جس طرح کہ دلو الجیہ میں ہے، لہذا اور ثناء عمرو کا نہ تو مکان میں کوئی حق ہے نہ ہی ثمن میں اور جب قاضی

کے پاس معاملہ لے جایا گیا تو اس کی قضا کو رد کرنا واجب ہے کیونکہ شرع کی جانب سے اس کی خطا ظاہر ہو چکی ہے چنانچہ اگر بائع دعویٰ کرے تو مکان اس کو اور من مٹری کو لوٹا دے جائیں گے ورنہ عمرو کے لئے کوئی شے نہ ہوگی اسے خوب یاد رکھو۔

غلام کو غصب کر کے بیچنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَبَاعَهُ وَأَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ أَحْزَرَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ فَلَا يَتَّقُ جَائِزٌ) اسْتِحْسَانًا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ

وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمُ اللَّهُ : لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ لَا عِنَقَ بِلَدُونِ الْمِلْكِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا عِنَقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ) وَالْمَوْقُوفُ لَا يَفِيدُ الْمِلْكَ، وَلَوْ ثَبَتَ فِي الْآخِرَةِ يَثْبُتُ مُسْتَعِيدًا وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ، وَالْمُصَحِّحُ لِلْبُعْثِ الْمِلْكَ الْكَامِلَ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ أَنْ يُعْتَقَ الْغَاصِبُ ثُمَّ يُؤَدَّى الضَّمَانُ، وَلَا أَنْ يُعْتَقَ الْمُشْتَرِي وَالْخِيَارُ لِلْبَائِعِ ثُمَّ يُجِزُ الْبَائِعُ ذَلِكَ، وَكَذَا لَا يَصِحُّ بَيْعُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ فِيمَا نَحْنُ فِيهِ مَعَ أَنَّهُ أَسْرَعُ نَفَادًا حَتَّى نَقْدَ مِنَ الْغَاصِبِ إِذَا أَدَّى الضَّمَانُ، وَكَذَا لَا يَصِحُّ إِعْتَاقُ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ إِذَا أَدَّى الضَّمَانُ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْمِلْكَ ثَبَتَ مَوْقُوفًا بِتَضَرُّفٍ مُطْلَقٍ مَوْضُوعٍ لِإِقَادَةِ الْمِلْكَ، وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلَى مَا مَرَّ فَتَوَقَّفَ الْإِعْتَاقُ مُرْتَبًا عَلَيْهِ وَيَنْقُذُ بِنَفَادِهِ فَصَارَ كِإِعْتَاقِ الْمُشْتَرِي مِنَ الرَّاهِنِ وَكِإِعْتَاقِ الْوَارِثِ عَبْدًا مِنَ التَّرِكَةِ وَهِيَ مُسْتَعْرِقَةٌ بِاللَّدُونِ يَصِحُّ، وَيَنْقُذُ إِذَا قُضِيَ الدُّيُونُ بَعْدَ ذَلِكَ، بِخِلَافِ إِعْتَاقِ الْغَاصِبِ بِنَفْسِهِ لِأَنَّ الْغَصْبَ غَيْرُ مَوْضُوعٍ لِإِقَادَةِ الْمِلْكَ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ فِي الْبَيْعِ خِيَارُ الْبَائِعِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُطْلَقٍ، وَقِرَانُ الشَّرْطِ بِهِ يَجْتَنِعُ انْعِقَادَهُ فِي حَقِّ الْحُكْمِ أَصْلًا، وَبِخِلَافِ بَيْعِ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ إِذَا بَاعَ لِأَنَّ بِالْإِجَارَةِ يَثْبُتُ لِلْبَائِعِ مِلْكٌ بَاطِلٌ، فَإِذَا طَرَأَ عَلَى مِلْكَ مَوْقُوفٍ لغيرِهِ أَبْطُلَ، وَأَمَّا إِذَا أَدَّى الْغَاصِبُ الضَّمَانَ يَنْقُذُ إِعْتَاقُ الْمُشْتَرِي مِنْهُ كَذَا ذِكْرُهُ هَلَالٌ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْأَصَحُّ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کسی غلام کو غصب کر کے بیچ دیا اور مشتری نے اس کو آزاد کر دیا اس کے بعد آقا نے بیچ کی اجازت دیدی۔ تو بطور استحسان آزاد کرنا جائز ہے۔ یہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ملکیت کے بغیر آزادی ثابت نہیں ہوتی اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ انسان جس چیز کا مالک نہیں ہے اس میں آزاد کرنا نہیں ہے۔ جبکہ موقوف بیع ملکیت کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔ اور جب آخر میں ملکیت ثابت ہوئی بھی ہے تو وہ (سب) کی طرف منسوب ہو کر ہوئی ہے۔ جبکہ منسوب ہو کر ثابت ہونے والی چیز ایک طرح تو ثابت ہوتی ہے جبکہ ایک وہ طرح وہ ثابت نہیں ہوا کرتی۔ جبکہ اعتاق کے صحیح ہونے کیلئے ملکیت کا کامل ہونا ضروری ہے اسی حدیث کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اسی وجہ سے غاصب کا آزاد کرنا اور اس کے ضمان کو ادا کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی بائع کیلئے اختیار ہونے کی حالت میں مشتری کیلئے اعتاق درست ہے۔ البتہ جب بائع اعتاق کے بعد بیچ کی اجازت دے۔ اسی طرح غاصب سے خرید کردہ غلام کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیع حق سے زیادہ جلدی نافذ ہونے والی ہے حتیٰ کہ ضمان کو ادا کرنے کے بعد ہی غاصب کی بیع نافذ ہو جائے گی اور اسی طرح غاصب سے خرید کیے ہوئے کا اعتاق بھی صحیح نہ ہوگا جبکہ وہ ضمان ادا کر دے۔ شیخین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری کی ملکیت ایسے تصرف کے سبب سے موقوف ہو کر ثابت ہوئی ہے جو مطلق ہے۔ اور ملکیت کے فائدے کیلئے بنائی گئی ہے اور اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ جس طرح بیان کیا جا چکا ہے۔

پس ملک موقوف پر مرتب ہو کر اعتاق کی بھی موقوف ہو جائے گا۔ (قاعدہ خبریہ) اور ملکیت کے نفاذ سے اس کا نفاذ بھی ہو جائے گا۔ اور یہ راہن سے خریداری کرنے والے اعتاق کی مانند ہو جائے گا اور ایسے جب ترکہ میں سے وارث کی طرف سے کسی غلام کو آزاد کیا ہے جبکہ ترکہ مدیون کے گھر سے ہو یہ اعتاق بھی موقوف ہو کر صحیح ہو جائے گا۔ اور اعتاق کے بعد بھی ادائے قرض کی صورت میں یہ اعتاق موقوف نافذ ہو جائے گا۔ جبکہ خود غاصب کے اعتاق میں اس طرح نہ ہوگا کیونکہ غصب ملکیت کے فائدے کیلئے نہیں بنایا گیا اور یہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیچ میں بائع کیلئے اختیار ہو کیونکہ بائع کا خیار مطلق نہیں ہوتا اور اس بیچ سے کا حکم کو ملانے کے حق میں انعقاد بیچ سے مانع ہے۔ یہ خلاف غصب کے کیونکہ غاصب جب مغضوبہ چیز کو بیچ دے کیونکہ مالک کی اجازت سے بائع کیلئے یقینی طور ملکیت ثابت ہو جائے گی اور جب یہ قطعی ملکیت طاری ہونے والے ملکیت تغیر و طاری ہو جائے گی تو یہ اس کو باطل کر دے گی اور البتہ کہ جب غاصب نے ضمان ادا کر دیا ہے تو اس سے خریدنے والے کا اعتاق نافذ ہو جائے گا۔ حضرت ہلال بن محیی نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ بولی لگا کر بیع (عیلای) جیسا کہ آج کل کے حکمران کرتے ہیں وہ مالک کی

طرف سے بیع نہیں اور یہ ظاہر ہے اور نہ مالک کی اجازت سے ہے کیونکہ حکمران نہ تو مالک سے پوچھتے ہیں اور نہ ہی اس کی رضا معلوم کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو ہزار کی مالیتی چیز سو یا اس سے بھی کم پر فروخت کر دیتے ہیں، اور نہ ہی یہ بیع شرعاً مطہر کے اذن سے ہوتی ہے جیسا کہ شریعت سے ادنیٰ سا تعلق رکھنے والے پر مخفی نہیں، اور یہ بیع مذکور کو بیع مکروہ اور مدیون کے انکار کے باوجود حکام کی طرف سے جبراً اس کے مال کو فروخت کرنے سے متعلق قول صاحبین پر متفرع کر کے بیع کا سدر قرار دینے کی گنجائش نہیں کیونکہ یہاں مالک کی طرف سے ایجاب نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات تو مالک بوقت عقد حاضر ہی نہیں ہوتا بلکہ حکام اس پر جبر کرتے ہوئے از خود بیع کر دیتے ہیں لہذا یہ بیع تو محض بیع غاصب کی مثل ہے جس کا انعقاد مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اگر اجازت دے دے تو نافذ ورنہ باطل ہو جائیگی، درمختار میں ہے کہ غاصب کی بیع اجازت مالک پر موقوف ہوتی۔ اور جب صورت حال یہ ہے تو حکام سے خریدنے والی ہندہ کی بیع میں ملک ہی ثابت نہ ہوئی، چنانچہ اس کا خالہ کے ہاتھ بیچنا بھی ملک اذن مالک کے نہ ہونے کی وجہ سے بیع فضولی ہوا تو یہ بھی اجازت مالک پر موقوف ہوگا، درالمختار میں ہے کہ غاصب سے خریداری کی بیع موقوف ہوتی ہے اھ، تو ان دونوں عقود میں سے جس کو اجازت لائق ہوگئی وہ بطور خاص نافذ ہو گیا۔ حاشیہ شامیہ بحوالہ مسوط، جامع الفصولین سے منقول ہے کہ اگر غاصب سے خریدنے والے نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا اس نے آگے پھر اس نے آگے فروخت کر دیا حتیٰ کہ وہ کسی جگہ فروخت ہوا، اب مالک نے ان عقود میں سے کسی ایک عقد کی اجازت دے دی تو خاص وہ عقد نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ تمام عقود مالک کی اجازت پر موقوف تھے تو جس کی اجازت اس نے دی وہی بطور خاص نافذ ہو گیا اھ، اور یہاں (صورت مسئولہ میں) اجازت آخری عقد کو لائق ہوئی وہ نافذ ہو گیا، چنانچہ بیع اور اس سے حاصل شدہ آمدنی میں اس دن سے خالہ کی ملک ثابت ہوگئی جس دن اس نے ہندہ سے خریدا۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب بیوع)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو کچھ بیع سے حاصل ہو جیسے کمائی، اولاد اور عرق تو وہ مشتری کا ہے اگرچہ اجازت سے قبل ہو کیونکہ خریداری کے وقت سے ہی اس کو ملک تام حاصل ہوگئی، بخلاف غاصب کے اھ، اور جو کچھ خالہ کی خریداری سے قبل سمیٹوں سے حاصل ہوا اس میں خالہ اور ہندہ کا کوئی حق نہیں بلکہ وہ خاص عرق کا ہے کیونکہ یہ اس کی ایسی ملک کے منفع کا بدل ہے جو غلہ حاصل کرنے کے قبل ہے، اور دین کا جہاں شخص کو جس پر دین نہیں باطل ہے سوائے اس کے کہ اس کو بیع کا اختیار دے دے شرح علانی میں ہے کہ ایسے شخص کو دین کا مالک بنایا جس پر دین نہیں، اب اگر صاحب دین نے مدیون کو دین پر قبضہ کا حکم دے دیا تو یہ بہت صحیح ہو گیا کیونکہ یہ (ہبہ دین) ہبہ عین کی طرف راجع ہوگا اھ ہمارے زیر بحث مسئلہ میں چونکہ قبضہ کا اختیار دے دیا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے لہذا بیع ہو گیا اور عوض دینا بھی درست ہو گیا۔ (درمختار، کتاب بیوع)

خریداری کے وقت ملکیت مشتری کے تام ہونے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ قُطِعَتْ يَدُ الْعَبْدِ فَأَخَذَ أَرْشَهَا ثُمَّ أَجَارَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ فَلَا زُشَ لِلْمُشْتَرِي) لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدْ تَمَّ لَهُ مِنْ وَقْتِ الشَّرَاءِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّ الْقَطْعَ حَصَلَ عَلَى مِلْكِهِ وَهَذِهِ حُجَّةٌ عَلَى

مُحَمَّدٍ، وَالْعُدْرُ لَهُ أَنَّ الْمِلْكَ مِنْ وَجْهِ يَكْفِيهِ لَا سِتِّ حَقَاقِ الْأَرْضِ تَمَّا لِمُكَاتَبٍ إِذَا قُطِعَتْ
يَدُهُ وَاتَّخَذَ الْأَرْضَ ثُمَّ رُدَّ فِي الرَّقِّ يَكُونُ الْأَرْضُ لِلْمَوْلى، فَكَلِمًا إِذَا قُطِعَتْ يَدُ الْمُشْتَرَى
فِي يَدِ الْمُشْتَرَى وَالْخِيَارُ لِلْبَائِعِ ثُمَّ أُجِيزَ الْبَيْعُ فَلَا أَرْضَ لِلْمُشْتَرَى، بِخِلَافِ الْإِعْتِاقِ
عَلَى مَا مَرَّ

(وَيَتَصَدَّقُ بِمَا زَادَ عَلَى نِصْفِ الثَّمَنِ) لِأَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ فِي حَمَائِهِ أَوْ فِيهِ شُبْهَةٌ عَدَمِ
الْمِلْكِ

ترجمہ

فرمایا: اور جب غلام کا ہاتھ کٹ گیا اور مشتری نے اس کا تادان بھی وصول کر لیا اس کے آقا نے بیع کی اجازت دے دی تو
تادان مشتری کا ہی ہوگا کیونکہ خریداری کے وقت سے مشتری کی ملکیت مکمل ہو چکی ہے اور یہ معاملہ ظاہر ہو گیا ہے کہ ہاتھ کا کٹنا یہ
مشتری کی ملکیت میں واقع ہوا ہے۔ اور یہ امام محمد علیہ الرحمہ کے خلاف حجت ہے لیکن ان کا عذر یہ ہے کہ ایک طرح تو ملکیت بھی
جرمانے کے حق میں کافی ہوتی ہے۔ جس طرح مکاتب ہے کہ جب اس کا ہاتھ کٹ دیا گیا ہو اور اس نے تادان لے لیا ہے اس کے
بعد ریت میں اس کو بھیج دیا گیا ہو تو تادان آقا کا ہوگا اور اسی طرح جب بائع کے اختیار کی صورت میں مشتری کے ہاں خریدی ہوئی
چیز کا ہاتھ کٹ دیا گیا ہے اور اب اگر بیع کی اجازت ہوگی تو تادان مشتری کا ہوگا یہ خلاف اعتقاد کے جس طرح اس کا بیان گزر چکا
ہے۔ اور مشتری آدمی تادان سے زائد کو صدقہ کر دے کیونکہ زائد حصہ اس کے حمان میں شامل نہیں ہے یا پھر اس میں ملکیت نہ
ہونے کا شبہ ہے۔

شرح

کیونکہ غایت اس کی غصب اور بیع جب تام ہو جائے تو مفید ملک ہوتی ہے اور غصب سے ملک زائل نہیں ہوتی، علاوہ ازیں
غصب غیر منقولہ اشیاء میں متحقق نہیں ہوتا اور بیع کسی شے میں نہیں حتیٰ کہ اس میں قبضہ اور قارغ کا شرط قرار دیا جاتا اور یہ خوب ظاہر
ہے۔

مقصود میں ایسی تبدیلی کر دی کہ وہ دوسری چیز ہو گئی یعنی پہلا نام بھی باقی نہ رہا اور اُس کے اکثر مقاصد بھی جاتے رہے۔ یہ
اُس کو اپنی چیز یا دوسرے کی چیز میں اس طرح ملا دیا کہ تمیز نہ ہو سکے مثلاً گیہوں کو گیہوں میں ملا دیا یا دشواری سے جدا ہو سکے مثلاً
جو میں گیہوں ملا دیے تو غاصب تادان دے گا اور اُس چیز کا مالک ہو جائے گا مگر غاصب اُس چیز سے نفع حاصل نہیں کر سکتا جب تک
تادان نہ دیدے یا مالک اسے معاف نہ کر دے یا قاضی اُس کے تادان کا حکم نہ کر دے یعنی مالک کی رضا مندی درکار ہے اور وہ ان
تینوں صورتوں سے ہوتی ہے۔ (در مختار، کتاب غصب)

دوسرے شخص کو غلام بیچنے کے بعد بیع اول کی اجازت کا بیان

قَالَ: فَإِنْ بَاعَهُ الْمُشْتَرَى مِنْ آخَرٍ ثُمَّ أَجَارَ الْمَوْلَى الْبَيْعَ الْأَوَّلَ لَمْ يَجُزْ الْبَيْعُ الثَّانِي لِمَا ذَكَرْنَا، وَلَئِنْ فِيهِ غَرَرٌ إِلَّا نَفْسًا عَلَى اغْتِيَابِ عَدَمِ الْإِجَارَةِ فِي الْبَيْعِ الْأَوَّلِ وَالْبَيْعُ يَنْفُسُ بِهِ، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ لَا يُؤَثِّرُ فِيهِ الْغَرَرُ.

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَبْعَهُ الْمُشْتَرَى فَمَاتَ فِي يَدِهِ أَوْ قِيلَ ثُمَّ أَجَارَ الْبَيْعَ لَمْ يَجُزْ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْإِجَارَةَ مِنْ شُرُوطِهَا قِيَامُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَاتَ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْقَتْلِ، إِذْ لَا يُمَكِّنُ إِجْتِبَابُ الْبَدَلِ لِلْمُشْتَرَى بِالْقَتْلِ حَتَّى يُعَدَّ بِاقِيًا بِبَقَاءِ الْبَدَلِ لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لِلْمُشْتَرَى عِنْدَ الْقَتْلِ مِلْكًا يُقَابَلُ بِالْبَدَلِ فَتَحَقَّقَ الْمَوْتُ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ الصَّحِيحِ لِأَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرَى ثَابِتٌ لِأَمَكْنِ إِجْتِبَابِ الْبَدَلِ لَهُ فَيَكُونُ الْمَبِيعُ قَائِمًا بِقِيَامِ خَلِيفِهِ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی نے شخص کی دوسرے آدمی کے غلام کو بیچ دیا اور اس کے بعد آقا نے بیع اول کی اجازت دے دی تو بیع ثانی جائز نہ ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بیع اول میں اجازت کا نہ ہونا فتح عقد میں دھوکہ بھی تو ہے اور بیع اس قسم کے دھوکے سے قاسد ہو جاتی ہے۔ بخلاف اعتاق کے کیونکہ شخصین کے نزدیک اعتاق میں دھوکہ مؤثر ہی نہیں ہے۔

اور جب مشتری نے غلام کو بیچا نہیں بلکہ وہ اس کے ہاں سے فوت ہو گیا یا قتل کر دیا گیا اس کے بعد آقا نے بیع اول کی اجازت دی تو یہ بیع جائز نہ ہوگی اسی دلیل کے سبب جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ معقود علیہ کا قیام اجازت کیلئے شرط ہے جبکہ موت سے معقود علیہ ہی ختم ہو چکا ہے اور اسی طرح قتل سے بھی ختم ہو گیا ہے کیونکہ قتل کے سبب سے مشتری کیلئے بدل کو ثابت کرنا ممکن نہ رہا ہے کہ بتائے بدل کی وجہ سے معقود علیہ کو باقی سمجھ لیا جائے کیونکہ قتل کے وقت مشتری کی ملکیت اس قسم کی نہ تھی جو بدل کا مقابل بن جاتی پس فوت ہونا ثابت ہو جائے گا۔ بخلاف بیع صحیح کے کیونکہ اس میں مشتری کی ملکیت ثابت ہے اور مشتری کو بدل ثابت کرنا بھی ممکن ہے پس خلیفہ کے قائم ہو جانے کی وجہ سے بائع کا قیام بھی تسلیم کر لیا جائے گا۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تا بانکہ کچھ وال لڑکی نے اپنا نکاح کھوسے کیا اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے وہاں کے قاضی کی اجازت پر موقوف ہوگا، یا وہ خود بائع ہو کر اپنے نکاح کو جائز کر دے تو جائز ہے رد کر دے تو باطل۔ اور اگر وہ جگہ ایسی ہو جو

قاضی کے تحت میں نہ ہوتو کلاخ منعقد ہی نہ ہوا کہ بروقت کلاخ کوئی بغیر نہیں تا بالغ عاقل غیر ماذون نے کسی چیز کو خریدایا بیچا اور ولی موجود ہے تو اجازت ولی پر موقوف ہے اور ولی نے اب تک نہ اجازت دی نہ رد کیا اور وہ خود بالغ ہو گیا تو اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہے اس کو اختیار ہے کہ جائز کر دے یا رد کر دے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

آقا کی اجازت کے بغیر کسی کے غلام کو بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ عَبْدَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ وَأَقَامَ الْمُشْتَرِي الْبَيْتَةَ عَلَى إِفْرَارِ النَّائِعِ أَوْ رَبِّ الْعَبْدِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْبَيْعِ وَأَرَادَ رَدَّ الْمَبْعُوحِ لَمْ يَقْبَلْ بَيْتُهُ) لِسْتَأْذِنِ فِي الدَّعْوَى، إِذَا الْبَائِعُ أَدَامَ عَلَى الشَّرَاءِ إِفْرَارَ مَنْهُ بِصَحَّتِهِ، وَالْبَيْتَةُ مَنِئِيَّةٌ عَلَى صَحَّةِ الدَّعْوَى (وَإِنْ أَقَرَّ الْبَائِعُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْقَاضِي) بَطُلَ الْبَيْعِ إِنْ طَلَبَ الْمُشْتَرِي ذَلِكَ، لِأَنَّ التَّاقُصَ لَا يَمْنَعُ صَحَّةَ الْإِفْرَارِ، وَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يُسَاعِدَهُ عَلَى ذَلِكَ فَيَتَحَقَّقَ الْإِتِّفَاقُ بَيْنَهُمَا، فَلِهَذَا شَرَطَ طَلَبَ الْمُشْتَرِي .

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ : وَذَكَرَ فِي الزِّيَادَاتِ أَنَّ الْمُشْتَرِي إِذَا صَدَّقَ مُدَّعَاهُ ثُمَّ أَقَامَ الْبَيْتَةَ عَلَى إِفْرَارِ النَّائِعِ أَنَّهُ لِلْمُسْتَحَقِّ تَقَبُّلٌ . وَفَرَّقُوا أَنَّ الْعَبْدَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي . وَفِي يِلْكَ الْمَسْأَلَةِ فِي يَدِ غَيْرِهِ وَهُوَ الْمُسْتَحَقُّ، وَشَرَطَ الرُّجُوعَ بِالْثَمَنِ أَنْ لَا يَكُونَ الْعَيْنُ سَالِمًا لِلْمُشْتَرِي .

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص کسی آدمی کے غلام کو اس کی اجازت کے بغیر بیچ دیا اور مشتری نے بائع کے اقرار پر یہ غلام کے مالک کے اقرار پر گواہی قائم کر دی۔ کہ اس نے بائع کو بیچنے کا حکم دیا ہے جبکہ مشتری نے بیچ کو واپس کرنا چاہا تو دعویٰ میں نقص کے سبب اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ مشتری کی طرف سے خریدنے پر اتمام کرنا صحت بیچ کا اقرار ہے جبکہ گواہی کی بناء صحت دعویٰ پر ہے۔ اور جب بائع قاضی کے پاس بھی اسی چیز کا اقرار کیا تو اب اگر مشتری چاہے تو بیچ باطل ہو جائے گی کیونکہ تناقض اقرار کی صحت کو روکنے والا نہیں ہے۔ جبکہ مشتری کو اس میں بائع کی جانب سے مطابقت کرنے کا اختیار ہے تاکہ دونوں میں اتفاق ہو جائے اسی سبب سے طلب مشتری کی شرط کو بیان کیا گیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زیادات میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ مشتری نے اگر اپنے مدعی کی تصدیق کی اس کے بعد اس نے بائع کے اقرار پر گواہی قائم کی کہ بیچ حقدار کی ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ جبکہ مشائخ فقہاء نے ان

دونوں میں فرق واضح کیا ہے کہ غلام مشتری کے قبضہ میں ہے جبکہ زیادات والے مسئلہ میں غلام مشتری کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ میں ہے اور وہ دوسرا حقدار ہے اور دشمن سے رجوع کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ مشتری کیلئے عین سالم نہ رہے۔

شرح

نایج افکار کی یہ روایت کافی ہے جو کہ یہ ہے اور جس شخص نے دوسرے کو کہا کہ مجھ پر فروخت کراں (منقول از حاشیہ رد مختار، باب الفضولی) مگر یہ کہ مشتری غلام اس کے حوالے کر دے جس کے لئے اس نے خرید یعنی سوائے اس کے بیچ جائز نہ ہوگی کہ مشتری خرید اہوا غلام اس کے حوالے کر دے جس کے لئے اس نے خرید اور ممکن ہے کہ معنی یوں ہو مگر اذیت بیچ جائز ہوگی جب مشتری خرید اہوا غلام اس فلاں کے سپرد کر دے جس کی خاطر وہ غلام خریدا گیا اور مسلم کا قائل ضمیر ہو جو مشتری کی طرف لوثی ہے، یہ اختلاف دو روایتوں پر مبنی ہے مشتری کی راء پر کسرہ اور فتح کے ساتھ تو اس طرح یہ بی بی بیچ ہوگی اور اس کی یعنی فلاں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دشمن ادا کرے اس کو لے لے کیونکہ وہ تعاطی کے ساتھ مشتری ہو گیا ہے اس فضولی کی طرح جو کسی شخص کے لئے کچھ خریدے وہ چیز اس کے حوالے کر دے جو اس کے لئے خریدی گئی (عنا یہ)

مگر یہ کہ مشتری وہ غلام اس کے حوالے کر دے، لفظ مشتری دو طرح سے روایت کیا گیا راء کے کسرہ اور فتح کے ساتھ، کسرہ کی صورت میں مشتری فاعل ہوگا اور ماتن کا قول لہ کا یعنی لا جملہ ہوگا اور مفعول ثانی محذوف ہوگا جو کہ الیہ ہے تو اس طرح عبارت مذکورہ کا معنی یہ ہوگا مگر یہ کہ فضولی (مشتری) وہ غلام جو فلاں کی وجہ سے اس نے خریدادہ فلاں کے حوالے کر دے، اور فتح کی صورت میں مشتری لہ بغیر حرف جر کے مفعول ثانی ہوگا اور مشتری لہ وہ فلاں ہی ہے اور مسلم کا قائل وہ ضمیر ہوگی جو مشتری کی طرف لوثی ہے تو اس طرح عبارت مذکورہ کا معنی یہ ہوگا مگر یہ کہ وہ فضولی (مشتری) غلام کو مشتری لہ (جس کے لئے خرید گیا) کے حوالے کر دے اور وہ یعنی مشتری لہ وہ فلاں ہی ہے،

دوسرے آدمی کا گھر بیچ دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَاعَ دَارًا لِرَجُلٍ وَأَدْخَلَهَا الْمُشْتَرِي فِي بَيْتَانِهِ لَمْ يَضْمَنْ الْبَائِعُ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ آخِرًا، وَكَانَ يَقُولُ أَوَّلًا: يَضْمَنْ الْبَائِعُ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهِيَ مَسْأَلَةُ عَصَبِ الْعَقَارِ وَسَبِيئُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کا گھر بیچ دیا اور مشتری نے اس کو اپنی دیواروں میں داخل کر لیا تو امام عظیم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بائع اس کا ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا دوسرا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ

پہلے قول میں کہتے ہیں کہ بائع ضامن ہوگا اور امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے اور زمین غصب کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے جس کو ہم ان شاء اللہ باب غصب میں بیان کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

شرح

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مکان خرید اور اس میں تعمیر کی پھر کسی نے وہ مکان اپنا ثابت کر دیا تو مشتری بائع سے صرف ثمن لے سکتا ہے عمارت کے مصارف نہیں لے سکتا۔ یونہی مشتری نے مکان کی مرمت کرائی تھی یا کو آں کھدوایا یا صاف کرایا تو ان چیزوں کا معاوضہ نہیں مل سکتا اور اگر دستاویز میں یہ شرط لکھی ہوئی ہے کہ جو کچھ مرمت میں صرف ہوگا بائع کے ذمہ ہوگا تو بیع ہی فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کو آں کھودولیا اور اینٹ پتھروں سے وہ جوڑا گیا تو کھودنے کے دام نہیں ملیں گے پٹائی کی قیمت ملے گی اور اگر یہ شرط تھی کہ بائع کے ذمہ کھدائی ہوگی تو بیع فاسد ہے۔ (درمختار، کتاب بیوع)

اگر غاصب سے خریدنے والے نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا اس نے آگے پھر اس نے آگے فروخت کر دیا حتیٰ کہ وہ کئی جگہ فروخت ہوا، اب مالک نے ان عقود میں سے کسی ایک عقد کی اجازت دے دی تو خاص وہ عقد نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ تمام عقود مالک کی اجازت پر موقوف تھے تو جس کی اجازت اس نے دی وہی بطور خاص نافذ ہو گیا۔ (جامع صغیر، احکام بیوع)

باب النکاح

﴿یہ باب بیع مسلم کے بیان میں ہے﴾

باب بیع مسلم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمور ہارنی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب بیع مختلف اقسام و انواع کو بیان کر رہے ہیں جن میں عوسین یا دونوں میں سے کسی ایک پر قبضہ شرط نہیں ہے۔ تو اس کے بعد اب بیع سے متعلق ایسا باب بیان کر رہے ہیں جو یہ قبضہ شرط ہے۔ اور باب بیع مسلم کو باب بیع صرف پر مقدم کرنے کا سبب یہ ہے۔ کیونکہ اس میں عوسین میں سے کسی ایک پر قبضہ شرط ہے اور یہ مفرد ہے اور مفرد ہمیشہ مرکب سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ لہذا بیع مسلم بیع کی وہ قسم ہے جس میں جن جلدی وصول کر لی جاتی ہے۔ جبکہ فقہاء کی اصطلاح میں عاجل سے بکلت کے ساتھ اخذ کرتا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ ج ۹، ص ۳۸۶، بیروت)

بیع مسلم کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ بن ابی الجراح سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد بن ہاد اور ابو بردہ بیع مسلم کے متعلق اختلاف کرنے لگے تو ان لوگوں نے کہا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ کہیں جو حنفی اور شافعی میں بیع مسلم کیا کرتے تھے اور میں نے ابن ابی زبئی سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح بیان کیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2121)

بیع مسلم کا فقہی مفہوم و شرائط

بیع مسلم اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو نقد روپیہ دے اور کچھ کراچی مدت کے بعد مجھ کو تم ان روپوں کے بدل میں تانہ یا بدل فلان قسم والے دے۔ یہ بالا جماع مشروع ہے۔ عام بول چال میں اسے بدعتی کہتے ہیں۔ جو روپیہ دے اس کو ربسم اور جس کو دے اسے مسلم الیہ اور جو مال دیا ٹھہرا اسے مسلم فیہ کہتے ہیں۔ بیع مسلم پر فقط سلف کا بھی طلاق ہو ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ فقط سلف مال عراق کی منت ہے اور فقط مسلم اہل حجاز کی منت ہے اسکی بیع کو عام بیعوں میں فقط بدعتی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مسلم ایک بیع کا نام ہے جس میں بیع عاجل اور سخن معجل ہوتا ہے یعنی خریدی جانے والی چیز بعد میں دہائی ہے اور اس کی قیمت پہلے ہی دی جاتی ہے۔

اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ زید نے بکر سے مثلاً ایک سو 100 روپے کے عوض دو گن جیہوں کی خریداری کا معاہدہ کیا یا بکر زید نے بکر کو ایک سو روپے دے دیئے اور اسے ملے کر دیا کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کے عوض فلاں قسم کے دو گن

گیوں تم نے لے لوں گا اس بیع و معاوضہ کو عربی میں مسلم کہتے ہیں بعض مواقع پر سلف بھی کہا جاتا ہے اپنی زبان میں اسے بدھنی سے موسوم کیا جاتا ہے اس بیع کے مشتری یعنی خریدار کو عربی میں رب مسلم ثمن یعنی قیمت کو راس المال بیع یعنی بیچنے والے کو مسلم الیہ اور بیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔

یہ بیع شرعی طور پر جائز و درست ہے بشرطیکہ اس کی تمام شرائط پائی جائیں اور تمام شرائط کی تعداد سولہ ہے اس طرح کہ چھ -
 شرطوں کا تعلق تو راس المال یعنی قیمت سے ہے اور دس شرطوں کا تعلق مسلم فیہ یعنی بیع سے ہے۔

راس المال کی شرائط کا بیان

راس المال سے متعلق چھ شرطیں یہ ہیں۔

- ۱۔ جنس کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا اشرفیاں ہیں اور یا روپے ہیں۔
- ۲۔ نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے چاندی کے ہیں یا گلت کے ہیں یا نوٹ ہیں۔
- ۳۔ صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ روپے کھرے ہیں یا کھوٹے ہیں۔
- ۴۔ مقدار کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ روپے سو ہیں یا دوسو ہیں۔
- ۵۔ روپے نقد دینا و عدد پر نہ رکھنا۔
- ۶۔ اور جس مجلس میں معاملہ طے ہوا اس مجلس میں بیچنے والے کا راس المال پر قبضہ کر لینا۔

مسلم فیہ کی شرائط کا بیان

مسلم فیہ سے متعلق دس شرطیں یہ ہیں۔

- ۱۔ جنس کو بیان کرنا مثلاً یہ واضح کر دینا کہ مسلم فیہ گےہوں ہے یا جو ہے اور یا چنا ہے۔
- ۲۔ نوع کو بیان کر دینا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ غلات قسم یا غلاں جگہ کے ہیں۔
- ۳۔ صفت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ مثلاً گےہوں اچھے ہیں یا خراب ہیں۔
- ۴۔ مسلم کی مقدار کو بیان کر دینا کہ مثلاً ایک من ہیں یا دو من ہیں۔
- ۵۔ مسلم فیہ کا ذریعہ یا ذریعہ یا عددی ہونا تاکہ اس کا تعین و اندازہ کیا جاسکے۔
- ۶۔ مدت کو بیان کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ یہ چیز اتنی مدت کے بعد مثلاً ایک مہینہ یا دو مہینہ میں یا چار مہینہ میں لیس گے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ کم سے کم مدت ایک مہینہ ہونی چاہیے۔
- ۷۔ مسلم فیہ کا موقوف و معدوم نہ ہونا یعنی یہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے اداائے گی کے وقت تک بازار میں برابر مل سکے تاکہ معدوم کی بیع لازم نہ آئے۔

8- بیع مسلم کا معاملہ بغیر شرط خیار کے طے ہونا یعنی اس بیع میں خیار بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کر دینے کے اعتبار کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔

9- اگر مسلم فی ایسی وزن دار چیز ہے جس کی بار برداری دینا پڑے تو اس کے دینے کی جگہ کو متعین کرنا یعنی یہ واضح کر دینا کہ میں یہ چیز فلاں جگہ یا فلاں مقام پر دوں گا۔

10- مسلم فیہ کا ایسی چیز ہونا جو جس نوع اور صفت بیان کرنے سے متعین و معلوم ہو جاتی ہو جو چیز ایسی ہو کہ جس نوع اور صفت بیان کرنے سے معلوم و متعین نہ ہوتی ہو جیسے حیوان یا بعض قسم کے کپڑے تو اس میں بیع مسلم جائز نہیں۔

اہل حجاز و عراق کی لغت میں مسلم و سلف کا بیان

السلام : لغة أهل الحجاز، والسلف : لغة أهل العراق . سمي مسلماً لتسليم رأس ماله في المجلس، وسلفاً لتقديمه، ويقال السلف للقروض . وهو جائز بالإجماع . قال ابن المنذر : أجمع كل من نحفظ عنه أن السلام جائز . وقال ابن عباس أشهد أن السلف المضمون إلى أجل مسمى أحله الله في كتابه، وأذن فيه، ثم قرأ يا أيها الذين آمنوا إذا قدامتكم بدين إلى أجل مسمى (البقرة 282) : يرواه سعيد . ينقد بكل ما بدل عليهم من سلم وسلف ونحوه .

بیع مسلم کی مشروعیت کا بیان

السَّلَامُ عَقْدٌ مَشْرُوعٌ بِالْكِتَابِ وَهُوَ آيَةُ الْمُدَايَنَةِ، فَقَدْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَحَلَّ السَّلَفَ الْمَضْمُونِ وَأَنْزَلَ فِيهَا أَطْوَلَ آيَةٍ فِي كِتَابِهِ، وَقَالَ قَوْلُهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَدَّامْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ) الْآيَةُ . وَبِالسَّيِّئَةِ وَهُوَ مَا رَوَى " (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْإِنْسَانِ وَرَخَّصَ فِي السَّلَامِ) وَالْقِيَاسُ وَإِنْ كَانَ بَابَهُ وَلَكِنَّا تَرَكْنَاهُ بِمَا رَوَيْنَاهُ . وَوَجْهُ الْقِيَاسِ أَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ إِذَا الْمَبِيعُ هُوَ الْمُسْلِمُ فِيهِ .

ترجمہ

مسلم وہ عقد ہے جو کتاب اللہ کے ساتھ مشروع ہے۔ اور وہ آیت مدایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مضمون سلف کو حلال کیا ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اس کے بارے میں حویلیت

باز فرمائی ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ آجَلٍ مِّنْهُ فَاكْتُبُوا“ اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو۔ اور بیع مسلم کی مشروعیت سنت سے بھی ثابت ہے۔ جو روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی چیز کی بیع سے منع کیا ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور مسلم کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ قیاس مسلم کا انکار کرنے والا ہے لیکن ہم نے روایت کردہ حدیث کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ یہ معدوم کی بیع ہے۔ جبکہ مسلم فی بیع ہی ہے۔

بیع مسلم کے شرعی ماخذ کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ آجَلٍ مِّنْهُ فَاكْتُبُوا وَلَيْسَ كِتَابُكُمْ كِتَابُ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْتِ كِتَابٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتْلِ اللَّهُ رَبَّهُ وَلَا يَنْتَحَسْ مِنْهُ شَيْءٌ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْطِيعُ أَنْ يُمْلِئَ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلْيَهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ قَرَضُونَ مِنَ الشَّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْتِ الشَّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْمَعُوا أَنْ تَكْتُبُوا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ آجَلٍ ذَلِكَُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ بَيْعًا حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كِتَابٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفَعَّلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمُ اللَّهُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (البقرہ، ۲۸۲)

ترجمہ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو۔ تو اسے لکھ لو اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے۔ تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس بات پر حق ہے وہ لکھنا چاہئے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو لکھانہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے، اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے۔ پھر اگر دوسرے ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے جو جن کو پسند کرو، کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس کو دوسری یا دو دادے، اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھ کر لو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات

ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سر درست کا سودا درست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو مخرر دیا جائے، نہ گواہ کو (یا، نہ لکھنے والے مخرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا شقاق ہوگا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے، (کنز الایمان)

صدر الافضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

خواہ وہ دین مجرب ہو یا شمس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ اس سے صحیح مسلم مراد ہے صحیح مسلم یہ ہے کہ کسی چیز کو بیشک قیمت لے کر فروخت کیا جائے اور صحیح مشرتی تو سپرد کرنے کے لئے ایک مدت معین کر لی جائے اس صحیح کے جواز کے لئے جنس، نوع، صفت، مقدار، مدت اور مکان ادا اور مقدار اس المال ان چیزوں کا معلوم ہونا شرط ہے۔

لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے نہ فریقین میں سے کسی کی رو رعایت۔

حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وحید نویسی کا علم دیا بتعمیر و تہدیل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمانوں کی حاجت برآری اور نفع علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر "لا یخصار کتابتہ" سے منسوخ ہوئی۔

یعنی اگر مدیون بھون و ناقص العقل یا بچہ یا شیخ فانی ہو یا گونگا ہونے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے اپنے مدعی کا بیان نہ کر سکتا ہو۔ گواہ کے لئے حریت و بلوغ مع اسلام شرط ہے کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔

مسئلہ: تنہا عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ وہ چار کیوں نہ ہوں مگر جن امور پر مرد و مطلق نہیں ہو سکتے جیسے کہ بچہ جننا یا کرہ ہوتا اور نسائی عیوب اس میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے مسئلہ: حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادت بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت بھی مقبول ہے۔ (مدارک و احمدی) جن کا عادل ہونا جنہیں معلوم ہو اور جن کے صالح ہونے پر تم اعتماد رکھتے ہو۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اداۓ شہادت فرض ہے جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپنا جائز نہیں یہ حکم حدود کے سوا اور امور میں ہے لیکن حدود میں گواہ کو اظہار و اختفاء اختیار ہے بلکہ اختفاء افضل ہے حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستاری کرے گا لیکن چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے گواہی میں یہ کہنے پر اکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

چونکہ اس صورت میں لین دین ہو کر معاملہ ختم ہو گیا اور کوئی اندیشہ باقی نہ رہا نیز ایسی تجارت اور خرید و فروخت بکثرت جاری رہتی ہے اس میں کتابت و اشہاد کی پابندی شاق و گراں ہوگی۔
یہ مستحب ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

"بُيُضَاءُ" میں دو احتمال ہیں مجہول و معروف ہونے کے قراءۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما اولیٰ کی اور قراءۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بانی کی مویۃ ہے پہلی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اہل معاملہ کا تینوں اور گواہوں کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ: اگر اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں تو انہیں مجبور کریں اور ان کے کام چھڑائیں یا حق کتابت نہ دیں یا گواہ کو سفر خرچ نہ دیں اگر وہ دوسرے شے سے تادیب دوسری تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ کتاب و شاہد اہل معاملہ کو ضرر نہ پہنچائیں اس طرح کہ باوجود فرصت و فراغت کے نہ انہیں یہ کتابت میں تحریف و تہلیل زیادتی دینی و کمی کریں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

بیع سلم و متعلقات کے بیان میں فقہی تصریحات

یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے جس میں ادھار سے تعلق رکھنے والے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کی ہدایت دی جارہی ہے۔ مثلاً جائیدادوں کے بیع نامے، بیع سلم کی تحریر یا ایسے تجارتی لین دین کی تحریر جس میں پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ ابھی قابل ادائیگی ہو۔ تاکہ بعد میں اگر کوئی نزاع پیدا ہو تو یہ تحریر شہادت کا کام دے سکے اور یہ حکم احتیاطاً ہے واجب نہیں۔ چنانچہ اگر فریقین میں باہمی اعتماد و اتنا زیادہ ہو کہ باہمی نزاع کی صورت کا امکان ہی نہ ہو یا محض قرض کا معاملہ ہو اور اس طرح موثق تحریر سے کسی فریق کے اعتماد کو نہیں پہنچتی ہو تو محض یادداشت کے لئے کوئی فریق اپنے پاس ہی لکھ لے تو یہ بھی کافی ہو سکتا ہے۔

ہمارے ہاں آج کل ایسی تحریروں کے سند یافتہ ماہرین موجود ہیں جنہیں وثیقہ نویس کہا جاتا ہے۔ وثیقہ نویس تقریباً انہی اصولوں کے تحت سرکاری کاغذات پر ایسے معاہدات لکھ دیتے ہیں اور چونکہ یہ ایک مستقل فن اور پیشہ بن چکا ہے۔ لہذا ان کے انکار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر جب کہ معاملہ میں کوئی قانونی قسم ہو۔

یعنی معاہدہ کی اہم اس شخص کو کروانی چاہئے جو مقروض ہو کیونکہ ادائیگی کا بار اس کے سر پر ہے۔ ہاں اگر وہ لکھوانے کی پوری سمجھ نہیں رکھتا تو اس کا ولی (سرپرست) اس کے وکیل کی حیثیت سے اس کی طرف سے لکھوا سکتا ہے۔ یہ ولی اس کا کوئی رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے اور غیر رشتہ دار بھی۔ جو سمجھدار ہو اور مقروض کا خیر خواہ ہو یا معروف معنوں میں وکیل بھی ولی کی حیثیت سے اہلکار و اسکتا ہے۔

تحریر کے بعد، اس تحریر پر دو ایسے مسلمان مردوں کی گواہی ہونا چاہئے جو معاشرہ میں قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں۔ اور اگر معاملہ میوں کے درمیان ہو تو گواہ ڈی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور اگر بوقت تحریر دو مسلمان قابل اعتماد گواہ میسر نہ آئیں تو ایک مرد اور دو عورتیں بھی گواہ بن سکتی ہیں۔ اور اگر ایک بھی مرد میسر نہ آئے تو چار عورتیں گواہ نہیں بن سکتیں۔ اور گواہی کا یہ نصاب صرف مالی معاملات کے لئے ہے۔۔۔ مثلاً زنا اور قذف کے لئے چار مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ چوری اور نکاح و طلاق کے لئے دو

مردوں ہی کی گواہی ہوگی۔ (دیوالیہ) کے لئے اس قبیلے کے تین مردوں کی، روایت ہلال کے لئے صرف ایک مسلمان کی اور رضاعت کے ثبوت کے لئے صرف ایک متعلقہ عورت (دایہ) ہی گواہی کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے اور حدیث کی رو سے یہ عورتوں کے نقصان عقل کی بنا پر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زبانی گواہی کی ضرورت اس وقت پیش آئے گی جب اس معاملہ کی ایسی جزئیات میں نزاع پیدا ہو جائے جنہیں تحریر میں نہ لایا جاسکے اور معاملہ عدالت میں چلا جائے۔ ورنہ تحریر تو کی ہی اس لئے جاتی ہے کہ بعد میں نزاع پیدا نہ ہو۔ اور شہادتیں پہلے سے ہی اس تحریر پر ثبت کی جاتی ہے۔

جب سے اہل مغرب نے مساوات مرد و زن کا نعرہ لگایا ہے اور جمہوری نظام نے عورت کو ہر معاملہ میں مرد کے برابر حقوق عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت سے اس آیت کے اس جملہ کو بھی مسلمانوں ہی کی طرف سے تاویل و تفسیک کا نشہ نہ بنایا جا رہا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر کر کے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی حق تلفی کی ہے۔ پاکستان میں اپنا کی مغرب زدہ مہذب خواتین نے بڑی دریدہ دہنی سے کام لیا اور اس کے خلاف ان عورتوں نے جلوس نکائے اور بینرز لکھوائے گئے کہ اگر عورت کا حق مرد سے نصف ہے تو فرانس بھی نصف ہونے چاہئیں عورتوں پر اڑھائی نمازیں، پندرہ روزے اور نصف حج فرض ہونا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ طبقہ اڑھائی نمازیں تو درکنار ایک نماز بھی پڑھنے کا روادار نہیں۔ وہ خود اسام سے بیزار ہیں ہی، ایسے پراپیگنڈے سے ایک تو وہ حکومت کو مرعوب کرنا چاہتی ہیں کہ وہ ایسا کوئی قانون نہ بنائے جس سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ دوسری سادہ لوح مسلمان عورتوں کو اسلام سے برگشتہ کر سکیں۔

حالاںکہ یہاں حقوق و فرائض کی بحث ہے ہی نہیں۔ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اسے یہ دلدلا دے۔ اس میں نہ عورت کے کسی حق کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اس کی تحقیر ہوتی ہے۔ بات صرف نسیان کی ہے اور وہ بھی اس جزئیات میں جو تحریر میں آنے سے روک لی گئی ہوں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت بھول سکتی ہے تو کیا مرد نہیں بھول سکتا۔ تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون عام حالات کے مطابق وضع کئے گئے ہیں اور ان کا وضع خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جو اپنی مخلوق کی خامیوں اور خوبیوں سے پوری طرح واقف ہے۔ عورت پر حیض، نفاس اور حمل اور وضع حمل کے دوران کچھ ایسے اوقات آتے ہیں جب اس کا دماغی توازن برقرار نہیں رہ سکتا۔ اور کھلم کھلا قدیم و جدید سب عورت کی ایسی حالت کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ان مغرب زدہ خواتین کا یہ اعتراض بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ مرد اپنی جسمانی ساخت اور قوت کے لحاظ سے عورت سے مضبوط ہوتا ہے۔ لہذا حمل اور وضع حمل کی ذمہ داریاں مرد پر ڈالنا چاہئے تھیں نہ کہ عورت پر جو پہلے ہی مرد سے کمزور ہے۔

اور اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عورت اپنی اصل کے لحاظ سے ایسی عدالتی کاروائیوں سے سبکدوش قرار دی گئی ہے۔ یہ مسلمان اپنا مزاج ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر کھینچ لانے کو پسند نہیں کرتا۔ جبکہ موجودہ مغربی تہذیب اور نظام جمہوریت اسلام کے

اس کلیہ کی عین ضد ہے۔ عورت کی گواہی کو صرف اس صورت میں قبول کیا گیا ہے جب کوئی دوسرا گواہ میسر نہ آ سکے اور اگر دوسرا گواہ میسر آ جائے تو اسلام عورت کو شہادت کی ہرگز زحمت نہیں دیتا۔

عورت کے اسی نسیان کی بنا پر فوجداری مقدمات میں اس کی شہادت قائل قبول نہیں کیونکہ ایسے مقدمات میں معاملہ کی نوعیت عین ہوتی ہے۔ مالی معاملات میں عورت کی گواہی قبول تو ہے لیکن دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر رکھا گیا ہے۔ اور عائلی مقدمات میں چونکہ زوجین ملوث ہوتے ہیں اور وہ ان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ جہاں نسیان کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لہذا ایسے مقدمات میں میاں بیوی دونوں کی گواہی برابر نوعیت کی ہوگی اور وہ معاملات جو بالخصوص عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہاں عورت کی گواہی کو مرد کے برابر ہی نہیں بلکہ معتبر قرار دیا گیا ہے مثلاً مرضعہ اگر رضاعت کے متعلق گواہی دے تو وہ دوسروں سے معتبر سمجھی جائے گی۔ خواہ یہ دوسرے کوئی عورت ہو یا مرد ہو۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں نہ عورت کی تحقیر بیان ہوئی ہے اور نہ کسی حق کی حق تلفی کی گئی ہے بلکہ رزاق عالم نے جو بھی قانون عطا فرمایا ہے وہ کسی خاص مصلحت اور اپنی حکمت کاملہ سے ہی عطا فرمایا ہے اور جو مسلمان اللہ کی کسی آیت کی نصیحت کرتا یا مذاق اڑاتا ہے اسے اپنے ایمان کی خیر ماننا چاہئے۔ اور ایسے لوگوں کو اسلام سے منسلک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دل سے تو وہ پہلے ہی اللہ کے باغی بن چکے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کو کافروں سے بھی زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یعنی جب نزاع کی صورت پیدا ہو کر معاملہ عدالت میں چلا جائے اور انہیں زبانی گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بات کتمان شہادت کے ذیل میں آتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

اس جملہ میں انسان کی ایک فطری کمزوری کو واضح کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ فریقین خواہ کس قدر قائل اعتماد ہوں اور ان میں نزاع کی توقع بھی نہ ہو اور معاملہ بھی خواہ کوئی چھوٹا سا ہوتا ہم بھول چوک اور نسیان کی بنا پر فریقین میں نزاع یا بدظنی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہذا قاعدہ دستاویز مذکور فریقین کو یا فریقین میں سے کسی اذیک کو یا دداشت کے طور پر ضرور لکھ لینا چاہئے۔ یہ حکم صرف اس صورت میں ہے جبکہ لین دین کا کوئی اہم معاملہ ہو اور لین دین کرنے کے بعد بھی اس میں نزاع کا احتمال موجود ہو۔

اس کی کئی صورتیں ممکن ہیں مثلاً ایک یہ کہ کسی شخص کو کاتب بننے یا گواہ بننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ کاتب یا گواہ کی گواہی اگر کسی فریق کے خلاف جاتی ہے تو انہیں تکلیف نہ پہنچائے جیسا کہ آج کل مقدمات میں اکثر ایسا ہوتا ہے اور فریق مخالف گواہوں کو یا بیشیہ نویس کو اس قدر دھمکیاں اور تکلیفیں دینا شروع کر دیتا ہے کہ وہ گواہی نہ دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں یا پھر غلام گواہی دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور تیسری صورت انہیں نقصان پہنچانے کی یہ ہے کہ انہیں عدالت میں بلایا تو جائے لیکن انہیں آمد و رفت اور کھانے پینے کا خرچہ تک نہ دیا جائے۔

بیع سلم کے تعین مدت میں مذہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ بچپلوں میں ایک سال دو سال تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے یعنی بیٹگی قیمت دیکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد بچل بچھا دینا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز کی بیع سلم کرے اسے چاہئے کہ تعین پیمانہ وزن اور معین مدت کے ساتھ سلم کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور لوگ بچپلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے سلم کرتے تھے (یعنی ادھار بیع کرتے تھے) تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی کھجور میں سلم کرے تو مقررہ اپ میں یا مقررہ وزن میں ایک مقررہ میعاد تک سلم کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب بیوع)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع جاری ہو اگر وہ پیمانہ سے ناپ کر لی دی جاتی ہے تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس پیمانے ہوگی یا پندرہ پیمانے اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعہ لی دی جاتی ہے تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس سیر ہوگی یا پندرہ سیر اسی طرح سلم میں خریدی جانے والی چیز کی ادائے کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تعین مدت ضروری اور شرط نہیں ہے۔

مکملی و موزونی اشیاء میں بیع سلم کے جواز کا بیان

قَالَ (وَهُوَ جَائِزٌ فِي الْمَكِيلَاتِ وَالْمَوْزُونَاتِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (مَنْ أَسْلَمَ مِنْكُمْ فَلَيْسَ سَلِمَ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوزنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ) وَالْمُرَادُ بِالْمَوْزُونَاتِ غَيْرِ الذَّرَائِمِ وَاللَّذَانِ يَرِ لَأَتَهُمَا أَتَمَّانَ ، وَالْمُسْلِمُ فِيهِ لَا بَدَأَ أَنْ يَكُونَ مُقْسَمًا فَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ فِيهِمَا ثُمَّ قِيلَ يَكُونُ بِاطِّلَا ، وَقِيلَ يَنْعَقِدُ بَيْعًا يَتَمُّ مَوْجَلٍ تَحْصِيلًا لِمَقْصُودِ الْمُتَعَاقِدِينَ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ ، وَالْعَبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ لِأَنَّ التَّضَحِيحَ إِنَّمَا يَجِبُ فِي مَحَلٍّ أَوْجَبَا الْعَقْدَ فِيهِ وَلَا يُمَكِّنُ ذَلِكَ .

فرمایا: بیع سلم ملکیتی و موزونی اشیاء میں جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو بیع سلم کرے اسے چاہے کہ معین بنے اور معین وزن میں مقررہ مدت تک کرے۔ جبکہ موزونات سے مراد درابم و دانیر کے سوا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں شمن ہیں۔ حالانکہ مسم فیہ بیع ہونا لازم ہے۔ لہذا درابم و دانیر میں بیع سلم درست نہ ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں بیع سلم ہائس ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ممکن حد تک دونوں عقد کرنے والوں کے مقصد کے حصول کیلئے ادھاری شمن کے بدلے بیع کا اعتقاد ہو جائے گا کیونکہ عقد میں معانی کا اعتبار ہی کیا جاتا ہے۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے کیونکہ عقد کو درست قرار دینا اسی محل میں واجب ہوگا جس میں عقد کرنے والوں نے عقد کو لازم کیا ہے اور وہ یہاں ممکن ہی نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہ لوگ ایک اور دو سال کے ادھار پر پھلوں کی بیع کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ اور میں بیع سلم کرے تو مقررہ وزن اور معلوم ماپ میں مقررہ مدت تک کے لئے بیع کرے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1625)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں: اجمعوا علی انه ان كان في السلم ما يكال او يوزن فلا بد فيه من ذكر الكيل المعلوم و الوزن المعلوم فان كان فيما لا يكال و لا يوزن فلا بد فيه من عدد معلوم یعنی اس امر پر اجماع ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماپ یا وزن کے قابل ہیں ان کا وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اس قسم کے لین دین کا عام رواج تھا۔ فی الحقیقت کاشتکاروں اور صنموں کو پیشگی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اگر نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

(فتح الباری شرح بخاری، کتاب بیوع)

بیع سلم میں اختلاف ہو جانے کا بیان

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن شداد اور ابو بردہ کے درمیان بیع سلف کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو انہوں نے مجھے عبد اللہ بن اونی کے پاس بھیجا، میں نے ان سے بیع سلف کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادوار میں یہاں جو کچھ اور کشش کے اندر بیع سلف کیا کرتے تھے، ابن کثیر نے اس میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ ان لوگوں سے بیع سلم کیا کرتے تھے جن نے پاک یہ چیزیں نہیں ہوتی تھیں، اس سے آگے وہ دونوں متفق ہیں اور میں نے ابن ابی زبی سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بھی ایسی ہی جواب دیا۔ (شمن ابوداؤد و کتاب بیوع)

شیخ محمد ام الدین مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تاپ میں پیمانہ یا گز اور تول میں سیر وغیرہ باٹ ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہو سکے تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو سکے اور اگر کوئی برتن گھڑایا ہانڈی مقرر کر دیا کہ اس سے تاپ کر دیے جائے گا اور معصوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کر دیا کہ اس سے تول جائے گا اور معصوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک لکڑی معین کر دی کہ اس سے تاپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی سبب یا ہٹلاں کے ہاتھ سے پکڑا نا پاجائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کتنی گرو اور انگل کا ہے یہ سب صورتیں ناجائز ہیں اور بیع میں ان چیزوں سے نہ پایا یا وزن نہ کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیع میں بیع کے تاپنے یا تولنے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اسی وقت تاپ تول سستے ہیں اور سلم میں ایک مدت کے بعد تاپچے اور تولتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اتنا زبردستی کرنے کے بعد وہ چیز باقی نہ رہے اور چھڑا واقع ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، کتاب بیوع)

شمار کی گئی اور گز کے ذریعے تاپنے والی اشیاء میں بیع سلم کا بیان

قَالَ (وَكَذَا فِي الْمَذْرُوعَاتِ) لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ ضَبْطَهَا بِذِكْرِ اللَّارِجِ وَالصَّفَةِ وَالصَّنْعَةِ، وَلَا بُدَّ مِنْهَا لِرَفْعِ الْجِبَالَةِ فَيَتَحَقَّقُ شَرْطُ صِحَّةِ السَّلَمِ، وَكَذَا فِي الْمَعْدُودَاتِ الَّتِي لَا تَتَفَارَقُ كَالْحُجُورِ وَالْبَيْضِ، لِأَنَّ الْعَدَدِيَّ الْمُتَقَارِبَ مَعْلُومُ الْقَدْرِ مَضْبُوطُ الْوَصْفِ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ فَيَجُوزُ السَّلَمُ فِيهِ، وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ فِيهِ سَوَاءٌ لِاصْطِلَاحِ النَّاسِ عَلَى إِهْدَارِ التَّفَاوُتِ، بِخِلَافِ الْبَطِيخِ وَالرَّمَانِ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتُ أَحَادُهُ تَفَاوُتًا فَاحِشًا، وَيَتَفَاوَتُ الْآخِادُ فِي الْمَالِيَةِ يُعَرَّفُ الْعَدَدِيُّ الْمُتَقَارِبُ .

وَعَنْ أَبِي خَرِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي بَيْضِ النِّعَامَةِ لِأَنَّهُ يَتَفَاوَتُ أَحَادُهُ فِي الْمَالِيَةِ، ثُمَّ كَمَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِيهَا عَدَدًا يَجُوزُ كَيْلًا. وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ كَيْلًا لِأَنَّهُ عَدَدِيٌّ وَلَيْسَ بِمَكِيلٍ. وَعَنْهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ عَدَدًا أَيْضًا لِلتَّفَاوُتِ .

وَلَمَّا أَنَّ الْمَقْدَارَ مَرَّةً يُعَرَّفُ بِالْعَدَدِ وَتَارَةً بِالْكَيْلِ، وَإِنَّمَا صَارَ مَعْدُودًا بِالِاصْطِلَاحِ فَصِيرٌ مَكِيلًا بِالِاصْطِلَاحِ هُمَا وَكَذَا فِي الْقُلُوسِ عَدَدًا. وَقِيلَ هَذَا عِنْدَ أَبِي خَرِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا أَمَّا نَ .

وَلَهُمَا أَنَّ السَّعْيَةَ فِي حَقِّهِمَا بِاصْطِلَاحِهِمَا فَتَبْطُلُ بِاصْطِلَاحِهِمَا وَلَا تَعُودُ وَزَيْدًا وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

ترجمہ

فرمایا: اور اسی طرح گز کے ذریعے تاپنے والی اشیاء میں بیج سلم جائز ہے کیونکہ تاپنے کے ذریعے صفت و بناوٹ کو بیان کر کے دینا ممکن ہے۔ اور ان امور کو بیان کرنا اس لئے ضروری ہے تاکہ جہالت دور ہو جائے۔ اور بیج سلم کی درختی کی شرط ثابت ہو جائے۔ اور اسی طرح شمار کی گئی اشیاء میں بھی بیج سلم جائز ہے۔ کیونکہ ان میں فرق نہیں ہوتا۔ جس طرح اخروٹ اور انڈے ہیں۔ کیونکہ عدد والی اشیاء فقہاء معلوم کے قریب، وصف میں مضبوط اور سیرد کرنے کے اہل ہوتی ہیں۔ لہذا ان میں بیج سلم جائز ہے اور عدم تفاوت سے اعتبار سے اور لوگوں کے اتفاق کے سبب ان میں چھوٹا بڑا برابر ہیں۔ بخلاف انار و خربوزہ کے کیونکہ ان کے افراد میں بڑا فرق ہے جبکہ میت میں احادیث تفریق کے سبب عددی مختلف ہوتی ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شتر مرغ کے انڈوں میں بیج سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے افراد کی مالیت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ عددی جن کو شمار کر کے سلم جائز ہے اسی طرح ناپ کر بھی بیج سلم جائز ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ناپ کر بیج سلم جائز نہیں ہے کیونکہ یہ عدد والی ہے۔ اور تاپنے والی نہیں ہے اور ان سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ شمار کردہ میں بھی بیج سلم جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں فرق ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ عدد کبھی مقدار کی پہچان کیسے ہوتا ہے اور کبھی کیل کیلئے بھی ہوتا ہے اور یہ چیز لوگوں کے اتفاق کے سبب عددی ہوتی ہے پس عاقدین کے اتفاق کے سبب کیل بھی بن جائے گی۔

اور اسی طرح عدد کا اعتبار کرتے ہوئے فلس میں بھی بیج سلم جائز ہے۔ اور ایک قول کے مطابق یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ فلس شبن ہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کرنے والوں کے حق میں فلس کا شبن ہونا ان کے اتفاق کے سبب ہے۔ پس ان کے اتفاق کے سبب اس کا شبن ہونا باطل ہو جائے گا۔ اور نہ ہی وہ وزنی بن کر لوٹنے والی ہوگی۔ جس طرح اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

علامہ علاء الدین خفنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زرعی چیز میں بھی سلم جائز ہے جیسے کپڑا اس کے لیے ضروری ہے کہ طول و عرض معلوم ہو اور یہ کہ وہ سوتی ہے یا شری یا ریشی یا مرکب اور کیسا بنا ہوا ہوگا مثلاً فلاں شہر کا، فلاں کارخانہ، فلاں شخص کا اُس کی بناوٹ کسی ہوگی باریک ہوگا موٹا ہوگا اُس کا وزن کیا ہوگا جب کہ بیج میں وزن کا اعتبار ہوتا ہو یعنی بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا وزن میں کم ہونا خوبی ہے اور بعض میں وزن کا زیادہ ہونا۔ بچھونے، چٹائیاں، دریاں، ٹاٹ، کمل، جب ان کا طول و عرض و صفت سب چیزوں کی وضاحت ہو جائے تو ان میں بھی سلم ہو سکتا ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

علامہ نظام الدین خفنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ناپ میں پیمانہ یا گز اور قول میں سیر وغیرہ باٹ ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہو سکے تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو سکے اور اگر کوئی برتن گھڑا یا ہانڈی مقرر کر دیا کہ

اس سے نہ پ کر دیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کر دیا کہ اس سے تولا جائے گا اور معلوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک کلوی معین کر دی کہ اس سے ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی ہے یا کہا نکلاں کے ہاتھ سے پکڑا ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کتنی گرہ اور انگل کا ہے یہ سب صورتیں ناجائز ہیں اور بیچ میں ان چیزوں سے ناپنا یا وزن کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیچ میں بیچ کے تاپے یا تولے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اسی وقت تاپ تول سکتے ہیں اور سلم میں ایک مدت کے بعد تاپے اور تولتے ہیں بہت ممکن ہے کہ اتنا زائد نہ لڑنے کے بعد وہ چیز باقی نہ رہے اور زناغ واقع ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، کتاب بیوع)

ماپ تول کی اشیاء میں بیع مسلم

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا نافع نے کہ عبد اللہ بن عمر کہتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ایک مقررہ قیمت کے عوض ادھار خریدے خواہ فروخت کرنے والے کے پاس غلہ موجود نہ ہو۔ بشرطیکہ کھیت میں ایسی صورت نہ ہو کہ ابھی اس کی بہتری کا حال معلوم نہیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ سلم یہ ہے کہ آدمی نے ایک معین غلہ مقررہ مدت پر نرخ مقرر کر کے اس کا وصف بھی بیان کر دیا۔ اور جب کسی خاص کھیت یا خاص درخت کا قعین کر دیا تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد، حدیث، ۶۹۷)

حیوان میں بیع مسلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ السَّلَامُ فِي الْحَيَوَانِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَعْلُومًا بَيِّنَانِ الْجِنْسِ وَالنَّسَبِ وَالنُّوعِ وَالصِّفَةِ، وَالتَّفَاوُتُ بَعْدَ ذَلِكَ يَسِيرٌ فَاشْطَبَ الثِّيَابُ. وَلَسْنَا أَنَّهُ بَعْدَ ذِكْرِ مَا ذَكَرَ يَبْقَى فِيهِ تَفَاوُتٌ فَاحْشَ فِي الْمَالِيَةِ بِاعْتِبَارِ الْمَعَانِي الْبَاطِلَةِ فَيَفْضِلُ إِلَى الْمُنَازَعَةِ، بِخِلَافِ الثِّيَابِ لِأَنَّهُ مَصْنُوعُ الْعِبَادِ فَقَلَّمَا يَتَفَاوَتِ الثَّوْبَانِ إِذَا نُسِجَا عَلَى مِثْوَالٍ وَاحِدٍ.

وَقَدْ صَحَّ "أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنِ السَّلَامِ فِي الْحَيَوَانِ" وَيَدْخُلُ فِيهِ جَمِيعُ أَجْنَاسِهِ حَتَّى الْعَصَافِيرُ.

قَالَ (وَلَا فِي أَطْرَافِهِ شَمَلَاءُ وَمِثْلُ الْأَكَارِجِ) لِلتَّفَاوُتِ فِيهَا إِذْ هُوَ عَدَدِيٌّ مُتَفَاوِتٌ لَا مُقَدَّرٌ لَهَا.

قَالَ (وَلَا فِي الْجُلُودِ عَدَدًا وَلَا فِي الْحَطَبِ حُرْمًا وَلَا فِي الرَّطْبَةِ جُورًا) لِلتَّفَاوُتِ فِيهَا، إِلَّا إِذَا عُرِفَ ذَلِكَ بِأَنْ يَسَنَ لَهُ طَوْلٌ مَا يَشُدُّ بِهِ الْحُرْمَةُ أَنَّهُ شِبْرٌ أَوْ ذِرَاعٌ فَيَحِينِدُ يَجُوزُ إِذَا كَانَ عَلَى وَجْهِ لَا يَتَفَاوُتُ .

ترجمہ

حیوان میں بیع مسلم جائز نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ جنس، متر، نوع اور صفت و بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مائیت میں فرق نقش رکھتی ہیں۔ پس یہ جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ یہ خلاف کپڑوں کے کیونکہ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب دو کپڑوں کو ایک طریقے سے بنایا جائے تو ان میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان میں بیع مسلم کرنے سے منع کیا ہے اور اس میں حیوان کی ہر قسم شامل ہے حتیٰ کہ گویا بھی شامل ہے۔

فرمایا اور حیوان کے اعضاء میں بیع مسلم جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے کیونکہ وہ فرق والی عددی اشیاء ہیں لہذا ان کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاتا۔

فرمایا کھالوں میں عدد سے اور نہ ہی کھڑیوں کی ٹھنڈی میں بیع مسلم جائز ہے۔ اور نہ گھاس میں ٹھنڈوں کے ساتھ بیع مسلم جائز ہے کیونکہ ان میں فرق ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جب ان کی لمبائی و چوڑائی معلوم ہو جائے (تو تب جائز ہے)۔ وہ بھی اس طرح کہ جس سے گھنٹری باندی جائے وہ بیان کر دے کہ وہ ایک پشت ہے یا ایک ہاتھ ہے تب بیع مسلم جائز ہوگی البتہ شرط یہ ہوگی کہ اس میں تفاوت نہیں ہونا چاہیے۔

حیوان کی بیع مسلم میں اختلافی مذاہب فقہاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ کھجور کی قیمت بیٹنگی ادا کر دیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بیع مسلم کرے تو وہ معصوم یا نہ وزن میں معلوم وقت تک کرے اس باب میں حضرت ابن ابی اوفی اور عبد الرحمن بن ابی زب سے بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور تابعین کا اس پر عمل ہے ان کے نزدیک غلے کپڑے اور ان دوسری چیزوں میں جن کی مقدار اور صفت معلوم ہو، بیع مسلم جائز ہے جانوروں کی بیع مسلم میں اختلاف ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق اسے جائز کہتے ہیں کہ جب کہ بعض صحابہ، مغیران، ثوری، اور اہل کوفہ جانوروں کی بیع مسلم کا جائز کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1332)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع مسلم کسی حیوان میں درست نہیں۔ نہ لونڈی غلام میں۔ نہ دوپایہ میں۔ نہ پرند میں

حتیٰ کہ جو جانور یکساں ہوتے ہیں مثلاً کبوتر، شیر، قمری، ناختہ، چڑیا، ان میں بھی مسلم جائز نہیں، جانوروں کی سری ہائے میں بھی بیع مسلم درست نہیں، ہاں اگر جنس و نوع بیان کر کے سری پایوں میں وزن کے ساتھ مسلم کیا تو جائز ہے کہ اب تفاوت بہت کم رہ جاتا ہے۔

(در مختار، کتاب بیوع)

لکڑی کی گٹھوں میں بیع مسلم کے عدم جواز کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لکڑیوں کے گٹھوں میں اگر اس طرح کریں کہ اتنے گٹھے اتنے روپے میں لیں گے یہ ناجائز ہے کہ اس طرح بیان کرنے سے مقدار اچھی طرح نہیں معلوم ہوتی ہاں اگر گٹھوں کا انضباط ہو جائے مثلاً اتنی بڑی رسی سے وہ گٹھا باندھا جائے گا اور اتنا لمبا ہوگا اور اس قسم کی بندش ہوگی تو مسلم جائز ہے۔ ترکاریوں میں گڈیوں کے ساتھ مقدار بیان کرنا مثلاً روپیہ یا ستے پیسوں میں اتنی گڈیاں فلاں وقت لی جائیں گی یہ بھی ناجائز ہے کہ گڈیاں یکساں نہیں ہوتیں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔ اور اگر ترکاریوں اور ایندھن کی لکڑیوں میں وزن کے ساتھ مسلم ہو تو جائز ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

امام زید (رض) فرماتے ہیں: جانوروں میں بیع مسلم جائز نہیں ہے۔ سامان میں بھی جائز نہیں ہے جانوروں کی کھالوں میں بھی جائز نہیں ہے، البتہ اون، ہروٹی، ہوشم اور ہر وہ چیز جسے پایا جاسکتا ہے یا وزن کیا جاسکتا ہے جو لوگوں کے پاس قبی ہے اس میں بیع مسلم کرنا جائز ہے (مسند الامام زید - ضمیر برادرزلا ہور) اس کے لئے مختلف آرائیں فقہی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ بیع مسلم میں رکن اور کفیل کو مکروہ قرار دیتے ہیں (حوالہ بالا) وہ اس لیے کہ اس سے لوگوں کو تنگی ہوتی ہے۔ (مسند الامام زید - ضمیر برادرزلا ہور ۱۲۰۴)

شرط پر سلف کروانے کی ممانعت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کہے کہ تیرا اسباب اس شرط سے لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے سلف کرے اس طرح تو یہ جائز نہیں اگر سلف کی شرط موقوف کر دے تو بیع جائز ہو جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جن کپڑوں میں کھلم کھلا فرق ہے ان میں سے ایک کو دینے والے کے بدلے میں بیع کرنا نقد انقد یا حد پر طرح سے درست ہے اور جب ایک کپڑا دوسرے کپڑے کے مقابلے ہو کر نام جدا جدا ہوں تو کی بیشی درست ہے مگر ادا حد درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس کپڑے کو خریدے اس کا بیچنا قبل قبضے کے بائع کے سوا اور کسی کے ہاتھ درست ہے۔ جب کہ اس کی قیمت نقد لے لے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1253)

حیوان میں بیع مسلم پر مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حیوان میں بیع مسلم جائز نہیں ہے۔ اور غیاں، ثوری اور ام اوزاعی کا قول

یہی جی ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور امام مالک اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ جنس، عمر، نوع اور صفت کو بیان کرنے کے سبب حیوان معین ہو جاتا ہے اور اس کے بعد معمولی فرق ہوتا ہے پس یہ کپڑوں کے مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد بھی باطن کے اعتبار سے حیوان کی مالیت میں فرق فحش رکھتی ہیں۔ پس یہ چھڑے کی طرف لے جانے والی ہیں۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۴۳۸، بیروت)

وقت عقد مسلم فیہ کے موجود ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ السَّلْمُ حَتَّى يَكُونَ الْمُسْلِمُ فِيهِ مَوْجُودًا مِنْ حِينَ الْعَقْدِ إِلَى حِينَ الْمَحِلِّ، حَتَّى لَوْ كَانَ مُنْقَطِعًا عِنْدَ الْعَقْدِ مَوْجُودًا عِنْدَ الْمَحِلِّ أَوْ عَلَى الْعَكْسِ أَوْ مُنْقَطِعًا فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجُوزُ إِذَا كَانَ مَوْجُودًا وَفَتَى الْمَحِلُّ لَوْجُودِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ حَالًا وَجُوبِهِ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تُسَلِّمُوا فِي الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا) وَلَا تَنْقُضُوا الْقُدْرَةَ عَلَى التَّسْلِيمِ بِالتَّخْصِيلِ فَلَا بُدَّ مِنْ اسْتِمْرَارِ الوجودِ فِي مَدَّةِ الْأَجَلِ لِتَسْمُكِنِ مِنَ التَّخْصِيلِ .

ترجمہ

فرمایا بیع سلم جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مسلم فیہ وقت نے لیکر وقت ادا انگلی تک موجود ہو اور اسی دلیل کے سبب سے یہ مسئلہ ہے کہ جب مسلم فیہ عقد کے وقت معدوم ہو اور ادا انگلی کے وقت موجود ہو یا اس کا برعکس ہو یا اسی دوران وہ معدوم ہو جائے تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلم فیہ اگر ادا انگلی کے وقت موجود ہے تو اب بیع سلم جائز ہے کیونکہ اب مسلم فیہ کی ادا انگلی کے سبب سپرد کرنے کی طاقت پائی جا رہی ہے۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ پھل کو پکے سے قبل اس میں بیع سلم نہ کرو۔ کیونکہ سپرد کرنے کی طاقت حاصل کرنے سے حاصل ہوئی پس معیار کی مدت میں مسلم فیہ کا موجود ہونا برابر طور پر لازم ہے تاکہ قدرت کا حصول ہو جائے۔

شرح

مسلم فیہ وقت عقد سے ختم معیار تک برابر دستیاب ہونا ہے نہ اس وقت معدوم ہونا ادا کے وقت معدوم ہونا درمیان۔ اس کی وقت بھی وہ ناپید ہو ان تینوں زمانوں میں سے ایک میں بھی معدوم ہو تو سلم ناجائز۔ اس کے موجود ہونے کے

یہ معنی ہیں کہ بازار میں ملتا ہو اور اگر بازار میں نہ ملے تو موجود نہ کہیں اگر چہ گھروں میں پایا جاتا ہو۔

ایسی چیز میں حکم کیا جو اس وقت سے ختم میعاد تک موجود ہے مگر میعاد پوری ہونے پر رب اسلم نے قبضہ نہیں کیا اور اب وہ چیز دستیاب نہیں ہوتی تو بیع صحیح ہے اور رب اسلم کو اختیار ہے کہ عقد کو فتح کر دے یا انتظار کرے جب وہ چیز دستیاب ہو دہ زار میں ملے گئے اُس وقت وہی ہائے اگر وہ چیز ایک شہر میں ملتی ہے دوسرے میں نہیں تو جہاں مفقود ہے۔ وہاں اسلم ناجائز اور جہاں موجود ہے وہاں جائز۔ (در مختار، کتاب بیوع)

مسلم فیہ کے موجود ہونے کی مدت میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع مسلم جائز نہیں ہے حتیٰ کہ مسلم فی وقت سے لیکر وقت ادا ہو تک موجود ہو اور اسی دلیل کے سبب سے یہ مسئلہ ہے کہ جب مسلم فیہ عقد کے وقت معدوم ہو اور ادائیگی کے وقت موجود ہو یا اس کا برعکس ہو یا اسی دوران وہ معدوم ہو جائے تو بیع مسلم جائز نہ ہوگی۔ اور امام اوزاعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسلم فیہ اگر ادائیگی کے وقت موجود ہے تو اب بیع مسلم جائز ہے کیونکہ اب مسلم فیہ کی ادائیگی کے سبب پر رد کرنے کی طاقت پائی جا رہی ہے۔ اور امام مالک، امام احمد اور امام اسحق علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ اس مسئلہ میں ہماری دلیل یعنی احناف اور ہمارے مؤید فقہاء کی دلیل وہی حدیث جو ہدایہ کے متن میں بیان کر دی گئی ہے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۴۳۸، بیروت)

پھلوں کے پیک جانے پر بیع سلف میں احناف کی دلیل

حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کے ساتھ کھجور کے درخت میں بیع مسلم کی، اتفاق کی بات کہ اس سال اس درخت میں کچھ بھی پھل نہ لگا تو (دونوں میں جھگڑا ہوا) وہ اپنا جھگڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائع سے فرمایا تو کس چیز کے عوض میں اس کا مال حلال کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا مال اسے واپس لوٹا دے، پھر آپ نے فرمایا کہ کھجور کے درخت میں بیع سلف نہ کیا کرو یہاں تک کہ اس کے پھل ظاہر ہو جائیں۔

(سنن ابوداؤد، کتاب بیوع)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کی چٹنگی نہ کھل جائے اس وقت تک مسلم جائز نہیں کیوں کہ یہ مسلم خاص درختوں کے پھل پر ہوئی۔ اگر متعلق کھجور میں کوئی مسلم کرے تو وہ جائز ہے۔ گو درخت پر پھل نکلے بھی نہ ہوں۔ یا مسلم ایلہ کے پاس درخت بھی نہ ہوں۔ اب بعض نے کہا کہ یہ حدیث درحقیقت بعد والے باب سے متعلق ہے۔ بعض نے کہا اسی باب سے متعلق ہے اور مطابقت یوں ہوتی ہے کہ جب معین درختوں میں باوجود درختوں کے مسلم جائز نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ درختوں کے وجود سے مسلم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اگر درخت نہ ہوں جو مال کی اصل ہیں جب بھی مسلم جائز ہوگی۔ باب کا یہی مطلب ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ باغ کی بہار پھل آنے سے پہلے بیج ڈالی جاتا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کچھ پھل آچکے ہیں کچھ باقی ہیں جب بھی ناجائز ہے جبکہ موجود وغیرہ موجود دونوں کی بیج مقصود ہو اور اگر سب پھل آچکے ہیں تو یہ بیج درست ہے مگر مشتری کو یہ حکم ہوگا کہ ابھی پھل تو ذکر درخت خالی کر دے اور اگر یہ شرط ہے کہ جب تک پھل پھل گیا نہ ہوں گے درخت پر رہیں گے اختیار ہو جانے کے بعد تو زے جائیں گے تو یہ شرط قاسد ہے اور بیج ناجائز اور اگر پھل آ جانے کے بعد بیج ہوئی مگر ابھی مشتری کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اور پھل پیدا ہو گئے بیج قاسد ہو گئی کہ اب بیج وغیرہ بیج میں امتیاز باقی نہ رہا اور قبضہ کے بعد دوسرے پھل پیدا ہوئے تو بیج پر اس کا کوئی اثر نہیں مگر چونکہ یہ جدید پھل بائع کے ہیں اور امتیاز ہے نہیں لہذا بائع مشتری دونوں شریک ہیں رہا یہ کہ کتنے پھل بائع کے ہیں اور کتنے مشتری کے اس میں مشتری حلف سے جو کچھ کہہ دے اس کا قول معتبر ہے۔ (فتح القدیر، شرح الہدایہ، کتاب بیوع)

پھل پکنے سے پہلے بیج کی مباحث میں فقہی مذاہب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیسوں کو سفید ہونے اور آفت وغیرہ سے محفوظ ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا اس باب میں حضرت انس، عسک، ابو ہریرہ، ابن عباس، جابر، ابوسعید، زید بن ثابت سے بھی روایت ہے۔ حدیث ابن عمر صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اسی پر عمل ہے کہ پھلوں کو پکنے سے پہلے فروخت کرنا منع ہے امام شافعی، احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1244)

ادائیگی کے بعد مسلم فیہ کے معدوم ہونے کا بیان

(وَلَوْ الْقَطْعَ بَعْدَ الْمَحَلِّ قَرُبَ السَّلَمِ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ فَسَخَّ السَّلَمَ، وَإِنْ شَاءَ أَنْتَظَرُ وَجُودَهُ) لِأَنَّ السَّلَمَ قَدْ صَحَّ وَالْعَجْزُ الطَّارِءُ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ فَصَارَ كِبَاقِي الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ.

ترجمہ

اور جب ادائیگی کے بعد مسلم فیہ معدوم ہو جائے تو اب رب مسلم کو اختیار ہے خواہ وہ بیع کو فسخ کرے یا پھر وہ اس کے بازار میں آنے کا انتظار کرے۔ کیونکہ مسلم کا عقد ہو چکا ہے اور مسلم فیہ پر طاری ہونے والا عجز بھی ختم ہونے والا ہے۔ پس یہ قبضہ سے قبل غلام کے بھاگ جانے کی طرح ہو جائے گا۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی چیز میں بیع مسلف کی وہ اس کے کسی اور چیز سے تبدیل نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 75)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایسی چیز میں سلم کیا جواس وقت سے ختم میعاد تک موجود ہے مگر معذور پوری ہونے پر رب المسلم نے قبضہ نہیں کیا اور اب وہ چیز دستیاب نہیں ہوتی تو بیع سلم صحیح ہے اور رب المسلم کو اختیار ہے کہ عقد کو ختم کر دے یا انتظار کرے جب وہ چیز دستیاب ہو بازار میں ملنے لگے اس وقت دی جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، کتاب بیوع)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر وہ چیز ایک شہر میں ملتی ہے دوسرے میں نہیں تو جہاں مفقود ہے وہاں سلم ناجائز اور جہاں موجود ہے وہاں جائز۔ مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ معین کرنے سے معین ہو جائے۔ روپیہ اشرفی میں سلم جائز نہیں کہ یہ معین نہیں ہوتے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

نمک آلودہ مچھلی میں بیع سلم ہونے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ السَّلْمُ فِي السَّمَكِ الْمَالِحِ وَزَنَا مَعْلُومًا وَضَرْبًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ مَعْلُومُ الْقَدْرِ مُضْبُوطٌ الْوَصْفِ مَقْدُورُ التَّسْلِيمِ إِذْ هُوَ غَيْرُ مُنْقَطِعٍ (وَلَا يَجُوزُ السَّلْمُ فِيهِ عَدَدًا لِلتَّفَاوُتِ .

قَالَ (وَلَا خَيْرَ فِي السَّلْمِ فِي السَّمَكِ الطَّرِي إِلا فِي حَبِيهِ وَزَنَا مَعْلُومًا وَضَرْبًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ يَنْقَطِعُ فِي زَمَانِ الشَّتَاءِ حَتَّى لَوْ كَانَ فِي بَلَدٍ لَا يَنْقَطِعُ يَجُوزُ مُطْلَقًا، وَإِنَّمَا يَجُوزُ وَزَنًا لَا عَدَدًا لِمَا ذَكَرْنَا .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي لَحْمِ الْكِبَارِ مِنْهَا وَهِيَ الَّتِي تُقَطَّعُ اغْتِبَارًا بِالسَّلْمِ فِي اللَّحْمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

ترجمہ

فرمایا: نمک سے آلودہ مچھلی میں بیع سلم معلوم وزن اور معلوم قسم کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ مچھلی کی مقدار معلوم، وصف معلوم اور پھر کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ غیر معدوم ہے ہاں نمک سے آلودہ مچھلی کی بیع سلم عدد کے حساب سے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں فرق ہوتا ہے۔

فرمایا: اور تازہ مچھلی کی بیع سلم میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ ہاں جب وہ وقت معلوم اور قسم معلوم کے ساتھ ہو۔ کیونکہ تازہ مچھلی سردی کے موسم میں ختم ہو جاتی ہے اور اسی دلیل کے سبب جب وہ کسی شہر میں ختم ہوتی ہو تو علی الاطلاق بیع سلم جائز ہے اور وہ وزن سے جائز ہے عدد سے جائز نہیں ہے اور بڑی مچھلیاں وہ ہیں جن کو کاٹا جاتا ہے۔ اور اسی مسئلہ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک گوشت کی بیع سلم پر قیاس کیا گیا ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین خلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مچھلی میں سلم جائز ہے خشک مچھلی ہو یا تازہ۔ تازہ میں یہ ضرور ہے کہ ایسے موسم میں ہو کہ مچھلیاں بازار میں ملتی ہوں یعنی جہاں ہمیشہ دستیاب نہ ہوں کبھی ہوں کبھی نہیں وہاں یہ شرط ہے۔ مچھلیاں بہت قسم کی ہوتی ہیں لہذا قسم کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور مقدار کا تعین وزن سے ہو عدد سے نہ ہو کیونکہ ان کے عدد میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔ چھوٹی مچھلیوں میں ناپ سے بھی سلم درست ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی چیز میں بیع سلف کی وہ اسے کسی اور چیز سے تبدیل نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب بیوع)

گوشت کی بیع سلم میں بغائدہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا خَيْرَ فِي السَّلَمِ فِي اللَّحْمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَقَالَ: إِذَا وَصَفَ مِنَ اللَّحْمِ مَوْضِعًا مَعْلُومًا بِصِفَةٍ مَعْلُومَةٍ جَازَ) لِأَنَّهُ مُوزُونٌ مُضْبُوطٌ الْوُصْفُ وَلِهَذَا يَضْمَنُ بِالْمِثْلِ .

وَيَجُوزُ اسْتِقْرَاضُهُ وَزَنَا وَيَجْرِي فِيهِ رَبَا الْفَضْلِ، بِخِلَافِ لَحْمِ الطَّيْرِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ وَصْفُ مَوْضِعٍ مِنْهُ. وَكَهْ أَنَّهُ مَجْهُولٌ لِلتَّفَاوُتِ فِي قِلَّةِ الْعَظْمِ وَكَثْرَتِهِ أَوْ فِي سَمِيهِ وَهَذَا عَلَى اخْتِلَافِ فُصُولِ السَّنَةِ، وَهَذِهِ الْجَهَالَةُ مُفَضَّيَةٌ إِلَى الْمُنَازَعَةِ .
وَفِي مَخْلُوعِ الْعَظْمِ لَا يَجُوزُ عَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ الْأَصَحُّ، وَالتَّضْمِينُ بِالْمِثْلِ مَمْنُوعٌ. وَكَذَا الْإِسْتِقْرَاضُ، وَبَعْدَ التَّسْلِيمِ قَالِ الْمِثْلُ أُعْذِلْ مِنَ الْقِيَمَةِ، وَلَئِنْ الْقَبْضُ يُعَايِنُ فَيَعْرِفْ مِثْلَ الْمَقْبُوضِ بِهِ فِي وَقْتِهِ، أَمَّا الْوُصْفُ فَلَا يُكْتَفَى بِهِ .

ترجمہ

فرمایا: اور گوشت کی بیع سلم میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے جب مفت معلوم کے ساتھ گوشت کی جگہ کو بیان کر دیا جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ گوشت کا وزن کیا جاتا ہے اور وزن کے ساتھ انضباط بھی ہے لہذا وہ مضمون مثلی ہوگا۔ اور وزن سے اس کا قرض لینا جائز ہوتا ہے۔ اور اس میں ربا نفس بھی جاری ہوتا ہے۔ جبکہ پندوں کے گوشت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کے کسی خاص عضو کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ہڈی کے زیادہ یا تھوڑا ہونے یا سال موسموں کے اختلاف کے سبب گوشت

کے موٹا یا پتلا ہونے کے سبب تفاوت ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور ہڈی ٹک لے گئے گوشت میں دوسرے سبب کے پیش نظر بیع سلم جائز نہیں ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ اور اسی طرح گوشت کا مضمون مثلی ہونا بھی ممنوع ہے اور اسی طرح وزن سے قرض بھی منع ہے کیونکہ وہ اس کو سپرد کرنے کے بعد حشی قیمت کے متنازعے میں زیادہ برابری کرنے والا ہے کیونکہ قبضہ موجود ہے پس قبضہ کے وقت قبضہ شدہ مثلی کی پہچان ہو جائے گی۔ البتہ وصف رہ گیا ہے تو اس کا اختصار نہیں کیا جاتا۔

شرح

جو بیعت مقرر ہو وہ ایسا ہو کہ مستطاب پھیلتا نہ ہو مثلاً پیالہ، ہانڈی، گھڑا اور اگر مستطاب پھیلتا ہو جیسے تھیلی وغیرہ تو سبب جائز نہیں۔ پانی کی مشک اگرچہ پھیلتی سکتی ہے اس میں بوجہ رواج و عملدرآمد سلم جائز ہے۔ علامہ نظام الدین فنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ناپ میں بیعت یا گز اور قول میں سیر وغیرہ باطل ایسے ہوں جس کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں وہ لوگوں کے ہاتھ سے مفقود نہ ہو سکے تاکہ آئندہ کوئی نزاع نہ ہو سکے اور اگر کوئی برتن گھڑا یا ہانڈی مقرر کر دیا کہ اس سے ناپ کر دی جائے گا اور معلوم نہیں کہ اس برتن میں کتنا آتا ہے یہ درست نہیں۔ اسی طرح کسی پتھر کو معین کر دیا کہ اس سے تول جائے گا اور معلوم نہیں کہ پتھر کا وزن کیا ہے یہ بھی ناجائز یا ایک ٹکڑی معین کر دی کہ اس سے ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہ ہو کہ گز سے کتنی چھوٹی یا بڑی ہے یا کہ فلاں کے ہاتھ سے کپڑا ناپا جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کتنی گرہ اور انگل کا ہے یہ سب صورتیں ناجائز ہیں اور بیع میں ان چیزوں سے ناپنا یا وزن کرنا قرار پاتا تو جائز ہوتی کہ بیع میں بیع کے ناپنے یا تولنے کے لیے کوئی میعاد نہیں ہوتی اسی وقت ناپ تول سکتے ہیں اور سلم میں ایک جہت کے بعد ناپنے اور تولنے میں بہت ممکن ہے کہ اتنا زبردستی نہ کرنے کے بعد وہ چیز بٹی نہ رہے اور نزاع واقع ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

مقرر کردہ میعاد میں بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ السَّلَامُ إِلَّا مُؤَجَّلًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَجُوزُ خَالًا لِلِاطِّلاقِ الْحَدِيثِ وَرَخَّصَ فِي السَّلَامِ .

وَلَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ) فِيمَا رَوَيْنَا ، وَلَئِنَّهُ شَرَعَ رُخْصَةً دَفْعًا لِحَاجَةِ الْمَقَالِيسِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْأَجَلِ لِيَقْدِرَ عَلَى التَّخْصِيلِ فِيهِ قَيْسَلَمُ ، وَلَوْ كَانَ قَادِرًا عَلَى التَّسْلِيمِ لَمْ يَجِدْ الْمُرْخَصَ فَيَقِي عَلَى النَّافِي .

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ إِلَّا بِأَجَلٍ مَعْلُومٍ) لِمَا رَوَيْنَا ، وَلَئِنَّ الْجَهْلَةَ فِيهِ مُفْصِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ كَمَا فِي الْبَيْعِ ، وَالْأَجَلُ أَذْنَاهُ شَهْرٌ وَقِيلَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ، وَقِيلَ أَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ .

فرمایا اور مقرر کردہ میعاد میں بیع مسلم جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بیع مسلم حال میں جائز ہے یہ حدیث "وَرَزَخَصَّ فِي السَّلَامِ" مطلق ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک معلوم مدت تک "اسی حدیث کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور مقرر کرنا اس لئے لازم ہے کہ مسلم الیہ اس میعاد میں مسلم فیہ کے حصول پر قدرت حاصل کر سکے۔ اور اس کو رب مسلم کے حوالے کر سکتا ہو۔ اور جب تسلیم پر قادر ہے تو اب اجازت نہ پائی گئی پس بیع مسلم نافی پر باقی رہے گی۔

فرمایا بیع مسلم چار چیز ہے جبکہ اس کی مدت معلوم ہو اسی روایت کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ جہات، جھگڑے کی طرف لے جانے والی تھی جس طرح بیع میں ہوتا ہے اور کم از کم مدت ایک ماہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین دن ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نصف دن کا اکثر ہے۔ جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

مقرر کردہ میعاد میں بیع مسلم پر مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام ضلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک بیع مسلم مقرر کردہ میعاد میں جائز نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ احناف و دیگر عدم جواز والے مذاہب کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک معلوم مدت تک "اسی حدیث کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور مقرر کرنا اس لئے لازم ہے کہ مسلم الیہ اس میعاد میں مسلم فیہ کے حصول پر قدرت حاصل کر سکے۔ اور اس کو رب مسلم کے حوالے کر سکتا ہو۔ اور جب تسلیم پر قادر ہے تو اب اجازت نہ پائی گئی پس بیع مسلم نافی پر باقی رہے گی۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۵، ص ۴۶۱، بیروت)

بیع مسلم کی مدت میں فقہی مذاہب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور اسود و امام حسن بصری نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر غنہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیع مسلم کرنے میں کوئی قہر نہیں۔ اگرچہ غنہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو، جو ابھی پکا نہ ہو۔

یعنی اگر کسی خاص کھیت کے غلہ میں یا کسی خاص درخت کے میوہ میں مسلم کرے اور ابھی وہ غلہ یا میوہ تیار نہ ہوا ہو تو مسلم درست نہ ہوگی، لیکن تیار ہونے کے بعد خاص کھیت اور خاص پیداوار میں بھی مسلم کرنا درست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلہ یا میوہ چنگلی پر نہ آیا ہو اس کا کوئی بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ غلہ یا میوہ اترے گا یا نہیں۔ احتمال ہے کہ کسی آفت ارضی یا سادی سے یہ غنہ اور میوہ تباہ ہو جائے پھر دونوں میں جھگڑا ہو۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر شافعیہ کا رویہ ہے جو کوین میعاد یعنی نقد بھی چار چیز رکھتے ہیں۔ حنفیہ اور

مالکیہ امام بخاری کے موافق ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کم سے کم مدت کیا ہونی چاہئے۔ پندرہ دن سے لے کر آدھے دن تک کی مدت کے مختلف اقوال ہیں۔ طحاوی نے تین دن کو کم سے کم مدت قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہینہ مدت مقرر کی ہے۔

تحریر اور فون کے ذریعہ خرید و فروخت

خرید و فروخت جس طرح زبان کے ذریعہ ہو سکتی ہے اسی طرح بوقت ضرورت مراسلت اور خط و کتابت کے ذریعہ بھی کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ پہنچ جانے والی چیز اور اس کی قیمت تحریر کے ذریعہ مناسب طور پر متعین کر دی جائے اور معاملہ میں ایسا اہم باقی نہ رہے کہ آئندہ نزاع کا اندیشہ رہ جائے! البتہ ضروری ہے کہ اس صورت میں خریدی اور بیچی جانے والی چیز سونے چاندی کے قبیل سے نہ ہو یا دونوں کی جنس ایک نہ ہو کہ ہم جنس چیزوں کی خرید و فروخت میں سامان اور قیمت پر ایک ہی مجلس میں قبضہ ہو جائے ضروری ہے؛ جس طرح تحریر کے ذریعہ خرید و فروخت درست ہے اسی طرح ٹیلی فون کا حکم بھی ہوگا، اس لیے کہ تحریر اور ٹیلی فون دونوں میں قریبی مماثلت اور یکسانیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اسی طرح ٹیکس کے ذریعہ بھی خرید و فروخت کا معاملہ جائز ہوگا کی زمانہ فون، ٹیکس اور مراسلت کے ذریعہ بیرون ملک اور اندرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر جو خرید و فروخت کی جاتی ہے وہ جائز و درست ہے۔ (جدید فقہی مسائل)

شرعی احکامات کے مطابق خریدار کا خریدی ہوئی شے پر قابض ہونا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

من اتباع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ۔ (صحیح مسلم، 2: 13)

جس نے کسی سے طعام (یا کوئی اور شے) خریدی تو اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک اس پر قبضہ نہ حاصل کر لے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت بیان کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "واحسب کمل شیء بمنزلۃ الطعام۔"

اور میرے خیال میں ہر فروخت کی جانے والی شے بمنزلہ طعام ہے (یعنی خریدار کے لیے مال کو دیکھنا، پرکھنا اور اس پر قابض ہونا ضروری ہے)۔

آج کے جدید دور میں خرید و فروخت کے طریقہ کار تبدیل ہو گئے ہیں۔ لوگ دوسرے ممالک سے مال درآمد کرتے ہیں اور اپنے ملک میں مال لاکر دوسرے لوگوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اگر وہ مال کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد فروخت کریں تو ترسیل مال پر بہت زیادہ اخراجات اٹھتے ہیں اور مال کو اسٹور کرنے کے لیے بھی وافر جگہ پر مشتمل گودام درکار ہوتے ہیں۔ جیسے گلٹ کاربنے والا کوئی تاجر یورپ سے اشیائے صرف درآمد کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کا مال کراچی کی بندرگاہ پر آئے گا۔

اب اگر روزگار مال پہلے ٹکٹ ٹکٹوائے اور بعد میں اسے فروخت کرنے کے لیے حیرانہ بارہ خان پور ڈاؤ لپسٹی، پٹا درو یا ہو و غیرہ بھیجے تو بے پناہ اخراجات اٹھیں گے، جس سے مال کی قیمت بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

ہذا اندر میں حالات بہتر یہ ہے کہ خریدار در آمد کنندہ مال پر اگر ایسا تصرف رکھتا ہو کہ جسے چاہے اور جس وقت چاہے فروخت کر سکے اور جہاں چاہے لے جاسکے تو ایسی خرید و فروخت قبضہ کے حکم میں ہو کر جائز ہوگی۔ چاہے یہ خرید و فروخت انٹرنیٹ یا فیس کے ذریعے کی جائے یا کسی اور ذریعے سے۔

لیکن اگر انٹرنیٹ کے ذریعے ہوئی والی خرید و فروخت اس طرح سے ہو کہ خریدار کو مال کے بارے میں بالکل علم نہ ہو اور وہ اس پر اختیار بھی نہ رکھتا ہو یعنی ساری خرید و فروخت ہو اس میں یعنی ہو اور زمین پر اس کا کوئی وجود نہ ہو، پس روپے کو روپے سے ضرب دینے کا گورکھنند ای ہو تو ایسی تجارت شرعاً جائز نہیں ہے۔

مفین شخص سے یہ انوں سے بیع سلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ السَّلْمُ بِمِثَالٍ رَجُلٍ بَعِيْهِ وَلَا بِلِزَاعٍ رَجُلٍ بَعِيْهِ) مَعْنَاهُ إِذَا لَمْ يُعْرِفْ مِسْتَدْرَأَهُ لِأَنَّهُ تَأَخَّرَ فِيهِ السَّلَامُ قَبْلَ مَا يَصِيحُ فَيُؤَدِّي إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْمِثَالُ مِمَّا لَا يَنْقُضُ وَلَا يَنْسِطُ كَالْفِصَاعِ مَثَلًا، فَإِنْ كَانَ مِمَّا يَنْكُسُ بِالسَّلَامِ كَالزَّوْبِيلِ وَالْجَرَابِ لَا يَجُوزُ لِلْمُنَازَعَةِ إِلَّا فِي قُرْبِ الْمَاءِ لِلتَّعَامِلِ فِيهِ، كَمَا رَوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَرَحِمَهُ اللَّهُ

قَالَ (وَلَا فِي طَعَامٍ قَرِيْبَةٍ بَعِيْهَا) أَوْ ثَمَرَةٍ نَحَلَةٍ بَعِيْهَا لِأَنَّهُ قَدْ يَغْتَرِبُ أَقْبَى فَلَا يَقْدِرُ عَلَى السَّلَامِ وَإِلَيْهِ أَشَارَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ قَالَ (أَرَأَيْتَ لَوْ أَذْهَبَ اللَّهُ تَعَالَى الثَّمَرَةَ ثُمَّ سَخَّلَ أَخَذَكُمْ مَالَ آخِيهِ؟) وَلَوْ كَانَتْ التَّشْبِيْهِ إِلَى قَرِيْبَةِ لِسَانِ الصَّفَةِ لَا بَأْسَ بِهِ عَلَيَّ مَا قَالُوا كَالْخَشْمَرَاتِ يَنْخَارِي وَالْبَسَاخِي يَفْرَغَانَهُ.

ترجمہ

کسی بھی معین شخص کے پیمانوں اور گزروں کے بیع سلم جائز نہیں ہے اور اس کا سہی یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم نہ ہو کیونکہ بیع سلم میں ہر درکنار مؤخر ہوتا ہے اور یہی وہ پیمانہ یا گز ضائع ہو جایا کرتا ہے تو یہ جھگڑنے کی طرف لے جاتے کا سبب ہوگا اور اس کا حکم پہلے گزر چکا ہے تاؤزیہ بھی لازم ہے کہ وہ پیمانہ سکنے یا پھیلنے والا نہ ہو جس طرح کا سہ ہوتا ہے مگر جب وہ دبانے سے دب جاتا ہے جس طرح ذہیل اور خیملا ہے تب بھی جھگڑنے کے سبب ناجائز ہے جبکہ تعامل مانس کے سبب پانی کے ٹکٹیزنے میں جائز ہے اور

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

اور کسی معین کاؤں کی گندم یا معین درختوں کے پھلوں میں بیج مسلم جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب کبھی اس پر کوئی معینہ طاری ہو تو وہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت رکھنے والا نہ ہوگا۔ اور اسی جانب نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا کہ دیکھو جب اللہ تعالیٰ تمہارے کو ضائع کر دے تو تمہیں کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی کو مال کو حلال کرو۔ ہاں جب کسی ہستی کی جانب سے نبض بیان وصف کیسے ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جس طرح فقہاء نے کہا ہے جس طرح بخارہ میں خضرانی گندم ہے اور فحانہ میں بسا کھی گندم ہے۔

شرح

جو پانہ مقرر ہو وہ ایسا ہو کہ سنتا پھیلتا نہ ہو مثلاً پیالہ، ہانڈی، گھڑا اور اگر سنتا پھیلتا ہو جیسے قحطی وغیرہ تو مسلم جائز نہیں۔ پانی کی مشک اگرچہ پھینکی سکتی ہے اس میں بوجہ روانہ و مکرر آمد مسلم جائز ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اگر معین کر دیا کہ فلاں گاؤں کے گیسوں یا فلاں درخت کے پھل تو سب فاسد ہے کیونکہ بہت ممکن ہے اس کھیت یا گاؤں میں گیسوں پیدا نہ ہوں اس درخت میں پھل نہ آئیں اور اگر اس نسبت سے مقصود بیان صفت ہے یہ مقصود نہیں کہ خاص اُسی کھیت یا گاؤں کا غلہ اُسی درخت کے پھل تو درست ہے۔ اسی طرح کسی خاص جگہ کی طرف کپڑے کو منسوب کر دیا اور مقصود اس کی صفت بیان کرنا ہے تو مسلم درست ہے اگر مسلم الیہ نے دوسری جگہ کا تھان دیا مگر وہ یہاں سے تو رب انہم لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ملک کی طرف انتساب ہو تو مسلم صحیح ہے۔ مثلاً پنجاب کی گندم کہ یہ بہت بعید ہے کہ پورے پنجاب میں گندم پیدا ہی نہ ہوں۔ (دھندلہ، تعریف، کتاب بیوع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر قطر کے بنے ہوئے دو مونے کپڑے تھے جب آپ بیٹھتے اور پیندے پیتے آپ کی طبیعت پر گراں گزرتے۔ اسی اثنا میں ایک یہودی کے پاس شام سے قیمتی کپڑا آیا میں نے عرض کیا کہ آپ کسی کو بھیجیں کہ وہ آپ کے لیے اس سے دو کپڑے خرید لائے۔ جب ہمیں ہوت ہوئی ہم ان کی قیمت ادا کر دیں گے آپ نے ایک شخص کو بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ جانتا ہوں کہ آپ چاہتے ہیں کہ میرا کپڑا اور پیسے دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیں۔ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے اسے معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ پرہیزگار بھی ہوں اور امانت دار بھی اس باب میں حضرت ابن عباس، انس، اسامہ بنت زید سے بھی احادیث منقول ہیں حدیث عائشہ حسن صحیح غریب ہے شعبہ بھی اس حدیث کو عمارہ بن ابی حفصہ سے نقل کرتے ہیں محمد بن فراس بھری، ابوداؤد، طیالسی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شعبہ سے کسی نے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو وہ فرمانے لگے کہ میں اس حدیث کو اس وقت تک بیان نہیں کروں گا جب تک تم کھڑے ہو کر حری بن عمارہ کے سر کا بوسہ نہیں لاؤ گے اور حری اس وقت وہاں موجود تھے (اس سے مراد حری کی تعظیم ہے کیونکہ شعبہ نے یہ حدیث حری بن عمارہ سے

ہی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1229)

مجبور بیع کی بیع میں مذاہب اربعہ

حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع کیا کہ میں اس چیز کو نہ بیچوں جو میرے پاس نہیں (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 95)

ترمذی ابو داؤد اور نسائی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے ایک ایسی چیز خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو میں اس چیز کو بازار سے خرید لیتا ہوں یعنی میں اس چیز کا معاملہ اس سے کر لیتا ہوں پھر وہ چیز بازار سے خرید لیتا ہوں اور اس شخص کے حوالے کر دیتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم کسی ایسی چیز کو نہ بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو چیز خرید و فروخت کا معاملہ کرتے وقت اپنی ملکیت میں نہ ہو اسے نہیں بیچنا چاہئے اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول تو یہ کہ وہ چیز نہ تو اپنی ملکیت میں ہو اور نہ اپنے پاس موجود ہی ہو اس صورت میں تو اس چیز کی بیع صحیح ہی نہیں ہوگی دوم یہ کہ وہ اپنی ملکیت میں نہیں ہے ایک دوسرا شخص اس کا مالک ہے لیکن ہے اپنے ہی پاس اس صورت میں بھی ملک کی اجازت کے بغیر اس کی بیع نہیں کرنی چاہئے اور اگر مالک کی اجازت لینے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دی جائے گی تو حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے مسلک کے مطابق وہ بیع مالک کی منظوری پر موقوف رہے گی اگر منظوری دیدے گا تو صحیح ہو جائے گی نہیں تو کالعدم ہو جائے گی لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں ہوگی مالک خواہ منظوری دے یا نہ دے۔

پہلی صورت کے حکم میں اس چیز کی بیع داخل ہے جس پر قبضہ حاصل نہ ہو یا وہ یادہ چیز گرم ہوگی ہو یا مندر ہو جیسے غلام وغیرہ اور یہ اس کو خریدار کے حوالے کرنے پر توہ نہ ہو جیسے ہوا میں اڑتا ہوا جانور اور وہ چھلی جو ابھی پانی یعنی دریا وغیرہ سے نہ نکالی گئی ہو لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ ممانعت بیع المسلم کے علاوہ صورت میں ہے کیونکہ بیع المسلم متعینہ و معروف شرائط کے ساتھ بالاتفاق تمام مذاہب کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بیع المسلم میں شرائط سبعہ کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصِحُّ السَّلَامُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا بِسَبْعِ شَرَائِطَ: جَسَسٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا حِنْطَةً أَوْ شَعِيرٌ (وَنَوْعٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا سَقِيَّةً أَوْ بَحْسِيَّةً (وَصِفَةٌ مَعْلُومَةٌ) كَقَوْلِنَا جَبْدٌ أَوْ رِدْيٌ (وَمِقْدَارٌ مَعْلُومٌ) كَقَوْلِنَا كَذَا كَيْلًا بِمِكْيَالٍ مَعْرُوفٍ وَكَذَا وَزَنًا (وَأَجَلٌ مَعْلُومٌ) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَيْنَا وَالْفَقْهُ فِيهِ مَا بَيَّنَّا (وَمَعْرِفَةٌ مِقْدَارِ رَأْسِ

الْمَالِ إِذَا كَانَ يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مَقْدَارِهِ كَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ وَالْعَقْدُ وَذِي وَتَسْمِيَةِ
الْمَكَانِ الَّذِي يُوَفِّيهِ فِيهِ إِذَا كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤَنَةٌ وَقَالَ: لَا يَحْتَاجُ إِلَى تَسْمِيَةِ رَأْسِ
الْمَالِ إِذَا كَانَ مُعَيَّنًا وَلَا إِلَى مَكَانِ التَّسْلِيمِ وَيُسَلِّمُهُ فِي مَوْضِعِ الْعَقْدِ، فَهَاتَانِ مَسْأَلَتَانِ
وَلَهُمَا فِي الْأُولَى أَنَّ الْمَقْصُودَ يَحْضُلُ بِالْإِشَارَةِ قَاشِبَةً الشَّكَّ وَالْأُجْرَةَ وَصَارَ كَالْقُرْبِ
وَلَا يَسِي حَبِيصَةً أَنَّهُ رُبَّمَا يُوَجَدُ بَعْضُهَا زُبُوقًا وَلَا يَسْتَبْدِلُ فِي الْمَجْلِسِ، فَلَوْ لَهُ يَتَعَلَّقُ
قُدْرَةُ لَا يَتَدْرَى فِي كَيْفِ يَهَيَّ أَوْ رُبَّمَا لَا يَقْدِرُ عَلَى تَحْصِيلِ الْمُسْلِمِ فِيهِ فَيَحْتَاجُ إِلَى رَدِّ
رَأْسِ الْمَالِ، وَالْمَوْهُومُ فِي هَذَا الْعَقْدِ كَالْمُتَحَقِّقِ لِشُرُوعِهِ مَعَ الْمُنَافِي، بِخِلَافِ مَا إِذَا
كَانَ رَأْسُ الْمَالِ قُرْبًا لِأَنَّ الذَّرْعَ وَصَفَ فِيهِ لَا يَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ عَلَى مَقْدَارِهِ:

ترجمہ

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح مسلم سات شرائط کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ (۱) اس کی بغیر مظلوم ہو۔ جس طرح ہمارا قول مسلم یا جو ہے (۲) اس کی نوع کا معلوم ہونا ہے جس طرح ہمارا قول صحیح یا غلطی ہے (۳) اس کی صفت کا معلوم ہونا ہے جس طرح ہمارا قول اچھا یا ناقص ہے (۴) اور اس کی مقدار کا معلوم ہونا ہے جس طرح ہمارا قول مشہور ہے کہ اتنے جانتے یا اتنے وزن میں ہوں (۵) اس کی مدت کا معلوم ہونا ہے اور اس کے بارے میں وہ حدیث دلیل ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس کی حکمت بھی وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (۶) رأس المال کی مقدار کا معلوم ہونا ہے البتہ شرط یہ ہے کہ مسلم کا عقد اس کی مقدار کے مطابق ہو جس طرح ممکن ہو ورنہ اور محدود چیز کا ہونا ہے۔ (۷) اس جگہ کو بیان کرتا ہے جس جگہ مسلم ایہ مسلم فیہ کو ادا کرے گا جبکہ مسلم فیہ کو کوئی افغانے والا ہو اور اس میں شرح بھی ہوتی ہے۔

صاحبین غلبہ بالرحمہ نے کہا کہ جب رأس المال نہیں ہو تو پھر اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ پیر دہانے والی جگہ کے بیان کی ضرورت ہے اور مسلم ایہ عقد کی جگہ پر ہی مسلم فیہ کو پیر دہانے والا ہوگا۔ پس ان دونوں مسائل اور پہلے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اشارہ کرنے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے پس یہ ضروری اور شریعت کے مشابہ ہو جائے گا اور کپڑے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بعض دراہم کو نہ بھی نکل آیا کرتے ہیں جو کہ کلن عقد میں تبدیلی نہیں سے جاتے۔ کیونکہ جب رأس المال کی مقدار معلوم نہ ہوگی تو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ کتنی مقدار دیتے ہیں یا کتنی بھی مسلم ایہ مسلم فیہ کو پیر دہانے سے عاجز آجاتا ہے اور وہ رأس المال کو واپس کرنے کا محتاج ہوتا ہے۔ اور ایسے عقد میں وہم شدہ چیز بہت کی طرح ہوتا ہے (کاعدہ جہینہ) کیونکہ فقہی کے باوجود اس کی ضرورت ہے بہ خلاف اس کے کہ جب رأس المال کپڑا ہے اس لئے کپڑے میں گروہ صرف

ہوتا ہے اور عقد کی مقدار سے متعلق ہونے والا نہیں ہے۔

بیع سلم کی شرائط کا فقہی بیان

- بیع سلم کے لیے چند شرطیں ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے۔ (۱) عقد میں بشرط خیار نہ ہونے دونوں کے لیے نہ ایک کے لیے۔
- (۲) اس المال کی جنس کا بیان کر دینا ہے یا شرطی یا نوٹ یا پیسہ۔ (۳) اس کی نوع کا بیان یعنی مثلاً اگر وہاں مختلف قسم کے روپے اشرفیاں رائج ہوں تو بیان کرنا ہوگا کہ کس قسم کے روپے یا اشرفیاں ہیں۔ (۴) بیان وصف اگر کھرے کھولے یا کئی طرح کے سکے ہوں تو اسے بھی بیان کرنا ہوگا۔ (۵) اس المال کی مقدار کا بیان یعنی اگر عقد کا قلعق اس کی مقدار کے ساتھ ہو تو مقدار کا بیان کرنا ضروری ہوگا فقط اشارہ کر کے بتانا کافی نہیں مثلاً قلعی میں روپے ہیں تو یہ کہنا کافی نہیں کہ ان روپوں کے بدلے میں سلم کرتا ہوں بتانا بھی پڑے گا کہ یہ سو ہیں اور اگر عقد کا قلعق اس کی مقدار سے نہ ہو مثلاً اس المال کپڑے کا تھاں یا عددی متفاوت ہو تو اس کی گنتی بتانے کی ضرورت نہیں اشارہ کر کے متعین کر دینا کافی ہے۔ اگر مسلم فیہ دو مختلف چیزیں ہوں اور اس المال مکمل یا مبزوں ہو تو اس کے مقابل میں جن کا حصہ مقرر کر کے ظاہر کرنا ہوگا اور مکمل مبزوں نہ ہو تو تفصیل کی حاجت نہیں اور اگر اس المال دو مختلف چیزیں ہوں مثلاً کچھ روپے ہیں اور کچھ اشرفیاں تو ان دونوں کی مقدار بیان کرنی ضرور ہے ایک کی بیان کر دی اور ایک کی نہیں تو دونوں میں سلم صحیح نہیں۔ (۶) اسی مجلس عقد میں اس المال پر مسلم الیہ کا قبضہ ہو جائے۔ (۷) مسلم فیہ کی جنس بیان کرنا مثلاً گندم یا جو۔ (۸) اس کی نوع کا بیان مثلاً فلاں قسم کی گندم۔ (۹) کا بیان وصف جید، ردی، اوسط درجہ۔ (۱۰) باپ یا قول یا عدد یا پگڑوں سے اس کی مقدار کا بیان کر دینا۔ (۱۱) مسلم فیہ دینے کی کوئی میعاد مقرر ہو اور وہ میعاد معلوم ہو اور ایدہ یا قرائر یا ایہ جائز نہیں۔
- (۱۲) کم سے کم ایک ماہ کی میعاد مقرر کی جائے۔ اگر رب المسلم مرجائے جب بھی میعاد بدستور باقی رہے گی کہ میعاد پر اس کے دہرے کو مسلم فیہ ادا کریگا اور مسلم الیہ مر گیا تو میعاد باطل ہوگی کہ فوراً اس کے ترکہ سے وصول کریگا۔ (خانیہ)
- (۱۳) مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے نہ اس وقت معدوم ہو نہ ادا کے وقت معدوم ہو نہ درمیان میں کسی وقت بھی وہ ناپید ہو جائے یا ان میں سے ایک میں بھی معدوم ہو یا تو سلم ناجائز ہے۔ اس کے موجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بازار میں ملتا ہو اور اگر بازار میں نہ ملے تو موجود نہ کہیں گے اگرچہ گھروں میں پایا جاتا ہو۔
- (۱۴) مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ متعین کرنے سے متعین ہو جائے۔ روپیہ یا شرطی میں سلم جائز نہیں کہ یہ متعین نہیں ہوتے۔
- (۱۵) مسلم فیہ اگر ایسی چیز ہو جس کی بیع ضروری اور بار بار برداری دینی پڑے تو وہ جگہ متعین کر دی جائے جہاں مسلم فیہ ادا کرے اور اگر اس قسم کی چیز نہ ہو جسے مشکبہ وصف ان تو جگہ مقرر کرنا ضرور نہیں۔ پھر اس صورت میں کہ جگہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں اگر مقرر نہیں کی ہے تو جہاں عقد ہوا ہے وہیں ایفا کرے، اور دوسری جگہ کیا جب بھی حرج نہیں اور اگر جگہ مقرر ہوگئی ہے تو جو مقرر ہوئی وہاں ایفا کرے۔ چھوٹے شہر میں کسی محلہ میں دینے کا کافی ہے محلہ کی تخصیص ضرور نہیں اور بڑے شہر میں بتانے کی ضرورت ہے کہ کس محلہ یا شہر کے کس حصہ میں ادا کرنا ہوگا۔

معین رأس مال کے بیان میں فقہی مذاہب اربعہ

سازمکن انداز میں تمام فقہی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صاحبین علیہم الرحمہ نے کہا کہ جب رأس المال معین ہو تو پھر اس کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ یہ رد کرنے والی جگہ کے بیان کی ضرورت ہے اور مسلم الیہ عقد کی جگہ پر ہی مسلم فیہ کو سپرد کرنے والا ہوگا۔ پس ان دونوں مسائل اور پہلے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اشارہ کرنے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے پس یہ مردود فی اور ثمن کے مشابہ ہو جائے گا اور پکڑے کی طرح ہو جائے گا۔ حضرت امام مالک، امام احمد اور امام شافعی علیہم الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع مسلم کی سات شرائط ہیں۔ جن کا تذکرہ ہدایہ کے متن میں ذکر ہوا ہے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱، ص ۱۷۱، بیروت)

اسی چیز میں مسلم کیا جو اس وقت سے ختم میعاد تک موجود ہے مگر میعاد پوری ہونے پر رب المسلم نے قبضہ نہیں کیا اور اب وہ چیز دستیاب نہیں ہوتی تو بیع مسلم صحیح ہے اور رب المسلم کو اختیار ہے کہ عقد کو فسخ کر دے یا انتظار کرے جب وہ چیز دستیاب ہو بازار میں ملے لگے اس وقت دی جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

اگر وہ چیز ایک شہر میں ملتی ہے دوسرے میں نہیں تو جہاں مفقود ہے وہاں مسلم ناجائز اور جہاں موجود ہے وہاں جائز۔ (در مختار) بیع مسلم کا حکم یہ ہے کہ مسلم اگر ثمن کا مالک ہو جائے گا اور رب المسلم مسلم فیہ کا۔ جب یہ عقد صحیح ہو گیا اور مسلم الیہ نے وقت پر مسلم فیہ کو حاضر کر دیا تو رب المسلم کو لینا ہی ہے، ہاں اگر شرائط کے خلاف وہ چیز ہے تو مسلم الیہ کو مجبور کیا جائے گا کہ جس چیز پر بیع مسلم منعقد ہوئی وہ حاضر لائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

دو اجناس میں بیع مسلم کرنے کا بیان

وَمِنْ فُرُوعِهِ إِذَا أَسْلَمَ فِي جَنْسَيْنِ وَلَمْ يَبَيِّنْ رَأْسَ مَالٍ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، أَوْ أَسْلَمَ جَنْسَيْنِ وَلَمْ يَبَيِّنْ مِقْدَارَ أَحَدِهِمَا.

وَلَهُمَا فِي السَّانِيَةِ أَنَّ مَكَانَ الْعَقْدِ يَتَعَيَّنُ لَوْجُودِ الْعَقْدِ الْمَوْجِبِ لِلتَّسْلِيمِ، وَلَآئِنَّهُ لَا يُزَاحِمُهُ مَكَانٌ آخَرُ فِيهِ فَيُصِيرُ نَظِيرَ أَوَّلِ أَوْقَاتِ الْإِمْكَانِ فِي الْأَوَامِرِ فَصَارَ كَالْقَرْضِ وَالْغَضَبِ.

وَأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ التَّسْلِيمَ غَيْرُ وَاجِبٍ فِي الْحَالِ قَلَّا يَتَعَيَّنُ، بِخِلَافِ الْقَرْضِ وَالْغَضَبِ، وَإِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ فَالْجَهَالَةُ فِيهِ تَفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ، لِأَنَّ قِيمَ الْأَشْيَاءِ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ قَلَّا بَدَّ مِنَ الْبَيَانِ، وَصَارَ كَجَهَالَةِ الصَّفَةِ، وَعَنْ هَذَا قَالَ مَنْ قَالَ مِنْ

الْمَشَايِخَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ إِنَّ الْاِخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَهُ يُوجِبُ التَّخَالَفَ كَمَا فِي الصَّفَةِ .
 وَقِيلَ عَلَى عَكْسِهِ لِأَنَّ تَعَيَّنَ الْمَكَانَ لَفِضِيَّةُ الْعَقْدِ عِنْدَهُمَا ، وَعَلَى هَذَا الْاِخْتِلَافِ التَّمَنُّ
 وَالْأَجْرَةُ وَالْقِسْمَةُ ، وَصُورَتُهَا إِذَا اقْتَسَمَا دَارًا وَجَعَلَا مَعَ نَصِيبٍ أَحَدِهِمَا شَيْئًا لَهُ
 حَقًّا وَمُؤَنَةً . وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي التَّمَنِ .
 وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ إِذَا كَانَ مُؤَجَّلًا ، وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الْاِثْمَةِ السَّرَخْسِيِّ رَحِمَهُ
 اللَّهُ . وَعِنْدَهُمَا يَتَعَيَّنُ مَكَانُ الدَّارِ وَمَكَانُ تَسْلِيمِ الدَّابَّةِ لِلْبَائِقَاءِ .

ترجمہ

اور اس کی فروعات میں سے یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے دوا جاس میں بیع مسلم کی ہے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی
 رأس المال بیان نہیں کیا ہے یا اس نے دوا جاس میں بیع مسلم کا عقد کیا اور ان میں سے کسی ایک کی مقدار کو بیان نہیں کیا ہے ۔
 دوسرے مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عقد کی جگہ معین ہوتی ہے کیونکہ وہ عقد جو سپردگی کو واجب کرنے والا ہے وہ اس میں پایا
 چارہ ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کوئی دوسری جگہ اس جگہ سے مزاحمت کرنے والی نہیں ہے ۔ پس یہ امکان اوقات کے اول میں اوامر کی
 بحث میں ہو جائے گا ۔ اور یہ قرض و غصب کی طرح ہو جائے گا ۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مسلم فیکو سپرد کرنا فی حالہ تو واجب نہیں ہے کیونکہ عقد کی جگہ معین نہیں ہے یہ
 خلاف قرض و غصب کے ہے اور جب جگہ معین نہیں ہے تو یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے کیونکہ جگہ کی تبدیلی کے
 سبب اشیاء کی قیمتیں بدلتی رہتی ہیں پس جگہ کی وضاحت سپردگی میں ضروری ہوگی ۔ اور یہ صفت تو مجبول ہونے کی طرح ہو جائے گا ۔
 اور اسی مسئلہ سے بعض مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسلم فیکو کی ادائیگی کی جگہ کا اختلاف قسم کو واجب
 کرنے والا ہے ۔ جس طرح صفت میں ہوا کرتا ہے ۔ اور ایک قول کے مطابق یہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کا تعین صاحبین کے
 نزدیک عقد کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے ۔ اور اسی اختلاف کے مطابق ثمن ، مزدوری اور ہزارہ ہے ۔ اور اس کی صورت مسئلہ اس
 طرح ہے ۔ جب دو بندوں نے گھر کو تقسیم کیا اور ایک کیلئے کوئی ایسی چیز حصہ میں آئی جس کو اٹھانا اور عدہ کی ضرورت ہے اور یہ بھی کہا
 گیا ہے ثمن میں یہ شرط نہیں ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ جب ثمن مؤجل ہو تو اس میں یہ شرط ہے ۔

امام شمس الاعظم سرخسی حنفی علیہ الرحمہ نے اسی قول کو اپنایا ہے ۔ اور صاحبین کے نزدیک ادائیگی کیلئے جگہ اور جانور کو سپرد کرنے
 کیلئے مقم معین ہے ۔

شرح

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی ایک چیز میں سلم کرو

تو اب اسے دوسری چیز میں نہ ٹھہراؤ۔ دوسری سند سے یہی مضمون مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 441)
 بیع سلم میں یہ شرط ٹھہری کہ لڑاں چکدہ و چروے کا مسلم الیہ نے دوسری چکدہ و چروہ دی اور کہا یہاں سے وہاں تک کی مزدوری
 میں دے دوں گا۔ رب المسلم نے چیز لے لی یہ بقعہ درست ہے مگر مزدوری لینا جائز نہیں مزدوری جو لے چکا ہے واپس کرے اس اگر
 اس کو پسند نہیں کرتا کہ مزدوری اپنے پاس سے خرچ کرے تو چیز واپس کر دے اور اس سے کہہ دے کہ جہاں پہنچا ٹھہرا ہے وہ خود
 مزدور کر کے یا مجھے چاہے نہ پہنچائے۔ یہ بیٹے ہوا ہے کہ رب المسلم کے مکان پر پہنچا ہے گا اور مسلم الیہ کو اپنے مکان کا پورا پورا پتا بتا دیا ہے تو
 درست ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: کتاب بیع)

حمل و صرفہ والی اشیاء کی بیع سلم کا بیان

قَالَ (وَمَا لَمْ يَكُنْ لَهُ حِمْلٌ وَ مَوْنَةٌ لَا يَخْتِاجُ فِيهِ إِلَى بَيَانِ مَكَانِ الْإِبْقَاعِ بِالْإِجْمَاعِ) لِأَنَّهُ
 لَا تَخْتَلِفُ قِسْمَتُهُ (وَيُؤْفِقُوهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي أَسْلَمَ فِيهِ) قِيلَ وَضَعِيَ اللَّهُ عَقْدَهُ وَهَلُوهُ
 رَوَاةُ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَالْبُيُوعِ.

وَذَكَرَ فِي الْإِجَارَاتِ أَنَّهُ يُؤْفِقُهُ فِي أَمَى مَكَانٍ بَشَاءَ، وَهُوَ الْأَجْبَحُ لِأَنَّهُ الْأَمَكَيْنُ كُلُّهَا سَوَاءٌ
 ، وَلَا وَجُوبَ فِي الْحَالِ.

وَلَوْ عَيْنًا مَكَانًا، قِيلَ لَا يَتَعَيَّنُ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، وَقِيلَ يَتَعَيَّنُ لِأَنَّهُ يُفِيدُ سُبُوطَ حِطِّ الطَّرِيقِ،
 وَلَوْ عَيْنَ السَّبْصِ فِيمَا لَهُ حِمْلٌ وَ مَوْنَةٌ يَكْتَفِي بِهِ لِأَنَّهُ مَعَ تَبَايُنِ أَطْرَافِهِ كَقِفَّةٍ وَاحِدَةٍ
 فِيمَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ

فرمایا اور جس چیز میں بار برداری اور اخراجات نہ ہوں تو اجارے کے مطابق اس کیلئے مکان ادا کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں
 ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت بدلنے والی نہیں ہے اور اس کو مسلم الیہ اسی جگہ سے ادا کرے جہاں بیعہ مسلم ہوا ہے۔ معنی علیہ الرحمہ
 فرماتے ہیں کہ یہ عبارت جامع ضمیر اور بیع (موسوط) ہے۔ حالانکہ موسوط کی کتاب الاجارات میں ذکر کیا گیا ہے کہ مسلم الیہ
 جس جگہ چاہے وہ مسلم فیہ کو ادا کرے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے اس لئے کہ سارے مقامات برابر ہیں۔ اور ادائیگی فوری طور پر واجب
 بھی نہیں ہے۔ اور جب ان دونوں نے کسی ایک جگہ کو معین کیا ہے تو وہ جگہ معین نہ ہوگی کیونکہ معین کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ
 دوسرا قول یہ ہے کہ معین ہو جائے گی۔ کیونکہ اس معین کرنے کے سبب راستے میں آنے والے اندیشوں سے بچنے میں مفید ہے
 اور جب اس نے ایسی چیز جس کیلئے حمل و صرفہ ہے اس کیلئے شہر کو معین کر دیا ہے تو وہ کوئی سمجھا جائے گا اس لئے کہ شہر اپنے تمام

معاذوں سے علیحدہ ہونے کے باوجود ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں ایک ہی جگہ کی طرح ہے۔

شرح

مسلم فیہ اگر ایسی چیز ہو جس کی ضروری اور بار برداری دینی ہے تو وہ جگہ ممکن کر دی جائے جہاں مسلم فیہ ادا کرے اور اگر اس قسم کی چیز نہ ہو جسے ممکن نہ ہو تو جگہ مقرر کرنا ضروری نہیں۔ پھر اس صورت میں کہ جگہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں مگر مقرر نہیں کی ہے تو جہاں مقدّم ہوا ہے وہیں ایفاء کرے اور دوسری جگہ کیا جب بھی جرح نہیں اور اگر جگہ مقرر ہو گئی ہے تو جو مقرر ہوئی وہاں ایفاء کرے چھوٹے شہر میں کسی جگہ میں وہ بڑے کا پی ہے جگہ کی تخصیص ضروری نہیں اور بڑے شہر میں بتانے کی ضرورت ہے کہ کس جگہ یا شہر کے کس حصہ میں ادا کرنا ہوگا۔

حمل کی بیعت میں مسلم کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ (ابن عمر) رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ لوگ جبل الجبلہ کے وعدے پر غریب و فروخت کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تاغی نے اس کی تفسیر بیان کی کہ ہفتی بچہ جنے جو اس کے پیٹ میں ہے۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 2131)

پھر اس کا بچہ بڑا ہو کر وہ بچہ جنے جیسے دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس معاد میں جہالت تھی۔ دوسرے دعوہ کہ تھا کہ معلوم نہیں وہ کب بچہ جنتی ہے۔ پھر اس کا بچہ زندہ بھی رہ جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ اگر زندہ رہے تو کب حمل رہتا ہے، کب وضع حمل ہوتا ہے۔ ایسی معاد اگر مسلم میں لگائے تو مسلم جائز نہ ہوگی۔ گو معاد اس کا وقت معلوم بھی ہو سکے۔

مسلم فیہ کی عدم حواگی پر بیعت مسلم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر، حجر بن عسیر، عجل بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا میں بکھور کے درخت میں پھل آنے سے قبل مسلم کروں؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کیا کیوں؟ فرمایا میں نے اس کے زبان میں ایک مرد نے باغ میں مسلم کی پھل آنے سے قبل۔ پھر اس سال باغ میں کچھ بھی پھل نہ آیا تو خریدار نے کہا جب تک پھل نہ آئے یہ میرا ہے اور فروخت کنندہ نے کہا کہ میں نے تو تمہیں اسی سال (کا پھل) بیچا تھا اور اس ان دونوں نے اپنا بھٹو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فروخت کنندہ سے فرمایا اس نے تمہارے باغ سے کچھ پھل لیا؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر تم اس کا مال کیسے حلال سمجھ رہے ہو جو حق نے اس سے لیا ہے واپس کر دو اور جب تک درخت کے پھلوں کا قائل استعمال ہوتا معلوم نہ ہو درخت میں مسلم نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ، جلد دوم، حدیث نمبر 442)

رأس المال پر مجلس عقد میں قبضہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يَصْطَحُ السَّلَمُ حَتَّى يَقْبِضَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهُ فِيهِ) أَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ

النُّقُودِ فَلِأَنَّهُ الْفِرَاقُ عَنْ ذَيْنِ بَدْنَيْنِ، وَقَدْ (نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَالِ بِالنَّكَالِ وَإِنْ كَانَ غَنًا، فَلِأَنَّ السَّلَمَ أَخَذَ عَاجِلِي بَاجِلِي، إِذَ الْإِسْلَامُ وَالْإِسْلَافُ يُنْبَنَانِ عَنْ التَّعْجِيلِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَبْضِ أَحَدِ الْعَوَظَيْنِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الْإِسْمِ، وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَسْلِيمِ رَأْسِ الْمَالِ لِيَتَقَلَّبَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ فِيهِ فَيَقْدِرُ عَلَى التَّسْلِيمِ، وَلِهَذَا قُلْنَا: لَا يَصِحُّ السَّلَمُ إِذَا كَانَ فِيهِ خِيَارُ الشَّرْطِ لَهَمَّا أَوْ لَا حَيْدِهِمَا لِأَنَّهُ يَمْنَعُ تَمَامَ الْقَبْضِ لِكُونِهِ مَانِعًا مِنَ الْإِنْعِقَادِ فِي حَقِّ الْحُكْمِ، وَكَذَا لَا يَثْبُتُ فِيهِ خِيَارُ الرُّوْيَةِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُفِيدٍ، بِخِلَافِ خِيَارِ الْغَيْبِ لِأَنَّهُ لَا يَمْنَعُ تَمَامَ الْقَبْضِ وَلَوْ أَسْقَطَ خِيَارُ الشَّرْطِ قَبْلَ الْإِفْرَاقِ وَرَأْسُ الْمَالِ قَائِمٌ جَارٍ خِلَافًا لَزُفَرٍ، وَقَدْ مَرَّ نَظِيرُهُ

ترجمہ

فرمایا: بیع سلم درست نہیں ہے حتیٰ کہ مجلس عقد سے الگ ہونے سے پہلے مسلم الیہ راس المال پر قبضہ کر لے۔ پس جب راس المال نقدی سے ہے تو اس لئے قبضہ ضروری ہے کہ یہ قرض پر قرض الگ ہونا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کے بدلے میں ادھار کا معاہدہ کرنے سے منع کیا ہے اور جب راس المال عین ہے تو اس کو سلم مجلس کو مؤجل کے بدلے میں لینا لازم ہے گا ہاں ابھی سلم وصف کرنے میں جلدی کی خبر دینا ضروری ہے۔ پس دونوں احوال میں کسی ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ سلم وصف کا حکم ثابت ہو جائے۔ اور راس المال کو سپرد کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مسلم الیہ اس میں تصرف کرتے ہوئے سلم فیہ میں سپرد کرنے پر قدرت پانے والا ہو جائے۔

اسی دلیل کے سبب ہم نے کہا ہے کہ جب بیع سلم میں دونوں کیلئے یا ان میں سے کسی ایک کیلئے خیاری شرط ہو تو اس میں سلم کا عقد درست نہ ہوگا کیونکہ خیاری شرط قبضہ کو مکمل کرنے سے مانع ہے کیونکہ وہ حکم کے حق میں عقد منقذ ہونے کو روکنے والا ہے۔ اور اسی طرح سلم کے عقد میں خیاری مدت ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کا فائدہ نہیں ہے یہ غلاف خیاری عیب کے کیونکہ وہ قبضہ مکمل ہونے کے لئے نہیں ہے۔ اور جب کسی نے مجلس سے الگ ہونے سے پہلے خیاری والے نے خیاری کو ساقط کر دیا ہے اور راس المال بھی موجود ہے تو اب عقد جائز ہے جبکہ اس میں امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور اس کی مثال گزر چکی ہے۔

شرح

مسلم الیہ راس المال میں قبضہ کرنے سے پہلے کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور رب السلم مسلم فیہ میں کسی قسم کا تصرف نہیں

کر سکتا۔ مثلاً اسے بیع کر دے یا کسی سے کہے لٹاں سے میں نے اتنے من گمبوں میں سلم کیا ہے وہ جو باقی رہ جاتا ہے اس کو بیچ سکتے ہیں۔ حمار سے ہاتھ پیچے۔ نہ اس میں کسی کو شریک کر سکتا ہے کہ کسی سے کہے سو روپے سے میں نے سلم کیا ہے اگر بچہ سن تم دیہ و تو برابر سے شریک ہو جاوے یا اس میں تولیہ یا مراحہ کرے یہ سب تصرفات ناجائز۔ اگر خود سلم الیہ کے ساتھ یہ عقود کیے مثلاً اس کے ہاتھ انہیں داموں میں یا زیوہ داموں میں بیع کر ڈالی یا اسے شریک کر لیا یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر رب سلم نے سلم فی اس وجہ کر دیا اور اس نے قبول بھی کر لیا تو یہ اقل سلم قرار پائے گا اور حقیقتہً ہبہ نہ ہوگا اور اس المال واپس کرنا ہوگا۔ (در مختار)

راس المال جو چیز قرار پائی ہے اس کے عوض میں دوسری جنس کی چیز دینا جائز نہیں مثلاً روپے سے سلم ہوا اور اس کی جگہ اثرنی یا نوٹ دیا یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

سلم فیہ کے بدلے میں دوسری چیز لینا دینا ناجائز ہے ہاں اگر سلم الیہ نے سلم فی اس سے بہتر دیا جو بظہر تھا تو رب سلم اس کے قبول سے انکار نہیں کر سکتا اور اس سے گھٹیا پیش کرتا ہے تو انکار کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

بیع سلم کی شرائط کے خلاصہ کا بیان

(وَجُمْلَةُ الشُّرُوطِ جَمْعُوهَا فِي قَوْلِهِمْ اِعْلَامٌ رَأْسِ الْمَالِ وَتَعْجِيلُهُ وَاِعْلَامُ الْمُسْلِمِ فِيهِ وَتَأْجِيلُهُ وَبَيَانُ مَكَانِ الْاِبْقَاءِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى تَحْصِيلِهِ، فَإِنْ اُسْلِمَ مِائَتِي دِرْهَمٍ فِي كُرٍّ حِنْطَةٍ مِائَةً مِنْهَا ذَيْنَ عَلَى الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَمِائَةٌ نَقْدٌ فَالْسَّلَمُ فِي حِصَّةِ الذَّيْنِ بَاطِلٌ لِقَوَاتِ الْقَبْضِ وَبَجُورُ فِي حِصَّةِ النَّقْدِ) لَا سَجْمَاعَ شَرَائِطِهِ وَلَا يَشِيعُ الْفَسَادُ لِأَنَّ الْفَسَادَ طَارِءٌ، إِذَا السَّلَمُ وَقَعَ صَحِيحًا، وَلِهَذَا لَوْ نَقَدَ رَأْسَ الْمَالِ قَبْلَ الْاِفْتِرَاقِ صَحَّ إِلَّا أَنَّهُ يَبْطُلُ بِاِلْفِتْرَاقِ لِمَا بَيَّنَّا، وَهَذَا لِأَنَّ الذَّيْنَ لَا يَتَعَيَّنُ فِي الْبَيْعِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُمَا لَوْ تَبَايَعَا غَنِيمًا بِلَدَيْنِ ثُمَّ تَصَادَقَا أَنْ لَا ذَيْنَ لَا يَبْطُلُ الْبَيْعُ فَيَنْتَقِذُ صَحِيحًا.

ترجمہ

اور مشرخی فقہاء نے بیع سلم کی جملہ شرائط کو اس عبارت میں جمع کر دیا ہے۔ رأس المال سے خبردار کرنا، اس کو فوری طور پر ادا کرنا، سلم فیہ کو عین کرنا، اس کو احار دینا، ادا یا جنگی کی جگہ کو بیان کرنا، اور حصول کی قدرت کو بیان کر دینا ہے۔

جب کسی نے دوسرا ہم کی گندم کی ایک پوری میں عقد سلم کیا جن میں سے ایک سو درہم سلم الیہ کے ذمہ پر قرض ہیں اور سو درہم نقد ہیں تو قرض والے جس میں عقد باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ نقد نہیں ہے اور نقد والے میں عقد صحیح ہے کیونکہ اس میں عقد کی جملہ شرائط پائی جاتی ہیں۔ اور اس سے کوئی فساد بھی پھیلنے والا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ طاری ہے اور اس لئے بھی سلم کا عقد صحیح ہو کر واقع ہوا ہے۔ کیونکہ رب سلم نے الگ ہونے سے پہلے رأس المال نقد طور پر دے دیا ہے تو عقد صحیح ہو جائے گا۔ ہاں البتہ جدائی سے

سب عقد باطل ہو جائے گا ای دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہ میں دین معین نہیں ہے۔ ہاں یہ کیا آپ نہیں جانتے کہ جب عائدین نے میں کو دین کے بدلے ملک بیچ دیا اور اس کے بعد دونوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ دین نہ تو فوت ہو جائے گا۔

ترج

فقہ مسلم کے صحیح ہونے کی وہ شرطیں سات ہیں جن کا عقد میں ذکر کیا جاتا ہے (یہ تعداد اجمالی ہے ورنہ پہلی چار شرطیں اس المال (شیں) اور مسلم فیہ (شیخ) دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ تو اس طرح تفصیلاً یہ چار کے بجائے آٹھ ہوں گے، (۱) مسلم فیہ کی جس کا بیان جیسے گندم یا کھجور (۲) نور کا بیان جیسے نہری پانی سے اس کو سیراب کیا گیا ہے یا بارش کے پانی سے سیراب ہوئی ہے اور اس میں غلام سے منقول ہے کہ جنہیں کوئی نور نہ ہو اس میں نور کا بیان شرط نہیں اور اس میں معراج سے منقول ہے کہ اس المال میں نور کا بیان کرنا شرط ہے جبکہ شہر میں مختلف نقود رائج ہوں ورنہ نہیں۔ (۳) مسلم فیہ کی صفت کا بیان جیسے عمدہ یا ناقص (۴) مسلم فیہ کی مقدار کا بیان جیسے نکل کے اعتبار سے اتنی (۵) مدت کا بیان اور مسلم میں کم از کم مدت ایک ماہ ہے اسی پر نفی ہے۔ (۶) اس المال کی مقدار کا بیان اگر عقد کا مطلق رہی المال کی مقدار سے ہو یا میں بطور کہ مسلم فیہ کے اجزاء اس المال کے اجزاء پر منقسم ہوتے ہوں (فتح) اس تقسیم کی صورت یہ ہے کہ نصف مسلم فیہ نصف رہا اس المال کے بدلے میں اور چوتھائی چوتھائی کے بدلے میں ہوا یا طرح پر سلسلہ چلا جائے اور یہ صورت صرف شئی چیزوں میں تحقیق ہو سکتی ہے، (۷) اس جگہ کا بیان جہاں مسلم فیہ پہنچانا منظور ہے جبکہ مسلم فیہ میں بار بار داری اور مشقت ہے، کسی شے سے پہنچانے کی شرط لگائی تو اس شے کے تمام محلے اس مسکن میں برابر ہیں اگر کسی محلہ میں بائع نے مسلم فیہ کو پہنچا دیا تو بری الذمہ ہو گیا مشتری کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے محلہ میں پہنچانے کا مطالبہ کرے (بزائید) اور اگر کوئی مکان معین کر دیا تو وہی معین ہوگا اصح مذہب پر (فتح) اور ہتی رہ شرطوں میں سے اس المال پر قبضہ کرنا اگرچہ اس المال معین ہو، اور یہ قبضہ عائدین کے بدنی طور پر جدا ہونے سے قبل شرط ہے اگرچہ وہ دونوں مجلس میں سو گئے ہوں یا ایک فرخ یا اس سے کچھ یاد دلاؤ کھینچے چلتے گئے ہوں (اس کے بعد قبضہ کیا ہو) اور اگر رب اسلم (مشتری) درجہ لے کر گھر میں اس طرح داخل ہوا کہ مسلم فیہ (بائع) کی نظر سے اچھل گیا تو قبضہ باطل ہو گیا اور اگر وہ نظر اتارنا تو عقد باطل نہیں ہوا اور اس المال پر مجلس میں قبضہ کرنا عقد مسلم کی صحت پر باقی رہنے کی شرط ہے نہ کہ وصف صحت پر اس کے منقذ ہونے کی شرط ہے، تو فقہ کا انعقاد صحیح ہو جائے گا پھر اس المال پر قبضہ کیے بغیر دونوں کے جدا ہونے سے باطل ہو جائے گی۔ (در مختار شرح خوارزمی)

قبضہ سے پہلے اس المال میں عدم تصرف کا بیان

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ النَّصْرُ فِي رَأْسِ مَالِ السَّلَامِ وَالْمُسْلِمِ فِيهِ قَبْلَ الْقَبْضِ) أَمَّا الْأَوَّلُ

فَلَمَّا فِيهِ مِنْ تَقْوِيَةِ الْقَبْضِ الْمُسْتَعْتَبِ بِالْعَقْدِ.

وَأَمَّا النَّاسِي لِلْآنِ الْمُسْلِمِ فِيهِ تَبِيعٌ وَالتَّصَرُّفُ فِي الْمَتَبِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ لَا يَجُوزُ وَلَا
يَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَالْقَوْلِيَّةُ فِي الْمُسْلِمِ فِيهِ (لأنه تصرف فيه

ترجمہ

فرمایا، قبضہ کرنے سے پہلے بیع مسلم کے رأس المال اور مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور رأس المال کا تصرف اس وجہ سے منع ہے کہ اس قبضہ کو فوت کرنا ہے جو عقد کے سبب واجب ہوا ہے اور مسلم فیہ میں تصرف اس سبب سے منع ہے کہ عقد میں مسلم فیہ بیع ہوا کرتی ہے اور قبضہ سے پہلے بیع میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ شرکت و قولیہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مسلم فیہ میں تصرف کرنا ہے۔

شرح

مسلم الیہ راس المال میں قبضہ کرنے سے پہلے کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور رب المسلم مسلم فیہ میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔ مثلاً اسے بیع کر دے یا کسی سے کچھ لال سے ملنے لے لے اتنے من گنبدوں میں مسلم فیہ کے وہ کھارے ہاتھ بیچے۔ نہ اس میں کسی کو شریک کر سکتا ہے کہ کسی سے کچھ منورہ لے لے سے مسلم فیہ ہے اگر پچاس غم زدہ تو برابر کے شریک ہو جاوے یا اس میں تولیہ یا فراہ کرے یہ سب تصرفات ناجائز۔ اگر خود مسلم الیہ کے ساتھ یہ عقود کیے مثلاً اس کے ہاتھ اٹھیں داموں میں یا زیادہ داموں میں بیع کر دے یا اسے شریک کر لیا یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر رب المسلم سے مسلم فیہ اس کو بیہ کر دیا اور اس نے قبولی بھی کر لیا تو یہ اقالہ مسلم قرار پائے گا اور ہیبتہ بہتہ ہوگا اور راس المال واپس کرنا ہوگا۔ (درمختار، کتاب بیوع)

بالج کافر و خست شدہ چیز کی خواہی میں نا کام رہنا

جب فروخت کنندہ فروخت شدہ چیز خریدار کے حوالہ کرنے میں نا کام رہے تو اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا۔ یا تو وہ انتظار کرے یہاں تک کہ فروخت کنندہ فروخت شدہ چیز کو اس کے حوالہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور یا اپنا پیسہ بغیر کسی کی پیشگی تحفہ واپس لے لے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: "جس شخص نے خوردنی شے میں ایک مقررہ مدت تک حوالگی شرط پر سودا کیا اور رقم ادا کر دی، لیکن اسے وہ شے اس شخص کے پاس نہ ملی اور اس شخص نے یہ پیشگی تحفہ کی کوئی اور خوردنی شے آج کے بھارے پر لے لو تو اس کے لیے سوائے اس پہلی خوردنی شے کے اور کوئی چیز لینا درست نہیں ہوگا اور یا پھر وہ اپنی وہی ہوئی قیمت واپس لے لے۔ اس کے لیے اس مقررہ روغیت کے طعمائے سوا اور روغیت کا طعمائے لینا درست نہیں ہے۔

(مسند زید جلد سوم۔ حق۔ ۶۱۱۱ بحوالہ فقہ حضرت علیؑ۔ حق ۱۷۷)

بیع مسلم میں اقالہ کرنے کا بیان

(قَبْضَانِ تَقَابُلًا الْمُسْلِمُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ مِنَ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ بِرَأْسِ الْمَالِ شَيْئًا حَتَّى

يَقْبِضَهُ كُلَّهُ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تَأْخُذْ إِلَّا سَلَمَكَ أَوْ رَأْسَ مَالِكَ)، أُنِ
عِنْدَ الْفُسْخِ، وَلَئِنَّهُ أَخَذَ شَبَهَا بِالْمَبِيعِ فَلَا يَحِلُّ التَّصَرُّفُ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ
الْبِقَاةَ بَيْعٌ جَدِيدٌ فِي حَقِّ قَائِلِهِ، وَلَا يُمْكِنُ جَعْلُ الْمُسْلِمِ فِيهِ مَبِيعًا لِسُقُوطِهِ فَجَعَلَ
رَأْسَ الْمَالِ مَبِيعًا لِأَنَّهُ ذَنْبٌ مِثْلُهُ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ قَبْضُهُ فِي الْمَجْلِسِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي
حُكْمِ الْإِنْتِزَاعِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ، وَفِيهِ خِلَافٌ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ.

ترجمہ

اور جب عقد کرنے والوں نے بیعِ مسلم کا اقالہ کیا تو اب ربِ مسلم والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ راسِ امال سے بدلے مسلم سے کوئی چیز خرید لے۔ حتیٰ کہ راسِ المال پر قبضہ کر لے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے راسِ المال یا اپنے مسلم کے سوا بیع مت لے یعنی کرخ ہوتے وقت اور اس پر بھی دلیل ہے کہ راسِ المال نے بیع کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہوئی ہے پس قبضہ کرنے سے قبل اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ اقالہ تیسرے شخص کے حق میں ایک نئی بیع ہے اور مسلم بدلے کے ساتھ ہونے کے سبب اس کو بیع بنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ بیعِ راسِ المال کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ مسلم فیہ کی طرح دین ہے ہاں مجلس میں اس پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ کلی طور پر ابتداء کے حکم میں نہیں ہے اور اس میں زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور ان کے خلاف ہماری بیان کردہ دلیل بطور حجت ہے۔

اقالہ کرنے کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان کی بیع کو واپس کر چکا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا (سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ)

اور شرح السنہ میں یہ روایت ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے جو مصابیح میں شرح شامی سے بطریق ارسال اقالہ جائز ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 106)

اقالہ کا مطلب ہے بیع کو واپس کر دینا یعنی فسخ کر دینا شرح السنہ میں لکھا ہے کہ بیعِ اور مسلم میں قبل قبضہ بھی اور بعد قبضہ بھی اقالہ جائز ہے۔

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے متصل نقل کیا ہے اسی طرح حاکم نے بھی اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ سے متصل ہی نقل کیا ہے لیکن مصابیح میں یہ روایت بطریق ارسال ان الفاظ میں منقول ہے حدیث (من اقال احاء المسلم صفقة کرہا، افال اللہ عشرتہ يوم القيامة) جو شخص مسلمان کی کسی ناپسندیدہ بیع کو واپس کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ بخش دے گا علامہ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مسلم میں اقالہ درست ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورے مسلم میں قالد یہ ہے۔

ہو بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کسی جز میں اقالہ کریں اگر پورے سلم میں اقالہ کیا میعاد پوری ہونے سے قبل یا بعد اس اقالہ سلم الیہ کے پاس موجود ہو یا نہ ہو بہر حال اقالہ درست ہے اگر اس اقالہ ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے معین ہوتی ہے مثلاً گائے، بیل یا کبوتر وغیرہ اور یہ چیز بعینہ سلم الیہ کے پاس موجود ہے تو بعینہ اسی کو واپس کرنا ہوگا اور موجود نہ ہو تو اگر مثلاً ہے اس کی مثل دینی ہوگی اور فقیہی ہو تو قیت دینی پڑے گی اور اگر اس اقالہ ایسی چیز نہ ہو جو معین کرنے سے معین ہو مثلاً روپیہ یا شرفی تو چاہے موجود ہو یا نہ ہو اس کی مثل دینا چاہئے بعینہ اسی کا دینا ضرور نہیں۔ رب السلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کر لیا ہے اس کے بعد اقالہ کرنا چاہتے ہیں اگر مسلم فیہ بعینہ موجود ہے اقالہ ہو سکتا ہے اور بعینہ اسی چیز کو واپس دینا ہوگا اور اگر سلم فیہ باقی نہیں تو اقالہ درست نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع، کتاب بیوع)

بیع سلم میں اقالہ سے متعلق بعض فقہی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کچھ قاحت نہیں اگر ایک مرد دوسرے مرد سے سلف کرے اناج میں جب اس کا وصف بیان کر دے نرخ مقرر کر کے میعاد معین پر جب وہ سلم کسی ایسے کھیت میں نہ ہو جس کی بہتری کا حال معلوم نہ ہو یا ایسی کھجور میں نہ ہو جس کی بہتری کا حال معلوم نہ ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے جو شخص سلف کرے اناج میں نرخ مقرر کر کے مدت معین پر تو جب مدت گزرے اور خریدار بائع کے پاس وہ اناج نہ پائے اور سلف کو سب کچھ کرے تو خریدار کو چاہیے اپنی چاندی یا سونا۔ ہو یا قیت دی ہوئی حینہ پھیر لے یہ نہ کرے کہ اس کے بدلے میں دوسری شئی بائع سے خرید لے جب تک اپنے شمن پر قبضہ نہ کر لے کیونکہ اگر خریدار نے جو قیت دی ہے اس کے سوا کچھ لے لیا یا اس کے بدلے میں دوسرا اسباب خرید لے تو اس نے اناج کو کُل قبضہ کے بچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا سلف کو فتح کر ڈال اور شمن واپس کرنے کے لیے میں تجھ کو مہلت دیتا ہوں تو یہ جائز نہیں اور اہل علم اس کو منع کرتے ہیں کیونکہ جب میعاد گزر گئی اور اناج بائع کے ذمہ واجب ہو اب مشتری نے اپنے حق وصول کرنے میں دیر کی اس شرط سے کہ بائع سلم کو فتح کر ڈالے تو گویا مشتری نے اپنے اناج کو ایک مدت پر بیع قبل قبضہ کے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال یہ ہے کہ جب مدت پوری ہوئی اور خریدار نے اناج لینا پسند نہ کیا تو اس اناج کے بدلے میں کچھ روپے ٹھہرا لیے ایک مدت پر تو یہ اقالہ نہیں ہے اقالہ وہ ہے جس میں کسی بیشی بائع یا مشتری کی طرف سے نہ ہو اگر اس میں کسی بیشی ہوگی یا کوئی میعاد بڑھ جائے گی یا کچھ فائدہ مقرر ہوگا بائع کا یا مشتری کا تو وہ اقالہ بیع سمجھا جائے گا اور اقالہ اور شرکت اور تولیہ جب تک درست ہیں کہ کسی بیشی یا میعاد نہ ہو اگر یہ چیزیں ہوں گی تو وہ بی بیع سمجھیں گے۔ جن وجوہ سے بیع درست ہوتی ہے یہ بھی درست ہوں گی اور جن وجوہ سے بیع نادرست ہوتی ہے یہ بھی نادرست ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ملک میں غزوہ کیوں نہیں لے جاتا ہے بلکہ غزوہ کرنے کے بعد اس سے بھر پائی
 کے لئے کچھ تجارتیں کر لیں، شرعیہ طور پر وہی غزوہ نہیں ہوگی بلکہ غزوہ کی جگہ پر ہوگی۔

(مؤطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1237)

مسلم کی ادائیگی کی میعاد آئے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ لَمْ يَكُنْ حِطَّةً فَلَمَّا حَلَّ الْأَجَلُ اشْتَرَى الْمُسْلِمَ إِلَيْهِ مِنْ رَجُلٍ مُرًا
 وَأَمَرَ رَبَّ الْمُسْلِمَ بِقَبْضِهِ قَضَاءً لَمْ يَكُنْ قَضَاءً وَإِنْ أَمَرَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ لَهُ ثُمَّ يَقْبِضَهُ لِنَفْسِهِ
 لَا كَسَالَهُ لَهُ ثُمَّ اكْتَالَهُ لِنَفْسِهِ جَارٍ) لِأَنَّهُ اجْتَمَعَتِ الصَّفَقَتَانِ بِشَرْطِ الْكَيْلِ فَلَا بُدَّ مِنَ
 الْكَيْلِ مَرَكِبِينَ لِتَهَيُّ السَّبْيِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَخْرُجَ فِيهِ
 صَاعَتَانِ، وَهَذَا هُوَ مُحْتَمَلُ الْحَدِيثِ عَلَى مَا مَرَّ وَالْمُسْلِمُ وَإِنْ كَانَ سَابِقًا لَكِنْ لِقَبْلِ
 الْمُسْلِمِ فِيهِ لَا يَحِلُّ وَأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ ابْتِدَاءِ الْبَيْعِ لِأَنَّ الْعَيْنَ غَيْرُ الدِّينِ حَقِيقَةً.

وَإِنْ جُمِعَ عَلَيْهِ فِي حَقِّ حَكْمٍ حَاضِرٍ وَهُوَ حُزْمَةُ الْإِسْتِدْالِ فَتَحَقَّقَ الْبَيْعُ بَعْدَ التَّوَارُفِ
 وَإِنْ لَمْ يَكُنْ سَلَمًا وَكَانَ قَرْضًا فَأَمَرَهُ بِقَبْضِ الْكُرْ جَارٍ لِأَنَّ الْقَرْضَ إِعَارَةً وَلِهَذَا يُعْتَمَدُ
 بِلَفْظِ الْإِعَارَةِ لِكَانَ التَّوَرُفُ عَيْنَ الْمَاخُورِ مُطْلَقًا حَكْمًا فَلَا تَجْتَمِعُ الصَّفَقَتَانِ.

ترجمہ

اور جس شخص نے ایک بوری گندم میں بیع مسلم کا عقد کیا اور اس کے بعد جب مسلم نوکری ادائیگی کی میعاد آئی تو مسلم الیہ سے کسی
 شخص سے ایک بوری گندم خریدی اور رب مسلم کو قبضہ کرنے کیلئے اس کا حکم دیا تو یہ ادائیگی ہوگا اور جب اس نے یہ حکم دیا ہے کہ پہلے مسلم
 الیہ قبضہ کرے اس کے بعد وہ اپنے قبضہ میں لے گا کیونکہ رب مسلم نے اس کو مسلم الیہ کیلئے تولد نہ کیا اور پھر اس نے اپنے لیے کیل کیا
 ہے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ کیل کی شرط کے سبب دو دفعہ جمع ہو گئے ہیں کیونکہ دوبار کیل کرنا لازم تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع
 سے منع کیا ہے حتیٰ کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں اور حدیث کا عمل بھی یہی ہے جس طرح چان گزر چکا ہے۔

اور بیع مسلم سابق ہے مگر مسلم پر قبضہ بعد میں ہوا ہے پس یہ بیع بھی ابتدا کے درجے میں ہوگی کیونکہ یہ دین کے عین کے خلاف
 ہے خواہ ایک حکم خاص یعنی استدال کے حرام ہونے میں عین کو قرض قرار دیا گیا ہو پس خریدنے کے بعد بیچنا ثابت ہو جائے گا اور
 جب وہ مسلم نہ ہو بلکہ قرض ہو اور اس کے بعد قرض والے نے گندم کی بوری خرید کر قبضہ کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ قرض
 اعارہ ہے پس اسی سبب سے اعازہ کے لفظ سے قرض کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ پس وہ واپس لیا گیا ہے وہ حکم شرعی کے مطابق وہی ہے

کے بدلے میں اتنا خریدے وعدے پر جب وعدہ گزرے تو ایک درہم حوالے کر دے اور باقی کے بدلے میں کوئی اور چیز خرید کر لے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے پہنچا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمارے بازار میں کوئی ایسا نہ رہے جس لوگوں کو ہاتھ میں حاجت سے زیادہ روپیہ ہے وہ کسی ایک غم کو جو ہمارے ملک میں آئے خرید کر اٹھارہ نہریں اور جو شخص "ہینہ" نہ کر ہمارے ملک میں نہ لائے گری یا جائزے میں تو وہ مہمان ہے عمر کا جس طرح اللہ و منظور ہو پیچھے اور جس طرح خدا و منظور ہو چھوڑے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1240)

رب سلم کے غائب پر عدم ادائے وجوب کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ فِي كُرْ فَاتَمَوْ رَبَّ السَّلَمِ أَنْ يَكِيلَهُ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ فِي غَرَائِرِ رَبِّ السَّلَمِ فَعَلَّ وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يَكُنْ قَضَاءً) لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْكَفَالَةِ لَمْ يَصَحَّ لِأَنَّهُ لَمْ يُصَادَفْ مِلْكُ الْأَمْرِ، (لِأَنَّ) حَقَّهُ فِي الدَّيْنِ دُونَ الْعَيْنِ فَصَارَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ مُسْتَعْبِرًا لِلْغَرَائِرِ مِنْهُ وَقَدْ جَعَلَ مِلْكُ نَفْسِهِ فِيهَا فَصَارَ كَمَا لَوْ كَانَ عَلَيْهِ ذَرَاهِمٌ ذَيْنَ فَلَدَعَ إِلَيْهِ كَيْسًا لِيَزِنَهَا الْمَذْيُونُ فِيهِ لَمْ يَصِرْ قَائِمًا.

ترجمہ

فرمایا: جب کسی شخص نے ایک بوری گندم میں بیج سلم کی اس کے بعد رب سلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ وہ مسلم فیہ کو رب سلم کی قسطیوں میں ٹاپ کر دیے۔ تو مسلم الیہ نے یہ کام اس حالت میں کیا کہ رب سلم غائب تھا تو اس کا یہ ادائیگی وجوب نہ ہوں کیونکہ اس طرح کیل کا حکم درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کام نے آمر کی ملکیت نہ پایا اور آمر کا حق دین میں ہے عین میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح مسلم الیہ رب سلم سے قسطیوں کو بطور ادھار لینے والا ہو جائے گا۔ حالانکہ ان قسطیوں میں وہ اپنی ملکیت کو بھرنے والا ہے۔ پس یہ اس طرح ہوئے گا جس طرح جب اس پر دس درہم قرض ہوں اور اس کے بعد قرض خواہ نے اس کو اپنی قسطی دیدی۔ تاکہ مقرض ان درہم مقرضہ کا اس میں وزن کر لے تو قرض خواہ اپنے قرض پر قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا اسے اپنی بوریوں میں تول کر رکھ دیا اپنے مکان میں تول کر علیحدہ کر کے رکھ دو اس سے رب السلم کا قبضہ نہیں ہوا یعنی جب کہ بوریوں میں رب السلم کی عدم موجودگی میں بھرا ہوا رب السلم نے اپنی بوریاں دیں اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ان میں بھر دو اس نے ٹاپ یا تول کر بھر دیا اب بھی رب السلم کا قبضہ نہیں ہوا کہ اگر ہلاک ہوگا تو مسلم الیہ کا ہلاک ہوگا رب السلم سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی موجودگی میں بوریوں میں غلہ بھرا گیا تو چاہے

ہو رہی اس کی ہوں یا مسلم الیہ کی رب المسلم قابض ہو گیا۔ اگر پوری میں رب المسلم کا غلہ موجود ہو اور اس میں مسلم کا غلہ بھی مسلم الیہ نے ڈال دیا تو رب المسلم کا قبضہ ہو گیا اور بیع مطلق میں اپنی پوریاں دیتا اور کہتا اس میں ٹاپ کر بھر دو اور وہ بھر دیتا تو اس کا قبضہ ہو جاتا اس کی موجودگی میں بھرتا یا عدم موجودگی میں۔ اسی طرح اگر رب المسلم نے مسلم الیہ سے کہا، اس کا آٹا پسو دے اس نے پسو دیا تو آٹا مسلم الیہ کا ہے رب المسلم کا نہیں اور بیع مطلق میں مشتری کا ہوتا۔ اور اس نے کہا اسے پانی میں پھینک دے۔ اس نے پھینک دیا تو مسلم الیہ کا قصاص ہو اور رب المسلم سے تعلق نہیں اور بیع مطلق میں مشتری کا نقصان ہوتا۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، کتاب بیع)

بیع کے سبب مشتری کے عین کا مالک ہونے کا بیان

وَلَوْ كَانَتْ الْحِنْطَةُ مُشْتَرَاةً وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا صَارَ قَابِضًا لِأَنَّ الْأَمْرَ قَدْ صَحَّ حَيْثُ صَادَفَ مِلْكُهُ لِأَنَّهُ مَلَكَ الْعَيْنَ بِالْبَيْعِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ أَمَرَهُ بِالطَّحْنِ كَمَا الطَّحْنُ فِي السَّلَمِ لِلْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَفِي الشَّرَاءِ لِلْمُشْتَرَى لِصِحَّةِ الْأَمْرِ، وَكَذَا إِذَا أَمَرَهُ أَنْ يَصُبَّهُ فِي الْبَحْرِ فِي السَّلَمِ يَهْلِكُ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ وَفِي الشَّرَاءِ مِنْ مَالِ الْمُشْتَرَى، وَيَتَقَرَّرُ التَّمَنُّ عَلَيْهِ لِمَا قُلْنَا، وَلِهَذَا يُكْفَى بِذَلِكَ الْكَيْلُ فِي الشَّرَاءِ فِي الصَّحِيحِ لِأَنَّهُ نَائِبٌ عَنْهُ فِي الْكَيْلِ وَالْقَبْضِ بِالْوُقُوعِ فِي غَرَائِرِ الْمُشْتَرَى، وَلَوْ أَمَرَهُ فِي الشَّرَاءِ أَنْ يَكِيلَهُ فِي غَرَائِرِ الْبَائِعِ فَقَعَلَ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا لِأَنَّهُ اسْتَعَارَ غَرَائِرَهُ وَلَمْ يَقْبِضْهَا فَلَا تَصِيرُ الْغَرَائِرُ فِي يَدِهِ، فَكَذَا مَا يَقَعُ فِيهَا، وَصَارَ كَمَا لَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَكِيلَهُ وَيَعْزِلَهُ فِي نَاحِيَةٍ مِنْ بَيْتِ الْبَائِعِ لِأَنَّ النَّبِيَّ بْنَ وَاجِيَهُ فِي يَدِهِ فَلَمْ يَصِرْ الْمُشْتَرَى قَابِضًا.

ترجمہ

اور جب مشتری نے گندم کو خرید اور مسئلہ کی صورت حال اسی حالت میں ہے تو مشتری قبضہ کرنے والا بن جائے گا کیونکہ اس طرح امر یہ کہیں درست ہے۔ اس لئے کہ مشتری نے ملکیت کو پایا ہے اور اس لئے بھی مشتری بیع کے سبب مین کا مالک ہو جائے گا کیا آپ نہیں غور کرتے کہ جب اس نے گندم کو پھینک دیا ہے تو اب بیع مسلم میں مسلم الیہ کا آٹا ہوگا اور خرید کرنے کی صورت میں مشتری کا ہوگا کیونکہ یہ امر درست ہے اور اسی طرح جب کسی مشتری نے بائع کو حکم دیا کہ اس مال کو سمندر میں پھینک دو تو بیع مسلم کی صورت میں وہ مال مسلم الیہ کے مال سے ہلاک ہوگا جبکہ خریداری کی صورت میں وہ مال مشتری کے مال سے ہلاک ہوگا اور اس پر اثر واجب ہوگی اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اسی سبب سے خریداری میں اس کے تولنے پر اکتفا کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں کیل مین بائع مشتری کا نائب ہے اور مشتری کی تحلیلوں میں سے بھرنے کے سبب قبضہ بھی ہو چکا ہے۔

اور خریداری کی صورت میں برب مشتری نے بائع کو حکم دیا اور وہ قبیضہ کو اپنی تحلیلوں سے بائع کو اس نے اسی طرح دیا تو اب مشتری قبضہ کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں مشتری نے بائع کی تحلیلوں کو ادھار لیا ہے اور ان پر قبضہ نہیں کیا ہے پس تحلیلوں اس کے قبضہ میں نہ ہوں گی لہذا وہ چیز بھی اس کے قبضہ میں نہ ہوگی جو ان تحلیلوں میں ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس مشتری نے بائع کو حکم دیا ہے کہ گندم کو تول کر اپنے گھر کے کسی کارزمین رکھ دے کیونکہ گھر اپنی اطراف سمیت بائع کے قبضہ میں ہے پس اس صورت میں مشتری قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

شرح

مناجب ہر ایسے نکتہ ہے کہ جمع میں بائع کے حکم سے سب تبدیلی کرنے سے مسلم فیہ میں اسی چیز کا اعتبار ہوگا جو اس چیز میں تخریب کے بعد واقع ہوگی۔

اور جب تخریب کے دن روپے کے گیسوں لینے کا معاملہ یہ تھا وہ مدت نہ رہی بلکہ زیادہ ہو گئی مگر اس نے اب تک گیسوں نہیں دیئے نہ دینے کی امید ہے تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ اجماع میں یہوں نہ دو بلکہ اس گیسوں کے بدلے اتنے پنے یا اتنے دھن یا اتنی غلہ چیز دے دو۔ گیسوں کے عوض کسی اور چیز کا لینا جائز نہیں یا تو اس کو کچھ مہلت دے دو اور بعد مہلت گیسوں لو۔ یا اپنا روپیہ واپس لے لو۔ اسی طرح اگر بیع مسلم کو تم دونوں نے توڑا یا کہ ہم وہ معاملہ توڑتے ہیں گیسوں نہ لیں گے روپیہ واپس دے دیا تم نے نہیں توڑا بلکہ وہ معاملہ خود حق ٹوٹ گیا جیسے وہ چیز ناپا ب ہو گئی کہیں نہیں ملتی تو اس صورت میں تم کو صرف روپے لینے کا اختیار ہے اس روپے کے عوض اس سے کوئی اور چیز لینا درست نہیں۔ پہلے روپیہ لینے کے بعد اس سے جو چیز چاہو خریدو۔

اب ان چیزوں کا حکم منوجول کر کہتی ہیں جیسے اناج گوشت لو یا تانباڑ کاری نمک وغیرہ اس قسم کی چیزوں میں سے گراں قیمت کی قسم کی چیز سے بچنا اور بدلنا چاہو مثلاً ایک گیسوں دے کر دوسرے گیسوں لیے یا ایک دھان دے کر دوسرے دھان لیے یا آنے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز غرضیکہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے ایک تو یہ کہ دونوں طرف بالکل برابر ہو ذرا بھی کسی طرف کی بیشی نہ ہو ورنہ سو ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت ہاتھ در ہاتھ دونوں طرف سے لین اور قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گیسوں الگ کر کے رکھ دینے جائیں تم اپنے گیسوں تول کر الگ رکھ دو کہ دیکھو یہ رکھے ہیں جب تمہارا بھی چاہے لے جانا۔ اسی طرح وہ بھی اپنے گیسوں تول کر الگ کر دے اور کہہ دے کہ یہ تمہارے الگ رکھے ہیں جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہ کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہوئی تو سود کا گناہ ہوا۔ مسئلہ خراب گیسوں دے کر اچھے گیسوں لینا منظور ہے یا برا آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہے اس لیے اس کے برعکس نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس گیسوں یا آنے وغیرہ کو پیسوں سے بچاؤ کہ ہم نے اتنا آٹا دے دیا تو بچا۔ پھر اسی دونوں کے عوض اس سے وہ اچھے گیسوں یا آٹا لے لو یہ جائز ہے۔ اور اگر ایسی چیزوں میں جو تول کر کہتی ہیں ایک طرح کی چیز نہ ہو جیسے گیسوں دے کر دھان لیے یا جو۔ چٹا۔ جوار۔ نمک۔ گوشت ہے۔

دین و عین کے اجتماع میں قبضہ ہو جانے کا بیان

وَلَوْ اجْتَمَعَ الدِّينُ وَالْعَيْنُ وَالْفَرَارُ لِلْمُشْتَرِي، اِنْ بَدَأَ بِالْعَيْنِ صَارَ قَابِضًا، اَمَّا الْعَيْنُ فَلِصْحَةِ الْأَمْرِ فِيهِ، وَامَّا الدِّينُ فَلِاتِّصَالِهِ بِمِلْكِهِ وَتَسْلِيهِ بِصِيرٍ قَابِضًا، كَمَنْ اسْتَقْرَضَ حِطَّةً وَأَمَرَهُ أَنْ يَزِرَ عَهَا فِي أَرْضِهِ، وَكَمَنْ دَفَعَ إِلَى صَانِعٍ خَاتَمًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَزِيدَهُ مِنْ عِنْدِهِ نِصْفَ دِينَارٍ، وَإِنْ بَدَأَ بِالدِّينِ لَمْ يَصِرْ قَابِضًا، اَمَّا الدِّينُ فَلِعَدَمِ صِحَّةِ الْأَمْرِ، وَامَّا الْعَيْنُ فَلِأَنَّهُ خَلَطَهُ بِمِلْكِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَصَارَ مُسْتَهْلِكًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَيَنْقُضُ الْبَيْعَ، وَهَذَا الْخَلْطُ غَيْرُ مُرَضِيٍّ بِهِ مِنْ جِهَتِهِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ الْبَدَاءُ بِالْعَيْنِ وَعِنْدَهُمَا هُوَ بِالْحِيَارِ إِنْ شَاءَ تَقْضِ الْبَيْعَ وَإِنْ شَاءَ شَارَكَهُ فِي الْمَخْلُوطِ لِأَنَّ الْخَلْطَ لَيْسَ بِاسْتِهْلَاكِ عِنْدَهُمَا .

ترجمہ

اور جب دین و عین میں اجتماع ہو گیا ہے اور وہ تجلیاں مشتری کی ہیں اور جب عین . ل سے شروع کیا ہے تو مشتری کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور یہ مال عین میں اس لئے ہوا ہے کہ اس میں امر یہ کیل درست ہے، جبکہ دین میں اس لئے ہے کہ وہ مشتری کی ملکیت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے جس طرح اتصال کے سبب مشتری قبضہ کرنے والا ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی نے گندم کو قرض پر لیکر قرض خواہ کو حکم دیا کہ اس سے زمین میں بیجائی کر لے۔ اور جس طرح کسی سارے نے انگلی دی اور اسکو حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے اس میں نصف دینار کا اضافہ کر دے۔

اور جب کسی بائع نے دین سے شروع کیا تو اب مشتری قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔ دین پر قبضہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں امر یہ کیل درست نہیں ہے اور مال عین میں قابض نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بائع نے سپرد کرنے سے پہلے ہی اس کو بی ملکیت کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ ہلاک ہو چکا ہے کیونکہ بیع ختم ہو چکی ہے اور اس طرح ملا یہاں یہ مشتری کی جانب سے پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ مشتری کی مراد عین سے ابتداء کرنا ہو۔

صاحبین کے نزدیک مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو بیع کو ختم کر دے اور اگر وہ چاہے تو بیع میں بائع و شریں کر لے کیونکہ صاحبین کے نزدیک اتصال کا یہ ہلاک کرنے میں نہیں آتا۔

قال العلامة ابن الہمام الحنفی (وَلَوْ اجْتَمَعَ الدِّينَ وَالْعَيْنُ) بِأَنْ اشْتَرَى رَبُّ السَّلَمِ
مِنَ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ كُرًا مُعَيَّنًا بَعْدَ حُلُولِ السَّلَمِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَكِيلَ فِي غَرَارِ الْمُسْتَشْرِى
كِلَيْهِمَا فَفَعَلَ بِغَيْبَتِهِ، إِنْ بَدَأَ بِالْكُرِّ الْعَيْنُ ثُمَّ بِالْمُسْلِمِ فِيهِ صَارَ الْمُسْتَشْرِى قَابِضًا لَهُمَا (
أَمَّا الْعَيْنُ فَلِصِحَّةِ الْأَمْرِ فِيهِ) لِأَنَّهُ لَاقَى مِلْكَهُ (وَأَمَّا الدِّينُ فَلِاتِّصَالِهِ بِمِلْكِهِ وَبِمُثْلِهِ
يَصِيرُ قَابِضًا كَمَنْ اسْتَقْرَضَ حِنْطَةً) وَلَمْ يَقْبِضْهَا (ثُمَّ أَمَرَ) الْمُقْرَضُ (أَنْ يَزْرَعَهَا فِي
أَرْضِ الْمُسْتَقْرِضِ، وَكَمَنْ دَفَعَ إِلَى صَانِعِ خَاتَمٍ وَأَمَرَهُ أَنْ يَزِيدَ مِنْ عِنْدِهِ نِصْفَ دِينَارٍ
(فَفَعَلَ بِغَيْبَتِهِ لِرِمْنَةِ الزِّيَادَةِ وَتَقَرَّرَ بَدَلُهَا عَلَيْهِ لِاتِّصَالِ مِلْكِهِ فِيهِمَا وَإِنْ بَدَأَ بِالدِّينِ)
فَكَالَهُ فِي الْغَرَارِ (لَمْ يَصِرْ قَابِضًا، أَمَّا فِي الدِّينِ فَلِعَدَمِ صِحَّةِ الْأَمْرِ) لِمَا قُلْنَا (وَأَمَّا)
فِي (الْعَيْنِ) فَلِأَنَّهُ يَخْلُطُ مَالُ الْمُسْتَشْرِى بِجَنْبِهِ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ (يَصِيرُ مُسْتَهْلِكًا لَهُ
عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَيَنْقُضُ الْبَيْعَ) بِهَلَاكِ الْمَسْبُوعِ قَبْلَ الْقَبْضِ . لَا يُقَالُ : هَذَا الْخَلْطُ
لَيْسَ بِعَدْلٍ لِيَكُونَ بِهِ مُسْتَهْلِكًا لِأَنَّهُ بِأَمْرِهِ .

أَجَابَ الْمُصَنِّفُ بِمَنْعِ إِذْنِهِ فِيهِ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ لِجَوَازِ كَوْنِ مُرَادِهِ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ عَلَى
وَجْهِ يَصِحُّ وَهُوَ أَنْ يَبْدَأَ بِالْعَيْنِ (وَعِنْدَهُمَا) لَمَّا لَمْ يَكُنْ اسْتِهْلَاكًا يَصِيرُ الْمُسْتَشْرِى
بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ نَقَضَ الْبَيْعَ (لِغَيْبِ الشَّرِكَةِ) وَإِنْ شَاءَ شَارَكَهُ فِي الْمَخْلُوطِ
وَأُورِدَ أَنَّ صَبْغَ الصَّبَاغِ يَتَّصِلُ بِالتَّوْبِ وَلَا يَصِيرُ مَالِكُهُ قَابِضًا بِهِ .

أُجِيبَ بِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ ثَمَّةُ الْفِعْلِ لَا الْعَيْنُ، وَالْفِعْلُ لَا يُجَاوِزُ الْفَاعِلَ لِأَنَّهُ عَرَضٌ لَا
يَقْبَلُ الْإِنْتِقَالَ . (فتح القدير من الكتاب البيوع)

ایک بوری گندم کے بدلے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ جَارِيَةً فِي كُرِّ حِنْطَةٍ وَقَبِضَهَا الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ ثُمَّ تَقَايَلَا فَمَاتَتْ فِي يَدِ
الْمُسْتَشْرِى فَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا يَوْمَ قَبْضِهَا، وَلَوْ تَقَايَلَا بَعْدَ هَلَاكِ الْجَارِيَةِ جَزَاءً) لِأَنَّ صِحَّةَ
الْإِقَالَةِ تَعْتَمِدُ بَقَاءَ الْعَقْدِ وَذَلِكَ بِقِيَامِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ، وَفِي السَّلَمِ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ إِنَّمَا هُوَ

الْمُسْلِمُ فِيهِ لَصَحْتُ الْإِقَالَةِ حَالَ بَقَائِهِ، وَإِذَا جَارَ ابْتِدَاءُ قَاوَلِي أَنْ يَنْقَى انْتِهَاءُ، لِأَنَّ
النِّقَاءَ أَسْهَلَ، وَإِذَا انْقَسَخَ الْعَقْدُ فِي الْمُسْلِمِ فِيهِ انْقَسَخَ فِي الْجَارِيَةِ تَبَعًا فَيَجِبُ عَلَيْهِ
رَدُّهَا وَقَدْ عَجَزَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ قِيمَتِهَا۔

ترجمہ

فرمایا اور جس شخص نے ایک بوری گندم کے بدلے میں ایک باندی میں بیع مسلم کی اور مسلم الیہ نے اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد
دووں نے اقالہ کر لیا اس کے بعد وہ باندی مشتری کے قبضہ سے فوت ہو گئی تب بھی مسلم الیہ پر اس باندی کی قیمت واجب ہوگی جو
اس کے قبضہ والے دن (قیمت) تھی۔ اور باندی کے ہلاک ہو جانے کے بعد انہوں نے اقالہ کیا تو جائز ہے کیونکہ اقالہ کا درست
ہونا یہ عقد کے باقی ہونے پر متوقف ہوا کرتا ہے۔ عقد کی بقاء معقود علیہ کی موجودگی سے ہوا کرتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور مسلم میں معقود
علیہ مسلم فیہ ہوا کرتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس مسلم فیہ کی بقاء میں اقالہ درست ہوگا اور اقالہ جب ابتدائی طور پر چڑھے تو انتہائی طور
پر بھی بدرجہ دالی درست ہوگا کیونکہ بقاء آسان ہے اور جب مسلم فیہ میں عقد ختم ہو چکا ہے تو باندی میں بھی عقد ختم ہو جائے گا پس مسل
الیہ پر باندی کو واپس کرنا واجب ہو جائے گا ہاں البتہ جب وہ اس سے عاجز ہے تو اب اس پر اس کی قیمت کو لوٹنا نا واجب ہے۔

شرح

اگر مسلم فیہ استحقاق کے بعد نایاب ہو گئی تو رب المسلم کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو اس کے دستیاب ہونے کا انتظار کرے یا عقد
فسخ کر کے اس امان واپس لے لے، اور اسی میں ہے قبضہ سے پہلے مسلم الیہ کے لئے اس المال میں اور رب المسلم کے لئے
مسلم فیہ تصرف جیسے بیع، شرکت، مرابحہ اور تولیہ جائز نہیں اگرچہ یہ تصرفات اسی شخص سے کئے جائیں جس پر اس المال یا مسلم فیہ
ہے یہاں تک کہ اگر رب المسلم نے مسلم الیہ کو مسلم فیہ بہرہ کر دیا تو یہ اقالہ ہوگا جبکہ مسلم الیہ اسی کو قبول کرے اور صغریٰ میں ہے کہ
بعض مسلم کا اقالہ جائز ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

باندی کو خریدنے کے بعد اقالہ کرنے کا بیان

(وَلَوْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِالْفِ دَرْهِمٍ ثُمَّ تَقَايَلَا قَمَاتَتْ فِي يَدِ الْمُشْتَرِي بَطَلَتْ الْإِقَالَةُ، وَلَوْ
تَقَايَلَا بَعْدَ مَوْتِهَا فَالْإِقَالَةُ بَاطِلَةٌ) لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ إِنَّمَا هُوَ الْجَارِيَةُ فَلَا يَنْقَى
الْعَقْدُ بَعْدَ هَلَاكِهَا فَلَا تَصِحُّ الْإِقَالَةُ ابْتِدَاءً وَلَا تَبْقَى انْتِهَاءً لِأَنَّهُ لَا نَعْدَامَ مَحَلِّهِ، وَهَذَا
بِخِلَافِ بَيْعِ الْمَقَابِضَةِ حَيْثُ تَصِحُّ الْإِقَالَةُ وَتَبْقَى بَعْدَ هَلَاكِ أَحَدِ الْغَوْضَيْنِ لِأَنَّ كُلَّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَبِيعٌ فِيهِ۔

ترجمہ

اور جب کسی شخص نے ایک ہزار درہم کے بدلے میں ایک باندی کو خرید لیا اس کے بعد عقد کرنے والوں نے اقالہ نہ کیا، اور یہ مشتری کے ہاتھ میں وہ باندی فوت ہو گئی تو اقالہ باطل ہو جائے گا۔ اور جب باندی کے فوت ہو جانے کے بعد انہوں نے اقالہ نہ کیا تو بھی اقالہ باطل ہو جائے گا کیونکہ بیع میں معقود علیہ باندی ہے پس اس کی ہلاکت کے بعد عقد باقی نہ رہے گا کیونکہ ابتداء میں اقالہ صحیح نہ ہوا لہذا وہ انتہاء کے اعتبار سے بھی درست نہ ہو گا اس لئے کہ اس کا محل معدوم ہے اور یہ بیع مقایضہ کے خلاف ہے یہاں تک کہ اقالہ درست ہو کیونکہ وہ دونوں اغواض میں سے کسی ایک کی ہلاکت کے بعد بھی درست رہنے والا ہے کیونکہ بیع مقایضہ میں دونوں اغواض جمع ہوا کرتے ہیں۔

شرح

کنیز وغیرہ کوئی اسی قسم کی چیز اس المال تھی اور مسلم الیہ نے اس پر قبضہ بھی کر لیا پھر اقالہ ہوا اس کے بعد ابھی کنیز واپس نہیں ہوئی مسلم الیہ کے پاس مر گئی تو اقالہ صحیح ہے اور کنیز پر جس دن قبضہ کیا تھا اس روز جو قیمت تھی وہ ادا کرے اور کنیز کے ہلاک ہونے کے بعد اقالہ کیا جب بھی اقالہ صحیح ہے کہ مسلم میں بیع مسلم فیہ ہے اور کنیز اس المال دشمن ہے نہ کہ بیع۔

کس سے کم ایک ماہ کی میعاد مقرر کی جائے۔ اگر رب المسلم مر جائے جب بھی میعاد بدستور باقی رہے گی کہ میعاد پر اس کے ورثہ کو مسلم فیہ ادا کرے اور مسلم الیہ مر گیا تو میعاد باطل ہو گئی کہ فوراً اس کے ترکہ سے وصول کرے گا۔ (خانہ)

بیع مقایضہ کی تعریف کا بیان

بیع مقایضہ یہ ہے کہ خریدار اور تاجر ہر دو کی طرف سے قیمت اور بیع کے طور پر سامان ہی ہو، سونا، چاندی، (جسے شریعت قیمت اور شمن تصور کرتی ہے) یا رقم نہ ہو، مثلاً گیہوں کی بیع چاول کے بدلے، بیع مقایضہ میں اصول یہ ہے کہ عربی زبان میں جس لفظ پر ب داخل ہوگی وہ شمن سمجھی جائے گی، مثلاً بیعت القلم بالثوب میں نے قلم کپڑے کے بدلے فروخت کیا، یہاں ب چونکہ ثوب پر داخل ہے، اس لیے ثوب (کپڑا) شمن قرار پائے گا۔

بیع مسلم میں سے کسی کو درہم دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَسْلَمَ إِلَى رَجُلٍ دَرَاهِمَ فِي كُمْرٍ حِنْطَةٍ فَقَالَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ شَرَطْتُ وَدَيْنَا وَقَالَ رَبُّ السَّلَامِ لَمْ تَشْطَرْ شَيْئًا فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُسْلِمِ إِلَيْهِ) لِأَنَّ رَبَّ السَّلَامِ مُتَعَسِّتٌ فِي إِنْكَارِهِ الصَّحَّةِ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ فِيهِ يَرُبُّو عَلَى رَأْسِ الْمَالِ فِي الْعَادَةِ، وَفِي عَكْسِهِ قَالُوا: يَجِبُ أَنْ يَكُونَ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَامِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ يَدْعِي الصَّحَّةَ وَإِنْ كَانَ صَاحِبُهُ مُنْكَرًا. وَعِنْدَهُمَا الْقَوْلُ لِلْمُسْلِمِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ وَإِنْ أَنْكَرَ الصَّحَّةَ،

وَسَنَقُرُّهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

ترجمہ

فرمایا: اور جس شخص نے بیع مسلم کی ایک پوری مندم میں سے کسی کو دراہم دیئے پس مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے توردی کی شرط رکھی تھی جبکہ رب مسلم نے کہا کہ تم نے کوئی شرط نہ لگائی تھی تو مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ مسلم کے صحیح ہونے کا انکار کرنے والا رب مسلم ہے کیونکہ عرف میں مسلم فیہ اس المال سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔

جبکہ مشرک فقہاء نے اسی کے خلاف کہا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک رب مسلم کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ صحت کا دعویٰ کرنے والا ہے خواہ اس کا ساتھی انکار کرنے والا ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ انکار کرنے والا ہے اور اس نے خواہ مسلم کی صحت کا انکار کیا ہے۔ اور ان شاء اللہ اس کو ہم اس کے بعد بیان کر دیں گے۔

شرح

مسلم الیہ اور رب مسلم میں میعاد کے اختلاف کا بیان

(وَلَوْ قَالَ الْمُسْلِمُ إِلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَجَلٌ وَقَالَ رَبُّ السَّلَمِ بَلْ كَانَ لَهُ أَجَلٌ فَلَقَوْلُ قَوْلِ رَبِّ السَّلَمِ) لِأَنَّ الْمُسْلِمَ إِلَيْهِ مُتَعَيَّنٌ فِي إِنْكَارِهِ حَقًّا لَهُ وَهُوَ الْأَجَلُ، وَالْفَسَادُ لِعَدَمِ الْأَجَلِ غَيْرُ مُتَيَقِّنٍ لِمَكَانِ الْإِجْتِهَادِ فَلَا يُعْتَبَرُ النِّفْعُ فِي رَدِّ رَأْسِ الْمَالِ، بِخِلَافِ عَدَمِ الرُّصْفِ، وَلِی غَكْسِهِ الْقَوْلُ لِرَبِّ السَّلَمِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ يُنْكِرُ حَقًّا لَهُ عَلَيْهِ فَيَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ وَإِنْ أَنْكَرَ الصَّحَّةَ كَرَبِّ الْمَالِ إِذَا قَالَ لِلْمُضَارِبِ شَرَطْتُ لَكَ نِصْفَ الرُّبْحِ إِلَّا عَشْرَةً وَقَالَ الْمُضَارِبُ لَا بَلْ شَرَطْتُ لِي نِصْفَ الرُّبْحِ فَلَقَوْلُ لِرَبِّ الْمَالِ لِأَنَّهُ يُنْكِرُ اسْتِحْقَاقَ الرُّبْحِ وَإِنْ أَنْكَرَ الصَّحَّةَ .

وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ الْقَوْلُ لِلْمُسْلِمِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ يَدْعِي الصَّحَّةَ وَقَدْ اتَّفَقَا عَلَى عَقْدِ وَاحِدٍ فَكَانَا مُتَيَقِّنِينَ عَلَى الصَّحَّةِ ظَاهِرًا، بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْمُضَارِبَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِلَازِمٍ فَلَا يُعْتَبَرُ الْإِخْتِلَافُ فِيهِ فَيَقْبَلُ مُجَرَّدُ دَعْوَى اسْتِحْقَاقِ الرُّبْحِ، أَمَّا السَّلَمُ فَلَا يَزِمُ قَصَارَ الْأَصْلِ أَنَّ مَنْ خَرَجَ كَلَامُهُ نَعْنَتًا فَلَقَوْلُ لِصَاحِبِهِ بِالِاتِّفَاقِ، وَإِنْ خَرَجَ خُصُومَةً وَوَقَعَ الْإِتِّفَاقُ عَلَى عَقْدِ وَاحِدٍ فَلَقَوْلُ لِمَدْعَى الصَّحَّةَ عِنْدَهُ، وَعِنْدَهُمَا لِلْمُنْكَرِ وَإِنْ أَنْكَرَ

ترجمہ

اور جب مسلم الیہ نے کہا کہ ادائیگی کی کوئی میعاد نہ تھی جبکہ رب مسلم نے کہا کہ میعاد تھی تو اب رب مسلم کے قول کا اعتبار کریں جو جائے گا۔ کیونکہ مسلم الیہ اپنے حق یعنی میعاد کے انکار کرنے میں زیادتی کرنے والا ہے جبکہ میعاد نہ ہونے کی صورت یقیناً فساد ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد ہے اس لئے کہ اس المال واپس کرنے میں فائدے کا اعتبار نہیں ہے جبکہ معدوم وصف میں ایسا نہیں ہے۔ صاحبین کے نزدیک تو اس کے خلاف میں بھی رب مسلم کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے ذمہ سے ایک حق کے لزوم سے انکار کرنے والا ہے لہذا اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہاں البتہ جب وہ مسلم کی صحت کا یہ انکار کرنے والا ہو۔ جس طرح رب المال نے مضارب سے کہا کہ میں دس دراہم کے سوا تیرے لئے آدھے فائدے کی شرط لگائی ہے جبکہ مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے آدھے نفع کی شرط لگائی ہے تو اب رب المال کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہی فائدے کے حق کا انکار کرنے والا ہے اگرچہ وہ مضاربیت کے صحیح ہونے کا بھی انکار کرنے والا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسلم الیہ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ عقد کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرنے والا ہے اور وہ دونوں ایک ہی عقد پر اتفاق کرنے والے بھی ہیں۔ پس وہ دونوں ظاہر کے اعتبار سے بھی عقد کے صحیح ہونے پر اتفاق کرنے والے ہوں گے۔

ہاں البتہ مضاربیت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مضاربیت لازم ہونے والی نہیں ہے۔ پس اس میں اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا پس صرف حق نفع کا دعویٰ باقی رہنے والا ہے لیکن عقد مسلم تو وہ لازم ہے۔ پس اصول یہ ثابت ہوا کہ جس کے کلام میں زیادتی نہ ہوئی اس کے ساتھی کے قول کا اعتبار پر اتفاق کر لیا جائے گا اور اگر بات جھگڑے کی راہ سے نقلی اور ایک عقد پر اتفاق بھی ہو چکا تو اس صاحب علیہ ارجحہ کے نزدیک مدعی صحت کے قول کا اعتبار ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک انکار کرنے والے قول کا اعتبار کیا جائے گا خواہ وہ صحت کا انکار کرنے والا ہی نہ ہو۔

شرح

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب رب المسلم و مسلم الیہ میں اختلاف ہو مسلم الیہ یہ کہتا ہے کہ خراب مال دینا تو ابراہیم تھا رب المسلم یہ کہتا ہے یہ شرط تھی ہی نہیں نہ اچھے کی نہ بُرے کی یا ایک کہتا ہے ایک ماہ کی میعاد تھی دوسرا کہتا ہے کوئی میعاد ہی نہ تھی تو اس کا قول معتبر ہوگا جو خراب ادا کرنے کی شرط یا میعاد ظاہر کرتا ہے جو جھگڑے کا قول معتبر نہیں کرے یا یکدم اس ضمن میں مسلم کو ہی نوازا دینا چاہتا ہے اور اگر میعاد کی کمی بیشی میں اختلاف ہو تو اس کا قول معتبر ہوگا جو کم بتاتا ہے یعنی رب المسلم کا کیونکہ یہ مدت کم بتائے گا تاکہ جلد مسلم فیہ کو وصول کرے اور اگر میعاد کے گزر جانے میں اختلاف ہو ایک کہتا ہے گزر گئی دوسرا کہتا ہے جاتی ہے تو اس کا قول معتبر ہے جو کہتا ہے ابھی باقی ہے یعنی مسلم الیہ کا اور اگر دونوں گواہ پیش کریں تو گواہ بھی اسی کے معتبر ہیں۔ (دریختہ ربیع)

حضرت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خریدار اور بیچنے والے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا اور خریدار کو بیع فسخ کر دینے یا باقی رکھنے کا اختیار حاصل ہوگا (ترمذی) ابن ماجہ و دارمی کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خریدار بیچنے والے کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے اور بیع تنگی یا خریدی جانے والی چیز جو ان کی توں باقی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی گواہ نہ ہو تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا یہ پھر وہ دونوں بیع فسخ کر دیں (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 105)

خریدار بیچنے والے کے درمیان بسا اوقات اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے کبھی تو یہ اختلاف و نزاع قیمت کے تعین کے سلسلہ میں پیدا ہوتا ہے کہ خریدار کہتا ہے میں نے تم سے اس چیز کا معاملہ دس روپے میں طے کیا ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ نہیں میں نے یہ چیز بارہ روپے میں فروخت کی ہے شرط اختیار یا تعین مدت میں اختلاف ہو جاتا ہے اور کبھی ان کے علاوہ دیگر شروط میں نزاع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی مواقع کے لئے حدیث نے واضح ہدایات کی ہیں کہ ان صورتوں میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ اس کا قول قسم کے ساتھ ہو یعنی اس سے کہا جائے کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں بیچی ہے جو خریدار بتا رہا ہے پھر خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیچنے والے کی اس بات پر راضی ہو جائے جو اس نے قسم کھا کر کہی ہے اور بیع کو برقرار رکھے اور چاہے وہ بھی قسم کھائے اور کہے کہ میں نے یہ چیز اس قیمت پر نہیں خریدی ہے جو بیچنے والا بتا رہا ہے اور جب دونوں اپنی اپنی بات پر قسم کھیں گے تو ان کا معاملہ اسی صورت میں باقی رہے گا جب کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی بات کو تسلیم کر لے گا اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے دوسرے فریق کی بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگا تو پھر آخری درجہ پر قاضی و حاکم کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بیع و معاوضہ کو فسخ کر دے خواہ بیع فروخت شدہ چیز بعینہ باقی ہو یا بعینہ باقی نہ جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر بیع باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

حدیث کے الفاظ المسبح قنم ان دونوں کے قول کی تائید کرتے ہیں چنانچہ دوسری روایت جیسے ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے کے الفاظ الفالقول ما قال السانع (تو اس صورت میں بیچنے والے کا قول معتبر ہوگا) کا مطلب بھی خفی مسلک کے مطابق یہ ہی ہے کہ اگر بیع بعینہ باقی ہو تو بیچنے والے سے قسم کھائی جائے اگر وہ قسم کھالے تو خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیچنے والے کی بات کو تسلیم کر دے اور چاہے خود بھی قسم کھائے یا پھر دونوں فریق بیع فسخ کر دیں اور اگر اختلاف و نزاع کے وقت بیع بعینہ باقی نہ ہو تو پھر دونوں فریق قسم نہ کھائیں بلکہ اس صورت میں خریدار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اس صورت میں قسم کے ساتھ خریداری کا قول معتبر ہوگا بیچنے والے سے قسم نہ کھائی جائے۔

پکڑوں میں بیع مسلم کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْغِيَابِ إِذَا بَيَّنَّ طَوْلًا وَعَرَضًا وَرُقْعَةً) لِأَنَّهُ أَسْلَمَ فِي مَغْلُومٍ

مَقْصُودُ التَّسْلِيمِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ كَانَ قَوْلُ حَرِيرٍ لَا بُدَّ مِنْ بَيَانٍ وَزَيْدٌ أَيْضًا لِأَنَّهُ
مَقْصُودٌ فِيهِ.

(وَلَا يَجُوزُ السَّلَامُ فِي الْجَوَاهِرِ وَلَا فِي الْخَوَزِ) لِأَنَّ أَحَادَهَا مُتَفَارِقَةٌ مُتَفَارِقًا فَاجِشٌ
وَبِئْسَ صَغَارِ الثَّلَاثَةِ النَّبِيُّ تَبَاعُ وَزَنَّا يَجُوزُ السَّلَامُ لِأَنَّهُ مِمَّا يُعْلَمُ بِاللُّوْزَنِ

ترجمہ

فرمایا اور کپڑوں میں بیچ سلم جائز ہے جبکہ ان کی لمبائی و چوڑائی اور موٹائی بیان کر دی جائے۔ کیونکہ عقد کرنے والے سے
معلوم اور مقدور تسلیم شدہ چیز کا عقد کیا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور جب کپڑا ریشمی ہو تو اس کے وزن کو بیان کرنا بھی
لازم ہے۔ کیونکہ ریشم میں وزن بھی مقصود ہوتا ہے۔

اور یا قوت اور سوتی کپڑے میں سلم جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے احاد میں فرق بہت زیادہ ہوتا ہے جبکہ چھوٹے سوتی جو وزن
فروخت کیے جاتے ہیں ان میں بیچ سلم جائز ہے کیونکہ ان کا وزن معلوم ہوتا ہے۔

جواہر و موتیوں میں سلم کے عدم جواز کا بیان

علامہ علاؤ الدین خفّی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جواہر اور موتیوں میں سلم درست نہیں کہ یہ چیزیں عددی متفاوت ہیں ہاں چھوٹے
سوتی جو وزن سے فروخت ہوتے ہیں ان میں اگر وزن کے ساتھ سلم کیا جائے تو جائز ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

سوتی کپڑے سوت یا روئی کے بدلے میں بیچنا مطلقاً جائز ہے ان کی جنس مختلف ہے۔ اسی طرح روئی کو سوت سے بیچنا بھی
جائز ہے اسی طرح ان کے بدلے میں اونی کپڑے خریدنا یا ریشم کے عوض میں ریشمی کپڑے خریدنا بھی جائز ہے۔ متعذیبہ ہے کہ
جنس کے اختلاف و اتحاد میں اصل کا اتحاد و اختلاف معتبر نہیں بلکہ مقصود کا اختلاف جنس کو مختلف کر دیتا ہے اگرچہ اصل ایک ہو رہے
بات نہ ہو کہ روئی اور سوت اور کپڑے کے مقاصد مختلف ہیں۔ اسی طرح گھوٹوں یا اس کے آٹے کو روئی سے بیچ کر سکتے ہیں کہ
ان کی بھی جنس مختلف ہے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

کچی کچی اینٹوں میں بیچ سلم کرنے کا بیان

(وَلَا يَتَأَمَّنُ بِالسَّلَامِ فِي اللَّيْنِ وَالْأَجْرُ إِذَا سَمِيَ مَلْبَسًا مَعْلُومًا) لِأَنَّهُ عَدَدِيٌّ مُتَقَارِبٌ لَا
يَسِيَّمَا إِذَا سُمِّيَ الْمَلْبَسُ.

ترجمہ

اور کچی کچی اینٹوں میں سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ان کا سچہ معلوم ہو کیونکہ اینٹ بھی عددی متقارب ہے۔ اور

نصوصی طور پر جب ان کا سانچہ معلوم ہو جائے۔

شرح

یہوں وغیرہ غلہ کے علاوہ اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی کیفیت بیان کر کے مقرر کر دی جائے کہ لیتے وقت کچھ جھکڑا ہونے کا ڈر نہ رہے ان کی بیع مسلم بھی درست ہے جیسے انڈے اٹھیں کپڑا مگر سب باتیں طے کر لے کہ اتنی بڑی اینٹ ہو۔ اتنی لمبی۔ اتنی پوڑی۔ کپڑا سوتی ہوا تانہ باریک ہوا تانہ موٹا ہو۔ ویسی ہو یا دلائی ہو وغیرہ سب باتیں بتا دینا چاہئیں۔ کچھ ٹھنک باقی نہ رہے۔ دودھ دہی میں بھی بیع مسلم ہو سکتی ہے ناپ یا وزن جس طرح سے چاہیں اس کی مقدار معین کر لیں۔ گھی تیل میں بھی درست ہے وزن سے یا ناپ سے ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

بجوسہ میں مسلم درست ہے اس کی مقدار وزن سے مقرر کریں جیسا کہ آج کل اکثر شہروں میں وزن کے ساتھ پھنس بکا کرتا ہے یا پوریوں کی ناپ مقرر ہو جب کہ اس سے تعین ہو جائے ورنہ جائز نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

نہض وصف و معرفت مقدار میں مسلم جائز ہونے کا قاعدہ فقہیہ

قَالَ (وَكُلُّ مَا أَمَكَّنَ ضَبْطُ صِفَتِهِ وَمَعْرِفَةُ مِقْدَارِهِ جَازَ السَّلْمُ فِيهِ) لِأَنَّهُ لَا يُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ (وَمَا لَا يُضَبِّطُ صِفَتُهُ وَلَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهُ لَا يَجُوزُ السَّلْمُ فِيهِ) لِأَنَّهُ دَيْنٌ وَبِدُونِ الْوَصْفِ يَبْقَى مَجْهُولًا جَهَالَةً تُفْضَى إِلَى الْمُنَازَعَةِ .

ترجمہ

فرمایا اور ہر وہ چیز جس کی صفت کا انضباط اور مقدار کو جان لینا ممکن ہو اور اس میں بیع مسلم جائز ہے کیونکہ وہ جھکڑے کی طرف بچانے والی نہیں ہے۔ اور جس چیز کی صفت کا انضباط نہ کیا جاسکے اور نہ ہی اس کی مقدار کو پہچاننا جاسکے تو اس میں بیع مسلم جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دین ہے۔ اور وہ بغیر وصف کے جہالت کے ساتھ باقی رہے گا جو جھکڑے کی طرف لے جانے کا سبب ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین خفئی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع مسلم جائز ہے ہر اس چیز میں جس کی صفت کا انضباط ہو سکے جیسے اس کا کھرا اور کھونا ہونا اور اس کا اندازہ پہچان سکیں جیسے ناپ اور تول کی چیز، اور یہ جو مصحف نے فرمایا کہ وہ چیز ثمن نہ ہو اس سے روپے اور اشرفی نکس گئے اس لئے کہ وہ ثمن ہیں تو ان میں بدلی جائز نہیں امام مالک کا اس میں خلاف ہے یا گنتی سے بکنے کی چیز ہو تو ایسی ہو کہ اس کے افراد باہم قریب قریب ہوتے ہوں جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے ہیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

مسلم (یعنی اس المال میں قبضہ کرنے سے پہلے کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور ربُّ المسلم مسلم فید میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔ مثلاً اُسے بیع کر دے یا کسی سے کہے فلاں سے میں نے اتنے من گیہوں میں مسلم کیا ہے وہ تمہارے ہاتھ بیچے۔ نہ اس میں

کسی کو شریک کر سکتا ہے کہ کسی سے کہے سو روپے سے میں نے مسلم کیا ہے اگر پچاس تم دید تو برابر کے شریک ہو جاؤ یا اُس میں تالیہ :
مراجہ کرے یہ سب تصرفات ناجائز۔ اگر خود مسلم الیہ کے ساتھ یہ عقود کیے مثلاً اُس کے ہاتھ انھیں داموں میں یا زیادہ دلوں میں
بیع کر ڈالی یا اُسے شریک کر لیا یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر رب المسلم نے مسلم فیہ اُس کو ہبہ کر دیا اور اُس نے قبول بھی کر لیا تو یہ اقامہ مسلم قرار
پائے گا اور ہیضہ بہہ نہ ہوگا اور رس المال واپس کرنا ہوگا۔ رس المال جو چیز قرار پائی ہے اُس کے عوض میں دوسری جنس کی چیز ایچ
جائز نہیں مثلاً روپے سے مسلم ہوا اور اس کی جگہ اشرفی یا نوٹ دیا یہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

مسلم فیہ کے بدلے میں دوسری چیز لینا دینا ناجائز ہے ہاں اگر مسلم الیہ نے مسلم فیہ اُس سے بہتر دیا جو ٹھہرا تھا تو رب المسلم اس
کے قبول سے انکار نہیں کر سکتا اور اُس بے گھنیا پیش کرتا ہے تو انکار کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

دین مجہول میں بیع مسلم کے عدم جواز کا بیان

(وَلَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ فِي طَسَبٍ أَوْ فُفْمَقْمَةٍ أَوْ خَفَيْنٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ إِذَا كَانَ يُعْرَفُ)
لَا اسْتِجْمَاعَ شَرَايِطِ السَّلَمِ (وَإِنْ كَانَ لَا يُعْرَفُ فَلَا خَيْرَ فِيهِ) لِأَنَّهُ دَيْنٌ مَجْهُولٌ .

ترجمہ

تقدیر، طشت اور موزوں یا ان جیسی چیزوں میں بیع مسلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ معلوم ہوں۔ کیونکہ ان میں بھی سلم
کی شرائط جمع ہیں اور جب کوئی چیز غیر معلوم ہو تو اس میں بیع مسلم کی کوئی خیر نہیں ہے کیونکہ وہ دین مجہول ہے۔

شرح

تقدیر اور طشت میں سلم درست ہے جو تے اور موز نے میں بھی جائز ہے جب کہ ان کا تعین ہو جائے کہ نزاع کی صورت
باقی نہ رہے۔ (درر الاکام، غرر الاکام، کتاب بیوع)

استصناع کے جواز میں تعامل ناس کا بیان

قَالَ (وَإِنْ اسْتَصْنَعَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ بِغَيْرِ أَجَلٍ جَازٍ اسْتَحْسَنَّا) لِلْمُاجِمَاعِ الثَّابِتِ
بِالتَّعَامُلِ .

وَلَفِي الْقِيَاسِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعًا لَا عِدَّةَ، وَالْمَعْدُومُ
قَدْ يُغْتَبَرُ مَوْجُودًا حُكْمًا، وَالْمَعْقُودُ عَلَيْهِ الْعَيْنُ دُونَ الْعَمَلِ، حَتَّى لَوْ جَاءَ بِهِ مَفْرُوعًا لَا
مِنْ صَنْعَتِهِ أَوْ مِنْ صَنْعَتِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ فَأَخَذَهُ جَازَ، وَلَا يَتَعَيَّنُ إِلَّا بِالْإِخْتِيَارِ، حَتَّى لَوْ بَاعَهُ
الصَّانِعُ قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ الْمُسْتَصْنِعُ جَازَ، وَهَذَا كُلُّهُ هُوَ الصَّحِيحُ .

ترجمہ

فریاد اور جب کسی نے ان اشیاء میں سے کوئی چیز بخوائی تو بطور احتساب یہ جائز ہے۔ اور اس کی دلیل وہ اجماع ہے حوالہ دے کر نقل سے ثابت ہے۔ جبکہ قیاس کے مطابق جائز نہیں ہے کیونکہ معدوم کی بیع ہے اور صحیح یہی ہے کہ اسھناع بطور بیع جائز ہے بطور وعدہ نہیں ہے۔

معدوم کو کبھی کبھی حکمی طور پر موجود بھی مان لیا جاتا ہے اور معتود علیٰ عین شئی ہے جبکہ عمل نہیں ہے یہاں تک کہ کسی رولی ایسی چیز دے جو اس کی بنائی ہوئی نہ ہو یا پھر وہ عقد سے پہلے اس کی بنائی ہوئی ہو اور بنوانے والا دسی لے لیتا ہے تو جائز ہے اور وہ چیز بنوانے والے کی پسندیدگی سے معین ہو جائے گی حتیٰ کہ بنوانے والے کے دیکھنے سے پہلے کاری کرنے اگر اس کو بیع دیا تو یہ بیع بھی جائز ہے اور یہ تمام صورتیں صحیح ہیں۔

اسھناع کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین خفنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر گیر کو فرمایش دے کر چیز بخوائی جاتی ہے اس کو اسھناع کہتے ہیں اگر اس میں کوئی میعاد مذکور ہو اور وہ ایک ماہ سے کم کی نہ ہو تو وہ سلم ہے۔ تمام وہ شرائط جو سلم میں مذکور ہوئے اُن کی رعایت کی جائے یہاں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کے بنوانے کا چلن اور رواج مسلمانوں میں ہے یا نہیں بلکہ صرف یہ دیکھیں گے کہ اس میں سلم جائز ہے یا نہیں اگر مدت ہی نہ ہو یا ایک ماہ سے کم کی مدت ہو تو اسھناع ہے اور اس کے جواز کے لیے تعامل ضروری ہے یعنی جس کے بنوانے کا رواج ہے جیسے موزہ۔ جو تہ۔ ٹوپی وغیرہ اس میں اسھناع درست ہے اور جس میں رواج نہ ہو جیسے کپڑا بنوانا۔ کتاب چھپوانا اُس میں صحیح نہیں۔ (در مختار، کتاب بیوع)

اسھناع کے بیع یا وعدہ ہونے میں فقہی اختلاف کا بیان

عما کا اختلاف ہے کہ اسھناع کو بیع قرار دیا جائے یا وعدہ۔ جس کو بنوایا جاتا ہے وہ معدوم ہے اور معدوم کی بیع نہیں ہو سکتی لہذا وعدہ ہے جب کاریگر بنا کر لاتا ہے اُس وقت بطور تعاملی بیع ہو جاتی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بیع ہے تعامل کے خلاف قیاس اس بیع کو جائز کیا اگر وعدہ ہوتا تو نقل کی ضرورت نہ ہوتی، ہر جگہ اسھناع جائز ہوتا۔ اسھناع میں جس چیز پر عقد ہے وہ چیز ہے، کاریگر کا عمل معتود علیہ نہیں، لہذا اگر دوسرے کی بنائی ہوئی چیز لایا یا عقد سے پہلے بنا چکا تھا وہ لایا اور اس نے لے لی درست ہے اور عمل معتود علیہ ہوتا تو درست نہ ہوتا۔ چیز فرمایش کی بنائی گئی وہ بنوانے والے کے لیے معین نہیں جب وہ پسند کر لے تو اُس کی ہوگی اور اگر کاریگر نے اُس کے دکھانے سے پہلے ہی بیع ڈالی تو صحیح بیع ہے اور بنوانے والے کے پاس پیش کرنے پر کاریگر کو یہ اختیار نہیں کہ اسے نہ دے دوسرے کو دیدے۔ بنوانے والے کو اختیار ہے کہ لے لیا چھوڑ دے۔ عقد کے بعد کاریگر کو یہ اختیار نہیں کہ نہ بنائے۔ عقد ہو جانے کے بعد بنانا لازم ہے۔

جواز اسصناع کا دلیل عرف سے ثابت ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح عرف عام عقد اسصناع کے جواز کا ہے، اسصناع کا مطلب ہے کسی چیز کے بنانے اور تیار کرنے کا آرڈر کسی کمپنی یا فرد کو دینا، عقد بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ بیع فی الحال موجود ہو، لیکن اسصناع کے اندر بیع فی الحال موجود نہیں ہوتی ہے؛ لہذا شرط مذکور کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس عقد کو صحیح نہیں ہونا چاہیے؛ لیکن عرف اور قول یہ رہا ہے کہ لوگ ہر زمانہ میں عقد اسصناع کا معاملہ کرتے رہے ہیں، اس لیے فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ص ۷۷)

عرف کے لغوی معنی کا بیان

مادہ عرف اصل میں راس پر دلالت کرتا ہے۔

"تتابع الشيء متصلاً ببعضه ببعض، والسكون والطمأنينة"

کسی شئی کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا اس طور پر کہ ان میں سے بعض، بعض کے ساتھ متصل ہو۔ سکون و طمانیت۔ (مجموع الفقہ الاسلامی، شاملہ)

عادت کے لغوی معنی کا بیان

عادت: ہر وہ کام جس کے لوگ خوگر اور عادی ہو جائیں؛ حتیٰ کہ وہ کام بغیر مشقت کے انجام دیا جانے لگے، یا عادت اس حالت کا نام ہے جو ایک ہی شے (طرز) پر بار بار ہو، جیسے غسل کی عادت۔ (المعجم الوسیط)

عرف و عادت کی تعریف

عرف کی تعریف میں علماء اصول اس طرح کے الفاظ لکھا کرتے ہیں:- عرف و عادت وہ ہے جو ذہنوں میں راسخ ہو جائے اور جسے فطرت سلیمہ قبول کر لے، دوسرے لفظوں میں اسی مفہوم کو یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ "قول" یا "عمل" کے اندر کسی قوم یا طبقہ کا ایسا قول عرف کہلاتا ہے جس کی عقل سلیم تائید کرے اور جسے فطرت سلیمہ قبول کرتی ہو۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، ص ۱۷۷)

تقریباً اسی طرح کی باتیں دیگر مصنفین رحمہم اللہ مثلاً ابن نجیم اور شیخ ابوزہرہ وغیرہ نے کی ہے، بعض معصر علماء نے "عرف" کی تعریف جامع انداز سے یوں بیان کی ہے۔

"العرف ما تعارفه جمهور الناس وساروا عليه سواء كان قولاً أو فعلاً"

او تر کتا۔ (المدخل للشی)

عرف وہ امر ہے جو لوگوں میں عام ہو جائے اور لوگ اس پر عمل پیرا ہو جائیں؛ خواہ وہ قول کے قبیل سے ہو یا فعل و ترک کے

قبیل سے ہو۔

عرف و عادت کے درمیان فرق

عرف و عادت سے درمیان کوئی فرق ہے؟ یادوں کا ایک ہی چیز ہے، اس بارے میں علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ الف: بعض علماء نے عرف و عادت کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کی ہے کہ "عادت" کا تعلق انفرادی طریقہ کار یا ایسے فعل سے ہوتا ہے جو بار بار کرنے کی وجہ سے کسی شخص کی فطرت ثانیہ بن گئی ہو، جب کہ "عرف" کا اطلاق اجتماعی عادت اور پوری قوم یا جگہ کے درمیان پائے جانے والے عمل اور رواج پر ہوتا ہے۔

ب: اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عرف کا تعلق قول سے ہے، جب کہ عادت کا تعلق فعل سے ہے۔

(اصول مذہب الامام احمد بن حنبل: کشف الاسرار)

ج: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ "عادت" درحقیقت عرف سے عام ہے؛ کیونکہ عادت کا اطلاق عادت اجتماعیہ (یعنی عرف) پر اور عادت فردیہ دونوں پر ہوتا ہے، جب کہ عرف کا اطلاق صرف عادت اجتماعیہ پر ہوتا ہے، لہذا عرف خاص اور عادت عام ہے؛ کیونکہ ہر عرف عادت ہے؛ لیکن ہر عادت عرف نہیں ہے۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

د: اور بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عرف و عادت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، دونوں مترادف الفاظ ہیں، علماء مابین عابدین شافعی فرماتے ہیں کہ عرف و عادت اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہیں؛ لیکن مصداق کے لحاظ سے ایک ہی ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ بہت سی کتابوں میں جب عرف کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ عادت کو بیان کر دیا جاتا ہے۔

(اصول مذہب الامام احمد بن حنبل: مجموعہ رسائل ابن عابدین)

عرف اور اجماع کے مابین فرق

بعض علماء نے عرف اور اجماع کے درمیان چند فرق بیان کئے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے، ایسا قول یا فعل جو عوام و خواص میں پایا جاتا ہو، اس کو اکثر لوگوں کے قبول کر لینے کا نام عرف ہے، جب کہ اجماع کسی ایک زمانہ کے مجتہدین کرام کا کسی مسئلہ پر متفق ہونے کو کہتے ہیں۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

عرف میں بعض لوگوں کی مخالفت سے کوئی نقص نہیں آتا، جب کہ اجماع کے تحقق کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام مجتہدین کرام کا اتفاق ہو، کسی کی مخالفت نہ ہو۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

اجماع ثابت ہونے والا حکم ناقابل تخیف ہوتا ہے، اس کی حیثیت نص سے ثابت شدہ احکام کے درجہ میں ہے، جب کہ عرف کی بنا پر جو حکم ثابت ہوتا ہے، اس میں تبدیلی عرف کی وجہ سے پھر حکم کے بدل جانے کا امکان پایا جاتا ہے۔

(اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

عرف کبھی فاسد ہوتا ہے مثلاً اگر لوگوں کا عرف کسی حرام امر پر ہو جائے جو نص شرعی سے متصادم ہو (جیسے سوکھانے، ارشہ پینے کا عرف) برخلاف جماع کے کہ وہ کبھی نص سے متصادم نہیں ہوتا ہے۔

عرف صحیح و عرف فاسد۔ اولاً عرف کی دو قسمیں ہیں: عرف صحیح۔ عرف فاسد۔ عرف صحیح:

وہ عرف ہے جو نصوں شارح کے معارض نہ ہو، یا شریعت فی الجملہ اس کے معتبر ہونے کی شہادت دے رہی ہو۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل: - اصول الفقہ لابی زہرہ) اس عرف کو اختیار کرنا اور لینا معتبر ہے؛ چونکہ یہ اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے۔ عرف فاسد:

وہ عرف ہے جس سے لوگ متعارف ہوں (یعنی اس کا وہ عرف رہا ہو اور اس پر تعامل بھی رہا ہو) لیکن وہ شریعت کے خلاف ہو اور قواعد شرع سے متصادم ہو۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل: - اصول الفقہ لابی زہرہ) عرف فاسد کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ متروک العمل ہے۔

عرف کے اقسام

جو عرف شرعاً معتبر ہے، (یعنی عرف صحیح) اور وہ احکام پر اثر انداز ہوتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) عرف عام۔ (۲) عرف خاص۔

عرف عام کا بیان

جس عرف پر لوگوں کا تعامل ہو چکا ہو اور لوگ اس سے متعارف ہوں اور وہ انتاعام ہو گیا ہو کہ کسی خاص قوم اور خطہ کے ساتھ مخصوص نہ رہا ہو، مثلاً حمام میں اجرت دیکر غسل کرنا، یہ عمل انتاعوم اختیار کر گیا ہے کہ یہ کسی خاص قوم یا کسی خاص جگہ میں محدود نہ رہا، ہر جگہ لوگ اس پر عمل پیرا ہو گئے؛ حالانکہ اس میں ٹھہرنے کی مدت، پانی کے استعمال کی مقدار اور اجرت کی کوئی تعیین نہیں ہوتی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ناجائز قرار دیا جائے لیکن ان سب چیزوں کی تعیین رواج کے حوالہ کر دی گئی اور عرف و رواج کے مطابق اس عمل کو جائز قرار دیا گیا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین: - اصول مذہب الامام احمد بن حنبل: - اصول الفقہ لابی زہرہ: - الاشیاء والنظار)

اسی طرح عرف عام عقد استصناع کے جواز کا ہے، استصناع کا مطلب ہے کسی چیز کے بنانے اور تیار کرنے کا آرڈر کسی کہنی یا فرد کو دینا، عقد بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ بیع فی الحال موجود ہو؛ لیکن استصناع کے اندر بیع فی ایل موجود نہیں ہوتی ہے، لہذا شرط مذکور کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس عقد کو صحیح نہیں ہونا چاہیے؛ لیکن عرف اور تعامل یہ رہا ہے کہ لوگ ہر زمانہ میں عقد استصناع کا معاملہ کرتے رہے ہیں، اس لیے فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ (الاشیاء والنظار)

عرف خاص کا بیان

وہ عرف ہے جو کسی خاص شہر یا ملک یا لوگوں کی ایک جماعت کا عرف ہو اور انہی کے یہاں وہ معارف و رائج ہو، مثلاً بخاری کا عرف یہ مصر و قاہرہ کا عرف یا تاجروں اور کاشتکاروں کا عرف وغیرہ وغیرہ عرف کی اس قسم میں عرف عام کے مقابلہ میں قوت کم ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قنونی اور احکام پر اثر انداز ہوتا ہے، مگر اس کا اثر اس وقت ظاہر ہوگا جب کہ نص موجود نہ ہو۔

(اصول الفقہ الاہل زہرہ۔ اصول مذہب الامام احمد بن حنبل:۔ الاشیاء والنظار:۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین)

عرف عام و خاص کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ عرف عام میں یہ قید ہوتی ہے کہ ایک زمانہ کے تمام لوگوں کا تعامل کسی عمل پر ہو اور علاقہ کی طرف سے اس پر نکتہ نہ کی گئی ہو، لیکن عرف خاص کے اندر تمام لوگوں کا تعامل نہیں ہوتا ہے، بلکہ کسی مخصوص شہر کے لوگوں کا تعامل ہوتا ہے اور وہاں کے علماء نے اس پر نکتہ بھی نہ کیا ہو، ازل کی مثال عقد استعناع ہے اور ثانی کی مثال عقد کے اندر غالب عقد بلکہ کا اعتبار ہے۔ (الاشیاء والنظار، القاعدۃ السادسۃ، العادۃ حکمت)

عرف عام و عرف خاص میں حکم کے اعتبار سے فرق

پہلا فرق یہ ہے کہ عرف عام سے حکم عام ثابت ہوگا یعنی ایسا عرف جو تمام بلاد والوں کا ہو، تو اس کے ذریعہ جو حکم ثابت ہوگا وہ تمام بلاد والے پر اس کی پابندی لازم ہوگی، لیکن عرف خاص کے ذریعہ حکم خاص ثابت ہوگا اور اس حکم کے پابند صرف وہی شہر والے ہوں گے، جس شہر والے کا یہ عرف ہے۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

اگر عرف عام نص قطعی "قرآن وحدیث" کے خلاف واقع ہو جائے تو عرف عام کے اعتبار سے نص میں تغیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، لیکن اگر قیاس کے خلاف عرف عام آ جائے تو اس صورت میں عرف عام کے لحاظ سے قیاس میں تبدیلی کرنی جائز ہے؛ لیکن عرف خاص سے قیاس میں تغیر تبدیل کرنے میں اختلاف ہے، رائج قول یہ ہے کہ تبدیلی جائز ہے۔

اگر عرف عام یا خاص علماء متقدمین کی رائے کے خلاف واقع ہو تو اس صورت میں عرف پر عمل کر کے ثابت شدہ مسئلہ میں تغیر کرنا جائز ہے۔ (الاشیاء والنظار، تقاض العرف مع الشرع، دور الاحقاد)

عرف عام اگر نص شرعی کے معارض ہو تو اس کے ذریعہ اثر کی تخصیص بھی درست ہے، جیسے عقد استعناع اور اگر عرف خاص نص شرعی کے معارض ہو تو اس کے ذریعہ اثر کی تخصیص کرنے اور نہ کرنے میں اختلاف ہے، صیح یہ ہے کہ اثر کی تخصیص درست نہیں ہے۔ (رسائل ابن عابدین)

اصل سے مقابلہ کر لیا جائے اور عرف کے معتبر ہونے کی شرطیں عرف کے معتبر ہونے کے لیے فقہاء کرام نے درج ذیل شرطیں لگائی ہیں۔

"عرف" عام ہو اور لوگ اس کا ہمیشہ لحاظ کرتے ہوں، ایسا تعامل جسے کبھی اختیار کیا جائے اور کبھی ترک کر دیا جاتا ہو وہ

"حرف" شرعاً معتبر قرار نہیں پائے گا۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

"حرف" کا لفظ تصرف کے ساتھ یا اس سے پہلے پایا جانا ضروری ہے مثلاً دو آدمیوں کے درمیان اگر کوئی معاملہ طے نہ ہو تو اس میں نزاع کی شکل پیدا ہو جائے تو نزاع کے حل کے لیے اس "حرف" کا اعتبار ہوگا جو معاملہ کے شروع ہونے کے ساتھ ہی اس سے پہلے ٹوٹے ہوئے ہو جو تھوڑا سا عرصہ بعد میں قائم ہوا اس کو پہلے سے طے ہونے والے معاملہ میں فیصلہ نہیں ہوگا۔

"اعبرة للذی یحتمل علیہ الالفاظ انما هو المقارن السابق دون المتأخر۔" (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

ترجمہ: بعد میں طے ہوئے والے حرف کا اعتبار نہیں ہے: اسی طرح فقہاء کہتے ہیں کہ وہ حرف جس پر الفاظ کو محمول کیا جائے اس کا عقد کے ساتھ یا پہلے ہوئے ضروری ہے، بعد میں قائم ہونے والے حرف کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مثال کے طور پر میری ایک بیٹی میں تقدیم و تاخیر کا اگر ذکر عقد نکاح کے وقت نہ کیا جائے تو "حرف" کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا: لیکن اگر لوگوں کا قیاس بدل جائے اور نکاح کے وقت جو عرف تھا وہ باقی نہ رہے تو نئے "حرف" کا اطلاق اس معاملہ پر نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی عقد میں "گوشت" سے صرف گائے کا گوشت مراد لیا جاتا ہو اور کسی شخص نے گوشت نہ کھانے کی قسم کھالی ہو تو اس کی قسم اسی وقت ٹوٹے گی جب وہ گائے کا گوشت کھائے گا؛ کسی اور چیز کا گوشت کھانے سے وہ عاصی نہیں ہوگا۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل):

تصرف حرف کے خلاف نہ ہو، مثال کے طور پر رواج تو صرف آدھا مہر اور کرنے کا ہو لیکن نکاح کے وقت عورت نے یہ شرط لگادی ہو کہ وہ پورا مہر متحمل لے گی اور شوہر نے اسے قبول بھی کر لیا ہو تو اب "حرف" کا اعتبار نہیں ہوگا؛ بلکہ صراحۃً عقد میں جو بات طے ہوئی ہے، اسی کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ "حرف" کا سہارا لینے کی ضرورت تو وہاں پیش آتی ہے، جہاں کسی معاملہ میں عقدین کا مقصد معیوم نہ ہو، تب سکوت اس بات کا قرینہ ہوا کرتا ہے کہ معاملہ "حرف" کے مطابق ہوا ہوگا، لیکن جب تصرف حرف کے خلاف ہو تو پھر۔

"لا عبرة للذی لا یقابل التصریح۔"

صحت کے مقابلہ میں دلالت کا اعتبار نہیں ہے۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

حرف "کسی شرعی نص کے معنی اور اس کو معطل کرنے کا باعث نہ ہو، کیونکہ ایسا حرف جو شرعی نصوص شریعت کے مقاصد اور اسکی روئے کے خلاف ہو وہ "حرف فاسد" کہلاتا ہے اور شریعت میں اعتبار صرف "حرف صالح" کا ہے، مثال کیطہ: پراثر شراب نوشی، قمار بازی، سودی کاروبار، قصہ دہرور کہیں کا عرف بن جائے، خیالات میں حرام چیزوں کے پیش کرنے یا انگیزے کے ساتھ عقد

پہلے ہی سب تکلف و تشریح کا رواج ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اس طرح کے عرف کا شریعت میں اعتبار نہیں، بلکہ اس میں چیزوں کی روک تھام اور معاشرہ کی ان امور میں اصلاح شریعہ کا اولین مقصد ہو گا۔ ورنہ تو قہراً متکلفی اور مبنی فوٹ نہ باب میں تشریعت کا عملی زندگی سے ہمسر خاتمہ ہو کر رہ جائے گا۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

مذہب فروق نے ذکر کیا ہے کہ "عادت" کے استعمال کا محرر ہونا ضروری ہے اس حد تک کہ مذہب کا لفظ ہوا جائے تو بغیر کسی قرینہ کے وہی معنی سمجھ میں آئے جو معنی اس کی طرف منقول ہے اور فہم کسی اور معنی کے نہ ہو۔ اس معنی کی طرف بہت ترے، اسی لیے "کلب معلّم" اسی کو کہا جاتا ہے جب کہ مالک کہتے کہ تین مرتبہ شکار پر چھوڑے اور تینوں مرتبہ شکار کو پکڑ کر مالک کے لیے چھوڑ دے خود نہ کھائے، اسی طرح جب اسے شکار پر چھوڑا جائے اور کسی وجہ سے اسے راستے سے واپس بلاتا ہوا اور واپس آئے تو واپس بھی آجائے تو اب اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ شکار کو نہ کھانے کی کتبے کی عادت ہو گئی ہے اور اب یہ کہتا "کلب معلّم" کہلائیگا۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

چھٹی شرط یہ ہے کہ عادت مطرد ہو یا غالب ہو۔ یعنی لوگوں کا کسی عمل کو بار بار (پہلے در پہلے، مسلسل) کرنے کی عادت بن جائے، یا غالب معنی پر محمول کرنے کی عادت ہو، جیسے اگر کسی نے دراصل یادنا نیر کے بدلے فروخت کیا اور متباہان کسی ایسے شہر میں رہتے ہیں، جہاں مختلف نقد درائج ہوں اور ہر ایک کی مالیت بھی الگ الگ ہوں اور رواج بھی میں اختلاف ہو، کسی کا زیادہ کسی کا کم رواج ہو تو قریب غالب نقد بلد کی طرف لوٹنے کی یعنی جس سکے کا رواج زیادہ ہو وہی مشتری کو ادا کرنا پڑے گا۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

عرف کی حیثیت کا قرآن سے بیان

ذیل میں اسی عرف کے متعلق تھوڑی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔ عرف "کے دلیل شرعی ہونے پر استدلال عام طور پر قرآن کریم کی اس آیت سے کیا جاتا ہے۔

"تَخِذِ الْعُفُورَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ"۔ (الاعراف)

سرسری بردتا کو قبول کر لیں کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے۔

آیت بالا میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عرف یعنی امر بالمعروف کا حکم دیا اور عرف اس چیز کو کہتے ہیں جس کو لوگ معروف اور اچھا سمجھیں اور ان کے دلوں اور نفوس کو وہ امور اچھا لگے؛ لہذا عرف پر عمل کرنا امر کا مقتضی ہے۔ لیکن بعض علماء نے لکھ ہے کہ اس آیت میں عرف اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہوا ہے، یعنی وہ امر مستحسن جو پسندیدہ ہو، نہ کہ فقہی اصطلاح کی رو سے جو عرف کا مفہوم ہے وہ اس آیت میں مراد ہے؛ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں اگرچہ اصطلاحی معنی والاعرف مراد نہیں ہے؛ مگر مصطلحات عرف کے اسلام میں معتبر ہونے کے لزوم پر دلالت کرنے سے آیت خالی بھی نہیں ہے؛ کیونکہ اعمل اور معاملات میں لوگوں کا عرف وہی قاطل اعتبار ہوتا ہے جو ان کے نزدیک مستحسن ہو اور جن سے ان کی عقل

مانوس ہو چکی ہو۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، موصول مذہب الامام احمد بن حنبل)

عرف کی حیثیت کا حدیث سے بیان

"عرف" کے دلیل شرعی ہونے پر عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن"۔ (نصب الراية، باب الاجارة الفاسدة)
مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

لیکن محدثین کے نزدیک اس کا حدیث رسول اللہ ﷺ ہونا ثابت نہیں ہے، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اثر اگرچہ عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے، لیکن اس طرح کی بات چونکہ محض ظن و تخمین یا قیاس سے نہیں کہی جاسکتی، اس لیے یوں سمجھا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ بات حضور اکرم ﷺ سے سن کر ہی فرمائی ہوگی، بہر حال "عرف" کے دلیل شرعی اور حجت ہونے کی سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے بہت سے احکام عربوں کے "عرف" پر مبنی رکھے ہیں، جن میں خرید و فروخت کے طریقوں سے لیکر نکاح میں کفائت تک کے لحاظ کا مسئلہ ہے۔

عرف کے دلیل شرعی ہونے میں مذاہب اربعہ

حنفیہ اور مالکیہ میں سے بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ عرف ان اصولوں میں سے ایک اصل ہے جس سے احکام میں احتیاد کیا جاتا ہے یعنی جن پر احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے، جب کہ وہاں کوئی نص موجود نہ ہو، حنفیہ میں سے علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"وَأَعْلَمُ أَنَّ اغْتِبَارَ الْعَادَةِ وَالْعُرْفِ يُرْجَعُ إِلَيْهِ فِي الْفَقْهِ فِي مَسَائِلَ كَثِيرَةٍ حَتَّى جَعَلُوا ذَلِكَ أَصْلًا"۔ (الاشباه والنظائر)

جاننا چاہیے کہ عرف و عادت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کی طرف فقہ میں بہت سے مسائل کے اندر رجوع کیا جاتا ہے یہاں تک کہ علماء نے اس کو ایک اصل (شرعی) قرار دیا ہے۔

اور علامہ سرخسیؒ سے مبسوط میں نقل کیا گیا ہے کہ:

"الثابت بالعرف كالثابت بالنص"۔

عرف سے ثابت ہونے والے (حکم کی حیثیت) نص سے ثابت ہونے والے (حکم) کے مانند ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکم جو عرف سے ثابت ہو وہ حکم ایسی دلیل سے ثابت ہے، جو نص کے مانند قائل اعتماد ہے، جہاں کوئی نص موجود نہ ہو اور فقہاء کی زبان پر یہ قول مشہور ہے کہ:

"الْمَعْرُوفُ عَرَفًا كَالْمَشْرُوطِ شَرْطًا"۔

یعنی جو چیز عرف کی بنیاد پر معروف و مشہور ہو جائے تو وہ عرف اس شرط کے مانند ہے جس کی شرط لگائی گئی ہو۔ علامہ ابن نجیمؒ نے اس قاعدہ کو ذکر کر کے اس پر بہت سے فروع اور اشکال کو متفرع کیا ہے۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل) (منہج)

فقہ مالکی بھی فقہ حنفی کی طرح عرف کو تسلیم کرتا ہے اور اصول فقہ میں اُسے ایک اصل مانتا ہے، جہاں کوئی نص قطعی موجود نہ ہو؛ بلکہ فقہ مالکی عرف کے احترام میں مذہب حنفی سے زیادہ ملو کرتا ہے، اس لیے کہ مصالح مرسلہ فقہ مالکی کے اہم ستون ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عرف کی رعایت کرنا جس میں کوئی فساد نہیں ہے، مصلحت کی قسموں میں سے ایک قسم ہے، اس کا ترک کرنا فقیہ کے لیے درست نہیں؛ بلکہ اس کا یہ تاواجب ہے۔ (امام مالک لابی زہرہ)

حنابلہ بھی دیگر اصحاب مذہب کی طرح اپنے فتاویٰ اور احکام کے اندر عرف کا لحاظ کرتے ہیں اور حنابلہ چونکہ معاملات کے باب میں توسع سے کام لیتے ہیں اور وہ الفاظ پر اکتفا نہیں کرتے؛ بلکہ مفہوم اور مقاصد کو معتبر قرار دیتے ہیں، اس لیے حنابلہ خاص طور پر معاملات کے باب میں عرف کا لحاظ کرتے ہیں۔

اسی طرح عقود کے صیغوں اور معاملات و نکاح کے شرطوں میں لوگوں کے عرف اور تعامل کا بہت زیادہ خیال کرتے ہیں اور عقود و معاملات میں جو شرائط عرفاً لوگوں کو معلوم ہوں۔

لیکن عقد کرتے وقت اس کی شرط نہیں لگائی تو بغیر ذکر کئے ہوئے بھی شرط کی حیثیت سے عندالحنا بلکہ شرعاً معتبر ہوگی؛ لیکن وجہ ہے کہ حنابلہ عرف کو نطق اور تکلم کے قائم مقام مانتے ہیں۔
علامہ ابن القیمؒ اعلام الموقعین کے اندر لکھتے ہیں۔

"وقد أجرى العرف مجرى النطق فى أكثر من مائة موضع منها نقد البلاء فى المعاملات"۔

سو سے زائد مقام میں عرف کو نطق کے قائم مقام کیا گیا ہے، ان میں سے ایک معاملات کے اندر نقد بلد ہے۔ ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حنابلہ بھی عرف کو اصول شرع میں سے ایک اصل مانتے ہیں جہاں کوئی نص شرعی موجود نہ ہو۔ (اصول مذہب الامام احمد بن حنبل، ص ۵۲۸)

شافعیہ بھی جب نص نہ ہو عرف کا لحاظ کرتے ہیں؛ چنانچہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ جب عرف نص کے مخالف نہ ہو تو عرف پر عمل کرنا چاہیے اور یہ اس لیے کہ علامہ قرطبیؒ نے ابو سفیان کی بیوی کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا قول نقل کیا ہے "ابو سفیان کے مال میں سے اتنا لو جو جن عرف عام میں تمہارے بچے اور تمہارے لیے کفایت کرے" یہ بات ایک حیثیت سے اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ شافعیہ بھی عرف کو لیتے ہیں؛ لیکن یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کے لیے نص شرعی ہو۔ (امام مالک لابی زہرہ، ص ۲۲۵)

عرف و عادت سے متعلق بعض معروف فقہی قواعد

فقہاء نے "عرف و عادت" کے شریعت میں اعتبار کو اصول کی حیثیت سے مان کر جو قواعد وضع کئے ہیں ان کی تعبیر مختلف انداز سے کی جاتی ہے اور پھر اس کی روایت میں مختلف مسائل کا شرعی حکم متعین کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کی تعبیرات حسب ذیل قواعد کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔
"الْعَادَةُ مُحْكَمَةٌ"

یعنی عرف و عادت کی حیثیت شرعی احکام اور حقوق و التزام میں فیصلہ کن ہوتی ہے اور "عرف" کے مطابق فیصلہ کرنا بھی لازم ہوتا ہے۔

"الْحَقِيقَةُ تَتَرَكُ بِدَلَالَةِ الْعَادَةِ"

یعنی معادلات اور شرعی احکام میں لفظ کے لغوی مفہوم کو "عرف" کی بناء پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور عرف کو لفظ کے حقیقی معنی پر ترجیح ہوتی ہے۔

"اِسْتِغْمَالُ النَّاسِ حُجَّةٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهَا"

یعنی لوگوں کا تعامل اور عرف غیر منصوص امور میں شرعی حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔

"المعروف عرفاً كالمرسوط شرعاً"

معلوم و معاملات اور وہ باتیں جو عرفاً لوگوں کو معلوم ہوں وہ بغیر ذکر کئے ہوئے بھی شرط کی حیثیت سے معتبر ہوں گی، بشرطیکہ وہ شرعی نصوص کے مغائر نہ ہوں۔

"التَّعْيِينَ بِالْعُرْفِ كَالْتَّعْيِينَ بِالنَّصِّ"

یعنی وہ امور جہاں کوئی شرعی نص نہ ہو، ان میں "عرف" کی حیثیت شرعی نص جیسی ہی ہوتی ہے؛ چنانچہ حقوق و معادلات کی تمام تر شروط کی تعیین "عرف" کی روشنی میں ہی کی جائے گی۔

"النَّائِبُ بِالْعُرْفِ كَالنَّائِبِ بِالنَّصِّ"

اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ جہاں کوئی شرعی نص نہ ہو وہاں "عرف" کو وہی حیثیت حاصل ہوگی جو شرعی نص کو ہوا کرتی ہے اور عرف پر ہی عمل کیا جائے گا۔

"لَا يَنْكُرُ تَغْيِيرُ الْأَحْكَامِ بِتَغْيِيرِ الْأَزْمَانِ"

ترجمہ: زمانہ اور عرف و عادت کے بدل جانے سے احکام میں بھی تبدیلی ہو جایا کرتی ہے، یہ ایک حقیقت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (الاشاہد والافتاؤں: مرشاملہ)

(مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی التابع لمنظمۃ المؤتمر الاسلامی بجدة، منزلة العرف فی التشریع الاسلامی، (الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۰، شاملہ)

غرض یہ کہ شرعی نصوص میں عام کی تخصیص، مطلق کی تہید اور نص کے معنی و مفہوم کی تعیین و تحدید کے علاوہ فقہاء بہت سے احکام و معاملات کی بنیاد عرف پر رکھتے ہیں، مثلاً مال کب محرز سمجھا جائے گا اور سرقہ کا تحقق کب ہوگا؟ خرید و فروخت میں معاملہ کب مکمل سمجھا جائے گا اور تفرق کا معیار کیا ہے؟ اسی طرح قسموں اور نذر وغیرہ میں استعمال ہونے والے الفاظ کو کس معنی پر محمول کیا جائے گا؟ یہ سب ایسے امور ہیں جن کا فیصلہ "عرف" ہی کی روشنی میں کیا جائے گا۔

عرف کی تبدیلی کا احکام پر اثر

عرف اور زمانہ کی تبدیلی کا اثر چونکہ احکام کی تبدیلی کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے، اس لیے فقہاء اس بات پر خاص طور پر زور دیتے ہیں کہ شرعی احکام بیان کرنے والوں کو عرف و عادت زمانہ اور ماحول کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، علامہ ابن القیمؒ نے اپنی "بیان کتاب" اعلام الموقعین میں ایک مستقل باب ہی اس عنوان سے قائم کیا ہے:

"تَغْيِيرُ الْفَتْوَى وَ اخْتِلَافُهَا بِحَسَبِ تَغْيِيرِ الْأَزْمَنَةِ وَالْأَمَكَةِ وَالْأَحْوَالِ وَالنِّيَّاتِ وَالْعَوَالِدِ". (اعلام الموقعين، ج ۳، ص ۵)

زمان و مکان، حالات، نیتوں اور عادتوں میں اختلاف کا اثر فتویٰ پر پڑتا ہے۔ پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"هذا فصل عظيم النفع جدا وقع بسبب الجهل به غلط عظيم على الشريعة اوجب من الحرج والمشقة وتكليف ما لا سنبل اليه" (اعلام الموقعين)

یہ بڑا ہی عظیم اور مفید باب ہے اور اس ناواقفیت کی وجہ سے شریعت کے بار نہیں بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور وہ حرج و مشقت کا سبب بنی اور ایسی مشقت میں لوگوں کو ڈال دیا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی۔

ان تشریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ اور عرف کی تبدیلی کا اثر احکام پر بھی پڑتا ہے، ذیل میں اس کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں:

قرآن کریم کی تعلیم، اذان، امامت، یہ سب عبادتیں ہیں جس کی ادائیگی آدمی آخرت کے اجر و ثواب کے لیے کیا کرتا ہے، لہذا اصل کی رو سے ان فرائض کی ادائیگی پر اجرت لینا جائز نہیں ہونا چاہیے؛ چنانچہ فقہاء بھی فتویٰ دیا کرتے تھے؛ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے بیت المال کا دور وازہ دینی کام کرنے والوں کے لیے بند کر دیا گیا ہے اور امامت اور تعلیم قرآن کے فرائض انجام دینے والوں کو اگر اپنی معاش کے لیے زراعت، تجارت، وغیرہ میں مشغول ہو جاتا پڑا تو اس سے

میں کانپیں ہلکا اور ہنسنے والی ہوں، ان کی انعام دہی کے لیے کوئی نہیں ملے گا؛ چنانچہ متاخرین نے یہ فتویٰ دیا کہ امامت اور تعلیم قرآن و نبی اہل بیت پر واجب ہے۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

معمولی، روزنی وغیرہ جو کچھ ذرائع کلن یا سلامتی کے لیے دیئے جاتے ہیں؛ چنانکہ وہ ایچہ مشترک ہیں اس لیے وہ ان کے باقیوں میں امامت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امامت اگر بغیر تعدی کے بلاک ہو جائے تو اس کا تاوان نہیں ہوا کرتا، لیکن پیشہ وروں کی طرف سے اہل اور بے احتیاطی رونما ہونے لگی اور وہ بکثرت اس طرح کے دعوے کرنے لگے کہ مال ضائع ہو گیا ہے، جس میں مبین کی تعلیم کی طرف تھی؛ چنانچہ فقہاء نے اس صورت حال کے پیش نظر تاوان واجب ہونے کا فتویٰ دیا؛ تاکہ لوگوں کے مال کی حفاظت کی جائے؛ چنانچہ شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کوئی عوی قسم کی مصیبت اور حادثہ رونما ہو جیسے زلزلہ یا عوامی آتش زدگی وغیرہ تو ایچہ مشترک مال شدہ مال کا تاوان ادا کرے گا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین: ۱۔ اصول الفقہ لابی زہرہ)

امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں چونکہ حق کوئی اور صداقت تھی اور دروغ گوئی کا زیادہ چلن نہیں ہوا تھا؛ کیونکہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اس لیے گواہوں کی خاموشی عدالت کو وہ کافی قرار دیا کرتے تھے؛ گواہوں کے ثقہ ہونے کی شہادت کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے؛ لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد نے جب اس بارے میں لوگوں کی بے احتیاطی دیکھی تو انہوں نے شاہدوں کے ثقہ ہونے کے لیے تزکیہ و شہادت ضروری سمجھی؟ کیونکہ عملی طور پر قصاصے و انتقام کی بناء پر ان لوگوں کی بے احتیاطی اور دروغ گوئی کا زیادہ تجربہ تھا؛ چنانچہ حالات کی تبدیلی نے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ فتویٰ میں تبدیلی کریں۔

(مجموعہ رسائل ابن عابدین: ۱۔ اصول الفقہ لابی زہرہ)

امام ابوحنیفہ بادشاہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے جبر کو "اکراہ" قرار نہیں دیتے تھے؛ کیونکہ ان کے زمانہ میں قوت کا مظاہرہ صرف بادشاہ کی طرف سے ہوا کرتا تھا؛ لیکن بعد میں جب ڈاکہ زنی اور جبر و اکراہ کے واقعات کی عام لوگوں کی طرف سے زیادتی ہو گئی تو امام صاحب کے دونوں شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ بات تسلیم کی کہ اکراہ کا معاملہ سلطان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے؛ چنانچہ انہوں نے اس کے مطابق فتویٰ دیا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، اصول الفقہ لابی زہرہ)

صحیح روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں عورتیں عام طور پر مساجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے جایا کرتی تھیں؛ لیکن جب معاشرہ میں خرابی پیدا ہوئی تو خود صحابہ کرام کے زمانہ میں ہی ان کو مسجد میں نماز کی ادائیگی سے روک دیا گیا۔

(مجموعہ رسائل ابن عابدین)

عرف پر مبنی بعض اہم فروعات کا ذکر

"عرف" پر مبنی تمام احکام کا احاطہ تو یہاں ممکن نہیں ہے، خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ "عرف" کے بدلنے سے احکام میں تبدیلی بھی ایک مسلک حقیقت ہے؛ تاہم بطور مثال چند ایسے احکام کو ذکر کیا جاسکتا ہے، جس سے مزید اندازہ کیا جاسکے کہ فقہی اور شرعی احکام میں عرف کا اثر کہاں تک ہوتا ہے؟

شادی بیاہ کے موقع پر عورت کو جو مال و اسباب چیز کے طور پر دیا جاتا ہے، وہ شوہر کی ملکیت ہوگی یا بیوی کی؟ اور شادی کا رشتہ کسی وجہ سے برقرار نہ رہ سکا تو اس پر کس کا حق تسلیم کیا جائے گا؟ اس بارے میں "عرف" "ہی کا لحاظ کیا جائے گا؟ شوہر کا دعویٰ خواہ بھری کیوں نہ ہو؛ لیکن فیصلہ "عرف" کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

مکان کی خریدی کے بعد اس کی چھت سے اوپر کا حصہ "حق علو" یعنی حق تعالیٰ کے بارے میں بائع اور مشتری کے درمیان باع کا فیصلہ بھی "عرف" ہی کی بنا پر کیا جائے گا؛ خواہ حقوق و مراعات کا ذکر عقد میں نہ کیا گیا ہو۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

ضرورت کی مختلف چیزیں جو ابھی وجود میں نہ آئی ہوں اور عقد کے وقت عملاً معدوم ہوں، آؤر وہ دے کر تیار کرانا اور کسی شخص کا رخانہ سے ایسے مال کا سودا کرنا، جن کا تیار کرنا تو اس کا رخانہ کا کام ہو؛ لیکن مال ابھی تیار شدہ نہ ہو اور جسے فقہاء کی اصطلاح میں اصصناع "کہا جاتا ہے" "عرف" ہی کی بنا پر اس کے جواز کا حکم دیا گیا ہے؛ ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ایسی چیز کی بیع جو ابھی وجود میں نہ آئی ہو شرعاً درست نہیں ہونی چاہیے۔ (اصول الفقہ لابی زہرہ، ص ۲۱۷)

کچے پکے پھلوں کی بیع میں مذاہب اربعہ

تربوڑ، بگین، انگور اور اس طرح کے دوسرے پھل اور ترکاریاں جن میں سے بعض تو درخت پہ ہوں اور بعض ابھی ظاہر ہی نہ ہوئے ہوں، ان کی خرید و فروخت کی فقہائے مالکیہ اور احناف میں شمس الاثرہ حلوانی نے اجازت دی ہے؛ کیونکہ "عرف" میں یہ لوگوں کی ضرورت اور ان کے تعامل کا ایک حصہ ہے، جب کہ شوافع، حنابلہ اور اکثر احناف نے اس طرح کے معاملہ کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

متاخرین میں سے علامہ شائ نے بھی عرف و عادات کے پیش نظر اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

گھڑی، ریڈیو، فریج اور واشنگ مشین اور اسی طرح کی بہت سی اشیاء کی خریداری کے وقت عام طور پر اسے کچنیاں پانچ سال دو سال، ایک سال یا اسی طرح کی کسی متعین مدت تک کے لیے ایک کفالت نامہ دیتی ہیں کہ اگر اس عرصہ میں وہ چیز خراب ہوگی تو اس کی اصلاح و مرمت کی ذمہ داری کچنیاں پر ہوگی؛ چنانچہ اس وقت صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ ایک ہی مال تیار کرنے والی مختلف کمپنیوں کے تیار کردہ مال میں زبردست تفاوت ہوا کرتا ہے، اس لیے لوگ عام طور پر اس کمپنی کا مال لینے کے لیے آدہ ہوتے ہیں جو اس طرح کا کفالت نامہ دے اور عموماً مل کے اوپر یہ عبارت لکھی ہوتی ہے:

"الْبَضَاعَةُ مَكْفُولَةٌ لِمُدَّةِ خَمْسِ سَنَوَاتٍ" (5 year warranty)

اب اصل قاعدہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ چونکہ بیع اور شرط دونوں ہی پائی گئی، جس کی صراحت کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔

"أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ، الْبَيْعُ بَاطِلٌ، وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ"۔ (نصب الراية، ۲، ص ۱۷)

حضرت علامہ نے بیع اور شرط کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، ایسی صورت میں بیع بھی باطل اور شرط بھی باطل ہوگی۔

لیکن فقہاء نے اس طرح کے معاملہ کی "عرف" کی بناء پر اجازت دی ہے اور علامہ ابن عابدین شافعی نے حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مقصود ایسی شرط ہے جو نزاع کا باعث بنے اور اس زمانے کے "عرف" نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ اوپر ذکر کردہ نزاع کا باعث نہیں بنتی بلکہ بیع شرا کے مقصد کی مزید تکمیل کا ذریعہ بنتی ہے، اس لیے فتویٰ "عرف" کے مطابق دیا جائے گا اور حدیث میں ذکر کردہ بیع و شرط کی ممانعت پر اس کے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، ج ۲، ص ۱۲۱)

بیع میں اسصناع والے کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَأَاهُ، إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ، وَإِنْ شَاءَ كَرَّكَهُ) لِأَنَّهُ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ وَلَا خِيَارَ لِلصَّانِعِ، كَذَا ذَكَرَهُ فِي الْمَبْسُوطِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، لِأَنَّهُ بَاعَ مَا لَمْ يَرَهُ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ لَهُ الْخِيَارَ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُهُ تَسْلِيمُ الْمَغْفُودِ عَلَيْهِ إِلَّا بِبَضْرٍ وَهُوَ قَطْعُ الصَّرْمِ وَغَيْرِهِ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا خِيَارَ لَهُمَا، أَمَّا الصَّانِعُ فَلَمَّا ذَكَرْنَا.

ترجمہ

فرمایا اور بنوانے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو پکڑ لے اور وہ چاہے تو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اس نے ایسی چیز کو خریدا ہے جس کو اس نے دیکھا نہیں ہے۔ جبکہ کاری گر کیلئے کوئی اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں اسی طرح لکھا ہے اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو بیچنے والا ہے جس کو اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ بنانے والے کو بھی اختیار ہوگا کیونکہ نقصان کے بغیر اس کے کیسے معقول علیہ کو ہر درکار ناممکن نہیں ہے اور جس طرح وہ چیز اور غیرہ کو کاٹ دیتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت اس طرح ہے کہ بنانے اور بنوانے والے دونوں کو اختیار نہ ہوگا صانع کو اختیار نہ ہونے کی دلیل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ بنوانے کے عدم اختیار کی دلیل یہ ہے کہ اس کیلئے اختیار ثابت کرنا صانع کو کیسے نقصان کو ثابت کرتا ہے کیونکہ بنوانے والے کے سوا کوئی بھی اس سے اس قیمت پر خریدنے والا نہیں ہے۔

شرح

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کاریگر کو فرمائش دے کر چیز ہوائی جاتی ہے اس کو اسصناع کہتے ہیں اگر اس میں کوئی میعاد نہ ہو اور وہ ایک ماہ سے کم کی نہ ہو تو وہ مسلم ہے۔ تمام وہ شرائط جو بیع مسلم میں مذکور ہوئے اُن کی رعایت کی جائے یہاں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کے بنوانے کا چلن اور رواج مسلمانوں میں ہے یا نہیں بلکہ صرف یہ دیکھیں گے کہ اس میں مسلم جائز ہے یا نہیں اگر مدت ہی نہ

ہو یا ایک ماہ سے کم کی مدت ہو تو اسحناع ہے اور اس کے جواز کے لیے تعامل ضروری ہے حتیٰ جس کے بنوانے کا رواج ہے جیسے موزہ۔ جرتا۔ نوپی وغیرہ اس میں اسحناع درست ہے اور جس میں رواج نہ ہو جیسے کپڑا۔ لٹو۔ کتاب۔ چھوٹا۔ اُس میں صحیح نہیں۔

عام کا اختلاف ہے کہ اسحناع کو بیع قرار دیا جائے یا وعدہ، جس کو بنوایا جاتا ہے وہ معدوم ہے اور معدوم ہی بیع نہیں ہو سکتی نیز وعدہ ہے جب کارگیر بنا کر لاتا ہے اُس وقت بطور تعاملی بیع ہو جاتی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بیع ہے تعامل نے خلاف قیاس اس بیع کا جائز کیا اگر وعدہ ہوتا تو تعامل کی ضرورت نہ ہوتی، ہر جگہ اسحناع جائز ہوتا۔ اسحناع میں جس چیز پر عقد ہے وہ چیز ہے، کارگیر کا عمل معقود علیہ نہیں، لہذا اگر دوسرے کی بنائی ہوئی چیز لایا یا عقد سے پہلے بنا چکا تھا وہ لایا اور اس نے لے لی درست ہے اور عمل معقود علیہ ہوتا تو درست نہ ہوتا۔ جو چیز فرمائش کی بنائی گئی وہ بنوانے والے کے لیے متعین نہیں جب وہ پسند کر لے تو اُس کی ہوگی، اگر کارگیر نے اُس کے دکھانے سے پہلے ہی بیچ ڈالی تو بیع صحیح ہے اور بنوانے والے کے پاس پیش کرنے پر کارگیر کو یہ اختیار نہیں کہ اُسے نہ دے دوسرے کو دیدے۔ بنوانے والے کو اختیار ہے کہ لے لیا چھوڑ دے۔ عقد کے بعد کارگیر کو یہ اختیار نہیں کہ نہ بنائے۔ عقد ہو جانے کے بعد عاٹا لازم ہے۔

اسحناع کے جواز و عدم جواز میں فقہی معیار کا بیان

وَأَمَّا الْمُسْتَصْنَعُ فَلَاَن فِيْ اَثْبَاتِ الْخِيَارِ لَهُ اِضْرَارًا بِالصَّانِعِ لِأَنَّهُ رُبَّمَا لَا يَشْتَرِيهِ غَيْرُهُ بِمِثْلِهِ وَلَا يَجُوزُ فِيمَا لَا تَعَامُلَ فِيْهِ لِلنَّاسِ كَالْثِيَابِ لِعَدَمِ الْمُجَوِّزِ وَفِيمَا فِيْهِ تَعَامُلٌ إِنَّمَا يَجُوزُ إِذَا امْتَكَنَ اِعْلَامُهُ بِالْوَصْفِ لِيُمْكِنَ التَّسْلِيمُ، وَإِنَّمَا قَالَ بِغَيْرِ أَجَلٍ لِأَنَّهُ لَوْ ضَرَبَ الْأَجَلَ فِيمَا فِيْهِ تَعَامُلٌ يَصِيرُ سَلَمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا، وَلَوْ ضَرَبَهُ فِيمَا لَا تَعَامُلَ فِيْهِ يَصِيرُ سَلَمًا بِالِاتِّفَاقِ.

لَهُمَا أَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةً لِلِاسْتِصْنَاعِ فَيَحَافِظُ عَلَى قِصَّتِهِ وَيُحْمَلُ الْأَجَلُ عَلَى التَّعَجُّلِ، بِخِلَافِ مَا لَا تَعَامُلَ فِيْهِ لِأَنَّهُ اسْتِصْنَاعٌ فَاسِيءٌ فَيُحْمَلُ عَلَى السَّلَمِ الصَّحِيحِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ دَيْنٌ يَخْتَمِلُ السَّلَمَ، وَجَوَّازُ السَّلَمِ يَجْمَعُ لَا شُبْهَةَ فِيْهِ وَفِي تَعَامُلِهِمُ اِلِاسْتِصْنَاعُ نَوْعُ شُبْهَةٍ فَكَانَ الْحَمْلُ عَلَى السَّلَمِ أَوْلَى، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

اور وہ اشیاء جن کے خریدنے میں لوگوں کا عرف نہیں ہے ان میں اسحناع جائز نہیں ہے جس طرح کپڑے کو جائز قرار دینے کا سبب نہیں ہے اور جن چیزوں میں لوگوں کا عرف ہے اور ان میں ایسی ہی صورت میں لوگوں کیلئے اسحناع جائز ہے جبکہ صرف

کے ساتھ لوگوں کا خبر کرنا ممکن ہو کیونکہ تب ہی پردگی ممکن ہو سکے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مدت کے سوا اس لئے کہا ہے کیونکہ ان اشیاء میں جن میں لوگوں کا عرف ہے اگر میعاد معین کر دی جائے تو یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع مسلم بن جائے گی۔ جبکہ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور اگر ان اشیاء میں میعاد معین کی جائے جن میں لوگوں کا عرف نہیں ہے تو وہ با اتفاق مسلم ہو جائے گی۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ استحصان کا لفظ، استحصان کیلئے بطور حقیقت ہے پس اس لفظ کا تفسیر یہی ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور میعاد کو جلت پر محمول کیا جائے بخلاف ان اشیاء کے جن میں لوگوں کا عرف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس طرح استحصان قاسد ہے پس اس کو بیع مسلم کے صحیح ہونے پر محمول کر لیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا قرض ہے جو سلم کا احتمال رکھنے والا ہے اور بیع سلم کا جواز اس طرح کے اجماع سے ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے جبکہ لوگوں کے عرف پر عمل کرنے میں ایک طرح سے شک واقع ہے پس اس کو بیع مسلم پر محمول کرنا افضل ہوگا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

جدید طریقہ بیع کی شرعی حیثیت کا بیان

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سینار میں جدید طریقہ بیع کے متعلق فتویٰ صادر کیا گیا جس کی عبارت حسب ذیل ہے جدید طریقہ تجارت کے تحت یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ بیع موجود مقبوض ہونے سے قبل ہی بیچنے اور خریدنے کا عمل اہل تجارت میں عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے مال تیار کرنے کو کہہ کر اس سے خرید لیتا ہے اور مال موجود بھی نہیں ہے دوسرے کو بیچ دیتا ہے حالانکہ ابھی وہ مال موجود مقبوض نہیں ہے اور بکذا وہ دوسرا تیسرے شخص کو وغیرہ۔ اس میں سوال یہ ہے کہ بیع کی کس قسم میں داخل ہے؟

(۱) یہ طے ہوا کہ بیع اول بیع استحصان ہے اور یہ تعامل کی وجہ سے جائز ہے لہذا جن جن اشیاء میں ایسی بیع رائج ہو گئی ہے وہ جائز ہے اور یہاں تعامل کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کا رواج ہو اور علماء سے بعد علم اس پر تکفیر نہ پائی جائے۔

مذکورہ بالا بیع استحصان میں بسا اوقات ایک ماہ یا اس سے زائد کی اجل مذکور ہوتی ہے جو مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر استحصان کے بجائے سلم ہو جاتی ہے اور اس میں جملہ شرائط سلم صحت عقد کے لئے لازم ہیں اور حضرات صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب پر ایک ماہ یا زائد کی مدت استیصال کے لئے ہوتی ہے نہ کہ بطور شرط تو کیا اس مسئلہ میں توں امام سے عدول درست ہے؟ درست ہے تو کس بناء پر؟

(۲) اتفاق رائے یہ طے ہوا کہ استحصان میں ایک ماہ یا اس سے زائد کی اجل کا ذکر بطور استیصال ہے جو صاحبین کا قول ہے۔ اس مسئلہ میں قول امام سے عدول دفع حرج شدید کی بناء پر درست ہے۔

(۳) استحصان بوجہ تعامل ہی جائز ہے اور اس تعامل کی بناء حاجت پر ہے۔ اس لئے بعض فقہانے جواز الاستحصان علیہ

ذکر فرمادیا ہے۔

سوال میں یہ جو ذکر کیا گیا کہ ایک شخص کسی سے مال کا عقد اسھناع کرتا ہے پھر مال کے موجود ہونے سے پہلے ہی کسی دوسرے تاجر کو بیع کر دیتا اور دوسرا تاجر بھی ملک و قبضہ سے پہلے تیسرے تاجر کو بیع کرتا ہے۔ وہ کنڈا بھری۔ اس سلسلے میں یہ فیصلہ ہوا کہ اول کی بیع اسھناع ہے اور بعد والی بیعوں کے متعلق تحقیق کے بعد یہ پتہ چلا کہ مستمع اور اس کے بعد کے تاجر ایک دوسرے سے صرف معاہدہ بیع کرتے ہیں نہ کہ بیع اس لئے یہ جائز ہے کہ معزوم کی بیع و شراء کا وعدہ ہے قباحہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دستخط اراکین فیصل پور ڈ)

(۱) قاضی القضاۃ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی (۲) محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ العالی (۳) ماہر فتن لسان حضرت علامہ مفتی محمد عاشق الرحمن جبینی مدظلہ العالی۔



﴿یہاں مسائل منثورہ کو بیان کیا جائے گا﴾

مسائل منثورہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ مسائل منثورہ ہیں یا مشرقہ ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ ایجاب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکل نے کہا ہے معصنین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ایجاب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور وہ مشرقہ یا شکی کہا جاتا ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، ۵، ص ۴۲۸، حنفیہ لکھنؤ)

درندوں کی بیع کے جواز کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسَّبَاعِ، الْمَعْلَمُ وَغَيْرُ الْمَعْلَمِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ)
وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ الْعُقُورِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُنْتَفِعٍ بِهِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ مِنَ الشَّحِيطِ مَهْرَ الْبَيْعِيِّ وَتَمَنَ الْكَلْبِ) وَلِأَنَّهُ لَا يَجِسُّ الْعَيْنَ وَالنَّجَاسَةَ تُشْعِرُ بِهَوَانِ الْمَحَلِّ وَجَوَازِ الْبَيْعِ يُشْعِرُ بِإِعْزَازِهِ فَكَانَ مُنْتَفِعًا.

وَلَنَا (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْكَلْبِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ) وَلِأَنَّهُ مُنْتَفِعٌ بِهِ حِرَاسَةً وَاصْطِيَادًا فَكَانَ مَا لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ، بِخِلَافِ الْهُوَامِ الْمُؤَذِّيَةِ لِأَنَّهُ لَا يُنْتَفَعُ بِهَا، وَالْخِدْيُ مَحْمُولٌ عَلَى الْإِنْتِدَاءِ فَلَمَّا لَهْمُ عَنْ الْإِقْتِسَاءِ وَلَا نُسَلَمُ نَجَاسَةَ الْعَيْنِ، وَلَوْ سَلِمَ فَيَحْرُمُ التَّأَوُّلُ ذَوْنُ الْبَيْعِ.

ترجمہ

فرمایا، کہے، بیچتے اور درندے کی بیع کرنا جائز ہے اور وہ اس حکم میں سکھایا ہوا اور غیر سکھایا ہوا دونوں برابر ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف مایہ الرحمہ سے روایت ہے کہ بکراؤ لے (بلکہ) کہنے کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کہنے کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ یہی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ زانیہ کی اجرت اور کہنے کی قیمت حرام ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ کتاب میں لکھا ہے جبکہ نجاست گل کے ذیل ہونے کا حکم بیان کرنے والی ہے حالانکہ جواز بیع تو

کسی چیز کے معزز ہونے کی خبر دینے والا ہے۔ پس اسکی بیع قسم ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شکاری اور حفاظت کرنے والے توتوں کے ماروہ کی بیع سے منع کیا ہے کیونکہ حفاظت اور دیکار کے کتے سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے کیونکہ وہ مال ہے اور اس کی بیع بھی جائز ہے۔ یہ خلاف ایذا دینے والے کیڑوں کمونوں کے کیونکہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا کرتا۔ اور وہ حدیث جو بالکل کتوں سے الگ کرنے کا حکم دیتی ہے اس کو ابتداءً اسلام پر محمول کیا جائے گا اور اسی طرح اسکا جنس عین ہونا بھی ہمارے نزدیک درست نہیں ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس کا کھانا حرام ہوگا اس کی بیع کرنا حرام نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مٹا، بلی، ہاتھی، چیتا، باز، شکر، ان سب کی بیع جائز ہے۔ شکاری جانور معلم (سکھائے ہوئے) ہوں یا غیر معلم دونوں کی بیع صحیح ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ قابل تعلیم ہوں، نکلکھنا جو قابل تعلیم نہیں ہے اس کی بیع درست نہیں۔ بندر کو کھیل اور مذاق کے لیے خریدنا منع ہے اور اس کے ساتھ کھیلنا اور تسخر کرنا حرام۔ جانور یا زراعت یا کھیتی یا مکان کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے مٹا پالنا جائز ہے اور یہ مقاصد نہ ہوں تو پالنا ناجائز اور جس صورت میں پالنا جائز ہے اس میں بھی مکان کے اندر نہ رکھے البتہ اگر چور یا دشمن کا خوف ہے تو مکان کے اندر بھی رکھ سکتا ہے۔ (فتح القدیر، کتاب بیوع)

کتے وغیرہ کی بیع کے جواز و عدم جواز میں فقہی مذاہب

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پیچھے لگانے کی اجرت زنا کی اجرت اور کتے کی قیمت حرام ہے۔ اس باب میں حضرت عمر، ابن مسعود، جابر، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی روایات منقول ہیں۔ حدیث رافع بن خدیج حسن صحیح ہے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کتے کی قیمت حرام ہے امام شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض اہل علم نے شکاری کتے کی قیمت کو جائز قرار دیا ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1296)

حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت ناپاک مال ہے زنا کار عورت کی اجرت حرام مال ہے بیگی کھینچنے والے کی کمائی ناپسندیدہ مال ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 6)

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ لفظ خبیث کے لغوی معنی، ناپاک اور برا، کے ہیں لیکن فقہی طور پر اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ائمہ مجتہدین اور فقہاء حسب موقع و محل اس کے معنی کبھی ناپاک اور کبھی مکروہ وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی نے ضمن الکلب خبیث میں خبیث کے معنی حرام مراد لیتے ہوئے کہا ہے کہ حدیث سے چونکہ یہ ثابت دوتا ہے کہ کتے کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال حرام ہے اس لئے کتے کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ کتا خواہ معلم (یعنی سدھایا ہوا) خواہ غیر معلم (یعنی سدھایا ہوا نہ) ہو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام محمد اور بعض دوسرے ائمہ کا قول یہ ہے

کہ ان کتوں چیتوں اور رندوں کی خرید و فروخت جائز ہے جن سے فائدہ حاصل ہوتے ہیں خواہ وہ معلم ہوں یا غیر معلم ان حضرات نے ثمن الکلب غیث کے بارہ میں یہ کہا ہے کہ لفظ غیث محض حرمت ہی پر دلالت نہیں کرتا جس کی واضح مثال اس حدیث کے الفاظ و کسب الحجام غیث ہیں اگر لفظ غیث سے حرام ہی مراد لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا سبکی کھینچنے والے کو جو اجرت حاصل ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے حالانکہ غیث طور پر تمام علماء کے نزدیک وہ حرام نہیں ہے لہذا ثمن الکلب غیث میں غیث کے معنی ناپاک مراد لیتے ہوئے اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ کتے کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال ناپاک یعنی مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔

کسب الحجام غیث میں لفظ غیث کے معنی ناپسندیدہ مراد لئے گئے ہیں کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ثابت ہے کہ آپ نے سبکی کھینچوانے کی اجرت ادا کی ہے اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو آپ خود کیوں دیتے لہذا اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ سبکی کھینچنے والے کو اپنی اجرت کے طور پر جو مال ملتا ہے وہ ناپسندیدہ یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔

کتوں کی بیج کے جواز و عدم جواز میں مذاہب اربعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتا رکھا اس کے نیک اعمال میں سے ہر روز ایک قیراط نکلیں گے ہو جائیں گی، ہوائے کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت کی خاطر رکھے گئے کتا کے۔

امام بخاری نے مزید روایت کیا ہے: ہاں وہ کتا رکھنا جائز ہے جو کبریوں اور کھیتی یا شکار کیلئے رکھا جائے۔

(بخاری، الصحیح، 817: 2، رقم 2197: دارالین کثیر الیما، بیروت، مسلم، الصحیح، 1203: 3، رقم 1575: دار احیاء

الترت، العربی، بیروت)

امام نووی شافعی فرماتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ بلا ضرورت کتا پالنا حرام ہے ہاں شکار، کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت کیلئے جائز ہے۔ نووی، شرح صحیح مسلم، 236: 10، دار احیاء التراث العربی، بیروت

امام قرطبی اندلسی مالکی فرماتے ہیں: امام مالک کا مذہب مشہور ہے کہ کتا رکھنا جائز ہے اور اس کا بیچنا، خریدنا مکروہ ہے اگر بیع ہوگی تو فتح نہ ہوگی، تو گویا ان کے نزدیک یہ نجس نہ ہو اور انہوں نے اس کے جائز منافع حاصل کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کا حکم باقی اموال تجارت کی طرح ہے ہاں شریعت نے اس کی خرید و فروخت سے منع فرمایا تو یہ کراہت تنزیہی ہے کہ اخلاق حسنہ کے خلاف ہے۔ (عسقلانی، فتح الباری شرح الصحیح بخاری، 427: 4، دار المعرفہ، بیروت)

امام جبر عسقلانی شافعی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: اس پر دلیل دی گئی ہے کہ کتے کا چھوٹا بچہ ان فوائد کیلئے پالنا جو، سکے بڑا ہونے سے وابستہ ہیں جائز ہے اور ان فوائد کی نیت و ارادہ ان کے حصول کے قائم مقام ہوگا۔ جیسے ان اشیاء کو بیچنا جائز جس سے ابھی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا مگر مستقبل میں ان سے فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ عسقلانی، فتح الباری شرح الصحیح بخاری، 507: 5

عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، امام محمد، لیکن کتا نہ کھون مالکی امام مالک ایک روایت کے مطابق ان

تمام آئمہ اعظم رحمہ اللہ والرضوان نے فرمایا:

جن کتوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ان کو خریدنا بیچنا جائز اور قیمت حلال ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کانٹے والے کتے نہ بیچنا جائز، نہ اسکی قیمت جائز۔ بدائع میں ہے خنزیر کے علاوہ تمام درندوں مثلاً کتا، تیندو، بھیڑیا، شیر، چیت، بلی وغیرہ کی خرید و فروخت ہرے اصحاب (حنیفہ) کے نزدیک جائز ہے پھر ہمارے نزدیک اصل میں اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ یہ بالور پڑھائے سدھائے ہوں یا نہ ہوں، سو جیسے ہوں ان کی تجارت جائز ہے۔ امام ابو یوسف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک پاگل سے کی بیع جائز نہیں۔ (علامہ بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، 59: 12، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فقہائے کرام: کتا، تیندو، بھیڑیا اور سدھائے ہوئے یا غیر سکھائے ہو یا غیر معلم درندوں کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (خنزیر اور کانٹے والے کتے کے علاوہ)۔

امام ابن ہمام لکھتے ہیں شکار مویشیوں، گھروں اور فصلوں کی حفاظت کیلئے کتا پالنا، بالا جماع جائز ہے مگر گھر میں نہ رکھے، ان چوروں یا دشمنوں کا ڈر ہو تو گھر میں بھی رکھ سکتا ہے اس حدیث صحیح کی بنا پر کہ جس نے شکار اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ گھر میں کتا پالا ہر دن اس کے اجر و ثواب میں دو قیراطوں کی کمی کر دی جائے گی۔

گزیا کی بیع اور بچوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے، کتے، بھیڑیے، ہاتھی اور قمام درندوں کے یہاں تک یہ بلی اور پرندے سدھائے ہوں یا نہ، سب کی خرید و فروخت جائز ہے سوائے خنزیر کے۔ (شامی، الدر المختار مع رد المحتار، 226: 5، کراچی)

(علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع، 142: 5، کراچی)

سایہوں کی تجارت جائز ہے جب ان سے دوائیں بنائی جائیں اگر اسکے لئے مفید نہیں تو بیع جائز نہیں۔ صحیح یہ ہے ہر چیز جس سے نفع اٹھایا جائے اسکی تجارت جائز ہے۔ ہمارے نزدیک سکھائے ہوئے کتے کی بیع جائز ہے یونہی بلی اور وحشی درندوں اور ہندوں کی خرید و فروخت درست ہے سدھائے ہوں یا نہ ہوں۔ جس کتے کو سدھایا پڑھایا نہ جائے اگر وہ قابل تعلیم ہے تو اس کا لین دین بھی جائز ہے اگر قابل تعلیم نہیں (پاگل ہے) تو اسکی بیع درست نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہم شیر کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر قابل تعلیم و تربیت ہے اور اس سے شکار کیا جاتا ہے تو اس کی بیع جائز ہے۔ بھیڑیا اور باز تعلیم ہر حال میں فلوں کرتے ہیں لہذا ان کی ہر حال میں تجارت بھی جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا چھوٹے بڑے کا ایک ہی حکم ہے ہاتھی کی تجارت جائز ہے ہندو کی خرید و فروخت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت جواز کی ہے اور یہی مختار ہے یہاں تک محیطہ سرخس میں ہے اور خنزیر کے علاوہ تمام حیوانوں کی خرید و فروخت جائز ہے یہی مذہب مختار ہے۔

(الشیخ نظام و جملہ من علماء الہند، الفتاویٰ الہندیہ، 11: 3، دار الفکر)

علامہ عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں کہ کتے کی بیع میں حسب ذیل فقہی مذاہب ہیں۔

مالکیہ :

کتے کی بیج جائز نہیں، خواہ کسی مقصد کیلئے رکھا جائے۔ کہ حدیث پاک میں ممانعت ہے۔ بعض مالکیہ نے نزہۃ شکار اور حفاظت کیلئے کتا رکھنا بھی جائز اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

حنابلہ :

کتے کی خرید و فروخت کسی صورت جائز نہیں، ہاں شکار مویشیوں اور کھیتی کی حفاظت کیلئے کتا پالنا جائز ہے۔ بشرطیکہ سیاہ رنگ نہ ہو بلکہ بیج میں اختلاف ہے۔ مذہب مختار یہ ہے کہ نا جائز ہے درندوں کی بیج جائز ہے جیسے ہانسی اور باقی درندے جیسے شکاری پرندوں کی بیج جائز ہے جیسے باز، شکار، حشرات الارض کی بیج جائز نہیں جیسے بچھو، سانپ، ہاں ریشم کے کیڑوں کی بیج جائز ہے یونہی شکار کیلئے استعمال ہونے والے کیڑے۔

حنفیہ :

گوبر، بیٹھ وغیرہ کی خرید و فروخت جائز ہے اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، بطور ایجنڈہ ان کا استعمال جائز ہے اور بیج درست ہے۔ کتا شکار یا حفاظت کیلئے یونہی خنزیر کے علاوہ دیگر درندے مثلاً شیر، بھیریا یا تھلی وغیرہ، جب ان سے یا ان کے چمڑوں سے فائدہ اٹھایا جائے مذہب مختار کی رو سے ان کو پالنا اور ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ یونہی حشرات الارض، کیڑے مکوڑے مثلاً سانپ بچھو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جائے تو ان کو رکھنا پالنا اور لین دین جائز ہے، جیسے شکاری پرندوں کی بیج و شرابہ جائز ہے مثلاً شیراز، باز قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز میں فائدہ ہو اور شرعاً اجازت ہو اس کی بیج و شرابہ جائز ہے۔

(علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذہب الاربعہ، 232 : 2، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

کتوں کی بیج کے عدم جواز میں فقہی دلائل کا بیان

حالیہ برسوں میں مغلوں کی مذہبیت کی وجہ سے ہر معاملہ میں مغرب کی طرف دیکھنے کا رجحان تیزی سے بڑھا ہے، مغربی تہذیب میں جس چیز کو تہذیب و تمدن کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا ہے خواہ وہ کتنی ہی بدناما کیوں نہ ہو ہم اسے بغیر سوچے سمجھے اپنا کر مذہب سانج کا حصہ بننے کی کوشش کرتے ہیں، انھیں مغربی تہذیب کی علامتوں میں سے ایک علامت خوبصورت کتوں کو پالنا اور ان کی پرورش اور جمہداشت پر خطیر رقم صرف کرنا بھی ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کا پوش کپڑا لانے والا طبقہ اور اس کو دیکھ کر درمیانی طبقہ بھی کتوں کو پالنا ایک فیشن سمجھتا ہے۔ لوگوں کی اسی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے آج کل کتوں کی خرید و فروخت ایک فleg بخش تجارت بن گئی ہے، بڑے بڑے شہروں میں ایسی دکانوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے جہاں دیکس اور ولا چینی نسل کے کتوں کی بہت ساری قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض ضرورتوں کے لیے جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو پالنے کی اجازت دی ہے، مگر اس موقع پر جس قسم کے کتوں کے پالنے کے بارے میں گفتگو کی جا رہی ہے یہ اس قسم کے کتے ہیں جن کی

حفاظت خود مالک کرتا ہے، وہ اتنے نازک ہوتے ہیں کہ دو قدم پیدل چلنا بھی ان کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ یہ خوبصورت کتے اکثر کاروں میں مالک کی گود میں بیٹھ کر باہر سرٹکالے نظر آتے ہیں، اس قسم کے کتوں کی پرورش کی اجازت اسلام ہرگز نہیں دیتا۔ شریعت کی بیان کردہ ضرورت کے پیش نظر کتا پالنا اور چیز ہے، فیشن کے طور پر پالنا اور چیز، ضرورت کے تحت کتا پالنا الگ چیز ہے اور اسی کو تجارت بنالینا الگ چیز۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کو بیچنے اور اس کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب و مہر البغی، و حلوان السکاهن (صحیح بخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب رقم، صحیح مسلم کتاب المساقاة باب تحريم ثمن الکلب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے، زنا کا پیر لینے اور کہانت کا معاوضہ لینے سے منع فرمایا ہے۔ صحیح مسلم (۱) کی روایت میں ہے کہ ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: زجر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔ صحیح مسلم (۲) کی ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یوں بیان کئے گئے ہیں: شر الکسب مہر البغی و ثمن الکلب و کسب الحجام۔

سب سے بری کمائی زنا کی کمائی اور کتے کو بیچ کر کی گئی آمدنی ہے اور حجامت کے ذریعہ کمائی کرنا ہے۔ مذکورہ بالا حدیثوں میں جن پیشوں کی ممانعت آئی ہے ان سبھی کے بارے میں گفتگو کا یہ محل نہیں اس لیے یہاں صرف کتوں کی تجارت کے تعلق سے گفتگو ہوگی۔ مذکورہ بالا حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے علماء کرام نے کہا ہے کہ کتوں کی تجارت اور اس کے ذریعہ حاصل کی گئی آمدنی حرام ہے۔ اس حکم میں ہر قسم کے کتے شامل ہیں خواہ وہ شکار کے لیے ہوں یا کسی اور مقصد کے لیے، جب کہ بعض علماء شکاری کتوں کو اس ممانعت سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل مندرجہ ذیل حدیثیں ہیں۔ شکاری کتوں کو ممانعت کے حکم سے الگ کرنے والی احادیث ہیں۔

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب لا کلب الصيد۔ (سنن الترمذی رقم) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، ہاں، شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت ہے۔

(۲) عن جابر رضی اللہ عنہ ۱ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ثمن الکلب و السنور لا کلب الصيد (سنن نسائی)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت لینے سے منع فرمایا، البتہ شکاری کتے کی اجازت دی ہے۔

(۳) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لمن الکلب سحت الا کلب صید۔ (دارقطنی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتے کی قیمت حرام ہے البتہ شکاری کتے کی قیمت (حلال ہے)۔

(۴) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی مرفوعاً ثلاث کلہن سحت کسب الحجام و مہر البیو و لمن الکلب لا کلب الضاری۔ (دارقطنی)

تین چیزیں حرام ہیں (۱) حجام کی اجرت، بدکاری کا مہر، کتے کی قیمت سوائے شکاری کتے کے۔ شکاری کتوں کی قیمت کے جواز حدیثوں کی اسنادی حالت: پہلی حدیث صحیح نہیں ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں ابو ہریرہ جن کا نام یزید بن سفیان ہے، کے بارے میں شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ کو دیکھا اگر کوئی انھیں ایک درہم دیدے تو اس کے بدلے حدیث گڑھ دیتے۔ نسائی نے انھیں متروک اور ابن مہین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان)

لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسری حدیث کونسا نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی علت یہ ہے کہ اس کے اندر ابو الزبیر ہیں جن کی تدلیس مشہور ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں: ہر وہ حدیث جس میں ابو الزبیر نہ کہیں کہ انھوں نے اسے جابر سے سنایا جابر نے ان سے یہ بات بیان کی ہے یا یحییٰ نے ان سے روایت جابر بیان کیا ہے تو خود ابو الزبیر کے اقرار کی بنیاد پر انھوں نے اسے جابر سے نہیں سنا ہے۔ (مکمل)

اور اس جگہ چوں کہ مذکورہ بالا چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں ہے لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس حدیث میں اللہ را ہے۔ جہاں تک تیسری حدیث کا تعلق ہے تو اس میں یحییٰ بن ایوب مختلف فیہ اور شی بن صباح بھی ضعیف ہیں، لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

چوتھی حدیث دارقطنی کی ہے اس کے اندر محمد بن معصب صدوق اور کثیر الغلط ہیں (التقریب) اور دوسرے راوی ولید بن عبد اللہ ضعیف ہیں، لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ مذکورہ بالا ساری حدیثیں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حد درجہ ضعیف ہیں، یہی وجہ ہے کہ محدثین نے ایک دوسرے سے تقویت کے اصول کو ماننے ہوئے ان احادیث پر حسن یا حسن الخیرہ کا حکم نہیں لگایا ہے، ہاں تمام طرق کو اکٹھا کر کے اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس استثناء کو حسن قرار دیا ہے اور کہا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میں ترجمہ کی حدیث اور اس کے بعض طرق اور شواہد سے واقف ہوا تو جو کچھ میں حدیث نمبر کے تحت لکھ چکا تھا اس سے رجوع کرنا میرے لئے واجب ہو گیا جو اس تحقیق کے مخالف تھا۔

مذکورہ تحقیق کے اندر جن دلائل کی بنیاد پر اس استثناء کو حسن قرار دیا ہے اگر ان اصولوں کو مان لیا جائے تو ایسی صورت میں بہت ساری حدیثیں جن کو ضعیف کے زمرہ میں رکھا گیا ہے ان کو حسن یا حسن لغیرہ کے زمرہ میں رکھنا پڑے گا۔ استثناء کی ایک بھی حدیث شدید قسم کی تنقید سے خالی نہیں، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، ایسے میں کیسے یہ مان لیا جائے کہ آپ میں ایک دوسرے سے تقویت پا کر یہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث کی روایت میں راویوں کو وہم ہوا ہے اور انھوں نے کتوں کی قیمت کی ممانعت اور کتے پالنے کی حدیثوں کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے جیسا کہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے۔

عقلی دلائل: جو لوگ کتوں کی خرید و فروخت کے قائل ہیں وہ اس کے جواز کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ کتوں کی قیمت لینے سے اس وقت منع کیا گیا تھا جب ان کے قتل کا حکم تھا مگر جب قتل کا حکم ساقط ہو گیا تو اسی کے ساتھ ان کی قیمت لینے یا بیچنے کی ممانعت بھی ختم ہو گئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی دلیل چاہئے اور ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ بعض لوگ عثمان بن عفان اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے بعض فیصلوں سے جن میں انھوں نے کلب عتور کی قیمت کا تاوان دینے کو کہا ہے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ جب ایک چیز کے ضائع ہونے پر اس کا تاوان ہو سکتا ہے تو اس کی قیمت بھی لی جاسکتی ہے، مگر جیسا کہ ابن حزم (محنی) نے کہا ہے: یہ بیچ ہے نہ قیمت، بلکہ قصاص ہے لہذا استدلال قاسد ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کتے کو گھوڑوں اور گدھوں پر قیاس کرتے ہوئے اس کی قیمت کو جائز قرار دیتے ہیں، ابن قیم نے کہا ہے کہ کتے کو خنزیر پر قیاس کرنا زیادہ مناسب ہے اس وجہ سے کہ اس سے زیادہ مشابہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کتوں کی تجارت جائز نہیں ہے، اگر شکاری کتوں کی قیمت لینے کو جائز بھی قرار دیا جائے تب بھی عام کتوں کی حرمت بہ دستور باقی ہے لہذا ایسے کتوں کی خرید و فروخت جو گھریا مال و دولت کی رکھوائی کے لائق نہ ہوں ہر حال میں ناجائز ہے۔ جہاں تک رہا یہ بات کہ کسی کو اپنے گھر کی حفاظت کے لیے کتے کی ضرورت ہے اور بغیر خریدے اسے کتا نہیں مل رہا ہے تو کیا کرے؟ ابن حزم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں خریدنے والا نہیں بیچنے والا گتہا گتہا ہوگا۔ (محلی)

گھروں میں شوقیہ کتوں کو رکھنے کی ممانعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جانوروں کے تعلق سے اسلام شفقت و رحمت کی ممانعت کرتا ہے بلکہ اس کی تعلیم ہر ایک کو اس کا مناسب حق دینے کے اصول کے عین مطابق ہے، اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ کتوں کو انسان کا درجہ دے دیا جائے۔

شراب اور خنزیر کی بیچ کے عدم جواز کا بیان

وَقَالَ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شَرِبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا وَأَكْلَ ثَمَرِهَا وَلَآئِنَّهَا لَيْسَ بِمَالٍ فِي حَقِّهَا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ.

ترجمہ

فرمایا شراب اور خنزیر کی بیج جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کو فروخت کرنا بھی حرام کیا اور اس کی قیمت کا کھانا بھی حرام کیا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ یہ مال نہیں ہے اور تحقیق ہم اس کی ذکر کر چکے ہیں۔ (شرح ہدایہ پانچویں، ششویں جلد کا مطالعہ کریں کہ حرام اشیاء کی خرید و فروخت کا شرعی حکم کیا ہے، رضوی)

شراب و خنزیر کی بیج کی حرمت میں فقہی مذاہب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے شراب مردار خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے جب آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں مردار کی چربی کا حکم بھی بتائیے جو کشتیوں پر ملی جاتی ہے نیز اس سے جڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ (گھروں میں) اس سے چراغ جلاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مردار کی چربی بھی حرام ہے اس لئے اس سے یہ فائدہ اٹھانے جائز نہیں پھر آپ نے اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جب اللہ تعالیٰ نے مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو یہود (نے یہ جیلہ اختیار کیا کہ وہ) چربی کو کھلاتے اور بیج ڈالتے اور پھر اس کی قیمت کھا جاتے ہیں۔

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 9)
عطاؤں نے لکھا ہے کہ شراب وغیرہ کے مذکورہ بالا حکم میں باجاء بھی داخل ہے کہ اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے نیز اگر کوئی شخص کسی بارے کو تلف کر دے تو اس پر ضمان یعنی مالک کو اس کی قیمت ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مردار کی چربی کی خرید و فروخت تو جائز نہیں ہے لیکن اس چربی سے فائدہ اٹھانا یعنی اس کو کھانے اور آدمی کے جسم پر ملنے کے علاوہ اور کام میں استعمال کرنا جائز ہے خواہ کشتی پر ملے خواہ چراغ میں جودے اور خواہ کسی اور کام میں لائے اسی طرح ان کے مسلک کے مطابق جو گھی یا زیت یا اور کوئی تیل نجاست پڑ جانے کی وجہ سے نجس ہو گیا ہو تو اس کو چراغ میں جلانے یا اس کا صابون بنانا جائز ہے جب کہ جسہور کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح مردار کی خرید و فروخت ناجائز ہے اسی طرح اس سے کسی بھی طرح کا فائدہ اٹھانا نجس اس کی کسی بھی چیز کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے کیونکہ مردار کی حرمت بطریق عموم ثابت ہے ابستہ و باغت کیا ہوا چہرہ اس سے مستحبی ہے کیونکہ اس کا جواز خصوصی طور پر ثابت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے قسین علماء نے نجس ذریعہ کو بیچنے کی اجازت دی ہے البتہ ان کے نزدیک نجس تیل کو چراغ میں جلانا بالخصوص مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔

حدیث کے آخر میں یہود یوں کی ایک خاص عیاری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے مردار کی چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے یہ جیلہ اختیار کیا کہ وہ چربی کو کھلاتے اور بیج ڈالتے تھے اور پھر اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے

والے مال کو اپنے استعمال میں لے آتے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ نے تو چربی کھانے سے منع کیا ہے اور ہم چربی نہیں کھاتے بلکہ اس کی قیمت کے طور پر حاصل ہونے والا مال کھاتے ہیں گویا وہ جاہل چربی کو پھلکا کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے چربی کی حقیقت کو بدل دیا ہے کہ نبیؐ کے بعد وہ چربی نہیں رہ گئی ہے اس لئے اس صورت میں علم الہی کی خلاف ورزی نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس عیارانہ چال کی وجہ سے ان کو اللہ کی لعنت کا مستحق قرار دیا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسا حیلہ اختیار کرنا کہ جس کے سبب حرام کار تکاب ہوتا ہو بالکل غلط ہے نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کسی چیز کی قیمت حکم کے اعتبار سے اسی چیز کے تابع ہے کہ اگر وہ چیز حرام ہوگی تو اس کی قیمت بھی حرام ہوگی اور جو چیز حلال ہوگی اس کی قیمت بھی حلال ہوگی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ان قیموں کے لیے شراب خریدی تھی جو میری کفالت میں ہیں آپ نے فرمایا شراب بہاد اور برتن کو توڑ ڈالو۔ اس باب میں جابر، عائشہ، ابوسعید، ابن مسعود، ابن عمر، اور انس رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی احادیث منقول ہیں۔ حضرت ابوطلحہ کی حدیث ثوری، سدی سے وہ صحیح بن عباد سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوطلحہ ان کے نزدیک تھے یہ حدیث لیث کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1313)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (1) نکالنے والے (2) شراب نکلوانے والے (3) پینے والے (4) پلانے والے (5) لے جانے والے (6) جس کی طرف لے جانی جا رہی ہے (7) فروخت کرنے والے (8) شراب کی قیمت کھانے والے (9) خریدنے والے (10) جس کے لیے خرید گئی ہوئی اس پر۔ یہ حدیث انس کی روایت ہے غریب ہے حضرت ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر سے بھی اس کے مثل منقول ہے یہ حضرات نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1315)

حرام اشیاء کی خرید و فروخت کا بیان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فتح مکہ کے سال آیا، صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کا قیام ابھی مکہ میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برپا کرے اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پھلکا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ ابوہاشم نے کہا کہ ہم سے عبد الحمید نے بیان کیا، ان سے یزید نے بیان کیا، انہیں عطاء نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (بخاری، رقم الحدیث ۲۲۳۶)

مکہ 8ھ میں فتح ہوا ہے۔ مردار کی چربی، اکثر علماء نے اس کے متعلق یہ بتلایا ہے کہ اس کی بیچنا حرام ہے اور اس سے نفع اٹھانا

درست ہے۔ مثلاً کشتیوں پر لگانا اور چراغ جلاتا۔ بعض نے کہا کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں سوا اس کے جس کی صراحت حدیث میں آئی ہے۔ یعنی چہرہ اس کی دیباغت کر لی جائے، اگر کوئی پاک چیز ناپاک ہو جائے جیسے لکڑی یا کپڑا تو اس کی بیع جمہور عامہ کے نزدیک جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ و رسولہ حرم الخمر و المینۃ و الخنزیر و الاصنام یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی قہادت، حرام قرار دیا ہے اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ اذا حرم شیئاً حرم ثمنہ و بے شک خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا تو اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے، یعنی جب ایک چیز سے نفع اٹھانے کا طریق مقرر ہے مثلاً شراب پینے کے لیے ہے۔ اور بت صرف پرستش کے لیے۔ پس اللہ نے ان کو حرام کر دیا۔ اس لیے اس کی حکمت کا قاض ہوا کہ ان کی بیع بھی حرام کی جائے۔ اور نیز آپ نے فرمایا سہرا یعنی خبیث یعنی زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغنیہ کے کسب سے بھی فرمائی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش ہوتی ہے، اس مال سے نفع حاصل کرنا بدوہجہ حرام ہے یک قریہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انشاع نہ حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے اور اس قسم کے معاملہ کے دستور چل کر کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور لوگوں کو اس گناہ پر آمادہ کرنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور ان کی سمجھ میں شرمیل سے حیلہ پیدا ہوتا ہے اور اس عمل کی خباثت ان کے علوم میں اس شرم اور اس اجرت کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب میں اس کے چھوڑنے والے اور چھوڑوانے والے اور پینے والے اور لے جانے والے اور جس کے پاس لے جا رہا ہے ان سب پر لعنت فرمائی کیوں کہ معصیت کی اعانت اور اس کا پھیلنا اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصار میں سے ہیں۔ قید سلم کے رہنے والے ہیں۔ ان کا شمار ان مشہور صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے۔ بدر اور بدر غزوہ میں جن کی تعداد اٹھارہ ہے۔ یہ شریک ہوئے۔ شام اور مصر میں تبلیغ و تعلیم ستر کئے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ان سے جماعت کثیرہ نے احادیث کو نقل کیا ہے۔ 94 سال کی عمر میں 74ھ میں مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔ جب کہ عبد الملک بن مروان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صاحب رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں وفات پانے والے یہی بزرگ ہیں۔ رضی نہ عنہ وارضاه۔ آمین

کتنے کی بیع کرنے میں مذہب اور بیعہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ مطلقاً کسی کتنے کی بیع جائز نہیں، سکھایا ہوا ہو یا بن سکھایا ہوا۔ اور اگر کوئی

اس کو مار ڈالے تو اس پر رمضان لازم نہیں آتا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حنان لازم ہوگا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شکاری اور فائدہ مند کتے کی بیچ درست ہے۔

اہل ذمہ کی خرید و فروخت کے احکام

قَالَ (وَأَهْلُ الذِّمَّةِ فِي الْبَيَاعَاتِ كَالْمُسْلِمِينَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ (فَأَعْلِمُهُمْ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ) وَلَا نَهَمُ الْمُكَلَّفُونَ مُحْتَاجُونَ كَالْمُسْلِمِينَ .

قَالَ (إِلَّا فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ خَاصَّةً) فَإِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيرِ ، وَعَقْدُهُمْ عَلَى الْخِنْزِيرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الشَّاةِ ؛ لِأَنَّهَا أَمْوَالٌ فِي اغْتِقَادِهِمْ ، وَنَحْنُ أُمُرًا بِأَنْ نَتَرَكَهُمْ وَمَا يَتَقَدُّونَ . ذَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ عُمَرَ : وَلَوْ هُمْ يَبْعُوهَا وَخَلُّوا الْعُسْرَ مِنَ أَيْمَانِهَا .

ترجمہ

فرمایا: اور اہل ذمہ خرید و فروخت کے احکام میں مسلمانوں کی طرح ہوں گے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث میں اس طرح ہے کہ اہل ذمہ کو بتلادو کہ ان کیلئے وہی ہوگا جو مسلمانوں کیلئے ہے۔ اور جو مسلمانوں پر لازم ہے وہی ان پر لازم ہوگا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح مکلف و محتاج ہیں جبکہ شراب و خنزیر میں خاص طور ہوں گے۔

شراب کا عقد کرنا ان کیلئے مسلمانوں پر شریعہ انکار کے عقد کی طرح ہو جائے گا اور خنزیر پر ان سے عقد کرنا مسلمانوں کے ہاں بکری کے عقد کی طرح ہو جائے گا کیونکہ اہل ذمہ کے عقیدے کے مطابق شراب اور خنزیر مال ہے جبکہ ہمیں اہل ذمہ کو ان کے عقائد سمیت چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول بھی اسی پر دلالت کرنے والا ہے کہ اہل ذمہ کو خمر و خنزیر کی بیچ کرنے دو اور ان کی قیمت سے عشر وصول کرلو۔

شرح

کافر ذی بیع کی صحت و فساد کے معاملہ میں مسلم کے حکم میں ہے، یہ بات البتہ ہے کہ اگر وہ شراب و خنزیر کی بیچ و شرا کریں تو ہم ان سے تعرض نہ کریں گے۔ کافر نے اگر محض شریف خریدا ہے تو اسے مسلمان کے ہاتھ فروخت کرنے پر مجبور نہ گے۔ (تنویر الابصار، کتاب بیوع)

کفار کے ساتھ خرید و فروخت کرنے کا بیان

اصل تو یہی ہے کہ یہودیوں وغیرہ کیساتھ خرید و فروخت جائز ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ایسا کرنا ثابت ہے اور وہ مدینہ کے یہودیوں سے خرید و فروخت اور یمن وغیرہ اور اس کے علاوہ ہمارے دین میں مباح قسم کے معاملات میں لین و دین کرتے تھے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن یہودیوں سے لین دین کیا وہ معاہدہ والے یہودی تھے، اور جس نے بھی ان میں سے معاہدہ توڑ دیا اسے یا تو قتل کر دیا گیا یا پھر جلا وطن کر دیا گیا یا کسی مصلحت کی بنا پر چھوڑ دیا گیا۔

اور یہ بھی ثابت ہے جو مباح کفار کیساتھ بھی خرید و فروخت کے جواز پر دلالت کرتا ہے اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ مشرکوں اور اہل حرب سے خرید و فروخت کا بیان، پھر اس کے بعد مندرجہ ذیل روایت بیان کرتے ہیں: عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے، تو ایک مشرک شخص بکری ہانکتا ہوا آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطر مایا: فروخت یا عطیہ یا فرمایا: یا بھہ؟ تو اس نے جواب دیا: بلکہ فروخت کیلئے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیاس سے وہ بکری خرید لی۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (2216)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں۔ اہل ذمہ اور ان کے علاوہ دوسرے کفار کیساتھ معاملات کرنے کے جواز پر مسلمان متفق ہیں جب تک جو کچھ اس کی پاس ہے کی حرمت نہ ثابت ہو جائے، لیکن مسلمان کیلئے اہل حرب کو اسلحہ یا لڑائی کیسے کوئی آلہ فروخت کرنا جائز نہیں اور نہ ایسی چیز جس سے وہ لپیڈین کو مضبوط کر سکیں اس سے مدد حاصل کریں۔

(شرح صحیح مسلم) (11 / 41)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ کفار کیساتھ معاملات کرنا جائز ہے، لیکن ایسی کوئی چیز فروخت کرنی جائز نہیں جو اہل حرب مسلحانوں کیخلاف استعمال کریں اور اس سے مسلمانوں کیخلاف انہیں مدد حاصل ہوتی ہو۔ اور انہیں اس میں اہل حرب کو اسلحہ فروخت کرنے کی حرمت پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ (الاجمع) (9 / 432)

اس کی حکمت واضح اور ظاہر ہے کہ وہ اس اسلحہ سے مسلمانوں کو قتل کریں گے اور ان کیخلاف استعمال کریں گے۔

دوم: محارب یہودیوں اور دوسرے حربی کفار کیخلاف مالی اور جانی جہاد کے مشروع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور اس میں ہر وہ وسیلہ اور طریقہ داخل ہوگا جس سے ان کی فکری اقتصادیات کمزور ہوں اور انہیں نقصان پہنچے اس لئے کہ پہلے دور میں بھی اور آج بھی جنگ میں مالی لڑائی کی روح شام ہوتی ہے۔

اور مسلمانوں کو عموماً یہ چاہیے کہ وہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا تعاون کریں اور ہر جگہ پر مسلمانوں کا تعاون کریں جو ان کے گھریلو کی حفاظت کا باعث ہو اور اس سے وہ اپنے ملک میں رہنمائی شعاور کو ظاہر اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور شرعی احکام اور حدود اللہ کا نفاذ کرنے کے قابل ہو سکیں، اور ایسی اشیاء کیساتھ ان کی مدد کریں جو کافروں اور یہودیوں وغیرہ کیخلاف

مسلمانوں کی مدد و نصرت کا سبب بنیں، اس لیے اسے ہر قسم کی طاقت کو بقدر استطاعت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کیخلاف جہاد میں استعمال کرنا چاہیے۔

اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ فرمایا ہے کہ (مشرکوں کیخلاف اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کیساتھ جہاد کرو) سنن ابوداؤد حدیث نمبر (2504)

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر اس چیز کیساتھ مجاہدین کی مدد کریں جس کی ان میں طاقت ہے، اور ہر وہ وسائل اور ذرائع جو مسلمانوں اور اسلام کی تقویت کا باعث بنیں اسے خرچ کریں، اور ان پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جتنی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں اس کیبھتھ کفار کیخلاف جہاد کریں، اور ہر ایسا عمل کریں جس سے کفار اور دین اسلام کو نقصان اور کمزوری حاصل ہو، لہذا مسلمان ان کفار کو ایسی ملازمتوں پر نہ رکھیں جس میں انہیں تقویت اور مال حاصل ہوتا ہو اور وہ مسلمانوں کا مال جمع کر کے مسلمانوں کو ہی اس مال کیساتھ ماریں، مثلاً انہیں اجرت پر کاتب، یا اکاؤنٹنٹ، یا انجنیئر اور خادم وغیرہ نہ رکھیں۔

ثمن کی ضمانت پر بیع کا حکم دینے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ بَيْعَ عَبْدِكَ مِنْ فُلَانٍ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ عَلَى أَنِّي ضَامِنٌ لَكَ خُمْسِمَائَةٍ مِنَ الثَّمَنِ يَسْوَى الْأَلْفِ فَعَلَّ فَهُوَ جَائِزٌ وَيَأْخُذُ الْأَلْفُ مِنَ الْمُشْتَرِي وَالْخُمْسِمَائَةِ مِنَ الضَّامِنِ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَقُلْ مِنَ الثَّمَنِ جَزَاءَ الْبَيْعِ بِأَلْفٍ وَلَا شَيْءَ عَلَى الصَّامِنِ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الزِّيَادَةَ فِي الثَّمَنِ وَالْمُثَمِّنِ جَائِزٌ عِنْدَنَا، وَتَلْتَصِقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ خِلَافًا لِزُكْرٍ وَالشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ تَغْيِيرٌ لِلْعَقْدِ مِنْ وَصْفٍ مَشْرُوعٍ إِلَى وَصْفٍ مَشْرُوعٍ وَهُوَ كَوْنُهُ عَبْدًا أَوْ خَاسِرًا أَوْ رَابِحًا، ثُمَّ قَدْ لَا يَسْتَفِيدُ الْمُشْتَرِي بِهَا شَيْئًا بَآنَ رَأَى فِي الثَّمَنِ وَهُوَ يُسَاوِي الْمَبِيعَ بِدُونِهَا فَيَصِحُّ اشْتِرَاؤها عَلَى الْأَجْنَبِيِّ كَبَدَلِ الْخُلْعِ لَكِنْ مِنْ شَرْطِهَا الْمُقَابَلَةُ تَسْمِيَةً وَصُورَةً، فَإِذَا قَالَ مِنَ الثَّمَنِ وَجَدَ شَرْطَهَا فَيَصِحُّ، وَإِذَا لَمْ يَقُلْ لَمْ يُوجَدْ فَلَمْ يَصَحَّ.

ترجمہ

فرمایا: اور جب کسی بندے نے کہا کہ اپنے غلام کو فلاں بندے کو ایک ہزار درہم کے بدلے بیچ دو اور اس ہزار کے سوا میں سے پانچ سو درہم کا میں ضامن ہوں گا۔ اور اس بندے ویسے ہی کر دیا تو یہ بیع جائز ہے۔ اور پانچ ایک ہزار درہم مشتری سے وصول کرے گا اور پانچ سو ضامن سے وصول کرے گا اور جب اس نے ثمن سے کہا ہے تو ایک ہزار درہم کے بدلے بیع جائز ہے۔ مشتری

ستہ ایک ہزار لے گا اور ضامن پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے ہمارے نزدیک قیمت اور بیع میں زیادتی کرنا جائز ہے اور یہ زیادتی اصل عقد کے ملنے والی ہے اور اس میں امام زعفران اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ اس طرح عقد کو ایک شروع وصف سے دوسرے شروع وصف کے ساتھ تبدیل کرنے والی بات ہے اور وہ عقد کا برابر ہوتا یا نقصان والا ہوتا یا فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور اسی طرح کبھی مشتری کو اس تبدیلی کے سبب فائدہ نہیں بھی ہوتا اور وہ اس لئے اس نے قیمت میں کچھ اضافہ کر دیا ہے حالانکہ قیمت زیادتی کے سوا ہی بیع کے برابر ہے پس اتنی پر زیادتی کی شرط لگانا درست نہیں ہے جس طرح خلع کا بدلہ ہے۔

ہاں البتہ زیادتی میں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ ذکر کرنے اور صورت میں برابر ہو یاں جب اس نے غمن سے کہا ہے تو اس میں زیادتی پائی جا رہی ہے لہذا اور درست ہے اور جب اس نے غمن سے ہے یہ نہ کہا تو شرط نہ پائی گئی لہذا اب زیادتی درست نہ ہوگی۔

شرح

ایک شخص نے دوسرے سے کہا تم اپنی فلاں چیز فلاں شخص کے ہاتھ ہزار روپے میں بیچ کر دو اور ہزار روپے کے علاوہ پانچ سو غمن کا میں ضامن ہوں اس نے بیچ کر دی یہ بیچ جائز ہے ہزار روپے مشتری سے لے گا اور پانچ سو غمن سے اور اگر ضامن نے غمن کا لفظ نہیں کہا تو ہزار روپے میں بیچ ہوگی ضامن سے کچھ نہیں ملے گا۔

نوٹ کے ضمن خلقی نہ ہونے کا بیان

مفتی عبدالقیوم ہزاروی ادارہ منہاج القرآن سے لکھتے ہیں کہ ہمارے بہت سے علماء نے ایک روپیہ کے بدلے دو لینا یعنی ایک روپیہ دو روپے کے بدلے بیچنا جائز قرار دیا ہے، چونکہ روپیہ غمن اصلی یعنی سونا چاندی نہیں اور سونا چاندی میں تبادلہ کی صورت میں کمی بیشی حرام ہے لہذا نوٹ کی خرید و فروخت میں کمی بیشی ہے بوجہ شمیث اصلی نہ ہونے کے۔

لیکن مجھے اس بات پر سخت تاثر ہے۔ نوٹ کی بحیثیت پرزد کاغذ ہونے کے تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ یہ تو دراصل اس غمن اصلی یعنی سونے چاندی کی رسید ہے اور اس رسید کی ضمانت حکومت دیتی ہے، اسی لئے ہر نوٹ پر یہ عبارت لکھی ہوتی ہے کہ بینک دولت پاکستان حامل بند اکو عند الطلب مبلغ ایک ہزار روپہ یاد کروے گا۔ مثلاً نوٹ کی اپنی یا شہر کوئی قیمت نہیں، کیونکہ خلقت غمن اصلی نہیں، مگر یہ غمن اصلی کی ضمانت اور رسید ہے جو حکومت کی ضمانت پر قابل قبول ہے۔ بالفرض حکومت کسی نوٹ کی ذمہ داری سے دستبردار ہو جائے تو وہ منسوخ ہو جاتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔ پس نوٹ کی حیثیت سونے چاندی کی ضمانت کی وجہ سے ہے کسی اور وجہ سے نہیں۔ نوٹ میں حکومت کی ضمانت سے عرفاً ویسے ہی شمیث ہے۔ جو سونے چاندی میں خلقی۔ پس نوٹ کی تمام اہمیت اس کی ضمانت شمیث کی بنا پر ہے۔ لہذا نوٹ کی تجارت دراصل سونے کی تجارت ہے تو جیسے سونے کی تجارت سونے سے کرنے کی صورت میں کمی بیشی جائز نہیں مساوی مالیت کے نوٹ کی مساوی حیثیت کے نوٹ سے بھی کمی بیشی کے ساتھ تجارت کرنا جائز نہیں۔ جب کوئی شخص لوہے کے سکے انعامی یا بٹرز اور ہزار یا پانچ سو کے نوٹ دے کر ان کے عوض اتنی مالیت کے دس دس پانچ پانچ یا ایک ایک روپے کے

نہ خریدنا ہے تو دراصل اس سونے یا چاندی کا اپنی جنس سے تبادلاً کرتا ہے جس کی ضمانت اس نوٹ یا بانڈز پر درج ہوتی ہے۔
 نوٹوں میں صرف مذکورہ غلطی و غریبی کا ہے۔ سوائس غلطی ہے اور نوٹ یا بانڈز میں غریبی و قانونی ہذا درج ہے۔ نوٹ میں برابر
 کی صورت میں برابر کا سودا جائز ہے اور کی بیشی خالص ربا (سود) ہے اور حرام ہے۔

سے پہلے باندی کے نکاح ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً وَلَمْ يَقْبُضْهَا حَتَّى زَوَّجَهَا فَوَطَّئَهَا الزَّوْجُ فَلَا نِكَاحَ جَائِزٍ)
 لِوُجُودِ سَبَبِ الْوِلَايَةِ، وَهُوَ الْمِلْكُ فِي الرِّقَّةِ عَلَى الْكَمَالِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ.

(وَمَهَذَا قَبْضٌ) لِأَنَّ وَطْءَ الزَّوْجِ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ جِهَتِهِ فَصَارَ فِعْلُهُ كَفِعْلِهِ (إِنْ لَمْ
 يَطَّأَهَا فَلَيْسَ بِقَبْضٍ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَصِيرَ قَابِضًا لِأَنَّهُ تَغَيَّبَ حُكْمِي فَيُحْتَسَبُ بِالتَّغَيَّبِ
 الْحَقِيقِيِّ.

زَجُّهُ إِلَّا سَتَحْسَنَ أَنْ فِي الْحَقِيقِيِّ اسْتِثْلَاءٌ عَلَى الْمَحَلِّ وَبِهِ يَصِيرُ قَابِضًا وَلَا كَذَلِكَ
 الْحُكْمِيُّ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ

فرمایا: اور جب بندے نے کوئی باندی خریدی اور ابھی تک اس پر کوئی قبضہ بھی نہ کیا تھا کہ اس سے نکاح کیا اور شوہر نے اس
 سے دہلی کی تو اس کا نکاح جائز ہے۔ کیونکہ ولایت کا سبب پایا جا رہا ہے اور مکمل طور پر رقبہ پر ملکیت پا رہا ہے اور اس پر مہر واجب ہے۔
 اور یہی قبضہ ہے کیونکہ اس بندے کا دہلی کر لینا یہ مشتری کی طرف سے دینا ہے پس شوہر کا مکمل مشتری کی طرح ہو جائے گا اور اگر اس
 سے دہلی نہیں کی تو اس کا قبضہ نہ ہوا جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا قبضہ ہو چکا ہے کیونکہ نکاح کرنا یہ حکمی طور پر عیب دار بنانا ہے پس
 اس حکمی طور پر عیب دار ہونے کا حقیقی طور پر عیب دار ہونے پر قیاس کیا جائے گا۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی عیب دار ہونا یہ عمل پر
 مبنی ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے مشتری غالب آنے والا ہے جبکہ حکمی عیب میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا دونوں میں حکم عیبہ عیبہ
 ہوگا۔

شرح

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن
 کے لیے دو گنا اجر ہے۔ ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور (دوسرے) وہ غلام جو
 اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو۔ جس سے شب بوشی کرتا ہے
 اور سے تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لیے دو

گنا اجر ہے۔ پھر عامر نے (صالح بن حیان سے) کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت کے سنا دی ہے (ورنہ) اس سے تم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کیا جاتا تھا۔ (بخاری)

حدیث سے باب کی مطابقت کے لیے لوٹنی کا ذکر صریح موجود ہے اور بیوی کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم کے ساتھ تادیب یعنی ادب سکھانا اور مذہب تربیت دینا بھی ضروری ہے۔

مذکورہ حدیث سے استدلال باندی میں تصرف کرنا جو قبضہ ہو جانے کی دلیل ہے اور اسی طرح کو صاحب ہدایہ نے بطور دلیل احسان کے بیان کیا ہے۔

باندی سے قبضہ سے پہلے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب بندے نے کوئی باندی خریدی اور ابھی تک اس پر کوئی قبضہ بھی نہ کیا تھا کہ اس سے نکاح کیا اور شوہر بنے اس سے وطنی کو اس کا نکاح جائز ہے۔ کیونکہ ولایت کا سبب پایا جا رہا ہے اور مکمل طور پر قربہ پر ملکیت پاتا ہے اور اس پر مہر واجب ہے۔ جبکہ اس مسئلہ میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔

(فتح القدیر، کتاب بیوع، ج ۱۶، ص ۳۱، بیروت)

باندی کے نکاح کے بعد آزاد سے نکاح کرنا

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے تو دونوں نکاح ہو گئے اور اگر باندی سے بلا اجازت مالک نکاح کیا اور دخول نہ کیا تھا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا، اب اس کے مالک نے اجازت دی تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ اسی طرح اگر غلام نے بغیر اجازت مولیٰ سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر باندی سے نکاح کیا، اب مولیٰ نے دونوں نکاح کی اجازت دی تو باندی سے نکاح نہ ہوا۔ آزاد عورت کو طلاق دے دی تو جب تک وہ عدت میں ہے، باندی سے نکاح نہیں کر سکتا اگرچہ تمدن طلاقیں دے دی ہوں۔

اگر وہ نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اپنی استطاعت ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرے۔ باندی نکاح میں تھی اسے طلاق رجعی دے کر آزاد سے نکاح کیا، پھر رجعت کر لی تو وہ باندی بدستور زوج ہو گئی۔ اگرچہ باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو باندیوں کا ہو گیا اور آزاد عورتوں کا نہ ہوا اور دونوں چار چار تھیں تو آزاد عورتوں کا ہوا، باندیوں کا نہ ہوا۔ (در مختار، کتاب النکاح)

مشتري کا غلام کو خرید کر غائب ہو جانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا فَعَابَ فَأَقَامَ الْبَيْعَ أَلَيْسَ أَنَّهُ بَاعَهَا إِنَاءَهُ، فَإِنْ كَانَتْ عَيْبَتُهُ

مَعْرُوفَةٌ لَمْ يَتَّعِ لِي ذَيْنَ الْبَائِعِ) لِأَنَّهُ يُمَكِّنُ بِإِضَالِ الْبَائِعِ إِلَى حَقِّهِ بِأَدْوَنِ النَّيْعِ ، وَلِئِذَا
 انْطَلَقَ حَقُّ الْمُشْتَرِي (وَإِنْ لَمْ يَنْدِرْ أَيْنَ هُوَ بِبَيْعِ الْعَبْدِ وَأَوْفَى التَّمَنِّ) لِأَنَّ يَمْلِكُ
 الْمُشْتَرِي ظَهَرَ بِإِقْرَارِهِ فَيُظْهِرُ عَلَى التَّوَجُّهِ إِلَيْهِ أَقْرَبَهُ مَشْغُولًا بِحَقِّهِ ، وَإِذَا تَعَدَّرَ
 اسْتِيفَاؤُهُ مِنَ الْمُشْتَرِي يَسْبِغُهُ الْقَاضِي فِيهِ كَالرَّاهِنِ إِذَا مَاتَ وَالْمُشْتَرِي إِذَا مَاتَ
 مُفْلِسًا وَالْمَبِيعُ لَمْ يَقْبُضْ ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْقَبْضِ ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ لَمْ يَتَّقِ مُتَعَلِّقًا بِهِ ، ثُمَّ إِنْ
 فَضَّلَ شَيْءٌ يُمَسِّكُ لِلْمُشْتَرِي ؛ لِأَنَّهُ يَدُلُّ حَقُّهُ وَإِنْ نَقَصَ يَتَّبِعُ هُوَ أَيْضًا .

ترجمہ

فرمایا "اور جب کوئی مشتری غلام کو خرید کر غائب ہو گیا اور وہ غلام کے بائع کے قبضہ میں ہی ہے اور بائع اس معاملہ پر شہادت قائم کی کہ اس نے یہ غلام بیچا ہے اور اگر اس مشتری کا غائب ہونا مشہور ہے تو اس غلام کو بائع کے قرض میں فروخت نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کو بیچنے کے بغیر بائع کا اپنے حق تک پہنچ جانا ممکن ہے۔ جبکہ اس میں مشتری کے حق کو باطل کرنا لازم آ رہا ہے اور جب یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ مشتری کہاں ہے تو غلام کو فروخت کر کے بائع کا شئیں ادا کر دیا جائے گا۔ کیونکہ مشتری کی ملکیت بائع کے اقرار کے سبب ظاہر ہوئی ہے پس اس کا ظہور اسی طرح کا ہوگا جس طرح بائع کا اقرار ہوتا ہے یعنی اسی کے حق کے ساتھ مصروف ہو کر ہوا ہے۔ اور جب مشتری سے بائع کے حق کو وصول کرنا ممکن نہ رہا ہو تو قاضی غلام کو بیچ کر اس کے حق کو پورا کر دے گا جس طرح راہن جب وہ فوت ہو جاتا ہے اور مشتری جب مفلس ہو کر فوت ہو جاتا ہے جبکہ بیع پر اس کا قبضہ نہ ہو سکا ہو۔

جبکہ قبضہ ہو جانے کے بعد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اب بائع کا حق بیع کے ساتھ نہ رہا ہے جب اس کے بعد کچھ باقی رہ گیا ہے تو اس کو مشتری کیلئے روک دیا جائے گا کیونکہ وہ اسی کے حق کا بدلہ ہے اور اگر وہ تھوڑا ہو جائے تو وہ مشتری کے ہی پیچھے پڑ جائے گا۔

شرح

علامہ سعد الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور بیع پر نہ قبضہ کیا نہ شئیں ادا کی اور غائب ہو گیا مگر معلوم ہے کہ فلاں جگہ ہے تو قاضی یہ حکم نہیں دے گا کہ اسے بیچ کر شئیں وصول کرے اور اگر معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے اور گواہوں سے قاضی کے سامنے اس نے بیع ثابت کر دی تو قاضی یا اس کا نائب بیچ کر کے شئیں ادا کر دے اگر کچھ بچ رہے تو اس کے لیے محفوظ رکھے اور کی پڑے تو مشتری جب مل جائے اس سے وصول کرے۔ (در مختار، کتاب بیوع)

دو مشتریوں میں ایک کے غائب ہونے پر دوسرے کے اختیار کا بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي الثَّانِي فَقَابَ أَحَدُهُمَا فَلِلْحَاضِرِ أَنْ يَدْفَعَ التَّمَنِّ كُلَّهُ وَيَقْبِضَهُ ،

وَإِذَا حَضَرَ الْآخِرُ لَمْ يَأْخُذْ نَصِيْبُهُ حَتَّى يَنْقُذَ شَرِيْكُهُ الثَّمَنَ كُلَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَحْمَدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : إِذَا دَفَعَ الْحَاضِرُ الثَّمَنَ كُلَّهُ لَمْ يَقْبُضْ إِلَّا نَصِيْبُهُ وَكَانَ مُتَطَوِّعًا بِمَا أَذَى عَنْ صَاحِبِهِ ، لِأَنَّهُ قَضَى دَيْنَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَلَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ وَهُوَ أَجْنَبِيٌّ عَنْ نَصِيْبِ صَاحِبِهِ فَلَا يَقْبِضُهُ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِيهِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْإِنْتِفَاعُ بِنَصِيْبِهِ إِلَّا بِإِذَاءِ جَمِيعِ الثَّمَنِ ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ صَفَقَةً وَاحِدَةً ، وَلَهُ حَقُّ الْحَبْسِ مَا بَقِيَ شَيْءٌ مِنْهُ ، وَالْمُضْطَرُّ يَرْجِعُ كُمُعِيرِ الرَّهْنِ ، وَإِذَا تَكَانَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهُ حَقُّ الْحَبْسِ عَنْهُ إِلَى أَنْ يَسْتُرْلِيَ حَقَّهُ كَالْوَكِيلِ بِالشَّرَاءِ إِذَا قَضَى الثَّمَنَ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ .

ترجمہ

فرمایا: اور جب مشتری دو ہیں اور ان میں سے ایک غائب ہو گیا ہے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وہ پوری قیمت دیتے ہوئے غلام پر قبضہ کر لے۔ لیکن جب دوسرا مشتری حاضر ہو گیا تو وہ اپنے شریک کو اپنے حصے کی قیمت دینے سے پہلے اپنا حصہ نہیں دے گا اور طرفین کی قول ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ جب موجود مشتری پوری قیمت ادا کر دے تب بھی وہ صرف اپنے حصے پر قبضہ کرے گا اور اپنے ساتھی کی جانب سے ادا کردہ قیمت پر وہ احسان کرنے والا ہوگا اور وہ اس طرح ہوگا کہ اس نے اپنے ساتھی کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا ہے لہذا وہ اس سے واپس نہ لے گا اور وہ اپنے ساتھی کے حصے کے حق میں اجنبی ہے پس وہ اس پر قبضہ کرنے والا نہ ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر ہونے والا شریک یہ پوری قیمت ادا کرنے پر مجبور ہے کیونکہ پوری قیمت ادا کیے بغیر اس کو اپنے حصے سے بھی فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے کیونکہ بیع ایک ہی معاملہ ہے۔ اور جب تک قیمت میں سے کچھ باقی ہے تب تک بائع منع روکنے کا حق حاصل ہے جبکہ مجبور شخص واپس لے سکتا ہے جس طرح بطور ادھار دین دینے والا ہے اور جب شریک حاضر کو غائب سے واپس لینے کا حق ہے تو اس کو اپنا پورا حق لینے تک غائب شریک سے منع روکنے کا حق بھی رہے گا۔ جس طرح وکیل بہ شراہ جب اپنے ہی مال قیمت ادا کرنے والا ہو۔

شرح

اور جب دو شخصوں نے مل کر کوئی چیز ایک عقد میں خریدی اور ان میں سے ایک غائب ہو گیا معلوم نہیں کہاں ہے جو موجود ہے

وہ پورا ٹھن دے کر بائع سے چیز لے سکتا ہے بائع دینے سے انکار نہیں کر سکتا یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب تک تمہارا ساتھی نہیں آئے گا میں تم کو تنہا نہیں دوں گا اور جب مشتری نے پورا ٹھن دیکر بیع پر قبضہ کر لیا اب اس کا ساتھی آ جائے تو اس کے حصہ کا ٹھن وصول کرنے کے لیے بیع پر قبضہ دینے سے انکار کر سکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ جب تک ٹھن نہیں ادا کرو گے قبضہ نہیں دوں گا اور یہ یعنی بائع کا مشتری حاضر کو پوری بیع دینا اس وقت ہے جب کہ بیع غیر مثلی قابل قسمت نہ ہو جیسے جانور لوٹنی غلام اور اگر قابل قسمت ہو جیسے گیسوں وغیرہ تو صرف اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہے کل بیع پر قبضہ دینے کے لیے بائع مجبور نہیں۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، کتاب بیوع)

ایک ہزار سونے چاندی سے باندی خریدنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفٍ مِنْ ثِقَالٍ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَهِيَمَا نِصْفَانِ) لِأَنَّهُ أَضَافَ الْمِثْقَالَ إِلَيْهِمَا عَلَى السَّوَاءِ فَيَجِبُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خُمُسُمِائَةِ مِثْقَالٍ لِعَدَمِ الْأَوَّلِيَّةِ، وَبِمِثْلِهِ لَوْ اشْتَرَى جَارِيَةً بِأَلْفٍ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ يَجِبُ مِنَ الذَّهَبِ مِثْقَالٌ وَمِنَ الْفِضَّةِ دَرَاهِمُ وَزُنُ سَبْعَةٍ لِأَنَّهُ أَضَافَ الْأَلْفَ إِلَيْهِمَا فَيَنْصَرِفُ إِلَى الْوِزْنِ الْمَعْهُودِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی بندے نے ایک ہزار مثقال سونے اور چاندی کے بدلے میں باندی کو خریدا تو وہ دونوں نصف نصف واجب ہو جائیں گے کیونکہ مشتری سونے اور چاندی دونوں کی جانب برابری کے ساتھ مثقال کی نسبت کرنے والا ہے پس ان میں سے ہر ایک میں سے پانچ پانچ سو مثقال واجب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اولویت نہیں ہے اور مسئلہ کی طرح یہ بھی ہے کہ جب کسی نے ایک ہزار سونے چاندی کے بدلے باندی کو خریدا تو سونے میں سے مثقال واجب ہو جائیں گے جبکہ چاندی میں سے وزن سبھ والے دراجم واجب ہوں گے کیونکہ مشتری ایک ہزار کو دونوں کی جانب مضاف کیا ہے پس ان دونوں میں سے ہر ایک کی جانب بیان کردہ وزن مشہور کی طرف مضاف ہوگا۔

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب اس نے یہ کہا کہ یہ چیز ہزار روپے اور اشرافیوں میں خریدی تو پانسو روپے اور پانسو اشرافیوں دینی ہوں گی تمام معاملات میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب چند چیزیں ذکر کی جائیں تو وزن یا ناپ یا عدد ان سب کے مجموعہ سے پورا کریں گے اور سب کو برابر برابر لیں گے۔ مہر، بدل، خلع، وصیت، ودیعت، اجارہ، اقرار، غصب سب کا وہی حکم ہے جو بیع کا ہے مثلاً کسی نے کہا فلاں شخص کے مجھ پر ایک من گیسوں اور پچیس تو نصف من گیسوں اور نصف من بخو دینے ہوں گے یہ کہا ایک سوانڈے، اخروٹ، سیب ہیں تو ہر ایک میں سے سو کی ایک ایک تہائی۔ سو گز فلاں فلاں کپڑا تو دونوں کے

پچاس پچاس گز ہے۔ (یعنی اگر شراب، یہ، کتاب، دوا)

اصلی دراہم والے قرض خواہ کو نقلی دراہم ملنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرٍ عَشْرَةُ دَرَاهِمٍ جِيَادٌ فَقَضَاهُ زُبُوفًا وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَأَنْفَقَهَا أَوْ هَلَكَتْ فَهُوَ قَضَاءٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : يَرُدُّ مِثْلَ زُبُوفِهِ وَيَرْجِعُ بِدَرَاهِمِهِ) لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْوُضْفِ مَرْعَى كَهَوِّ فِي الْأَصْلِ ، وَلَا يُمَكِّنُ رِعَايَتَهُ بِإِيجَابِ ضَمَانِ الْوُضْفِ لِأَنَّهُ لَا قِيَمَةَ لَهُ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهِ فَوَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى مَا قُلْنَا .

وَلَهُمَا أَنَّهُ مِنْ جِنْسٍ حَقُّهُ .

حَتَّى لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ فِيمَا لَا يَجُوزُ إِلَّا سَبْدًا لَجَازَ فَيَقَعُ بِهِ الْإِسْتِيفَاءُ وَلَا يَبْقَى حَقُّهُ إِلَّا فِي الْجَوْكَةِ ، وَلَا يُمَكِّنُ تَدَاوُلُهَا بِإِيجَابِ ضَمَانِهَا لِمَا ذَكَرْنَا ، وَكَذَا بِإِيجَابِ ضَمَانِ الْأَصْلِ لِأَنَّهُ إِيجَابٌ لَهُ عَلَيْهِ وَلَا يُظِيرُ لَهُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی بندے کے کسی پردس اصلی دراہم ہیں جبکہ قرض دار نے اس کو نقلی دراہم دے دیئے ہیں اور قرض خواہ کو اس کا پتہ بھی نہ چلا اور اس نے ان کو فروغ کر دیا ہے یا وہ ضائع ہو گئے تو طرفین کے نزدیک یہ ادا نیکی ہو جائے گا۔

حضرت ام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا کہ قرض خواہ اس قرض دار کو انہی جیسے نقلی دراہم واپس کر کے اس سے اپنے دراہم وصول کرے کیونکہ جس طرح اصل میں قرض خواہ کے حق کا تحفظ کیا گیا ہے اسی طرح وصف میں قرض خواہ کے حق کا تحفظ کیا جائے گا جبکہ وصف کا ضمان واجب کو ادا کیے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم جس کے مقابلہ کے وقت اس کی کوئی قیمت باقی رہنے والی نہیں ہے۔ پس ہماری بیان کردہ علت کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نقلی دراہم بھی اس کے حق میں جنس میں سے ہیں حتیٰ کہ اس نے جب اس عقد میں چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے ان کو رکھ لیا ہے تو اب ان دراہم کو بدلنا جائز نہیں ہے تو جائز یہ ہو جائے گا کہ اس کی وصولی ثابت ہو جائے گی ہاں البتہ قرض خواہ کا حق صرف ان کے عہد ہونے میں باقی رہے گا اور عہد ہونے میں ضمان واجب کرتے ہوئے اس کا ازامہ ممکن نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اصل میں ضمان واجب کر کے بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ تو خود قرض پر واجب کرنا۔ نرم آئے گا اور اس کی کوئی مثال تک بھی نہیں ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

1 بائع کو یہ روپیہ پہلے دیدیا پھر اس کے عوض میں چیز خریدی۔ 2 یا اسی حرام روپیہ کو عین کر کے اس سے چیز خریدی اور یہ روپیہ دیا۔ 3 اسی حرام سے خریدی مگر دوسرا روپیہ دیا۔ 4 خریدنے میں اس کو عین نہیں کیا یعنی مطلقاً نہ آیا۔ روپیہ نہ چیز دوا۔ یہ حرام روپیہ دیا۔ 5 دوسرے روپے سے چیز خریدی اور حرام روپیہ دیا یعنی دو صورتوں میں مشتری کے لئے وہ بیع حلال نہیں اور اس سے جو کچھ نفع حاصل کیا وہ بھی حلال نہیں باقی تین صورتوں میں حلال۔ (رجحان، کتاب بیع)

کسی شخص کی زمین پر جنم لینے والے بچہ کا بیان

قَالَ (وَإِذَا أَفْرَخَ طَيْرٌ فِي أَرْضٍ فَهُوَ لِمَنْ أَخَذَهُ) وَكَذَا إِذَا بَاصَ فِيهَا (وَكَذَا إِذَا تَكَسَّسَ فِيهَا طَيْرٌ) لِأَنَّهُ مُبَاحٌ سَقَطَ يَدُهُ إِلَيْهِ وَلِأَنَّهُ صَيْدٌ وَإِنْ كَانَ يُؤْخَذُ بِغَيْرِ حَيَاةٍ وَالصَّيْدُ لِمَنْ أَخَذَهُ، وَكَذَا الْبَيْضُ، لِأَنَّهُ أَصْلُ الصَّيْدِ وَلِهَذَا يَجِبُ الْجَزَاءُ عَلَى الْمُحْرِمِ بِكُسْرِهِ أَوْ شَبِّهِ، وَصَاحِبُ الْأَرْضِ لَمْ يُعَدَّ أَرْضَهُ قَصَارَ كَنْتَبٍ شَبَّهَتْ لِلْجَفَافِ وَكَذَا إِذَا دَخَلَ الصَّيْدُ دَارَهُ أَوْ وَقَعَ مَا نَزَرَ مِنَ السُّكَّرِ وَالذَّرَاهِمِ فِي بَيْتِهِ مَا لَمْ يَكُفَّهُ أَوْ كَانَ مُسْتَعِدًّا لَهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا غَسَلَ النَّحْلُ فِي أَرْضِهِ لِأَنَّهُ عَدَّ مِنْ أَنْزَالِهِ فَيَمْلِكُهُ تَبَعًا لِأَرْضِهِ كَالشَّجَرِ النَّابِتِ فِيهَا وَالتُّرَابِ الْمُجْتَمِعِ فِي أَرْضِهِ بِحَرَائِنِ الْمَاءِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی شخص کی زمین میں کسی پرندے نے بچے کو جنم دیا تو وہ پکڑنے والا کا ہوگا اور اسی طرح جب پرندے نے زمین میں انڈا دیا ہے اور اسی طرح جب اس میں ہرن نے گھر بنایا ہے کیونکہ یہ مباح شے ہے اور پکڑنے والا کا ہاتھ سب سے پہلے اس تک پہنچنے والا ہے۔ کیونکہ یہ بھی شکار ہے اگرچہ وہ کسی ذریعے کے بغیر پکڑا گیا ہے اور شکار تو پکڑنے والا کا ہی ہوا کرتا ہے۔ اور انڈوں کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ وہ شکار کی اصل ہے۔

اسی دلیل کے سبب انڈا توڑنے یا بالائے کے سبب محرم پر جزا واجب ہو جاتی ہے جبکہ زمین والے نے اس کام کیلئے تھوڑا اپنی زمین کو بنا رکھا ہے؟ پس یہ سکھانے کیلئے چال پھیلانے کی مانند ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کسی ہندے کے گھر میں شکار داخل ہو گیا ہے یا بکھری ہوئی شکاریار اہم کسی کے کپڑوں میں گر گئے ہیں تو کپڑوں

والا اس وقت ان کا مالک نہ ہوگا جب تک وہ ان کو روک نہ لے یا وہ اسی مقصد کیلئے کپڑوں کو پھیلائے۔ یہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب کسی شخص کی زمین میں شہد کی کمیوں نے شہد کا حصہ لگایا ہے کیونکہ شہد زمین کی پیداوار میں شمار کیا جاتا ہے پس زمین والا اپنی زمین کے تابع کرتے ہوئے وہ اس کا شہد کا مالک بھی بن جائے گا جس طرح درخت جو اس کی زمین میں اگئے والا ہے اور وہ مٹی جو بہاؤ کے سبب بہہ کر اس کی زمین میں آ چکی ہے۔

شرح

جس کے گھر میں شہد کا حصہ لگا ہے وہی مالک ہے کسی غیر کو اس کا توڑنا اور لینا درست نہیں۔ اور اگر اس کے گھر میں کسی پرندے نے بچہ دینے تو وہ گھر والے کی ملک نہیں بلکہ جو پکڑے اسی کے ہیں لیکن بچوں کو پکڑنا اور ستانا درست نہیں ہے۔

جب اس زمین میں زمینداروں کا اصلاً کوئی حق نہیں تو اس کی لکڑی اور گھاس پر ان کو کیا دعویٰ پہنچ سکتا ہے، زمین خالص خدا کی ملک ہے گھاس بھی، اور لکڑی کے مالک بیڑوں کے بونے والے ہیں جو انہوں نے فقیر پر تصدق کر دے، بہر حال زمینداروں کا ان میں کچھ دعویٰ نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: مقبرۃ فیہا اشجار ان علم غار سہا کانت للغار۔

ایک قبرستان میں کچھ درخت ہیں اگر ان کا بونے والا معلوم ہے تو اسی کے ہیں۔

جنايت محرم پر قیاس کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا اس لیے میرے بعد بھی وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ میرے لیے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لیے اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اور اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور نہ وہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تاکہ اصل مالک تک پہنچا دے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ازخری اجازت دیجئے کیوں کہ یہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لیے کام آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ازخری اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ نکر مہرجۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر کہیں کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھگا کر خود وہاں قیام نہ کرے۔ (صحیح بخاری، رقم ۱۸۳۲)

معلوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے کہ جس میں کسی جانور تک کو بھی ستانا، اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اٹھ دینا، خود اس جگہ پر قبضہ کر لینا یہ جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

البتہ خشک گھاس کاٹنے کی صورت میں قیمت واجب نہیں ہوتی لیکن اس کا کاٹنا بھی درست نہیں ہے۔ ۱۰۱۔ اسی طرح مکہ یا یمن

کھنسی (ایک قسم کا خورد و ساق) بھی مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نباتات میں سے نہیں ہے! حضرت امام شافعی کے مسلک میں زمین حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرائی جاتی ہے۔

سوات زمین کے ثبوت ملکیت میں فقہی تصریحات

الموات: میم اور واو کے فتح کے ساتھ: موات اسے کہتے ہیں جس میں روح نہ ہو لیکن یہاں پر وہ زمین مراد ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی تعریف یہ کرتے ہیں۔ ایسی زمین جو کسی اختصاص اور ملکیت سے عاری و خالی ہو۔ تو اس تعریف سے دو چیزیں خارج ہو جاتی ہیں۔

اول: جو کسی کافر یا مسلمان کی خرید اور یا پھر عطیہ وغیرہ کی بنا پر ملکیت بن جائے۔

دوم: جس کے ساتھ ملک معصوم کی کوہ مصلحت وابستہ ہو، مثلاً راستہ، سیلابی پانی وغیرہ کی گزر گاہ۔

یہ پھر کسی شہر کے آباد کاروں کی اس کے ساتھ مصلحت کا تعلق ہو، مثلاً: میت دفن کرنے کے لیے قبرستان، یا پھر گندگی وغیرہ پھینکنے کی جگہ، یا پھر عید گاہ، اور کھڑیاں وغیرہ کی جگہ اور چراگاہ وغیرہ۔ تو اس طرح کی زمین آباد کرنے سے بھی کسی کی ملکیت میں نہیں آ سکتی

لیکن جب کسی زمین میں یہ دونوں چیزیں یعنی ملکیت معصوم اور اس کا اختصاص نہ پایا جائے اور کوہ شخص اسے آباد اور زندہ کر لے تو وہ زمین اسی کی ملکیت میں آ جائے گی۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جس نے بھی کوہ زمین زندہ کی تو وہ اسی کی ہے) مسند احمد اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اسی معنی کی احادیث اور بھی وارد ہیں اور کچھ توحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔

اور عمومی فقہاء و معاصر کہتے ہیں کہ موات وہ ہے آباد زمین کسی کے آباد کرنے سے ملکیت میں آ جاتی ہے، اگرچہ فقہاء نے شروط میں اختلاف کیا ہے، لیکن حرم اور میدان عرفات کی بجائے آباد زمین آباد کرنے سے بھی ملکیت میں نہیں آ سکتی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے مناسک حج کی ادائیگی میں تنگی ہوگی اور وہاں پر لوگوں کی جگہوں پر قابض ہونا برابر ہے۔ احیاء ارض یعنی زمین کی آباد کاری مندرجہ ذیل امور سے حاصل ہوگی۔

اول: جب کوئی زمین کے ارد گرد چار دیواری کر لے جو کہ عادتاً معروف تو اس نے اسے آباد کر لیا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافر مان ہے: جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جس نے زمین پر چار دیواری کر لی وہ اسی کی ہے) مسند احمد، سنن ابوداؤد، اور ابن الجارود رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اس کے علاوہ سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ چار دیواری سے ملکیت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اور چار دیواری کی مقدار وہ ہوگی جو لغت میں دیوار معروف ہے لیکن اگر اس نے کسی بے آباد زمین کے گرد ہتھیر یا پھر مٹی انہمی کی یا چھوٹی سی دیوار بنائی جو اس سے آگے روک بھی نہ لگا سکے یا پھر کسی نے زمین کے گرد خندق کھودی تو اس سے وہ اس کی ملکیت نہیں بن سکتی۔ لیکن اس کی وجہ سے وہ اسے آباد کرنے کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہوگا اس لیے کہ اس نے اسے آباد کرنا شروع کر دیا ہے۔

دوم: اگر کسی نے بے آباد زمین میں کنواں کھود لیا اور پانی نکل آیا تو اس نے بھی اس زمین کو آباد کر لیا، لیکن اگر وہ کنواں کھودتا ہے اور پانی تنگ نہیں پہنچتا تو اس کی بنا پر وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا، بلکہ وہ اسے اس کے احیاء کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے، اس لیے کہ اس نے احیاء کی ابتدا کر لی ہے۔

سوم: جب اس نے اس بے آباد زمین میں کسی چشمے یا پھر نہر کا پانی پہنچا دیا تو اس نے اس کی وجہ سے اس زمین کا احیاء کر لیا، اس لیے کہ زمین کے لیے پانی دیوار سے زیادہ نفع مند ہے۔

چہارم: جب کسی نے زمین میں کھڑے ہونے والے پانی کو اس سے روک دیا جس پانی کے کھڑے ہونے کی بنا پر وہ کاشت کے قابل نہیں رہتی تھی، وہ پانی وہاں سے روک دیا حتیٰ کہ وہ کاشت کے قابل ہوگئی تو اس نے زمین کا احیاء کر لیا۔

اس لیے کہ یہ کام زمین کے لیے ملکیت کی دلیل میں مذکور دیوار سے بھی زیادہ نفع مند ہے۔

اور کچھ علماء کرام کہتے ہیں کہ ہجر زمین کا احیاء صرف انہی امور پر موقوف نہیں بلکہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا جسے عرف عام میں لوگ احیاء کر کریں گے اس کی بنا پر وہ زمین کا مالک بھی بنے گا۔

آئمہ متاہلہ اور دوسروں نے یہی مسلک اختیار کیا ہے اس لیے کہ شرع نے ملکیت کی تخلیق لکھا ہے اور اسے بیان نہیں کیا تو اس طرح عرف عام میں جسے احیاء کہا جائے اسی کی طرف رجوع ہوگا۔

مسلمانوں کے ام اور امیر یا خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہجر زمین کسی کو دے دے تاکہ وہ اسے آباد کرے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھقی میں جاگیر عطا کی تھی اور وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرموت میں عتہ کی اور اسی طرح عمر اور عثمان اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عطا کی تھی۔

لیکن صرف جاگیر مل جانے سے ہی وہ مالک نہیں بن جائے گا بلکہ وہ اس دوسرے سے زیادہ حقدار ہے لیکن جب اسے آباد اور اس کا احیاء کرے گا وہ اس کی ملکیت بن جائے گی اور اگر وہ اس کا احیاء اور اسے آباد نہ کرے گا تو خلیفہ یا امیر المسلمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے واپس لے لے اور کسی دوسرے کو عطا کر دے جو اسے آباد کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس لیے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے جاگیر واپس لے لی تھی جو اسے آباد نہیں کر سکے تھے۔ اور جو کوئی ہجر زمین کے علاوہ کسی اور غیر مملوک چیز کی طرف سبقت لے جائے اور پہلے پہنچے مثلاً شکاریا جلائے والی کڑی تو وہ اس کا زیادہ حقدار

ہے۔

اور اگر کسی کی زمین سے غیر ملکیتی پانی گزرتا ہو مثلاً نہریا وادی کا پانی تو سب سے اوپر والے یعنی پہلے نفع حاصل ہے کہ وہ پہلے اپنی زمین کو سیراب کرے اور اس میں ٹخوں تک پانی کھڑا کرے پھر اپنے بعد والے کو پانی بھیجے۔۔۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (اسے زہیر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم اپنی زمین سے اب نہ داور پھر پانی کو دیوار (وہ رکاوٹ جو کھیتوں کے کنارے بناء جاتی ہے) تک روکو (صحیح بخاری اور صحیح مسلم)۔

اور عبدالرزاق نے معمر اور زہری رحمہم اللہ سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر تم پانی کو روکو حتیٰ کہ وہ دیواروں تک آجائے) کا اندازہ لگایا اور اسے پایا تو وہ ٹخوں تک تھا۔

یعنی جو کچھ قصہ میں بیان ہوا ہے اس کو پایا تو انہوں نے وہ پانی ٹخوں تک پہنچنے ہوئے پایا، تو انہوں نے اسے معیار بنادیا کہ پہلے کا اتنا ہی حق ہے اور پھر اس کے بعد والے کا بھی اتنا ہی۔

عمر بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیل محذور میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ (سیل محذور میں کی ایک وادی کا نام ہے): سب سے پہلے والا پانی کو ٹخوں تک روکے اور پھر اپنے بعد والے کی زمین میں چھوڑ دے (سنن ابوداؤد وغیرہ) لیکن اگر پانی ملکیتی ہو تو پھر ان سب مشترکین کے درمیان ان کی الماک کے حساب سے تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

اور امام المسلمین کو حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال مواشیوں کے لیے ایک چراگاہ مقرر کر لے جس میں کوہ اور نہ چرائے مثلاً جہاد کے لیے تیار گھوڑے، اور صدقہ زکاة کے اونٹ وغیرہ، مگر مسلمانوں کو اس سے تنگی نہ ہوتی ہو۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقصیٰ مای چراگاہ کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے مقرر اور خاص کیا تھا)۔

اور امام المسلمین کے لیے جائز ہے کہ وہ بے آباد زمین کی گھاس کو زکاة کے اونٹوں اور مجاہدین کے گھوڑوں اور زبیر کے جانوروں کے لیے خاص کر دے اگر اس کی ضرورت محسوس ہو اور مسلمانوں کو اس میں تنگ نہ کرے۔

اسلامی بینکاری نظام پر بحث و نظر کا بیان

شیخ نسیم لکھتے ہیں کہ دنیا کا معاشی نظام جس بینکنگ نظام کا قیدی ہے اس میں وہ محرکات اپنی حیثیت اور اہمیت رکھتے ہیں جن سے اسلام نے مسد فوں کو سختی سے منع کیا ہے جس میں سود سب سے اہم ہے اور بینکنگ کی بنیادی سود پر قائم ہے۔ یوں کہیں کہ بینکنگ کی عمرت ہی سود پر کھڑی ہے تو غلط نہ ہوگا اس اہم رکن کو دیکھتے ہوئے سن اکہتر میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے اس ایٹور اپنی تحقیق کرتے ہوئے پاکستان کے کچھ بینکوں کے اشتراک سے اسلامی بینکنگ کی بنیاد رکھی اور اس سلسلے میں اپنی کوششوں اور کاوشوں کو تیز کر دیا اور بالآخر اسلامی بینکنگ کی بنیاد پاکستان میں رکھ دی گئی۔ جو ایک خوش آئند بات تھی مگر اس کے ساتھ ساتھ جو

بات ہر انسان کے لئے سوچنے کا باعث بنی وہ اسلامی بینکنگ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات تھیں جو صرف اسلامی بینک کے زیر سایہ ہی سودی بینکاری کو فروغ دیتی دکھائی دے رہیں تھیں۔ کیونکہ اسلامی بینکنگ میں کوئی جدت نہیں کی گئی تھی بلکہ انہی اصطلاحات کو اسلامی نام دے کر ہیر پھیر کی گئی تھی جسے اسلام کے پرچم تلے دھوکہ دی ہی کہا جاسکتا ہے۔ مروجہ اسلامی بینکاری کا ابتدائی دھانچہ کھڑا کرنے کے لئے چھ اسلامی تنوتوں کا سہارا لیا گیا وہ چھ تنوتوں یہ ہیں۔

(ایک) مضاربہ (دو) مشارکہ (تین) مرابحہ (چار) اجارہ (پانچ) سلم (چھ) استصناع پر قائم کیا گیا مگر ان اہم ارکان کے بارے میں اگر ہم تفصیل میں جائیں گے تو ہمیں ان میں اور سودی بینکنگ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات میں کچھ خاص فرق دکھائی نہیں دے گا۔ خیر یہ ایک الگ بحث ہے جس کا تفصیلی ذکر میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ میں آج جو کہنا چاہتا ہوں وہ توجہ طلب ہے۔ بینک کیا ہے اور اسلامی بینک کیا ہے یہ بھی الگ الگ باب ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے ہر راکنے کا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ اسلامی بینکنگ کا مستقبل کیا ہے کیا اسلامی بینکنگ مسلمان ممالک میں اپنی حیثیت اور اہمیت قائم کر سکے گی یا پھر یہ محض ایک حلیہ ثابت ہوگی۔ اس سلسلے میں اپنی بات کو اس طرح آگے بڑھاؤں گا کہ اسلام میں فرضی باتوں کی گنجائش نہیں اور کاروباری لین دین میں ہر چیز کو کھول کر بیان کرنا یہاں تک کہ اپنی چیز کو فروخت کرتے وقت اس کی خامیوں تک کو بیان کرنے کا حکم ہے جبکہ آج کل ایسا بالکل دکھائی نہیں دیتا ہم تو اپنی چیز کی اچھائیوں میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں کہ جذبات میں ہم سامنے والے کی اچھائیوں کو بھی برائیوں اور خامیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

آج اسلامی بینکنگ میں بینک کا ماحول دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی بینکنگ میں اسلام کی باتیں صرف کاغذ کی حد تک ہیں بحیثیت مسلمان ہمارے رول ماڈل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور ان کی سنت ہے آپ کی بتائی ہوئی شریعت ہے جبکہ ہمارے سامنے ہم میں موجود کلام الہی ہے جس میں ہر چیز واضح موجود ہے۔ مگر افسوس اس وقت ہوتا ہے جب ہم عمل کرتے وقت یہ باتیں فراموش کر دیتے ہیں اور اپنے زیر استعمال کاروباری اور معاشی مسائل کو یہود اور کفار کے بنائے ہوئے طریقہ کار اور اصولوں سے جانچتے ہیں۔ یہی وہ خامی ہے جہاں ہم مار کھا جاتے ہیں اور ناچاہتے ہوئے بھی وہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جن کا ہمیں اسلام نے سختی سے منع کیا۔ اسلامی بینکنگ میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا کیونکہ اسلامی بینکنگ میں کوئی چیز ایجاد نہیں کی گئی بلکہ وہ ہی چیزیں اپنائی گئی ہیں جو سودی بینکنگ میں کارفرما ہیں صرف نام تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ شریعہ و انزور کے طور پر کچھ لوگوں کو چند گھنٹوں کے لئے بٹھا کر اسلامی بینکنگ میں کسی نہ کسی بنا پر آئے ہوئے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر پیسہ کمراپنی عمارت کھڑی کی جا رہی ہے۔ اور یہی کچھ سودی بینکنگ میں بھی کیا جاتا ہے جب دوسرے کے پیسے بینک کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اسلامی بینکنگ کا وجود بھی مفتی محمد تقی عثمانی کی شخصیت پر کھڑا کیا گیا اور لوگوں نے مولانا محمد تقی عثمانی کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے اسلامی بینکنگ میں سرمایہ کاری کی جس بنا پر بینک کو اپنی عمارت قائم کرنے کا موقع ملا۔ آج اگر اسلامی بینک کو دیکھا جائے کہ یہ کس کا کاروبار ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس میں سب شامل ہیں یہ کوئی جواب نہیں اس کے بعد سوال یہ اٹھتا ہے

کہ اسلامی بینک کے نام سے یہ کاروبار کیسے شروع کیا کس نے سرمایہ کاری کی اور اس میں کام کرنے والے عملے کے اخراجات اور دیگر اخراجات کیسے ادا کئے جاتے ہیں تو اس کا جواب بھی غیر تلی بخش ملتا ہے جو ان دسویں کو جنم دیتا ہے کہ بینکنگ میں یہودی طرز عمل کو اپنا کر لوگوں کی بچتوں کو سنبھالنے کے بعد اس سرمایہ کو کسی ایسے کاروبار میں لگانا جس کی تحقیق بینک کا کلائٹ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے علم میں یہ بات ہوتی ہی نہیں اور نہ ہی اسے بتایا جاتا ہے جبکہ اسلام میں ہر چیز کا صاف اور شفاف طور پر پیش کرنے کا کہا گیا ہے۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ بینک کی بنیاد کس نے رکھی۔ بینک کا امین کون ہے۔ اور اگر اس بینک میں کوئی نقصان ہوتا ہے یا کوئی جرم سرسبز ہو جاتا ہے تو اس کا فرد جرم کس کے کاندھوں پر ہوگا تو اس بات کا جواب کوئی نہیں دیتا مطلب یہ بلوے کا کیس ہوا جہاں مجرم کسی کو نہیں بٹھرایا جائے گا۔ اور اگر یہ سوال کریں کہ منافع کی تقسیم کس انداز میں ہوگی اور کتنا منافع بینک کے کاروباری سال میں ہو اور اس کاروباری سال میں بینک کے اخراجات کہاں سے ادا کئے گئے تو اس کا جواب بھی خفیہ رکھا جاتا ہے بلکہ بتایا ہی نہیں جاتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلامی بینکنگ ایسا کاروباری ادارہ ہے جس کا کوئی دلی وارث نہیں ہے یہ چند مفروضوں کی بنیاد پر قائم عمارت لوگوں کی بچتوں پر قائم ہے اور بالکل سودی بینکنگ کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ عام تاثر یہ ہے کہ اسلامی بینکنگ کی عمارت مفتی مولانا محمد تقی عثمانی کے کاندھوں پر قائم ہے جن کے دم سے اسلامی بینکنگ کی رونقیں ہیں اب بات کرتے ہیں مولانا صاحب کی تو آپ ایک انسان ہیں اور ہر انسان کو فتنے انتہائی معذرت کے ساتھ اگر مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کسی وجہ سے اس بینکنگ سسٹم سے دور ہو جاتے ہیں یا یہودی لابی کے کسی وار کے نتیجے میں اسلامی بینکنگ سے دور کر دیئے جاتے ہیں یا خدا نخواستہ رضائے الہی سے کوچ کر جاتے ہیں تو پھر اس بینکنگ کا وجود کہاں کھڑا ہوگا کیونکہ اس اسلامی بینکنگ کی ذمہ داری کو کوئی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ یاد رہے کہ لوگوں نے صرف مولانا حضرت محمد تقی عثمانی کی شخصیت ان کی سچائی اور آپ کے اصولوں اور فتوؤں کو دیکھتے ہوئے آپ کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد اسلامی بینکنگ پر یقین کیا اور اس میں سرمایہ کاری کی اگر کسی اختلاف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مولانا اس بینکنگ کو دیگر علماء کرام کے اسلامی دلائل سننے کے بعد غلط قرار دیتے ہیں تو ان لوگوں کے گنہ کا سہرہ کس کے سر ہوگا جنہوں نے اسلامی بینکنگ کے نام سے سودی بینکنگ سرانجام دی اور وہ تو حال اسے چرّ قرار دے رہے ہیں۔

اب دیکھیں اس سلسلے میں محمد تقی عثمانی جیسے عالم نے جس انداز میں بیان کیا وہ یقیناً توجہ طلب ہے اور اسلامی بینکنگ پر سوا یہ نشان ہے جس کی وضاحت کون کرے گا یہ بھی ایک سوال ہے۔ مولانا صاحب اپنی کتاب غیر سودی بینکاری میں کہتے ہیں۔ غیر سودی بینکاری کا تصور ایک چیز ہے اور اس تصور کو عملاً نافذ کرنے کے لئے جو بینک قائم ہوئے ہیں وہ دوسری چیز ہیں میری تحریریں غیر سودی بینکاری کے نظریاتی پہلو سے متعلق ہیں۔ جن میں یہ بحث کی گئی ہے کہ اس غرض کے لئے کون کون سے طریقے اختیار کرنا چاہئے ان کی وجہ سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر میں جتنے مالیاتی ادارے غیر سودی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں میں نے ان سب کے

جواز کا فتویٰ دیا ہے یہ بات درست نہیں۔ ایسے حالات میں جب یہ دعویٰ بہت زور شور سے کیا جا رہا ہو کہ سود کے بغیر کسی کامیاب معیشت کا چلنا ممکن نہیں ہے اور بینکوں سے سود کا خاتمہ ناممکن ہے میں نے اپنی تحریروں میں بتایا ہے کہ بینکوں کو کس طرح سود سے پاک کیا جاسکتا ہے۔

اور انہی تحریروں میں وضاحت بھی کی گئی ہے۔ جن کی پابندی عقود و معاملات کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اور جب تک اس پابندی کا اطمینان نہ ہو میں کسی ادارے کے ساتھ معاملات کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا لہذا ان تمام اداروں کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔^۸ نہیں ہوتی۔ یہ بات علامہ صاحب نے کہہ کر اپنی جان چھڑائی ہے مگر اس بات پر ایک سوال اٹھتا ہے کہ آیا پاکستان میں جو بینکنگ اسلام کے نام پر ہو رہی ہے اس کی وضاحت کون کرے گا کیا اس بینکنگ پر علماء کرام متفق ہیں کیونکہ اس بات سے یہ بی ثبات رہتا ہے کہ اگر جس نے مفتی محمد تقی عثمانی سے فتویٰ نہیں لیا وہ ادارہ مشکوک ہے اور ایسا ماضی قریب میں ہوا بھی ہے جب ایک کمپنی صرف مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے ایک بیان کے بعد بند ہوئی۔ خیر اب آگے عثمانی صاحب اپنی اس کتاب میں وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ جن اداروں کے حالات و معاملات کی مجھے خود یا کسی قابل اعتماد عالم کے ذریعے کافی معلومات ہوتی ہیں ان کے بارے میں تو میں جواز کا فتویٰ دے دیتا ہوں لیکن جن اداروں کی مجھے مکمل معلومات حاصل نہیں ہوتیں ان کے بارے میں ہاں یا نا میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

البتہ ان کے شرعی نگرانی کرنے والوں سے رجوع کرنے کے بارے میں کہہ دیتا ہوں اور جس ادارے میں کسی قابل اعتماد عالم کی نگرانی نہیں ہے لوگوں کو اس سے معاملہ کرنے کا نہیں کہتا اور جن بینکوں سے معاملے کو جائز سمجھتا ہوں ان کے بارے میں کہہ دیتا ہوں کہ اگر آپ بینک سے تحویل کئے بنا کام چلا سکتے ہو تو یہ زیادہ بہتر ہے اگر چہ آپ تحویل حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو تو سودی بینکوں کے بجائے ان سے رجوع کریں البتہ جن لوگوں کو بہر حال بینکوں سے واسطہ پڑتا ہی ہے ان کے لئے ایک جائز راستہ نکالنے کی کوشش کی گئی ہے جو اگر اخلاص کے ساتھ جاری رہے اور اسے تعاون حاصل ہو تو اس سے اسلامی معیشت کے اعلیٰ مقاصد کی طرف پیش قدمی بھی ہو سکتی ہے نیز عوام کی اکثریت جو ان بینکوں میں رقمیں رکھوانے پر مجبور ہے اس کے لئے بھی سود سے بچاؤ ممکن ہو جاتا ہے۔

اس بات پر جب بینک کے شرعی ایڈوائزر کو دیکھتے ہیں تو اسے بینک میں صرف دو گھنٹوں کے لئے موجود پایا جاتا ہے اور ان دو گھنٹوں میں نے زیادہ تر وقت اس شرعی ایڈوائزر کا گفت و شنید میں ہی گزارنا دکھائی دیتا ہے۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا اسلامی بینک کا عملہ اس قابل ہے کہ وہ اسلامی چیلنجز کو سمجھ سکے اور بینک کے لین دین کو عین اسلام کے مطابق چلا سکے۔ جب بینک کے عملے پر نظر ڈالنے ہیں تو وہاں ایم بی اے حضرات ہی دکھائی دیتے ہیں جن کا رول ماڈل اسلام کے بجائے سودی بینکاری نظام ہی ہوتا ہے اور وہ اس بینکنگ کی اصلاحات کو ہی اسلامی بینکنگ میں ڈھالنے کے حیلے تلاش کرتے دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ مضامین و مشارکہ میں دیکھنے میں آتا ہے اب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا وہ کون سے

بینک ہیں جن میں اسلامی اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں جبکہ اسلامی بینکنگ میں جو اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں وہ تو سودی بینکاری میں استعمال ہونے والی اصطلاحاتوں کے حیلے ہیں جنہیں اسلامی نام دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ شراب کی بوتل پر اسلامی ٹیگ لگا کر اسے فروخت کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جو واضح طور پر ایک ناجائز اور حرام چیز کو اسلامی لبادہ پہن کر حلال اور اسلامی بینک کے نام کی بینکنگ میں خوبصورت بنا کر بازار میں رکھا جانے والا وہ بھی ایک غدا ہے جس کا خمیازہ روز قیامت نہ جانے کتنے کا ندھلوں پر ہوگا۔

جیسے کہ میں نے اوپر بیان کیا کہ لوگوں نے اسلامی بینکاری نظام کو مفتی تقی عثمانی کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے آپ کے فتوؤں کی روشنی میں اعتماد کیا اور اپنی نیتیں اس بینک میں کاروباری طور پر عین اسلام کے مطابق جمع کرانیں اور شراکت کا معاہدہ عمل پذیر ہوا۔ میری نظر میں یہاں بھی ہم اسلام سے بالکل ہٹ کر سودی بینکاری کے بھی ایک چال میں جکڑ چکے ہیں کیونکہ اگر ہم نے بینک میں اپنی شراکت قائم کرتے ہوئے کاروبار میں پیسہ لگایا ہے تو ہم جب تک وہ کاروبار مکمل نہ ہو جائے ہم اپنا سرمایہ نہیں نکال سکتے اس طرح منہدم ہار میں کشتی کو چھوڑنے کا جرم لاگو ہوتا ہے اور اگر بینک میں امانت کے طور پر رقم رکھی ہے تو امانت کی اسلامی شرائط کی پابندیاں ایسا کرنے سے روکتی ہیں جبکہ مضاربہ کی پیچیدگیاں بھی اپنی جگہ قائم و دائم ہیں جن کا تفصیلی ذکر آگے ایک الگ باب میں کروں گا۔ ابھی فی الحال تقی عثمانی صاحب کے ایک بیان پر اپنی اس بحث کو ختم کروں گا۔ لوگوں کا خیال ہے جیسا کہ میں نے اوپر بھی تحریر کیا کہ اسلامی بینکنگ میں علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو اسلامی بینکاری یا غیر سودی بینکاری کا موجد یا اس کا بانی قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا صاحب نے اپنی اسی کتاب غیر سودی بینکاری میں ایک تحریری بیان دے کر اسلامی بینکاری کے وجود کی عمارت کو ہل دیا ہے آپ کہتے ہیں میں اسلامی بینکاری یا غیر سودی بینکاری کا موجد یا بانی نہیں ہوں غیر سودی بینک جب قائم ہونا شروع ہوئے اس وقت میرا اس میں کوئی کردار نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن تھا جس نے اس موضوع پر رپورٹ تیار کی لیکن شرق وسط میں دو تین غیر سودی بینک اس سے پہلے قائم ہو چکے تھے۔ پھر جب غیر سودی بینکوں کی تعداد بڑھنے لگی اور میں نے محسوس کیا کہ ان میں بیشتر مراہدہ اور اجارہ کی بنیاد پر چل رہے ہیں لیکن ان کے کوئی مدون قواعد نہیں ہیں جن کی وہ اپنے طریق کار میں پابندی کریں اور مجھے خطرہ ہوا کہ کسی کتاب کی غیر موجودگی میں یہ ادارے شروع ہی سے غلط راستے پر پڑ سکتے ہیں

تو اس وقت میں نے An Introduction of Islamic Finance کے نام سے کتاب لکھی اور انگریزی میں اس لئے لکھی کہ اسے ہر جگہ آسانی سے پڑھا جاسکے جہاں غیر سودی بینک قائم ہو رہے ہیں بعد میں اس کا ترجمہ مولانا محمد زاہد صاحب نے اسدی بینکاری کی بنیادیں کے نام سے کیا۔ کیونکہ شاید یہ پہلی کتاب تھی جس میں اسلامی بینکاری کا احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا اس لئے وہ اللہ کے فضل سے کامیاب ہوئی اس لئے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی بینکنگ کا آغاز میں نہ کیا۔ جبکہ بعض افراد یہ

کہتے ہیں کہ پاکستان میں جتنے غیر سودی بینک ہیں وہ میری نگرانی میں چلتے ہیں یا میرے مشورے کے تحت چلتے ہیں یہ بات بھی درست نہیں ہے۔

میرا براہ راست تعلق پاکستان میں میزبان بینک بینک اسلامی اور خیر بینک سے رہا ہے۔ جبکہ بعض افراد یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان بینکوں کا بانی ہوں یا مالک ہوں یا پھر شیئر ہولڈر ہوں یہ بات بھی درست نہیں ہے۔ یہ بات کہنے کے بعد مفتی تقی عثمانی صاحب کی نظر میں یہ مندرجہ بالا تین بینکوں سے آپ کی وابستگی کا اعلان انہیں درست اور اسلامی قرار دیتا ہے کیونکہ آپ کا تعلق ان سے ہے چکا آپ نے اعتراف کیا تو کیا بینک نام اسلام کے عین مطابق ہے کیونکہ بینک یا کمپنی کے انداز کی کاروباری شکلیں اسلام میں کہیں نہیں ملتیں۔ اسلام میں تو ملکیت کا دعویٰ داریسی چیز کو فروخت کر سکتا ہے یا اس پر کوئی حویلی کام سرانجام دے سکتا ہے جبکہ بینک تو شراکت کی بنیاد پر قائم ہے اور اس کی ملکیت کا دعویٰ کوئی نہیں کرتا۔ اور پاکستان میں غیر سودی بینکنگ کے بانی تصور کئے جانے والے مفتی محمد تقی عثمانی بھی یہ بات کہہ چکے ہیں کہ وہ پاکستان میں اسلامی بینکنگ کے موجود نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے اسلامی بینکوں کا وجود عمل میں آچکا تھا ان کے اس بیان کی روشنی میں ایک سوال میرے ذہن میں چلتا ہے کہ آیا وہ بینک جو بقول مفتی صاحب کے اسلام کے نام پر پہلے ہی وجود میں آچکے تھے وہ کون سے ہیں اور انہیں کس نے حصارف کرایا کیا ایسا تو نہیں کہ اسلامی ممالک میں مسلمانوں کو ابھانے کے لئے یہ یہودی لابی ہی کی کوئی سازش نہ ہو اس کی تحقیق بھی علماء کرام پر واجب ہو جاتی ہے کہ آیا اسلامی بینکنگ کا جج کس نے بویا اور کیوں بویا گیا۔ کہیں اسلامی بینکنگ بھی غذائی اشیاء کا کام کرنے والی ملٹی پھیزل کمپنیوں جو کہ خالصتاً یہودی لابی کی ملکیت ہیں کی اس سازش کا حصہ تو نہیں جب انہوں نے غذائی اشیاء پر حلال لکھ کر انہیں اسلامی ممالک میں فروخت کرنے اور وہاں سے سرمایہ سیٹھنے کے لئے رجحان ہی یہ بات بھی غور طلب ہے جس کا ذمہ علماء کرام کے کاندھوں پر آتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی تحقیق کے سلسلے کو وسیع کریں اور کسی ایک پلیٹ فارم پر متفق ہو کر ایک مشترکہ فتویٰ جاری کریں جس سے مسلمان فائدہ اٹھا سکیں۔

اور اب سودی اور غیر سودی بینکنگ بھی اسی قسم کی ایک سازش کے تحت عمل پذیر ہوئی ہے یہ تمام باتیں مفتی تقی عثمانی صاحب مفسر اس بیان کو پڑھنے کے بعد میرے ذہن میں گردش کرنے لگیں جو میں نے اور تحریر کیا ہے بظاہر اسلامی بینکنگ مسلمانوں کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور ہونی بھی چاہیے مگر موجودہ غیر سودی بینکنگ نام کی تو اسلامی ہے مگر موجودہ غیر سودی بینکوں میں استعمال ہونے والی اصطلاحات بھی سودی بینکوں میں استعمال ہونے والی اصطلاحاتوں کے زیر اثر ہیں یا یہ کہیں کہ ان سودی اصطلاحاتوں پر اسلامی نام کر لیں لگا کر مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کیا جا رہا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ ان تمام باتوں کی روشنی میں اسلامی بینکوں کے مستقبل پر کئی سوالات نشان ہیں جن کے جواب موجودہ اسلامی بینکنگ کی عمارت میں دراڑیں ڈال سکتے ہیں اور یہ کھوکھلی عمارتیں زمین بوس ہو سکتی ہیں کیونکہ دراصل اسلامی بینکوں نے کوئی الگ سے معمولی طریقہ بنائے ہی نہیں ہیں بلکہ جو بھی طریقے اختیار کئے گئے وہ بلاشبہ سودی بینکوں میں رائج طریقے ہیں جنہیں صرف اور صرف اسلام

کا نام دے کر مسلمانوں کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ جو بالاخر دنیا کے سامنے آ جائے گا اور اسلامی بینکنگ کے نام پر شروع یہ کاروبار اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

کتاب بیوع کے مقاصد حرام سے پرہیز کرنا ہے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے استدعا کی۔ یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنائے جن کی دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اے سعد! اپنی غذا پرہیز اور حلال رکھو تو تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، جب کوئی شخص حرام غذا کا ایک لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی بھی نیک کام قبول نہیں ہوتا۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم حلال کے ستر حصے اس خدشہ کی بناء پر چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں ہم حرام کے ایک حصے میں نہ پھنس جائیں۔ (ریاض الصالحین)

انسان کے دل میں جب حلال کیلئے تڑپ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ نہ صرف ہر حرام بلکہ مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے دامن کو پاک رکھتا ہے، اگر غلطی سے کوئی چیز اس کے پیٹ میں چلی جائے تو اس وقت تک اسے قرائنوں آتا جب تک کہ وہ اسے باہر نہ نکال دے اس کے بعد بھی وہ اللہ تعالیٰ سے لرز اس ترساں رہتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن اس کے پیٹ میں باقی رہ جانے والے ذرات کے متعلق سوال نہ ہو جائے۔

بزرگانِ دین کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ہدیہ یا کسی اور طرح سے حاصل ہوا، ایک درہم جو حلال نہ ہو، واپس کرنا میرے لئے اس سے مقدم ہے کہ میں چھ ہزار درہم خیرات میں دے دوں۔ اللہ ہم سب کو حرام کی ہر آزمائش سے محفوظ رکھے! آمین

شرح ہدایہ جلد دوم کے اختتامی کلمات

الحمد للہ! آج بروز جمعہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۲۰۱۲ء کو شرح ہدایہ کی دسویں جلد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت کے تصدیق سے پایہ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لئے، میرے والدین، میرے اساتذہ کرام اور وہ احباب جنہوں نے شرح ہدایہ دسویں جلد کی پروف ریڈنگ کی اور جملہ قارئین کے لئے بخشش کا ذریعہ بنائے

آج اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ دنیا کی ترقی اور لوگوں کے افراتفری کے ماحول میں دینی احکام کو جاننا ایک مسلمان کیلئے بہت اہم ہے خاص طور کاروبار اور مال جمع کرنے کیلئے آئے دن نئی سیکیمیں، نئے طریقے کار وضع کیے جا رہے ہیں۔ تاہم مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی بھی ایسے کاروباری طریقے سے باز رہیں جو دوسروں کے اموال کیلئے نقصان دہ یا دوسروں کے اموال کو ہڑپ کرنے

کا سبب بن جائے۔ اور نواہج کو آپ شراب کے سبب بھوک ہو کر کھا لے۔ اس کی پواؤں میں حرکت ہیں۔ انہیں یہ حرکت ہے کہ
 رکنا چاہیے اور حرکت میں نہ کرے۔ اس کی حرکت تو ایسی ہے کہ اسے کھانا کھانے کی ضرورت ہے۔ اس کی حرکت تو ایسی ہے کہ اسے
 کھانا کھانے کی ضرورت ہے۔ اس کی حرکت تو ایسی ہے کہ اسے کھانا کھانے کی ضرورت ہے۔ اس کی حرکت تو ایسی ہے کہ اسے
 کھانا کھانے کی ضرورت ہے۔ اس کی حرکت تو ایسی ہے کہ اسے کھانا کھانے کی ضرورت ہے۔ اس کی حرکت تو ایسی ہے کہ اسے

محمد یوسف علی رضوی

چک سنیکا تحصیل وضع بھاوانگر

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari
طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری